سوانح صدر الافاضل

صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت العلام حضور سید محمد نعیم الدین محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ

کی مذہبی، مسلکی، قومی، ملی، سماجی اور سیاسی مخلصانہ وقائدانہ خدمات

اور آپ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل اپنی نوعیت کی پہلی تاریخی کتاب

تاریخی نام: بسیط سوانح صدر الافاضل

جلد اول

مصنف
محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی
نوری دارالافتاء، مدینہ مسجد محلہ علی خان، کاشی پور، اتراکھنڈ

سوانح صدر الافاضل
جلد اول
محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

جامعہ نعیمیہ مرادآباد اکابرینِ امت کی نظر میں

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی

”فی الواقع مدرسہ موصوفہ غربت اسلام میں نعمت الٰہیہ اور مولانا ومحبنا مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب جعلہ اللہ کاسمہ نعیم الدین ومعین الدین منبع الدین مستوجب شکر اور اعانت مدرسہ اہل سنت پر لازم۔ الحمد للہ کہ یہ مدرسہ پورے اطمینان اور خالص اہل سنت صافی العقیدہ والایمان کا ہے۔

محدث اعظم ہند سید محمد احمد اشرفی کچھوچھوی

جامعہ نعیمیہ کا نام اس سے بے نیاز ہے کہ اس کے لیے کوئی معائنہ قلم بند کیا جائے۔ تقریباً نصف صدی سے مغربی یوپی کا یہ دارالعلوم سارے ملک میں اپنے شان دار روایات کی بنا پر علوم ومعارف کے دریا بہا رہا ہے۔ اور ہندوستان وپاک میں اس دارالعلوم کے فارغ التحصیل علما صف اول میں شمار کیے جا رہے ہیں۔ اور ہنوز مدرسہ اپنے اس مقدس فرض کی ادائیگی میں منہمک ہے۔ کیوں کہ یہ حضرت نعیم الملت والحق والدین، استاذ العلماء صدر الافاضل قدس سرہ کی کرامت، ہمت استقلال کا بلند وبالا نمونہ ہو چکا تھا۔ اور بلا خوف رد کہہ سکتا ہوں کہ یہ ادارہ دنیائے سنت کا مرکز تھا۔

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی

ازاں جملہ جناب مکرم ومحترم ذوالمجد والکرم حامی السنن ماحی الفتن مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی ایدہ اللہ تعالیٰ بالایدو الایادی، کہ من جانب اللہ کونوا انصار اللہ کہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک قابل اعتماد خالص الاعتقاد سنیوں کی انجمن مرادآباد میں قائم فرمائی، جس کی زیر حمایت ایک مدرسہ ہے۔ اور بحمد اللہ تعالیٰ نہایت خوبی وخوش اسلوبی وتندہی وسرگرمی سے دین کی حمایت میں کوشاں اور اپنے فرائض عمدگی سے انجام دے رہا ہے۔

پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی

دنیائے سنّیت میں صدر الافاضل حضرت مولانا حافظ قاری حکیم الحاج محمد نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانی دارالعلوم جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی بلند ترین شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ افسوس ہے کہ آج وہ ہم میں نہیں ہیں لیکن ان کے علم وعمل کی ایک زندہ یادگار دارالعلوم جامعہ نعیمیہ ہے، جس کو اہل سنت دینِ متین کا ایک قلعہ تصور کرتے ہیں۔ تقریباً نصف صدی سے یہ ادارہ علوم عربیہ وفارسیہ کی ایسی زریں خدمات انجام دے رہا ہے، جس کی نظیر مشکل سے لائی جا سکتی ہے۔ دارالعلوم جامعہ نعیمیہ کی پر شکوہ عمارت دیکھنے کے بعد بانی جامعہ نعیمیہ کی اخلاص نیت وعلو ہمتی کا پتہ چلتا ہے۔ جامعہ کے صدر گیٹ پر پہنچتے ہی دار الخیر اجمیر مقدس کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خواجہ خواجگان کی روحانیت نے علم وادب کے ادارے کو اپنی برکتوں میں سمیٹ رکھا ہے۔

صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت العلام

حضور سید **محمد نعیم الدین** محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ

کی مذہبی، مسلکی، قومی، ملی، سماجی اور سیاسی مخلصانہ و قائدانہ خدمات اور آپ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل اپنی نوعیت کی پہلی تاریخی کتاب

مُصنِف

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دارالافتاء، مدینہ مسجد محلہ علی خان، کاشی پور، اتراکھنڈ

کتاب: سوانح صدر الافاضل-جلد اول

تاریخی نام: بسیط سوانح صدر الافاضل (۱۴۴۳ھ)

مصنف: مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی
خلیفہ تاج الشریعہ، محدث کبیر و شیخ الاسلام

سال اشاعت: ۱۴۴۳ھ ۲۰۲۲ء

بموقع: عرس صدر الافاضل ۱۴۴۳ھ

رابطہ: نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

ای میل: nooridarulifta786@gmail.com

موبائل: 9719620137.9759522786

صفحات: ۷۳۰

ملنے کے پتے

سنی پبلی کیشنز دہلی

مکتبہ نعیمیہ مرادآباد جامعہ نعیمیہ مرادآباد

تاج الشریعہ بک ڈپو، نزد مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

انتساب

فقیر اپنی اس کتاب کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے
جملہ فارغین علما، فضلا و جملہ اساتذہ کرام کی
بارگاہوں سے معنون و منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے
خصوصاً
مفکر اسلام، جامع معقولات و منقولات، عمدۃ المناطقہ والفلاسفہ، شمس المدرسین، ممتاز الواعظین، محافظ
نظریات مذہب اہل سنت، ناشر تعلیمات مسلک اعلیٰ حضرت،

حضرت علامہ مولانا محمد ہاشم نعیمی مرادآبادی

علیہ الرحمۃ والرضوان، سابق پروفیسر معقولات جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔ (المتوفیٰ ۲۱ر شوال المکرم ۱۴۴۳ھ)
کے نام معنون کر رہا ہے جو فقیر کے مشفق اساتذہ میں سے ایک تھے۔ حضرت سے تفسیر و حدیث کی چند اہم
کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔
اور اپنے محسن و کرم فرما، احقر نواز، نمونہ اسلاف، فخر صحافت، صاحب فکر و نظر، عمدۃ المہتممن، محسن نعیمیات،

حضرت مولانا محمد یامین نعیمی سنبھلی

رحمہ اللہ القوی، سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔ (۲۸ر شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ)
کے نام منسوب کرتا ہے جن کی نوازشات و کرم فرمائی اور حوصلہ افزائی کے سہارے فقیر نے اب تک
تصنیف و تالیف کا سفر جاری رکھا ہوا ہے۔ ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیاز مند:
محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

فقیر اپنی اس کاوش کو ایسی دو عظیم شخصیات کی نذر کر رہا ہے جن سے ذاتی طور پر فقیر بہت متاثر ہے۔

گل گلزار قادریت، آل رسول، مفکر اسلام، مبلغ وداعی مذہب اہل سنت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، خلیفہ تاج الشریعہ وامین شریعت، حضرت علامہ ابوالحسنین سید عبدالقادر جیلانی، المعروف جیلانی میاں، دام ظلہ النورانی، بانی وسرپرست جیلانی مشن ممبئی۔

حضرت کی تبلیغی کارگزاری، صحافتی کارکردگی، مذہبی ومسلکی خدمات، علم دوستی اور اصاغر نوازی، اپنی مثال آپ ہے۔

کئی غیر مسلموں کو داخل اسلام فرما چکے ہیں۔ اور بدمذہبوں کو داخل سنیت کر چکے ہیں۔ مذہبی ومسلکی تصلب اور تقوی وپرہیزگاری میں اپنی مثال آپ ہیں۔

اللہ پاک حضرت کا سایہ عاطفت اہل سنت پر دراز فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

پیر ومرشد حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کے وکیل وخلیفہ، مجاہد سنیت، محافظ مسلک اعلیٰ حضرت، عمدہ ادیب وخطیب، عظیم مصنف، حضرت علامہ مولانا محمد آفتاب قاسم قادری رضوی نوری، دامت معالیہم، امام مصطفیٰ رضا ریسرچ سینٹر ڈربن افریقہ۔

حضرت نے امام اہل سنت قدس سرہ کی حدائق بخشش، صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی بہار شریعت اور دیگر علمائے اہل سنت کی اب تک لگ بھگ دو سو کتابیں انگریزی زبان میں ترجمہ فرما دی ہیں۔

حضرت بہت ہی خاموشی اور نہایت ہی خلوص کے ساتھ قلمی خدمات کے ذریعے مذہب اہل سنت و مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں شب وروز کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے ذریعے مذہب ومسلک کو فروغ عطا فرمائے اور حضرت کا سایہ اہل سنت پر تا دیر قائم رکھے۔

آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز کیش:۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی عفی عنہ

دعائیہ کلمات

شہزادہ حضور محدث اعظم ہند، مقدام العلما والمشائخ، پیر طریقت، رہبر شریعت، حضرت علامہ

شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی

دامت برکاتہم العالیہ۔ کچھوچھہ شریف

حامدا و مصلیا و مسلما!

صدرالافاضل، فخرالاماثل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ الھادی ہماری جماعت کے ایک عظیم مذہبی اور دینی پیشوا، اسلامی علوم وفنون کے متبحر اور نابغہ روزگار عالم وفاضل، بے نظیر مفسر و محدث، قومی وملی اور سیاسی میدان کے بے نظیر قائد تھے، آپ کی ذات ستودہ صفات کثیر اوصاف حمیدہ، بے شمار محامد کی جامع تھی، دین وسنیت کے فروغ واستحکام کے لیے آپ نے جو نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں وہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ایسی عبقری اور عالی شان ذات کی سیرت وسوانح اور ان کی بے لوث خدمات و کارنامے حیطہ تحریر میں لانا اسلاف شناسی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

ایک زمانے سے سخت ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ علامہ موصوف کے نقوش زندگی اور اہل سنت کی تعمیر وترقی کے لیے کھینچے گیے خطوط مفصلاً جمع کیے جاتے، تاہم اب تک آپ کے حوالے سے کوئی ایسی تفصیلی کتاب نظر سے نہیں گذری، آج یہ خوش کن اور مسرت افزا خبر سن کر قلبی سکون ملا کہ جامعہ نعیمیہ کے جواں سال فاضل ومحقق عزیز گرامی مولانا مفتی محمد ذوالفقار نعیمی ککرالوی سلمہ، نے آپ کی حیات وخدمات کے ہر گوشے پر بڑی عرق ریزی اور جان سوزی سے کافی مواد جمع کیا، جو اب تک نعیمیات کے حوالے سے سب سے ضخیم کتاب ہوگی۔ اس تاریخی پیش کش پر مولانا موصوف قابل مبارک باد اور لائق تحسین ہیں۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس کوشش وسعی کو قبول فرمائے، حضرت کے درجات عالیہ بلند سے بلند تر فرمائے، اس مجموعے کے مرتب وجامع، ان کی پوری ٹیم اور جملہ معاونین کو جزائے خیر سے نوازے۔

آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلوۃ واکرم التسلیم

فقط والسلام۔

ابوالحمزہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

جانشین حضور مخدوم الملت محدث اعظم ہند کچھوچھہ مقدسہ

قائد ملت، شہزادہ وجانشین تاج الشریعہ، حضرت علامہ مفتی

محمد عسجد رضا خان قادری

دامت معالیہم، خانقاہ رضویہ بریلی شریف

حضور صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی دنیائے اہل سنت میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے تدریس، تقریر، تحریر، افتا کے ساتھ سیاسی اور سماجی پلیٹ فارم پر بھی بے مثال اور ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔

یوں تو آپ کی حیات وخدمات پر بہت سارے مقالات اور کتابیں قلم بند کی گئیں، مگر جس شرح وبسط کے ساتھ عزیز القدر مولانا مفتی ذوالفقار خان نعیمی زید مجدہ نے آپ کی حیات وخدمات پر مشتمل "سوانح صدر الافاضل" مرتب کی، اس شرح وبسط کے ساتھ اب تک نظر سے نہیں گزری۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے، ان کے وقت میں برکت عطا فرمائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ خدمت دین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم۔

محمد عسجد رضا قادری۔ بریلی شریف

۱۸؍ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ

تقریظ جمیل

نبیرہ حضور صدر الافاضل، صوفی باصفا، حضرت

سید انعام مصطفی نعیمی

دامت برکاتہم العالیہ۔ صاحب سجادہ خانقاہ نعیمیہ مراد آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

شہزادہ رسول، جگر گوشہ بتول، چراغ خاندان غوثیت، مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب محقق، مفسر، محدث مرادآبادی قدس سرہ العزیز اپنے وقت کی عظیم شخصیت کا نام ہے۔ ہزاروں تحریریں حضور صدر الافاضل کی تعریف وخدمات پر لکھی جا چکی ہیں۔ میں یہاں صرف اس بات کا ذکر کروں گا کہ صدر الافاضل اس شخصیت کا نام ہے جس پر اس دور کے تمام علما و مشائخ بالخصوص اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو مکمل اعتماد تھا اور وہ تمام حضرات حضور صدر الافاضل کی دینی خدمات کے قائل تھے۔ مختصر یہ کہ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے\
بڑی مدت میں ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار علی نعیمی صاحب نے بڑی محنت سے حضور صدر الافاضل کی حیات کے ہر گوشے کو قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے، جس میں وہ کامیاب بھی ہوئے۔ میری معلومات میں شاید یہ کتاب حیات صدر الافاضل اپنی شان کی پہلی کتاب ہے۔ اس سے پہلے حضرت علامہ سید معین الدین نعیمی علیہ الرحمۃ ودیگر علما نے حضور صدر الافاضل کی حیات وخدمات کو تحریر فرمایا مگر تشنگی رہی۔ حضرت علامہ مفتی ذوالفقار خان نعیمی صاحب نے اس کو محسوس کیا اور اس سے تشنگی کو پورا فرمایا۔

میری دعا ہے رب قدیر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مولانا کی عمر میں اقبال میں برکتیں عطا فرمائے۔ اور چمینی کے پھول حضور صدر الافاضل کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ ؎

ہے بہت کافی غلامان شہ کونین کو\
مسلک احمد رضا و مشعل راہ نعیم

فقیر قادری نعیمی\
السید محمد انعام المصطفیٰ نعیمی غفرلہ

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مفسر، محدث، مفکر، مدبر، عالم باعمل، اکابرین اہل سنت کی یادگار

اکابرینِ ملت کی خدمات کا اعتراف وتذکرہ نسلِ نو کی رہبری ورہ نمائی کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان کی حیات وخدمات کے تذکروں، سیرت، قائدانہ صلاحیتوں اور تبلیغی، تصنیفی، تجربوں سے ہم بہت کچھ سیکھ کر خدمت دین و مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کی نئی نئی راہیں تلاش کر مزید سے مزید ترکی طرف گامزن ہوسکتے ہیں۔

مفسر قرآن، خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدرالافاضل حضرت علامہ مفتی سید نعیم الدین محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی شخصیت مجموعہ خوباں ہے۔ آپ نے اہل سنت وجماعت کے متعدّد شعبوں میں کامیاب نمائندگی کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی دینی، علمی، تبلیغی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ آپ کی ملی وسیاسی قیادت وبصیرت کا جواب نہیں۔ پہلے بھی آپ کی حیات وخدمات پر یک موضوعی یا خاص موضوعات پر علما نے، آپ کے فیض یافتگان، شاگردوں اور خلفا نے اور معتقدین نے بھی خوب لکھا۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اہل سنت کی اس عظیم شخصیت کی مذہبی، مسلکی، قومی، ملی، سیاسی، سماجی تصنیفی ودیگر قائدانہ خدمات واثرات پر اپنی نوعیت کا پہلا اور مفید کام، جماعت اہل سنت کے جواں سال عالم دین مولانا مفتی ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی صاحب نے انجام دیا اور آپ کی ان ساری خدمات کو یک جا کر کے سوانح صدرالافاضل کے زیر عنوان منظر عام پر لانے کا عزم کیا۔

کتاب آپ کے خاندانی حالات آباواجداد، اسناد واجازات اور بیعت وخلافت، اساتذہ ومشائخ، معاصرین، مشاہیر تلامذہ وفیض یافتگان، مخصوص اسفار، علوم علقیہ ونقلیہ ودیگر فنون میں آپ کی مہارت، درجنوں کتب رسائل اور مقالات، نایاب فتاویٰ جات اور تقریظات وتصدیقات، صحافتی، طباعتی، اشاعتی خدمات، معاصرین، مشاہیر واکابرین سے آپ کی خط وکتابت اور روابط، تحریکات، تنظیمات، اور احتجاجات میں آپ کا کردار، مناظرانہ خدمات، اصلاحی خدمات، اہم جلسوں میں شرکت وخطابات، شمائل وخصائل، کرامات، نیز تاریخ جامعہ نعیمیہ کے تذکروں سے مشک بار ہے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ تاریخی کام مکمل ہوکر قارئین اہل سنت کے مطالعہ کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔ ماشاءاللہ مصنف موصوف نے تحقیق وتصنیف میں بڑی محنت وعرق ریزی سے کام لیا ہے۔ کتاب کے مطالعے کے بعد مرتب موصوف کوداد تحسین بنتی ہے کہ آپ نے اہل سنت وجماعت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے اس عظیم مبلغ وناشر کی حیات وخدمات کو جمع کر دریا در کوزے کی مثال پیش کی ہے۔ اہل سنت کے لیے یہ کام یقیناً تاریخی حیثیت کا حامل ہوگا۔ مرتب موصوف نے اپنے محسن کو بہترین، اور اہل سنت کے لیے مفید خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ فقیر قادری دعاگو ہے رب تبارک وتعالیٰ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل مقبول فرمائے۔ نیز ہم سب کو مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا پکا داعی اور اپنے محسنوں کا قدردان بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۲۹، شوال المکرم ۱۴۴۳ھ/ ۳۱، مئی ۲۰۲۲ء

دعاگو:۔ فقیر قادری ابوالحسنین میر سید شاہ آلِ رسول عبدالقادر جیلانی قادری غفرلہ ولوالدیہ

تقریظ جمیل

ضیغم اہل سنت، خطیب شہیر، ادیب بے نظیر، حضرت علامہ

سید مظفر شاہ قادری دام ظلہ النورانی

جامعہ فاطمۃ الزہراء، کراچی

اس پر آشوب دور میں نجات وعافیت کا واحد طریقہ اہل حق سے قلبی و عملی وابستگی ہے۔ نت نئے فتنے ظاہر ہورہے ہیں۔ کوئی نسبی تفاخر میں ظاہری عقیدت مندوں کے ہجوم میں مست ہوکر اہل سنت کے واضح صریح، قطعی، اجماعی نظریات سے اعلانیہ انحراف کررہا ہے، تو کوئی سب کو راضی کرنے کی نفسانی لذت کے فریب میں صلح کلیت کی آفات کا شکار ہے۔ ان تمام خرافات اور فتنہ ودجالیت سے تحفظ کا واحد طریقہ اہل سنت اور اکابر اہل سنت کے ارشادات کی کامل پیروی ہے۔

صدر الافاضل سیدنا نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ ان ہی کاملین میں سے ایک فرد کامل ہیں، جن کی تحقیق و خدمات اہل حق کا نشان ہے۔ خداے تعالی نے آپ کو کمال استعداد وصلاحیت سے نوازا تھا۔ دینی سیاسی حلقوں میں درجہ امامت کے حامل ہوئے۔ ہر محاذ پر کامل توازن سے خدمات انجام دی۔

وہ کیسے ذی شان اور باکمال تھے، آپ کے ہاتھ میں موجود اس عظیم علمی تحقیقی شاہ کار (سوانح صدر الافاضل) سے خوب واضح ہوجائے گا، صرف فہرست پر ہی نظر ڈالنے سے پڑھنے والے پر واضح ہوجاتا ہے کہ، حضرت علامہ مفتی ذوالفقار نعیمی صاحب دامت برکاتہم عالیہ نے معلومات کا خزانہ ایک جگہ جمع فرماکر واقعتاً کمال کردیا۔

مفتی صاحب مدظلہ کی علمی صلاحیت و قابلیت اس مبارک کتاب کی ایک ایک سطر سے واضح ہوتی ہے۔

رب تعالی مفتی صاحب کو اس عظیم خدمت پر تمامی اہل حق کی جانب سے کامل جزا عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوات والتسلیم۔

سید مظفر شاہ قادری

جامعہ مسجد حبیبیہ دھوراجی، کراچی، مجمع الشیخ اختر رضا الاسلامی، المعروف جامعہ فاطمۃ الزہراء، کراچی

تقریظ منیر

مفکر اسلام، مبلغ سنیت، محافظ مسلک اعلیٰ حضرت، محسن قوم وملت، حضرت علامہ مولانا

قمر الزماں خان

صاحب قبلہ دامت معالیھم،
جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن لندن

نعیمی صاحب نے ارباب اہل سنت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا!!!

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا ومصلیا ومسلما!

اس وقت میرے پیش نظر **حضرت علامہ محمد ذوالفقار نعیمی** کی تالیف **"سوانح صدر الافاضل علیہ الرحمۃ"** کا مسودہ ہے۔ میں نے اس کتاب کا سرسری مطالعہ کیا۔ مجھے بے پناہ مسرت ہوئی۔ علامہ نعیمی نے ایک ایسی شخصیت کی حیات وخدمات پر کام کیا ہے، جن کے بے پایاں احسانات ہیں ملت اسلامیہ پر۔ انہوں نے اپنے دور میں اتنے عظیم کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں جن کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے۔ کاش یہ کام ان کی حیات طیبہ میں ہو گیا ہوتا۔

علامہ نعیمی نے ان کی زندگی کے بیشتر گوشوں کا جائزہ لیا ہے۔ امید ہے کہ ان کی یہ کتاب مستقبل میں حضرت صدر الافاضل کی حیات وخدمات پر کام کرنے والوں کے لیے ماخذ کا کام دے گی۔

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی شخصیت اتنی متنوع ہے کہ ان کے ہر کام پر ایک مستقل تصنیف ہو سکتی ہے۔

ہند وپاک میں جامعہ نعیمیہ کے طرز پر درس گاہوں کا قیام ان کی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد، جامعہ نعیمیہ کراچی، جامعہ نعیمیہ لاہور اس کے علاوہ بہت سے اداروں کا قیام یقیناً صبح قیامت تک ارباب علم وفضل سے خراج تحسین وصول کرتا رہے گا۔ اداروں کے علاوہ ایسے تلامذہ کی تربیت جنہوں نے گزشتہ اور موجودہ صدی میں انتہائی کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے اپنی زندگی میں ایسی عظیم کانفرنسوں کی نظامت کے فرائض انجام دیے ہیں جن کے اثرات آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ سنی کانفرنس مرادآباد، سنی کانفرنس بنارس، الجمیعۃ الاسلامیہ، کے فرائض انجام دیے۔ انہوں نے اپنے دور میں اٹھنے والے تمام فتنوں کا مقابلہ کیا۔ اور مسلک کے دفاع کا حق ادا کر دیا۔ شدھی سنگٹھن کے فتنہ ارتداد کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے برصغیر کے علمائے اہل سنت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور سرحد سے لے کر بنگال تک تمام اہل سنت نے اپنے اپنے علاقوں میں اس فتنے کی سرکوبی کے لیے نہایت اہم اقدامات کیے۔ خود حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے حضرت محدث علی پوری، سید مفتی اعظم ہند، وغیرہم کے ساتھ پورے برصغیر کا دورہ کیا۔ اور شدھی سنگٹھن کے پنڈتوں سے مناظرہ کر کے انہیں شکست سے دوچار کیا۔ ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۴ء تک، میں جب بھی جامعہ نعیمیہ یا سنبھل وغیرہ کے جلسوں میں شرکت کے لیے حاضر ہوتا تو حضور صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے مزار پر فاتحہ ضرور پڑھنے کا شرف حاصل کرتا۔ اور چشم تصور سے اس شخصیت کی زیارت کرتا جو اُس سادہ سی قبر میں آرام فرما ہے۔ میں **مولانا ذوالفقار نعیمی** کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی تالیف کے ذریعے جملہ علمائے اہل سنت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔

فجزاہ اللہ خیر الجزا۔

محمد قمر الزماں اعظمی سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن
۲۰۲۲/۵/۲۶ء

تقریظ جلیل

ناشر نوادرات اعلیٰ حضرت، جامع احادیث فتاوی رضویہ، مصنف کتب مہمہ، حضرت علامہ مولانا

محمد حنیف خاں رضوی

صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالیٰ۔ بانی وسربراہ امام احمد رضا اکیڈمی، و پرنسپل مظہر اسلام بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان چودھویں صدی ہجری کی ایک ہمہ جہت اور انقلاب آفریں شخصیت تھے جنھوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے سواد اعظم اہل سنت وجماعت کو ایک متحدہ محاذ پر جمع کیا اور ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی فرمائی، ہر زاویہ سے دین متین کی بے لوث خدمات انجام دیں اور اپنے علمی وفکری کارناموں سے ایک عالم کو استفادہ کے مواقع فراہم کیے۔

آپ کی ذات بے شمار خوبیوں کی مالک تھی، درس وتدریس کے شہنشاہ، میدان خطابت کے شہسوار، صاحب قلم وقرطاس اور فکر وفن کے بادشاہ۔ إلی غیر ذٰلك۔

راقم الحروف نے اکابرین اہل سنت سے بلا واسطہ اور بالواسطہ سنا کہ آپ کا درس تلامذہ کے لیے انمول نعمت ہوتا۔ امین شریعت مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ شاہ مفتی رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ فرماتے کہ:

”صدر الافاضل مملکت درس کے بادشاہ تھے، ہفتے میں اگر ایک مرتبہ بھی درس دیتے تو اس کی چاشنی پورے ہفتے محسوس ہوتی۔“

شمس العلما حضرت علامہ شمس الدین جونپوری علیہ الرحمۃ فرماتے کہ:

”میں اپنے اساتذہ میں سب سے زیادہ آپ سے متأثر رہتا۔“

امام النحو والادب حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

ابتدائی اسباق میں ”قال اقول“ کتاب آپ کے پاس تھی، دوپہر قیلولہ کے وقت پاؤں دبانے کی خدمت میرے سپرد تھی، اسی دوران کچھ سوالات کرتے اور فرماتے: جواب تلاش کرکے لانا۔ کبھی جواب مل جاتا اور نہیں ملتا تو خود ارشاد فرمادیتے۔ اس طرح تفحص وتلاش کا مادّہ پیدا ہوا۔

بعض اکابر نے فرمایا:

ہندوستان میں دو مدرس تھے: ایک مستقل پڑھاتے تھے اور دوسرے اپنی مصروفیات کی وجہ سے کبھی کبھی۔ اول الذکر صدر الشریعہ اور ثانی الذکر میں آپ کا نام۔

ایسا بھی سنا کہ آج علمائے کرام جن مشکلات سے دوچار ہیں اگر صدر الافاضل ہوتے تو اپنی اسلامی سیاست سے ان تمام دشواریوں کو کافور فرمادیتے۔

خطابت کے میدان میں کسی موقع پر اصحاب فکر وفن اور دینی وعصری علوم کے ماہرین موجود تھے، آپ نے جب خطاب شروع فرمایا تو باقی تمام حضرات نے اپنا وقت آپ کے لیے مختص کردیا اور کہا کہ: آپ کے خطاب کے پیش نظر اب کسی کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کے وقائع اور بھی یاد ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر اس وقت اتنے ہی پر اکتفا۔ زیر نظر کتاب میں قارئین کو بہت کچھ ملے گا۔

اور ان سب سے بڑھ کر آپ کے کمالات میں یہ ہے کہ آپ نے اہل باطل کی سرکوبی میں وہ عظیم کارنامے انجام دیے جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے گستاخوں اور ان کی توہین آمیز عبارتوں کا مدۃ العمر محاسبہ فرمایا۔ اور ایسے محکم دلائل و براہین سے رد و ابطال کیا کہ آج تک آپ کی گرفتوں کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔

چناں چہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد اعظم دین و ملت امام احمد رضا قدس سرہ کے مشن کو فروغ دینے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت کرنے میں آپ کا کلیدی کردار ہے، یہی وجہ تھی کہ سیدنا اعلیٰ حضرت نے آپ کو اپنے اجلہ خلفا میں شمار فرمایا اور آپ کے اسی وصف احقاق حق و ابطال باطل کے پیش نظر اعلیٰ حضرت نے جب اپنے خاص خلفا کا ذکر کیا تو ان کے اوصاف اور ان کے لیے دعائیں کرتے ہوئے جو اشعار تحریر فرمائے ان میں آپ کے لیے یہ شعر ارشاد فرمایا:؎

میرے نعیم الدین کو نعمت   اس سے بلا میں سماتے یہ ہیں

قارئین کے پیش نظر کتاب صدر الافاضل کی حیات اور کارناموں پر مشتمل ایک مکمل دستاویز ہے جو عزیز مکرم حضرت مولانا مفتی محمد ذوالفقار خاں نعیمی زید مجدہ کی انتھک کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ کتاب تو سامنے نہیں لیکن اس کی مکمل فہرست پیش نظر ہے، اس کی روشنی میں معلوم ہوا کہ مفتی صاحب نے صدر الافاضل کی حیات کے گوشوں کا مکمل احاطہ کیا ہے اور حتی الامکان کتاب کو جامع انداز میں مرتب کرنے کی سعی پیہم کی ہے۔ مفتی صاحب ماشاء اللہ تحقیق و تلاش کے دھنی ہیں، اس لیے آپ نے تلاش بسیار اور تفحص تام کے ساتھ اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔

لہٰذا اگر یوں کہا جائے تو بجا ہے کہ یہ کتاب صدر الافاضل کی سوانح پر لکھی جانے والی کتابوں میں منفرد نوعیت کی حامل اور آپ کی حیات پر موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) کا درجہ رکھتی ہے۔

آخر میں اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ رب کریم آپ کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے مشرف فرمائے اور مقبول انام بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم، علیہ التحیۃ والتسلیم، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

مؤرخہ: یکم ذوالقعدہ ۱۴۴۳ھ

شہزادہ فقیہ اعظم مفتی نور اللہ نعیمی، مفکر قوم وملت، صاجزادہ حضرت مفتی

محمد محب اللہ نوری

دامت معالیہم سرپرست اعلیٰ ماہنامہ نور الحبیب وسجادہ نشین خانقاہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا، پنجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کی دینی اور سیاسی رہنمائی میں جن افراد نے مرکزی کردار ادا کیا، ان میں ایک اہم ترین مفسرِ قرآن، فخر الجہابذہ، استاذ الاساتذہ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کا ہے۔ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کا شمار عالم اسلام کے ان چند چیدہ و برگزیدہ افراد میں ہوتا ہے، جو اپنے علم و فضل، تحقیق و کاوش اور وسعتِ فکر و نظر کی بنا پر امتِ مسلمہ کے دلوں کی دھڑکن اور مرجعِ عقیدت و محبت رہے اور ہیں۔

آپ جلیل القدر عالم دین، فقید المثال مفتی، ژرف نگاہ محقق، صاحبِ طرز ادیب، سحر انگیز خطیب، بلند پایہ مصنف، قادر الکلام شاعر، تجربہ کار مدرس، عظیم مفکر، تبحر استاذ، نکتہ رس فقیہ، صاحبِ بصیرت مرشد و مربی، مرجعِ خلائق اور قائد و رہنما تھے اور جن جید علما و مشائخ نے آپ کو ''صدر الافاضل'' کے لقب سے ملقب کیا، انہوں نے قطعاً مبالغے سے کام نہیں لیا۔

موصوف وسعتِ نظر، وسعتِ علم، وسعتِ ظرف، وسعتِ مطالعہ، ذکاوتِ طبع، رسوخ فی العلم والعمل میں اپنی نظیر آپ تھے۔ وہ نجابت و سعادت اور شرافت و وجاہت کے مجسمہ تھے۔ ان کی زیارت کرنے والے بتاتے ہیں کہ وہ ''إِذَا رُؤُوا ذُکِرَ اللہُ'' کی تصویر اور اس شعر کی عملی تفسیر تھے ؎

اُن کی نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیر ا سب گھرانہ نور کا

ابن الفزاری کا یہ شعر ان پر کتنا صادق آتا ہے:

کان الثریا علقت فی جبینہ
و فی خدہ الشعریٰ و فی وجہہ القمر

بلاشبہہ آپ مجمعِ علم و عرفان، عالم ربانی اور عارف حقانی تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ حاصل کر کے صرف انیس (۱۹) سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ شیخ الکل حضرت شاہ محمد گل رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے آپ کا سلسلہ حدیث براہِ راست حجازِ مقدس سے مربوط ہے۔

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی علمی قابلیت اور خداداد بصیرت پر بہت اعتماد تھا اور علمی و تبلیغی مہمات میں آپ کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اسی اعتماد کا نتیجہ تھا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے از خود انہیں خلافت و اجازت سے نوازا۔ آپ نے اپنی زندگی خدمت و تبلیغِ دین، اشاعتِ اسلام اور فروغِ علم کے لیے وقف کر رکھی تھی، جامعہ نعیمیہ کے نام سے مراد آباد میں دینی ادارہ قائم کیا، جہاں سے ہزاروں تشنگانِ علم و معرفت سیراب ہوئے۔ آپ کے تلامذہ و خلفا میں مفتی اعظم حضرت مولانا سید ابو البرکات قادری، غازی کشمیر حضرت مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری، تاج

العلماء مفتی محمد عمر نعیمی، حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی، محدث افخم، فقیہ اعظم حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی اور مفکر اسلام حضرت مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہم ایسے بلند پایہ، نامور اور جید علمائے کرام شامل ہیں۔

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ ایک عدیم النظیر ماہر تعلیم، شفیق اور محنتی استاذ تھے۔ درس نظامی کے اعلیٰ علوم و فنون میں ید طولیٰ رکھنے کے ساتھ ساتھ بچوں کی تعلیم و تربیت کا بھی خاص ملکہ تھا، جس کا آپ کے مرتب کردہ ابتدائی قاعدہ کو دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اس قاعدہ کو پوری توجہ کے ساتھ پڑھنے والا اردو املا میں کبھی نہیں چوکتا۔

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم مصنف ہونے پر ان کے درجنوں رشحات قلم شاہد عادل ہیں۔ بیس سال کی عمر میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے موضوع پر الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ کے نام سے معرکہ آرا کتاب تصنیف فرمائی۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن "کنزالایمان" کے حاشیے پر آپ کی تفسیر "خزائن العرفان" ایک عظیم علمی شاہ کار اور اختصار و جامعیت کی مرقع ہے۔ آپ کے فتاویٰ "فتاویٰ صدر الافاضل" سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ بلند پایہ فقیہ اور مفتیٔ اعظم تھے۔ آپ صاحبِ طرز ادیب اور بلند پایہ شاعر بھی تھے، "ریاضِ نعیم" کے نام سے آپ کا نعتیہ دیوان آپ کے ذوقِ سخن پر شاہد ہے۔

آپ پریس کی اہمیت سے آگاہ صاحبِ بصیرت عالم دین تھے، چناں چہ ۱۹۱۲ء تا ۱۹۱۴ء ابوالکلام آزاد کے رسائل "البلاغ" اور "الہلال" میں مضامین تحریر کیے---۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء میں مراد آباد سے "السواد الاعظم" کے نام سے ماہ نامہ جاری کر کے مسلمانانِ ہند کی مذہبی و سیاسی رہنمائی فرمائی۔

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نباضِ وقت اور عظیم مفکر تھے، انہوں نے اہل سنت و جماعت کو الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے پلیٹ فارم پر جمع کیا اور اسلام دشمن تحریکوں کی سرکوبی کے لیے عظیم ترین خدمات سر انجام دیں۔

۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے خطبہ الہ آباد اور بعد ازاں ۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس منعقدہ لندن میں انگریز حکومت کو تقسیم ہند کی تجویز پیش کی تو صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ پہلے عالم دین تھے، جنہوں نے شعبان ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱ء کے سوادِ اعظم میں اس تجویز کی تائید میں بھرپور اداریہ تحریر فرمایا۔

بلا شبہہ تحریکِ پاکستان میں آپ کا کردار سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ نے ۲۷ تا ۳۰/ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس میں تاریخ ساز سنی کانفرنس کا انعقاد کیا، جس میں پانچ ہزار علما و مشائخ اور دو لاکھ سے زائد عوام نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس تحریکِ پاکستان میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

انہی ایام میں آپ نے اپنے تلمیذِ رشید حضرت علامہ ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے نام گرامی نامے میں تحریر فرمایا "پاکستان کی تجویز سے "جمہوریتِ اسلامیہ" (آل انڈیا سنی کانفرنس) کو کسی طرح دست بردار ہونا منظور نہیں، خود (محمد علی) جناح اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں"---[حیات صدر الافاضل، صفحہ ۱۸۶]

آپ اعلیٰ پائے کے خطیب بھی تھے، نہایت مدلل گفتگو فرماتے، تحریر و تقریر میں کسی مقام پر متانت و سنجیدگی اور تہذیب و شائستگی کا دامن نہ چھوڑا۔ یہی رنگ آپ کے تلامذہ و مستفیضین کی تحریروں میں بھی دکھائی دیتا ہے۔

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ انتہائی نفیس طبع تھے، خط بہت عمدہ تھا، ان کی بعض تحریریں تو فنِ کتابت کا شاہ پارہ دکھائی دیتی ہیں۔

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ تبلیغِ اسلام اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے ہمہ تن مصروف رہتے۔ اس سلسلے میں آپ نے عیسائیوں اور آریوں سے کامیاب مناظرے کیے اور اسلام اور شارعِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کے مسکت جوابات دیے۔

آپ کی ساری زندگی اتباعِ مصطفیٰ، عشقِ نبوی اور غلامی رسول سے عبارت تھی، جس پر آپ کا تاریخی نام "غلام مصطفیٰ (۱۳۰۰ھ)" اور مادہ سن وصال "غلام رسول (۱۳۶۷ھ)" شاہد ہے۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد کی جامع مسجد کے پہلو میں آپ کا مزار مرجعِ اہلِ محبت ہے۔

تعجب ہے کہ ایسی جامع الصفات شخصیت کی حیاتِ طیبہ پر کم و بیش پون صدی گزرنے کے باوجود کوئی جامع کتاب مرتب نہ ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ یہ سعادت ایک نوجوان عالم دین علامہ مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی حفظہ اللہ کے حصے میں آئی اور انہوں نے دو جلدوں پر مشتمل سوانح حیات مرتب کر کے عظیم تاریخی کارنامہ انجام دیا۔ علامہ نعیمی زید علمہٗ ایک جید عالم دین، صاحبِ بصیرت مفتی، قابل مدرس اور بلند پایہ ادیب و خطیب ہیں۔

ان کے مضامین و تصانیف مقبولِ خاص و عام ہیں --- ان کی بعض تحریریں ماہ نامہ نور الحبیب، بصیر پور (پاکستان) کی زینت بنیں۔ ان کی زیر نظر کتاب "سوانح صدر الافاضل" ان کے ادبی ذوق، تحقیقی صلاحیت، علمی بصیرت، فراست و فطانت اور زیرکی و ذکاوت کا بیّن ثبوت ہے۔ فاضل موصوف ایک عرصے سے حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ پر کام کر رہے ہیں، ان کے کام کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ انہیں حضرت کی خصوصی توجہات اور باطنی فیوضات حاصل ہیں۔ سب سے پہلے وہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ اسناد پر مبنی کتاب "ثبتِ نعیمی" کی طرف متوجہ ہوئے۔ "ثبتِ نعیمی" کا واحد دستیاب نسخہ احقر کے پاس محفوظ ہے، جو سیدی و والدی حضرت فقیہِ اعظم پاکستان مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے شیخ و مرشد نے سلاسلِ طریقت اور علوم و فنون، تفسیر و حدیث اور اوراد و وظائف کی اجازات سے نوازتے ہوئے عطا فرمایا تھا---

میری دانست کے مطابق "ثبتِ نعیمی" کا دوسرا نسخہ کسی "نعیمی" کے ہاں محفوظ نہیں ہے۔ احقر کی ترغیب پر ممتاز محقق پیرزادہ عابد حسین شاہ حفظہ اللہ نے عرب شریف میں قیام کے دوران (وہاں کے مخصوص حالات کے پیشِ نظر) عبد الحق انصاری کے قلمی نام سے "ثبتِ نعیمی" پر تین تعارفی کتابیں تحریر کیں، جو فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور، پاکستان نے شائع کیں۔ بعد ازاں ثبت نعیمی کے عربی متن پر علامہ مفتی محمد ذوالفقار نعیمی زید حبّہ نے بڑے سلیقے اور انتہائی محنت کے ساتھ جدید انداز میں تحقیق و تحشیہ کا کام سرانجام دیا۔

احقر نے زیر نظر "سوانح صدر الافاضل" کی صرف فہرست ملاحظہ کی ہے، عنوانات سے کتاب کی جامعیت کا اندازہ ہوا۔ مصنف نے حضرت کی سوانح حیات کے تقریباً تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔ دو جلدوں پر محیط یہ کتاب جہاں

مفتی صاحب کی علمی و تحقیقی کاوشوں کی آئینہ دار ہے، وہیں جلیل القدر عالم دین، مفسر و محدث اور عظیم دینی، ملی اور سیاسی رہنما حضرت سیدی صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ پر تحقیقی کام کرنے والے اسکالرز کے لیے سنگِ میل ثابت ہو گی۔ ان شاء المولیٰ تعالیٰ۔

اس خوب صورت کاوش پر دل کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ فاضل جلیل، عالم نبیل، حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی زید علمہ وعملہ کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے مقبولِ خاص وعام بنائے۔ اور فاضل مصنف کو صحت وعافیت کے ساتھ بیش از بیش مزید علمی و تحقیقی کارنامے سرانجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہٖ اجمعین۔

(صاحبزادہ مفتی) محمد محب اللہ نوری

پرنسپل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ۔ سجادہ نشین آستانہ عالیہ نوریہ نعیمیہ قادریہ

بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا، پنجاب، پاکستان

رئیس المدرسین، استاذ العلماء والفضلاء، ماہر درسیات، ہمدرد اہل سنت، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سلیمان نعیمی برکاتی زینت مسند افتا و تدریس جامعہ نعیمیہ مراد آباد

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت وشادمانی ہوئی کہ اعزار شد مفتی اعظم اتراکھنڈ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ذوالفقار خان صاحب نعیمی فاضل جامعہ نعیمیہ نے، صدر الافاضل، فخر الاماثل، استاد العلماء سید المفسرین حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین قادری محدث مرادآبادی بانی جامعہ نعیمیہ مرادآباد، کی سوانح شرح وبسط کے ساتھ تحریر فرمائی، جس میں ان گوشوں پر بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے جو موضع فضا میں تھے۔

بزرگوں کی سوانح اور ان کے عظیم کاموں کو عوام وخواص کے سامنے لانا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے، جو آنے والے حضرات کے لیے مشعل راہ ہیں، تاکہ آنے والی نسلیں ان کو اپنا رہنما بناکر کامیابیوں سے ہم کنار ہو سکیں۔ اور ان کے نقوش وافکار کی روشنی میں چل کر سرمایہ دارین حاصل کر سکیں کہ بزرگوں کے حالات اور ان کی زندگی کے اطوار ہمارے لیے صراط مستقیم ہی میں داخل ہیں۔ جس کا حکم قرآن مقدس میں دیا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم، الآیۃ۔

میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل حضرت مفتی اتراکھنڈ کو عمر طویل عطا فرمائے۔ اور تصنیف و تالیف کی مزید توفیق رفیق عطا فرمائے اور سوانح سیدنا صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان سے عوام وخواص کو مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔ اور مفتی موصوف کو جزائے کامل وصلہ وافر عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

راقم الحروف :۔ محمد سلیمان نعیمی برکاتی

خادم التدریس والافتاء جامعہ نعیمیہ مرادآباد یوپی

مورخہ ۳/ ذوالقعدہ ۱۴۴۳ھ۔ مطابق ۴/ جون ۲۰۰۲ء بروز شنبہ

بسیط سوانح صدر الافاضل

۱۴۴۳ھ

صدر الافاضل یہ ایک ہی لقب شخصیت کی مرتبت واضح کر رہا ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وابستہ تبحر ہستیوں میں ایک نمایاں نام، صدر الافاضل، فخر الاماثل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ الباری کا ہے۔

۲۲/ ابواب اور ۱۵۰۰/ صفحات میں سوانح صدر الافاضل "بلا شبہ ایک بڑی کاوش ہے۔ ایک عالم و فاضل عقیدت مند نے بہت جاں فشانی سے اسے مرتب کیا ہے۔

کتابیں یوں ہی وجود میں نہیں آتیں، کچھ وہی جانتے ہیں جو بحر علوم و فنون کے شناور ہیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں فاضل محترم علامہ محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی، مفتی اعظم اتراکھنڈ (بھارت) سے واقف نہیں تھا۔ مولانا محمد مقصود عالم فرحت ضیائی کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ ذوالفقار صاحب جوہر قابل ہیں۔ اللھم زد فزد۔

برسوں پہلے چٹاگانگ (بنگلادیش) میں حضرت مولانا عبید الحق نعیمی علیہ الرحمۃ مجھے صدر الافاضل کی یاد میں منعقدہ ایک تقریب میں لے گئے۔ وہاں اپنے خطاب میں اس فقیر بے توقیر نے عرض کی کہ حضرت صدر الافاضل کی حیات و خدمات اور تصنیفات و تالیفات پر کوئی وقیع کتاب کیوں مرتب نہیں کی گئی؟ قدرت نے شاید اس کام کے لیے مفتی ذوالفقار صاحب کا انتخاب کیا تھا ع

ہر کسے را بہر کارے ساختند

خلیفہ اعلیٰ حضرت سید المحدثین حضرت ابوالبرکات سید احمد الوری (لاہور) قطب مدینہ حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین احمد قادری مدنی، استاد مکرم شیخ القرآن حضرت مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی اور فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے حضرت صدر الافاضل کے تذکرے سنے۔ استاد محترم کو بھی حضرت صدر الافاضل سے ملاقات کا موقع ملا تھا۔ حضرت صدر الافاضل کے خاص تلامذہ میں تاج العلماء حضرت مفتی محمد عمر نعیمی کی شفقتیں حاصل رہیں۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازہری سے بھی بہت رابطے رہے۔ حضرت صدر الافاضل کے ایک فرزند کراچی میں قیام فرما تھے۔ میرے والد گرامی علیہ الرحمۃ ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔

مجھے بہت خوشی ہے کہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ پر یہ بہت اہم اور یادگار کتاب شائع ہوئی ہے۔ اللہ کریم جل شانہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس سعی جمیل کو شرف قبولیت اور مفتی ذوالفقار خاں صاحب کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

خادم العلم والعلماء: کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ

المرقوم: ۱۱/ مئی ۲۰۲۲ء

مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی)

سنی تبلیغی جماعت کے سربراہ اعلیٰ، مفتی اعظم باسنی وقاضی شرع ضلع ناگور شریف، محسن اہل سنت، ناشر ومبلغ مسلک اعلیٰ حضرت، خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا

مفتی ولی محمد رضوی

دامت برکاتہم القدسیہ۔ باسنی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

سعادت مند، خوش نصیب، خوش بخت حضرات کے حصے میں ہے کہ وہ اکابرو اسلاف کے کارناموں کو پیش کرکے ان عظیم شخصیات کا شان دار تعارف کراکے ان کی قدر و منزلت سے آگاہ کریں اور عوام کے دلوں میں ان کی عقیدت کے چراغ روشن کریں۔ انہیں اسلاف واکابر سے ایک ہندو پاک میں چمکنے دمکنے والی ذات حضور سیدی علامہ مفتی سید شاہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی بانی جامعہ نعیمیہ مراد آباد علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے، آپ کے زریں کار ناموں سے ایک جہان جگمگا رہا ہے، آپ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے، علم و فضل والے آپ کی شخصیت سے واقف ہیں مگر عوام، طلبا اور آنے والی نسلوں کو باخبر کرنا بھی ضروری ہے۔

کہ آج جو سنیت کا چمن عطر بیزی کر رہا ہے اس میں کن کن حضرات کا خون جگر شامل ہے کہ جب تک ملت کا روحانی تعلق اپنے محسنین سے پختہ رہے گا وہ گمراہی وبد مذہبی کے فتنہ وفساد سے محفوظ رہیں گے۔ اور وہ سچے واصلی سنی بن کر مسلک اعلیٰ حضرت کی بہاروں سے فیض یاب ہوں گے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات وارشادات کو طبع کرانے میں ایک نمایاں نام حضرت علامہ مفتی شعبان علی صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ کا ہے، آپ نے ”فتاویٰ صدرالافاضل“ کی طباعت کراکے اس پر ۲۵ صفحات کا شان دار مقدمہ لکھ کر ایک قیمتی سرمایہ سنیوں کو دیا ہے۔ اور ”افکار صدرالافاضل“ کی طباعت کراکے مزید ایک نایاب خزانہ کو ضائع ہونے سے بچا کر سچے نعیمی ہونے کا کردار پیش کیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ کو اس کا بہتر اجرو ثواب عطا فرمائے آمین۔

دوسرے سعادت مند، فیروز بخت ڈاکٹر محمد آصف حسین دیوان بازار مراد آبادی ہیں، ”صدرالافاضل اور فن شاعری“ کتاب کی ترتیب وطباعت کرکے محسن کے فیض کو عام کرنے کی مساعی جمیلہ کی ہے اور عشق وعرفان کا گلشن اہل علم کے ہاتھوں میں دے کر اپنی نیک نامی ظاہر کی ہے، مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے۔

تیسرے جواں سال، جواں ہمت، فاضل گرامی، مفتی اہل سنت، حضرت مولانا مفتی محمد ذوالفقار علی خان نعیمی کی ذات گرامی ہے، جو چمکتے جگمگاتے قلم کار ہیں، جو اپنے طور پر اس وقت بہترین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ موصوف نے ”مکاتیب صدرالافاضل“ اور ”مقالات صدر الافاضل، ثبت نعیمی“ کو ترتیب و ترجمہ نگاری کرکے انمول گنجینہ کی طباعت کرکے عوام وخواص کو یہ ہیرے موتی پیش کیے ہیں، مولیٰ تعالیٰ آپ کی ساری محنت اور جدو جہد قبول فرمائے اور مسلک اعلیٰ حضرت کے لیے مزید کاوشیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے مشفق مہربان استاذ حضرت علامہ مولانا محمد یامین صاحب نعیمی علیہ الرحمہ کی دلی خواہش تھی کہ حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ کی سوانح شایان شان طور پر منظر عام پر آئے اور انہوں نے اس کے لیے ایک قلم کار کو اچھی رقم بھی دی مگر ان کی حیات میں وہ کام نہ ہو سکا۔

مگر نعیمی مکتب کے ایک ہونہار، نیک بخت، جفاکش، عالم ومفتی ذوالفقار علی خان نعیمی زید مجدہ کے حصے میں یہ کار خیر لکھا تھا، عزیز موصوف نے ضخیم دو جلدوں میں اس مبارک و مسعود خدمت کو انجام دیا ہے، عام طور پر ہر سنی اور خاص طور پر نعیمی حضرات کے شکریہ کے مستحق بن گئے ہیں، اور نادر ونایاب جواہر پاروں کو مرتب کرکے ایک بیش بہا نعمت کو بڑے شان دار ۲۲ ابواب پر پیش کرکے بڑا یادگاری کارنامہ انجام دیا ہے۔

یقینا نظارہ کر کے قدر داں حضرات باغ باغ ہوجائیں گے مثلا ولادت و ابتدائی حالات۔ آباواجداد۔ حالات اہل وعیال، سلسلہ سند۔ بیعت وخلافت۔ اساتذہ وشیوخ۔ مشاہیر تلامذہ وفیض یافتگان۔ زیارت حرمین شریفین۔ علوم وفنون۔ قلمی نگارشات وغیرہم۔

راقم ناچیز کو بھی جامعہ میں رہ کر علمی فیض حاصل کرنے کا الحمدللہ موقع ملا ہے۔ اور اطیب البیان، تفسیر خزائن العرفان وغیرہ سے خوب علمی موتی جمع کیے ہیں۔

اب عزیز مکرم نے مجھے اس مبارک سوانح شریف میں شامل ہونے کا شرف دیا ہے۔ ان شاء اللہ اس سے اہل سنت کو مزید فائدہ ہوگا اور محقق حضرات کے لیے ایک جان دار سرمایہ ہاتھ آئے گا۔ ایسی ممتاز ویگانہ روزگار شخصیات روزروز پیدا نہیں ہوتی ہیں، جن کے تابندہ نقوش سے تاریکیاں تابناک ہوئی ہیں جو قوم وملت کے لیے باعثِ فخر ہوئے، ان شاء اللہ تعالیٰ ہر دور میں وہ اپنی روشنی پھیلائیں گے۔

میں عزیز سعید کو اس ممتاز کارنامے پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اسے قبول فرما کر عزیز کو خوب عزت ووقار دارین عطا فرمائے اور ان مبارک ہستیوں کے طفیل مولیٰ ہم سب کو اہل سنت وجماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر ثابت قدمی عطا فرمائے آمین۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

دعا گو طالب دعا:۔ ولی محمد رضوی

خادم سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور شریف

۲۲ شوال المکرم ۱۴۴۳ھ۔ مطابق ۲۴ مئ ۲۰۲۲ء
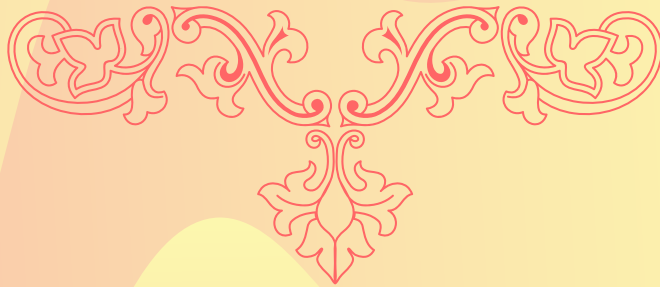
ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، قاطع نجدیت، ارشد ملت، حضرت ابوالبرکات

محمّد ارشد سُبحانی مدظلہ النورانی

بانی و سرپرستِ اعلیٰ ماہنامہ ارشدیہ تلوکرانوالہ شریف

ہرگز نمیرد آں کہ دِلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوامِ ما

الحمدللہ ربّ العٰلمین۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت آفتاب علم و حکمت عالم فرع واصل حاکم وصل وفصل ستودہ رجال مظہر جمال جبل العلوم امام المناطقہ استاذ الاساتذہ مُفسرِ قرآن مُحدِثِ دوراں شیخ المشائخ حضور صدرُ الافاضل حضرت علامہ مُفتی سیّد محمد نعیم الدین شاہ نقشبندی قادری رضوی مُحدِثِ مُرادآبادی قدس سرہٗ العزیز کے حالاتِ حیات و واقعات و کمالات و کرامات اور دینی، مذہبی، مسلکی، ملّی، سماجی، سیاسی، تعمیری، تدریسی، تقریری اور تصنیفی و تالیفی خدمات اور سینکڑوں صفحات پر مُشتمل پہلی تاریخی ولاجواب کتابِ مُستطاب ''سوانح صدرُ الافاضل'' (جو کہ کئی ابواب پر پھیلی ہوئی ہے) کی اشاعت وطباعت کی مسرور کن خبر سُن کر قلبی اور ذہنی راحت و مسرّت نصیب ہوئی ہے۔

حضور صدرُ الافاضل قبلہ مُحدثِ مُرادآبادی قدس سرہٗ العزیز میرے آقائے نعمت سرکار سیّدنا اعلیٰ حضرت مُجدد اعظم دین وملّت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا مُحدثِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجلّہ خلفائے کرام اور نامور تلامذہ میں سے ہیں-آپ کا شمار اپنے زمانے کے اکابر و ممتاز علمائے حق میں ہوتا ہے، آپ ایک جید و متبحر عالم دین، مُستند مُفتی وفقیہ، عظیم مُحدّث، بلند پایہ مُفسر، صاحبِ گرفتِ شدید و بارُعب مُناظر اور صوفی باصفا ولی کامل تھے۔

الحمدللہ تعالیٰ کتاب ھٰذا کے مُصنّف، راقم آثم (فقیر ابُوالبرکات محمّد ارشد سُبحانی عُفی عنہ) کے محبوب خلیفہ مجاز وروحانی دلبند، فقیہ اعظم اتراکھنڈ، علم وفضل کے شہسوار، حکمت و کلام کے تاج دار، سلطنتِ تصنیف و تالیف کے بے تاج بادشاہ، مسائل دقیقہ و مشکلہ علم صرف و نحو، منطق و فلسفہ، معقول و منقول، ریاضی واُصول اور اُصولِ حدیث شریف کی گتھیاں سُلجھانے والے عظیم مُحقّق، میدانِ تقریر و تحریر میں بے مثال مُدقق، صاحبِ فتاویٰ اتراکھنڈ، حضرت علامہ الشاہ مُفتی محمد ذوالفقار خان الأزہری نعیمی ارشدی ککرالوی دامت برکاتہمُ العالیہ (مُدیر مسئول ماہنامہ ارشدیہ) نے نہایت محنت شاقہ اور عرق ریزی وعمیق نظری سے حضور صدرُ الافاضل نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے حالاتِ زندگی کو کتابی صورت میں جمع فرما کر ایک عظیم ولائق صد تحسین کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

فقیر مُحب گرامی حضرت فقیہ اعظم اتراکھنڈ حفظہ اللہ تعالیٰ کو بوجہ لیاقت و شرافت، ذہانت و متانت اور بالخصوص مسلک حق اعلیٰ حضرت سے وفاداری کے سبب بہت ہی عزیز جانتا ہے۔ اللہ کریم حضرت موصوف قبلہ زید مجدہٗ کی دینی تمام خدمات کو شرفِ قبولیت نصیب فرمائے اور ان کو صحت و سلامتی والی حیاتِ دراز بالخیر عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہم سبھی کو زیادہ سے زیادہ دین وسُنیّت، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور اس کے استحکام و ارتقا کے لیے کام کرنے کی توفیق ارزانی نصیب فرمائے۔ اور خاتمہ بر ایمان، جنّتُ البقیع شریف میں مدفن، بے حساب حتمی مغفرت اور پیارے کریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنّتُ الفردوس میں قُربِ خاص عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فقیر عبدُ المصطفیٰ ابُوالبرکات محمد ارشد سُبحانی غفرلہ النورانی

خادم تلوکرانوالہ شریف (فاضل) ضلع بھکر

۲۹ رمضانُ المبارک ۱۴۴۳ھ بمطابق یکم مئی ۲۰۲۲ء یوم الاحد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و آلہ و صحبہ الکرام اجمعین،

و من تبعھم باحسان الی یوم الدین

All Praise is due to Almighty Allah who created man in the best of moulds and blessed mankind with the most unique and perfect guide in the form of His Beloved Nabi .ﷺ Peace, Blessings and
Salutations upon the Nabi ul Ambia and Guide to Mankind Sayyiduna Rasoolullah ﷺand upon His ﷺ Noble Family Who Guide us out of the turbulent oceans and upon His ﷺ Sahaba, who guide us through the terrifying moments of darkness. Peace and Blessings upon the Awliya and the Ulama e Deen who have guided us upon the path of righteousness, through Beacons of Guidance like, Shaykh Abdul Qaadir Jilani, Khwaja Mu'eenud'deen Ajmeri,
Aala Hazrat Imam Ahmed Raza Bareilvi and his illustrious Khalifa Sadrul Afaadil Hazrat Allama Sayyid Na'eemud'deen Muradabadi
After Praise and Salutations, my dear well-wisher Mufti Mohammad Quaiser Ali Qaadiri Razvi Misbahi Saaheb Qibla informed me that
Khalifa e Huzoor Taajush Shariah Mufti Zulfaqar Khan Naimi Kakralvi Qibla
has made a great effort in writing a detailed biography discussing numerous facets of the life and works of Sadrul Afaadil Allama Sayyid Na'eemud'deen Muradabadi who is the great Khalifa of Sayyidi Aala Hazrat Imam Ahle Sunnat and the author of the world renowned Khaza'in ul Irfan which is the Tafseer of Kanz ul Imaan. I was informed that the author has requested that I write a few words for this upcoming publication. I got to browse the contents of the book which alone is 70 pages and I believe the book is in two volumes and approximately 1500 pages .

What can a weak person like me say about a giant like Sadrul Afaadil I would rather quote Murshid e Kareem Huzoor Sayyidi Taajush Shariah who said,

Hazrat Maulana Na'eemud'deen Sahab Muradabadi Sadrul Afaadil is the senior Khalifa of Aala Hazrat Azeemul Barkat regarding whom Aala Hazrat wrote ,

میرے نعیم الدین کو نعمت
اس سے بلا میں سماتے یہ ہیں

His knowledge and excellence and his splendours need no introduction. Many of the reputable Ulama and Fudhala are his students. The blessings of the knowledge of Aala Hazrat Azeemul Barkat was also spread in and around the Indo-Pak subcontinents through him and his students, and even today the

blessings of Sadrul Afaadil are surging far and wide through his students and their students .

This statement of Sayyidi Sarkaar Taajush Shariah is sufficient as an introduction to Hazrat Sadrul Afaadil

The above statement of Sayyidi Taajush Shariah teaches us a very important lesson about the life of Huzoor Sadrul Afaadil It teaches us that like the other Khulafa and Mureeds of Sayyidi Aala Hazrat they remained loyal and devoted to the teachings of the great Mujad'did throughout their lives and they honoured him for his knowledge, piety and nobility. They regarded him as a Mujad'did and they followed in his footsteps as they regarded him the Imam ul Fuqaha of the era. This is why Hazrat Sadrul Afaadil said,The expertise that Aala Hazrat Imam Ahl e Sunnat possessed in Fiqh was such that,the great Ulama of the East and West were humbled before him .

I would like to thank Khalifa e Huzoor Taajush Shariah Mufti Zulfaqar Khan Naimi Kakralvi Qibla for granting this Faqeer the honour to be part of this grand effort. It is my Dua through the Sadqa of Nabi Kareem ﷺ that Almighty Allah accepts this beautiful effort of his and may Allah bless him and us with always being firm on Maslak e Aala Hazrat, for it was this which was the yardstick and the compass of the life of Sadrul Afaadil Allama Sayyid Na'eemud'deen Muradabadi

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

Sag e Mufti e zam

muhammad afthab cassim qaadiri razvi noori

Imam Mustafa Raza Research Centre (Durban, South Africa)

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا و مصلیا و مسلما

Amongst the Khulafa of Aala Hazrat, Azeem ul Barkat, Imam e Ahle Sunnat, Mujad'did e Deen o Millat, Aalim e Shari'at, Waaqif e Asraar e Haqeeqat, Peer e Tariqat, Rahbar e Shari'at, Makhzan e Ilm o Hikmat, Paikar e Rushd o Hidaayat, Aarif e Shari'at, Ghaw'waas e Bahr e Haqeeqat wa Tariqat, Taajedaar e Wilaayat, Shaykh ul Islam wal Muslimeen, Siraaj ul Fuqaha wal Muhad'ditheen Imam Ahmed Raza Khan there was a very highly esteemed and noble Khalifah who was well-known by the title Sadrul Afaadil .

He was a distinguished and eminent Mufassir of the Holy Qur'an. This great personality was Hazrat Allamah Mufti Sayyid Muhammad Na'eemud'deen Muradabadi He was a very august and beautiful personality whilst he was an insightful and informed commentator of the Holy Qur'an, an exemplary Scholar of Hadith, a tactful debater, eloquent speaker, brilliant writer and a wise and thoughtful leader of the Muslim nation .

Huzoor Ala-Hazrat placed his complete trust in him and used to consult with him on important matters or issues.Hazrat Allamah Sadrul Afaadil wrote "Khazainul Irfan" which is the commentary of the translation of the Holy Quran by Ala Hadrat which is renowned as "Kanzul Iman", which is a very substantial and famous summary of the earlier authoritative commentaries of the Holy Qur'an.

The book in front of you "The Biography of Sadrul Afaadil" covers almost all aspects of the life of this great personality. It consists of 22 chapters and 1500 pages .

Alhamdulillah! Looking at the contents of this book, it becomes abundantly apparent that the embodiment of knowledge and sincerity, this research scholar of India who is an avid author of numerous books and an ardent propagator of Maslak e Ala Hazrat, Khalifa Huzoor Taajush Shariah and Huzoor Muhad'dith e Kabeer, Hazrat Allamah Mufti Zulfaqar Khan Naimi Kakralvi Sahab Qiblah has completed this work with great diligence and dedication.

Undoubtedly, this remarkable, amazing and distinct task which has been fulfilled by Hazrat Mufti Sahab Qiblah, will be remembered by generations to come .

This book is a great gift for both the laymen and the elite alike. Therefore,I sincerely believe, it should be present in every home and heart so that the spiritual blessings of Huzoor Sadrul Afaadil رضی اللہ عنہ and the Anwaar (rays of spiritual light) of this book may enlighten the hearts of the people tremendously.

Alhamdulillah,Hazrat Mufti Sahab Qiblah is a true leader of Maslak e Ala Hazrat, an experienced Mufti, the author of numerous books, a distinguished research scholar and speaker, and a man of his word who is pure of heart (i.e. he is a very kind and sincere personality).

Finally, I would like to take this opportunity to congratulate Hazrat Mufti Saheb Qiblah on the completion and publication of this noble work and I sincerely make dua that through the blessings of His Beloveds, Special servants, Allah Almighty accept all his efforts, especially this noble work, and grant him long life with good health.

آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

Seeker of your Duaas

A Humble Servant of Sacred Knowledge At Amjadi Darul Ifta,

Mohammad Quaiser Ali Razvi Misbahi

Imam Masjid e Khalid, Chatsworth, Durban, South Africa

اندرونی عمارت: جامعہ نعیمیہ مرادآباد

ابواب کتاب

اجمالی فہرست سوانح صدر الافاضل جلد اول

فہرست مندرجات جلد اول

۱ باب (ولادت وابتدائی حالات) صفحہ ۸۲

۲ باب (آباواجداد) صفحہ ۹۶

۳ باب (حالات اہل وعیال) صفحہ ۱۱۷

۴ باب (سلسلہ سند) صفحہ ۱۴۸

۵ باب (بیعت و خلافت) صفحہ ۱۶۴

۶ باب (اساتذہ و مشائخ) صفحہ ۱۷۴

باب ۷ (معاصرین) صفحہ ۲۶۶

۸ باب (مشاہیر تلامذہ وفیض یافتگان) صفحہ ۳۲۶

۹ باب (حج وزیارت حرمین شریفین) صفحہ ۵۴۳

۱۰ باب (علوم وفنون) صفحہ ۵۶۶

باب ۱۱ (قلمی نگارشات) صفحہ ۶۱۴

۱۲ باب (صحافتی، طباعتی، اشاعتی خدمات) صفحہ ۷۰۱

صدر الافاضل کی طباعتی واشاعتی خدمات

تقویم سوانح صدرالافاضل

اسم گرامی:۔

سید محمد نعیم الدین، تاریخی نام غلام مصطفی۔ ملقب بہ صدرالافاضل

ولادت باسعادت:۔

۲۱ر صفر المظفر ۱۳۰۰ھ۔ یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز دوشنبہ مبارکہ

قومیت:۔

حسنی و حسینی سید۔

رسم بسملہ:۔

۱۳۰۴ھ۔

تکمیل حفظ قرآن:۔

۱۳۰۸ھ۔

اساتذہ کرام:۔

والد گرامی علامہ سید معین الدین نزہتؔ۔ علامہ محمد گل جلال آبادی۔ مولانا ابوالفضل فضل احمد۔ حافظ سید نبیہ حسین۔ حافظ حفیظ اللہ خاں۔ حافظ انعام اللہ۔ علیہم الرحمۃ والرضوان۔

دستار فضیلت وافتا:۔

۱۳۲۰ھ۔ ۱۹۰۲ء۔

مدرسہ:۔

سنیوں کا قائم کردہ مدرسہ، امدادیہ مرادآباد۔ جس پر فی الحال دیوبندی جماعت کا غاصبانہ قبضہ ہے۔

سلسلہ سند:۔

مولانا محمد گل کے توسط سے علامہ طحطاوی وشرقاوی وغیرہما عرب کے جید علما سے مربوط ہے۔

شرف بیعت:۔

استاذ الکل علامہ محمد گل خاں جلال آبادی۔

اجازت وخلافت:۔

علامہ محمد گل خاں، حضور اشرفی میاں، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہم۔

نکاح:۔

۱۳۲۲ھ۔

آغاز تدریس:۔

۱۹۰۲ء

طبی تدریس:۔

مدرسہ طبیہ مرادآباد۔

تدریس درس نظامی:۔

مدرسہ انجمن اہل سنت و جماعت، جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔

قیام مدرسہ:۔

اپنے ذاتی مکان پر ۱۹۰۲ء۔ کرایے کے مکان پر ۱۹۱۱ء۔ بنام مدرسہ انجمن اہل سنت و جماعت۔ مستقل مدرسے کی ذاتی عمارت کی شکل میں ۱۹۲۱ء۔

مدرسہ اہل سنت سے جامعہ نعیمیہ:۔

۱۳۵۱ھ۔ ۱۹۳۳ء۔

پہلا جلسہ دستار فضیلت:۔

۱۳۲۹ھ۔ ۱۹۱۱ء۔

حج و زیارت حرمین شریفین:۔

پہلی بار ۱۳۵۴ھ۔ ۱۹۳۶ء۔ دوسری مرتبہ ۱۳۵۷ھ۔ ۱۹۳۹ء۔

شہرت یافتہ تلامذہ:۔

تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی، علامہ عبد العزیز خان فتح پوری، حکیم الامت احمد یار خاں نعیمی، مجاہد ملت، علامہ حبیب الرحمٰن نعیمی، صدر العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی، حافظ ملت علامہ عبد العزیز مرادآبادی، قاضی شمس الدین جونپوری، مفتی رفاقت حسین کانپوری، مولانا یونس نعیمی، مفتی غلام معین الدین نعیمی، مفتی عبد الرشید نعیمی فتح پوری، سرکار کلاں سید مختار اشرف کچھوچھوی۔ مجاہد دوراں سید مظفر حسین کچھوچھوی۔ ابوالحسنات علامہ سید محمد احمد نعیمی، مفتی حبیب اللہ نعیمی۔ وغیرہم۔

پہلی تصنیف:۔

الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ۔

دستیاب تصانیف:۔

خزائن العرفان فی تفسیر القرآن۔ الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ۔ فیضان رحمت بعد از دعاے برکت۔ مختصر الاصول یعنی اصول حدیث۔ تسکین الذاکرین وتنبیہ المنکرین۔ فرائد النور فی جرائد القبور۔ احقاق حق۔ ترک الموالات عن جمیع الکفرۃ واھل الضلالات۔ اسواط العذاب علے قوامع القباب۔ سوانح کربلا۔ اسلام اور ہندوستان۔ اطیب البیان فی رد تفویۃ الایمان۔ التحقیقات لدفع التلبیسات۔ کشف الحجاب عن مسائل ایصال ثواب۔ زاد الحرمین۔ آداب الاخیار فی تعظیم الآثار۔ ہدایت کاملہ بر قنوت نازلہ۔ العقائد۔ القول السدید فی مسائل الختم ومعانقۃ العید۔ ثبت نعیمی۔ نعیم ادب۔ تعلیقات بخاری۔ حاشیہ میر ایساغوجی۔ ریاض نعیم (مجموعہ کلام) شرح شرح مائۃ عامل۔ احسن الکلام فی استحباب عمل المولد والقیام۔ گلبن غریب نواز۔ پراچین کال۔ فن سپاہ گری۔ شرح قطبی۔

آخری تصنیف:۔

ہدایت کاملہ بر قنوت نازلہ

دستیاب مقالات ومضامین:۔

۶۳۔

مناظرہ ومباحثہ:۔

مشہور ہندو پنڈتوں، آریہ سماجیوں، نجدیہ ودیابنہ سے بہت سے مناظرے ومباحثے فرمائے۔

فتویٰ نویسی:۔

۱۳۲۰ھ سے آخر عمر تک فتویٰ نویسی فرماتے رہے۔ ’’فتاوی صدر الافاضل‘‘ آپ کے چند فتاوی کا مجموعہ ہے۔

بحیثیت خطیب:۔

ملک وبیرون ملک سیکڑوں جلسے، کانفرسیں۔

تنظیمات:۔

آل انڈیا سنی کانفرنس، الجمیعۃ العالیہ۔

تحریکات:۔

تحریک خلافت، تحریک موالات، تحریک کھدر، تحریک شدھی، تحریک التواے حج، وغیرہم۔

بحیثیت شاعر:۔

عربی، فارسی اردو تینوں زبانوں میں حمدیہ، نعتیہ، غزلیہ کلام موجود ہے۔ چند کلاموں کا مجموعہ بنام ’’ریاض نعیم‘‘ عام ہے۔

یادگار:۔

خصوصاً تفسیر خزائن العرفان، جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔

باقیات:۔

اولاد ذکور:۔ مولانا سید محمد ظفر الدین نعیمی۔ مولانا سید محمد اختصاص الدین نعیمی۔ مولانا سید ظہیر الدین نعیمی۔ مولانا سید محمد اظہار الدین نعیمی۔

اولاد اناث:۔ سیدہ نفیسہ خاتون۔ سیدہ متینہ خاتون۔ دو چھوٹی بیٹیاں۔ ۲۱، ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۸ء۔ کو کم عمری ہی میں انتقال فرمائیں۔

زوجہ کا وصال:۔

ربیع الآخر ۱۳۶۳ھ مطابق ۷ ۲ مارچ ۱۹۴۴ء۔

آپ کا وصال:۔

۱۸/ ذوالحجۃ المکرمۃ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳/ اکتوبر ۱۹۴۸ء۔ رات ساڑھے بارہ بجے۔

نماز جنازہ:۔

تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی نے پڑھائی۔

مزار پر انوار:۔

جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں مسجد کی بائیں جانب۔

مرتب کتاب ایک نظر میں

محب گرامی قدر، ادیب وخطیب، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی زید مجدہ، خلیفہ تاج الشریعہ مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی و پرنسپل دار العلوم صدر الافاضل کرولہ مرادآباد

عام طور پر پڑھے لکھے افراد ہمیشہ اقلیت میں ہوتے ہیں۔ پھر پڑھے لکھوں میں لکھنے والے افراد اقلیت میں ہوتے ہیں۔ انسانی زندگی میں شاید ہی کوئی دور گزرا ہو جب خواندہ افراد کی تعداد ناخواندہ حضرات سے بڑھ گئی ہو یا خواندہ افراد میں صاحبان قرطاس وقلم کبھی اکثریت میں رہے ہوں۔ یہ دونوں طبقات ہمیشہ ہی اقلیت میں رہے ہیں۔ ایسا اس لیے ہے کہ پڑھنا، پڑھانا اور لکھنا لکھانا ایسا مشغلہ ہے، جس میں گھلنا بہت زیادہ پڑتا ہے اور داد وصلہ بہت کم ملتا ہے۔ اس لیے تعلیم یافتہ افراد میں بھی تحریر وقلم سے لگاو رکھنے والے خال خال ہی نظر آتے ہیں، لیکن جو لوگ قلم وقرطاس سے دیوانگی کی حد تک وابستگی رکھتے ہیں صحیح معنی میں وہی لوگ نسلوں کی ذہنی پرورش وپرداخت اور فکری ونظریاتی تربیت کا کام انجام دیتے ہیں۔

قلم کی اہمیت کسی دور میں کم نہیں ہوئی اور جس نے قلم کا حق ادا کیا وہ قلم کار بھی ہر زمانے میں زندہ رہا۔ یہی وجہ ہے صدیوں کے بعد بھی صاحبان قلم لوگوں کی یاد داشتوں اور دعاؤں کا حصہ ہوتے ہیں۔ کیوں کہ ایک قلم کار صرف اپنے عہد ہی کو نہیں جیتا بلکہ جب تک اس کی فکر کتابی شکل میں باقی رہتی ہے وہ ہر زمانے کو جیتا ہے اور اس کی فکر نہ جانے کتنوں کی فکری رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ قلم وقرطاس سے ایسی ہی وابستگی رکھنے والے ہمارے **برادر گرامی وقار مفتی محمد ذوالفقار نعیمی اطال اللہ عمرہ** بھی شامل ہیں۔

آپ آبائی طور پر بدایوں کے ایک مردم خیز قصبے ککرالہ کے باشندہ ہیں، مگر عرصہ دراز سے اتراکھنڈ جیسے پہاڑی صوبے کے شہر کاشی پور میں علم وفن کی بہاریں کھلانے میں مصروف ہیں۔ عمر کی چھتیسوں بہار ہے مگر کام عمر سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ ککرالہ بدایوں شہر سے ۱۴؍ کلومیٹر کی دوری پر آباد ہے۔ اس قصبے میں علم وفن اور شعر وسخن کے کئی نام ور افراد نے آنکھیں کھولی ہیں۔ راجپوت مسلمانوں کی ایک بڑی آبادی اس قصبے میں مقیم ہے۔ مختلف ارباب علم کے حوالے سے قصبے کی شہرت دور دور تک ہے اور آج مفتی ذوالفقار صاحب کا سیال قلم اس قصبے کی شہرت میں چار چاند لگا رہا ہے۔

کام کے دھنی:۔

مفتی ذوالفقار صاحب کام کے آدمی ہیں۔ کام کے آدمیوں کی خاص بات یہ ہوتی ہے کہ ان کا دائرہ احباب قدرے مختصر ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ ہر دائرہ آپ سے وقت چاہتا ہے، اب جتنا وقت ان دائروں پر خرچ ہوگا کام

کا وقت اتنا ہی گھٹتا جائے گا۔ اس لیے زمانہ طالب علمی ہی سے ان کا حلقہ یاراں قدرے مختصر ہی تھا اور آج بھی ان کا زیادہ تر وقت علمی کاموں ہی پر خرچ ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم جیسے لاپرواہ دوست وقتاً فوقتاً ان کا قیمتی وقت مہمان نوازی میں خرچ کراتے رہتے ہیں۔

جامعہ نعیمیہ میں **مفتی ذوالفقار صاحب** ہم سے ایک سال سینئر تھے، مگر یہ ایسا فرق نہیں ہوتا کہ بے تکلفی نہ ہو، مگر مفتی صاحب سے ہماری بے تکلفی کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ ہم دونوں ہی قلم وقرطاس سے وابستگی رکھتے تھے۔ اس زمانے میں نعیمیہ میں تقریری انجمنوں کی دھوم تھی۔ تقریباً درجن بھر سے زائد انجمنیں قائم تھیں اور ہر طالب علم کسی نہ کسی انجمن سے وابستہ تھا۔ یوں بھی بولنا ہمیشہ سے لکھنے کے مقابلے بہت آسان رہا ہے، اس لیے ہر طالب علم بولنے ہی کو ترجیح دیتا تھا۔ قرطاس وقلم کے حوالے سے نعیمیہ میں مکمل سناٹا تھا۔ ایک مرتبہ ماہنامہ اشرفیہ میں علمائے کرام اور سیاست کے عنوان پر طلبہ مدارس سے مضمون لکھوانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ مدیر اشرفیہ نے ہمارے شیخ الحدیث مفتی ایوب نعیمی صاحب سے عرض کیا کہ طلبائے نعیمیہ سے بھی اس عنوان پر لکھوائیں۔ مفتی صاحب قبلہ نے سبھی طلبہ کو جمع کر کے اس عنوان پر لکھنے کی تاکید کی، مگر اس تاکید کے باوجود بھی سیکڑوں طلبہ کے درمیان صرف دو طالب علم ہی آگے آئے، ایک ہمارے **مفتی ذوالفقار صاحب**، دوسرے میں خود، جس نے انگلی کٹا کر ہی شہیدوں میں نام لکھایا۔

عہد طالب علمی ہی سے موصوف کی تحریری دل چسپی ظاہر تھی، لیکن ادارے کا ماحول تحریر کے حوالے سے زیادہ ساز گار نہیں تھا۔ لیکن اس وقت بھی آپ تحریر وقلم کے حوالے سے کافی سنجیدہ تھے۔ اس عنوان پر کافی لمبی باتیں ہوتی تھیں۔ فراغت کے دنوں میں انہیں جامع اشرف کے ایک مفتی صاحب کا رسالہ ملا جس میں انہوں نے اعلیٰ حضرت کی حدیث دانی پر نقد کیا تھا۔ یہ نقد آپ کو چبھ گیا، اسی وقت اس اعتراض کے کئی جواب ان کے ذہن میں تھے لیکن فراغت کے بعد انہوں نے باضابطہ ان اعتراضات کے جواب میں ایک تحقیقی کتاب "دفع الخمامہ عن احادیث العمامہ" تحریر فرمائی۔ بعد میں قلم وقرطاس کی محبت ان پر غالب آتی گئی۔ اسی وابستگی اور لگن کا نتیجہ آج آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے کہ کم عمری کے باوجود مفتی صاحب نے اتنا کچھ لکھ دیا ہے جتنا لکھنے کو ایک طویل عمر درکار ہوتی ہے۔

مزاج ومنہج:۔

یوں تو لکھنے والوں کی دنیا میں ایسے افراد بھی ہیں جو محض اس لیے لکھتے ہیں کہ لوگ انہیں لکھاری و مصنف مان لیں۔ اس لیے جن موضوعات پر سیکڑوں کتب و رسائل موجود ہیں اُنہیں عناوین پر مکرر در مکرر کتب و رسائل لکھ کر مصنف ہونے کا بھرم پال لیتے ہیں۔ لیکن **مفتی ذوالفقار صاحب** نے بڑا علمی مزاج پایا ہے اور یہی مزاج و منہج ان کی تحریرات میں نظر آتا ہے۔ وہ جس عنوان پر لکھتے ہیں نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھتے ہیں، تحقیق و تفتیش کے بعد لکھتے ہیں۔ اس لیے جس موضوع پر لکھتے ہیں وہ ان کے دل ودماغ پر چھایا ہوا ہوتا ہے۔ بارہا ایسا ہوا کہ کسی عنوان پر انہوں

کچھ لکھایا لکھنے کا ارادہ کیا اور اسی عنوان پر ان سے گفتگو چھڑ گئی تو وہ اس عنوان پر نہایت گہرائی وگیرائی سے گفتگو کرتے ہیں جو بلاشبہ ان کے مطالعے اور محنت کی گواہی دیتا ہے۔ ان خوبیوں کے علاوہ ایک اور خوبی انہیں ممتاز کرتی ہے وہ ان کا زود نویس ہونا ہے۔ کسی بھی عنوان پر جب وہ لکھنے کا من بنا لیتے ہیں تو بہت ہی کم وقت کافی کچھ لکھ ڈالتے ہیں، یہ ان کی زود نویسی ہی کا اثر ہے کہ اتنے کم وقت میں انہوں نے مختلف عناوین پر ہزاروں صفحات لکھ ڈالے ہیں۔

قلمی خدمات:۔

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ موصوف اعلیٰ درجے کے زود نویس ہیں، اس لیے آپ کا تحریری سرمایہ بھی زود نویسی کی شہادت دیتا ہے۔ اب تک آپ تقریباً دو درجن سے زائد کتابوں کی تالیف، ترتیب اور ترجمہ وتحشیہ کا کام انجام دے چکے ہیں جن میں سرفہرست فتاویٰ اترا کھنڈ ہے، جس کی اب تک دو جلدیں منظر عام پر آکر اہل علم سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی آپ کے قلمی شاہکار بھارت سے لے کر پاکستان تک مطبوع ہو کر اپنی شناخت بنا چکے ہیں۔ یوں تو آپ کئی اہم موضوعات پر بلند پایہ کتابیں تحریر فرما چکے ہیں لیکن گذشتہ کچھ وقت سے فقہ کی جانب آپ کا میلان کچھ زیادہ رہا ہے جو یقیناً باعث برکت وخیر ہے کہ فرمان ربی ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (سورہ توبہ:۱۲۲)

ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

اس آیت کریمہ میں "تفقہ فی الدین" کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی بات کی گئی ہے۔ تفقہ فی الدین ہی وہ جوہر ہے جو انسان کی خیر اور بھلائی کا ضامن ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اس لحاظ سے **مفتی ذوالفقار نعیمی** بڑے خوش قسمت واقع ہوئے کہ انہیں فقہ وافتا جیسی متبرک خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔

راتوں کے بادشاہ:۔

مفتی صاحب کے یوں تو زیادہ تر اوقات تصنیف وتالیف کے کام میں ہی گزرتے ہیں مگر ان اوقات کا بڑا حصہ رات کی سیاہ چادر کو ملتا ہے اور آپ کا زیادہ تر کام رات کی پر سکون خاموشیوں میں ہوتا ہے۔ جب دنیا بستر پر محو استراحت

ہوتی ہے تو قوم کی نسلوں کو بیدار رکھنے کی خاطر ایک صاحب قلم اپنی نیند قربان کرکے رات کے سناٹوں سے دوستی کرتا ہے، تاکہ قومی اذہان کو فتنوں کی مہیب آوازوں سے بچایا جا سکے۔ رات کے سناٹے میں دنیا بھلے ہی مصنف کی محنت نہیں دیکھ پاتی مگر اسی سناٹے میں مصنف کے انگلیوں کی حرکت اور اس حرکت سے پیدا ہونے والی آواز بھی فرشتوں کے ریکارڈ میں محفوظ ہو جاتی ہے۔ ایک شوق کا عالم ہوتا ہے اور دیوانہ قلم کار بس ایک ہی دھن میں مست ہوتا ہے: ؎

قلم کی نوک پہ رکھوں گا اس جہان کو میں
زمیں لپیٹ کے رکھ دوں کہ آسمان کو میں
عزیز جاں ہو جسے مجھ سے وہ گریز کرے
کہ آج آیا ہوا ہوں خود اپنی جان کو میں

بس ایسا ہی مزاج آپ نے بھی پایا ہے، لکھتے اور خوب لکھتے ہیں، جب موقع ملتا ہے تب لکھتے ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ موقع بنا کر لکھتے ہیں۔ ویسے تو مفتی صاحب کے ازدواجی چمن میں چار مہکتے پھولوں کی عطر بیزی بھی شامل ہے، اور مالکہ چمن کی مشک باری اس پر مستزاد! اس کے باوجود آپ تصنیف و تالیف کے لیے جتنا وقت نکالتے ہیں مجھے ان پر قابل رشک حیرت ہوتی ہے۔ کیوں کہ اپنا حال تو یہ ہے کہ اگر گھر پر کچھ لکھنے کا موقع پڑ جائے تو پہلے پہل تو بچے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں، کوئی کاندھے پر جھولے گا، تو کوئی پیٹھ پر سوار ہو جائے گا۔ جیسے تیسے کرکے بچوں سے پار پا بھی لیں تو اگلا سامنا "وزیر داخلہ" کی خشمگیں نگاہوں سے ہوتا ہے جو خاموش رہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ جاتی ہیں۔ ایسے میں ایک سمجھ دار شوہر ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے ہمیں کام سمیٹنے میں ہی عافیت نظر آتی ہے کہ ؎

اس کی کنچئی آنکھوں میں ہیں جنتر منتر سب
چاقو واقو، چھریاں وریاں، خنجر ونجر سب

اب اس بھری جوانی میں بیگم کی خشمگیں نگاہوں سے کون شہید ہونا چاہے گا اس لیے چار و ناچار سب کچھ سمیٹ کر وزیر داخلہ کو پروٹوکال دینا پڑتا ہے۔ مگر یہاں **مفتی ذوالفقار صاحب** کی ہمت و بہادری کی داد دینا ہوگی کہ وہ بیوی بچوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ علمی و فقہی کام انجام دیتے رہتے ہیں۔ پچھلے دنوں میں ان سے دریافت کیا کہ آپ کی اس "عظیم کامیابی" کا راز کیا ہے؟ تو انہوں نے بڑے مطمئن انداز میں کہا:

"ایک آدھ صفحہ لکھنے کے بعد بیگم کی تعریف کر دیا کریں اور موقع بہ موقع تحفہ تحائف منگواتے رہا کریں۔"

تعریف اور تحفہ والی پالیسی پر ہم پہلے ہی سے عمل پیرا تھے لیکن دوران تحریر تعریف والا فارمولہ نیا تھا اس لیے جلد ہی اس پر عمل کریں گے، مشورہ چوں کہ مجرب معلوم ہوتا ہے اس لیے امید کرتے ہیں کہ کامیابی مقدر ہوگی۔

اپنی اسی پالیسی کی بدولت موصوف راتوں کے بادشاہ بنے ہوئے ہیں۔ رات کی پر سکون تنہائیوں میں آپ فجر

تک تصنیف و تالیف کا کام انجام دیتے ہیں اور فجر کی نماز پڑھا کر بستر استراحت پر پہنچتے ہیں۔ ان کے اس رت جگے میں ہم بھی کئی مرتبہ ان کے ساتھ شریک رہے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اپنے رَت جگے کے ساتھ ہم جیسے لوگوں کی چائے نوشی کے لیے اہلیہ کو مسلسل پابہ رکاب بھی رکھتے ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ کہا بھی کہ یار، کیوں ظلم کرتے ہو، خود نہیں سوتے تو کم از کم کسی دوسرے کو تو سونے دو!

اس پر آپ کا جواب تھا کہ بیگم خود ہی مجھے مختلف قسم کی چیزیں دوران مطالعہ و تحریر پیش کرتی رہتی ہیں تا کہ نیند کا غلبہ نہ ہو اور کام میں خلل نہ پڑے۔ اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ مفتی صاحب کے علمی کاموں میں ان کی نیک بخت اہلیہ کا بھی اہم تعاون ہے، اللہ تعالیٰ زوجین کو شاد و آباد رکھے۔

اعزازات:۔

آپ کی علمی و فکری خدمات نے اکابر علما و مشائخ کو بھی بے حد متاثر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی علمی خدمات سے خوش ہو کر اپنے عہد کے نام ور علما و مشائخ نے انہیں اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا ہے جو بلا شبہ ان کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ ان اعزازات میں سب سے خاص اعزاز نبیرہ اعلیٰ حضرت، تاج الشریعہ الشاہ مفتی اختر رضا قادری علیہ الرحمۃ کی اجازت و خلافت کا ملنا ہے۔ شہزادہ صدر الشریعہ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی مدظلہ کی اجازت خلافت بھی آپ کے اعزازات کا خوب صورت حصہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی مختلف اہل علم و طریقت نے آپ کو خوب خوب نوازا ہے جو آپ کی مقبولیت و محبوبیت کی روشن دلیل ہے۔ رب کریم انہیں مزید اعزازات اور ترقیاں عطا فرمائے۔

صدر الافاضل سے والہانہ لگاؤ:۔

صاحب تفسیر خزائن العرفان سیدی صدر الافاضل سے آپ کو حد درجہ لگاؤ ہے۔ اسی لگاؤ کا نتیجہ ہے کہ آپ نے صدر الافاضل کی کئی اہم کتب کی تخریج و تحقیق اور ترجمہ نگاری کا کام انجام دیا ہے۔ یہ شوق اور دیوانگی اس قدر ہے کہ کبھی کبھار تو وہ ہمارے حصے کا کام بھی کر جاتے ہیں۔ صدر الافاضل کی جن کتابوں پر آپ نے کام کیا ہے ان میں ثبت نعیمی، فیضان رحمت، اسانید صدر الافاضل، مقالات صدر الافاضل، مکاتیب صدر الافاضل اور اب کئی برسوں کی محنت کے بعد ان کا بڑا علمی خواب شرمندہ **"سوانح صدر الافاضل"** کے روپ میں پورا ہو رہا ہے۔

یوں تو حضرت کی سوانح پر آپ کے عزیز شاگرد مخدوم ملت مفتی سید غلام معین نعیمی کا کاخیل علیہ الرحمۃ (مدیر اعلیٰ سواد اعظم لاہور، پاکستان) نے اولین سوانح تحریر فرمائی تھی، جو صدر الافاضل کی حیات کا سب سے پہلا اور مستند حوالہ ہے۔ اسی کتاب کو حیات صدر الافاضل کے باب میں ماخذ و اعتبار کا درجہ حاصل ہے کیوں کہ صاحب قلم ان کے قریبی شاگرد اور ان کے شب و روز کے عینی شاہد تھے۔ کسی بھی شخصیت کے صحیح اور اصل خد و خال اس کے معاصرین ہی پیش کر

سکتے ہیں، کیوں کہ وہی سن یا پڑھ کر نہیں بلکہ آنکھوں سے دیکھ کر لکھتے ہیں۔ مثل مشہور ہے: شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی ایک مستند اور سیال قلم کے مالک تھے۔ صدر الافاضل کے تربیت یافتہ تھے اس لیے اسلوب تحریر بھی بڑا مضبوط اور دل نشیں پایا تھا۔ آپ کے مستند قلم سے کشف المحجوب، الخصائص الکبریٰ، شفا شریف اور مدارج النبوت جیسی پچاسوں بلند پایہ فارسی کتابوں کے ترجمے منظر عام پر آئے۔ صدر الافاضل کا دیوان ریاض نعیم بھی آپ ہی کوششوں سے منظر عام پر آسکا۔

آپ کا مزاج تھا کہ صدر الافاضل کا چنندہ کلام اپنے ذاتی رجسٹر میں لکھ لیا کرتے تھے اسی رجسٹر کی بدولت صدر الافاضل تھوڑا بہت شعری سرمایہ منظر عام پر آسکا ورنہ تقسیم وطن کی آگ میں یہ بھی ضائع ہو چکا ہوتا۔ خود مفتی صاحب کو ترک وطن کی صعوبت برداشت کرنا پڑی۔ نئے وطن میں زندگی کو سمیٹتے ہوئے بھی آپ نے اپنے ممدوح ومخدوم کی سیرت پر اولین سوانح تحریر فرما کر بعد والوں کے لیے ایک بنیاد فراہم کردی۔ اب اسی بنیاد پر **عزیز گرامی مفتی ذوالفقار صاحب** نے ایک پر کشش عمارت کھڑی کر دی ہے۔ یہ دل نشیں عمارت آپ کو دعوت نظارہ دے رہی ہے، آئیے آگے بڑھ کر جہان صدر الافاضل کی سیر کیجیے اور اپنے قلب ونظر کو صدر الافاضل کی مومنانہ فکر، داعیانہ سوز اور مبلغانہ قربانیوں سے زندہ کیجیے تاکہ آپ بھی ملت اسلامیہ کے ایک زندہ سپوت بن کر خدمت دین کا کام انجام دے سکیں۔

اس تاریخ ساز کاوش پر فقیر نعیمی جملہ اہل علم کی جانب سے **مفتی ذوالفقار صاحب** کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ رب کریم موصوف کو اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور انہیں دین ودنیا کی ڈھیروں بھلائیاں عطا فرمائے۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد۔ فقط والسلام

اسیر صدر الافاضل

غلام مصطفیٰ نعیمی (مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی)

۶/ ذوالقعدہ ۱۴۴۳ھ۔ ۶/ جون ۲۰۲۲ بروز پیر

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے

گدائے صدر الافاضل احقر العباد، محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ
خادم نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

فقیر نعیمی درس نظامی کے آخری سال یعنی ۲۰۰۵ء میں مادر علمی جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوا۔ نصاب کے مطابق عقائد، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کی جو کتابیں باقی رہ گئی تھیں وہ یہاں پوری کیں۔

عموماً بعد نماز فجر، بانی ادارہ جامعہ نعیمیہ، مفسر قرآن، صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین قادری جلالی محدث مرادآبادی تغمدہ اللہ الھادی کے مزار پر انوار پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوتا تھا۔ حاضری کی عادت نے آپ کو پڑھنے اور سمجھنے کی طرف مائل کیا۔ مکتبوں میں آپ کی سوانح تلاش کی مگر کہیں نہیں ملی۔ آپ کی چند مطبوعہ کتابوں کے سوا آپ کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے عام کتاب گھروں میں کچھ نہیں ملا۔

ادارے کے سابق مہتمم حضرت مولانا محمد یامین نعیمی علیہ الرحمۃ سے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا: افسوس کہ اب تک حضور صدر الافاضل پر ہمارے یہاں مستقل کام نہیں ہوا۔ سوانح کے نام پر ایک کتاب پچاس سال پہلے آپ کے شاگرد خاص حضرت علامہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمائی تھی مگر وہ بہت مختصر ہے۔ اور ہند میں تو نایاب ہے۔

اور پھر اپنی لائبریری میں کچھ دیر تلاش کرنے کے بعد ۲۶۴ر صفحات پر مشتمل چھوٹے سائز کی ایک کتاب فقیر کو تھماتے ہوئے فرمایا: لو یہ کتاب ہے۔

۲۶۴ر صفحات کی اس کتاب میں تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمۃ کا پندرہ صفحات پر مشتمل صدر الافاضل کی سوانح سے متعلق ایک معلوماتی مقدمہ ہے اور اس کے بعد صدر الافاضل کی حیات وخدمات کے حوالے سے مفتی سید غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمۃ کی تحریر۔

یہ کہنا بالکل غلط نہ ہوگا کہ ۲۶۴ر صفحات کی اس پوری کتاب میں صدر الافاضل کی حیات وخدمات کے حوالے سے لگ بھگ سو(۱۰۰) صفحات اہم ہیں۔

صدر الافاضل کو پڑھنے والوں نے انہیں سو صفحات سے استفادہ کیا۔ اور لکھنے والوں نے انہیں سو صفحات کو ماخذ بنایا۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ کتاب صدر الافاضل کی حیات وخدمات کے حوالے سے اصل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے اور صدر الافاضل کی شخصیت کے تعارف میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ صدر الافاضل کی شخصیت اور آپ کی حیات وخدمات کے حوالے سے یہ کتاب بس ایک مقدمے سے زیادہ نہیں ہے۔ قاری پوری کتاب

پڑھنے کے بعد بھی تشنگی محسوس کرتا ہے۔

خیر فقیر نے چند گھنٹوں ہی میں کتاب مکمل کر دی مگر تشنگی باقی رہی۔ صدر الافاضل کی خدمات اور ان کے زریں کارناموں کو حقیقت کی آنکھ سے دیکھنے کو جی چاہنے لگا۔ ان کے خطبات سننے، ملکی سطح پر ان کی کاوشوں، ان کی علمی، ادبی، مذہبی، مسلکی، قومی و ملی، لسانی و قلمی کارگزاریوں کو تفصیل سے پڑھنے کو من بے قرار ہونے لگا۔

فقیر نے حضرت مہتمم صاحب سے عرض کیا حضور! حضرت کی تفصیلی سوانح کہاں ملے گی؟ تو آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: اللہ جانے کب وہ دن آئے گا کہ صدر الافاضل کی سوانح پڑھنے کو ملے گی۔ میں نے کئی مولوی حضرات کو رقم دے کر لکھوانے کی کوشش کی، اور اس حوالے سے انہیں بہت سی نایاب فائلیں بھی دیں۔ خطوں اور ٹیلی فون کے ذریعے ان سے رابطہ کر کے بار بار گزارشات کیں مگر مولانا! ان شاء اللہ ہی سننے ملا۔ اب سنا ہے کہ ایک مولانا صاحب نے آٹھ سو صفحات لکھ دیے ہیں۔ اللہ کرے منظر عام پر آجائے۔

صدر الافاضل ایک مظلوم محسن:۔

یقیناً یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ دنیا بھر میں صدر الافاضل کے سیکڑوں شاگرد پائے جاتے ہیں۔ جامعہ کے فارغین کی تعداد دوسرے سنی بڑے اداروں کے فضلا سے کسی طور کم نہیں۔ بیسوی صدی میں اہل سنت کے مشہور اصحاب قلم و مصنفین میں صدر الافاضل کے تلامذہ و مستفیضین و مستفیدین کے نام سر فہرست ہیں۔ مگر صدر الافاضل کی حیات و خدمات کے حوالے سے ان علما و فضلا و اصحاب قلم نے جس بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا وہ بہت حیرت ناک ہے۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ صدر الافاضل کو فراموش کیے جانے میں ان کے اپنوں کی بے توجہی کار فرما رہی ہے۔

فقیر نے اسی دوران خود سے یہ عہد لیا کہ اگر زندگی نے ساتھ دیا اور حالات ساز گار رہے تو ان شاء اللہ العزیز صدر الافاضل پر کام کروں گا۔

دستار فضیلت سے چند دنوں قبل اساتذہ جامعہ کے حکم سے پیپل سانہ مراد آباد میں مدرسہ فیض نعیم "لال مسجد" میں فقیر کا تقرر رہا۔ امتحان میں شرکت کی بعدہ سند و دستار فضیلت حاصل کی۔ تدریس و امامت کے ساتھ افتا کا کورس بھی کرتا رہا۔ اور امتحان کے بعد الحمد للہ اول نمبر پر اساتذہ کے مبارک ہاتھوں سے دستار افتا سے سرفراز ہوا۔

صدر الافاضل پر کام کا آغاز اور مہتمم صاحب کی رہنمائی:۔

پیپل سانے میں جب ماحول ساز گار ہوا، تو تصنیفی کاموں کی طرف توجہ کی۔ دور طالب علمی میں عمامے کی فضیلت پر مشتمل ایک کتاب مارکیٹ میں دیکھی تھی اور اسی وقت ارادہ کیا تھا کہ سب سے پہلے اس کتاب کا رد لکھوں گا اس لیے پہلے اس کتاب کے جواب میں کوشش کی اور، دفع الخمامہ عن احادیث العمامۃ" احادیث عمامہ پر شبہات کا

ازالہ'' کے نام سے ۹۲؍ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی جو الحمدللہ عند العلما مقبول ہوئی۔

ہفتہ پندرہ دن میں جامعہ نعیمیہ جانا ہوتا تھا مہتمم صاحب سے بہت بہت دیر تک صدر الافاضل کے حوالے سے بات ہوتی تھی۔ اکثر فرماتے تھے کہ صدر الافاضل کی کتابوں پر کام شروع کریں۔ آپ کی سوانح پر کام نہیں ہوا ہے۔ اور آپ کی کئی کتابیں نایاب ہیں اور کئی کتابیں قدیم اردو میں ہیں اور کچھ کتابوں پر ترجمہ و تخریج کا کام بہت ضروری ہے۔ اور آپ کے نایاب مضامین و مقالات بھی اکھٹا کریں اور اس پر کام کریں!

فقیر عرض کرتا کہ بس تھوڑا سکون مل جائے اور مستقل طور پر کہیں جم جاؤں تو ان شاء اللہ صدر الافاضل پر طاقت بھر کام کروں گا۔ آپ دعاؤں کے ساتھ فرماتے کہ اللہ کرے گا سب ہو جائے گا۔

اور پھر کچھ مدت کے بعد ایک دن میں جامعہ نعیمیہ پہنچا مہتمم صاحب سے ملاقات کی آپ سے معلوم کیا کہ آٹھ سو صفحات والی سوانح صدر الافاضل آگئی یا آنے والی ہے؟ فرمایا مجھے نہیں لگتا کہ آئے گی۔ میں نے کہا کہ میں لکھوں؟ مسکراتے ہوئے فرمایا چھوڑو! دوسرے کاموں کی طرف توجہ دو! یہ کام بہت کٹھن اور مشکل ہے۔

میں نے کہا کہ بدایوں والوں کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ مسکرا کے فرمایا: ہاں وہ تو ہے۔ تفسیر نعیمی اور جاء الحق سے تو یہی پتہ چلتا ہے۔ پھر فرمایا کہ شاید صدر الافاضل آپ سے کام لے لیں۔ چلیں کام شروع کریں۔ ویسے تو میرے پاس نوادرات و نایاب چیزوں میں کچھ بچا نہیں سب لوگ لے گئے کہ ہم لکھیں گے ہم لکھیں گے۔ مگر پھر بھی جو کچھ میرے پاس ہوگا وہ میں آپ کو دوں گا۔ آپ اللہ کا نام لے کر لکھنا شروع کرو!

اور پھر تبسم کے ساتھ فرمایا کہ اجرت نہیں ملے گی۔ ہاں اگر لکھ لوگے تو انعام دوں گا۔ میں نے کہا اجرت نہ دیں مگر میں جب آپ کے پاس آیا کروں تو مجھے یہ پاؤڈر والے دودھ کی چائے نہ پلایا کریں بلکہ اپنے لیے جو دودھ منگاتے ہیں اس میں سے ایک کپ چائے پلوا دیا کریں۔ فوراً ایک راجستھانی طالب علم کو آواز دے کر فرمایا کہ مولانا کو میرے والے دودھ کی چائے بنا کر پلاؤ! خیر پھر جب بھی گیا تو مجھے پاؤڈر دودھ کی چائے نہیں پینا پڑی۔

چند دن بعد فقیر نے سوانح صدر الافاضل پر کام شروع کر دیا۔ اسی دوران آپ نے صدر الافاضل کی کتاب ''فیضان رحمت بعد از دعاے برکت'' پر کام کا حکم فرمایا۔ فقیر نے کتاب پر حاشیہ و تخریج کا کام کیا اور سو سال بعد صدر الافاضل کی اس نایاب کتاب کو منظر عام پر لانے کا شرف حاصل کیا۔ اس کتاب پر آپ نے دعائیہ کلمات بھی تحریر فرمائے اور درج ذیل الفاظ میں فقیر کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی:

''اس کتاب کے حاشیہ اور تخریج کی خدمت نوجوان عالم دین فرزند جامعہ نعیمیہ **مفتی محمد ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی سلّمہ** نے انجام دی۔ نیز ایک طویل ابتدائیہ بھی قلم بند کیا جس میں کتاب کا پس منظر اور صاحب کتاب کے مختصر حالاتِ زندگی بیان کرنے کی سعی جمیل کی ہے۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے جو محنت شاقہ کی اور عدیم الفرصتی کے

باوجود جس طرح اس کام کے لیے وقت نکالا، اُس کے لیے وہ شکریے کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزاے خیر عطا فرماکر دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ ان کی جستجو اور تحقیق و تصنیف کے تعلق سے لگن کو دیکھتے ہوئے یہ اُمید ہے کہ ان کا مستقبل تابناک اور عالم سنیت کے لیے فیض کا منبع ہو گا۔" یکم ذیقعدہ۔۱۴۳۱ھ۔"

[فیضان رحمت بعد از دعاے برکت: ص۷]

آپ کے ہی حکم سے صدر الافاضل کے نایاب خطوط تلاش کر کے جمع کیے اور ان کی ترتیب کا کام کیا۔ اور ایک سو چوبیس خطوط کا مجموعہ ارباب ذوق کو نذر کیا۔

اسی دوران فقیر نے آپ سے عرض کیا کہ صدر الافاضل کے ۶۳، مضامین میں نے تلاش کر لیے ہیں اور محفوظ بھی۔ اگر حکم ہو تو اس کا مجموعہ بھی تیار کروں۔ بہت خوش ہوئے اور دعاؤں کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی۔ اور کتاب پر حوصلہ افزا، دعاؤں سے بھری، تقریظ بھی تحریر فرمائی۔ ایک اقتباس ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:

"میری یہ دلی خواہش شروع سے ہی رہی کہ صدر الافاضل کی تحریروں کو منظر عام پر لایا جائے لیکن ہندوستان کے مختلف اخبار ور سائل سے مضامین اکھٹا کرنا ایک بڑا کام تھا... بہت سے علما سے رابطہ کیا مگر حضرت کے مقالات و مضامین خاطر خواہ جمع نہ ہو سکے۔ جمع کرنے والوں نے جمع بھی کیے مگر ان کی تعداد دس سے متجاوز نہ ہوئی۔ آخر میری نظر جامعہ نعیمیہ کے فیض یافتہ مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی سلمہ پر پڑھی، اُن کی دل چسپی اور بے لوث لگن کو دیکھ کر میری اُمیدوں نے پھر کروٹ لی، میں نے موصوف سلمہ سے کہا کہ السواد الاعظم اور دیگر اخبارات و رسائل سے مضامین یک جا کر کے ترتیب دے دیں۔ موصوف تیار ہو گئے اور السواد الاعظم کی فائلوں سے جو اُن کے علاوہ پاک و ہند میں مکمل کسی کے پاس نہیں ہیں اور دیگر اخبارات و رسائل سے انہوں نے تریسٹھ (۶۳) نایاب مضامین کا مجموعہ تیار کر کے پیش کر دیا جو اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

موصوف سلمہ نے ان مضامین کی ترتیب میں خاص کر اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ غیر مترجم عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ کر دیا ہے اور قرآنی آیات اور احادیث کریمہ کو حوالہ جات سے مزین کر دیا ہے جس سے مضامین کا حسن دوبالا ہو گیا ہے۔

موصوف اس عظیم کاوش پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ موصوف کی اس جدوجہد اور لگن سے وہ کام ہو گیا جس کے لیے میں قریب پچاس سال سے بے چین و بے قرار تھا۔ اس وقت میری خوشی کی انتہا نہیں ہے، میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا کہ مجھے کس قدر سکون و اطمینان حاصل ہوا ہے۔ موصوف کے لیے دل سے ڈھیروں دعائیں نکل رہی ہیں۔ اللہ پاک ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور مقبول و خواص و عوام بنائے اور انہیں اس کا بہتر سے بہتر اَجر دنیا و آخرت میں عطا فرمائے۔" [مقالات صدر الافاضل، مرتبہ احقر نعیمی: ص۸،۹]

جامعہ نعیمیہ کی لائبریری میں ایک دن اور دو راتیں گزاریں تو صدر الافاضل کی نایاب کتاب ''ثبت نعیمی'' جو بہت ہی اہم اور قیمتی کتاب تھی۔ اس کتاب میں آپ کی اسانید جمع تھیں جو آپ کو اپنے استاد گرامی علامہ گل خاں کابلی جلالی علیہ الرحمۃ سے حاصل ہوئی تھیں۔ فقیر کو بوسیدہ حالت میں ملی۔ اکثر صفحات نیچے سے تین چار سطور سے کٹے ہوئے تھے۔ مطلب کتاب نامکمل و ادھوری تھی۔ فقیر نے آپ کو دکھائی تو آنکھوں میں آنسو لاکر بہت دیر تک افسوس کرتے رہے اور بار بار فرماتے رہے کہ یہ کتاب برسوں سے نایاب ہے تمہیں ملی بھی تو ادھوری! اللہ کرے کہیں سے مل جائے۔

آپ کی دعا پوری ہوئی اور فقیر کی کوششیں کارگر ہوئیں پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری علیہ الرحمۃ بانی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ کے توسط سے علامہ نور اللہ نعیمی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے علامہ محب اللہ نوری دام ظلہ سے کتاب حاصل ہوئی۔ فقیر نے اس پر عربی اور اردو دونوں زبانوں میں کام کیا اور آپ کے سپرد کردی آپ نے دونوں کتابیں ایک ہی جلد میں اکھٹا کر کے طبع کرا کے شائع فرمائیں۔ صدر الافاضل کی کتاب ''زاد الحرمین'' اور ''حق کی پہچان'' پر بھی آپ ہی کے حکم سے فقیر نے کام کیا۔

بالجملہ آپ حکم فرماتے رہے، رہنمائی کرتے رہے اور فقیر صدر الافاضل پر کام کرتا رہا۔

راہ پرخار ہے کیا ہونا ہے:۔

میں نے سوانح صدر الافاضل لکھنے کی شروعات تو کردی تھی مگر سوچتا تھا کہ کیا لکھوں جو دستیاب ہے وہ لکھوں تو کیا فائدہ؟ اور جو دستیاب نہیں اس کو کیسے حاصل کروں۔

اور پھر تحقیق کے حوالے سے کچھ کتابیں خریدیں انہیں پڑھا تو ذہن کشادہ ہوا۔ تحقیقی ذوق پیدا ہوا۔ اور صدر الافاضل کی سنت پر عمل کرتے ہوئے پہنچ گیا رامپور کی رضا لائبریری۔

ہفتہ عشرہ میں پورا ایک دن رامپور کی نذر ہونے لگا۔ قدیم اخبارات ورسائل کی ورق گردانی شروع کردی۔ علمائے ہندوپاک سے ٹیلی فونک رابطے کیے۔ اس وقت انڈیا میں ایک ڈیڑھ روپے کال تھی اور انڈیا سے باہر بغیر باؤچر کے بارہ روپے اور باؤچر کرا کے دس روپے۔

ہندوپاک کے مشہور و نامور ارباب علم وقلم سے فون پر بات ہوتی، دعا سلام کے بعد جب مدعا عرض کرتا تو جواب ملتا ابھی وقت نہیں ہے۔ آپ کام کریں ہم دیکھتے ہیں جو ہو سکے گا کریں گے۔ کوئی کہتا کہ میرے پاس صدر الافاضل کے حوالے سے کچھ نہیں ہے۔ خانقاہوں کے سجادگان سے رابطے کیے، ملاقاتیں کیں۔ بس وعدہ فردا!!!

کچھ علما سے مسلسل آٹھ دس سال رابطہ رکھا مگر ان کی ہاں پر قربان کبھی نہ، نہ کیا ہمیشہ ہاں ہی فرماتے رہے۔ ہاں ملے گا اگلے ہفتے ملیں۔ پرسوں رابطہ کریں۔ جمعہ کو یاد دلائیں۔ ہم بھی اس یقین کے ساتھ کہ کچھ نہیں ملے گا، ضد پر

اڑے رہے اور بے شرمی سے رابطہ کرتے رہے۔ ملتے رہے۔ اور چائے ناشتہ کر کے وعدہ فردا کے ساتھ ہمیشہ بے مراد لوٹتے رہے۔

اس درمیان کچھ ایسے لوگ بھی ملے جنہوں نے ایک کاغذ کا پرزہ تک نہ دیا مگر دعاؤں کے ساتھ مفید مشوروں سے ضرور نوازا۔

کچھ ایسے بھی ملے کہ جنہوں نے اپنے تلخ اور حوصلہ شکن تجربات سنا سنا کر ہمیں کشمکش میں ڈالنے اور ہمارے حوصلے پست کرنے کی نام کوشش کی۔

اور کچھ ایسے بھی مشفق و کرم فرما ملے جنہوں نے دعائیں بھی دیں، حوصلے بھی بڑھائے اور اپنی لائبریری میں آنے اور اپنی قیمتی کتابوں نادر فائلوں سے استفادہ کا موقع بھی دیا۔ رہنے کے لیے کمرہ بھی اور عمدہ کھانا بھی۔ اور حوصلہ افزا ، تبسم ریز اور شفقت آمیز انداز تکلم سے کام کرنے کا جذبہ بھی۔

بھاگ دوڑ اور مخلص احباب:۔

ہفتہ عشرہ میں رامپور رضا لائبریری جانا ایک مشکل کام تھا مگر صدر الافاضل کا فیضان تھا کہ ایک مخلص دوست میسر آ گیا۔ محترم محمد ناظم رضا مشاہدی منصوری پیپل سانوی، جو تھے تو بالکل کاروباری مگر جب میرا کوئی دینی کام آتا تو پہلی فرصت میں حاضر آجاتے اور پھر ان کے ساتھ موٹر سائیکل پر آسانی کے ساتھ رامپور کی رضا لائبریری اور کبھی صولت لائبریری میں اور کبھی شہر مراد آباد کی قدیم لائبریریوں اور اخبارات قدیمہ کے مدیروں کے گھروں تک پہنچ جاتا۔ اس درمیان کھانے پینے اخبارات وغیرہ کی فوٹو کاپی وغیرہ کا سارا خرچ ناظم بھائی ہی اٹھاتے تھے۔ مجھے جیب میں ہاتھ ڈالنے ہی نہیں دیتے جب جب ہاتھ ڈالتا تو فوراً ہاتھ روک دیتے اور کہتے کہ مجھے شرمندہ نہ کریں۔ اللہ پاک انہیں ان کے اہل خانہ کو دین و دنیا کی بھلائیاں نصیب کرے۔!!!

دہلی کی ہمدرد یونیورسٹی، خانقاہ قادریہ بدایوں شریف کی لائبریری، مفتی مکرم صاحب کی ذاتی لائبریری، سید آباد علی شاہ صاحب شیش گڑھی کی ذاتی لائبریری، علی گڑھ کی دو لائبریریاں بھی دیکھیں اور کئی کئی دن تک وہاں رہ کر نوادرات سے استفادہ کیا۔

ان لائبریریوں کے ذمے داروں نے فقیر کا خوب تعاون کیا اور حوصلہ بڑھایا۔ خاص کر شیخ بدایوں، مولانا اسید الحق بدایونی، عمدۃ الادبا، محترم و مکرم مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب اور مفتی مکرم صاحب خطیب و امام شاہی مسجد دہلی نے خاصا تعاون فرمایا۔ پٹنہ کی لائبریری میں جانہ سکا اور یہاں سے کئی بار کوشش کی اور کئی علما سے رابطہ کیا کہ کچھ مدد کر دیں مگر کامیابی نہ ملی۔

پڑوسی ملک کے مشہور علما اور نام ور اہل قلم حضرات سے رابطہ کیا مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ملی۔ اکثر سے وعدہ فردا پر وعدہ فردا۔ کئی سال رابطہ رکھنے کے باوجود بھی ایک صفحہ نصیب نہ ہوا۔

ہاں اللہ پاک درجات بلند فرمائے میرے مرشد مجازی، نبیرہ خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ ہدایت رسول رامپوری، حضرت علامہ مولانا سید وجاہت رسول قادری سابق سرپرست ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی علیہ الرحمۃ والرضوان کا جنہوں نے خود فون کر کے مجھے دعائیں دیں، حوصلے بڑھائے، مفید مشوروں سے نوازا۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ میل کے ذریعے اور ایک بار ڈاک کے ذریعے صدر الافاضل کے حوالے سے بہت سے نوادرات عنایت فرمائے۔ اور مفکر اسلام شہزادہ فقیہ اعظم مفتی نور اللہ نعیمی، حضرت علامہ حبیب اللہ نعیمی دامت معالیہ نے چند نوادرات عنایت کیے۔

محب گرامی قدر میثم صاحب، محترم جناب ثاقب قادری صاحب اور جناب ابرار حسین لاہوری صاحب نے بھی خاصا تعاون کیا۔

سوانح صدر الافاضل اور مہتمم صاحب کا مشفقانہ سلوک:۔

فقیر صدر الافاضل کی کتابوں پر کام کرنے کے ساتھ سوانح صدر الافاضل پر بھی کام کرتا رہا۔ مہتمم صاحب نے صدر الافاضل کے حالات وخدمات کے حوالے سے بہت سی نایاب ونادر چیزیں عنایت کیں۔

یہاں یہ بات ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس دوران جب بھی جامعہ نعیمیہ جانا ہوا اور آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ یہ ضرور پوچھتے کام کہاں تک پہنچا؟ فقیر قدیم اخبارات ورسائل میں صدر الافاضل کے حوالے سے حاصل ہونے والی باتوں کا ذکر کرتا اور نوادرات کی حصول یابی کے بارے میں بتاتا تو آپ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسوں چھلک آتے تھے۔

آپ اکثر میری جیب میں مٹھی بند کر کے منع کرنے کے باوجود باصرار کئی کئی ہزار روپے ڈال دیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اپنی تنخواہ خود پر خرچ کرو میں ہوں تو پریشانی کیوں اٹھاتے ہو۔ میں عرض کرتا کہ حضور میں بالکل پریشان نہیں ہوں، میری تنخواہ اچھی ہے اور بڑی بات یہ کہ اس کام میں اکثر مقامات پر جو میرے ساتھ اپنی گاڑی لے کر جاتے ہیں اور مکمل خرچ وہی اٹھاتے ہیں میرے بہت ہی عزیز دوست ہیں محمد ناظم مشاہدی منصوری پیپل سانوی۔ اس لیے عموماً میرا خرچ نہیں ہوتا ہے۔ مگر آپ ایک نہ سنتے فرماتے۔ مولانا! رکھ لیا کریں۔ بس پھر فقیر کچھ کہنے کی ہمت نہیں کر پاتا۔

یہاں یہ بھی بتا دوں کہ آپ کی یہ نوازشات اسی پر منحصر نہ تھیں بلکہ آپ کے کتب خانے میں جب بھی کوئی اہم کتاب آتی تو آپ وہ کتاب فقیر کو ضرور عنایت فرماتے۔ اور کبھی از خود فقیر کتابیں منتخب کر کے عرض کرتا کہ حضور اس کا

حساب لگاکر بتادیں کیا پیش کروں۔ مسکرادیتے اور فرماتے سب کتابیں ایک طرف کرلو۔ لے جانا بعد میں پیسے دے دینا۔ اس طرح ہر بار یہی فرماتے اور کبھی کتابوں کی رقم قبول نہ فرماتے۔

خیر فقیر پر اس طرح کی بہت سی نوازشات رہیں کس کس کا ذکر کروں!!!

فقیر کو ہفتے میں دو چار بار فون کرنا آپ کا معمول سا بن گیا تھا اور ہر بار خیریت پوچھنے کے بعد سوانح صدر الافاضل کے بارے میں ضرور پوچھتے تھے۔

فقیر کو اس بات کا بہت افسوس ہے اور رہتی زندگی رہے گا کہ آپ کی زندگی میں فقیر کی کتاب ''سوانح صدر الافاضل''کی اشاعت نہ ہوسکی۔

ہاں یہ الگ بات کہ پوری کتاب کے اہم حصے فقیر آپ کو دکھا بھی چکا تھا اور سنا بھی چکا تھا۔

کبھی کبھی فون پر بھی گھنٹے بھر سے زیادہ سوانح کے حصے سنتے رہتے۔ اور جب بھی کبھی کوئی نئی اور تحقیقی بات سنتے تو رونے لگتے اور روتے روتے فرماتے مولانا!

کہیں اتنی تاخیر نہ ہوجائے کہ میری سوانح لکھنا پڑے اور یہ سوانح ادھوری رہ جائے۔

افسوس ایسا ہی ہوا۔ سوانح صدر الافاضل سے پہلے فقیر نے چندماہ قبل رجب المرجب ۱۴۴۳ھ میں آپ کی سوانح اور تعزیتی مضامین پر مشتمل لگ بھگ تین سو صفحات کی کتاب ''مولانا یامین نعیمی احوال و آثار'' مرتب کرکے ان کے صاحب زادے ضیا نعیمی مالک مکتبہ نعیمیہ دہلی کو طباعت کے لیے پیش کردی تھی مگر افسوس کہ اب تک وہ کتاب بھی منظر عام پر نہ آسکی۔ خیر اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے۔

وقت کی قدر وقیمت:۔

یہاں ایک دل چسپ واقعہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

شہزادہ ملک العلماء محترم ڈاکٹر مختار الدین آرزو پروفیسر جامعہ علی گڑھ سے فون پر بات ہوئی، فرمایا ملاقات کرو تو کچھ کر سکتا ہوں۔ فقیر نے وعدہ کیا۔ اور اپنے ایک عزیز کو ساتھ لے کر ٹرین سے علی گڑھ پہنچا۔ ایک معتقد کے یہاں رات کو قیام کیا اور صبح کو ناشتہ کرکے حسب وعدہ ملاقات کے لیے گھر سے عزیز کی کار سے نکل پڑا۔ کچھ دوری پر پروفیسر صاحب کا دولت کدہ تھا۔ فقیر اجازت کے بعد گھر میں داخل ہوا، سلام ومصافحہ اور عذر خواہی کے باوجود چائے وغیرہ سے فارغ ہوکر صدر الافاضل کے حوالے سے بات شروع ہوئی۔ بہت دیر تک بات چلتی رہی۔ فقیر نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے حکم فرمایا تھا کہ آجاؤ! تو میں کچھ صدر الافاضل کے حوالے سے نوادرات پیش کروں گا۔ اب فقیر حاضر ہے عنایت فرمائیں۔ اتنا سنتے ہی پروفیسر صاحب نے ایک لمبی سانس لی اور فرمایا کہ رات آپ جب علی گڑھ پہنچ گئے

تھے تو فون پر بات ہوئی تھی میں نے کہا جی ہوئی تھی۔ فرمایا کہ میں نے آپ سے کس وقت آنے کو کہا تھا میں نے کہا آٹھ بجے۔ آپ میرے پاس کب پہنچے؟ میں نے کہا: یہی آٹھ پندرہ یا بیس پر۔ مسکرا کے فرمایا اس کا مطلب ہمارے پاس پندرہ بیس منٹ بے کار کے تھے کہ ہم آپ کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ میں نے عذر پیش کیا کہ حضرت! میں نے میزبان سے لاکھ منع کیا کہ ناشتہ ابھی نہیں کروں گا بعد میں آ کے کروں گا ناشتے میں دیر لگ جائے گی مگر وہ نہیں مانے۔ اب میں میزبان پر کیا زور دے سکتا تھا اور انہیں کو مجھے یہاں تک چھوڑنا بھی تھا، مجھے تو پتہ بھی نہیں معلوم تھا۔ تو فرمایا عذر اپنی جگہ مگر وقت کی قیمت اپنی جگہ۔ جسے وقت کی قیمت معلوم نہ ہوا سے صدر الافاضل کی خدمات کا احساس بہت مشکل ہے۔ آپ میری لائبریری دیکھ لیں مگر فوٹو کاپی کسی کی بھی نہیں ملے گی۔ اور جو نوادرات مجھے دینا تھے وہ ایک جگہ سب جمع کر دیے تھے رات ہی کو مگر وہ میں اب نہیں دینے والا۔ میں نے بہت منت و سماجت کی کہ مجھے سبق مل گیا آئندہ میں خیال رکھوں گا مگر پروفیسر صاحب نے ایک نہ سنی۔ اور پھر میں سلام و مصافحہ کر کے مایوسی کے ساتھ جانے لگا۔ دروازے کے پاس تک پہنچا کہ آواز آئی اچھا سنیں۔ میں من ہی من خوش ہونے لگا کہ چلیں انہیں ترس آ گیا مگر جب مڑا اور ان کی سننے لگا تو پھر مایوس ہو گیا فرماتے ہیں۔ پتہ لکھوا دیں رابطہ کیا جائے گا۔ فقیر مایوس ہو کر واپس لوٹا اور من ہی من ان سے بدظن ہونے لگا کہ کیسے آدمی ہیں۔ کسی کی مجبوری نہیں سمجھتے۔ کسی کا عذر نہیں سنتے۔ ایسا کیا اصول ہے۔ ان کے پاس شاید کچھ ہو گا نہیں اس لیے ٹال دیا مجھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

خیر دو تین دن تک اس سفر کی وجہ سے ذہن بوجھل رہا اور کام کو من نہیں کیا۔ چوتھے یا پانچویں دن میرے پاس ایک کوریئر پہنچا تو حیرت کا جھٹکا لگا کہ کوریئر بھیجنے والے پروفیسر صاحب ہی تھے اور کوریئر میں وہی نوادرات جن کا وہ ذکر کر رہے تھے موجود تھے۔ پھر احساس ہوا کہ پروفیسر صاحب نے مجھے ٹالا نہیں تھا بلکہ مجھے وقت کی قدر و قیمت سکھانے کی کوشش کی تھی۔ آج جب کہ میں رات و دن لکھنے پڑھنے ہی میں گزارتا ہوں اور الحمدللہ ثم الحمدللہ وقت ضائع کرنے سے بچتا ہوں، ہو نہ ہو یہ پروفیسر صاحب کی نصیحت کا اثر ہے۔

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا:۔

فقیر نے ۲۰۰۹ء میں باضابطہ سوانح صدر الافاضل لکھنے کا آغاز کیا تھا، لیکن تیرہویں سال میں اس کی طباعت ہو رہی ہے۔ اس قدر تاخیر کی کیا وجہ رہی؟ اس تعلق سے بہت سے احباب نے پوچھا اور کہا کہ برسوں قبل سوانح لکھ رہے تھے اب پوری ہوئی ہے اتنی تاخیر کیوں؟

تو میں عرض کر دوں کہ ۲۰۰۹ء می سوانح لکھنا شروع کی اور ۲۰۲۲ء میں مکمل ہوئی، تو ان درمیانی سالوں میں سال سال بھر سوانح کا ایک صفحہ بھی نہیں لکھا گیا۔ کبھی کچھ لکھ دیا اور پھر دوسرے کاموں میں لگ گیا۔ اکثر یہ

ہو تا کہ موضوع کے مطابق مواد میسر نہیں آتا تو اس کے حصول یابی کی کوششیں کرتا۔ علما و مشائخ سے رابطے کرتا، ان سے وعدوں پہ وعدے کتاب کا کام روک دیتے۔ لائبریریوں میں جاتا کچھ مل جاتا کچھ نہیں ملتا اس کے لیے مزید جدوجہد کرتا جس کے لیے خاصا وقت ضائع ہوتا۔ نیز اہل خانہ کی ذمے داریاں الگ۔ پیپل سانہ سے کاشی پور آگیا۔ یہاں امامت، تدریس اور فتوی نویسی، جلسے جلوس کی مصروفیات، لوگوں سے ملنا ملانا، تعویذات وغیرہ کے لیے وقت نکالنا۔ اتنی مصروفیات کے باوجود بھی سوانح کے لیے مواد اکھٹا کرتا رہا۔ جہاں جہاں سنتا کہ صدر الافاضل کے حوالے سے ان کے پاس کچھ ہے فوراً رابطہ کرتا۔ جانا ہوتا تو جاتا۔ کچھ لوگ بلاتے اور چار پانچ گھنٹے تک انتظار کراتے اور جب ملاقات ہوتی تو بس اپنی مصروفیات کا ذکر کرکے آئندہ ہفتے یا مہینے پر ٹال دیتے۔ اور آخر مہینوں گزر جاتے مگر کسی سے کچھ مل جاتا تو کسی سے کچھ بھی نہیں ملتا۔

فون پر بار بار تقاضوں سے ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے کسی سے بھیک مانگ رہا ہوں۔ کبھی کبھی بار بار تقاضوں سے سامنے والے کے جلال کا شکار بھی ہونا پڑتا۔

صدر الافاضل کے تلامذہ، خلفا، مریدین اور ہر اس بندے سے ملنے یا بات کرنے کی کوشش کرتا، جس نے صدر الافاضل کو دیکھا یا ان کا زمانہ پایا۔ وہ ملاقات کی تاریخ بتاتے فقیر پہنچتا اور ان سے صدر الافاضل کے حالات معلوم کرتا۔ نعیمی خاندان کے ذمے داروں سے بھی ملاقاتیں کیں۔ سالہا سال بار بار ملنے اور مکرر تقاضوں کے بعد قدرے غنیمت چیزیں میسر آئیں۔

علاوہ ازیں اسی دوران پچاس سے زیادہ مضامین لکھے۔ فتاوی کی دو جلدیں شائع کیں تیسری تیار ہے۔ صدر الافاضل کی کئی کتابوں پر تحقیق، تحشیہ، ترجمہ و تخریج کا کام کیا۔ آپ کے ترسٹھ مضامین جن میں سے اکثر بالکل نایاب تھے اکھٹا کرکے مرتب کیے اور حاشیہ و مقدمے کے ساتھ شائع کرائے۔ آپ کے ۱۲۴ر خطوط کا مجموعہ تیار کیا اور شائع کرایا۔ اس طرح صدر الافاضل کی سوانح کے دوران فقیر کی بیس کتابیں منظر عام پر آئیں۔ یہ وجوہات رہیں کہ سوانح صدر الافاضل کی تکمیل وقت پر نہ ہو سکی۔

سوانح صدر الافاضل کی تکمیل:۔

۲۰۲۱ء کے اواخر میں جب صدر الافاضل کے حالات و خدمات کے حوالے سے بہت سے قدیم مآخذ اور اصل دستاویز دستیاب ہو چکے اور محسوس ہوا کہ سوانح کے حوالے سے کافی کچھ نادر و نایاب چیزیں جمع ہو چکی ہیں تو پھر سوانح کی تکمیل کا ارادہ کیا اور الحمد للہ فروری **۲۰۲۲**ء میں کتاب مکمل ہو گئی۔

فقیر کی دوسری کتابیں بہت آسانی سے لکھی گئیں مگر سوانح صدر الافاضل کے لیے بڑی جدوجہد کرنا

پڑی۔ میرا یہ کہنا کہ سوانح صدر الافاضل لکھنے کے لیے فقیر نے جنون کی حد تک کوششیں کیں، بالکل غلط نہ ہوگا۔ صدر الافاضل سے قلبی وابستگی اور دیوانگی کی حد تک محبت نے مجھے پیچھے نہیں ہٹنے دیا۔ ورنہ تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ میں یہ کام کرتا۔ اس سے کمائی بھی نہیں کرنا تھی، کیوں کہ فقیر الحمدللہ کتابوں سے کمائی نہیں کرتا۔ تصنیف و تالیف میرا شوق ہے تجارت نہیں۔ اور یہ بات تو ہر صاحب علم و قلم کو پتہ ہے کہ تصنیفی کاموں میں کس قدر کمائی ہوتی ہے، جس کے لیے اتنی مغز ماری و جد و جہد کی جاتی۔ رہی شہرت کی چاہت تو اس کے لیے دوسرے کام کافی تھے۔ سوانح صدر الافاضل لکھنے میں صدر الافاضل سے اظہار محبت و عقیدت کے سوا کوئی اور وجہ کار فرما نہیں ہے۔ بس تمنا ہے کہ ع

گر قبول زہے عز و شرف

کچھ مندرجات کتاب کے حوالے سے:۔

فقیر نے اس کتاب میں حقیقت بیانی کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ مبالغے سے بالکلیہ گریز کیا ہے۔ ہر بات پر اصل و اولین ماخذ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ بمجبوری ثانوی ماخذ کا سہارا لیا ہے۔

بہت سے مقامات پر تاریخوں سے اختلاف کیا ہے، جس کی وجہ سے کئی مشہور علما کے حالات و واقعات کے حوالے سے کتابوں میں پیش کی گئی مشہور تاریخوں میں رد و بدل کیے جانے کا امکان ہے۔

بلا ضرورت عبارتوں کی تکرار سے بھی بچا گیا ہے۔

لمبے چوڑے تبصروں سے بھی اجتناب کیا گیا ہے۔

بالجملہ کتاب کو پایہ اعتبار تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔

ساڑھے چودہ سو صفحات، بائیس ابواب پر مشتمل اس کتاب میں صدر الافاضل کے حالات و خدمات کو جمع کرنے کی کوشش ضرور کی گئی ہے مگر یہ بات سو ٹکا سچ اور حقیقت پر مبنی ہے کہ صدر الافاضل کے زریں کارناموں، ان کی قائدانہ خدمات اور ان کی مبارک زندگی کے حوالے سے یہ کتاب بہت مختصر ہے، بہت مختصر ہے۔ بہت ہی مختصر ہے۔!!!

کرم فرماؤں کی کرم نوازیوں کا ممنون:۔

سوانح صدر الافاضل کی تکمیل میں بہت سے لوگوں نے تعاون فرمایا ہے۔ کچھ نے دعائیں دیں۔ کچھ نے حوصلہ افزائی فرمائی۔ کچھ نے اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ کچھ نے اپنے تجربات کے ذریعے کام کرنے کا طریقہ سکھایا، کچھ نے قدیم اخبارات و رسائل عنایت کیے۔ کچھ نے صدر الافاضل کے خط، تو کسی نے صدر الافاضل کے

حالات وخدمات سے متعلق نادر ونایاب تحریریں عطاکیں۔کچھ نے بار بار اصرار کے باوجود کاغذ کاایک ٹکڑا بھی نہ دیا،جس سے میرے تحمل وقوت برداشت میں اضافہ ہوا۔

میں ان تمام ہی حضرات کا شکر گزار اور ممنون ہوں۔خاص کر

استاذ گرامی وقار مفتی محمد سلیمان نعیمی برکاتی زینت مسند افتاوتدریس جامعہ نعیمیہ مرادآباد

مفتی مطیع الرحمٰن نظامی سابق مدرس جامعۃ الرضا بریلی شریف

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد کے جملہ اراکین

ناظم مشاہدی منصوری و پوری ٹیم

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو دنیاوآخرت کی بھلائیاں نصیب کرے۔

اور ان تمام حضرات کو ہدیہ ایصال ثواب پیش کرتا ہوں جنہوں نے فقیر کا معمولی سابھی تعاون کیا ہو اور وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہوں خصوصًا

محسن وکرم فرما حضرت مولانا محمد یامین نعیمی سنبھلی سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد،علیہ الرحمۃ

نبیرہ علامہ ہدایت رسول رامپوری، حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ

شہزادہ ملک العلماء پروفیسر مختار الدین آرزو۔

اللہ پاک ان حضرات کو غریق رحمت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

نیز ان تمام کرم فرماؤں و محسنوں کا بھی ممنون وشکر گزار ہوں جنہوں نے فقیر کی کتاب پر دعائیہ کلمات، تقریظات و تاثرات عنایت فرمائے۔اللہ پاک ان مخلص علماو مشائخ کے مبارک سائے اہل سنت کے سروں پر تا دیر قائم رکھے۔

آخر میں فقیر اپنے ایک مخلص دوست محب گرامی قدر حضرت مولانا ڈاکٹر غلام ربانی فدا صاحب زید حبہ ،ہرول ،ہانگل کرناٹک۔ کا بھی بے حد ممنون و شکر گزار ہے کہ موصوف محترم نے کتاب کے رنگین صفحات کی ڈیزائننگ میں بھرپور تعاون فرمایا۔اللہ پاک موصوف کو دین ودنیا کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔اور انہیں اس کا بہتر سے بہتر اجر عطافرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

طباعت کے بارے میں:۔

کتاب کی طباعت کے سلسلے میں اب تک دو تین حضرات نے زر تعاون عنایت فرمایا ہے۔اللہ پاک اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ان اصحاب خیر کو دارین میں بہترین اجر و صلہ عطافرمائے۔

اور صدر الافاضل کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

چند احباب نے وعدہ کیا ہے۔ سچ یہ کہ تادم تحریر طباعت کا مکمل انتظام نہ ہوسکا ہے۔ یقین ہے کہ صدر الافاضل کے صدقے اللہ پاک غیب سے انتظام فرمائے گا۔

مؤدبانہ التماس:۔

فقیر کو اپنی کم علمی و بے مائیگی کا کامل اعتراف ہے، کتاب کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور سیٹنگ فقیر نے خود کی ہے اس لیے لفظی و معنوی ہر طرح کی اغلاط کا صدفی صد امکان ہے۔ احباب سے مؤدبانہ عرض ہے کہ جہاں بھی کسی طرح کی کوئی غلطی نظر آئے فقیر کی بے علمی و کوتاہ فہمی کی طرف نظر کرتے ہوئے نظر انداز فرمائیں اور للہ فقیر کو آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کردی جائے۔

دعا کی گزارش:۔

احباب سے التماس ہے کہ فقیر کے والدین مرحومین کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

نیز میری ہمشیرہ اور ان کے اہل خانہ، مجھے اور میری اہلیہ و بچوں کو بھی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

نیز یہ بھی دعا فرمائیں کہ اللہ پاک فقیر کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ اور اس کو میرے اور میرے اہل خانہ کے لیے ذریعہ برکت و مغفرت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

نیاز کیش:۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولابویہ

باب ۱
ولادت وابتدائی حالات
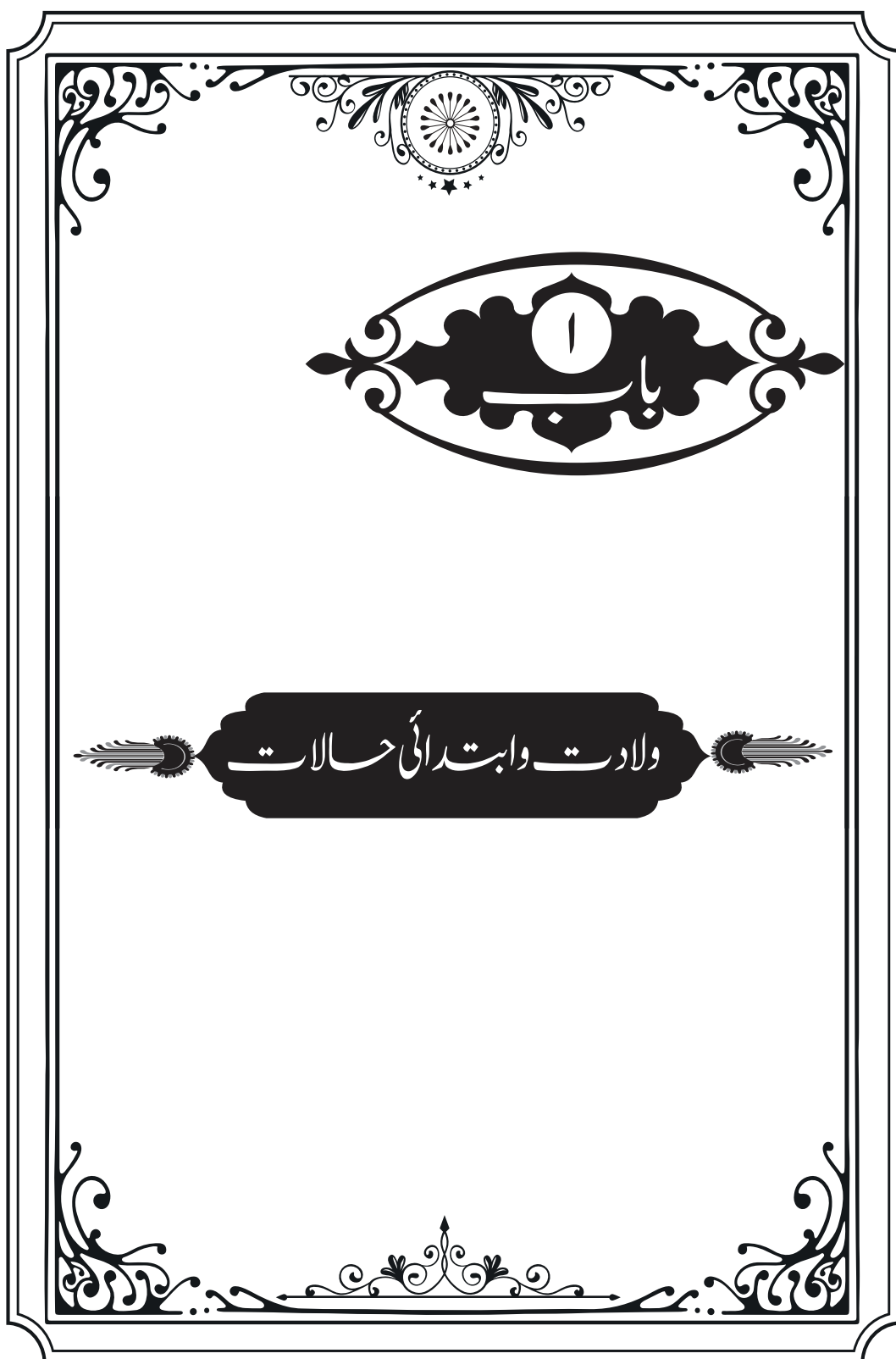
میرے نعیم الدین کو نعمت
اس سے بلا میں سماتے یہ ہیں

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ

ولادت باسعادت

صدرالافاضل، فخرالاماثل، مفسر شہیر، حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ قاری حکیم سید محمد نعیم الدین قادری جلالی قدس سرہ، نے صفرالمظفر کی اکیس ۲۱؍ تاریخ ۱۳۰۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء مقدس و متبرک دن دوشنبہ اس خاک دان گیتی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف، اپنے عطر بیز وجود مسعود سے معطر اور اپنی نورانی ذات سے روشن و منور فرمایا۔

اسم گرامی

عرفی نام محمد نعیم الدین اور تاریخی نام غلام مصطفی ۱۳۰۰ھ تجویز کیا گیا۔

جائے ولادت شہر مرادآباد

آپ کی پیدائش شہر مرادآباد میں ہوئی۔ اس لیے مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں آپ کی جائے پیدائش (مرادآباد) کی قدرے تاریخ بیان کر دی جائے۔ ملاحظہ کریں:

علم وادب کا گہوارہ، تاریخ میں امتیازی حیثیت کا حامل اور دینی و دنیاوی مشاہیر کا مرکز شہر **مرادآباد** شاہ جہاں بادشاہ کے عہد تک چند قریات، دیندار پورہ، مان پور، دھری اور بھدورہ کا مجموعہ تھا اور چوپالا کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ بادشاہ جہانگیر کے آخری دور میں کٹھیریا راجپوت رام سکھ نامی ایک شخص نے مغل دربار سے بغاوت کی اور سارے علاقے میں بدامنی پھیلادی۔ لگان دینا بند کر دیا۔ نیز چوپالا پر قبضہ کر لیا۔ اسی دوران ۱۶۲۸ء میں جہانگیر کا انتقال ہو گیا۔ رام سکھ نے موقع کو غنیمت جان کر مزید علاقے پر قابض ہونے کا ارادہ کیا۔ ادھر جہانگیر کے انتقال کے بعد شاہ جہاں تخت نشیں ہوا۔ راجہ کمایوں نے بادشاہ شاہ جہاں کو مبارک بادی پر مشتمل ایک خط اور چند تحائف اپنے وزیر کے توسط سے حاضر خدمت کیے۔ خط میں رام سکھ کے چوپالا پر قابض ہونے کی شکایت بھی درج تھی۔ اس خط کے موصول ہوتے ہی ناگاہ ایک خبر اور بھی موصول ہوئی وہ یہ کہ شاہی خزانہ جو بریلی سے چوپالا ہوتا ہوا دہلی آرہا تھا ڈاکوؤں کے ہاتھوں لوٹ لیا گیا۔ بادشاہ اس خبر سے بہت برہم ہوا اور فوراً اپنے سامنے کھڑے اپنے ایک معزز سپہ سالار یوسف بیگ عرف رستم خاں کو چور، ڈاکوؤں خصوصاً رام سکھ کی سرکوبی کے لیے کثیر فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ رستم خاں نے جنگی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے بیل گاڑیوں میں پردہ بندھوا کر، تجربہ کار مسلح سپاہیوں کو اس میں بٹھاکر، ڈھول بجاتے ہوئے چلنے کا حکم دیا اور خود بھی قدرے فاصلے سے مسلح فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔ ڈاکوؤں نے جب ڈھول کی

آواز سنی تو گھنے جنگلات سے نہایت خوشی کے ساتھ لُوٹ لینے کی غرض سے باہر آگئے اور بیل گاڑیوں پر ٹوٹ پڑے۔ بیل گاڑیوں میں موجود سپاہی بھی بعجلت گاڑیوں سے باہر آکر ڈاکوؤں پر حملہ آور ہوگئے۔ اسی اثنا میں رستم خاں کے ساتھ آنے والی فوج بھی جنگ میں شامل ہوگئی اور ڈاکوؤں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ دوران جنگ رام سکھ بھی ڈاکوؤں کی مدد کو آپہنچا۔ فوج نے موقع دیکھ کر رام سکھ کو قتل کردیا۔ اس کے قتل ہوتے ہی اس کی فوج درہم برہم ہوگئی۔ ڈاکوؤں نے بھی راہ فرار اختیار کرنے میں عجلت سے کام لیا۔ کافی تعداد میں چور ڈاکو اور رام سکھ کی فوج ہلاک ہوئی۔ بعد میں شاہی فوج نے رام سکھ کی کمین گاہ پر بھی حملہ کیا۔ رام سکھ کی فوج بھاگ کر جنگلات میں پناہ گزیں ہوگئی۔ رستم خاں نے تمام جنگلات کو صاف کرنے کا حکم دے دیا۔ اور قریات اربعہ کو ایک جگہ آباد کر کے شہر مرادآباد میں تبدیل کردیا گیا۔ اور اس طرح شہر مرادآباد وجود میں آیا۔

وجہ تسمیہ

رستم خاں نے اس شہر کا نام اپنے نام سے منسوب کر کے رستم نگر رکھا تھا۔ لیکن جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ رستم خاں نے ایک شہر آباد کیا ہے اور اس کا نام اپنے نام پہ رکھا ہے تو فوراً رستم خاں کو دربار میں طلب کرلیا۔ رستم خاں بادشاہ کا مزاج شناس تھا، وہ سمجھ گیا کہ میری طلبی کا مقصد کیا ہے۔ اس نے دربار میں حاضری سے قبل ہی ذہن میں ایک خاکہ تیار کرلیا اور دربار میں حاضر ہوگیا۔ بادشاہ نے شہر کا نام اپنے نام پر رکھے جانے کی بابت جب سوال کیا تو رستم نے کہا: حضور!

میں نے اس شہر کا نام رستم نگر نہیں بلکہ شہزادہ مراد کے نام پر مرادآباد رکھا ہے۔ بادشاہ رستم کے اس جواب سے مطمئن نہیں ہوا۔ اور اسے اس کے منصب صوبہ داری سے معزول کردیا۔ تاہم چوپالا کا نام مرادآباد ہی رکھ چھوڑا، جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ شہر مرادآباد میں رستم نے جامع مسجد اور قلعہ والی مسجد کے علاوہ بہت سی یادگار چھوڑیں ہیں۔

الغرض شہر مرادآباد ایک قدیم شہر ہے۔ اس کو تاریخ میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ جنگ آزادی میں یہاں کے اہل دل حضرات نے جو کلیدی کردار ادا کیا اس کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

جنگ آزادی کا تذکرہ ہو اور اس میں مجاہدین مرادآباد کا ذکر خصوصاً علامہ کفایت علی کافیؔ کا ذکر خیر نہ ہو تو تاریخ جنگ آزادی ادھوری و نامکمل رہتی ہے، یوں ہی مرادآباد کی تاریخ لکھی جائے اور اس میں علامہ کفایت اللہ کافی کا ذکر خیر نہ ہو تو تاریخ مرادآباد بھی ناقص متصور ہوتی ہے۔ لہٰذا ہم یہاں علامہ کفایت علی کافی مرادآبادی کے مختصر حالات قلم بند کیے دیتے ہیں۔

تذکرہ علامہ سید کفایت علی کافیؔ مرادآبادی علیہ الرحمۃ

ولادت: نگینہ بجنور میں خاندان سادات میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی کفایت علی اور تخلص کافیؔ ہے۔ درج ذیل اشعار میں آپ نے اپنے نام، تخلص اور وطن کی جانب اشارہ کیا ہے، فرماتے ہیں ؎

اور یہ بھی تیرے جہان میں ہے	اب کفایت کی التجا یارب
مونس روزگار کافی ہے	نعت اوصاف مصطفی یارب
چل مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر شہر و وطن	اس مرادآباد سے کافی کہاں کا ارتباط

تعلیم وتربیت

جب آپ سن شعور کو پہنچے تو آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی تعلیم کی جانب توجہ منعطف فرمائی اور آپ کو علوم دینیہ کے حصول کے لیے مدرسے میں داخل فرمایا۔ آپ نے مختلف علما سے گوناگوں علوم حاصل کیے، خصوصاً علم حدیث اس دور کے مشہور محدث حضرت العلام شاہ ابوسعید مجددی رامپوری جو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کے تلمیذ رشید تھے، سے حاصل کیا۔ علوم مروجہ کی تحصیل کے ساتھ تصوف وسلوک کی منزلیں بھی طے کرتے رہے۔ علاوہ ازیں آپ ایک بہترین حکیم ونباض بھی تھے۔ مؤلف تذکرہ علماے ہند مولانا ایوب علی قادری کے والد حکیم شبیر علی قادری سے آپ نے علم طب حاصل کیا۔

شعرگوئی

حضور صدرالافاضل علیہ الرحمۃ کے پرداد محترم سید کریم الدین متخلص آزادؔ کے شاگرد ملک الشعراء شیخ مہدی علی ذکی ولد شیخ کرامت علی مرادآبادی متوفی ۱۸۶۴ء نے یوں تو بے شمار نامور تلامذہ پیدا کیے مگر ان میں جو شہرت علامہ کافی کے حصے میں آئی وہ کسی اور کو نہ ملی۔ آپ اپنے عصر کے ممتاز نعت گو شعرا میں سر فہرست تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حسان الہند اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے آپ کو سلطان نعت گویاں سے ملقب کیا ہے، آپ فرماتے ہیں ؎

مہکا ہے میرا بوے دہن سے عالم
یاں نغمہ شیریں نہیں تلخی سے بہم
کافی سلطان نعت گویاں ہیں رضاؔ
ان شاء اللہ میں وزیر اعظم

علامہ کافی کی شاعری جذبات سے لبریز، رازہاے مافی الضمیر کی مظہر اور درد دل کی ترجمان ہوا کرتی تھی۔ اعلیٰ حضرت کا یہ شعر جس کی طرف غماز ہے ؎

پرواز میں جب حدیث شہہ میں آؤں
تا عرش پرواز فکر رسامیں جاؤں
مضمون کی بندش تو میسر ہے رضاؔ
کافیؔ کا درد کہاں سے لاؤں

مزید برآں آپ کی شاعری حشوو زوائد سے پاک، مبالغہ آرائی سے صاف، حدود شرع سے غیر متجاوز ہوا کرتی تھی۔ آپ کی شاعرانہ عظمت کا اس سے اندازہ لگائیے کہ اعلیٰ حضرت جنہیں بابائے اردو، عظیم شاعر وسخن ور داغؔ دہلوی نے ملک سخن کا بادشاہ تسلیم کیا ہے۔ وہ بھی آپ کی شاعری سے حد درجہ متاثر اور آپ کی شاعرانہ رفعت و بلندی کے معترف تھے۔

ایک دفعہ ایک صاحب عرس شاہ نیاز احمد علیہ الرحمۃ میں حاضر ہوئے۔ بعدہ بارگاہ اعلیٰ حضرت میں بھی حاضر ہوئے۔ اور نعتیہ کلام سنانے کی درخواست پیش کی تو آپ نے پوچھا کس کا کلام ہے انہوں نے شاعر کا نام ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''سوا دو کے کلام کے کسی کا کلام قصداً نہیں سنتا **مولانا کافیؔ اور حسن میاں مرحوم** کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرے میں ہے۔ البتہ مولانا کافی کے یہاں لفظ راعنا کا اطلاق جابجا ہے اور یہ شرعاً محض ناروا و بیجا ہے مولانا کو اس پر اطلاع نہ ہوئی ورنہ ضرور احتراز فرماتے۔ .... غرض ہندی نعت گویوں میں ان دو کا کلام ایسا ہے، باقی اکثر دیکھا گیا کہ قدم ڈگمگا جاتا ہے۔''

پھر فرمایا:

مولانا کافی علیہ الرحمۃ کی زیارت آٹھ برس کی عمر میں مجھے خواب میں ہوئی میری پیدائش کے گیارہ مہینے بعد مولانا کو پھانسی ہوئی۔ پچھلی غزل میں ایک مصرعہ یہ بھی لکھا تھا۔ ؏

بلبلیں اڑ جائیں گے سونا چمن رہ جائے گا

[الملفوظ حصہ دوم: ص۱۷۵،۱۷۷]

مشتے نمونہ از خروارے ذیل میں علامہ کافی کے عشق و محبت سے لبریز حمدیہ و نعتیہ منتخب اشعار قلم بند کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

حمدیہ اشعار:

حمد لائق داور اکبر کو ہے　　خالق اشیائے بحر و بر کو ہے
ہے یہ ادنیٰ وصف اس خلاق کا　　باغباں ہے گلشن آفاق کا

ہے عجب وہ صانع رنگیں نگار | جس نے پیدا کیں بہاریں بیشمار رنگ
ہر چمن کو گل فشاں کرتا رہا | رنگ قدرت کا عیاں کرتا رہا

نعتیہ اشعار

عرش بریں ایوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم | خلد سرا بستان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کفیل کار امت آپ شفیع روز قیامت | ہیں بے حد احسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں وہ شفیع روز محشر ہیں وہ قسیم حوض کوثر | سب کچھ ہے شایان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
باعث حسن جن وبشر ہے موجب نورشمس وقمر ہے | مہر رخ تابان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
غرق معاصی زمرہ عاصی چاہتے ہو گر اپنی خلاصی | چھوڑو مت دامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بہر شفائے درد و مصیبت اور برائے رنج وفلاکت | کافی ہے درمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بہار خلد ہے روے محمد
شمیم جاں فضا بوے محمد
دل وحشی ہے زنجیریں ترانا
بشوق یاد گیسوے محمد

مناجات

یا الٰہی حشر میں خیرالوریٰ کا ساتھ ہو رحمت عالم محمد مصطفی کا ساتھ ہو
یاالٰہی ہے یہی دن رات میری التجا روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو
بعد مرنے کے بھی ہے کافیؔ کی یارب یہ دعا دفتر اشعار نعت مصطفی کا ساتھ ہو

بالجملہ آپ حمد و نعت کے بہترین سخنور تھے۔ آپ کے قلم کا محور اللہ اور رسول کی ثناخوانی و مدح سرائی تھا۔ آپ نے مولد شریف بہاریہ، مثنوی داستان صادقاں، مثنوی جذبہ عشق، مثنوی تجمل اور شمائل ترمذی کا منظوم ترجمہ مسمیٰ بہ بہار خلد وغیرہ کے ذریعہ کافی شعری سرمایہ قوم کو نذر کیا۔ لیکن یہ سرمایہ اب عام قاری کی دسترس سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو علامہ کافیؔ کے اس قیمتی سرمائے کو دوبارہ قوم کے روبرو کرنے کی توفیق بخشے تاکہ قوم آپ کے مبارک نقوش قلم سے فیض یاب ہوسکے۔

زیارتِ حرمین شریفین

حرمین شریفین خصوصاً مدینہ طیبہ میں حاضری کی جو حسرت آپ کے دل میں پناہ گزیں تھی اس نے آپ کو نہایت ہی بے چین و مضطرب کر رکھا تھا جس کے سبب پہلے تو آپ نے زائرین مدینہ سے سرکار کی بارگاہ میں اپنی

حالت زار کو پیش کرنے کی درخواست کی، آپ فرماتے ہیں ؎

ہم صفیرو مرا احوال بھی کہلا بھیجو
کوئی زوار مدینے کو بھی جاتا ہوگا

بعد میں بارگاہ خدا میں مدینہ طیبہ کی حاضری کے لیے اس طرح عرض گزار ہوئے ؎

دکھا دے وہ دن یا رب کہ حاضر ہو کے یہ کافیؔ | جناب مصطفیٰ کے آستانے پر غزل خواں ہو
اللہ ان آنکھوں کی ہے یہ عین تمنا | دکھلائے مدینہ ہمیں دکھلائے مدینہ
ہے مدینے کی زیارت کا جو کافیؔ مشتاق | یہ ارادہ مرا یا رب کبھی پورا ہوگا

جنگ آزادی میں کلیدی کردار

علامہ کافیؔ کے دل میں حب الوطنی کا جذبہ بھی کافی حد تک موجود تھا۔ ۱۱ر مئی ۱۸۵۷ء کو جب ملک میں جنگ آزادی کا بگل بجا تو پورا ملک بیدار ہو گیا۔ ضلع مرادآباد میں بھی بیداری کی لہر دوڑ اٹھی۔ عوام و خواص سب وطن کی حفاظت اور انگریزوں کے ناپاک منصوبوں کے سدباب کے لیے میدان عمل میں اتر آئے۔ عوام نے اپنی روش پر کام شروع کیا اور علما نے اپنی نہج پر۔ حریت پسند عوام نے مرادآباد کی جیل توڑ کر ہزاروں قیدیوں کو رہا کر دیا اور مقامی فوج نے بھی انگریز حکومت سے بغاوت کر کے اپنے وطن کی حفاظت کی جان توڑ کوششیں شروع کر دیں۔ اور طبقہ علما خاص کر علامہ کافیؔ نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد صادر فرما کر عوام و خواص سبھی کے دلوں میں جوش ایمانی پیدا فرما دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے انگریز شکست کھا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور مرادآباد شہر اصل باشندوں کے قبضے میں آگیا۔

نواب خاں و بہادر خاں نے مرادآباد، بریلی شریف، وغیرہ شہروں میں فتح و کامیابی پر مشتمل ایک مکتوب آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کو دہلی ارسال کیا، جس میں انگریزوں کی شکست اور اپنی فتح کی خوش خبری دی، نیز یہ بھی لکھا کہ ایک جہاد نامہ جس پر مقامی علمائے کرام کے علاوہ مرادآباد کے مولوی سید کفایت علی کافیؔ کے بھی دستخط ہیں، بڑی مقدار میں علاقہ روہیل کھنڈ میں تقسیم کرایے گئے ہیں۔ مرادآباد پر قابض ہونے کے بعد مجاہدین نے نواب مجو خاں کے محل میں ایک مجلس مشاورت کا انعقاد کیا گیا، جس میں علامہ کافیؔ کے علاوہ بہت سے معزز و ذمے دار حضرات نے شرکت کی۔ رات بارہ بجے تک محفل مشاورت گرم رہی اور آئندہ کے لیے بہتر سے بہتر تدابیر عمل میں لانے اور بہتر سے بہتر اقدام اٹھانے کا معاملہ زیر غور رہا۔

آخر میں مجلس میں موجود حضرات نے یہ طے کیا کہ ۲۹ نمبر باغی پلٹن سے مشورہ کیا جائے وہ جو بھی مشورہ دیں اسے قبول کیا جائے۔ بعدہ جب ان حضرات نے ۲۹ پلٹن سے مشورہ کیا تو انہوں نے اور دیگر معززین نے باہم مشورہ سے نواب مجید الدین خاں عرف مجو خاں کو مرادآباد کا حاکم مقرر کیا، عباس علی خاں کو توپ خانہ کی افسری سپرد کی

اور علامہ کافی کو اتفاق رائے سے صدر وامیر شریعت تسلیم کیا گیا۔ آپ نے مکمل ذمہ داری اور نہایت ہی خوش اسلوبی سے اپنے منصب کے تحت تمام امور بخوبی انجام دیے۔ اور بڑی ہی جانفشانی سے شریعت کی پاس داری کرتے ہوئے وطن کی حفاظت کی خاطر دشمنوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔

لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ مقامی غداروں نے انگریزوں سے ساز باز کرلی، جس کے نتیجے میں ۲۴؍ اپریل ۱۸۵۸ء میں انگریز دوبارہ مرادآباد اور مضافات مرادآباد پر قابض ہو گئے۔ اپنوں کی غداری کے سبب انگریزوں کے ہاتھوں مجاہدین کو جس تباہی وبربادی کا سامنا کرنا پڑا اس کو بیان کرتے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ انگریزی خوشہ چیں غداروں نے اپنے آقا انگریز کو خوش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ مجاہدین کی گرفتاری کو کار ثواب سمجھ کر جہاں جہاں بھی مجاہدین پناہ گزیں تھے ان مقامات کی نشاندہی کرکے مجاہدین کو گرفتار کرا کے تختہ دار تک پہنچانے میں گندی ذہنیت اور مردہ دلی کا مکمل ثبوت پیش کیا۔

علامہ کافیؔ کی گرفتاری

علامہ کافی چوں کہ مجاہدین میں سرفہرست تھے اس لیے آپ کی گرفتاری کے لیے بھی انگریز کوشاں تھے۔ انگریزوں نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص بھی کسی مجاہد کو گرفتار کرائے گا اس کو اس مجاہد کی جائیداد میں سے بڑا حصہ دیا جائے گا۔ چوں کہ آپ ایک بڑی جائداد کے مالک بھی تھے اس لیے آپ کی دولت پر قابض ہونے کے چکر میں ایک لالچی، غدار وطن فخر الدین نامی شخص نے آپ کے گھر میں روپوش ہونے کی خبر انگریز کلکٹر کو اس شرط پر دے دی کہ علامہ کافیؔ کی پوری جائیداد اسے دے دی جائے۔ اس طرح علامہ کافیؔ بھی دیگر مجاہدین کی طرح مقامی غداروں کی عیاریوں کی زد میں آکر پابند زنداں ہو گئے۔

مقدمے کی شنوائی

گرفتاری کے بعد انگریزی عدالت، جس کے انصاف کا عالم یہ تھا کہ اگر ملزم اپنے دفاع میں کچھ کہنا چاہتا تو کہنے دیا جاتا لیکن لکھنے والا پیشکار اس ملزم کے بیان کو حاکم کی مرضی کی مطابق ہی ضبط تحریر میں لاتا۔

ملزم کو بیان دیکھنے یا وکیل کرنے کا بالکل حق نہیں تھا۔ اور نا ہی ملزم صفائی پیش کرنے کا مجاز تھا۔ علاوہ ازیں جب وہ آپ کی جان کے درپے تھے تو آپ کا وکیل کرنا یا صفائی دینا بھی بقول فیض احمد فیضؔ بے سود تھا ؎

بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں

فیصلہ

۴؍مئی ۱۸۵۸ء کوانگریزی مجسٹریٹ کے روبرو آپ کا مقدمہ پیش ہوا۔اوردودن کے اندر یعنی ۶؍مئی کوفیصلہ سنادیاگیا۔ فیصلے میں آپ پر انگریزی حکومت سے بغاوت، عوام کو حکومت کے خلاف ورغلانے اور شہر میں لوٹ مار کرنے کے جھوٹے الزام میں سزائے موت کاحکم سنادیاگیا۔

مقدمے کی روداددرج ذیل ہے۔یہ مقدمہ مسٹرجان انگلسن مجسٹریٹ کمیشن۔۔۔۔واقع ۴، مئی ۱۸۵۸ء۔

سرکارمدعی۔۔۔۔بنام مولوی کفایت علی کافیؔ۔

فیصلہ عدالت کمیشن۔

چوں کہ اس مدعاعلیہ ملزم نے انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کی اور عوام کو قانونی حکومت کے خلاف ورغلایااور شہر میں لوٹ مار کی،ملزم کا یہ فعل صریح بغاوت انگریزی سرکار ہواجس کی پاداش میں ملزم کو سزائے کامل دی جائے۔حکم ہو۔ **مدعاعلیہ پھانسی سے جان ماراجائے**۔۔۔فقط۔

دستخط انگریزی۔۔۔جان انگلسن واقع ۶، مئی ۱۸۵۸ء

سوئے دار روانگی

علامہ جب سوئے دار تشریف لے جارہے تھے توکسی طرح کی کوئی گھبراہٹ چہرے سے ظاہر نہ تھی بلکہ چہرے پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔ ہشاش بشاش پرسرورانداز میں خراماں خراماں چل رہے تھے اور بار گاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نغمہ سنجی کرتے ہوئے اس طرح لب وا تھے ؎

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

ہم صفیرو باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑجائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

جو پڑھے گا صاحب لولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا

اطلس وکمخواب کی پوشاک پہ نازاں نہ ہو
اس تن بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافیؔ و لیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پرسخن رہ جائے گا

المختصر حضوراعلیٰ حضرت کی پیدائش کے گیارہ مہینے بعد ۱۲۷۳ھ ۲۷رمضان المبارک بروزجمعرات عصر کے وقت مرادآباد کی جیل کے سامنے برسرعام آپ کو پھانسی دے دی گئی۔اوراس طرح آپ شہادت کی سعادت سے سرفراز ہوکر امتیازی شان کے مالک ہوگئے۔اللہ حشر تک آپ کے مزار پر نورافشانی فرمائے۔(آمین)

مدفن

آپ کے مدفن کے سلسلے میں مختلف روایات عوام وخواص کے مابین گردش کررہی ہیں۔ مفتی محمد عمر نعیمی کے حوالے سے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ علامہ کافؔی کی تدفین کے تقریبًا ۳۵ سال بعد آپ کی قبر کسی وجہ سے کھل گئی تھی دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کا جسم بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ وقت شہادت تھا۔ بعدہ آپ کے نانا سید کرامت علی صاحب نے آپ کے جسد اطہر کو وہاں سے نکال کر عقب جیل قبر میں منتقل کر دیا۔

اور شہزادہ صدر الافاضل مولانا سید ظفر الدین نعیمی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک سڑک اس مقام سے نکالی جارہی تھی، علامہ کافی کے مزار کا نشان نمایاں نہیں تھا، مزدور کام کررہے تھے، اسی دوران علامہ کی قبر کھل گئی اور آپ کی پنڈلی مزدور کے پھاوڑے کی زد میں آگئی۔ بزرگوں نے چہرہ سے پہچان لیا کہ یہ علامہ کافی ہیں، پھر کیا تھا، بھاری تعداد میں لوگ علامہ کے جسد اطہر کی زیارت کے لیے اکھٹے ہوگئے۔ مزدوروں نے انجینئر کو خبر کی، انجینئر نے بھیڑ بھاڑ کو ختم کرنے کے بعد قبر کو دوبارہ برابر کرا کے بالکل ٹھیک کر دیا جسم کو کہیں دوسرے مقام پر منتقل نہیں کیا گیا، حقیقت کا علم اللہ ورسول کے پاس ہی ہے۔

خاتمہ

حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہو کر علامہ کافؔی نے انگریزوں کے خلاف وطن کی حفاظت کی خاطر جس کلیدی کردار کا مظاہرہ فرمایا وہ ناقابل فراموش ہے۔ علامہ کافؔی کی ذات سے تاریخ مرادآباد روشن و تابناک نظر آتی ہے بلکہ یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ علامہ کی ذات نے ہی مرادآباد کو پہچان اور شان عطا فرمائی ہے۔ اللہ ہمارے اس عظیم محسن کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کی حیات سے درس عبرت اخذ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے (آمین) [1]

---

[1] مرادآباد اور علامہ کافی کی اس مختصر تاریخ کو بیان کرنے میں ان کتابوں سے استفادہ کیا گیا۔
(۱) وقائع نصیر خانی مؤلف مرزا نصیر الدین۔
(۲) زمرادآباد تاریخ جدوجہد آزادی مؤلف سید محبوب حسین سبزواری
(۳) مرادآباد تاریخ اور صنعت مؤلف تاباں نقوی امروہوی۔
(۴) ماہنامہ حجاز جدید دہلی جولائی ۱۹۹۰ء
(۵) مولد شریف بہاریہ مصنف علامہ کفایت علی کافی۔

صدر الافاضل کا تعلیمی پس منظر

آپ جب چار سال کے ہوئے تو آپ کی رسم بسملہ خوانی بڑی شان و شوکت اور دھوم دھام سے ادا کی گئی۔ مکتب میں تدریسی خدمت پر مامور جناب حافظ سید نبیہ حسین صاحب کے پاس آپ نے حفظ قرآن کا آغاز کیا۔ حافظ صاحب نابینا تھے اور نہایت ہی سخت مزاج۔ ایک روز صدر الافاضل بھی ان کے تشدد کی زد میں آ گئے۔ وہ آپ پر سختی برت رہے تھے کہ ناگاہ ایک بزرگ کا وہاں سے گزر ہوا۔ انہوں نے حافظ صاحب سے فرمایا:

"حافظ صاحب آپ کو دکھتا نہیں یہ لڑکا بڑا ہونہار ہے۔ اس پر اتنی سختی نہ کیجیے۔ یہ منزل پر بہت جلد پہنچے گا۔"

دوسرے روز حافظ صاحب نے آپ کے والد گرامی سے آپ کو پڑھانے سے معذرت چاہی اور کہا کہ میں آپ کے صاحبزادے کو پڑھانے سے معذور ہوں۔ بعدہ آپ نے حافظ حفیظ اللہ خاں صاحب کی درسگاہ میں رہ کر آٹھ سال کی عمر شریف میں حفظ قرآن کی تکمیل فرمائی۔ حافظ انعام اللہ صاحب سے بھی کچھ مدت حفظِ قرآن کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ تکمیل حفظ قرآن کے بعد والد محترم نے خود ہی فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔ اس کے بعد آپ کو مولانا ابوالفضل فضل احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے سپرد کر دیا جہاں رہ کر آپ نے ملا حسن تک درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔

صدر الافاضل شیخ الکل علامہ گل خاں کابلی کی بارگاہ میں

درس نظامی کی بقیہ تعلیم کے لیے آپ کے استاد گرامی مولانا ابوالفضل فضل احمد آپ کو اس دور کی عبقری شخصیت، کاشف اسرار حقیقت، غواص بحر طریقت، ماہر علم شریعت، صاحب تقوی وطہارت وشرافت ودیانت، مرجع خلقت، وقت کے عظیم مفکر، مدبر، مفسر، محدث، شیخ الکل مولانا محمد گل خان کابلی جلال آبادی ثم مرادآبادی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ ذی پناہ میں لے کر حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا حضور! یہ صاحبزادے سعادت مند، ہوشیار، حصول علم میں حد درجہ کوشاں اور نہایت ہی ذہین ہیں۔ ملا حسن تک درس نظامی کی کتابیں میرے پاس پڑھ چکے ہیں۔ اب میری خواہش ہے کہ بقیہ تعلیم حضرت کی بارگاہ سے حاصل کریں۔ شیخ الکل نے مولانا فضل احمد صاحب کا عریضہ قبول فرما کر آپ کو اپنے حلقہ تلمذ میں داخل فرما لیا۔ اور آپ بھی شیخ الکل کی بارگاہ سے کسب علم و اکتساب فیض میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اور بڑے ہی انہماک کے ساتھ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی کی تحصیل میں لگ گئے۔ اور ادھر شیخ الکل نے بھی اپنی مکمل توجہ آپ کی جانب منعطف فرما دی۔ اور آپ کے اندر مضمر و پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر، استعداد خفتہ کو بیدار اور علوم ظاہر و باطن سے آپ کو مستفیض کرنا شروع کر دیا۔

علمی لیاقت وصلاحیت

شیخ الکل کے فیضان کا ثمرہ ونتیجہ تھا کہ آپ اپنے ہم درس بلکہ ہم عصر ساتھیوں میں سب سے فائق ولائق وباصلاحیت تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ کے ہم جماعت ساتھیوں کے درمیان فارسی ادب میں مقابلہ طے پایا۔ اور وہ اس انداز سے کہ دفتر ابوالفضل کے مکاتیب کے مقابل ہر ایک اپنی انشا کے جوہر دکھائے۔ چناں چہ سب طلبہ طبع آزمائی میں مصروف ہوگئے۔ آپ نے بھی لکھنا شروع کردیا۔ بعد میں جب تمام مکاتیب جمع ہوئے اور انہیں پڑھا گیا تو بیک زبان تمام طلبہ نے اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کے مکتوب کو دفتر ابوالفضل سے ہم دوش قرار دیا۔ اور آپ کی علمی صلاحیت وقابلیت کو تسلیم کیا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف چودہ برس تھی۔

اغیار پر آپ کا علمی دبدبہ

آپ گاہے بگاہے دیوبندی مولوی قاسم نانوتوی کے قائم کردہ مدرسہ شاہی میں جسے مدرسہ دیوبند ثانی کہا جاتا تھا، جو مدرسہ امدادیہ (اس مدرسے کا تفصیلی ذکر باب اساتذہ ومشائخ میں شیخ الکل مولانا محمد گل خاں علیہ الرحمۃ کے تذکرے میں ملاحظہ کریں) کے برابر میں تھا، تشریف لے جاتے تھے اور داخل درس ہوکر مدرسہ شاہی کے اساتذہ سے اسباق کی سماعت فرماتے اور ایسے عجیب وغریب اعتراضات واشکالات پیش فرماتے کہ اساتذہ شاہی متحیر ہوکر داد وتحسین دیے بغیر اور آپ کی علمی صلاحیت پر آفرین کہے بغیر نہ رہ پاتے۔ اور بعض دفعہ تو اساتذہ شاہی آپ کی آمد پر خفت وشرم محسوس کرتے کیوں کہ آپ کی آمد اور آپ کے پیش کردہ لاینحل اشکالات سے ان کا نظام اسباق خراب ہوجاتا تھا۔ اور طلبہ کے سامنے آپ کے سوالات سے لاجواب ہوجانے سے ان کی ذلت ہوتی تھی۔

یہی نہیں بلکہ مرادآباد کے صدر مقام کمیٹی کے ایک چبوترے پر ہر شام کوئی نہ کوئی پادری، آریہ، سناتن دھرمی، غیر مقلد اور دیوبندی وغیرہم پڑھے لکھے جاہل تقریر کرتے اور اپنے مذہب ومسلک کی اشاعت کرتے اور اپنے باطل مذہب کی جانب لوگوں کو بلاتے۔ آپ اپنی علمی صلاحیت کا صحیح استعمال کرتے ہوئے ان کے سامنے سینہ سپر ہوجاتے اور بلاخوف لومۃ لائم حق کی آواز بلند کرتے۔ اور یہ سوچے بغیر کہ آپ کے مقابل جو لوگ ہیں وہ اپنی جماعت کے رہبر، تجربہ کار ذی حیثیت وذی علم ہیں ان کے خلاف محاذ آرا ہوجاتے۔ اور علمی روشنی میں ان کے مذہب ومسلک کی کھل کر مکمل تردید کرتے اور ان کے خیالات فاسدہ ونظریات باطلہ کی دھجیاں اڑاتے اور انہیں راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیتے۔ (نوعمری میں بدمذہبوں سے آپ نے جو بحثیں بشکل مناظرہ ومباحثہ فرمائیں ہم انہیں مناظرے کے باب میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ)

دستار فضیلت

انیسویں سال میں کتب درس نظامی تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، اقلیدس اور دیگر علوم وفنون کی تکمیل فرمائی۔ اور ایک سال فتوی نویسی وروایت کشی کی مشق وتدریب فرمائی۔ اس طرح بیس سال کی عمر شریف تک بہت سے علوم ظاہری وباطنی حاصل فرمائے۔ مدرسہ امدادیہ میں نہایت ہی شان وشوکت سے دستار بندی کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں علمائے کرام کی موجودگی میں شیخ الکل مولانا محمد گل نے آپ کی دستار بندی فرمائی۔ اور ساتھ ہی ساتھ سند فضیلت کے علاوہ سند خاص بھی عطا فرمائی، جس کا ذکر ہم آگے مستقل باب ”صدر الافاضل کا سلسلہ اسناد“ میں کریں گے۔

آپ کے والد گرامی مولانا معین الدین نزہت مرادآبادی نے آپ کی دستار بندی کے موقع پر درج ذیل تاریخی قطعہ تحریر فرمایا، جس کے آخری مصرع میں لفظ ”فضیلت“ سے آپ کا سن فضیلت ۱۳۲۰ھ برآمد ہوتا ہے۔ قطعہ ملاحظہ ہو:

ہے میرے پسر کو طلبہ پر وہ فضیلت
سیاروں میں رکھتا ہے جو مریخ فضیلت
نزہتؔ نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنادے
دستار فضیلت کی ہے تاریخ **فضیلت**
(۱۳۲۰ھ)

آپ کی دستار فضیلت کی خوشی میں صوفی باصفا، صدر الاتقیا، حضرت علام مولانا محمد حسین علیہ الرحمۃ نے شہر میں جابجا آپ کی تقریری محفلیں ترتیب دیں، جس میں کثیر تعداد میں لوگ جمع ہوتے اور آپ کے پر تاثیر وعظ وخطاب سے مستفیض ہوتے۔

باب ۲
آبا و اجداد

بہر آں صدر الافاضل شاہ نعیم الدین ما

پیشوائے عالمان و مقتدائے عارفاں

صاحب تقریر و تصنیفات دانی بیگماں

ہم محدث ہم مفسر ہم مناظر بیگماں

صد ہزاراں فاضلاں شاگرد آں فخر زماں

تربتش را باغ جنت ساز اے رب جہاں

شیر بنگالہ علامہ عزیز الحق علیہ الرحمۃ

خاندان صدر الافاضل

آپ کے آباواجداد ایران کے مشہور شہر مشہد کے رہنے والے تھے۔ اوران کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عہد حکومت میں اپنے وطن مشہد کو خیر آباد کہہ کر سرزمین ہند کو اقامت کا شرف بخشا۔ آپ کا خاندان دینی ودنیاوی دونوں اعتبار سے عزوشرف کا حامل، دیانت، شرافت، سخاوت، تقوی تقویٰ اور خدمت خلق جیسے اوصاف حمیدہ کا متحمل تھا۔ حضرت بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کے اجداد کی خاطر خواہ عزت افزائی فرمائی اور جاگیریں عطا کیں، یہ بات بھی آپ کے خاندان کے معزز ہونے پر مشاہد عدل ہے۔

شجرہ نسب

آپ کا تعلق خاندان سادات سے ہے۔ آپ حسینی سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب بہت کم واسطوں سے بارگاہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ ذیل میں آئینہ نسب ملاحظہ فرمائیں:

سید الانبیاء حبیب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا
شہید اعظم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سیدنا علی اوسط امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سیدنا ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سیدنا علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سیدنا تقی الجواد ابو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مولانا سید محمد علی نقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مولانا سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ
مولانا سید کبیر الدین سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ
مولانا سید رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ
مولانا سید کریم الدین آزاد رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید امین الدین راسخ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید معین الدین نزہت رحمۃ اللہ علیہ

صدرالافاضل حضرت علامہ سید حکیم محمد نعیم الدین قادری جلالی محدث مرادآبادی تغمدہ اللہ الھادی

صدرالافاضل کی نسبت سیادت پر طعن اور جوابات

رامپور کے مشہور اخبار ''دبدبہ سکندری'' کے مدیر اعلیٰ فضل حسن صابری، کوامام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کورضی اللہ عنہ لکھنے اور صدر الافاضل کی نسبت سیادت سے متعلق بریلی کے اختر حسنی صاحب نے ایک پوسٹ کارڈ تحریر کیا جس کے جواب میں مدیر محترم نے تفصیلی جواب تحریر فرمایا۔علاوہ ازیں مخدوم میاں حضرت مولانا غلام معین الدین نعیمی مرادآبادی نے بھی صدر الافاضل کی نسبت سیادت سے متعلق شبہ کا تحریری جواب دیا ہے۔اور دونوں جوابات اخبار ''دبدبہ سکندری''میں شائع ہوئے۔ہم دونوں جوابات یہاں نقل کررہے ہیں ملاحظہ کریں۔

مدیر اخبار ''دبدبہ سکندری رامپور'' کا جواب

''جناب اختر حسنی صاحب بریلوی کا ایک پوسٹ کارڈ

حضرت جناب مولانا مولوی سید اختر حسنی بریلوی بقلم خود علامہ کے نام سے کبھی کبھی ناظرین کرام کو ان صفحات میں متعارف ہونے کا موقع ملا ہے۔آپ کو فقیر مدیر دبدبہ سکندری اپنے ان احباب میں تصور کیا کرتا تھا جن پر عقیدت مندانہ طور پر فخر کیا جاسکتا ہے۔آپ نے ماضی قریب میں دبدبہ سکندری میں شائع ہونے کے لیے ایک مضمون بعنوان ''سردار کربلا کی شہادت'' ارسال فرماتے ہوئے حکم دیا تھا کہ اس کو جلد تر شائع کردیا جائے۔فقیر مدیر کو موقع نہ مل سکا، کہ اس کی اشاعت کرتا یہ کہنا تو حضرت علامہ اختر کی شان والا.....پر نظر کرتے ہوئے منافی ادب ہے کہ وہ اشاعت کے قابل نہ تھا، جس کی ندرت بیان عنوان سے تصور کی جاسکتی ہے۔وہ بھی ایک بقلم خود علامہ کی قلم فصاحت رقم سے۔

بہر حال آپ فقیر مدیر کی اس گستاخی (عدم اشاعت مضمون) سے خفا ہوگئے۔اور برس پڑے تو ہمارے اور اپنے بزرگان دین وملت پر اور بلا تاریخ ودستخط کے (مگر نام نہاد جامعہ اختر بریلی کی مہر لگا کر) ایک پوسٹ کارڈ لکھ ڈالا جس کے مندرجہ ذیل الفاظ آپ بھی پڑھیے !اور بقلم خود حضرت علامہ کے حسن علم وادب کی داد دیجیے۔

تحریر فرمایا گیا ہے کہ:

''ایک گزارش جناب سے یہ ہے کہ بعض علمائے اہل سنت یاصاف الفاظ میں مولوی احمد رضا خاں صاحب مرحوم و مولوی محمد نعیم الدین صاحب مرحوم کے لیے جناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو لکھتے ہیں یہ جناب کی ذاتی تحقیق ہے یا محض تقلید؟ اگر تقلید ہے تو......ہے اور اگر تحقیق ہے تو ذرا دبدبہ ہی میں وہ تحقیق شائع فرمادیجیے۔اور یہ بھی شائع فرمائیں

کہ مولوی نعیم الدین صاحب کو جناب سید کس اعتبار سے لکھتے ہیں ان کا شیخ ہونا اظہر من الشمس ہے اور مرقوم نے خود اپنی زبان سے شیخ ہونے کا اقرار اور سید ہونے کا انکار کیا ہے۔ البتہ قدر دانی سادات میں اعلیٰ حضرت کے بعد انہیں کا نمبر تھا۔ "الیٰ آخرہ۔"

مدیر دبدبہ سکندری کا خیال نہ تھا کہ اس پوسٹ کارڈ سے متاثر ہو کر کچھ لکھے لیکن اعلیٰ حضرت قبلہ اور حضرت صدرالافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سرکاروں میں فقیر مدیر کو جو شرف نیازمندی حاصل ہے اس نے خاموش نہ رہنے دیا۔ اور آخر بقلم خود علامہ اختر حسنی صاحب کو جواباً مخاطب کرنا ہی پڑا۔

آپ بار بار بقلم خود علامہ پڑھ رہے ہیں۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ یہ کیا بات ہے ؟ سنیے ! جناب اختر صاحب نے فقیر مدیر سے جب کہ آپ طالب علم تھے تحریری یہ استدعا فرمائی تھی کہ جب فقیر آپ کی کوئی نظم یا مضمون شائع کرے تو نام سے پہلے آپ کو علامہ لکھا کرے۔ فقیر نے بھی محض جذبہ خلوص سادات کے نظریے سے تعمیل کر ڈالی۔ کہ ہلدی پھٹکری کی تو ضرورت نہیں۔ رنگ چوکھا آئے تو کیوں تامل کیا جائے ایک سید صاحب خوش ہو جائیں گے۔ لیکن پوسٹ کارڈ کے الفاظ بالا نے اب اس خلوص کی کوئی گنجائش دل میں باقی نہ چھوڑی۔ اور مجبوراً علامہ صاحب کی حقیقت واضح کرنا پڑی۔

المختصر جناب اختر صاحب کی سیادت اور علمی قابلیت کا اندازہ آپ سطور بالا سے کیجیے ! جب کسی پر شہرت حاصل کرنے کا خبط سوار ہوتا ہے تو اپنے اکابر کے منہ آتا ہے۔ آج اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قبلہ صدرالافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منہ آئے تو کل اپنے اساتذہ کی باری ہے۔ مذکورہ بالا ذوات قدسیہ کے متعلق فقیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا لکھے گا بڑے بڑے جلیل القدر علما فضلا نے لکھا ہے۔ اب رہتی ہے فقیر کی ذاتی تحقیق تو اس کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ جب بقلم خود علامہ اپنے قلم سے سطور بالا میں ان ذوات قدسیہ کو مرحوم لکھ رہے ہیں، جس کے معنی ہوئے رحم کیے ہوئے اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا، تو جس پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو گا اللہ پاک اس سے راضی نہ ہو گا ؟ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی مرتبہ نبوت نہیں ہے بلکہ ایک دعائیہ کلمہ ہے اور شامی میں دیکھا جا سکتا ہے کہ یہ بزرگوں کے لیے لکھنا جائز ہے۔

فقیر کہتا ہے اور بلا خوف تردید کہتا ہے کہ اس طریقہ سے بقلم خود علامہ بننے والے علما تو علامہ کچھ بھی نہیں بن سکتے۔ نہ ان پر ترقی کی کوئی راہ کھل سکتی ہے۔ نہ دنیا کی نظریں ان پر اٹھ سکتی ہیں۔ دنیاے علم میں بحمد اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت قبلہ اور صدرالافاضل کی بلند پایہ ذوات کے پرچم لہرا رہے ہیں۔ اور آپ کو کوئی جانتا بھی نہیں کہ آپ کیا ہیں ؟

حضرت قبلہ صدرالافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیادت پر ضرب لگانا اختر صاحب ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

جہاں تک فقیر کی تحقیق ہے حضرت قبلہ صدرالافاضل کا نسب سیادت مسلمہ ہے۔ قرابت داریاں سادات

کرام میں ہیں۔بادشاہان اسلام نے جو عطیات بنظر سادات نوازی اس خاندان کو عطافرمائے ان کے فرامین بھی موجود ہیں۔اوروہ عطیات بھی حضرت قبلہ صدرالافاضل کے خانوادے میں موجود ہیں۔حضرت کے سجادہ نشین صاحب وغیرہ کی قرابت داریاں مشاہیر سادات کرام میں رامپور میں ہیں۔فقیر مدیر،اختر صاحب کو دوستانہ مشورہ دیتا ہے کہ وہ اپنی اس کج روی سے تائب ہوں اور سمجھ لیں ؎

کایں رہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

بقلم خود علامہ محترم!شہرت قلبی کے لیے آج بھی وسیع میدان ہے۔کوئی اور بات سوچیے!اگر اسی بحث پر آپ نے وقت ضائع کیا تو وقت ضائع ہوجائے گا اور آپ کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔یا آئندہ آپ کی دماغی صلاحیتوں کا اندازہ کرتے ہوئے بتادیا جائے گا کہ اس طرح کچھ کما کھائیے۔آخر میں ایک بار پھر التماس ہے کہ خدارا ان بزرگوں پر زبان طعن نہ کھولیے۔اس میں سراسر نقصان ہی نقصان ہے ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم ہند گیر خواہ ملال

[دبدبہ سکندری:۱ر دسمبر ۱۹۴۹ء۔ص ۳]

مولانا غلام معین الدین نعیمی کا تحریری جواب

حضرت قبلہ صدر الافاضل کا نسب پاک:۔

بسلسلہ پوسٹ کارڈ(بقلم خود علامہ)اختر حسنی بریلوی

میرے اور سب اہل سنت کے آقا و مولیٰ حضرت سیدی و مولائی صدرالافاضل قدس سرہ العزیز کی ذات گرامی دنیاے علم وعالمیان کے لیے محتاج تعارف نہیں۔وہ ذات اقدس اس جہاں کے لیے ایک نمونہ اسلاف تھی۔طور و طریقہ میں ہی نہیں خلق و خلق ہر ادامیں طرق اسلاف ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا۔آج اگر ان کے اسوہ حسنہ کی ایک ایک ادا پر بنظر عمیق اتم اکمل غور و فکر کریں تو ان کو لطف ہی آجائے ؎

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

نمود و نمائش سے احتراز،عجب و تفاخر سے اجتناب،سادہ زندگانی،رنگ اسلاف میں سرشار،خدمت دین و ملت میں ہمہ تن نثار،وصاف حبیب خالق کون و مکاں،علیہ التحیۃ والثناء،بھلا ان کو دنیا اور اہل دنیا کی کیا پروا۔ان کی پاپوش مبارک کو غرض انہیں کوئی کیسا ہی سمجھے۔ان کو اپنے محبوب کے ذکر و شغل سے سروکار،کسی نے کچھ گمان کیا تو

گوارا کیا۔ کسی نے کچھ کہا تو صبر کیا، آج اگر کوئی معاذاللہ تعالیٰ ان کے نسب پاک پر حملہ کرے (خاک بدہان او) توان کی ذات پاک منزاو مبرا۔ وہ خود ہی فرمان حبیب دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق ہوگا۔ نہیں نہیں حکم ربانی کا بھی۔ عیاذ باللہ تعالیٰ۔

آپ بحمدہٖ تعالیٰ حضرت مخدوم سید شاہ جلال الدین جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاندان سیادت سے صحیح النسل سید ہیں۔ آپ کے اجداد مشہد سے تشریف لائے۔ سلاطین اسلام نے سرآنکھوں پر رکھا، اعزاز اکرام فرمایا۔ مخف وفرامین عطافرمائے۔ سلاطین نے وجود پاک کوسبب رحمت وبرکت ایزدی تصور کرکے ان کی خدمت ذریعہ نجات سمجھی۔ جاگیریں عطافرمائیں۔ انعام واکرام سے مالامال فرمایا۔ آپ اسی خاندان سیادت کے ایک چمکتے دمکتے آفتاب تھے۔ مگر آپ نے نسبت سادات پر لوگوں سے فخر نہ فرمایا۔ جس نے نسب سے متعلق گفتگو کی، فرمایا: ہوں۔ سادات جلالیہ سے مگر ان اصحاب کے لیے میں........ ہوں۔ مگر آپ نے اکثروبیشتر دستخط میں لفظ سید کو ترک نہ فرمایا۔ اہل دانش پر خوب آشکارا ہے۔

آپ کے دستخط بالعموم اس شکل میں ہوتے تھے........... اسم مبارک کے اوپر جو خط ہوتا تھا وہ بیکار نہ تھا بلکہ وہ لفظ سید مرقوم ہوتا تھا۔ نسبت سادات پر تفاخر نہ کرنا یہ صرف آپ کا ہی طریقہ نہ تھا ہمیشہ سے بزرگان ملت کا یہی طرز چلا آرہا ہے۔ اور فقیر عرض کرچکا ہے آپ ہمیشہ ہرادا میں طریقہ اسلاف ملحوظ رکھا کرتے تھے۔ چناں چہ ہمارے دادا استاد یعنی حضرت علیہ الرحمۃ کے استاد شیخ الشیوخ حضرت العلام مولانا الحاج السید محمد گل صاحب افغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی کبھی اپنا سید ہونا ظاہر ہی نہ فرمایا۔ اور نہ ہندوستان میں شادی کی۔ لوگ اصرار کرتے توفرماتے کوشش کرو۔ چناں چہ جب وہ لوگ کہیں سے پیام لے جایا کرتے اور لڑکی والے ان کے علم وفضل کوملحوظ رکھتے ہوئے اپنے لیے سعادت جان کر منظور کرلیا کرتے توحضرت فرماتے غالباً وہ نسب میں عمدہ نہیں ہیں۔ جب ہی توانہوں نے منظور کرلیا میں یہاں کارہنے والا نہیں دوسرے ملک افغانستان کا باشندہ ہوں وہ مجھے کیا جانیں۔ خدا جانے میں کس قوم کا ہوں۔ اور اگر لڑکی والے باعتبار خاندان انکار کردیتے توفرماتے ہاں یہ عمدہ نسب کے لوگ ہیں۔ وغیرہ۔

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مرادآباد کے تمام لوگ آپ کوافغانستان کا پٹھان تصور کرکے ہمیشہ مولانا محمد گل خان صاحب کہا کرتے تھے مگر جب **میرے آقاو مولا سیدی وسندی علیہ الرحمۃ** فارغ التحصیل ہوئے اورآپ کوسند فضیلت عطا کی گئی اس وقت آپ نے جب اپنی سند پڑھی تواس میں سید محمد گل تحریر تھا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ لوگ کس قدر مغالطہ کھارہے ہیں۔ حالاں کہ آپ سید ہیں۔[۱] علی ہذا القیاس۔ آپ نے اکثروبیشتر بے ضرورت اپنے

[۱] علامہ گل خاں کابلی جلالی علیہ الرحمہ کی نسبت سیادت سے متعلق باب ''اساتذہ ومشائخ'' میں علامہ گل خاں علیہ الرحمہ کے حالات کے بیان میں فقیر نے قدرے تفصیل بیان کی ہے، قارئین وہیں ملاحظہ فرمائیں۔ نعیمی غفرلہ ولوالدیہ۔

اپنے نسب کا اظہار مستحسن نہ سمجھا کہ یہ تفاخر ہے، مگر اس کو ہمیشہ مرقوم فرمایا کرتے۔

[اخبار دبدبہ سکندری: ۱۲/ دسمبر ۱۹۴۹ء ص ۵]

سیادت سے متعلق ایک غلط فہمی کے حوالے سے تاج الشریعہ کا گرامی

بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں کچھ علما میں صدر الافاضل کے نسب سے متعلق غلط فہمیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ اسی موقع پر نبیرہ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان بریلوی قدس سرہ نے بھی بے خیالی میں کچھ فرمادیا تھا، جس کی وجہ سے لوگ صدر الافاضل کے نسب سے متعلق غلط فہمی کا شکار ہوگئے۔ بعد میں جب خانقاہ نعیمیہ کے ذمہ داروں اور دیگر ارباب علم ودانش نے آپ کی بارگاہ میں معروضہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے ہرگز ہرگز صدر الافاضل کے نسب سیادت پر شک نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی جملہ ایسا میں نے بول دیا ہو جس سے لوگوں نے ایسا مطلب نکال لیا ہے۔

اور پھر آپ نے نبیرہ صدر الافاضل سید رضوان الدین نعیمی مرادآبادی کے نام ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا جس میں صدر الافاضل کی عظمتوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو سید لکھ کر اپنی طرف منسوب غلط فہمی کا بحسن وخوبی ازالہ فرمادیا۔ مناسب ہوگا کہ ہم تاج الشریعہ کا وہ گرامی نامہ یہاں پیش کردیں۔ ملاحظہ کریں:

"محب گرامی! سلام مسنون۔

حضور صدرالافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی علمی جلالت اور شرافت ودین داری اور خدمات دینیہ کے سبب ویسے بھی قابل احترام ہیں۔ خانوادے کے لیے خاص طور سے، اس لیے کہ سرکار اعلیٰ حضرت سے ان کی اپنی ایک نسبت ہے۔ ہوسکتا ہے فقیر کی زبان سے بے خیالی میں جملہ نکل گیا ہو۔ **حضور سید علامہ نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ العزیز** ہم سب کے محترم اور آبروے سنیت ہیں اگر آپ حضرات کو فقیر کی کسی بات سے تکلیف پہنچی ہو تو فقیر معذرت خواہ ہے۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری نوری غفرلہ۔"

[شہزادہ رضوان ملت، حضرت سید نعیم الدین منعم میاں دام ظلہ نے خط کی کاپی عطا فرمائی]

آباواجداد صدرالافاضل

پردادا، مولاناسید کریم الدین آرزو

آپ کے پردادا حضرت مولانا سید محمد کریم الدین بن سید رفیع الدین علیہما الرحمۃ متخلص بہ آرزؔو اپنے عصر کے بہترین عالم دین اور خوش فکر قادرالکلام شاعر تھے۔آپ کی شاعری میں بلا کی ندرت اور عجب سی کشش پائی جاتی ہے۔ آپ کی شاعری ادبی وفنی محاسن سے مملودائرہ شرع سے غیر متجاوز ہے۔آپ مشہور شاعر قتیل دہلوی کے شاگرد تھے۔ آپ کے تلامذہ میں نظیر شاہ خاں شاؔد رامپوری، سیف اللہ ثاقب بریلوی، آفاقی شہرت کے حامل ملک الشعراء مہدی علی ذکؔی مرادآبادی کے نام مشہور ہیں۔ذکؔی مرادآبادی اپنے استاد کی شاعری سے حددرجہ متاثراوران کی شاعرانہ عظمت کے معترف ومداح تھے۔کہاکرتے تھے کہ جیسی اتم تشبیہ میرے استاد کے کلام میں ہے میں نے کہیں نہیں دیکھی، قاصد کی حالت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

دو　پاے　تیز　رفتارش　برفتن
شدہ　مقراض　در　منزل　بریدن

انتخاب یادگار میں امیرمینائی نے آپ کے مذکورۃ الصدر دونوں شاگردوں کے حوالے سے لکھاہے:

”ثاقب شیخ سیف اللہ خلف شیخ کفایت اللہ بریلوی مدت تک اس دارالریاستہ میں رہے۔مرد قابل تھے، فقر کی طرف مائل تھے۔فارسی زبان میں شعر کہتے تھے۔ایک دن نظیر شاہ خان شاؔد کے سامنے یہ مطلع پڑھا ؎

یار　را　از　من　خیالی　دیگر　است
گر　چہ　جان　من　بحالی　دیگر　است

نظیر شاہ خان نے کہا: جاے استاد خالی است۔انہوں نے اصلاح کی درخواست کی۔ وہ ان کو اپنے استاد کریم الدین آرزو کے پاس مرادآباد لے گئے۔اور یہ مطلع پڑھا۔آرزو نے فی الفور اصلاح کی۔ ؎

یار　را　از　من　خیال　دیگر　است
گر　چہ　جان　من　بحال　دیگر　است

ثاقب کو پسند آیا۔اور تلامذہ میں داخل ہوئے۔سال بھر استاد کی خدمت میں رہ کر اس فن کی مشق کی علم عروض وقافیہ میں بھی مہارت تھی۔“[انتخاب یادگار، ص۱۰۱]

ثاقب صاحب نے اپنی ایک فارسی غزل کے مقطع میں اپنے استاد گرامی وقار سے اس طرح اظہار محبت کیا ہے ؎

آرزو رحمت حق بر گورت
بی تو شعرم جسدِ بی جان است

[شعرائے رام پور، مؤلفہ جارج فانتون، مرتبہ، مصباح احمد صدیقی، ص ۵۴]

''شاد نظیر شاہ خاں خلف غلام محمد خان ابتدائے عمر میں مرادآباد گئے اور مولوی کریم الدین آرزو کے شاگرد ہوئے۔عربی، فارسی کتابیں انہیں سے پڑھیں ۔اور شعر میں بھی انہیں سے اصلاح لی۔علم عروض و قافیہ میں بھی مداخلت پیدا کی۔''[انتخاب یادگار، ص ۱۷۶]

حضرت غلام محی الدین ہوشؔ، قدس سرہ

حضرت مولانا سید کریم الدین آرزو علیہ الرحمۃ کے ایک بھائی کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔نام غلام محی الدین تھا۔ہوشؔ تخلص رکھتے تھے۔مرادآباد کے قد آور شعرا میں شمار تھا۔اردو نثر و نظم دونوں میں عبور حاصل تھا۔تلامذہ میں ایک نام میاں نجیب شاہ قصبہ شاہ آباد، کا ملتا ہے۔۱۸۲۵ء میں وفات ہوئی۔[ماخوذ تاریخ ادب اردو، جلد دہم]

جد محترم، حضرت مولانا سید محمد امین الدین راسخؔ، قدس سرہ

آپ کے دادا حضرت العلام مولانا سید محمد امین الدین علیہ الرحمۃ متخلص راسخؔ متبحر عالم دین تھے۔آپ کی شخصیت اپنے عصر میں مرجع خاص و عام تھی۔شعر گوئی آپ کا وطیرہ خاص تھا۔معاصرین میں آپ کو امتیازی حیثیت حاصل تھی درج ذیل اشعار سے آپ کی شاعرانہ عظمت کا اندازہ ہوتا ہے؎

ہے خیال یار کا مسکن دل بیتاب میں | قید کرتے ہیں پری کو ہم چہ سیماب میں
دیکھ کر اس روئے روشن پر عرق حیراں ہوں میں | آئینہ پر آب ہے اور آئینہ ہے آب میں
خاک ہے آغاز راسخؔ اور ہے انجام خاک | پھونک دے اسباب عالم عالم اسباب میں

والد گرامی: حضرت مولانا سید معین الدین نزہتؔ، قدس سرہ

صدر الافاضل کے والد گرامی حضرت علامہ سید معین الدین نزہتؔ مرادآبادی قدس سرہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ۔۱۸۳۸ء مطابق ۱۲۵۴ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔مرادآباد کا پڑھا لکھا طبقہ ایک چوتھائی آپ سے شرف تلمذ رکھتا تھا۔آپ مشہور زمانہ شاعر ملک الشعراء شیخ مہدی علی ذکیؔ مرادآبادی کے خاص شاگرد تھے۔ذکیؔ مرادآبادی کے جن تلامذہ کو شہرت و پزیرائی حاصل ہوئی، ان میں آپ، علامہ کفایت علی کافیؔ مرادآبادی، مولانا محمد حسین تمناؔ اور نواب شبیر علی خاں صاحب تنہاؔ کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں ۔اپنی حیات کے آخری پڑاو میں ذکیؔ کے شاگردوں

میں بس ایک آپ ہی بچے تھے، جس کا اظہار آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر کچھ اس طرح کیا ہے ؎

ذکؔی کا مرے دم سے ہے نام روشن
میں نزہتؔ ہوں مشہور اہل ہنر میں

مرادآباد کے مڈل اسکول میں بحیثیت مدرس رہے۔آپ کی شاعری جاذب ذہن وقلب ہوا کرتی تھی آپ نے جس حسین انداز میں شعری گہرباری فرمائی ہے اس سے آپ کے ذہن خداداد کی قوت اورآپ کی شاعرانہ قابلیت ورفعت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

صنف حمد ونعت میں جس لب ولہجے میں آپ نے خامہ فرسائی فرمائی ہے اس سے جہاں آپ کے عقیدہ ونظریہ کی مکمل غمازی ہوتی ہے وہیں قاری کے ایمان کو حرارت وحلاوت، جان کو نئی بشاشت ،دل ودماغ کو انبساط وفرحت حاصل ہوتی ہے۔آئیے آپ کی حمدیہ ونعتیہ شاعری کا مزہ لیں اور شعری فکروفن کی لطافتوں سے قلب میں سوزوگداز پیدا کریں۔

حمد پاک

اول ہی زباں پر ہو سخن حمد خدا کا
اک جلوہ ہے یہ کون و مکاں جس کی ادا کا
یارب کسے دعویٰ ہے تیری مدح و ثنا کا
ہو سکتا ہے بندے سے کہیں وصف خدا کا
جو کچھ کیا تو نے مرے مولیٰ وہ بجا ہے
اک ذرہ نہیں دخل وہاں چون و چرا کا
جس پر ہو ترا فضل و کرم اس کو کسی جا
ہوتا نہیں ڈر آفت و آسیب و بلا کا
ہو رستم و سہراب سے بھی بال نہ بانکا
حامی ترا الطاف اگر ہو ضعفا کا
نزہتؔ کی تمنا ہے تری یاد میں گزرے
ہنگامہ جو یہ چند نفس کو ہے بقا کا

حمد پاک

مزین حمد باری سے ہے مطلع میرے دیواں کا
کریں گے اکتساب اس سے خردور نورعرفاں کا
وہ بے ہمتا و بے مانند جلوہ ذات سبحاں کا
کہ جس کی دید کی قدرت نہ لائے شوق انساں کا
زہے واجب تعالیٰ قادر قیوم دانا ہے
عدم کے ملک سے نقشہ جمایا جس نے امکاں کا
خرد کی تاب کیا صنعت گری کو اس کی پہچانے
کیا پیوند کیسا غیر ممکن جسم سے جاں کا
بنائیں ایک صورت میں عجب وضعیں جداگانہ
کوئی سیدھا کوئی سادہ کوئی ترچھا کوئی بانکا

نعت پاک

محمد احمد ہے اسم سامی لقب شہیر و نذیر ان کا
ہے شرع میں مثل غیر ممکن محال عقلی نظیر ان کا

عجب بلندان کی شان عالی نہ ایسا کوئی ہوا نہ ہوگا | کہ تاجور ان کے در کا خادم غلام صاحب سریر ان کا
وہ لائے ایسی کتاب برحق کہ شبہ جس میں نہیں ہے مطلق | بجز خدائے قوی و قادر نہ کوئی ہادی نہ پیر ان کا
کمال تائید حق تھی ان پر کہ اک زمان قلیل ہی میں | بڑھا ہے ادیان ماضیہ سے یہ دین آفاق گیر ان کا
نصیب برگشتہ جن کے ہوں گے پھریں گے وہ ان کے راستے سے | ازل میں جو بختور ہے نزہتؔ وہی ہے فرماں پزیر ان کا

نعت پاک

یہ ہے نقش پائے رسول معظم | یہ تاج سلاطیں سے بھی ہے مکرم
یہ شاہ والا کا نقش قدم ہے | ہوئی جس کے باعث سے ایجاد عالم
وھٰذا الذی درۃ التاج قیصر | وھٰذا الختیم الخواقین خاتم
الٰھی وصل وسلم کثیرا | بروح محمد شہہ ہر دو عالم

نعتیہ شاعری سے منتخب اشعار

آپ واں ہوں گے شفاعت کے لیے خود موجود | نہ مددگار جہاں خویش و برادر ہوگا
ہوگی لاریب شفاعت اسے حضرت کی نصیب | اوج معراج کا جانا جسے باور ہوگا
یا نبی تم سا خدا نے کوئی پیدا نہ کیا | اپنا محبوب کیا خلق کا شیدا نہ کیا
روتے روتے ترے کوچے میں بہاتا نہریں | کیوں مقدر نے مرے دیدہ کو دریا نہ کیا
مداح دل سے ہوں میں شہہ کائنات کا | روز جزا یہی ہے وسیلہ نجات کا
اوصاف ان کے صاف ہیں قرآں میں مندرج | انساں سے کب بیاں ہو نبی کی صفات کا
اس دن کو کہیے اشرف ایام روزگار | جس دن ہوا ظہور شہہ کائنات کا
الٰہی نعت احمد میں وہ شیریں ہو بیاں میرا | کہ نطق طوطی فارس ہو ہمداستاں میرا
نہ پہنچے ذہن مرغ سدرہ کا اوصاف تک جس کے | وہ ہے ممدوح ذی جاہ و جلال و غروشاں میرا
کہا صبح شب اسریٰ شہہ دیں نے تفاخر سے | مکاں جبریل سدرہ کا مکاں ہے لامکاں میرا
جز محمد کون ہے ایسا مفخر دہر میں | جس کا نقش پا زیارت گاہ انس و جاں ہوا
تاب مہ پرخندہ زن تھی دُر دنداں کی چمک | گر لب معجز نما اس شاہ کا خنداں ہوا
روکش صحن چمن دشت مدینہ ہوگیا | جب وہاں نزہتؔ ورود سید ذیشاں ہوا
مالک کون و مکاں حق ہے جو چاہے وہ کرے | جو نہ چاہے گا نہ ہوگا جو نہ چاہا نہ ہوا
غیر ممکن ہے نظیر شہ دیں اے نزہتؔ | ایسے یکتا ہیں کہ سایہ بھی تو پیدا نہ ہوا

صحن گلزار جہاں پر طیب از بوے شما
یانبی خوش خو ہمہ عالم شد از خوے شما

کعبہ از بیت المقدس قبلہ شد اندر نماز
ہست منظور خدا ایماے ابروے شما

گرچہ جنت ازہمہ عالم مقام دلکش است
ہاں مگر دارند حوراں خواہش کوے شما

حسن یوسف گرچہ شیدا کرد خاص و عام را
نور احمدساخت روشن دیدہ ایام را

عقل اول را چہ نسبت یانبی با عقل تو
پختگی دادست رایت ہر مزاج خام را

از طلوع مہر عالمتاب دین مصطفی
صبح روز عید شد کفار ملک شام را

میدان تغزل میں بھی آپ نے طبع آزمائی فرمائی ہے بطور نمونہ منتخب اشعار نقل کیے جاتے ہیں۔

نہ پوچھو ہمدمو احوال عاشق کے دل و جاں کا
بنا ہے برق خرمن ہر شرارہ آہ سوزاں کا

شب وعدہ نہ آنے کی شکایت پر وہ کہتے ہیں
ہماری یاد پر دورہ ہوا ہے کل سے نسیاں کا

کیسا مچلا کہ نہیں مانتا کہنا میرا
کیوں یہ ناداں ہوا یارب دل دانا میرا

چل دیے آپ تو اس میں میرا دعویٰ کیا تھا
لے گئے ساتھ کہو کیوں دل شیدا میرا

ہاے کمبخت یہ دلبر ہی کا دم بھرتا ہے
دل کو ہر چند میں کہتا ہوں کہ میرا میرا

شب تاریک میں آیا وہ جو گھر سے باہر
کون تھا اس پہ جسے ماہ کا دھوکا نہ ہوا

دل گیا ہاتھ سے صدمہ ہمیں دل کا نہ ہوا
غم یہی ہے کہ وہ دلبر بھی ہمارا نہ ہوا

بہت مشکل ہے رمز عاشقی سے باخبر ہونا
نہ ہو محسوس جب محبوب کا دل میں گزر ہونا

قیامت ہے کنکھیوں سے کسی کا دیکھنا نزہتؔ
بڑے فتنے بپا کرتا ہے یہ کوتاہ نظر ہونا

محکمہ تعلیم کے انسپکٹر میر کرامت علی کی ترقی پر آپ نے درج ذیل قصیدہ لکھا جوفارسی زبان میں ہے۔ملاحظہ کریں:

بکن طبع امروز اظہار جودت
کہ آمادہ گردید سامانِ راحت

کہ مخدوم و موصوف و ممدوحِ والا
نوازش گر حالِ تو ذی کرامت

فلک میر صاحب کرامت علی را
رسانید الحال بر صدر رفعت

اسٹنٹ انسپکٹر مستقل شد
بصدر جلیلش خدا داد عزت

چو از دانش ایں مژدہ آید بگوشم
چنانم بر انگیخت افراط فرحت

کہ در پیرہن می نہ گنجید جسمم
نہ درخانہ من رواں در سکونت

پئے خیر خواہاں بود خیر و خوبی
سر دشمناں باد در زیر پایت

بممدوح من یا الٰہی چناں کن
رشادت سعادت سعادت رشادت

نواب کلب رامپوری سے بھی اچھے مراسم تھے،ان کی مدح میں درج ذیل شعر تحریر فرمایا ؎

الٰہی یہ نواب کلب علی خاں
بعیش مخلد رہے شاد و خرم

تاریخ گوئی

تاریخ گوئی میں بھی کمال رکھتے تھے۔دو تاریخی قطعات ہمیں دستیاب ہوئے ہیں۔ایک صدرالافاضل کی دستار فضیلت کے حوالے سے اورایک قاضی احسان الحق نعیمی کی دستار فضیلت کے حوالے سے ۔صدرالافاضل کی دستار فضیلت ۱۳۲۰ھ میں ہوئی۔درج ذیل قطعہ کے آخری مصرعہ میں لفظ ''فضیلت'' سے آپ کی تاریخ دستار فضیلت ۱۳۲۰ھ برآمد ہوتی ہے۔قطعہ ملاحظہ ہو ؎

ہے میرے پسر کو طلبہ پر وہ فضیلت
سیاروں میں رکھتا ہے جومریخ فضیلت
نزہتؔ نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنادے
دستار فضیلت کی ہے تاریخ فضیلت
۱۳۲۰ھ

قاضی احسان الحق نعیمی کی دستارفضیلت پردرج ذیل قطعہ تحریرفرمایا۔جس کے آخری مصرعہ کے الفاظ ''فضیلت یاب'' سے تاریخ دستار فضیلت ۱۳۳۳ھ برآمد ہورہی ہے ؎

قاضی احسان الحق از طلاب دین
چرخ او را فال فتح الباب گفت
چوں کہ فارغ شد ز تحصیل علوم
سال او نزہت **فضیلت یاب** گفت
۱۳۳۳ھ

از عجالہ طبع روشن محمد معین الدین نزہت مرادآبادی عفی عنہ [۱]

مشتے نمونہ از خروارے یہ حضرت موصوف کی شاعری کی ایک جھلک تھی۔ موصوف کی مکمل شاعری سے محظوظ ہونے کے لیے ان کا دیوان ''نزہت الناظرین'' جوصدرالافاضل علیہ الرحمۃ کے نعتیہ دیوان ''ریاض نعیم'' کے ساتھ ضم ہوکرشائع ہوچکاہے،ملاحظہ فرمائیں۔

---

[۱] یہ قطعہ خود حضرت کے ہاتھ سے لکھاہواہے۔نبیرہ صدرالافاضل سید انعام الدین صاحب کے پاس سے اس کی کاپی موصول ہوئی۔نعیمی غفرلہ ولوالدیہ۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں صدرالافاضل کے علاوہ چند درج ذیل نام اور ملتے ہیں۔

① علی سکندر جگرؔ مرادآبادی
② عبدالرحیم آشفتہؔ مرادآبادی
③ احمد حسن حسنؔ سنبھلی
④ احمد حسن شبابؔ مرادآبادی
⑤ مرزا قمرالدین صباؔ مرادآبادی
⑥ منظور احمد مضطرؔ مرادآبادی
⑦ غلام احمد شوقؔ سنبھلی
⑧ عبدالرحیم مرحومؔ مرادآبادی
⑨ محمد محسن خاں یاورؔ مرادآبادی
⑩ حمایت علی خاں حمایتؔ مرادآبادی

تقوی و دین داری

نزہتؔ مرادآبادی ایک خوش فکر شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ تقوی و دین داری کی طرف بھی حددرجہ مائل تھے۔ آپ خود بھی ایک متبحر عالم دین اور علمی شاہراہ کے مسافر تھے اور اپنے بچوں کی تربیت میں بھی آپ نے اسی نہج کو اختیار فرمایا۔

اولاد کی رحلت

حضور صدرالافاضل کی پیدائش سے قبل آپ کے یہاں کئی بیٹوں کی پیدائش ہوئی۔ اور وہ آپ کی بہترین تربیت کے زیر اثر بہت جلد قرآن مجید کے حافظ بھی ہو گئے۔ لیکن تکمیل قرآن بعد یکے بعد دیگرے آپ کے فرزند آپ کو داغ مفارقت دے گئے۔ اولاد کو علوم دینیہ کے زیور سے مزین کرنے اور دین کا خادم بنانے کی تمنا آپ کے دل کے نہاں خانہ میں انگڑائی لے کر رہ گئی لیکن آپ ذات واحد کی رحمت سے ناامید نہ ہوئے۔ اور رات و دن خدا کی بارگاہ میں نیک سیرت اولاد کے لیے دعاگو رہے۔ اللہ پاک نے جلد ہی آپ کی دعا قبول فرمائی اور صدرالافاضل کی شکل میں ایک عظیم شان والا بیٹا عطا فرمایا۔

صدرالافاضل کے والد گرامی کی نذر

آپ کے یہاں بیٹوں کی پیدائش تو ہوتی تھی مگر وہ جلد ہی وفات پاجاتے تھے اس لیے آپ نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے اس بچے (صدرالافاضل) کو عمر طبعی عطافرمائی تو میں اس فرزند کو دین کی خدمت کے لیے وقف کردوں گا۔ اور اگر جہاد ہو گا تو میں اپنے اس لخت جگر کو جہاد کے لیے پیش کروں گا۔

تکمیل نذر

چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ پاک نے صدرالافاضل کو عمر طبعی عطافرمائی۔ اورآپ نے بھی اپنی نذر کی تکمیل فرمائی۔ اوراپنے فرزند عالی مرتبت کو خدمت دین کے لیے وقف فرمادیا۔ صدرالافاضل نے بھی اپنے والد گرامی کی نذر کی تکمیل میں خوب ساتھ نبھایا۔ اوراپنی مکمل زندگی دین حق کے لیے وقف فرمادی۔ اورآخر حیات تک بلا خوف لومۃ لائم کا آئینہ دار بن کر احقاق حق وابطال باطل کے ذریعے لسانی وقلمی جہاد فرماتے رہے۔ جس پر بہت سے واقعات شاہد ہیں۔ یہاں آپ کے والد گرامی کے دور مبارک کا ایک مشہور واقعہ بیان کرنا بے محل نہ ہو گا۔

اس وقت جب کہ خلافت کمیٹی زوروں پر تھی۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگ ہندومسلم اتحاد کا نعرہ لگارہے تھے۔ علمائے اہلسنت پر حملے کیے جارہے تھے اور علمائے حق کو حق گوئی سے روکا جارہا تھا۔ اس وقت صدرالافاضل نے میدان عمل میں اتر کر خوب قلمی ولسانی معرکہ آرائی فرمایا۔ آپ کی مجاہدانہ معرکہ آرائی سے بدمذہب مولوی بوکھلاہٹ کا شکار ہوگئے۔ اوراپنے جلسوں میں آپ کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کرنے لگے۔ ایک جلسے میں دیوبندی مولوی کی تقریر کے دوران ایک بدباطن پہلوان کھڑا ہو کر آپ کا نام لے کر مغلظات بکنے لگا اور کہنے لگا کہ میں انہیں (صدرالافاضل) کو قتل کردوں گا۔ معاذاللہ۔

شدہ شدہ یہ خبر صدرالافاضل کے والد گرامی تک پہنچی تو آپ بے چین وبے قرار ہوگئے اور خدا کی بارگاہ میں اپنے نور نظر کی حفاظت کے لیے اس طرح دعاگو ہوئے ؎

یا الٰہی بے خطا بے جرم ہے میرا پسر
دشمنی رکھتے ہیں اس سے شہر والے فتنہ گر
تو برائے احمد مختار بوبکر و عمر
دشمناں را دوست گرداں دوستاں را دوست تر

بیعت

آپ رسوائے زمانہ کتاب **"تحذیر الناس"** کے مصنف مولوی قاسم نانوتوی، سے مرید ہوگئے تھے۔ مولوی قاسم نانوتوی چوں کہ اس وقت ابن ابی منافق کی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے اہل سنت کے مطابق ظاہری رکھ رکھاو سے لوگوں کو فریب دے کر ان کو اپنے سلسلہ ارادت وعقیدت میں داخل کرتے تھے۔ بہت سے لوگ اہل سنت کے مطابق ظاہری رکھ رکھاو سے متاثر ہوکر مولوی نانوتوی سے بیعت بھی ہوگئے تھے۔ مولانا معین الدین صاحب چوں کہ شریف النفس، سادہ مزاج شخص تھے، اس لیے آپ بھی مولوی نانوتوی کے فریب میں آکر ان سے بیعت ہوگئے۔ اور جب آپ سے کہا گیا کہ آپ مولوی نانوتوی سے بیعت ہیں جو پکے وہابی تھے، تو جواباً حضرت موصوف نے فرمایا:

"کہ میں کس طرح اس بات کو تسلیم کرلوں، مجھ سے تو خود انھوں نے میلاد شریف پڑھنے اور کھڑے ہوکر صلاۃ وسلام پڑھنے کی برکتوں کا ذکر کیا تھا۔ اور مجھے ان تمام شعائر اہل سنت کی اجازت بھی دی تھی، دیابنہ جن کے منکر ہیں۔ لیکن جب حضرت کو مولوی نانوتوی کی تصنیف تحذیر الناس دکھائی گئی، جس میں انھوں نے ختم نبوت کا انکار کیا ہے۔ اور پھر اعلیٰ حضرت کی تالیف حسام الحرمین دکھائی گئی، جس میں علماے عرب وعجم نے اس عقیدہ ختم نبوت کے منکر کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے، تو آپ پر ساری حقیقت منکشف ہوگئی۔

آپ نے مولوی نانوتوی کی بیعت فسخ کی، جس سے آپ کے سلب ایمان کا خطرہ تھا۔ اور اعلیٰ حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کی جس نے آپ کی ایمان کی محافظت فرمائی۔ مولوی قاسم سے فسخ بیعت اور اعلیٰ حضرت سے بیعت کے اس واقعہ کی منظرکشی خود آپ نے درج ذیل شعر میں فرمائی ہے ؎

پھرا ہوں میں اس گلی سے نزہتؔ ہوں جس میں گمراہ شیخ و قاضی
رضائے احمد اسی میں سمجھوں کہ مجھ سے احمد رضا ہوں راضی

کچھ فتنہ پروروں نے اس واقعے کو جھوٹا قرار دیتے ہوئے رضوی علما پر اسے گڑھنے کا الزام لگایا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم یہاں ایسی شہادت پیش کردیں جس سے مخالف کو مجال انکار نہ رہے۔

صدر الافاضل کے پہلے شاگرد، جامعہ نعیمیہ سے فارغ شدہ پہلے فاضل، صدر الافاضل کے والد گرامی علامہ نزہت مرادآبادی کی حیات طیبہ کو قریب سے دیکھنے والے، رات ودن صدر الافاضل کے در دولت پر حاضر باش، جلیل القدر عالم دین **مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی** نے اس واقعے کو حیات صدر الافاضل کے مقدمے میں تحریر فرمایا ہے۔ ہم یہاں اسے من وعن نقل کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب نے محمد قاسم نانوتوی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اس وقت وہابی اپنی

وہابیت کو بہت چھپاتے تھے ۔ چناں چہ مولوی محمد قاسم نے حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب کو میلاد شریف پڑھنے ،قیام کے ساتھ صلاۃ وسلام پڑھنے کی اجازت دی اور بہت برکت والا عمل بتایا۔ حضرت مولانا معین الدین صاحب سے جب کہا گیا کہ محمد قاسم وہابی تھا، توانہوں نے فرمایا: میں کس طرح مانوں مجھے خود انہوں نے میلاد شریف پڑھنے قیام کے ساتھ صلاۃ وسلام پڑھنے کی برکت سے خبر دار کیا اور اجازت دی ہے۔ جب موصوف کو فتاوی حسام الحرمین دکھایا اور تحذیر الناس مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی جس میں انہوں نے ختم نبوت کا انکار کیا ہے، دکھائی اور عبارت تحذیر الناس کو فتاوی حسام الحرمین سے مطابق کیا، اس وقت موصوف نے ان کی بیعت فسخ کی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور تحریر فرمایا ہے ؂

پھرا ہوں میں اس گلی سے نزہت ہوں جس میں گمراہ شیخ و قاضی
رضائے احمد اسی میں سمجھوں کہ مجھ سے احمد رضا ہوں راضی

[سواد اعظم لاہور، حیات صدر الافاضل نمبر: ۱۲، ۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ۔ مطابق ۱۹، ۲۶/ جون ۱۹۵۹ء۔ ص ۵]

رحلت

آپ اپنی زندگی کی پچیاسیویں (۸۵) بہار سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ ۱۳۳۹ھ رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں اچانک آپ کی طبیعت علیل ہوگئی۔ ۱۹، رمضان المبارک تک آپ نے بیماری کے باوجود روزے ترک نہ فرمائے۔ اوراس کے بعد آپ کی طبیعت زیادہ نازک ہوگئی۔ چار روز آپ نے اسی عالم میں گزارے اور آخر کار ۲۵/ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ مطابق ۳/ جون: ۱۹۲۱ء بروز جمعۃ الوداع آپ کے قفس عنصری کی تیلیاں ٹوٹیں اور طائر لاہوتی پرواز کر گیا۔ یعنی آپ سب کو روتا چھوڑ کر اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حالات بعد وصال

آپ کے وصال پر ملال سے آپ کے حلقہ عقیدت و محبت میں سناٹا چھا گیا پورا مرادآباد سوگوار ہوگیا۔ آپ کی نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں لوگ حاضر ہوئے۔ کثرت کا عالم یہ تھا کہ آپ کے جنازہ کے پلنگ تک لوگوں کے ہاتھوں کی رسائی بآسانی ممکن نہ تھی۔ علمائے کرام نے تعزیتی مجلسیں منعقد کیں اور شعرائے مرادآباد نے آپ کی یاد میں مشاعرے کیے۔ اس طرح ارباب علم ودانش کی طرف سے آپ کی بارگاہ میں نظم ونثر میں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

جنازے میں جو لوگ حاضر نہ ہو سکے تھے انہوں نے آپ کی رحلت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے آپ کے وارث وجانشین، صدر الافاضل کے نام تعزیت نامے ارسال فرمائے۔ آپ کے پیر و مرشد امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت محدث بریلوی آپ کے وصال کے وقت بھوالی ضلع نینی تال میں تھے۔ صدر الافاضل کے تار کے ذریعے آپ کو خبر

ہوئی، توآپ نے وہیں سے صدرالافاضل کے نام ایک تاریخی تعزیت نامہ ارسال فرمایا۔اور صدرالافاضل کے حسب فرمائش عربی وفارسی تاریخی قطعات تحریر فرمائے۔

صدرالافاضل نے ماہنامہ ''السواد الاعظم مرادآباد'' میں ''موت العالم موت العالم'' کے عنوان سے والد محترم کے وصال کی خبر شائع فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ بطور برکت اعلیٰ حضرت کا تعزیت نامہ بھی نقل فرمایا۔ہم ذیل میں صدر الافاضل کی شائع کردہ خبر اوراعلیٰ حضرت کا تعزیت نامہ من وعن نقل کرتے ہیں ملاحظہ کریں:

موت العالم موت العالم

اس سال میں بہت جانگزا صدمے پہنچے اور بہت کارآمد اور حامی دین ہستیوں کے فیض سے ہم محروم ہوگئے۔ میرے والد ماجد استاد الشعراء حضرت مولانا مولوی محمد معین الدین صاحب نزہتؔ مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ پرانی وضع کے مقدس عالم اور متقی بزرگ تھے۔آپ کے اوقات عبادت الٰہی میں گزرتے تھے۔ملک الشعراء ذکیؔ کے تلامذہ میں آپ ہی باقی تھے۔آپ کے شاگرد ہزار ہا ہیں۔اورآپ کا کلام بلاغت نظام سند مانا جاتا ہے۔فکر بلند، طبیعت نازک، زبان فصیح رکھتے ہیں۔۲۵؍رمضان المبارک جمعۃ الوداع کو۸۵سال کی عمر میں چارروز بخار میں مبتلا رہ کر نفی واثبات کا ذکر کرتے ہوئے راہی ملک بقا ہوئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۱۹؍رمضان تک آپ نے روزے رکھے۔بیماری کے زمانے میں ذکر الٰہی کے سوااور باتیں ترک فرمادیں۔ آپ کا شعر تھا ؎

آج نزہتؔ ہوا فنا فی اللہ
کہتے کہتے خدا خدا نہ رہا

آپ نے بالکل اسی حال میں رحلت فرمائی۔انتقال کے بعد آنکھیں کھلی رہیں۔ہر چند کوشش کی گئی مگر بند نہ ہوئیں۔آپ نے اپنی حیات میں دو شعر فرمائے تھے بعد موت ان کو سرسبز کردکھایا ؎

پس فنا جو کھلی ہیں آنکھیں کسی کے میں انتظار میں ہوں
یہ کون آتا ہے آنے والا کہ منتظر میں مزار میں ہوں
گر نیائی تو بہ بیداری عمرم بنظر
بند ہرگز نہ کند خواب عدم دیدہ ما

آپ بغیہ شریف میں حضرت مولانا سید شاہ غلام حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب مدفون ہوئے۔جنازے کے ساتھ اس قدر ہجوم تھا کہ پلنگ کا چھونا بھی بکوشش میسر آتا تھا۔حضرت قبلہ کی وفات کے

بعد احباب تعزیت کے لیے برابر پہنچتے رہے۔ اور ابھی تک تعزیتی خطوط کا سلسلہ جاری ہے۔

مرادآباد کے شعرانے حضرت مرحوم کے قطعات تاریخ کے لیے مشاعرہ منعقد کیا۔ اخباروں میں حضرت مرحوم کی تعزیتیں اور اس خاکسار کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا گیا۔ میں اپنے ان تمام رفیقوں کی ہمدردی اور غم خواری کا شکر گزار ہوں۔ لیکن میں اس صحیفہ منیفہ کو اپنے لیے باعث فخر اور حضرت مرحوم کے لیے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مأۃ حاضرہ مولانا مولوی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم نے ارسال فرمایا۔ اور برکت کے لیے اس کو درج کرتا ہوں۔ احباب سے التجا ہے کہ حضرت مرحوم کے لیے دعاے مغفرت فرمائیں۔ والسلام۔

محمد نعیم الدین

صحیفہ عالیہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
مولنا المبجل المکرم ذی المجد والکرم حامی السنن ماحی الفتن جعل کاسمہ نعیم الدین۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ان للہ ما اخذ وما اعطٰی وکل شیء عندہ باجل مسمیٰ انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب وانما المحروم من حرم الثواب غفر اللہ لمولانا معین الدین ورفع کتابہ فی علیین وبیض وجھہ یوم الدین والحقہ بنبیہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیہ وعلیٰ اٰلہ وازواجہ اجمعین۔ واجمل صبرکم واجزل اجرکم وجبر کسرکم ورفع قدرکم آمین۔

یہ پرملال کارڈ روزِ عید آیا، میں نماز عید پڑھنے نینی تال گیا ہوا تھا۔ شب کو بے خواب رہا تھا اور دن کو بے خورو خواب۔ اور آتے جاتے ڈانڈی میں چودہ میل کا سفر، دوسرے دن بعد نماز صبح سو رہا، سو کر اٹھا تو یہ کارڈ پایا۔ اس وقت یہ تاریخیں خیال میں آئیں۔ ایک بے تکلف قرآن عظیم سے اور ان شاء اللہ تعالیٰ فال حسن ہے۔ دوسری حسب فرمائش سامی فارسی میں۔ مگر دو شعر کے لیے فرمایا تھا یہ پانچ ہو گئے۔ اور مادے میں ایک کا تخرجہ کرنا ہوا جس کا میں عادی نہیں مگر اس میں کوئی لفظ قابل تبدیل نہ تھا، لہٰذا یوہیں رکھا۔ اور اسی روز سے مولانا المرحوم کا نام تابقاے حیات ان شاء اللہ تعالیٰ روزانہ ایصال ثواب کے لیے داخل وظیفہ کر لیا۔ وہ تو ان شاء اللہ بہت اچھے گئے مگر دنیا میں ان سے ملنے کی حسرت رہ گئی۔ مولیٰ تعالیٰ آخرت میں زیر لواے سرکار غوثیت ملائے۔ آمین اللھم آمین۔

تاریخ از قرآن عظیم۔

رِزْقُ رَبِّكَ خَيْر۔ ۱۳۳۹ھ

یک شہادت وفات در رمضاں
مرگِ جمعہ شہادتِ دگر ست
مرضِ تپ شہادتِ سو میں
بہر ہر سہ شہادت خبر ست
در مزار ست چشم وا یعنی
پئے دیدارِ یار منتظر ست
مردہ ہرگز نہ معین الدین
کہ ترا چوں نعیم دیں پسر ست
از رضاؔ سال بے سر اہمال
قرب صدق ملیک مقتدر ست

۱۳۳۹ھ

شب عید کی بے خوابی اوردن کو بے خوروخواب اوردوہرے سفر کا پیچ وتاب اس کے سبب کل شام تک حالت ردی رہی۔ میں قابل حاضری ہوتا توسر سے چل کر مزار کی زیارت اورآپ کی تعزیت کرتا۔مصطفی رضا کل صبح بریلی گئے ،میں نے کہہ دیاہے کہ تعزیت کے لیے حاضر خدمت ہوں ۔کل شام تک طبیعت کی بہت غیرحالت نے اس نیازنامہ میں تعویق کی۔اورآج اتوار تھالفافہ نہ مل سکتاتھا۔اب حاضر کرتاہوں ۔والسلام مع الاکرام۔
سب احباب کوسلام۔شب پنجم شوال مکرم ۳۹ھ ازبھوالی۔‘‘

[السوادالاعظم مرادآبادماہ رمضان ۱۳۳۹ھ صفحہ ۲۰ تا ۲۴]

اس باب میں درج ذیل ماٰخذ سے بھی استفادہ کیا گیاہے۔
ماہنامہ السوادالاعظم مرادآباد۔حیات صدرالافاضل،مرتبہ مولاناغلام معین الدین،ومقدمہ،مفتی محمد عمرنعیمی برکتاب حیات صدرالافاضل۔تذکرہ شعرائے روہیل کھنڈ،مرتبہ:عظیم علی نقوی شایاںؔ بریلوی۔
صدرالافاضل اورفن شاعری،مرتبہ:ڈاکٹرآصف حسین مرادآبادی۔

باب ۳

حالات اہل و عیال
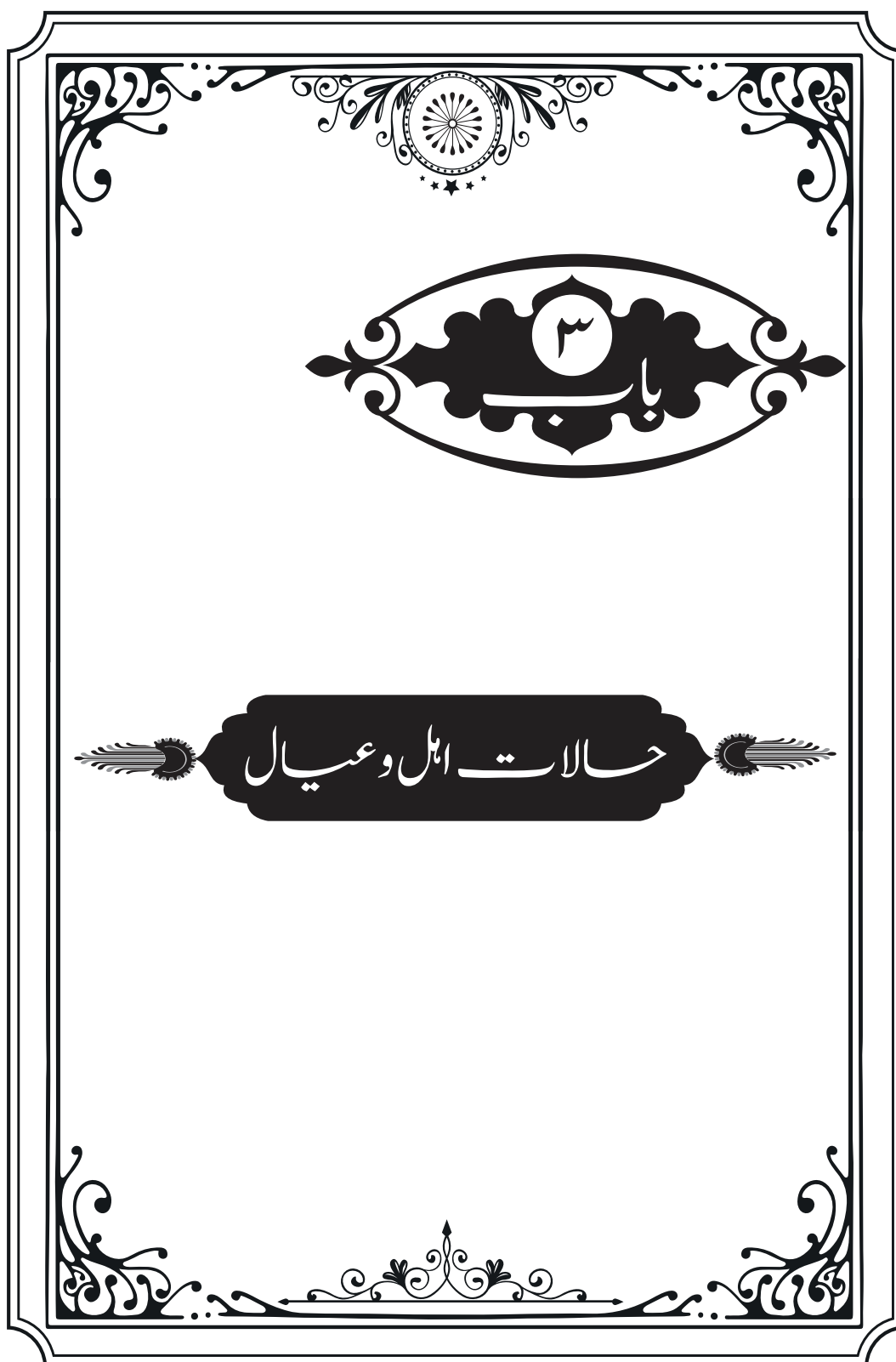
دیں کے نعیم، مظہر شان معین ہو
کمزور و بے نوا کا سہارا تم ہی تو ہو
سب اہل عقل صدر افاضل نہ کیوں کہیں
وہ سب ہیں خاتم ان کے نگینہ تم ہی تو ہو

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی

خانگی زندگی

اس باب میں ہم آپ کی خانگی زندگی اور اہل وعیال کے حوالے سے قدرے تفصیل پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

نکاح

دستار فضیلت کے دو سال بعد ۱۳۲۲ھ میں آپ کے والدین نے آپ کو رشتہ ازدواج سے منسلک فرمادیا۔ رئیس اعظم مرادآباد کی صاحبزادی آپ کے حبالہ عقد میں آئیں، جو نیک صورت ہونے کے ساتھ نیک سیرت بھی تھیں اور دینی ماحول میں آپ کی معینہ ومددگار بھی۔

زوجہ کا وصال

آپ کے وصال سے تین سال قبل ربیع الآخر ۱۳۶۳ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۴۴ء کو آپ کی زوجہ محترمہ امراض مزمنہ میں مبتلا رہ کر انتقال فرماگئیں۔ امرت سر کے مشہور اخبار الفقیہ میں وصال اور ایصال ثواب کے حوالے سے درج ذیل خبر شائع ہوئی:

''یہ خبر وحشت اثر سن کر اراکین وممبران انجمن ہذا کو بہت رنج ہوا۔ اور سخت صدمہ پہنچا، کہ **حضرت صدر الافاضل مولانا مولوی حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب** کی زوجہ محترم اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرماگئیں۔ ان کے بچوں اور لواحقین کو کس قدر صدمہ گزرا ہوگا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

گزشتہ چہار شنبہ پنجشنبہ اور جمعہ کو قرآن خوانی ہوتی رہی اور جمعہ کو بعد نماز عشا فاتحہ خوانی ہوئی اور دعا کی گئی کہ مرحومہ کی خداوند کریم مغفرت فرمائے۔ اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

(محمد عبداللہ خاں جنرل سیکرٹری انجمن خدام المسلمین فیروز پور شہر پنجاب۔)

[الفقیہ، ۲۱، ۲۸/ اپریل ۱۹۴۴ء ص ۱۱]

علاوہ ازیں مرادآباد کے مشہور اخبار مخبر عالم کے ایڈیٹر صاحب نے آپ کی اہلیہ کے وصال پر رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں درج ذیل تعزیت پیش کی۔ لکھتے ہیں:

''نہایت افسوس ہے کہ **حضرت صدر الافاضل الحاج مولانا محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ العالی** کی زوجہ محترمہ

نے ۲۷ / مارچ کی شب میں داغ مفارقت دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ تقریبًا دوسال سے امراض مزمنہ میں علیل تھیں۔ اور اپنی عمر کی صرف ۵۸ بہاریں طے کرنے پائیں تھیں کہ داعی اجل کا پیغام آگیا۔ دوسرے روز دن کے گیارہ بجے بغیہ شریف کے قبرستان میں مرحومہ کے جسد خاکی کو سپرد زمین کیا گیا۔ جنازہ کے ساتھ سیکڑوں آدمیوں کا ہجوم تھا۔ ہم اس حادثہ جانکاہ پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے **حضرت صدرالافاضل موصوف** کی خدمت میں ہدیہ تعزیت پیش کرتے ہیں۔ اور دست بدعاہیں کہ خدائے تعالیٰ مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ اور مرحومہ کے جملہ پسماندگان بالخصوص بڑے صاحبزادے مولانا میاں حکیم ظفرالدین صاحب و منجھلے صاحبزادہ مولانا میاں اختصاص الدین صاحب اور خویش مولوی حکیم یعقوب علی صاحب قادری و حکیم حامد علی صاحب کو صبر جزیل کی توفیق دے۔‘‘

[مخبر عالم ۷ ربیع الآخر ۱۳۶۳ھ یکم اپریل ۱۹۴۴ء نمبر ۱۳ جلد ۴۲ ص ۸]

دھوراجی میں جلسہ تعزیت

مفتی عبدالعزیز خاں نعیمی فتح پوری مفتی دھوراجی کے ذریعہ جب یہ خبر دھوراجی میں پھیلی تو اہل سنت میں ایک غم کا ماحول پیدا ہو گیا۔ احباب نے قرآن خوانی کے ساتھ ساتھ جلسہ کا بھی انعقاد کیا۔ مرحومہ کے لیے دعاے مغفرت ہوئی۔ اور صدرالافاضل سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار الفقیہ کی درج ذیل خبر:

’’آج یہ خبر وحشت اثر قبلہ حضرت مولوی عبدالعزیز صاحب مفتی دھوراجی کی زبانی سن کر تمام اہل سنت والجماعت کے افراد میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی، کہ **قبلہ صدرالافاضل علامہ زماں مولوی حضرت نعیم الدین صاحب** کی اہلیہ محترمہ کا وصال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، اور اس وقت جلسہ کا انتظام کیا گیا جس میں **صدرالافاضل صاحب** سے ہمدردی ظاہر کی گئی۔ اور مرحومہ کے لیے قرآن خوانی کے بعد دعاے مغفرت کی گئی۔ احقر حافظ جمال فاروقی مرادآبادی حال مقیم دھوراجی نگینہ مسجد۔)

مدیر الفقیہ کی طرف سے بھی اس پر مزید چند سطور لکھ کر اظہار ہمدردی کیا گیا۔

’’ہمیں خود اس صدمہ میں **حضرت مولانا صدرالافاضل صاحب قبلہ** سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ ابوالریاض‘‘

[الفقیہ: ۲۱، ۲۸ / اپریل ۱۹۴۴ء ص ۱۱]

انجمن تبلیغ الاحناف امرت سر کی طرف سے بھی ایک جلسہ تعزیت منعقد کیا گیا۔ اور اس میں قرآن خوانی و فاتحہ خوانی کی گئی۔ اور مرحومہ کی مغفرت کی دعا کے ساتھ پسماندگان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا گیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

’’یہ وحشت ناک خبر سن کر کہ **حضرت صدرالافاضل قبلہ مولانا مولوی حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب**

مرادآبادی کی زوجہ محترمہ اس دار فانی سے دار بقا کو رحلت فرماگئیں (**انا للہ وانا الیہ راجعون**) اراکین انجمن تبلیغ الاحناف امرت سر کو سخت صدمہ ہوا۔ انجمن کی طرف سے ایک غیر معمولی جلسہ منعقد کیا گیا، جس میں مرحومہ کے لیے فاتحہ خوانی اور دعا کی گئی۔ مرحومہ کو خداوند کریم اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان **خصوصاً حضرت صدر الافاضل** کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ (سیکرٹری انجمن تبلیغ الاحناف امرت سر)

[الفقیہ:۷، ۱۴؍ مئی ۱۹۴۴ء ص ۱۰]

اولاد

آپ کے یہاں چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں:

اولاد ذکور

حضرت مولانا سید محمد ظفر الدین صاحب علیہ الرحمہ

حضرت مولانا سید محمد اختصاص الدین صاحب علیہ الرحمہ

حضرت مولانا سید ظہیر الدین صاحب علیہ الرحمہ

حضرت مولانا سید محمد اظہار الدین صاحب علیہ الرحمہ

ہم یہاں ان کے تفصیلی حالات قلمبند کرتے ہیں۔ اگلے صفحے سے ملاحظہ کریں:

مولانا میاں علامہ ظفر الدین نعیمی مرادآبادی

آپ صدر الافاضل کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ۵/ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۶/ اپریل ۱۹۱۰ء کو آپ کی پیدائش ہوئی۔ اسم گرامی "ظفر الدین" تجویز ہوا۔ "مولانا میاں" کے عرف سے شہرت ملی۔ رسم بسملہ دھوم دھام سے ہوئی۔ اور پھر باضابطہ تعلیم کا آغاز ہوگیا۔ والد گرامی سے تربیت پانے کے ساتھ تعلیم کا حصول بھی شروع ہوگیا۔

والد گرامی کے علاوہ تاج العلماء اور دیگر مدرسین جامعہ سے درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ والد گرامی سے بیعت ہوئے۔ دو نکاح کیے۔ پہلی بیوی سے دو بیٹے

(۱) حضرت صوفی ملت حضرت سید شاہ توثیق الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (مجذوب)

(۲) حضور صدر العلماء فدائے ملت حضرت علامہ مولانا حکیم سید مظفر الدین نعیمی

اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔

اور دوسری بیوی سے تین بیٹے

(۱) حضرت سید ظفر اقبال صاحب نعیمی۔

(۲) حضرت الحاج سید رئیس الدین صاحب نعیمی۔

(۳) حضرت سید شکیل الدین صاحب نعیمی۔

اور پانچ بیٹیاں ہوئیں۔

آپ کے پہلے بیٹے غالباً حضرت توثیق الدین صاحب (مجذوب) کی ولادت ۱۳۵۰ھ میں ہوئی۔ اسی موقع پر حضرت مولانا سید سجاد حسین شیش گڑھی نے جو صدر الافاضل کے قریبی حضرات میں سے ایک تھے، درج ذیل تاریخی قطعات کہے۔ ملاحظہ کریں:

حاصل بفضل حق ہے ظفر دین کو سدا
رنج والم سے شق دل اعدا ہیں سر بسر
روشن ہوا ہے آج مکان نعیم دین
بیٹا دیا ہے چاند سا خالق نے ہے خبر
سجاد مجھ کو سال ولادت کی فکر تھی
ہاتف نے دی ندا لکھو **لعل ابو الظفر**
۱۳۵۰ھ

دیگر

ظفر الدین کو مبارک ہو
یہی چرچا ہے ہر جگہ گھر گھر
کیوں کہ حق نے دیا ہے اک فرزند
ماہ پیکر حسین خوش منظر
ہے اگر فکر سال پیدائش
لکھ دو سجّاد **مطلع اختر**
۱۳۵۰ھ

[یہ تاریخی قطعات فقیر کو سید سجاد حسین شیش گڑھی علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں ایک کرم خوردہ کاغذ کی شکل میں دستیاب ہوئے]

طبابت، طباعت واشاعت کی طرف خاص توجہ تھی۔ والد گرامی کے وصال کے بعد ۲۱/ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۵/ اکتوبر ۱۹۴۸ء بروز دوشنبہ تیجہ کی تقریب میں ملک کے بہت سے نامور مشائخ وعلما کے ہاتھوں رسم سجادگی ہوئی۔ بہت سی مذہبی وملی خدمات انجام دیں۔ بہت سے تبلیغی دورے فرمائے۔

۲۷ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ مطابق ۳/ مارچ ۱۹۷۳ء ہفتہ کے روز آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے صاحبزادے فدائے ملت علامہ سید مظفر الدین نعیمی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور جامعہ نعیمیہ میں والد گرامی کے بائیں پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ صدرالافاضل آپ کو بڑے میاں کہہ کر یاد فرماتے تھے۔ علما میں بھی یہ لقب کافی مشہور تھا۔ اس لیے ہم یہاں آپ کو مولانا میاں ہی لکھیں گے۔

جامعہ نعیمیہ میں تعلیم وتدریس

جامعہ نعیمیہ میں رہ کر علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی۔ اساتذہ جامعہ نعیمیہ خصوصًا صدرالافاضل اور تاج العلماء سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹/ شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ مطابق ۳/ اکتوبر ۱۹۳۹ء بروز منگل جامعہ نعیمیہ سے فراغت ہوئی۔ حجۃ الاسلام اور دیگر مشاہیر علماومشائخ آپ کے جلسہ دستار بندی میں شامل ہوئے۔ اس موقع پر حجۃ الاسلام نے تہنیتی عربی منظوم تاریخی کلام پیش فرمایا۔ قارئین! حجۃ الاسلام کے تذکرہ میں ملاحظہ کریں۔ جامعہ نعیمیہ ہی میں آپ نے تھوڑی بہت تدریسی خدمات انجام دیں۔ مستقل تدریس کی تفصیل فقیر کو نہیں ملی۔ ایک مرتبہ کسی موقع پر ایک ہفتہ تک بخاری شریف پڑھانے کا ذکر جامع معقول ومنقول علامہ ہاشم نعیمی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے مشہور ہے۔ شش ماہی رسالہ ''ضرب صدرالافاضل'' میں علامہ صاحب کا بیان ان الفاظ میں منقول ہے:

''ایک مرتبہ جامعہ کے انتظامی امور میں اختلاف رائے کو لے کر حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب نعیمی نے درس وتدریس کا سلسلہ منقطع کردیا، طلبہ کا کافی تعلیمی نقصان ہوا، طلبہ نے حضرت صدر العلماء سے عرض کیا، حضرت صدر العلماء نے مفتی صاحب کو سمجھانے کی کوشش کی مگر مفتی صاحب تیار نہ ہوئے، اس پر حضرت والا کو جلال آگیا۔ اور آپ نے برجستہ فرمایا: کہ مفتی حبیب اللہ کیا سمجھتے ہیں کہ پڑھانا صرف ان ہی کو آتا ہے؟ یہ کہہ کر درس گاہ میں آئے اور طلبہ کو بخاری شریف کا درس دینا شروع کردیا۔ علامہ صاحب آگے بیان کرتے ہیں کہ:

جب حضرت صدر العلماء نے پڑھانا شروع کیا تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی علم کا سمندر ہے جو اپنے اندر چھپے ہوئے علمی جواہرات و موتی لٹاتا جارہا ہے، لگ ہی نہیں رہا تھا کہ جو شخص باقاعدہ درس گاہ میں پڑھاتا نہ ہو اور نہ بالالتزام مطالعہ کرتا ہو وہ اس بلند معیار اور خوبصورت انداز سے پڑھا سکتا ہے۔ پوری درس گاہ میں حضرت کی آواز گونج رہی تھی اور حضرت بڑے اچھوتے انداز میں ائمہ حدیث کی تحقیقات، ان کے اختلافات و دلائل، منفرد طرز استدلال، اسماے رواۃ اور متضاد روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے درس دے رہے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسند پر صدر العلماء نہیں بلکہ خود صاحب بخاری، بخاری کا درس دے رہے ہیں، اس دن معلوم ہوا کہ مولانا سید ظفرالدین نعیمی صاحب واقعی 'صدر العلماء' ہیں، یہ سلسلہ قریب ایک ہفتہ چلا، پھر منقطع ہوگیا کہ مفتی حبیب اللہ صاحب نے پڑھانا شروع کردیا۔......ہماری پوری جماعت کو اس بات کا قلق رہا کہ یہ سلسلہ اتنی جلدی کیوں ختم ہوگیا''

[شش ماہی ضرب صدرالافاضل: جولائی تا دسمبر ۲۰۱۸ء۔ ص ۳۹]

جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں بنگالی فاقہ کشوں کی طبی کفالت

۱۹۴۳ء میں جب بنگال میں قحط کا ماحول تھا۔ لوگ بھک مری کا شکار ہو رہے تھے۔ ایسے نازک حالات میں جامعہ نعیمیہ سے اعلان ہوا کہ ۵۰/ نوعمر فاقہ کش جو تعلیم پانے اور ہنر سیکھنے کے قابل ہوں جامعہ میں آجائیں۔ ان کے قیام وطعام وغیرہ کی ساری ذمہ داری جامعہ کی رہے گی۔ اور ان کی طبی کفالت مولانا میاں پوری کریں گے۔ اس تعلق سے مکمل خبر اخبار مخبر عالم مرادآباد میں شائع ہوئی، جامعہ نعیمیہ کے باب میں ملاحظہ کریں یہاں بس حضرت کے حوالے سے ایک اقتباس پیش ہے۔ ملاحظہ کریں:

''جناب مولانا مولوی حکیم ظفرالدین صاحب خلف اکبر حضرت صدرالافاضل مولانا مولوی مفتی سید الحاج محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ العالی نے اس جماعت کی طبی ضروریات کا تکفل اپنے ذمہ لے لیا ہے۔''

[اخبار مخبر عالم مرادآباد: ۱۶/ جنوری ۱۹۴۴ء ص ۸]

سنی کانفرنس میں کارکردگی

سنی کانفرنس میں صدرالافاضل کے ساتھ مل کر سنی کانفرنس کی سرگرمیوں میں کافی حصہ لیا۔ موتمر العلماء کے رکن بھی رہے۔

صدرالافاضل کی کتابوں کی طباعت واشاعت

صدرالافاضل کی تصانیف کی طباعت واشاعت آپ ہی کے ذمے تھی۔ العقائد، التحقیقات لدفع التلبیسات، نعیم ادب، اطیب البیان رد تفویۃ الایمان، القول السدید فی مسائل الختم ومعانقۃ العید، ہدایت کاملہ بر قنوت نازلہ وغیرہا کتابیں آپ نے طبع کر کے شائع کیں۔ تفصیل صدرالافاضل کی تصنیفات کے باب میں دیکھیں۔

ترجمہ کنزالایمان وتفسیر خزائن العرفان کے طباعتی حقوق کی تفویض

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کنزالایمان کی پہلی طباعت واشاعت صدرالافاضل نے خود کرائی۔ اس کے بعد کنزالایمان اور تفسیر خزائن العرفان کی طباعتی واشاعتی ذمہ داری آپ کو سونپی گئی۔ نیز ان دونوں کی طباعت واشاعت کے حقوق بھی صدرالافاضل نے آپ کو تفویض فرمائے تھے۔ اس حوالے سے صدرالافاضل کی درج ذیل تحریر ملاحظہ فرمائیں:

صدرالافاضل کی تحریر منیر

”برخوردار سعادت آثار نور نظر لخت جگر مولوی حکیم ظفرالدین احمد سلمہ المولیٰ تعالیٰ ترجمہ کلام پاک عطیہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الحاج المولوی مفتی شاہ محمد احمد رضا خان صاحب قدس سرہ مسمی کنزالایمان کو عرصہ ہوا چھاپ کر میں شائع کر چکا ہوں، جس کے تمام حقوق محفوظ ہیں۔ اب اس ترجمہ کی تفسیر مسمی خزائن العرفان جو میں نے لکھی...اور ترجمہ وتفسیر تمھارے نام سے شائع کر رہا ہوں ۔ لہٰذا ترجمہ وتفسیر مسمی کنزالایمان مع خزائن العرفان کی اجازت طباعت وہدیہ ہمیشہ کے لیے تم کو دے کر مختار کل بناتا ہوں کہ جملہ حقوق محفوظ رکھو۔ اور اس کی رجسٹری ضابطہ کرا کے اپنے نام کرالو۔ مولیٰ تعالیٰ اس ترجمہ وتفسیر سے تم کو دینی ودنیوی سرخروئی عطا فرمائے۔

محمد نعیم الدین

[دستی تحریر۔ فقیر کے پاس اصل کی کاپی محفوظ]

اس حوالے سے مفتی محمد عمر نعیمی کی تحریر بھی دستیاب ہوئی ہم اس کا نقل کرنا بھی یہاں ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں:

”میں کہ محمد عمر نعیمی ولد محمد صدیق صاحب مرحوم ساکن مرادآباد محلہ کسرول، کنزالایمان ترجمہ قرآن مجید اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرما کر **حضرت صدرالافاضل مولانا الحاج الحافظ الحکیم محمد نعیم الدین مدظلہ** کو مرحمت فرمایا۔ اور **حضرت صدرالافاضل** نے اس کو مرادآباد سے طبع فرمایا۔ میرا نام **حضرت** نے اس میں لکھ دیا تھا۔ نہ مجھے بدستور اس سے کوئی واسطہ تھا نہ اب ہے۔ **حضرت صدرالافاضل** اس کے مالک ہیں۔ **حضرت** کے حکم سے یہ تحریر مولانا حکیم ظفرالدین احمد صاحب کے لیے لکھتا ہوں کیوں کہ حضرت نے اپنی تفسیر بھی انہیں کو دی ہے۔

محمد عمر نعیمی۔ بقلم خود۔ ۳/ مارچ ۴۷ء

[دستی تحریر۔ فقیر کے پاس اصل کی کاپی محفوظ]

علاوہ ازیں صدرالافاضل نے وقت وصال آپ کو کنزالایمان کی دوسری طباعت کے سلسلے میں درج ذیل الفاظ میں نصیحت فرمائی۔

”مولانا میاں (یعنی بڑے صاحب زادے) قرآن کریم کی طباعت مکمل نہیں ہوئی ہے، تصحیح کا کام شاہ جی (مولانا معین الدین نعیمی) سے ہی مکمل کرانا، چوں کہ یہ میری طرز تحریر اور رسم خط سے خوب واقف ہو گئے ہیں۔ میں تو ان کو جو دیتا تھا یہ اپنی سعادت مندی سے لے لیتے تھے، لیکن تم ان کو ہر حال میں راضی رکھنے کی کوشش کرنا اور شاہ جی کے ساتھ گجرات سے (حضرت مولانا مفتی) احمد یار خان (صاحب نعیمی مدظلہ) کو بلا لینا، یہ دونوں تفسیر کی طباعت کی تصحیح کر لیں گے۔“ [حیات صدرالافاضل: ص۲۳۶، ۲۳۷]

آپ نے بھی کنزالایمان کی طباعت واشاعت اور اس سے متعلق تفویض کردہ حقوق کا بخوبی حق ادا کیا۔ اور آپ نے اس حق کو خود اپنے لیے مخصوص نہ رکھا بلکہ صدرالافاضل کی خواہشات قلبی اور تقاضاے پدری کے پیش نظر اپنے جملہ بھائیوں کے لیے اس حق کو عام کر دیا۔ صدرالافاضل کے نام آپ کا درج ذیل خط اسی حوالے سے ہے جو پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔ ملاحظہ کریں:

”قبلہ وکعبہ والد صاحب مدظلہ العالی۔ سلام نیاز بکمال ادب عرض ہے۔

قرآن مجید ترجمہ اعلیٰ حضرت مع تفسیر خزائن العرفان کلاً و جزاً میرے نام رجسٹرڈ ہے۔

اور جس کا میں ہر طرح مالک ہوں۔ مگر اس سے **حضرت** یہ محسوس نہ فرمائیں کہ میں اپنے بھائیوں کو کسی وقت بھی نفع سے محروم رکھوں گا۔ اگر میرے پاس چھاپنے کا انتظام نہ ہو گا تو جو بھائی چھاپنا چاہے گا میں اس کے لیے چھاپ دوں گا۔ اور اگر میرے پاس انتظام طباعت نہ ہوا تو میں ان کے لی حسب منشا کسی پریس میں آڈر دے کر چھپوا دوں گا۔ جو بھائی روپیہ لگائے گا وہ لاگت سے دوگنا روپیہ حاصل کرنے کا مستحق ہو گا۔ اس کے بعد جو نفع رہے گا اس میں چاروں بھائی

برابر شریک ہوں گے۔دوگنا روپیہ حاصل کرنے مسئلہ...... مستحق ہو گا۔اوراس کے جو بچے گا اس میں پھر چاروں بھائی برابر کے شریک ہوں گے۔اوراگر کسی وقت اخراجات زائد ہوں اور دوگنا نفع دے کر قرآن مجید کی قیمت درجہ گر جائے کہ قابل ہدیہ نہ رہے تو آپس میں طے کرنے سے جو نفع مقرر ہو گا وہ روپے والے کو دے کر باقی نفع میں چاروں بھائی برابر کے شریک ہوں گے۔

ظفر الدین احمد۔۵/ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ مطابق

[دستی خط۔فقیر کے پاس اصل کی کاپی محفوظ]

ایک مرتبہ آپ کی اجازت کے بغیر کسی نے اس ترجمہ کی طباعت وشاعت کرادی۔ظاہر ہے کہ آپ کی حق تلفی کی گئی تھی۔علاوہ ازیں ترجمہ وتفسیر اگر کوئی بھی چھاپتا تو پھر اس میں کتر بیونت کی کافی گنجائش ہو سکتی تھی اس لیے بھی اسے ہر کس وناکس کو چھاپنے دینا مناسب بھی نہیں تھا۔اس لیے آپ نے اس پر سخت کارروائی کا ارادہ فرمایا۔اوراس حوالے سے آپ نے چھوٹے بھائی حضرت علامہ اختصاص الدین نعیمی کو بذریعہ خط قانونی کارروائی کرنے کا حکم دیا۔مناسب لگتا ہے کہ وہ خط من وعن یہاں نقل کر دیا جائے تاکہ ترجمہ قرآن کی طباعت واشاعت کے حوالے سے آپ کا ذمہ دارانہ رویہ،اور مخلصانہ جذبہ محسوس کیا جا سکے۔

جان برادر برادرم سلمہ الوہاب۔وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ!

خیر وعافیت آپ کی مع تمام اعزا نیک مطلوب۔میں نہایت افسوس کے ساتھ اب یہ خط لکھ رہا ہوں کہ میں تمہارے ہر خط کا جواب دیتا ہوں لیکن آپ کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی خط نہیں ملتا۔افسوس جو خط نہیں مل پائے۔کسی طرح اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ کوئی سمجھوتہ کسی قسم کا نہ کیا جائے۔اگر ممکن ہو تو میری جانب سے فوراً دعوی دائر کردو۔اگر میری ضرورت ہو تو میں آجاؤں۔اگر بغیر میرے تم کام انجام دے سکتے ہو تو کردو۔میں رجسٹریشن کی نقول بھیج رہا ہوں۔تمہارے دعوے کے واسطے مختار نامہ بھی بھیج رہا ہوں۔صرف تم دعوی کر سکتے ہو اور کوئی سمجھوتہ کی اجازت نہیں۔اس پر میری زندگی بھر کی بربادی ہو جائے گی۔میں کسی طرح کسی قیمت پر قرآن شریف کو کسی کو نہیں دے سکتا۔جن لوگوں نے قانوناً شرعاً اپنے کو مجرم بنایا ہے اور پھر اپنے کو مولوی کہلانے کے خواہش مند ہیں خدائے تعالیٰ رحم فرمائے۔

ہمشیرہ اور حکیم صاحب کو دعائیں۔بچوں کو دعائیں۔حکیم صاحب کے یہ خط کا جواب دے رہا ہوں مگر کوئی جواب نہیں آتا۔مکان کی میر صاحب کی طرف سے دیوار گر گئی تھی جو دوبارہ از سر نو تعمیر کر دی گئی۔تمہارے بچے بفضلہٖ تعالیٰ بخیریت ہیں۔کوئی فکر کی بات نہیں۔اور سب خیریت ہے۔مولانا بھائی صاحب کی خدمت میں سلام عرض کر دینا۔اور بچوں کو دعائیں۔اوران کی والدہ صاحبہ اور گھر میں سلام۔ہمشیرہ کو حکیم صاحب کو اور تمہیں، بھاوجیں دعائیں کہتی

ہیں۔ متینہ آج کل کئی روز سے یہیں ہیں سلام سب کو کہتی ہیں۔ ان کے بچے بھی اچھی طرح قرآن شریف میں کسی سمجھوتہ کے لیے ہرگز اجازت نہیں ہے۔ تم ہائی کمشنر ہندوستان سے ملو اور معاملات سب ان کو سنا کر پرمٹ میں مدت کا اضافہ کرالو۔ امید کہ وہ میعاد بڑھادیں گے۔ اور مولانا بھائی صاحب سے عرض کر کے کسی معزز آدمی کی اگر سفارش کی ضرورت ہو میعاد بڑھانے میں تو کرالو۔ کیوں کہ وہاں تو تم نووارد ہو۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ والدعا۔

دعاگو۔ فقیر سید ظفر الدین احمد چوکی حسن خاں مراد آباد۔ ۲۲/ اگست ۵۴ء

[دستی خط۔ فقیر کے پاس اصل کی کاپی محفوظ]

مولانا میاں کو آم کے باغ کی تولیت

آپ نے فراغت کے بعد تجارت کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ اسی سلسلے میں صدر الافاضل نے آپ کو ایک آم کا باغ ہبہ فرمایا۔ جس کے ذریعہ آپ نے تجارت میں مزید ترقی فرمائی۔ ہمیں اس سلسلے میں آپ کے نام صدر الافاضل کا لکھا ہوا ہبہ نامہ ملا جس میں صدر الافاضل نے آپ کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے آم کے باغ کی زمین ہبہ کی ہے۔ یہ ہبہ نامہ غالباً ۱۲/ اگست ۱۹۴۸ء میں لکھا گیا تھا۔ اس ہبہ نامہ سے جس قدر پڑھا گیا ہم وہ یہاں نقل کرتے ہیں، تاکہ صدر الافاضل کی مولانا میاں پر نواشات، خوش اعتمادی اور شفقت پدری کا بھی بخوبی اندازہ ہو جائے۔

”میں **محمد نعیم الدین** ابن مولوی محمد معین الدین صاحب نزہت مرادآبادی، **قوم سید** ساکن مراد آباد محلہ چوکی حسن خان اقرار واثق کرتا ہوں کہ میرے فرزند اکبر مولوی حکیم محمد ظفر الدین احمد سلمہ المولیٰ تعالیٰ متولی جامعہ نعیمیہ و برقی پریس مراد آباد، مجسمہ اخلاق و مزین جمیع خوبی و خصائل...... فرماں بردار اور غم گسار ہیں۔ انہوں نے علوم عربیہ سے فارغ التحصیل ہو کر تجارت کی طرف توجہ دی اور اپنا مشغلہ طبابت رکھا۔ بفضلہٖ تعالیٰ تھوڑے عرصہ میں شان دار کامیابی حاصل کی۔ میں اوائل عمر سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ موصوف کو باغ انبہ سے بہت ذوق ہے۔

چناں چہ تخمیناً بیس سال کا عرصہ ہوا میں نے آراضیات مفصلہ ذیل.... ان کو ہبہ کر کے باغ لگانے کے لیے دے دیے۔ چناں چہ نور بصر موصوف نے اپنے ذاتی ہبہ کردہ روپیہ سے باغ انبہ و آم.... نصب کیا۔ اور قیمت قلمہائے و خدمت و حفاظت باغ کے لیے جذبہ شوق میں کثیر رقم جمع کر دی۔ چوں کہ آراضیات ذیل میں کثیر آارضی زیر آب ہے اس لیے اس کے جزوی حصہ میں باغ نصب ہو سکا ہے۔ اور اب تک برابر زیر خرچ ہے۔ آرضیات موہوبہ سے مقر کی کوئی قابل ذکر آمدنی نہ تھی۔ اور اب باغ نصب ہو جانے کی حالت میں بھی باوجود........................ الخ۔“

[سرکاری ہبہ نامہ۔ فقیر کے پاس اصل کی کاپی محفوظ]

اہل سنت برقی پریس کی تولیت مولانا میاں کے نام

صدرالافاضل نے اپنا قائم کردہ اہل سنت برقی پریس، جو جامعہ نعیمیہ کے نام وقف کردیا تھا اور خود اس کے متولی تھے ۱۹۳۴ء میں آپ کو اس پریس کا متولی بنادیا تھا۔ اور اس تعلق سے ایک سرکاری تولیت نامہ بھی تیار فرمایا تھا، جس میں اس پریس کے حوالے سے کچھ اہم باتیں تحریر ہوئیں، جیسے اس پریس میں کیا کیا ہے؟ اور اس کا کس طرح استعمال کرنا ہے؟ اس کی آمدنی کا کس قدر حصہ کہاں استعمال کرنا ہے؟ اور بہت سی مفید و کارآمد نصیحتیں۔ ہم وہ تولیت نامہ یہاں نقل کررہے ہیں تاکہ یہ اہم دستاویز باقاعدہ محفوظ ہوجائے۔ اور مولانا میاں کے حوالے سے صدرالافاضل کی خوش اعتمادی کا بھی اندازہ ہوجائے۔ ملاحظہ کریں:

"اقرار معتبر کرتا ہوں میں **محمد نعیم الدین** خلف مولوی محمد معین الدین صاحب مرحوم ساکن مرادآباد محلہ حوکی حسن خاں متولی اہل سنت برقی پریس مرادآباد بحالت صحت نفس وثبات عقل وبدرستی ہوش وحواس خمسہ اپنے کے آں کہ کارخانہ اہل سنت برقی پریس جو احاطہ مدرسہ اہل سنت والجماعت محلہ شیش محل بازار دیوان میں واقع ہے اور اس میں ایک پرنٹنگ مشین جس کا پیمانہ بائیس (۲۲) و چھتیس (۳۶) ہے۔

اور ایک آہنی پریس اور ایک پریس اور دو (۲) بیڑا اور ایک گرنڈنگ مشین اور دس (۱۰) المیونیم پلیٹ اور چودہ (۱۴) پتر و رول وغیرہ و دیگر ضروری سامان پر مشتمل ہے جن سب کو میں نے خرید کر مدرسہ اہل سنت والجماعت کے لیے وقف کیا ہے اور اب میں اس پر متولیانہ قابض ومتصرف ہوں اور ہر قسم کے تصرفات تبدیل وبیع واضافہ وتغیرات وغیرہ کا بے مزاحمت احدے ہر قسم کا اختیار رکھتا ہوں، بہ سبب کثرت مشاغل بطوع رغبت خود اپنے لائق فرزند مولوی ظفرالدین احمد صاحب سلمہ کو بجائے اپنے متولی قائم کرتا ہوں۔ اور جملہ اختیارات متولیانہ ان کو تفویض کرتا ہوں۔

متولی موصوف پر لازم ہوگا کہ وہ کارخانہ کو کامیاب اور نافع بنانے کے لیے پوری سعی عمل میں لائیں۔ اور اس کی آمدنی سے پہلے کارخانہ کی ضروریات اور اسی کے متعلق سامان بڑھانے میں خرچ کریں اور اس کی مرمت ودرستی کریں۔ اس کے بعد جو کچھ باقی بچے اس کا ایک ثلث قابل اطمینان طریقہ پر جمع کرتے رہیں، جو مشین کا سامان بڑھانے اور اس کی ترقی دینے یا عندالضرورت مشین بدلنے کے وقت کارآمد ہو۔ اور دو (۲) تہائی منافع مدرسہ اہل سنت کے صرف میں لاتے رہیں۔ لیکن میرے زمانہ حیات میں اگر کسی مشین کو فروخت کرنے کی ضرورت پیش آئے تو متولی موصوف کو مجھ سے مشورہ کرنا اور میری تحریری رائے حاصل کرنا ضروری ہوگا، بغیر اس کے بیع ناجائز سمجھی جائے گی۔

بعد میرے وہ با اختیار خود بیع کرسکتے ہیں، مگر بیع کرنے سے قبل انہیں کسی دوسری مشین کا معاملہ کرلینا اور معاہدہ بیع کی تکمیل کرلینا ضروری ہوگا۔ اور بعد بیع فوراً دوسری بہتر مشین خرید کر داخل کارخانہ موقوفہ کرنی لازم ہوگی۔ اور..... پتر وغیرہ بقدر ضرورت بہم نہ پہنچیں اس وقت تک مشین کا کل منافع پتر وغیرہ سامان کے بڑھانے میں صرف کرنا جائز

ہو گا۔ مجھے اپنے زمانہ حیات میں اختیار ہو گا کہ میں جب چاہوں متولی موصوف سے کام نکال کر اپنے قبضہ وانتظام میں لے لوں ۔ بعد مرے وہ متولی مستقل ہوں گے اور کسی کو ان سے کسی مزاحمت کا حق نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اورانہیں وقف کی حسن خدمات انجام دینے کی توفیق دے۔ لہٰذا یہ چند کلمے بطور تولیت نامہ لکھ دیے کہ سند ہو کر وقت ضرورت کے کام آئیں۔ فقط۔

تولیت نامہ ہٰذا بمقام مرادآباد بتاریخ پانچ اکتوبر سن انیس سو چونتیس عیسوی۔ (۵/ اکتوبر ۱۹۳۴ء)
باقرار مقر بقلم محمد باسط علی کاتب تحریر ہوا۔
نوٹ پرت اول آٹھویں سطر میں (تغیرات) کا الف پُر قلم اس کے نیچے سیاہی کا داغ ہے۔ اور پرت دوم کے سطر دو میں (کا) پر قلم ہے۔

العبد محمد نعیم الدین عفی عنہ۔ بقلم خود

گواہ: محمد باسط علی کاتب بقلم خود

مولوی نعیم الدین پیشہ طبابت ولد مولوی معین الدین صاحب قوم سید ساکن محلہ چوکی حسن خاں شیدی سرائے دفتر رجسٹرار مرادآباد میں آج تاریخ ۹/ اکتوبر ۱۹۳۴ء...... پیش کی۔
انگریزی دستخط۔ رجسٹرار۔

محمد نعیم الدین۔

تکیل دستاویز ہٰذا سے **مولوی نعیم الدین صاحب مذکورۃ الصدر** نے اقبال کیا۔ اور شناخت محمد عمر ولد محمد صدیق شیخ پیش ملازمت ساکن محلہ کسرول و قاضی احسان الحق پیشہ ملازمت ولد قاضی امیر الحق قوم شیخ ساکن محلہ بازار دیوان شہر مرادآباد نے کی۔ المرقوم۔ ۹/ اکتوبر ۱۹۳۴ء۔
رجسٹرار کی دستخط انگلش۔

محمد نعیم الدین

گواہ: محمد عمر بقلم خود۔ گواہ: قاضی محمد احسان الحق بقلم خود۔ نشانات انگوٹھے بوجہ اعزاز درگزر کیا گیا۔
[دستی سرکاری تولیت نامہ: اصل کی کاپی محفوظ]

مولانا میاں کے نام صدر الافاضل کے گرامی نامے

چوں کہ صدر الافاضل تبلیغی دوروں کے سبب اکثر سفر میں رہتے تھے۔ اس درمیان مدرسے و گھر کے ضروری

معاملات کے سلسلے میں تاج العلماء یا آپ کے نام خط ارسال فرماتے رہتے تھے۔ اور آپ بھی خط و کتابت کے ذریعے صدر الافاضل سے رابطے میں رہتے تھے۔ صدر الافاضل کی طرف سے آپ کے نام تین خطوط ہمیں دستیاب ہوئے۔ خطوط میں ذاتی، گھریلو معاملات، مدرسے وغیرہ کے تعلق سے ضروری باتیں، کچھ ادھورے کاموں کی تکمیل کا حکم اور ضروری نصیحتیں تحریر ہیں۔

ہم نے تینوں خط مکتوبات و مراسلات کے باب میں نقل کر دیے ہیں، وہیں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

رہنمائے ملت سید اختصاص الدین نعیمی

تعارف

۱۳۳۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ تاریخی نام "روض الدین مصطفیٰ" ۱۳۳۰ھ۔ تجویز ہوا۔
ابتدائی کتابیں والد گرامی اور تاج العلماء سے پڑھیں۔ بعدہ جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا اور فضیلت تک کی تعلیم وہیں سے حاصل کی۔ ۱۹۳۹ء میں سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔
۱۹۴۹ء میں سفر حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ سفر حج سے واپسی پر مدیر اخبار دبدبہ سکندری رامپور نے آپ کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔ اخبار کی خبر ملاحظہ ہو:
"ہم کمال مسرت و شادمانی سے اپنے محترم فاضل جلیل حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد اختصاص الدین احمد صاحب نعیمی صاحبزادہ دوم **حضرت قبلہ صدر الافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کو فریضہ حج اور حضوری بارگاہ عالم پناہ سرکار مدینہ روحی فداہ سے فائز کر مع الخیر مراجعت وطن پر ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں۔ مولائے کریم صاحبزادہ نامدار کو یہ غیر فانی عزت طیبہ مبارک فرمائے۔ اور ہر مسلمان کو اس نعمت عظمیٰ و دولت کبریٰ سے مالا مال کرے۔"
[اخبار دبدبہ سکندری: یکم دسمبر ۱۹۴۹ء۔ ص ۳]

آپ نے پوری زندگی مذہب و مسلک کی تبلیغ اور تعلیمات اسلامیہ کی نشر و اشاعت میں گزاری۔ افسوس کہ ہمیں آپ کے تفصیلی حالات دستیاب نہ ہو سکے۔
البتہ ہم یہاں اخبار دبدبہ سکندری سے آپ کے ایک دورے کی خبر نقل کرتے ہیں تاکہ اس خبر کے ملاحظہ سے قارئین، شہزادہ صدر الافاضل کی تبلیغی خدمات اور ان کے تبلیغی دوروں کا اندازہ کر سکیں۔ ملاحظہ کریں:

نور نظر حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کا تبلیغی دورہ

ہمیں یہ معلوم کر کے بے اندازہ مسرت حاصل ہوئی کہ حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء جناب مولانا مفتی حافظ حکیم الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور نظر اور سجادہ نشین حضرت جناب مولانا مولوی سید حکیم شاہ محمد اختصاص الدین احمد صاحب نعیمی دامت برکاتھم نے مذہب حقہ اہل سنت و جماعت کی نصرت و حمایت اور شکستہ دلاں وابستگان خاندان نعیمی کی دل جوئی و تسلی کے لیے تبلیغی سلسلہ شروع فرما دیا۔ اگرچہ حضرت اس سے پہلے متعدّد تبلیغی سلسلے کے سفر فرما چکے ہیں مگر سفر ہذا جس کا ہم تذکرہ اس وقت لکھ رہے ہیں اپنی

نوعیت کا خاص سفر ہے۔

چناں چہ اطلاع ہے کہ حضرت ۲۸/ فروری کو عزم سفر فرما کر یکم مارچ کو اعظم گڑھ تشریف فرما ہوئے۔ اور مولانا غلام معین الدین صاحب عرف مخدوم میاں نعیمی سعادت ہمسفری سے بہرہ ور ہوئے۔ ۲/ مارچ کو محلہ پہاڑی پورہ شہر اعظم گڑھ میں باستدعاے اہالیان شہر شب کو بعد عشاء جلسہ مبارکہ موسومہ میلاد شریف منعقد ہوا۔ اولاً مولانا غلام معین الدین صاحب نعیمی کی تقریر ہوئی بعدہ محترم سجادہ نشین صاحب موصوف نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ نہایت بسیط ناصحانہ ملفوظات طیبات سے حاضرین کی سامعہ نوازی فرمائی۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے صلوۃ وسلام پر جلسہ ختم کیا گیا۔

۳/ مارچ کو عزم سفر کچھوچھہ مقدسہ فرمایا۔ یہاں حضرت کا قیام زبدۃ الاماثل حضرت محدث اعظم ابوالمحامد سیدنا الحاج جناب قبلہ سید محمد صاحب اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی کے کاشانہ اقدس میں ہوا۔ ۳،۴/ مارچ کو قیام فرما رہ کر بہرائچ شریف عزم فرمانے والے تھے اور وہاں سے جلسہ سالانہ مدرسہ انوار العلوم تلشی پور ضلع گونڈہ میں تشریف ارزانی کا پروگرام ہے، جو ۶،۷،۸/ مارچ کو ہونے والا تھا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ عزوجل حضرت کو خدام خاندان نعیمی کے لیے نمونہ حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ بنائے اور سب کو استقامت واستطاعت خدمت دین وملت اہل سنت کی نعمت میسر فرمائے۔ ہم ایک بار پھر ان تمام سفروں میں مولانا مخدوم میاں صاحب نعیمی زاد عرفانہ کا حضرت کی خدمت گزاری کرنا اپنے لیے نہایت مسرت کا موجب تصور کرتے ہیں اور ان خدمات کے لیے سنی پریس کی جانب سے مولانا کو مبارک باد دیتے ہیں۔"

[دبدبہ سکندری رامپور، ۱۲/ مارچ ۱۹۴۹ء ص ۴]

جامعہ نعیمیہ سے سند ودستار فضیلت

جامعہ نعیمیہ میں صدرالافاضل اور دیگر اساتذہ جامعہ نعیمیہ سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ برادر گرامی علامہ ظفرالدین نعیمی کے ساتھ فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۹/ شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ مطابق ۳/ اکتوبر ۱۹۳۹ء بروز منگل جامعہ نعیمیہ میں دستار بندی ہوئی۔

ترجمہ کنزالایمان وتفسیر خزائن العرفان کی طباعت واشاعت

صدرالافاضل کی کئی کتابیں آپ نے طبع کرا کے شائع کیں۔ علاوہ ازیں ترجمہ کنزالایمان وخزائن العرفان بھی طبع کرا کے شائع کیا۔ تیسری مرتبہ ترجمہ وتفسیر کی طباعت کے حوالے سے اخبار الفقیہ کی دو طویل خبروں سے اقتباسات پیش ہیں:

"یہ ترجمہ وتفسیر یکجائی طبع ہو رہے ہیں بین السطور ترجمہ اور حاشیہ پر تفسیر ہے۔ شہر مرادآباد مکتبہ نعیمیہ بازار

دیوان مولوی اختصاص الدین احمد سے طلب کرنے پر مل سکتا ہے بڑی تقطیع عمدہ کاغذ پر نہایت خوش خط اور واضح چھپا ہے۔ کتابت وطباعت بھی قابل تعریف ہے فی الحال اس کا ہدیہ مبلغ ۲۱: روپیہ ہے ممکن ہے کاغذ کی روز افزوں گرانی ہدیہ کو زائد کردے۔

ایڈیٹر الفقیہ

[الفقیہ، ۲۱، ۲۸/مئی ۱۹۴۳ء سرورق]

اور ایک اشتہار میں آپ خود لکھتے ہیں:

"یہ قرآن مجید تیسری مرتبہ نہایت خوش خط بڑی تقطیع ۲۶+۲۰۔۴۔ پر چھپا ہے۔ بہتر کاغذ لگایا گیا ہے۔ باوجود کاغذ کی انتہائی گرانی اور نایابی کے ہدیہ بہت ہی مناسب رکھا گیا ہے۔ مکتبہ نعیمیہ مرادآباد سے طلب فرمائیے۔"

[الفقیہ: ۷، ۱۴/جون ۱۹۴۳ء ص۱۱]

اس حوالے سے مزید تفصیل صدرالافاضل کی تصانیف کے باب میں ملاحظہ کریں۔

صدرالافاضل کی آمدنی وخرچ کا حساب کتاب

صدرالافاضل نے اپنی آمدنی وخرچ کے حساب کتاب کی ذمہ داری آپ کو سونپ رکھی تھی۔ فقیر نے جب آپ کی ذاتی ڈائری دیکھی تو حیرت ہوئی کہ ایک ایک پائی کا حساب لکھا ہوا ہے۔ ہم پوری ڈائری تو پیش نہیں کرسکتے البتہ صدرالافاضل کے خرچ اور وصولیابی وغیرہ کے حوالے سے دوچند حوالے پیش کیے دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"آج حضرت والد صاحب کو ۸۰/ روپے حاضر کیے کچھوچھہ شریف جاتے وقت۔

۲۵/ محرم ۸/ اپریل ۳۷ء

"آج مورخہ ۲۲/ نومبر ۱۹۳۸ء کو حضرت والد نے ۱۰۰/ روپے کا بیمہ وصول فرمایا۔"

حضرت والد صاحب نے بیت اللہ شریف جاتے وقت جس کا حساب پرچہ پر درج ہے۔"

آج مورخہ ۲۱/ فروری ۳۹ کو میں نے حضرت کی خدمت میں حاضر کیے ۲۸۰۔ روپے اس میں ۲۰۰۔ روپے سید صاحب کے ہیں جو آج ہی بیمہ وصول ہوا تھا۔

۲۷/ فروری کو والد صاحب کو ۲۵۔ روپے حاضر کیے۔" اس طرح کی بہت سی تحریریں موجود ہیں مگر ہم انہیں پر اکتفا کرتے ہیں۔ نیز صدرالافاضل کی جانب سے رقم کی وصول یابی کے حوالے سے دوچند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

۵/ جون ۴۷ء مبلغ ایک ہزار روپے منجملہ چار ہزار روپیہ بقیہ بابت ہدیہ قرآن مجید سفید برخوردار مولوی

اختصاص الدین سلمہ سے وصول پائے۔اب اس میں ان کے ذمہ تین ہزار روپے باقی رہے۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

۱۰ر مئی ۴۸ء کو برخوردار مولوی اختصاص الدین سلمہ نے ایک ہزار روپے دیے اب ان کے ذمہ قرآن مجید سفد سے متعلق دو ہزار روپیہ باقی ہے۔

محمد نعیم الدین ۱۲ر جون ۴۸ء

۱۷ر نومبر ۴۵ء بابت جملہ مصارف بیماری ولد ظفر الدین و مصارف فاتحہ و مصارف خانہ و پارچہ جات اطفال وغیرہ اب اختصاص کی کوئی رقم ہمارے ذمہ باقی نہیں رہی۔بالا طریقہ پر اختصاص الدین سلمہ سے وصول ہوئے۔باقی مبلغ ایک ہزار تین سو چودہ روپے اختصاص سلمہ سے وصول پائے اس وقت تک کا حساب بالکل بے باق ہوا۔۵ر فروری ۱۹۴۷ء مبلغ دو ہزار روپے منجملہ چھ ہزار روپے بابت ہدیہ قرآن مجید سعد برخوردار اختصاص الدین سلمہ سے وصول پائے۔

محمد نعیم الدین

عرس صدرالافاضل میں آپ کا اہتمام

صدر الافاضل کے وصال کے بعد سے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا میاں ظفر الدین نعیمی اور آپ ہر سال پابندی کے ساتھ عرس کی رسم ادا فرماتے تھے۔ہم یہاں آپ کی طرف سے شائع کردہ عرس نعیمی کا ایک پوسٹر نقل کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

”**حضرت فخر الاماثل استاد العلماء آفتاب معرفت ماہتاب طریقت صدرالافاضل مولانا الحاج سید شاہ محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہ العزیز،** کا عرس شریف بتاریخ ۱۶،۱۷،۱۸ر ذی الحجہ مطابق ۱۵:۱۶:۱۷ر جولائی ۱۹۵۷ء منعقد ہوگا۔لہٰذا بروز منگل و بدھ نہایت خلوص سے ملتجی ہوں کہ تمام متوسلین معتقدین مریدین سنی حضرات عرس شریف میں شرکت فرماکر حضرت علیہ الرحمہ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوں اور فقیر کو مرہون منت بنائیں۔

نظام الاوقات

۱۶ر ذی الحجہ بعد فجر تا ۹ بجے تلاوت قرآن و قل بعدہ نعت شریف تا وقت مناسب، بعد عصر نعت شریف بعد عشاء تقاریر علمائے کرام۔

۱۷ر ذی الحجہ بعد نماز فجر تلاوت قرآن کریم ۹ بجے تک۔بعدہ نعت شریف ۱۲ر تک۔بعد عصر نعت شریف۔

بعد مغرب وحلقہ بعد عشاء تقاریر علمائے کرام۔۱۸/ ذی الحجہ بعد فجر تلاوت قرآن کریم تا۹/ بجے بعدہ تقاریر علمائے کرام بعد عصر نعت شریف بعد مغرب وحلقہ بعد عشاء تقاریر علمائے کرام۔۱۲/ بج کر۲۲منٹ پر قل شریف۔

المکلف: فقیر محمد اختصاص الدین نعیمی سجادہ نشین آستانہ عالیہ نعیمیہ بازار دیوان مرادآباد یوپی واظہار الدین نعیمی)

[اشتہار، کتبہ تجمل حسین خوشنویس محلہ مفتی ٹولہ، مطبوعہ ناظم پریس رام پور]

اولاد امجاد

آپ کے گھر دو بیٹوں کی پیدائش ہوئی۔

① رضوان ملت حضرت مولانا سید رضوان الدین نعیمی

② عرفان ملت حضرت مولانا سید عرفان الدین نعیمی

وفات

۲۱/ ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۷/ اگست ۱۹۸۷ء بروز پیر بوقت صبح چھ بج کر دس منٹ پر جامعہ نعیمیہ میں آپ کی قیام گاہ پر ہوئی۔ قاری عبد اللطیف سیکری شریف، نے نماز جنازہ پڑھائی۔

سید ظہیر الدین نعیمی

آپ صدر الافاضل کے تیسرے نمبر کے صاحبزادے ہیں۔ ۱۹۳۱ء میں پیدائش ہوئی۔ جامعہ نعیمیہ کے رجسٹر کے مطابق ۹/ فروری ۱۹۴۲ء کو درجہ (ب) میں داخلہ ہوا۔ داخلہ نمبر ۹۷۸۔ درج ہے۔ ۳۰/ جون ۱۹۴۴ء کو مدرسہ کی تعلیم چھوڑ دی۔ رجسٹر میں جنوری ۱۹۴۹ء اور مئی ۱۹۵۰ء میں پھر داخلہ کا ذکر ہے۔ آپ کی تعلیم کب مکمل ہوئی اس کا ذکر کہیں نہیں ملا۔ آپ بعد میں پاکستان چلے گئے۔ افسوس آپ کے حالات زندگی دستیاب نہیں ہوئے۔

سید اظہار الدین نعیمی عرف حنفی میاں

صدر الافاضل کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا سید اظہار الدین نعیمی عرف حنفی میاں کی پیدائش ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ جامعہ نعیمیہ کے داخلہ رجسٹر کے حساب سے ۸/ جون ۱۹۴۰ء کو ۸۔ سال کی عمر میں حفظ قرآن کے لیے جامعہ نعیمیہ میں آپ کا داخلہ ہوا۔ البتہ تعلیم کا انتظام گھر پر ہی کیا گیا تھا۔ ۸/ جولائی ۱۹۴۴ء کو حفظ قرآن کی تکمیل ہوئی۔ جامعہ نعیمیہ کے رجسٹر میں آپ کا داخلہ نمبر ۲۷۷۔ درج ہے۔ اور جامعہ نعیمیہ کے رجسٹر کے مطابق یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ ۱۵، سال کی عمر میں درجہ اول فارسی میں داخلہ ہوا۔ رجسٹر میں ۳۰/ مارچ ۱۹۵۲ء کو سنبھل جانے کا ذکر ہے۔ فضیلت کی تکمیل، کہاں اور کب ہوئی اس کی تفصیل دستیاب نہیں ہوئی۔ آپ نے دنیاوی تعلیم بھی حاصل کی۔ فن طب بھی سیکھا اور اسی کو ذریعہ معاش بنایا۔ آپ نے تینے بیٹے چھوڑے۔

① مولانا سید ہاشم نعیمی
② سید ناصر الدین نعیمی
③ سید جمال الدین نعیمی

۱۳/ محرم ۱۴۳۰ھ مطابق جنوری ۲۰۰۹ء کو وفات پائی۔ جامعہ نعیمیہ میں اپنے جد امجد اور والد ماجد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

صاحبزادیاں

صدر الافاضل کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادیاں عطا فرمائی تھیں۔ اس وقت تک چاروں صاحبزادیاں وصال فرما چکی ہیں۔ نام حسب ذیل ہیں:

اولاد اناث

جنابہ سیدہ نفیسہ خاتون علیہا الرحمہ

جنابہ سیدہ متینہ خاتون علیہا الرحمہ

دو چھوٹی بیٹیاں چوں کہ ابتدائی دور میں ہی انتقال فرما گئی تھیں اس لیے ان کا نام محفوظ نہیں رہا۔ ان دونوں بیٹیوں کا انتقال ۱۹۲۸ء میں طاعون کی وجہ سے ہوا تھا۔

دو چھوٹی بیٹیاں مرض طاعون کے سبب ۲۱، ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں ہی انتقال فرما گئی تھیں۔ صدر الافاضل علی پور شریف حاضر تھے اس لیے تدفین میں شریک نہ ہو سکے۔

ماہنامہ السواد الاعظم میں اس المناک حادثے کو قدرے تفصیل سے ”حادثہ فاجعہ“ کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

حادثہ فاجعہ

ماہ ذی القعدہ ۱۳۴۶ھ کی ۲۱، و۲۳ تاریخیں نہایت دردانگیز گزریں، جن میں **سیدی مولائی صدر الافاضل حضرت مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم** کی دو صاحبزادیوں نے دو روز مبتلائے طاعون رہ کر دار ناپائے دار سے رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شی عندہ باجل مسمیٰ،

حضرت صدر الافاضل مدظلہ ۱۸/ ذیقعدہ کو علی پور شریف روانہ ہوئے مکان پر سب بخیریت چھوڑا صاحبزادیوں کو کسی طرح کی کوئی شکایت نہ تھی۔ ۲۰، ذیقعدہ کو قریب مغرب صاحبزادہ بلند اقبال مولانا ظفر الدین صاحب سلمہ کا تار پہنچا جس میں انہوں نے ہمشیرہ کی علالت کی اطلاع دی تھی مگر اس وقت سے صبح دس بجے تک علی پور سے کوئی گاڑی نہ چلتی تھی نہ موٹر وغیرہ کا کوئی راستہ تھا۔ بمجبوری شب علی پور گزار کر صبح روانہ ہوئے اور ۲۲/ ذیقعدہ کو صبح پانچ بجے میل سے مراد آباد پہنچے۔ مگر صاحبزادی صاحبہ کا انتقال ۲۱ تاریخ کو ہو چکا تھا اور بعد انتظار شب میں انہیں دفن کیا جا چکا تھا۔

اولاد کا صدمہ اور پھر اس طرح کہ صحیح وسالم چھوڑا ہو اور شرکت جنازہ تک نہ ملے کس قدر عظیم ہے۔ ان صاحبزادی کے انتقال کے وقت ہی ان کی چھوٹی بہن کو بخار آ گیا۔ گلٹ نمودار ہو گئی۔ دو دن یہ بھی بیمار رہ کر ۲۳/ ذیقعدہ

کوراہی جنت ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو زادآخرت بنائے اور حضرت صدر الافاضل مدظلہ اور جمیع متعلقین کو صبر واجر عنایت کرے۔ اور سب کو اپنے حفظ وامان میں صحیح وسلامت رکھے۔ ان صاحبزادیوں کی علالتوں کے زمانے میں محبین ومخلصین اور اطبا نے کمال ہمدردی کی اور علاج وتدبیر میں انتہائی جدوجہد عمل میں لائے۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ اجر عنایت کرے۔ اور ہم ان کے ممنون ومشکور ہیں۔ خاص کر حکیم مولوی ابرار صاحب جو امروہہ کے مشہور خاندانی طبیب ہیں آپ نے علاج میں بہت کوشش کی اور اپنا مطب چھوڑ کر صاحبزادیوں کے علاج کے لیے موجود رہے۔ اپنی نگرانی میں دوائیں بنواتے، بار بار ملاحظہ کرتے، ان کی محبانہ عنایتوں کا دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ بکثرت حضرات تعزیت کے لیے پہنچے اور برابر تعزیتی خطوط آرہے ہیں۔ ان تمام صاحبوں کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

خدا کا فضل ہے کہ اب مرادآباد میں طاعون کی شکایت بہت ہی کم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بلا کو دفع فرمائے اور اپنے بندوں پر کرم فرمائے۔"

[السواد الاعظم ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ ص ۱۲، ۱۳]

نبائرگرامی

آپ کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کے یہاں کئی بیٹے اور بیٹیاں تولد ہوئیں۔ یہاں سب کی تفصیل مشکل ہے اس لیے ہم بس یہاں آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا میاں کے صاحبزادے فدائے ملت مولانا مظفرالدین نعیمی اور رہنمائے ملت مولانا اختصاص الدین نعیمی کے صاحبزادے رضوان ملت مولانا سید رضوان الدین نعیمی کے حالات قلم بند کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

فدائے ملت سید مظفرالدین نعیمی

آپ شہزادہ صدرالافاضل مولانا میاں سید ظفرالدین نعیمی کے دوسرے نمبر کے صاحبزادے ہیں۔ ۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۲/ دسمبر ۱۹۴۲ء بروز منگل، مرادآباد محلہ چوکی حسن خاں میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ جدامجد حضور صدرالافاضل نے آپ کا اسم گرامی "مظفرالدین" تجویز فرمایا۔ حسب دستور وقت مقررہ پر رسم بسملہ ادا کی گئی۔

زبان میں لکنت اور صدرالافاضل کے پان کی برکت

بچپن میں آپ کی زبان میں لکنت تھی۔ بولتے تھے مگر صاف نہیں بول پاتے تھے۔ صدرالافاضل نے آپ کو اپنے منہ سے پان نکال کر کھلادیا پان کے پس خوردہ کی یہ برکت ہوئی کہ اسی دن سے زبان کی لکنت دور ہو گئی اور زبان خوب صاف ہو گئی۔ یہ واقعہ خود آپ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے آپ خود فرماتے ہیں:

"جب میں چھوٹا تھا تو میری زبان میں لکنت تھی۔ ایک بار جب میں کچھ بولنا چاہ رہا تھا تو ہکلا کر بول رہا تھا، **تو دادا جان سرکار صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** نے مجھے اپنے پاس بلایا اس وقت آپ پان کھا رہے تھے۔ اپنے منہ سے پان نکال کر میرے منہ میں ڈال دیا۔ پھر کیا تھا۔ اس دن سے میری لکنت دور ہو گئی اور میں صاف صاف بولنے لگا" آپ نے مزید فرمایا کہ: "میرے والد گرامی حضرت علامہ سید ظفرالدین علیہ الرحمہ نے مجھے اس واقعہ کی خبر دی۔"

[حیات حضور فدائے ملت: ص ۱۳]

جامعہ نعیمیہ وغیرہ مدارس میں تحصیل علم و فراغت

جامعہ نعیمیہ کے داخلہ رجسٹر کے مطابق آپ ۲۵/ جنوری ۱۹۴۹ء کو سات سال کی عمر میں قاعدہ بغدادی پڑھنے کے لیے جامعہ میں داخل ہوئے۔ آپ کا داخلہ نمبر ۱۵۲۷ درج ہے۔ ۲۸/ جنوری ۱۹۵۳ء کو جامعہ نعیمیہ سے کسی دوسرے مدرسے میں غالباً جامعہ کی کسی شاخ میں داخل کیے گئے۔ اور پھر ۱۱/ اپریل ۱۹۵۳ء کو جامعہ نعیمیہ میں حفظ

قرآن کے لیے دوبارہ داخلہ لیا۔ داخلہ نمبر ۱۸۳۵۔ لکھا ہوا ہے۔ چند ماہ بعد مدرسہ فلاح دارین میں داخل ہوئے اور وہیں حفظ مکمل کیا۔ آپ نے حفظ کی تکمیل کب فرمائی اور جامعہ نعیمیہ میں آپ کی دستار فضیلت کس سن میں ہوئی اس کی تفصیل دستیاب نہیں ہوئی۔ آپ نے مسلم یونیورسٹی سے انٹرمیڈیٹ کا کورس کیا اور فن طب لکھنؤ میں سیکھا۔

صدرالافاضل سے شرف بیعت

بچپن ہی میں آپ اپنے جدامجد سے مرید ہوئے۔ اورآپ کی آغوش محبت میں خوب تربیت پائی۔ خلافت اپنے والدماجد سے حاصل کی۔ والدگرامی کے وصال کے بعد خانقاہ نعیمیہ کے سجادہ نشین قرار پائے۔

خدمات

آپ نے اپنے جدامجد کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے خوب تبلیغی خدمات انجام دیں۔ مذہبی وملی سیاسی وسماجی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ بنگال کے علاقے میں کئی دینی مدارس قائم کیے۔

وصال

۳؍رجب المرجب ۱۴۲۱ھ ۴؍اکتوبر ۲۰۰۰ء میں آپ کا وصال ہوا۔ اسلام پور، دبراجپور، بیر بھوم بنگال جہاں آپ اپنے والدماجد کے حکم سے تبلیغی سرگرمیوں کے سبب مقیم ہو گئے تھے۔ وہیں تدفین عمل میں آئی۔

باقیات

آپ کے یہاں چھ بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ صاحبزادگان گرامی کے نام یہ ہیں:

۱. مولانا سید عظیم الدین نعیمی عرف محمد میاں۔ آپ خانقاہ نعیمیہ آسنسول بنگال، کے موجودہ سجادہ نشین ہیں۔
۲. مولانا سید نظام الدین نعیمی عرف نجم میاں۔ نائب سجادہ نشین۔
۳. سید فہیم الدین احمد نعیمی
۴. مفتی سید بختیار الدین احمد نعیمی عرف شبلی میاں فاضل جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔
۵. سید شہاب الدین احمد نعیمی
۶. سید فرحت الدین احمد نعیمی عرف سعد میاں

رضوان ملت مولانا سید رضوان الدین نعیمی

نبیرہ صدر الافاضل شہزادہ رہنمائے ملت رضوان ملت حضرت مولانا سید رضوان الدین نعیمی ۱۹۴۷ء کی ولادت ۱۹۴۷ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی کی۔ درس نظامی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ اکرم العلوم لال مسجد میں کی اور پھر دورہ حدیث تک کی کتابیں جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں پڑھیں۔ ۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ مطابق ۲ر اکتوبر ۱۹۷۱ء کو دستار فضیلت ہوئی۔ ۱۴ر ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۹ر دسمبر ۱۹۷۴ء بروز اتوار حکیم حافظ حامد علی مرادآبادی کی دختر نیک اختر سے شادی ہوئی۔

۱۹۹۵ء میں حج مقبول وزیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ والد گرامی سے شرف بیعت وخلافت حاصل کیا۔ خانقاہ نعیمیہ کو خوب فروغ دیا۔ بہت سی مذہبی وقومی خدمات انجام دیں۔ بے شمار مریدین اور بہت سے نامور خلفا چھوڑے۔ صوفیانہ ودرویشانہ طرز پر زندگی بسر کی۔ خدمت خلق کا پیشہ اپنایا۔ تاحیات مذہب ومسلک کی ترویج واشاعت کرتے رہے۔

آپ کے یہاں چار بیٹوں کی پیدائش ہوئی۔ نام درج ذیل ہیں:

① **سید انعام مصطفیٰ منعم نعیمی موجودہ سجادہ نشین خانقاہ نعیمیہ مرادآباد**

② سید محمد شبیہ الدین نعیمی

③ سید نعیم الدین نعیمی

④ سید غلام حیدر نعیمی

۲۱ر ربیع الاول شریف ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۸ر مارچ ۲۰۰۹ء جمعرات کے دن، رات کو ۹ر بج کر ۳۰ منٹ پر وصال ہوا۔ جامعہ نعیمیہ کے اندر والد گرامی کے پہلو میں تدفین ہوئی۔

رضوان ملت، اپنے جد بزرگوار کی آغوش محبت میں

صدر الافاضل کے وصال سے ڈیڑھ سال قبل آپ کی ولادت ہوئی۔ صدر الافاضل اکثر اپنی آغوش محبت میں آپ کی پرورش فرماتے۔ صدر الافاضل کی آپ پر غایت شفقت ومحبت کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگا سکتے ہیں۔ جسے مولانا شعبان علی نعیمی نے جو آپ کے استاد خاص رہے ہیں، رضوان ملت کے والد گرامی رہنمائے ملت حضرت علامہ اختصاص الدین نعیمی کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے۔ ہم یہاں وہ نقل کر رہے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

”مولانا حکیم سید اختصاص الدین صاحب علیہ الرحمۃ تلشی پور کے دورے پر آئے ہوئے تھے۔ اس وقت

میں دارالعلوم عتیقیہ انوار العلوم میں تدریسی فرائض انجام دے رہا تھا۔ایک دن اپنی مجلس خاص میں ممدوح گرامی کے سلسلے میں فرمانے لگے **حضور سیدی والی صدرالافاضل** میرے رضوان سے اس قدر پیار فرماتے تھے، کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔کچھ دیر کے بعد فرمایا: کہ

حضور صدرالافاضل سخت علیل تھے بخار کی شدت تھی، بیٹھا نہیں جاتا تھا کہ اتنے میں رضوان میاں کھیلتے کھیلتے حضرت کے بستر پر آگئے اور کھیلنے کے موڈ میں رہے۔(**حضرت صدرالافاضل** ممدوح گرامی کو اپنے پاؤں پر بٹھاکر جھولا جھلایا کرتے تھے) رضوان میاں چاہتے تھے کہ جھولا جھلائیں، میں نے رضوان میاں کو آنکھ دکھائی کہ باز آجائے۔ **حضرت صدرالافاضل** نے میری اس حرکت کو دیکھ لیا۔اور فرمایا:

اختصاص! تم میرے بیٹے کو آنکھ دکھاتے ہو۔تمہیں نہیں معلوم کہ مجھے ان سے کتنی محبت ہے؟ مجھے اٹھا کے بٹھاؤ! اور گاؤ تکیہ پیٹھ کے نیچے لگادو! چناں چہ میں نے سہارا دے کر حضرت کو بستر پر بٹھادیا۔اور گاؤ تکیہ پیٹھ کے پیچھے لگادیا۔پھر فرمایا کہ رضوان میاں کو میرے پیروں کے دونوں پنجوں پر بٹھادو! میں نے ایسا ہی کردیا۔اور **حضرت** کافی دیر تک رضوان میاں کو پنجوں کے سہارے جھلاتے رہے۔جب رضوان میاں خود اتر گئے۔تو **حضرت** نے فرمایا:

اسی طرح لٹادو جس طرح لیٹا ہوا تھا۔قربانت شوم یا **صدرالافاضل**" [گلشن رضواں: ص۸]

ہم شبیہ صدرالافاضل

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ اپنے جد کریم کے ہم شبیہ تھے۔آپ کے چہرے میں لوگ صدرالافاضل کی زیارت کرلیا کرتے تھے۔مفتی شعبان علی نعیمی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"موضع لوکھوا کے رئیس اعظم مرحوم جناب شیر بہادر خان صاحب **حضور صدرالافاضل** سے بیعت تھے۔ جب شہزادہ صدرالافاضل رہنمائے ملت لوکھوا کے دورے پر تشریف لے جاتے اور رضوان بھیا بھی ہم راہ ہوتے تو شیر بہادر خان صاحب حضور رہنمائے ملت کی مجلس میں کافی دیر تک آکے بیٹھے رہتے۔ایک دن دریافت کرنے پر خاں صاحب نے بتایا کہ یہ شاہزادے رضوان بھیا بالکل ہم شکل **صدرالافاضل** ہیں۔میں صرف انہیں کو دیکھنے آتا ہوں اور اپنے شیخ کے دیدار کی پیاس بجھالیتا ہوں۔" [مرجع سابق: ص۹]

قلعہ والی مسجد میں امامت جمعہ

صدرالافاضل تاحیات نماز جمعہ قلعہ والی مسجد میں پڑھاتے رہے۔رضوان ملت بھی تاحیات نماز جمعہ قلعہ والی مسجد ہی میں پڑھاتے تھے اور بعد نماز جمعہ قرآن کریم کی تفسیر بیان فرماتے تھے۔الغرض صدرالافاضل کے معمولات کے مطابق عمل کی کوشش فرماتے رہتے تھے۔

جامعہ نعیمیہ سے دستار فضیلت

درس نظامی کی ابتدائی کتابیں مدرسہ اکرم العلوم میں پڑھنے کے بعد جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوئے۔ اور یہیں سے علوم مروجہ کی تکمیل کی۔ ۱۱؍ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ مطابق ۲؍ اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز شنبہ جامعہ نعیمیہ میں سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اس موقع پر آپ کے تایا گرامی حضرت مولانا میاں علامہ ظفر الدین نعیمی نے درج ذیل دعوت نامہ تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہے میرے پسر کو طلبہ پر یہ فضیلت
رکھتا ہے جو سیاروں میں مریخ فضیلت

حضرت محترم زید مکارمکم جناب اسرار احمد صاحب سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لہ الحمد ولہ المنۃ:

نہایت ہی مسرت واخلاص کے ساتھ ملتجی ہوں کہ چمنستان نعیمی میں پھر بہار آئی، گہوارہ علم وادب میں سرور کی موجیں اٹھیں۔ کاشانہ صدر الافاضل قدس سرہ میں علم دین کا ایک نیا باب کھلا۔ جامعہ نعیمیہ کا جشن دستار بندی جو بتاریخ ۱۱؍ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ مطابق ۲؍ اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز شنبہ، منعقد ہو رہا ہے۔ بانی جامعہ نعیمیہ کے منجھلے فرزند مولانا مولوی الحاج سید محمد اختصاص الدین صاحب کے فرزند دلبند مولانا مولوی سید رضوان الدین احمد سلمہ کی تکمیل علوم دینیہ ہو رہی ہے۔ اور دستار فضیلت سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ میری تمنا اور آرزو ہے کہ اس مبارک موقع پر شرکت فرما کر مرہون کرم بنائیں۔

المکلف: فقیر قادری (مولوی) سید ظفر الدین احمد غفرلہ سجادہ عالیہ نعیمیہ و مولانا سید اظہار الدین احمد نعیمی خلف اصغر صدر الافاضل قدس سرہ چوکی حسن خاں مرادآباد۔

[مطبوعہ اشتہار]

آپ کی دستار فضیلت کے موقع پر خطیب ایشیا وافریقہ حضرت مولانا نذیر الاکرم نعیمی مرادآبادی نے تہنیتی تاثرات اور منظوم تہنیتی کلام تحریر فرمایا جسے یہاں نقل کرنا دل چسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ملاحظہ کریں، آپ لکھتے ہیں:

”سرزمین مرادآباد پر بسنے والے ہر فرد کو آج بجا طور پر فخر وناز ہے کہ جس ذات اقدس کی نسبت سے مرادآباد واقعی مرادآباد بنا ہے۔ آج اسی کے لہلہاتے چمن میں ایک نیا پھول کھلا جس کا انداز شگفتگی ہی اس کے تابناک مستقبل کا پتہ دے رہا ہے۔ جس آفتاب علم نے اس سرزمین کے ذرے ذرے کو رشک مہ وخورشید بنایا تھا، آج اسی کی ایک کرن

آسمان علم وفضل پر تارہ بن کر چمکی ہے۔ جنات نعیم کے طائران خوش نوا نغمہ سنجی کر رہے ہیں کہ آج باغ نعیمی میں ایک نئی بہار آئی ہے۔ رضوان خلد رضوان نعیمی کو رضوان حق مژدہ سنا رہے ہیں۔ علم وفضل کا وہ مہر عالم تاب جن کی ضیا بار کرنوں نے نہ معلوم کتنے ذروں کو جگمگا کر اوج ثریا پر پہنچا دیا۔ دنیا کے اکابر وافاضل نے جنہیں **صدرالافاضل** کے لقب سے یاد کیا۔ ملت اسلامیہ کے علمائے کرام نے جنہیں استاد العلماء مانا۔ اور دین حق کے علم برداروں نے جنہیں **نعیم الدین** کے نام سے پہچانا۔

انہیں کے نبیرہ سعید ورشید مولانا سید رضوان الدین احمد صاحب نعیمی سلمہ کے سر پر نائبین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے تاج فضیلت رکھا۔ دستار بندی کی مقدس رسم ادا کی۔ وراثت نبوت کے منصب جلیل پر فائز کیا۔ آثار وقرائن بتا رہے ہیں کہ خانوادہ نعیمی کا یہ ہونہار فرزند اپنے جد کریم کی آغوش روحانیت میں جب پروان چڑھے گا تو علم وفضل کو جگمگائے گا۔ میرے قلب کا ہر گوشہ انہیں اللھم زدفزد، کی دعائیں دے رہا ہے۔ خلوص قلب سے ان کے والد محترم تایا معظم چچا صاحب مکرم اور دیگر افراد خاندان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ نبیرہ صدرالافاضل زندہ باد۔ فیض نعیمی پائندہ باد۔

منظوم کلام

وہ نور چمکا وہ پھول مہکا کھلا وہ در علم و آگہی کا
تمہیں مبارک ہو آج رضواں یہ دور پر نور زندگی کا
خوشا یہ قسمت نعیمی نسبت ملی ہے ورثہ میں تم کو رضواں
یہ مرتبہ ہے کسی کسی کا یہ ہے مقدر کسی کسی کا
سخن نعیمی دہن نعیمی چلن نعیمی پھبن نعیمی
غرض کہ ہر ہر ادا نعیمی نمونہ دربار خسروی کا
ترے چمن میں رہے ہمیشہ بہار دین متین یزداں
ثنا و توصیف آل اطہر شعار ہو تیری زندگی کا
بندھی ہے دستار علم وعرفاں جو سر پہ رضواں کے آج اکرم
یہ اک قبالہ ہے آگہی کا یہ اک منارہ ہے روشنی کا

[دستی تحریر وکلام: اصل کی کاپی محفوظ]

جناب گوہر مرادآبادی کا لکھا ہوا تہنیتی کلام بھی دستیاب ہوا۔ جسے ہم یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ احباب محظوظ ہوں اور یہ کلام نایاب محفوظ ہو۔

یہ دربار نعیمی عکس دربار رسالت ہے
یہاں کا گوشہ گوشہ مرکز رشد و ہدایت ہے
مدینے سے براہ راست اس محفل کو نسبت ہے
ہر اک ذرہ یہاں کا آئینہ دار شریعت ہے
یہیں سے آفتاب سنیت ڈھل کر نکلتے ہیں
یہ افسانہ نہیں اے دوستو! زندہ حقیقت ہے
دبے پاؤں چلی جاتی ہے چھپ کرگردش دوراں
یہ اے **صدرالافاضل** آپ کی زندہ کرامت ہے
ظفر اور اختصاص اس بزم کے مہر منور ہیں
کہ ان کے خانداں کو ساقی کوثر سے نسبت ہے
اسی کی خاک نے پیدا کیا ہے فخر ملت کو
مچی ہر گام ارض ایشیا میں ان کی شہرت ہے
یہاں ہر سال دستار فضیلت لوگ پاتے ہیں
مگر امسال اس جلسے کو حاصل یہ فضیلت ہے
میاں رضوان ہوکر منتخب آئے ہیں محفل میں
بندھی سر پر نعیمی ان کے دستار فضیلت ہے
متانت بھی شرافت بھی طریقت بھی شریعت بھی
مزین سیکڑوں اوصاف سے ان کی طبیعت ہے
قلم بھی عالمانہ ہے نظر بھی عارفانہ ہے
یہ سب در اصل فیضان نعیمی کی بدولت ہے
مبارک اختصاص الدین صاحب یہ حسیں لمحے
سر نور نظر ہے اور دستار فضیلت ہے
اٹھے گا کچھ نہ کچھ لے کر یہاں سے آج کی ساعت
سر گوہؔر ہے اور **آقا نعیم الدین** کی چوکھٹ ہے

[دستی تحریر: اصل کی کاپی محفوظ]

مرادآباد کے مشہور شاعر قمر مرادآبادی نے بھی درج ذیل تہنیتی قطعات پیش کیے ملاحظہ کریں:

قطعات مبارک باد

مبارک ہو رضواں یہ دستار بندی
در حق سے حاصل ہو اقبال مندی
رہے سر پہ والد کا سایہ ہمیشہ
ملے از طفیل نبی سر بلندی

رہیں تم پہ صدر افاضل کی نظریں
و درویش اور پیر کامل کی نظریں
رہے ان کی روح مقدس کا سایہ
رہیں تم پہ محبوب باذل کی نظریں

سدا خدمت دین و دنیا کرو تم
فرائض کو خود اپنے پورا کرو تم
رہو اس جہاں میں سر افرار ہوکر
سدا پرچم دیں کو اونچا کرو تم

منور فضائیں تمہارے لیے ہیں
معطر ہوائیں تمہارے لیے ہیں
رہیں دور تم سے جہاں کے مصائب
قمر کی دعائیں تمہارے لیے ہیں

مورخہ ۲/ اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز شنبہ

[دستی تحریر: اصل کی کاپی محفوظ]

باب ۴
سلسلہ سند
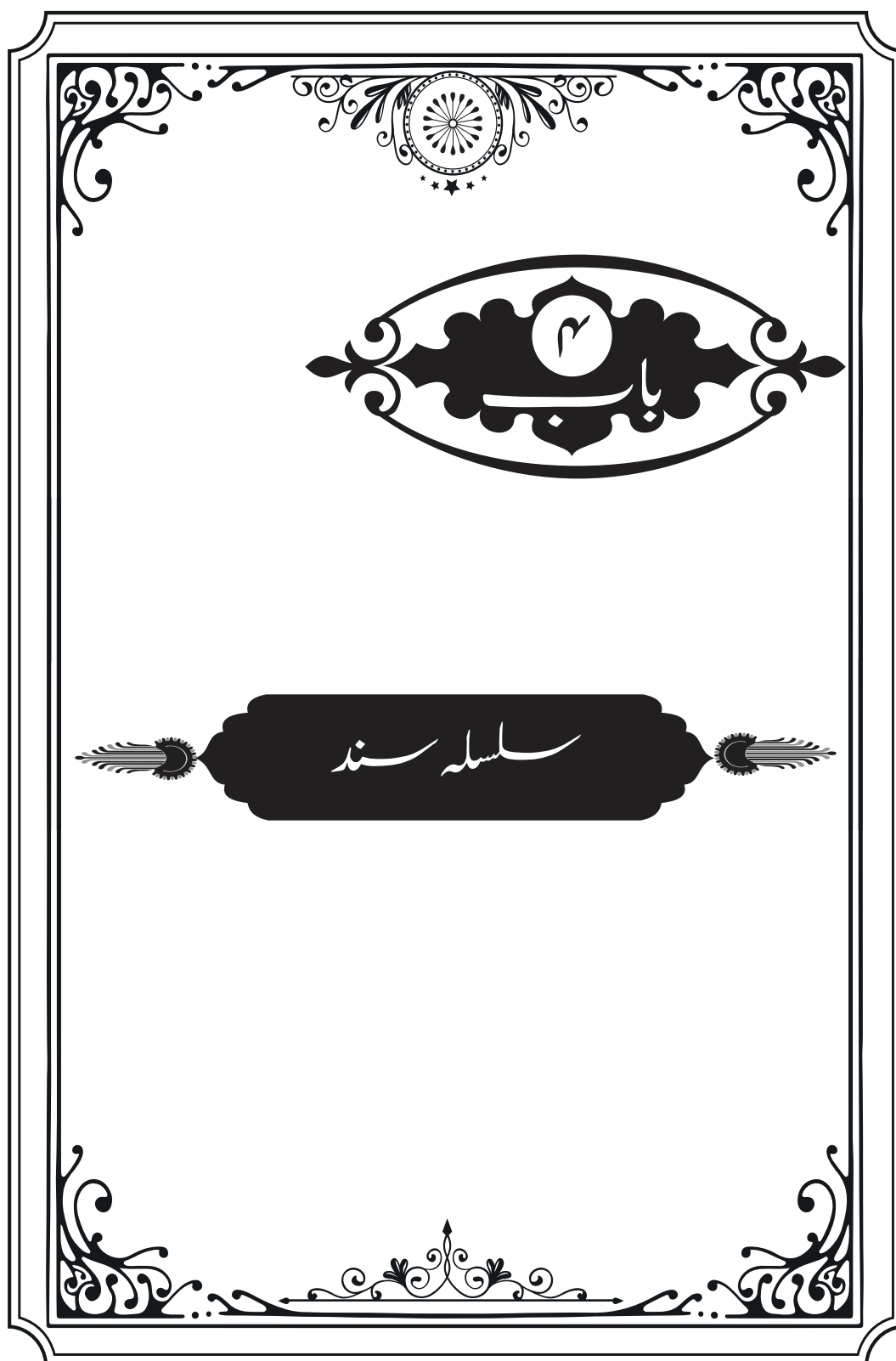
نعیم دین و ملت ناصر شرع مبیں تم ہو
معین اہل سنت ناشر احکام دیں تم ہو
لقب صدر الافاضل آپ نے پایا زمانے میں
امام اہل سنت دین کے حبل متیں تم ہو

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ

صدرالافاضل کا سلسلہ سند

ارباب علم ودانش پر سند کی اہمیت وافادیت پوشیدہ نہیں۔ امام مسلم نے اپنی کتاب ''مسلم شریف'' کے حاشیے میں ''الاسناد من الدین'' کے عنوان سے مستقل باب قائم فرمایا ہے، جس سے سند کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ آپ نے اس باب کے تحت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

''ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم''

نیز عبداللہ ابن مبارک کے حوالے سے ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء'' [مسلم شریف ج ا ص ۱۱، ۱۲]

امام سید احمد طحطاوی فرماتے ہیں:

''الذی لاسند له کالدعی الذی لااب له'' [ثبت نعیمی ص ۲]

سند کی اہمیت، حیثیت اور افادیت کے پیش نظر ہم یہاں صدرالافاضل کے سلسلہ سند کا ذکر کرتے ہیں۔

آپ کو اپنے استاد وشیخ علامہ محمد گل خاں کابلی جلال آبادی ثم مرادآبادی قدس سرہ سے کتب تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، لغات، بلاغت، معانی، بیان، سیر وشمائل، اوراد واذکار، تصوف وسلوک، مسلسلات وغیرہ علوم وفنون کی قراءۃً وسماعًا سند واجازت حاصل ہے۔ آپ کا سلسلہ سند علامہ محمد گل کے توسط سے حجاز مقدس کے جید علمائے کرام ومشائخ عظام خصوصًا امام طحطاوی اور علامہ شرقاوی تک پہنچتا ہے۔ آپ نے اپنے شیخ واستاد سے حاصل شدہ تمام اسانید ومرویات کو عربی زبان میں ترتیب دے کر

''الکتاب المستطاب المحتوی علی الاسانید الصحیحه''

کے نام سے اپنے دور مبارک میں ہی شائع فرمادیا تھا۔ اور اپنے مخصوص تلامذہ کو یہ سند اپنی دستخط کے ساتھ عنایت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے نزدیک طلبکو دینے کے لیے اس سے اچھا اور عمدہ کوئی اور انعام نہیں تھا۔ جیسا کہ خود آپ نے جامعہ نعیمیہ کے سالانہ دستار بندی کے موقع پر اپنے ایک تاریخی خطاب میں فرمایا:

''میں تمہیں کیا دے رہا ہوں:۔

میرے نونہالوں میں تمہیں اس وقت کیا دے رہا ہوں؟ فقیر وبے نوا ہوں۔ متاع دنیا کا کوئی ایسا ساز وسامان میرے پاس نہیں ہے۔ اور ہوتا تو میں اس کو اس قابل نہ سمجھتا کہ رخصت کے وقت ہدیے کے طور پر تمہیں دیا جائے۔ لیکن اس وقت جو نعمت میں تمہیں دے رہا ہوں دنیا کی سلطنتیں اس کا پاسنگ نہیں ہوسکتیں۔ وہ علوم دینیہ کی یہ سند ہے جو مجھ سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وبارک وسلم تک متّصل ہے۔ اور آج ایسی معتمد اور اعلیٰ سند تمہیں

ہندوستان کی کسی دوسری درسگاہ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ فضل الٰہی سے میرے ایک شیخ ہندوستان میں تھے۔ باقی تمام مشائخ اور پورا سلسلہ عرب میں چلتا ہے۔ اور عرب میں بھی ان وسائط کے ساتھ جن پر سند میں عرب اور مصر دونوں کو ناز ہے۔"

مفتی محمد عمر نعیمی تحریر فرماتے ہیں:

"اس کے بعد حضرت نے اپنی سند شریف کا علو درجت اور اس کے خصوصیات بہ تفصیل بیان فرمائے۔ اور ارشاد فرمایا:

"کہ میرا بھی ایک ہدیہ ہے جو تمہارے لیے دنیا و آخرت میں کار آمد ہے۔ اور بارگاہ حق میں مقبولیت کا ذریعہ ہے۔ اور آج میری وساطت سے تمہیں حضور پر نور سرور انبیا حبیب خدا سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم کے ساتھ غلامی کا ایک رابطہ خاصہ حاصل ہوتا ہے۔ اس نعمت کی قدر کرنا تمہارے فرائض میں ہے۔"

یہ تقریر حضرت نے ایسے الفاظ اور ایسے لب و لہجے سے ادا فرمائی کہ علما تو روتے روتے بے خود ہو ہی گئے، تمام مجمع زار وقطار رونے لگا۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو بہ نہ گئی ہو۔ کوئی دل ایسا نہ تھا جو تڑپ نہ گیا ہو۔ طلبہ کی ہڑکیاں بندھ گئیں۔ حضرت کی تقریر ختم ہونے کے بعد کئی منٹ تک رقت طاری رہی اور سکوت رہا۔ علما کی اس نئی جماعت نے بہ کوشش اپنے دلوں کو سنبھالا۔"

[السواد الاعظم مراد آباد: رجب و شعبان ۱۳۵۳ھ۔ ص۱۸ تا ۲۰]

اس ثبت مبارکہ کے متعلق آپ کے مندرجہ بالا تاثرات سے اس سند مبارک کی اہمیت وافادیت واضح ہو جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ آپ کے وصال کے بعد اس ثبت مبارکہ کا صرف کتابوں ہی میں نام رہ گیا تھا ثبت نایاب ہو گئی تھی۔ کسی مکتبے، لائبریری میں ڈھونڈنے سے بھی دستیاب نہیں تھی۔ فقیر نے بہت تلاش کیا، جامعہ نعیمیہ کی لائبریری اور دیگر مشہور لائبریریاں دیکھیں، علما سے رابطہ کیا مگر کتاب نہیں ملی۔

چند سال قبل علامہ سید وجاہت رسول قادری سابق بانی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی علیہ الرحمۃ سے بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ میں تلاش کر کے دیتا ہوں۔ اور کچھ ہی دنوں میں حضرت نے وہ کتاب علامہ نور اللہ نعیمی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے علامہ محب اللہ نوری صاحب دام ظلہ سے حاصل کر کے فقیر کو ای میل کے ذریعے عنایت فرمائی۔

فقیر نے کتاب پر عربی تحقیق کے ساتھ کام کیا، قریب ۲۰۰/ راویوں کی تحقیق پیش کی۔ اور ساتھ ہی اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی کر دیا۔ ۲۰۱۳ء میں یہ کتاب محترم جناب مولانا محمد یامین صاحب سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مراد آباد علیہ الرحمہ کی طرف سے شائع ہو گئی۔ اس کتاب کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر محترم جناب بشارت حسین صدیقی

صاحب نے بھی ۲۰۱۷ء میں یہ کتاب اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد کے زیر اہتمام شائع کرائی۔ اور اس طرح اب بحمد اللہ تعالیٰ صدر الافاضل کی یہ علمی و قیمتی کتاب بآسانی دستیاب ہے۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں آپ کی ان اسانید کا اجمالی ذکر کر دیا جائے قارئین ملاحظہ کریں۔ اور تفصیل کے لیے اصل کتاب کی طرف رجوع کریں۔

امام طحطاوی کی مرویات واسانید کی سند واجازت

علامہ شیخ محمد گل نے آپ کو درج ذیل مشائخ کی اسانید و مرویات کی اجازتیں مرحمت فرمائیں۔

- ☆ امام سید احمد طحطاوی
- ☆ شیخ عبد اللہ شرقاوی
- ☆ شیخ محمد عابد خزرجی ایوبی
- ☆ شیخ محمد بن محمد سنباوی امیر کبیر

امام طحطاوی والی اسانید و مرویات کی اجازت درج ذیل الفاظ میں عنایت فرمائی۔

بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلحمدُ لِلّٰہِ الَّذِی فَقَّهَ مَن شَاءَ مِن عِبادِهٖ بِالتَّبصِرَةِ وَالْیَقِینِ، وَمَنَّ عَلیهِم بِدِقَّةِ النَّظَرِ فِی الدَّلَائِلِ فَادرَکُوا بِذٰلِكَ رِضَاءَ رَبِّ العٰلَمِینَ، فَلِذٰلِكَ شَادُوا مَنَارَ أُصُولِهِم بِحَیعَلَةِ فِهرِستِ التَّاذِینَ فَظَهَرَ لَهُم کَنزُ الهِدَایَةِ جَالِیاً بِالحَقِّ وَالتَّبْیِینِ، مِن هُنَالِكَ عَرَفُوا رَمزَ الحَقَائِقِ بِخَوضِ نَهرِ رَائِقٍ یَرِوونَ بِالاغتَرافِ مِنَ الفَوَائِدِ الوَارِدِینَ، فَحَفَّتْهُمُ العِنَایَةُ فِی البِدَایَةِ وَالنِّهَایَةِ بِفَتحِ أَرحَمِ الرَّاحِمِینَ، وَأَفَاضَ عَلَیهِم بَحرُ الجُودِ فَبَلَغُوا غَایَةَ المَقصُودِ وَکَانَ بِهٖ إِرشَادُ المُستَرشِدِینَ، وَأَشهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَهُ لَا شَرِیكَ لَهُ شَهَادَةً تَکُونُ لَنَا ذَخِیرَةً فِی یَومِ الدِّینِ، وَأَشهَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا مُحَمَّداً عَبدُهُ وَرَسُولُهُ القَائِمُ بِحَقِیقَةِ الحَقِّ وَالیَقِینِ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیهِ وَسَلَّمَ وَعَلیٰ آلِهٖ وَأَصحَابِهٖ أُولِی الفَصَاحَةِ وَالبَلَاغَةِ وَالتَّبیِینِ۔

أَمَّا بَعدُ: فَیَقُولُ فَقِیرُ رَبِّهٖ وَأَسِیرُ ذَنبِهٖ کَثِیرُ المُسَاوِی مُحَمَّد گل الکَابُلِی لَمَّا قَرأَ عَلَیَّ الفَاضِلُ الکَامِلُ کَرِیمُ المُحیا کَثِیرُ الأَدَبِ وَالحَیَا المُلَازِمُ عَلَی التَّقویٰ المُجَانِبُ لِلهَوىٰ مُلَازِمُ الدُّرُوسِ وَجِیبُ النُّفُوسِ العَالِمُ الفَاضِلُ حَاوِی الفَوَاضِلِ مَولَوِی مُحَمَّد نَعِیمُ الدِّینِ مُرَادآبَادِی کُتُبَ الْحَدِیثِ وَالتَّفسِیرِ وَالفِقهِ وَغَیرِهَا۔

ثُمَّ الْتَمَسَ مِنِّی أَن أُجِیزَهُ بِمَا احْتَوىٰ عَلَیهِ سَنَدِی مِن کُتُبِ الفِقهِ وَالْحَدِیثِ وَالتَّفسِیرِ وَذَالِكَ مِن حُسنِ ظَنِّهٖ بِأَنِّی أَهلٌ لِذٰلِكَ، وَلَیسَ الأَمرُ فِی الوَاقِعِ کَذٰلِكَ وَلٰکِن قُطِعَ بِأَنِّی أَسئَلُ عَن تِلكَ المَسَالِكِ وَقَضَاءُ اللّٰہِ لَیسَ لَهُ دَافِعٌ، فَأَجَبتُهُ مُتَمَثِّلاً کَمَا أَجَازَنِی بِذٰلِكَ سَیِّدِی المَرحُومُ مَولَانَا مُقتَدَانَا کَوکَباً لِهِدَایَةِ فِی الحَرَمَینِ الشَّرِیفَینِ خَاتَمُ المُحَقِّقِینَ

السَّیِّد مُحَمَّد المَکِّی الکُتُبِی الخَلوَتِی الخَطِیبُ وَالمُدَرِّسُ فِی المَسجِدِ الحَرَامِ وَھُوَمُجَازٌ عَن وَالِدِہِ المَرحُوم خَاتِمِ المُحَقِّقِین السَّیِّد مُحَمَّد الکُتُبِی الخَطِیب وَالإِمَام وَالمُدَرِّس بِالمَسجِدِ الحَرَامِ عَن وَالِدِہٖ مُفتِی الأَحنَافِ بِالبَلدَۃِ الحَرَامِ السَّیِّد مُحَمَّد بن حُسَینِ الکُتُبِی قَدَّسَ المَولیٰ رُوحَہُ فِی دَارِالسَّلَامِ، کَمَا أَجَازَہُ بِذٰلِکَ أُستَاذُہُ خَاتِمَۃُ المُحَقِّقِین مَولَانَا المَرحُومُ السَّیِّد أَحمَدُ الطَّحطَاوِی مُحَشِّی الدُّرِّ المُختَارِ رَحِمَہُ مَولَاہُ رَحمَۃَ الأَبرَارِ، وَأُوصِیہِ بِالتَّقوٰی فَإِنَّھَا السَّبَبُ الأَقویٰ، وَأَنْ لَا یَنسَانِی مِن صَالِحِ دَعَوَاتِہٖ فِی خَلَوَاتِہٖ وَجَلَوَاتِہٖ۔

کَتَبَہُ العَبدُ المُعتَصِم بِذَیلِ سَیِّدِ الرُّسُلِ مُحَمَّد گل الکَابُلِی،

المُدَرِّس فِی المَدرَسَۃِ العَالِیَۃِ الوَاقِعَۃِ فِی مُرَادآباد۔

امام سید احمد طحطاوی تک آپ کا سلسلہ سند چار واسطوں سے پہنچتا ہے یعنی آپ کے اور امام طحطاوی کے درمیان درج ذیل چار واسطے ہیں۔

① شیخ الکل مولانا محمد گل خاں کابلی جلال آبادی
② شیخ سید محمد کتبی خلوتی
③ شیخ سید محمد صالح کتبی
④ سید محمد بن حسین کتبی

آپ نے اپنی ثبت مبارکہ میں امام طحطاوی کی سات سندیں ذکر کی ہیں۔

دو فقہ حنفی کی، اور صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی اور مواہب لدنیہ، کی۔ اس طرح یہ سات سندیں آپ کی کتاب میں درج ہیں۔ ہم یہاں فقہ حنفی کی دونوں سندیں اپنی اردو کتاب سے نقل کر رہے ہیں۔ مزید سندوں کے لیے کتاب کی طرف مراجعت کی جائے۔

سند فقہ حنفی (۱)

حضور صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کو فقہ حنفی کی سند واجازت حاصل ہے

☆ شیخ الکل مولانا محمد گل خاں کابلی سے
☆ انہیں شیخ سید محمد مکی کتبی سے
☆ انہیں امام حرم شیخ سید محمد صالح کتبی سے
☆ انہیں مفتی احناف مکہ مکرمہ شیخ سید محمد بن حسین کتبی سے
☆ انہیں مفتی اعظم مصر مراقی الفلاح اور در مختار کے محشی امام شیخ سید احمد بن محمد طحطاوی سے

☆ انہیں اپنے والد گرامی شیخ سید محمد بن مولیٰ سے
☆ انہیں مفتی احناف مصر شیخ احمد حماقی سے
☆ انہیں اپنے مشائخ شیخ علی عقدی، سید علی حنفی سیواسی بصیر، شیخ احمد شہیر دقدوسی اور عین المفتین دیار مصر سید علی المعروف بہ سکندر، سے
☆ ان تمام کو شیخ محمد شاہین ارمیناوی اور شیخ عبدالحی شرنبلالی سے
☆ ان دونوں کو شیخ احمد شوبری اور شیخ حسن شرنبلالی سے
☆ ان دونوں کو شیخ محمد محبی سے
☆ انہیں شیخ مقدسی سے
☆ انہیں شرح زیلعی کے محشی شیخ ابوالعباس شہاب الدین احمد بن یونس ابن شلبی سے
☆ انہیں قاضی حلب و قاہرہ شیخ ابوالبرکات سری الدین عبدالبر بن محمد ابن شحنہ سے
☆ انہیں صاحب فتح القدیر شیخ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام سے
☆ انہیں شیخ ابوحفص سراج الدین عمر بن علی کنانی سے
☆ انہیں شیخ علاء الدین علی احمد بن محمد سیرامی سے
☆ انہیں شارح ہدایہ شیخ ابو محمد جلال الدین عمر بن محمد خبازی خجندی سے
☆ انہیں شیخ ابوالفضل علاء الدین عبدالعزیز بن نصر بخاری سے
☆ انہیں صاحب کنز الدقائق شیخ ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی سے
☆ انہیں شمس الائمہ شیخ ابوالواجد محمد بن محمد بن عبدالستار عمودی کردری سے
☆ انہیں مصنف ہدایہ شیخ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی مرغینانی سے
☆ انہیں شیخ فخر الاسلام ابوالحسن علی بن محمد بزدوی سے
☆ انہیں صاحب مبسوط شمس الائمہ شیخ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل سرخسی سے
☆ انہیں شیخ ابو محمد عبدالعزیز بن احمد حلوانی سے
☆ انہیں شیخ قاضی ابوعلی حسین بن خضر نسفی سے
☆ انہیں شیخ ابوبکر محمد بن فضل بخاری سے
☆ انہیں صاحب مسند ابوحنیفہ شیخ ابو محمد عبداللہ بن محمد حارثی کلاباذی سبذمونی سے
☆ انہیں شیخ ابوعبداللہ ابوحفص صغیر محمد بن بن احمد ابوحفص کبیر بخاری سے

☆ انہیں اپنے والد شیخ ابو حفص کبیر احمد بن حفص بخاری سے
☆ انہیں امام ابو عبداللہ قاضی محمد بن حسن شیبانی سے
☆ انہیں امام اعظم ابو حنیفہ حضرت نعمان بن ثابت سے
☆ انہیں امام حماد بن سلیمان سے
☆ انہیں ابراہیم بن یزید نخعی سے
☆ انہیں شیخ علقمہ سے
☆ انہیں عبداللہ بن مسعود سے
☆ انہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
☆ انہیں حضرت جبریل علیہ السلام سے
☆ انہیں بارگاہ رب العزت جل جلالہ سے

فقہ حنفی کی دوسری سند (۲)

صدر الافاضل سے شیخ سید احمد بن محمد طحطاوی تک سند سابق کے مثل۔
☆ شیخ طحطاوی کو فقہ حنفی کی سند و اجازت حاصل ہے اپنے استاذ شیخ محمد بن عبد المعطی حریری سے
☆ انہیں شیخ حسن بن نور الدین مقدسی سے
☆ انہیں شیخ علیم الدین سلیمان بن مصطفی منصوری سے
☆ انہیں شیخ عبد الحی بن عبد الحق شرنبلالی سے
☆ انہیں صاحب مراقی الفلاح شیخ حسن بن عمار شرنبلالی سے
☆ انہیں شیخ محمد محبی اور شیخ علی بن غانم مقدسی سے
☆ شیخ نور الدین علی بن محمد ابن غانم مقدسی نے روایت کیا
☆ شرح زیلعی کے محشی شیخ شہاب الدین احمد بن یونس بن شلبی سے
☆ انہیں قاضی حلب و قاہرہ ابوالبرکات سری الدین عبد البر بن شحنہ سے
☆ انہیں صاحب فتح القدیر کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام سے
☆ انہیں شیخ ابو حفص سراج الدین عمر بن علی کنانی سے
☆ انہیں شیخ علاء الدین علی احمد بن محمد سیرامی سے

☆ انہیں شارح ہدایہ شیخ ابومحمد جلال الدین عمر بن محمد خبازی خجندی سے
☆ انہیں شیخ ابوالفضل علاء الدین عبدالعزیز بن نصر بخاری سے
☆ انہیں صاحب کنزالدقائق شیخ ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی سے
☆ انہیں شمس الائمہ شیخ ابوالواجد محمد بن محمد بن عبدالستار عمودی کردری سے
☆ انہیں مصنف ہدایہ شیخ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی مرغینانی سے
☆ انہیں شیخ فخرالاسلام ابوالحسن علی بن محمد بزدوی سے
☆ انہیں صاحب مبسوط شمس الائمہ شیخ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل سرخسی سے
☆ انہیں شیخ ابومحمد عبدالعزیز بن احمد حلوانی سے
☆ انہیں شیخ قاضی ابوعلی حسین بن خضر نسفی سے
☆ انہیں شیخ ابوبکر محمد بن فضل بخاری سے
☆ انہیں صاحب مسند ابوحنیفہ شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد سبذمونی سے
☆ انہیں شیخ ابوحفص صغیر محمد بن بن احمد ابوحفص کبیر بخاری سے
☆ انہیں اپنے والد شیخ ابوحفص کبیر احمد بن حفص بخاری سے
☆ انہیں امام ابوعبداللہ قاضی محمد بن حسن شیبانی سے
☆ انہیں امام اعظم ابوحنیفہ حضرت نعمان بن ثابت سے
☆ انہیں امام حماد بن سلیمان سے
☆ انہیں ابراہیم بن یزید نخعی سے
☆ انہیں شیخ علقمہ سے
☆ انہیں عبداللہ بن مسعود سے
☆ انہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
☆ انہیں جبریل امین علیہ السلام سے
☆ انہیں بارگاہ الٰہی جل مجدہ سے

امام شرقاوی کی مرویات واسانید کی سند واجازت

علامہ محمد گل نے آپ کو علامہ شرقاوی والی اسانید کی اجازت ان الفاظ میں عطا فرمائی۔ لکھتے ہیں:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِی جَعَلَ الۡعُلَمَاءَ خَیرَ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِینَ اصۡطَفَاهُمۡ وَاِلٰی مَعَالِمِ دِیۡنِهٖ هَدَاهُمۡ وَاجۡتَبَاهُمۡ وَجَعَلَهُمۡ وَرَثَةَ الۡاَنۡبِیَاءِ وَخُلَفَاءَهُمۡ وَاِلٰی أَعۡلَی الدَّرَجَاتِ أَصۡعَدَهُمۡ وَأَرۡقَاهُمۡ، فَهُم قَادَةُ الۡمُسۡلِمِینَ وَعُرَفَاهُم وَأَدِلَّتُهُم عَلَی اللّٰهِ وَشُفَعَاءُهُم وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَیرِ مَن دَعٰی اِلَی اللّٰهِ وَالۡهُدٰی وَعَلٰی اٰلِهٖ وَأَصۡحَابِهٖ وَکُلِّ مَن یَّهۡدِیهِ اهۡتَدٰی۔

وَبَعۡدُ: فَلَمَّا کَانَ الۡعِلۡمُ أَشۡرَفَ مَا یَتَحَلّٰی بِهٖ الۡاِنۡسَانُ وَأَعۡظَمَ وَصۡفٍ یَتَکَلَّلُ بِهٖ الۡأَعۡیَانُ وَکَانَ مِمَّنۡ رَغِبَ فِی سُلُوۡكِ هٰذَا الطَّرِیۡقِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ وَنَهَجَ هٰذَا الۡمِنۡهَجَ الۡأَبۡهَجَ الۡقَوِیۡمِ وَانۡتَدَبَ لَهَا عَلٰی قَدۡرٍ وَسَبَقَ لِنَیۡلِ الۡمَعَانِی وَابۡتَدَرَ مَعَ غَایَةِ الۡجِدِّ وَالۡاِجۡتِهَادِ وَتَرَدَّدَ الۡفِکۡرَ بَیۡنَ کُلِّ مَعۡنًی قَاصٍ وَبَادٍ فَأَسۡعَدَهُ اللّٰهُ بِبُلُوۡغِ الۡأَرَبِ وَأَنَالَهُ فَوۡقَهٗ مَاقَصَدَهٗ وَاِلَیۡهِ انۡتَدَبَ وَاحۡتَفَهُ بِجَمِیۡلِ النَّوَالِ مَعَ کَمَالِ الۡأَدَبِ وَحُسۡنِ الۡخِصَالِ صِفَةً مَوۡلَانَا الۡعَالِمُ الۡفَاضِلُ حَاوِیُ الۡفَوَاضِلِ الۡمَوۡلَوِی مُحَمَّد نَعِیۡمُ الدِّیۡنِ أَصۡلَحَ اللّٰهُ لَهٗ مَا ظَهَرَ وَمَا خَفِیَ سَأَلَنِی الۡاِجَازَةَ بِمَا اشۡتَمَلَ عَلَیۡهِ هٰذَا الثَّبۡتُ وَغَیۡرُهٗ مِنَ الۡمَرۡوِیَّاتِ الَّتِی أَخَذۡتُهَا عَنۡ أَشۡیَاخِی أَهۡلِ الۡمَعَارِفِ وَالۡکَمَالَاتِ فَاسۡتَخَرۡتُ اللّٰهَ الَّذِی لَاخَابَ مِنِ اسۡتِخَارِهٖ وَلَاذَلَّ مِنِ اسۡتِجَارِهٖ وَأَجَزۡتُ بِمَا طَلَبَ مِنِّی وَأَرَادَ رَاجِیاً مِنَ اللّٰهِ أَنۡ یَزُوۡدَنِی وَاِیَّاهُ خَیۡرَ الزَّادِ وَأُوۡصِیۡهِ بِتَقۡوَی اللّٰهِ وَاِتِّبَاعِ النُّصُوۡصِ وَالۡعَمَلِ بِکُلِّ قَوۡلٍ مَرۡضِیٍّ مَنۡصُوۡصٍ وَالتَّبَاعُدِ عَنۡ کُلِّ مَا فِیۡهِ ضُعۡفٌ وَخَلَلٌ أَوِ اشۡتِبَاهٌ أَوۡخِدَاعٌ أَوۡ حِیَلٌ وَفَّقَنِی اللّٰهُ وَاِیَّاهُ بِخَیۡرِ الۡعَمَلِ وَجَنَّبَنَا مَا فِیۡهِ زَیۡغٌ وَذُلَلٌ وَأَنۡ لَایَنۡسَانِیۡ مِنۡ صَالِحِ الدَّعَوَاتِ غَفَرَ اللّٰهُ لِیۡ وَلَهُ السَّیِّئَاتِ۔

وَأَنَا الۡفَقِیۡرُ مُحَمَّد گُل عَنۡ شَیۡخِی سَیِّدِی خَاتَمِ الۡمُحَقِّقِیۡنَ مَوۡلَانَا السَّیِّدِ الۡخَطِیۡبِ وَالۡاِمَامِ وَالۡمُدَرِّسِ بِالۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ بِنِ السَّیِّدِ مُحَمَّدِ الۡکُتۡبِی بِنِ السَّیِّدِ مُحَمَّدِ بۡنِ حُسَیۡنِ الۡکُتۡبِی مُفۡتِی بَلۡدَةِ الۡحَرَامِ قَدَّسَ الۡمَوۡلٰی رُوۡحَهٗ فِی دَارِ السَّلَامِ عَنۡ شَیۡخِهٖ مُرَبِّی الۡمُرِیۡدِیۡنَ کَنۡزِ الۡعَارِفِیۡنَ الۡجَامِعِ بَیۡنَ الشَّرِیۡعَةِ وَالۡحَقِیۡقَةِ شَیۡخِ أَهۡلِ عَصۡرِهٖ وَفَرِیۡدِ دَهۡرِهٖ سَیِّدِی وَوَلِیِّ نِعۡمَتِی الشَّیۡخِ أَحۡمَدَ بۡنِ مُحَمَّدِ الصَّاوِی الۡمَالِکِی الۡخَلۡوَتِی عَنۡ شَیۡخِهٖ الۡعَارِفِ بِاللّٰهِ شَیۡخِ الۡاِسۡلَامِ بِالۡجَامِعِ الۡأَزۡهَرِ سَیِّدِی الشَّیۡخِ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ حِجَازِی الۡمَشۡهُوۡرِ بِالشَّرۡقَاوِی عَفَا اللّٰهُ عَنۡهُ وَعَنۡ وَالِدَیۡهِ وَالۡمُسۡلِمِیۡنَ اٰمِیۡن۔

آپ نے اپنی ثبت مبارکہ میں علامہ شیخ شرقاوی کی مختلف علوم وفنون پر ۵۵/ اسانید نقل فرمائی ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

☆ کتب عقائد وکلام (۳)

☆ کتب تفاسیر (۷)

☆ کتب احادیث وشروحات (۲۰)
☆ کتب سیرت وشمائل (۴)
☆ کتب بلاغت ومعانی (۳)
☆ کتب تصوف وسلوک (۶)
☆ کتب نحو ولغات (۲)
☆ کتب اوراد واذکار (۱)
☆ مسلسلات احادیث (۹)

ہم یہاں قارئین کے ذوق کے لیے دو سندیں ذکر کیے دیتے ہیں ۔ایک بخاری شریف اور ایک مسلسل بالحدیث کی۔

صحیح بخاری:

حضور صدر الافاضل کو بخاری شریف کی قراءۃً وسماعًا اجازت وسند حاصل ہے۔

☆ شیخ الکل محمد گل خاں کابلی سے
☆ انہیں شیخ سید محمد مکی کتبی سے
☆ وہ روایت کرتے ہیں شیخ سید محمد صالح کتبی سے
☆ وہ شیخ سید محمد بن حسین کتبی سے
☆ وہ امام صاوی خلوتی سے
☆ وہ شیخ شرقاوی سے
☆ وہ شیخ محمد بن سالم حفنی سے
☆ وہ شیخ عید نمرسی سے
☆ وہ شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے
☆ وہ شیخ علاء الدین بابلی مصری سے
☆ وہ شیخ ابوالنجا سالم سنہوری سے
☆ وہ شیخ نجم محمد بن احمد غیطی سے
☆ وہ ابو یحییٰ زکریا انصاری سے

☆ وہ شیخ ابن حجر عسقلانی سے
☆ وہ شیخ ابراہیم تنوخی سے
☆ وہ ابوالعباس احمد حجار سے
☆ وہ شیخ حسین بن مبارک زبیدی سے
☆ وہ ابوالوقت عبدالاول سجزی ہروی سے
☆ وہ ابوالحسن عبدالرحمن داوودی سے
☆ وہ ابو محمد عبداللہ سرخسی سے
☆ وہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر فربری سے
☆ وہ جامع بخاری شیخ محمد بن اسماعیل بخاری سے

حدیث مسلسل ”أنا أحبک“

قال رسول اللهِ صلى اللهِ عليه وسلم يا معاذُ:

والله انی لاحبك فقال اوصيك يا معاذُ لاتدعن فی دبر كل صلاة تقول اللهم اعنی علی ذكرك وشكرك وحسن عبادتك۔

(نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے معاذ! خدا کی قسم میں تم سے محبت فرماتا ہوں۔ اور فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ کہنا مت چھوڑنا کہ اے اللہ اپنے ذکر اور شکر اور اچھی عبادت میں میری مدد فرما)

[سنن ابوداؤد، ج۱ص ۲۱۳، کتاب الصلاۃ، مسند الفردوس (۱/۷۰۴)]

سند ملاحظہ ہو:

حضور صدرالافاضل سے فرمایا: ان کے شیخ محمد گل خاں کابلی نے، میں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے ان کے شیخ سید محمد مکی کتبی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے ان کے والد سید محمد صالح کتبی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے سید محمد بن سید حسین کتبی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے امام صاوی خلوتی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے علامہ شرقاوی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے ان کے شیخ علی بن عدوی المعروف بہ صعیدی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے شیخ محمد بن احمد عقیلہ نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے عبداللہ بن سالم بصری نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے شیخ شمس محمد بن علاء الدین بابلی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے علی بن محمد نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے ابراہیم بن عبدالرحمن علقمی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے ابوالفضل جلال الدین سیوطی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے ابوطیب احمد حجازی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے قاضی القضاۃ مجد الدین اسماعیل حنفی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے حافظ ابوسعید علائی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے احمد بن محمد ارموی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے عبدالرحمن ابن مکی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے ابوطاہر ابن سلفی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے محمد بن عبدالکریم نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے ابوعلی بن شاذان نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے احمد بن سلیمان نجاد نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے ابوبکر بن ابی دنیا نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے حسن بن عبدالعزیز حروی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے عمرو بن ابی سلمہ تنیسی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے حکم بن عبدہ نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے حیوۃ بن شریح نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے عقبہ بن مسلم نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے ابوعبدالرحمن حبلی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے شیخ صنابحی نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ ان سے صحابی رسول حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں
☆ حضرت معاذ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

شیخ محمد عابد انصاری ایوبی کے طریق پر بخاری کی سند

آپ نے اپنی ثبت مبارکہ میں شیخ محمد عابد ایوبی سے صرف درج ذیل ایک سند صحیح بخاری کی ذکر کی ہے۔ ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں۔

حضور صدر الافاضل کو بخاری شریف کی قراءۃً وسماعًا اجازت وسند حاصل ہے

☆ شیخ الکل محمد گل کابلی سے
☆ انہیں شیخ سید محمد مکی کتبی سے
☆ وہ روایت کرتے ہیں شیخ سید محمد صالح کتبی سے
☆ وہ شیخ سید محمد بن حسین کتبی سے
☆ وہ سید عبد اللہ بخاری المعروف بہ کوچک سے
☆ وہ شیخ محمد عابد خزرجی ایوبی سے
☆ وہ صالح بن محمد عمری مسوفی سے
☆ وہ شیخ محمد بن سنہ سے
☆ وہ شریف محمد بن عبد اللہ سے
☆ وہ شیخ محمد بن خلیل المعروف بہ ابن ارکماش سے
☆ وہ حافظ ابن حجر عسقلانی سے
☆ وہ ابو محمد عبد اللہ بن سلیمان مکی سے
☆ وہ ابو احمد ابراہیم طبری سے
☆ انہیں خبر دی ابو قاسم عبد الرحمن بن ابی حرمی مکی نے
☆ انہیں خبر دی ابوالحسن علی بن عمار طرابلسی نے
☆ انہیں خبر دی ابو مکتوم عیسیٰ ھروی نے
☆ انہیں خبر دی ان کے والد نے
☆ وہ روایت کرتے ہیں اپنے شیوخ
☆ ابو محمد عبد اللہ حمویہ سرخسی اور ابو اسحاق ابراہیم بن احمد مستملی اور ابو ہیثم محمد بن محمد کشمیہنی سے
☆ وہ سب کے سب ابو عبد اللہ محمد بن یوسف فربری سے وہ شیخ محمد بن اسماعیل بخاری سے۔

شیخ محمد بن محمد سنباوی امیر کبیر کی مرویات کی سند واجازت

شیخ محمد امیر کبیر کی مرویات سے المعجم الکبیر للطبرانی اور دلائل الخیرات شریف کی دو سندیں آپ نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں۔ ہم یہاں حصول برکت کے لیے دلائل الخیرات شریف کی سند نقل کر رہے ہیں۔

دلائل الخیرات کی سند نعیمی

حضور صدر الافاضل کو دلائل الخیرات پڑھنے کی سند واجازت عطا فرمائی

☆ حضور شیخ الکل مولانا محمد گل نے انہیں
☆ شیخ سید محمد مکی بن محمد صالح کتبی نے انہیں
☆ شیخ سید محمد صالح بن محمد حسین کتبی نے انہیں
☆ شیخ سید محمد بن حسین کتبی نے انہیں
☆ شیخ محمد بن محمد سنباوی امیر کبیر نے انہیں
☆ شیخ شہاب احمد بن حسن جوہری نے انہیں
☆ شیخ سید محمد طیب نے انہیں
☆ ان کے والد عبد اللہ بن ابراہیم شریف نے انہیں
☆ شیخ علی بن احمد انجری نے انہیں
☆ شیخ عیسیٰ بن حسن مصباحی شہید نے انہیں
☆ شیخ محمد بن علی طالب نے انہیں
☆ شیخ عبد اللہ بن محمد عجال غزوانی نے انہیں
☆ شیخ عبد العزیز بن عبد الحق حرار تباع نے انہیں
☆ دلائل الخیرات کے مصنف شیخ سید محمد بن عبد الرحمن بن ابوبکر بن سلیمان جزولی علیہ الرحمۃ والرضوان نے

امام اہل سنت کی مرویات کی سند واجازت

آپ کو علامہ گل خاں کابلی کے علاوہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ کی مرویات کی بھی اجازت وسند حاصل ہے۔ لیکن آپ نے اپنی ثبت مبارکہ میں صرف وہ اسانید ذکر کی ہیں جو آپ کو اپنے استاد وشیخ علامہ محمد گل خاں کی وساطت سے حاصل ہوئیں۔

آپ کو بطریق اعلیٰ حضرت محدث بریلوی، امام طحطاوی سے عمومی سلسلہ روایت حاصل ہے۔ اعلیٰ حضرت کی اسانید کے لیے ''الاجازات المتینہ'' ملاحظہ فرمائیں۔ ہم یہاں صرف بطور نمونہ علامہ طحطاوی تک بطریق اعلیٰ حضرت سند نعیمی تحریر کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حضور صدر الافاضل کو اپنی جملہ مرویات کی سند واجازت عطا فرمائی

☆ مجدد اعظم امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ نے

☆ انہیں مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ علامہ سید احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمہ نے

☆ انہیں مسجد حرم کے خطیب و مدرس شیخ عثمان بن حسن دمیاطی شافعی علیہ الرحمہ نے

☆ انہیں علامہ امام سید احمد طحطاوی علیہ الرحمہ نے۔

اس سند کی خوبی یہ ہے کہ آپ کے اور امام طحطاوی کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔

باب
۵
بیعت و خلافت

اشرفی رضوی چمن کے وہ گل سرسبد ہیں
مجمع بحرین ہے نسبت نعیم الدین کی

مولانا محمد سلمان رضا فریدی، صدیقی، مصباحی بارہ بنکوی

گل باغ نبی صدر الافاضل
چراغ فاطمی صدر الافاضل
جلالی قادری نسبت ہے ان کی
ہیں رضوی اشرفی صدر الافاضل

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

شرف بیعت

صدرالافاضل کوعلوم مروجہ کی تحصیل وتکمیل کے بعد شرف ارادت کے حصول کی فکردامن گیر ہوئی۔اس دور میں یوں توبے شماراولیاے کاملین،عارفین وصادقین مخلوق کی دادرسی ودست گیری میں مصروف اورگم گشتہ راہ افراد کی رہبری ورہنمائی اورمسلمین خصوصًا مائلین پرفیض افشانی فرمارہے تھے۔لیکن آپ کی فکرعالی وبلندخیالی وقت کے شعرانی وغزالی وارث عشق بلالی قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین قطب الاقطاب حضورشاہ جی محمدشیرمیاں علیہ الرحمۃ کی بارگاہ عالی کی جانب مائل ہوئی اورآپ نے شاہجی میاں کے دامن سے وابستہ ہونے کاعزم مصمم کرلیا۔

صدرالافاضل بارگاہ شاہجی میاں میں

آپ نے شاہجی میاں سے ارادت کے ارادے سے پیلی بھیت شریف کاسفرکیا۔پیلی بھیت شریف پہنچ کر آستانہ شاہجی میں حاضری دی اورشاہجی میاں سے سلام وخیریت کے بعدان کے سلسلہ ارادت میں داخل ہونے کی خواہش کااظہارکرناچاہاکہ اس سے پہلے ہی شاہجی میاں نے شفقتوں ومحبتوں سے نوازتے ہوئے آپ سے ارشادفرمایا:

”میاں مرادآبادمیں مولانامحمدگل صاحب بڑی اچھی صورت ہیں۔میں مرادآبادجاتاہوں توان کی خدمت میں حاضرہوتاہوں۔اورآپ جس ارادے سے آئے ہیں آپ کاحصہ وہیں ہے“

یہ تھی حضورشاہجی میاں کی روشن ضمیری کہ آپ ابھی کچھ عرض بھی نہ کرپائے تھے کہ شاہجی میاں نے آپ کے مافی الضمیرکوبیان کرکے منزل مقصودکاپتہ بھی بتادیا۔آپ نے شاہجی میاں سے رہنمائی حاصل کرکے رخصتی کی اجازت طلب کی توشاہجی میاں نے آپ کوبہت سی دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔خصوصًااعداے دین پرآپ کی فتح یابی اوراولادصالحہ کی دعافرمائی۔یہ شاہجی میاں کی دعاؤں کاثمرہ ونتیجہ ہی تھاکہ پیلی بھیت سے آنے کے ایک ہفتہ بعدہی آپ کے یہاں ایک ساتھ دوشہزادوں کی پیدائش ہوئی۔نیزآپ ہمیشہ دشمنان دین پرغالب وفتح مندرہے۔

علامہ محمدگل خاں کابلی سے شرف ارادت

آپ بے شمارفیوض وبرکات اپنے دامن میں سمیٹ کربارگاہ شاہجی میاں سے رخصت ہوکرمرادآبادواپس تشریف لے آئے۔اوربدھ کے دن شیخ الکل مولانامحمدگل کی بارگاہ میں حاضرہوئے۔ابھی گفت وشنیدکاسلسلہ شروع نہیں ہواتھاکہ ناگاہ شیخ الکل نے ارشادفرمایا:

”شاہجی میاں صاحب کے یہاں ہوآئے۔اچھاپرسوں جمعہ ہے نمازفجرکے بعدآئیے توآپ کاجوحصہ ہے عطاکیاجائے گا۔“

یہاں بھی وہی واقعہ پیش آیا جو بارگاہ حضور شاہجی میاں میں آیا تھا کہ آپ ابھی لب وا بھی نہیں ہوئے کہ شیخ الکل نے بارگاہ شاہجی میں آپ کی حاضری کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے مقصود اصلی کو پورا کرنے کا وعدہ فرمالیا۔ آپ جمعہ کے دن نماز فجر کے بعد حاضر ہوئے اور شیخ الکل کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا۔ شیخ الکل نے آپ کو قادری سلسلے میں داخل فرمایا۔ اور سند و اجازت و خرقہ خلافت سے بھی نوازا۔ اجازت و خلافت کے الفاظ درج ذیل ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"فیقول العبد الحقیر المعتصم بذیل سید الرسل محمد گل قد اجزت و خلفت **حضرت الفاضل الکامل مولانا سید محمد نعیم الدین ابن مولانا محمد معین الدین المراد آبادی** البسته خرقة الخلافة و امرته بکلمة التوحید و اجزته ایضا بان یخلف من شاء من المؤمنین الصالحین الخ" [ثبت نعیمی ص۲۶]

ذیل میں ہم شجرہ بیعت نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

شجرہ بیعت حضور صدر الافاضل

رسول کونین محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب
نواسہ رسول حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
شہزادہ امام حسین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہما
حضرت امام معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عبد الواحد تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت ابوالفرح طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت شیخ حسن عکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غوث صمدانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ محمد ہتاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ شرف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ سید زین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ سید ولی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ نور الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ سید محمد درویش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سید نور الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ عبد الوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ سید اسماعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ سید ابوبکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ سید یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سید علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ سید عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ سید مہمان خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ مصطفی آفندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ سید محمد کتبی خلوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ الکل مولانا محمد گل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صدر الافاضل حضور سید محمد نعیم الدین قادری جلالی محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

[ماخوذ از ثبت نعیمی ص ۲۶]

عکس خلافت نامہ صدر الافاضل

٢٦

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله خير الاسماء رب الارض ورب السماء بسم الله الذي لا يضر مع اسمه شئ في الارض ولا في السماء وهو السميع العليم. هذه الشجرة اصلها ثابت وفرعها [illegible] وحاملها رجل [illegible] الله ان يرزقه الاستقامة بحرمة سيدنا محمد الشفيع يوم القيامة صلى الله عليه وعلى آله وصحبه اجمعين الحمد لله فاتح اقفال القلوب بذكره وكاشف استار الغيوب بسره ورافع الاعلام وزيادة المقام لشكره والصلوة والسلام على سيدنا محمد افضل الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه المهاجرين اما بعد فيقول العبد الحقير المعتصم بحبل سيد الرسل محمد گل قد اجزت وخلفت حضرة الفاضل الكامل مولانا السيد محمد نعيم الدين ابن المولوي محمد معين الدين المراد آبادي البسته خرقة الخلافة وامرته بكلمة التوحيد واجزته [illegible] من المومنين والصالحين [illegible] الشيخ مصطفى افندي ابن علي المرعشي الحافظ رئيس الائمة بالمقام الحنفي بمكة المكرمة زادها الله تشريفا عن شيخه السيد مهان خواجه ابن السيد الشان خواجه الهمكاني عن شيخه السيد عبد الله عن شيخه وابن عمه السيد علي عن شيخه السيد يحيى عن شيخه السيد ابي بكر عن شيخه السيد اسمعيل عن شيخه السيد [illegible] عن شيخه السيد نور الدين عن شيخه السيد محمد درويش عن شيخه السيد حسام الدين عن شيخه السيد نور الدين عن شيخه السيد ولي الدين عن شيخه السيد زين الدين عن شيخه السيد شرف الدين عن شيخه السيد شمس الدين عن شيخه السيد محمد الهتاك عن شيخه السيد عبد العزيز عن شيخه وابيه سيد السادات مجمع الفضل والجود والبركات نور الشمسين والقمرين سيد الثقلين حضرت جناب سيدي محي الدين عبد القادر الجيلاني قدس الله اسرارهم عن شيخه ابي الحسن الهكاري عن شيخه ابي الفرج الطرطوسي عن شيخه عبد الواحد التميمي عن شيخه ابو بكر الشبلي عن شيخه الجنيد البغدادي عن شيخه السري السقطي عن شيخه معروف الكرخي عن شيخه ابي الحسن الامام علي ابن موسى الرضا عن شيخه الامام موسى الكاظم عن شيخه الامام جعفر الصادق عن شيخه الامام محمد الباقر عن شيخه الامام زين العابدين عن شيخه ووالده سيد شباب اهل الجنة وقرة عين اهل السنة الامام الحسين رضي الله عنهم عن شيخه وابيه مظهر العجائب والغرائب امير المومنين علي ابن ابي طالب رضي الله عنه وكرم الله وجهه قال حدثني رسول الله صلى الله عليه وسلم قال حدثني جبرئيل عليه السلام قال سمعت رب العزة يقول لا اله الا الله حصني فمن قالها دخل في حصني ومن دخل في حصني آمن من عذابي وبالسند المتقدم الى الشيخ معروف كرخي عن شيخه داود الطائي عن شيخه حبيب العجمي عن شيخه الشيخ الحسن البصري عن شيخه امير المومنين علي ابن ابي طالب كرم الله وجهه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن جبرئيل عليه السلام عن رب العزة رب العالمين [illegible] كلمة التوحيد وامرنا بتلاوتها وتعليمها عقب كل فريضة [illegible] وخمسة وعشرين مرة قال الله تبارك وتعالى ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم فمن نكث فانما ينكث على نفسه ومن اوفى بما عاهد عليه الله فسيؤتيه اجرا عظيما اللهم وفقه لما تحب وترضى [illegible]

[illegible]

[illegible] سيد الرسل محمد گل المدرس في المدرسة الامدادية عفي عنه ما كثر وقل من الخطايا　　المبعق النوري [illegible]

[illegible] محمد گل [illegible]

(ثبت نعیمی ص٢٦)

شیخ المشائخ، اشرفی میاں سے تحصیل اجازت وخلافت

حضور شیخ المشائخ اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے بھی آپ کو شرف اجازت وخلافت حاصل ہے۔ مفتی محمود رفاقتی صاحب حیات مخدوم الاولیا میں لکھتے ہیں:

”حضرت حجۃ الاسلام صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی اجازت وخلافت کے بارے میں فہرست خلفاے کرام میں ان لفظوں میں اندراج ملتا ہے۔

”**مولانا صدر الافاضل حکیم حافظ محمد نعیم الدین الخاطب بہ نعیم اللہ شاہ ابن مولانا معین الدین صاحب** بعطاے تاج دلق ومثال خلافت ۱۸/ ذی الحجہ یوم دوشنبہ ۱۳۴۶ ہجری مجاز وماذون فرمائے گئے“

[حیات مخدوم الاولیا، ص ۳۸۰]

آپ کی سن خلافت لکھنے میں غالباً سہو واقع ہوا ہے۔ کیوں کہ ۱۳۴۶ھ ہجری سے پہلے بھی آپ کے خلیفہ ہونے کا ذکر اخبار ورسائل میں موجود ہے۔ ماہنامہ اشرفی جو حضور محدث اعظم ہند کی ارادت میں نکلتا تھا اس کے ۱۳۴۱ھ ذی الحجہ کے شمارے میں حضور محدث اعظم ہند فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ کے ورود ملکانہ سے پہلے آپ کے خلفا سے **حضرت استاد العلماء مولانا سید نعیم الدین صاحب جلالی اشرفی**..... علاقہ ارتداد میں جماعت رضاے مصطفی بریلی کی رکنیت میں اعلیٰ سے اعلیٰ کام کر رہے تھے“

[ماہنامہ اشرفی: ذی الحجۃ الحرام ۱۳۴۱ھ، ص ۲]

یہی بات مفتی محمود رفاقتی صاحب نے کتاب کے حاشیے میں بھی لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ مقدسہ بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ۔ (یہاں غالباً کاتب سے سہو ہوا ہے۔ ۱۳۴۱ھ درست ہے۔ **نعیمی**) میں انسداد فتنہ ارتداد میں حضرت محدث صاحب قبلہ نے خلفاے کرام کے ذکر میں **حضرت صدر الافاضل** کا نام نامی بھی تحریر فرمایا ہے۔ اس لیے خیال ہوتا ہے کہ فہرست نگار بزرگ سے سہو ہو سکتا ہے، عطاے تاج دلق مذکورہ تاریخوں میں ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“ [مرجع سابق]

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت سے شرف اجازت وخلافت

آپ کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی سے بھی شرف اجازت وخلافت حاصل ہے۔ البتہ اس سلسلے میں کوئی خاص خلافت نامہ راقم کو دستیاب نہیں ہوا۔ ہاں عموماً علماے کرام نے آپ کو خلفاے اعلیٰ حضرت میں شمار فرمایا ہے۔ مزید یہ کہ علامہ حسنین رضا خاں صاحب کی ادارت میں نکلنے والے ایک شمارے میں اعلیٰ حضرت کی ایک تحریر منیر اور مدیر کی جانب سے اعلیٰ حضرت سے سند علم یا سند اجازت وخلافت پانے والے علماے کرام کے اسما پر مشتمل

فہرست میں صدرالافاضل کے اسم گرامی کا مندرج ہونا اورآپ کو مجاز وماذون لکھا جانا صاف گواہی دے رہا ہے کہ آپ کو اعلیٰ حضرت سے شرف اجازت وخلافت حاصل ہے۔ہم ذیل میں اعلیٰ حضرت کی وہ مبارک تحریر اور فہرست میں آپ کے اسم گرامی کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ضروری اطلاع:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

برادران اہل سنت کو اطلاع: فقیر کے پاس سے شکایتیں گزریں۔بعض صاحب باوصف بے علمی دنیا طلبی کے لیے وعظ گوئی کرتے ہوئے، اکناف ہند میں دورہ فرماتے ہیں اور یہاں سے اپنا علاقہ وانتساب بتاتے ہیں جس کے سبب فقیر سے محبت رکھنے والے حضرات دھوکا کھاتے ہیں اس شکایت کے رفع کو یہ سطور مسطور۔

یہاں بحمدہٖ تعالیٰ نہ کبھی خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا، نہ احباب علماے شریعت یا برادران طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی۔ بلکہ تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین وحمایت سنت میں جلب منفعت مالی کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصاً لوجہ اللہ ہو۔ہاں اگر بلا طلب اہل محبت سے کچھ نذر پائیں رد نہ فرمائیں کہ اس کا قبول سنت ہے۔یہاں سے نسبت ظاہر فرمانے والے صاحبوں کے پاس فقیر کی دستخطی مہری سند علمی یا اجازت نامہ طریقت ضرور ملاحظہ فرمائیں زبانی دعوے پر عمل پیرا نہ ہوں۔والسلام۔

فقیر احمد رضا غفرلہ

اعلان:۔ فقیر مدیر عرض کرتا ہے کہ مزید اطلاع کے لیے بعض حضرات کے اسماے گرامی تحریر کیے جاتے ہیں، جن کا علاقہ اعلیٰ حضرت مدظلہ سے خصوصیت کے ساتھ ہے۔ان میں جو بفضلہٖ تعالیٰ علم میں کامل ہیں ان سے مسائل بھی پوچھے جائیں اور ان کا بیان بھی سن کر فیض پائیں......

جناب مولانا مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب مہتمم مدرسہ اہل سنت مرادآباد چوکی حسن خاں عالم فاضل مناظر مصنف واعظ حامی سنت مجاز طریقت۔

نوٹ:۔ جو حضرات باوصف نسبت خاصہ اپنے اسما اس فہرست میں نہ پائیں اپنی خدمات سنت کا ذکر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کو اطلاع دیں کہ اس وقت صرف بعض اہالی ہند کے اسما محض یادداشت سے لکھے ہیں علماے عرب وافریقہ ان سے علاحدہ ہیں نیز بہت ممکن ہے کہ بعض ضروری نام رہ گئے ہوں جو اطلاع ملنے پر آئندہ شائع کردیے جائیں گے۔جن صاحب کے بیان اوصاف میں میری ناواقفی سے کمی ہوئی ہو اس کی معافی چاہتا ہوں چوں کہ فرق مراتب دشوار تھا اس لیے ترتیب اسما بہ ترتیب حروف تہجی رکھی گئی ہے۔‘‘

[ماہنامہ الرضا بریلی شریف، ربیع الثانی وجمادی الاولیٰ، ۱۳۳۸ھ ص۹ تا ۱۲]

مذکورہ تحریر سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ صدر الافاضل کو اعلیٰ حضرت سے بھی سند اجازت و خلافت حاصل ہے۔

اعلیٰ حضرت سے آپ کی خلافت پر مفتی اعظم ہند کی گواہی:

علاوہ ازیں امام اہل سنت کی کتاب مستطاب مسمی باسم تاریخی ''الاستمداد علی اجیال الارتداد''(۱۳۳۷ھ) جس میں دیابنہ وغیرہ بدمذہبوں کے کفر و ضلال بشکل نظم تحریر کیے گئے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت نے اپنے تلامذہ، خلفا و معتقدین کا بھی اس میں ذکر فرمایا ہے۔ اس میں صدر الافاضل کا ذکر بھی بہت ہی اچھے اور پیار بھرے انداز میں فرمایا ہے، فرماتے ہیں ؎

میرے نعیم الدین کو نعمت
اُس سے بلا میں سماتے یہ ہیں

حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ نے اس پوری کتاب کی شرح تحریر فرمائی ہے جس کا تاریخی نام ''کشف ضلال دیوبند''(۱۳۳۷ھ) ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن فقیر کے سامنے ہے۔ اس میں صدر الافاضل کے حوالے سے درج بالا شعر کی تشریح کرتے ہوئے مفتی اعظم ہند رقم طراز ہیں:

''جناب حامی سنت مولانا مولوی حافظ محمد نعیم الدین صاحب چشتی اشرفی و قادری برکاتی خلیفہ اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی۔''

[الاستمداد علی اجیال الارتداد: مع شرحہ، کشف ضلال دیوبند: مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی۔ ص ۳۴]

تاج العلماء کی شہادت، صدر الافاضل خلیفہ اعلیٰ حضرت

تاج العلماء محمد میاں مارہروی نے سلسلہ برکاتیہ کے مشائخ اور ان کے اخلاف وغیرہ کے تفصیلی حالات قلم بند فرما کر کتابی شکل میں شائع فرمائے۔ کتاب کا تاریخی نام باعتبار سن تصنیف ۱۳۳۸ھ ''اکمال الکلام فی ماثر الکرام'' اور باعتبار اشاعت ۱۳۴۷ھ ''اصح التواریخ'' تجویز فرمایا۔ اس کتاب میں ایک مقام پر دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارت ''اشرف علی رسول اللہ'' کے دفاع میں دیوبندیوں کی طرف سے سبع سنابل شریف کی ایک عبارت ''چشتی رسول اللہ'' پیش کیے جانے پر صدر الافاضل کی طرف سے اس کے مدلل و مفصل جوابات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ تاج العلماء نے اس ضمن صدر الافاضل کا ذکر کرتے ہوئے صاف الفاظ میں صدر الافاضل کو امام اہل سنت کا خلیفہ تحریر فرمایا ہے۔
ہم یہاں بس ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

''(دیوبندیوں کا اعتراض ہے) تمہارے پیر (حضرت میر) نے بھی اپنی کتاب سبع سنابل میں حضرت شیخ یوسف چشتی سے اپنے آپ کو چشتی رسول اللہ کہلوانا نقل کیا ہے تو ہم تم برابر ہوگئے۔ اس اعتراض کے مفصل و مدلل جواب **جناب مکرم ذوالمجد والکرم مولانا و مولوی حافظ سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی زادت فضائلھم** نے جو حضرت

امام اہل سنت قدس سرہ کے خلفاے مجاز میں سے ہیں دیے ہیں۔"

[اکمال الکلام فی تاثیر الکرام: ص۴۳۶، ۴۳۷۔ مطبع برکاتی پبلشرز کراچی]

بالجملہ:

صدرالافاضل کو اعلیٰ حضرت سے بھی شرف اجازت و خلافت حاصل تھا۔ جس پر تین بڑی شہادتیں صراحت کے ساتھ ہم نے پیش کر دیں۔ ایک حضور مفتی اعظم ہند کی کتاب سے جو ۱۳۳۷ھ میں لکھی گئی۔ جس میں صاف طور پر آپ کو "خلیفہ اعلیٰ حضرت" لکھا گیا۔ اور دوسری ماہنامہ الرضا: بابت ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ سے جس میں مدیر رسالہ، حضرت علامہ حسنین رضا خاں نے امام اہل سنت کی تحریر منیر کے ساتھ خلفا و تلامذہ کی فہرست پیش کرتے ہوئے آپ کو مجاز طریقت، لکھا ہے۔ تیسری شہادت تاج العلماء محمد میاں مارہروی کی کتاب "اکمال الکلام فی ماثر الکرام" ۱۳۳۸ھ۔ سے پیش کی گئی، جس میں صاف طور پر آپ کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے خلفاے مجاز میں لکھا گیا ہے۔

باب
٦
اساتذہ و مشائخ

اَلَیْسَ نَعِیْمُ الدِّیْنِ عَضَّۃَ حَلْقِکُمْ
یُبَدِّدُ شَمْلَ الضَّالِّیْنَ بِصَوْلَتِہٖ
مَضَی الْوَرْدُ اَبْقَی اللّٰہُ ذَاالزَّھْرَ بَاسِمًا
وَدَامَ نَعِیْمُ الدِّیْنِ غَضًّا بِزَھْرَتِہٖ

کیا (ان کے جانشین) **نعیم الدین** تمہارا اگلا کاٹنے والے نہیں ہیں؟ جو حملہ آور ہو کر اپنے قہر و سطوت سے گمراہوں کی جماعت کو منتشر کردیتے ہیں۔

وہ پھول چلا گیا اللہ تعالیٰ اس کلی، شگوفہ کو ہنستا مسکراتا باقی رکھے۔ اور **نعیم الدین** اپنی آب و تاب کے ساتھ ہمیشہ ترو تازہ رہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ

صدرالافاضل کے اساتذہ، مشائخ اور اکابر

اس باب میں ہم صدرالافاضل کے اساتذہ کرام، مشائخ عظام اور آپ کے دور مبارک کے چند اکابرین جن سے آپ کا بے حد لگاو اور تعلق رہا ان کا ذکر خیر اور آپ کے ان سے مراسم و تعلقات سے متعلق تفصیل قلم بند کریں گے۔

شیخ الکل مولانا محمد گل خاں کابلی جلال آبادی ثم مرادآبادی قدس سرہ

ولادت

صدرالافاضل کے استاد و پیر، شیخ شریعت و طریقت، رئیس الاتقیاء، صدر الاصفیاء، شمس العلماء، حضرت مولانا مفتی الحاج الشاہ محمد گل خاں قادری بن احمد خاں کابلی علیہما الرحمۃ تیرہویں صدی ہجری کے وسط ۱۲۵۸ھ۔ ۱۸۴۲ء میں ملک افغانستان کے مشہور شہر کابل میں پیدا ہوئے۔ صدرالافاضل نے شیخ الکل کا تعارف ان الفاظ میں پیش کیا:

”جناب فیض مآب استاذی قامع بدعت محی سنت حضرت مخدومی عین العلماء راس الفضلاء مولوی محمد گل خاں صاحب حاجی حرمین شریفین دام فیوضہم“ [فیضان رحمت ص ۱]

خاندانی نسبت

آپ کی نسبی نسبت سے متعلق کچھ لوگ الجھن کا شکار ہیں کہ آپ سید تھے یا پٹھان۔ کچھ لوگ آپ کو سید لکھ رہے ہیں اور کچھ لوگ آپ کو پٹھان کہتے اور لکھتے ہیں۔ کچھ علما بھی اس طرف ہیں کہ آپ کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ انہیں میں مخدوم میاں مولانا معین الدین نعیمی مرادآبادی کی ذات گرامی بھی ہے۔ انہوں نے اپنے ایک مضمون میں شیخ الکل کے سید ہونے پر زور دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”چناں چہ ہمارے دادا استاد یعنی حضرت علیہ الرحمۃ کے استاد شیخ الشیوخ حضرت العلام مولانا الحاج السید محمد گل صاحب افغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی کبھی اپنا سید ہونا ظاہر ہی نہ فرمایا۔ اور نہ ہندوستان میں شادی کی۔ لوگ اصرار کرتے تو فرماتے کوشش کرو۔ چناں چہ جب وہ لوگ کہیں سے پیام لے جایا کرتے اور لڑکی والے ان کے علم و فضل کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے لیے سعادت جان کر منظور کر لیا کرتے تو حضرت فرماتے غالباً وہ نسب میں عمدہ نہیں ہیں۔ جب ہی تو انہوں نے منظور کر لیا۔ میں یہاں کا رہنے والا نہیں دوسرے ملک افغانستان کا باشندہ ہوں، وہ مجھے کیا جانیں، خدا جانے میں کس قوم کا ہوں۔ اور اگر لڑکی والے باعتبار خاندان انکار کر دیتے تو فرماتے ہاں یہ عمدہ نسب کے لوگ ہیں۔ وغیرہ۔

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مرادآباد کے تمام لوگ آپ کو افغانستان کا پٹھان تصور کرکے ہمیشہ مولانا محمد گل خان صاحب کہا کرتے تھے مگر جب میرے آقا و مولا سیدی و سندی علیہ الرحمۃ فارغ التحصیل ہوئے اور آپ کو سند فضیلت عطا کی گئی اس وقت آپ نے جب اپنی سند پڑھی تو اس میں سید محمد گل تحریر تھا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ لوگ کس قدر مغالطہ کھا رہے ہیں۔ حالاں کہ آپ سید ہیں۔"

[اخبار دبدبہ سکندری: ۱۲/ دسمبر ۱۹۴۹ء ص ۵]

لیکن فقیر راقم الحروف کو ان کی اس بات سے اتفاق نہیں۔ فقیر کی تحقیق یہی ہے کہ آپ کابلی پٹھان تھے۔ آپ کی مصنفات میں سے اکثر کے قدیم نسخے فقیر کے پاس محفوظ ہیں۔ ان کتابوں کے سرورق پر آپ کے نام کے ساتھ "خان" لکھا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ کی تمام کتابوں پر آپ کا اسم گرامی آپ کی اجازت کے بغیر تو نہیں لکھا گیا ہوگا اگر کسی ایک کتاب پر ہوتا تو ممکن تھا کہ سہواً لکھا گیا ہوگا لیکن تمام کتابوں پر ایک ہی سہو، سمجھ سے باہر ہے۔

نیز آپ کے دور مبارک کے اخبارات وغیرہ میں آپ کو خان لکھا جانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ پٹھان ہی تھے۔ ورنہ بارہا خود کو خان لکھے جانے پر کبھی تو اظہار براءت فرماتے۔ علاوہ ازیں صدر الافاضل نے بھی اپنی کتابوں میں آپ کو خان لکھا ہے۔ فیضان رحمت جو آپ کی پہلی مطبوعہ کتاب ہے۔ اور دستار بندی کے بعد لکھی ہوئی ہے۔ اس کتاب کی اولین اشاعت "مطبع محمود المطابع مرادآباد" سے ہوئی۔ فقیر کے پاس یہ پہلا نسخہ موجود ہے۔ اس میں آپ نے اپنے استاد گرامی کا اسم گرامی اس طرح تحریر فرمایا ہے:

"جناب فیض مآب، استادی، قامع بدعت، محی سنت، حضرت مخدومی، عین العلماء، راس الفضلاء، مولوی محمد گل خاں صاحب حاجی حرمین شریفین دام فیوضھم" [فیضان رحمت: ص ۱]

اور حضرت مخدوم میاں کا یہ لکھنا سند میں سید لکھا ہوا ہے۔ اس تعلق سے عرض یہ ہے کہ فقیر نے صدر الافاضل کی عربی اسانید پر ترجمہ و تحقیق و تحشیہ کا کام کیا ہے۔ فقیر کے پاس اسانید کا مجموعہ صدر الافاضل کے دور مبارک کا مطبوعہ موجود ہے۔ اس میں شیخ الکل کی دستخط و مہر اس طرح تحریر ہے:

کتبہ العبد المعتصم بذیل سید الرسل محمد گل الکابلی

المدرس فی المدرسۃ العالیۃ الواقعۃ فی مرادآباد۔

(مہر) شگفتہ محمد گل بنظیر

خلافت نامے پر نام اس طرح تحریر ہے۔

"کتبہ الراجی شفاعۃ سید الرسل محمد گل المدرس فی المدرسۃ الامدادیۃ عفی عنہ ما کثر و قل عن الخطایا"

اس میں شیخ الکل کے نام سے پہلے سید الرسل ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں سید نسبی مراد نہیں

ہے بلکہ یہاں سید سے ذات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہے۔

اور بالفرض کسی سند میں سید لکھا بھی ہو تو ممکن ہے کہ سہو ہو یا پھر ''سید الرسل'' سے ''الرسل'' سہواً حذف ہو گیا ہو۔ اس کے علاوہ آپ کے دور مبارک میں کبھی بھی کہیں بھی کسی نے بھی آپ کو سید نہیں لکھا نہ خود آپ نے لکھا۔ بلکہ ہمیں کتاب ''بالعروۃ الوثقٰی فی التامین بالاخفاء'' (جس کا ذکر آگے آرہا ہے) پر آپ کی تصدیق ملی جس میں آپ نے خود کو خان لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

حررہ محمد گل **خان** الکابلی۔ مہر شگفتہ محمد گل بے نظیر

[بالعروۃ الوثقٰی فی التامین بالاخفاء، ۱۰،۱۱، مطبع مطلع العلوم واخبار نیر اعظم مراد آباد، ماہ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ]

اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ خود آپ نے بھی خود کو خان لکھا ہے۔ اس لیے آپ کی ذات پر سیادت کا لیبل چسپاں کرنا مناسب نہیں بلکہ آپ پٹھان تھے اور اسی لیے ہمیشہ آپ کو خان لکھا جاتا رہا تو اب بھی آپ کو پٹھان ہی مانا جائے۔ اور اسی کو عام کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے آبائی وطن میں حاصل کی۔ علوم عقلیہ مولانا محمد مشک عالم علیہ الرحمۃ سے حاصل کیے۔ علم ہندسہ کی تحصیل مولانا محمد نصر اللہ خاں غزنوی سے فرمائی، علم ادب، نظم ونثر وبلاغت مولانا فیض الحسن سہارنپوری سابق پروفیسر شعبہ عربی اورنٹیل کالج لاہور متوفی ۱۳۰۴ھ اور علم اصول حدیث شیخ محمد مکی کتبی خلوتی سے پڑھا۔ اور دیگر علوم وفنون جیسے علم کلام، تفسیر، حدیث، فقہ اور ان کے اصول، نیز علم عروض، قوافی، رمل، نجوم وغیرہ علوم مختلف مقامات کے مشاہیر علما سے حاصل کیے۔ حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی اور مولانا عبد العزیز امروہوی علیہما الرحمۃ سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔

اور بطل جلیل علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ کے تعلق سے بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے ان سے بھی تعلیم حاصل کی ہے۔ جیسا کہ مدرسہ عربیہ امدادیہ کی ۱۹۸۰ء کی روداد میں آپ کو علامہ فضل حق خیر آبادی کا شاگرد خاص لکھا گیا ہے، تو یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ ہندوستان میں آپ کی آمد کے تعلق سے دو قول ملتے ہیں۔ ۱۸۶۸ء، ۱۸۷۵ء حالاں کہ علامہ خیر آبادی اس وقت تک وصال فرما چکے تھے۔ کیوں کہ علامہ خیر آبادی ۱۸۵۹ء میں مقید ہوئے۔ اور ۱۸۶۱ء میں آپ اس دار فانی کو خیر آباد کہہ گئے، تو اس تناظر میں شیخ الکل کو علامہ خیر آبادی کا شاگرد خاص بتانا تاریخ سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے شیخ سید احمد بن زینی دحلان مکی علیہ الرحمہ سے بھی اکتساب علم کیا ہے۔ وقائع نصیر خانی

تالیف مرزا نصیر الدین، میں آپ کے تذکرے کے ضمن میں مولانا ایوب قادری نے حاشیے میں آپ کو شیخ احمد زینی دحلان مکی کا شاگرد لکھا ہے۔ لکھتے ہیں:

''مولوی محمد گل...... سید احمد دحلان مکی اور شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے شاگرد تھے'' [وقائع نصیر خانی: ص ۹۵]

اس کے حاشیے میں محشی محمد ایوب قادری نے آپ کو سید احمد زینی دحلان مکی کا شاگرد بتایا ہے۔ لیکن مولانا عبدالحق انصاری صاحب نے اپنی کتاب ''علامہ سید احمد طحطاوی حنفی'' میں تحریر کیا کہ:

''دوسری وضاحت یہ کہ بعض اردو تذکرہ نگاروں کے مطابق مولانا شاہ محمد گل کابلی نے مفتی احناف مکہ مکرمہ شیخ سید محمد بن حسین کتبی اور شافعیہ مکہ مکرمہ شیخ سید احمد بن زینی دحلان سے بلاواسطہ اخذ کیا لیکن راقم کے نزدیک یہ درست نہیں اس لیے کہ یہ دونوں علماے کرام مولانا کابلی کے ہندوستان سے حجاز مقدس حاضر ہونے سے قبل وفات پا چکے تھے۔ نیز یہ کہ اگر آپ نے ان مکی علما سے اخذ کیا ہوتا تو اس کا ذکر ثبت نعیمی میں ضروری ہوتا جب کہ ایسا نہیں۔''

[علامہ سید احمد طحطاوی حنفی: ص ۳۴]

اس بارے میں احقر، محترم عبدالحق انصاری صاحب کی رائے سے اتفاق نہیں رکھتا۔ احقر کا موقف یہی ہے کہ آپ نے شیخ سید احمد بن زینی دحلان مکی سے بھی اکتساب علم کیا ہے۔ اور انصاری صاحب کی مذکورہ علتوں کے تعلق سے عرض ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۸۴۲ء اور ہندوستان آپ کی آمد ۱۸۶۸ء یا ۱۸۷۵ء میں ہوئی۔ اور اس بات پر آپ کے تمام تذکرہ نگار حضرات متفق ہیں کہ آپ مقامات مقدسہ خصوصاً حرمین شریفین کی زیارت سے مستفیض ہوتے ہوئے، علماے کرام خصوصاً علماے مکہ سے شرف تلمذ حاصل کر کے ہی ہندوستان تشریف لائے۔ اور علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی کا وصال ۱۸۸۶ء میں ہوا۔ تو جس دوران آپ مکہ شریف حاضر ہوئے اس زمانے میں شیخ زینی دحلان مکی کی درس گاہ علم، شباب پر تھی۔ اور آپ کہ جابجا علوم کی تحصیل کے لیے اسفار میں مصروف اور مشاہیر علما سے اکتساب علم کرنے میں حریص تھے، تو آپ سے یہ بعید ہے کہ آپ نے شیخ کی درس گاہ سے کسب علم نہ کیا ہو۔ لہٰذا اس قرینے کی بنیاد پر آپ کا سلسلہ تلمذ زینی دحلان مکی سے بھی مربوط ہے۔

اور موصوف کا یہ کہنا کہ اگر شیخ الکل نے شیخ زینی سے اخذ کیا ہوتا تو صدرالافاضل کی تصنیف جو اپنے استاذ کے طریق پر ان کی اسانید کا مجموعہ ہے، اس میں اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ تو یہ قیاس آرائی بھی صحیح نہیں کیوں کہ ثبت نعیمی میں صرف شیخ الکل کی ان اسانید ومرویات کا ذکر ہے جو ان کو ان کے استاد محمد مکی کتبی خلوتی نے عطا کیں۔ اور اگر ذکر نہ کرنے پر ہی انحصار ہے تو پھر تو موصوف نے امام طحطاوی تک صدرالافاضل کا اتصال بطریق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ذکر کر کے فرمایا:

''لیکن یہ سلسلہ روایت ''ثبت نعیمی'' میں مذکور نہیں۔'' [علامہ سید احمد طحطاوی حنفی ص ۳۴]

توکیااس کی وجہ سے کوئی کہہ سکتا کہ صدرالافاضل کو بطریق اعلیٰ حضرت امام طحطاوی وغیرہ کی مرویات کی سند و اجازت حاصل نہیں، کیوں کہ اگر حاصل ہوتی تواس کاذکر ثبت نعیمی میں ضرور ہوتا۔

علاوہ ازیں بحث اخذ علم پر ہے نہ کہ سندوروایت پر، اگر سندوروایت پر ہی ہو تب بھی موصوف کی ثبت نعیمی میں نہ ہونے والی علت کمزور ہے۔ یہ احقر کا عندیہ ہے۔ کسی کی تردید مقصود نہیں۔

سلسلہ سند

مولانا مقتدانا کوکب الہدایۃ فی الحرمین الشرفین خاتم المحققین سید محمد مکی کتبی خلوتی خطیب وامام ومدرس مسجد حرام، سے آپ کو شرف تلمذ کے ساتھ علم تفسیر، حدیث، فقہ، وغیرہ علوم اسلامیہ کے علاوہ اوراد ووظائف، مسلسلات اور کلمہ طیبہ کی سند واجازت بھی حاصل ہے۔ اور بعید نہیں کہ شیخ سید احمد بن زینی دحلان مکی سے بھی آپ کو سند واجازت حاصل ہو۔ جیسا کہ خلیل احمد رانا نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے:

"حدیث وتفسیر کی سند واجازت شیخ العلماء علامہ شیخ احمد بن زینی دحلان مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی" [سہ ماہی افکار رضا جنوری تا مارچ ۲۰۰۴ء]

مرادآباد میں آمد

علوم دینیہ کی تکمیل اور حج بیت اللہ، زیارت روضہ نبوی کی سعادت کے بعد دیگر مقامات مقدسہ سے مستفیض ہوتے ہوئے۔ ۱۸۶۸ء یا ۱۸۷۵ء مطابق ۱۲۸۵ھ میں آپ نے ملک ہندوستان کے صوبہ اترپردیش کے مشہور شہر مرادآباد میں تشریف لاکر مستقل سکونت اختیار فرمائی۔

درس وتدریس

نواب شبیر حسن خاں تنہا، نواب حکیم حاجی احمد خاں صدر اول مدرسہ انجمن اہل سنت المعروف بہاجامعہ نعیمیہ کے صاحبزادے کے قائم کردہ مدرسہ اسلامیہ میں آپ نے حضرت مولانا عبدالعزیز امروہوی سے استفادہ کیا اور ان سے کتب معقولات وغیرہ پڑھیں۔ اور اسی دوران آپ نے سرآمد وکلاے عصر جناب مولانا سید حسن بن مولوی سید ابو الحسن صاحب کو علم معقول پڑھایا۔ بعدہ سرسید احمد خاں کے مخالف نجم الہند حاجی امدادالعلی صاحب سی ایس آئی ڈپٹی کلکٹر مرادآباد کے قائم کردہ مدرسہ امدادیہ میں آپ کا تقرر ہوا۔ ۹/ نومبر ۱۸۸۱ء سے مدرسہ جاری ہوا۔ اور اسی دن سے آپ نے مستقل تدریسی خدمت کا آغاز فرمایا۔ جس وقت آپ نے تعلیم کا آغاز فرمایا اس وقت مدرسہ تعمیری مراحل سے گزر رہا تھا۔ بعد میں ۱۷/ جون ۱۸۸۳ء میں تعمیری کام کا اختتام ہوا۔ مدرسے کی تعمیر اور آغاز تعلیم کے سلسلے میں نیز شیخ

الکل کی تدریسی خدمات میں محنت وجانفشانی پر شکریہ ادا کرتے ہوئے مدرسے کی پہلی روداد بابت ۱۸۸۲ء میں ڈپٹی امداد العلی صاحب اس طرح رقم طراز ہیں:

"بنیاد مدرسہ امدادیہ چھٹی مئی ۱۸۸۱ء کو رکھی گئی تھی۔ کئی مہینے تعمیر ملتوی رہی۔ بفضلہ تعالیٰ ۱۷؍ جون ۱۸۸۳ء تعمیر ختم ہوئی۔ ۹؍ نومبر ۱۸۸۱ء سے مدرسہ جاری ہوا۔ ۲۵؍ جون ۱۸۸۲ء روز امتحان تک ۷ مہینے ۱۷ دن ہوتے ہیں۔

مولوی گل خاں صاحب نے تعلیم عربی اور مولوی اکبر علی نے تعلیم فارسی اور خوش نویس نے تعلیم حساب اور خوش نویسی اور حافظ نجیب اللہ نے قرآن کی تعلیم شروع کی تھی۔ تمام طلبہ کو اعلیٰ کتابیں مولوی محمد گل خاں صاحب نے پڑھائیں۔ تعلیم مولوی محمد گل خاں صاحب کی ۹؍ نومبر ۱۸۸۱ء سے ۲۵؍ جون ۱۸۸۲ء تک سات مہینے سترہ دن کی ہے۔ اور جس قدر سبق عربی کے ہوئے جب کہ تنہا مولوی گل صاحب تھے سب بلا کراہت جانفشانی سے پڑھائے۔ اور (ذمے داری) صیغہ بتلانے کے اور قواعد تجوید وغیرہ کا سکھانا سب اپنی ذات پر لی ہے۔ میں مولوی گل خاں صاحب کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتا ہوں کہ تنہا اس قدر محنت کی جو کسی دوسرے مدرس سے ہونا ناممکن تھی۔"

[روداد مدرسہ امدادیہ، مطبوعہ ۱۸۸۲ء، تائیدات محمودیہ، بحوالہ صدر الافاضل اور فن شاعری]

۱۸۸۲ء کے اواخر یا ۱۸۸۳ء کی ابتدا میں جناب ڈپٹی امداد العلی صاحب، پنشن پا کر اپنے آبائی وطن اکبر آباد تشریف لے گئے اور آپ کو اپنا قائم مقام بنا کر مدرسے کا سارا انتظام وانصرام آپ کے ذمے میں سونپ دیا۔ آپ نے اپنے عہدہ کا مکمل حق ادا کرتے ہوئے محنت وجانفشانی سے تدریسی خدمات انجام دینا شروع کر دی اور مدرسہ آپ کے خلوص اور محنت کے سبب عروج وارتقا کی منزلیں طے کرنے لگا۔ ڈپٹی امداد العلی صاحب نے مدرسے کی دوسری روداد میں آپ کی تدریسی خدمات اور دیگر امور دینیہ میں آپ کی حد درجہ لگن کو سراہتے ہوئے آپ کے شکریہ میں اپنی زبان کے قاصر ہونے کا اعتراف کیا ہے لکھتے ہیں:۔

"صاحبو! جس وقت تعلیم مدرسے میں شروع ہوئی تھی ابتدا میں مولوی محمد گل خاں صاحب اور مولوی اکبر علی تھے۔ چناں چہ میری موجودگی میں بھی منصرم کار علاوہ درس کے جس میں محنت شاقہ اٹھائی مولوی صاحب مذکور رہے۔ اب کہ میں کئی مہینے سے پنشن لے کر اکبر آباد میں مقیم ہوا۔ بعد میرے قائم مقام مولوی صاحب ممدوح منصرم مدرسہ ہٰذا ہیں۔ اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ ان کے ادائے شکر سے زبان میری قاصر ہے۔"

[روداد ثانی مدرسہ امدادیہ ۱۸۸۳ء، رودات محمودیہ کا جواب، اخبار نیر اعظم یکم اگست ۱۸۸۳ء، بحوالہ صدر الافاضل اور فن شاعری: مرتبہ ڈاکٹر آصف حسین مرادآبادی]

۱۳؍ جون ۱۸۸۲ء کو جب کہ ابھی مدرسہ کا تعمیری کام چل رہا تھا، البتہ تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا، ڈپٹی امداد العلی صاحب کی معیت میں امام علم وفن علامہ عبد الحق خیر آبادی شہزادہ علامہ فضل حق خیر آبادی نے مدرسہ کا معائنہ فرمایا، تو

شیخ الکل کی کارگزاریوں سے بہت خوش ہوئے اور اپنے قلبی تاثرات کا درج ذیل الفاظ میں اظہار فرمایا۔

''مولانا سید امداد العلی صاحب ڈپٹی کلکٹر صاحب مرادآباد کے ہمراہ مدرسہ امدادیہ دیکھنے کا اتفاق ہوا، جو ڈپٹی صاحب موصوف کی مساعی جمیلہ سے قائم ہوا ہے۔ وہاں کے حالات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ مولانا محمد گل خاں صاحب جو مدرسے کے مہتمم ہیں، طلبہ کی تعلیم و تربیت توجہ و تندہی سے کر رہے ہیں۔ اگر مولانا موصوف اسی طرح محنت کرتے رہے تو امید ہے کہ تھوڑی مدت میں اس مدرسے کے طلبہ تمام علوم و فنون میں ماہر ہو کر نکلیں گے۔ اور ڈپٹی صاحب موصوف کی محنت کارگر ہوگی۔'' [روداد مدرسہ امدادیہ ۱۹۸۰ء]

سید محمد علی منتظم نے مدرسہ امدادیہ، بانی و مہتمم ڈپٹی امداد العلی، علامہ گل خاں اور طلباے مدرسہ امدادیہ کی محنتوں، کاوشوں اور طلبہ کے امتحان کی کامیابی پر تاریخی درج ذیل کلام رقم فرمایا۔ ملاحظہ ہو:

سید امداد العلی ڈپٹی کلکٹر باوقار
کز نہیب سطوتش اعدائے پر کیں سینہ شق
در مرادآباد زیبا مدرسہ تعمیر کرد
قدسی و غلماں بہ زانوے ادب خواندہ سبق
اہل علم و اہل دل از ہر دیار آمد بہ ذوق
تا کہ لطف امتحاں یابند با راے ادق
مرحبا بر ہر مدرس طالباں را آفریں
گفت ہر کس چوں کشود ابواب علمی را ورق
مولوی گل نخل بندِ گلشن علم و ادب
در چمن پیراے ایں گلستاں بردہ سبق
امتحاں کامل شد و خوش دل بگفتا ہم کناں
با ایں جلسہ را صد لطف و صد تحسیں ز حق
بارک اللہ ہاتفی تاریخ گفت او منتظم
امتحاں مدرسہ زیبا شد از امداد حق

[روداد مدرسہ امدادیہ، ۱۸۸۲ء، بحوالہ صدر الافاضل اور فن شاعری]

مدرسے میں تدریس وغیرہ تمام معاملات میں آپ کی توجہ وانہماک اور مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ آپ دیگر امور جیسے تصنیف و تالیف وغیرہ کے لیے بھی بمشکل وقت نکال پاتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے خود اپنی کتاب مستطاب ''ذخیرۃ

العقبیٰ فی استحباب میلاد مصطفیٰ'' کے دیباچے میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

''فقیر خادم العلماء محمد گل کابلی وطنا و مرادآبادی نزیلا عرض کرتا ہے، کہ مدت مدیدہ و ایام عدیدہ سے چند باشندگان بلاد مختلفہ مثل بمبئی و جوناگڑھ و اکبرآباد و مرادآباد و گجرات وغیرہ نے بہنگام سفر اماکن مذکورہ کے خاکسار سے چند سوالات نسبت جواز مجلس میلاد شریف... کے کیے، کہ جن کے جوابات مشرح جواز کے مطلع تا مقطع بحوالہ احادیث صحیحہ کے تحریر ہوئے تھے، باوراق متفرقہ بہ بقاع مختلفہ دیے گئے تھے۔ ...اکثر عاشقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و شائقین محفل معظم میلاد شریف نے ان جوابوں کو منظور فرماکر بارہا بنابر طبع مولع ہوئے۔ لیکن ایں جانب کو بوجہ انتظام و سرپرستی مدرسہ امدادیہ کے اس قدر فرصت نہ تھی کہ تالیف و ترتیب ان جوابوں میں کچھ حصہ اپنے وقت کا صرف کرتا۔ فلہٰذا جس قدر کہ اصرار متشوقین کا نسبت تالیف کتاب کا بڑھتا تھا بیش ازاں موانع و قلت فرصت بوجہ مسبوق الذکر رقیب راہ تھی۔''

[ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد المصطفیٰ: مطبع گلزار ابراہم مرادآباد]

یہ آپ کی شب وروز کی مساعی جمیلہ اور خلوص کا ہی ثمرہ تھا، کہ بہت کم وقت میں مدرسے نے شہرت و مقبولیت حاصل کرلی۔ اور دور دور سے تشنگان علوم نبویہ آکر مدرسے میں داخل ہونے لگے۔ اور آپ کے دریاے علم سے اپنی تشنگی بجھانے لگے۔ ہر سال چار پانچ طلبہ دستار فضیلت و افتا سے نوازے جاتے تھے۔

مرزا نصیر الدین اپنی کتاب وقائع نصیر خانی میں، آپ کے دم قدم سے مدرسہ امدادیہ کی رونق و ترقی، آپ کے عقائد و نظریات اور مسلک کی نشاندہی نیز آپ کے اوصاف حمیدہ اور، طلبہ کی دستار فضیلت و افتا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔:

''مولوی محمد گل مدرسہ اسلامیہ امدادیہ کے مہتمم اور کابل کے رہنے والے ہیں۔ ان کی ذات فائز البرکات سے مدرسہ اسلامیہ مرادآباد کی رونق و ترقی ہے۔ عالم باعمل اور علما کی جماعت میں بے مثال و بے بدل ہیں۔ ان کے فیوضات کی بدولت ہر سال مجمع علما میں چار پانچ آدمی (فارغ التحصیل طلبہ) دستار فضیلت اور خلعت استفتا و قابلیت سے مشرف ہوتے ہیں۔ مولوی محمد گل کا مزاج درویشانہ ہے۔ ریاست رام پور اور دوسرے مسلمانوں سے مدرسے کی امداد کے لیے جو کچھ ملتا ہے نہایت امانت اور دیانت سے مدرسے کے کام میں حبہ حبہ خرچ کردیتے ہیں۔ خدا اور سول کے بعد بزرگان دین اور اولیاے کاملین کے آثار کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ خیرات، طعام مسکین، تقسیم شیرینی، حلوا براے ثواب رسانی میت یا ارواح بزرگان کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور اہل حدیث کی طرح کفر و بدعت نہیں کہتے ہیں۔ بہت صاف دل اور غیر متعصب ہیں۔ یگانہ و بے گانہ کی رعایت ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ تقلید کے حامی ہیں۔ غیر مقلدوں کو اپنا مخالف سمجھتے ہیں۔ صوفی بھی نہیں ہیں کہ ان کو بربط و طنبور و نغمہ و غزل پر حال آئے۔ اس قسم کے افعال کو مذموم، نا

مشروع اور بدعت سمجھتے ہیں۔“ [وقائع نصیر خانی: ص۹۵]

شعر وسخن اور تاریخ گوئی

آپ کی شعر وشاعری سے متعلق تفصیل حاصل نہ ہوسکی۔ البتہ آپ کے چند تاریخی قطعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو شعر وسخن سے بھی شغف تھا۔ اور تاریخ گوئی پر بھی کمال حاصل تھا۔ درج ذیل قطعات ملاحظہ فرمائیں ؎

بہر سالش دی شنیدم ایں صدا
حکم حرمت ہست بر زاغان ہند
ربط قبلش از سر زاغاں بکن
تا کہ گیری سال تا پایان ہند

سید امداد العلی صاحب کی کتاب ”امداد المساجد“ جو رامپور کے ایک مشہور عالم کے فنائے مسجد میں رہائش کے لیے مکان اور بیت الخلا وغیرہ بنانے کی غیر شرعی حرکت کے رد میں لکھی گئی ہے۔ آپ نے اس کتاب پر درج ذیل تاریخی فارسی قطعہ تحریر فرمایا۔ ملاحظہ ہو ؎

گفت ہاتف وصف، تالیف کتاب
مظہر حق مبطل باطل شدہ
ایں سبب عالم ہمہ ایں لفظ خوش
با تو گوید شاد باش در گہا

۹ ۶ ۲ ۱ ھ

(شعر اور تاریخ اسی طرح کتاب میں ملی۔ بعینہٖ نقل کر دی گئی ہے۔)

[داستان تاریخ اردو، مرتبہ حامد حسن قادری، ص۴۲۷]

دینی جذبہ معاونت

مدرسہ امدادیہ کے لیے جو کچھ مالی تعاون ہوتا آپ اس کو نہایت ہی امانت ودیانت داری سے مدرسے میں استعمال فرماتے۔ اور خود بھی مدرسے کا مالی تعاون فرماتے رہتے۔ اور صرف اپنے ہی مدرسے کے مالی تعاون پر اکتفانہ کرتے بلکہ اہل سنت کے دوسرے مدارس میں بھی مالی امداد فرمایا کرتے تھے۔ کسی مدرسے میں اجلاس میں مدعو ہوتے تو وہاں نذرانہ لینے کے بجائے مدرسے میں چندا پیش کر کے واپس ہوتے۔ مدرسے کے تئیں آپ کے جذبات حسنہ کی

مثال کے لیے درج ذیل واقعہ کافی ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مدرسہ طبیہ مرادآباد، جسے حکیم الطاف علی خان صاحب نے قائم کیا تھا اور صدر الافاضل جہاں تدریسی خدمات پر مقرر تھے، اس مدرسے کے سالانہ جلسے کے لیے آپ کو مدعو کیا گیا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ آپ کی موجودگی میں مدرسے سے علم طب کی فراغت پانے والے طلبہ کو اسناد و انعامات سے نوازا گیا۔ یہ سارے اخراجات چوں کہ تن تنہا حکیم الطاف علی خان صاحب اپنی جیب خاص سے ہی کیا کرتے تھے، لہٰذا ضرورت تھی کہ ایسے موقع پر اہل زر حضرات مدرسے کا تعاون فرمائیں۔ جلسے میں مال دار، آنریری مجسٹریٹ حضرات اور بہت سے معزز حضرات موجود تھے لیکن کسی نے بھی مدرسے کی کوئی معاونت نہیں فرمائی۔ آپ کے نزدیک چوں کہ اس مدرسے سے مخلوق کا مفاد وابستہ تھا، لہٰذا آپ نے اپنی جیب خاص سے مدرسے کو بطور تعاون تین روپے عطا فرمائے۔

مرادآباد کا مشہور اخبار "مخبر عالم" لکھتا ہے:

"حکیم الطاف علی خان صاحب نے ایک جدا طبیہ مدرسہ قائم کر دیا ہے، جس میں اس وقت پندرہ طلبہ بتائے جاتے ہیں۔ اس کے مدرس اول خود حکیم صاحب موصوف ہیں۔ اور مدرس دویم **حکیم حافظ مولوی محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی** ہیں۔ اور مدرس سویم حکیم مولوی شاہ ابوالمحاسن صاحب سند یافتہ مدرسہ طبیہ دہلی ہیں۔ چناں چہ ہفتہ گزشتہ اس مدرسے کی جانب سے ایک جلسہ منعقد کیا گیا تھا، جس میں مولوی عبدالسبحان صاحب سلہٹی و مولوی عبدالمجید صاحب سلہٹی و مولوی عبدالکریم صاحب بچھرایونی کو تکمیل علم طب کی سندیں اور انعامات دیے گئے۔ اور منجانب حکیم الطاف علی خان صاحب موصوف تمغے دیے گئے۔ اس جلسہ میں بہت سے چیدہ چیدہ روسا و آنریری مجسٹریٹ حضرات و دیگر معززین شہر شریک تھے۔

کہا جاتا ہے کہ ان تینوں فارغ التحصیل طلباے مدرسہ کو جو تمغے، ڈگری و کتب وغیرہ انعام میں دیے گئے اور اس وقت تک جو اصراف مدرسہ ہوا وہ سب حکیم الطاف علی خاں صاحب نے اپنی ذات خاص سے کیا۔ اور اب تک کوئی چندہ کسی صاحب سے نہیں لیا گیا۔ لیکن عین اس جلسے میں **جناب مولوی محمد گل صاحب مدرس اول مدرسہ امدادیہ مرادآباد** نے تین روپے بطور امداد مدرسہ طبیہ کو دیے۔ لیکن تعجب ہے کہ ایسے عالم باعمل کی ابتدا کرنے کے بعد پھر کسی دوسرے شخص کی بابت نہیں سنا گیا کہ اس نے چندہ دیا یا کوئی وعدہ کیا الخ"

[مخبر عالم نمبر: ۳۶؍ مطبوعہ ۸؍ اکتوبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۲]

تحریک ندوہ اور شیخ الکل

آپ کے دور میں تحریک ندوہ بڑی زور و شور پر تھی اور علماے اہل سنت بڑے شد و مد سے اس کی مخالفت میں سرگرداں تھے۔ آپ نے بھی مخالفت ندوہ میں حصہ لیا جس کی تین شہادتیں راقم کو مل سکیں۔ ایک یہ کہ شاہ جہان

پور میں ندوۃ العلماء کے پانچویں اجلاس کے انعقاد کے موقع پر اجلاس سے ایک ہفتہ قبل ہی پہنچ کر عوام اہل سنت کو مفاسد ندوہ سے آگاہ کر کے انہیں ندوہ کے اجلاس میں شرکت سے روکنے کے لیے جو علمائے اہل سنت شاہ جہاں پور میں تشریف لے گئے ان میں ایک آپ بھی تھے۔ آپ نے اجلاس ندوہ میں شرکت سے خود بھی اجتناب کیا اور عوام کو بھی اجلاس ندوہ کے مفاسد سے آگاہ فرما کر انہیں اجلاس میں جانے سے روکا۔ ایک ہفتے سے زائد آپ نے شاہ جہاں پور میں قیام فرمایا۔ اور بلا خوف، مفاسد ندوہ کی تشہیر فرمائی۔

[ماخوذ تذکرہ محدث سورتی مؤلف خواجہ رضی حیدر صفحہ ۱۱۹]

تحریک ندوہ میں آپ کے مخالفانہ کردار کی دوسری شہادت ندوہ کے خلاف حضور اعلیٰ حضرت کے فتوے (فتاوی القدوہ لکشف دفین الندوہ ص ۱۶) پر آپ کی تصدیق و تائید مع مہر اس طرح موجود ہے۔

الجواب صحیح، (مہر) شگفتہ محمد گل بینظیر ۱۳۰۰۔

یہ تائید و تصدیق اس بات پر غماز ہے کہ آپ تحریک ندوہ کے خلاف تھے۔

مزید برآں پٹنہ سے نکلنے والے مشہور ماہوار رسالہ "تحفہ حنفیہ" میں تحریک ندوہ میں سرگرم علما کی ایک طویل فہرست ضلعی اعتبار سے پیش کی گئی تھی، جس میں مراد آباد کے علمائے کرام کے اسمائے گرامی بھی درج ہیں۔ ان میں آپ کا اسم گرامی سر فہرست ہے۔

"مولانا محمد گل صاحب مدرس مدرسہ امدادیہ"

[ماہنامہ تحفہ حنفیہ، صفر المظفر، ۱۳۱۶ھ ص ۱۳]

مسیحائے قوم

آپ کی بارگاہ مرجع ہر خاص و عام تھی۔ اگر ایک طرف آپ علمی فیضان سے تشنگان علوم نبویہ کو سیراب فرما رہے تھے تو دوسری طرف آپ روحانی فیضان سے مخلوق کو فیض یاب فرما رہے تھے۔ آپ کے دربار میں صبح تا شام خلق کثیر کی آمد و رفت رہتی۔ بیمار شفا پاتے۔ نامراد، مراد۔ پریشان حال اپنی پریشانیوں کے ازالے کی دعا کراتے اور بامراد واپس لوٹتے۔ خالی دامن آتے اور آپ کے فیض سے دامن بھر کے جاتے۔ کوئی خواب کی تعبیر پوچھتا۔ کوئی استخارہ کا طریقہ۔ الغرض آپ کا در مستفیضین کے لیے ہمہ وقت کھلا رہتا۔ آپ کی بارگاہ میں بیماروں کی آمد اوران کی شفایابی، طالبین تعبیر خواب اور طریقہ استخارہ سیکھنے والوں کی مطلب برآری کا ذکر کرتے ہوئے صدر الافاضل کچھ اس طرح رقم طراز ہیں۔ فرماتے ہیں:

"جناب مولوی صاحب کے پاس بکثرت بیمار آتے ہیں اور ان سے اپنی بیماریوں کا حال ظاہر کرتے ہیں۔ جناب مولوی صاحب اسم ذات پڑھ کر ان بیماروں پر پھونکتے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اکثر بیماروں کو شفا

عطا فرماتا ہے۔ اور یہ تعویذ میں تحریر فرماتے ہیں: **"یااللہ اچھا کر"** اور کبھی یہ تحریر فرماتے ہیں: "انی **مغلوب فانتصر**" کبھی دیگر اسماے الٰہی۔ اور اکثر لوگ ان سے اپنے خواب کی تعبیر لیتے ہیں۔ اور استخارہ کا طریقہ سیکھتے ہیں۔ اور جناب مولوی صاحب کی تعبیر خواب ایسی ٹھیک اور سچی پڑتی ہے کہ سرِ مو فرق نہیں رہتا اور استخارہ کا عمل ان کا ایسا مجرب ہے کہ جو کسی نے خواب یا بیداری میں کچھ دیکھا وہ بعینہٖ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ دیکھا۔"

[فیضان رحمت ص۶ مطبع محمود المطابع مرادآباد]

شہزادہ اجمل العلماء مفتی اختصاص الدین صاحب سنبھلی سے بحوالہ مولانا محمد یونس سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد اور دیگر معتبر حضرات سے میں نے سنا کہ آپ عمل سلب امراض کے عامل تھے۔ جس کے ذریعے آپ مریض کا مہلک سے مہلک مرض اپنی ذات پر لے لیا کرتے تھے۔ اور مریض کو اللہ کے حکم و فضل سے شفایاب کر دیا کرتے تھے۔

نیز حضور مجاہد ملت فرماتے ہیں:

"حضرات مشائخ کرام میں سے بہت سے حضرات سلب مرض فرماتے تھے، انہیں میں سے حضرت مولانا محمد گل قدس سرہ بھی تھے۔ سلب مرض کے دو طریقے ہیں۔

ایک یہ ہے کہ براہ راست مرض کو مریض سے دور کر دیا جائے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ سلب کرنے والا اولاً مرض کو مریض سے اس طرح سلب کرے کہ وہ مرض خود سلب کرنے والے کو لاحق ہو جائے، پھر آہستہ آہستہ اس سے وہ مرض زائل ہو۔ حضرت مولانا محمد گل صاحب کو یہی دوسرا طریقہ معلوم تھا۔ آخری عمر میں ایک شخص سے مرض برص کو سلب فرمایا۔ وہ مرض اس سے دور ہو کر ان کو لاحق ہو گیا۔ اسے وہ آہستہ آہستہ دور کر رہے تھے کہ وصال ہو گیا۔ اور کچھ آثار باقی رہ گئے۔" [مرد جوزاء مجاہد ملت: ص۳۰۱]

یہی وجہ تھی کہ آپ کی حیات کا ایک ربع حصہ امراض شدیدہ میں گزرا۔ آپ گوناگوں امراض میں مبتلا رہتے تھے۔ صدر الافاضل آپ کی بیماریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جناب مولوی صاحب حامی سنت کی بیماریوں کا حال تمام شہر کے طبیبوں سے دریافت کرنا چاہیے کہ ان کو عرصہ ۸ سال یا کچھ کم و بیش سے وہ سخت اور ہائل بیماریاں لاحق حال ہیں کہ اگر دوسرے شخص کو ہوتیں تو خدا جانے اس کا کیا حال ہوتا۔ اور وہ کیا کیا بے چینی ظاہر کرتا۔ اور مولوی صاحب باوجود ان سخت مسطورہ ذیل بیماریوں کے صبر کرتے ہیں۔ اور تمام مسائل ضروریہ شرعیہ کا جواب اور علوم دینیہ حتی المقدور پڑھاتے ہیں۔ اور وہ بیماریاں یہ ہیں:

درد کمر یہاں تک کہ بعض اطبا کے گمان میں وجع الورک ہے۔ اور دمے کی ایسی سخت بیماری ان کو لاحق حال ہے، کہ پانچ چھ قدم چلنے سے تمام بدن کا حال متغیّر اور اکثر اوقات کھانسی بھی شروع ہوتی ہے اور برس دو برس گٹھیہ کی

بیماری بھی رہی، کہ نہ طاقت نشست و برخاست اور نہ بغیر اعانت دوسرے شخص کے چارپائی سے اترنے کی طاقت۔ اور مدت تک مرض تبخیر شدید میں گرفتار رہے۔ اور مدت مدید سے بلاناغہ شش ماہی درد گردہ کا ایسادورہ پڑتا ہے کہ خدانجات دے۔ مگراب فضل الٰہی ہے کہ اور بیماریوں کوبوجہ علاجہائے کثیر اطبائے شہراور باہر کے قدرے افاقہ ہے۔ مگر درد کمر کہویاوجع الورک کہواور نیز مرض دمہ ابھی تک ایسالاحق حال ہے کہ ان دونوں کے سبب سے چلنادرکنار بلکہ نششت وبرخاست بھی ان سے بمشکل ہوتی ہے۔اور سب مرادآبادوالوں کومعلوم ہے کہ ان امراض کی وجہ سے مرادآباد چھوڑ کروطن جانے کاارادہ کیاتھا۔چناں چہ یہاں سے پشاور پہنچ کروہاں ڈیڑھ برس بھی رہے۔مگرآگے جانے کی کوئی سبیل نہ ہوسکی۔لہٰذاہماری خوش نصیبی سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ہند کی ہدایت کے واسطے واپس مرادآباد میں بھیجا۔"

[فیضان رحمت:ص۵]

دیوبندی جماعت کی تکفیراور شیخ الکل

حضور مجاہد ملت فرماتے ہیں:

"حضرت مولانامحمد گل رحمۃ اللہ علیہ بڑے زبردست عالم تھے،لیکن وہ اردوصحیح طور پرنہیں بولتے تھے۔ایک باران کے پاس کوئی دیوبندی عقیدے والاپہنچااور یہ کہاکہ مولانااحمد رضاخاں بریلوی اورآپ کے شاگرد **مولانانعیم الدین صاحب مرادآبادی** ہمارے بزرگوں کواور ہم لوگوں کوکافرکہتے ہیں۔انہوں نے دریافت فرمایا:

وہ لوگ ایساکیوں کہتے ہیں؟اس نے جواب دیاکہ ہمارے بزرگوں کی بعض کتابوں کی بعض عبارتوں کی وجہ سے۔انہوں نے دریافت فرمایا:کہ وہ کتابیں عربی میں ہیں یااردو میں؟جواب دیاکہ وہ اردو میں ہیں۔دریافت فرمایاکہ کیاکسی مستند تفسیر قرآن کے ترجمے پروہ لوگ کفرکاحکم دیتے ہیں ؟کہانہیں ۔دریافت فرمایا:کیاحدیث شریف کی مستند شرح کے ترجمے پروہ لوگ کفرکاحکم دیتے ہیں؟کہانہیں۔انہوں نے دریافت فرمایا:کیاعقائدیافقہ کی کسی مستند کتاب کے اردوترجمے پروہ لوگ کفرکاحکم دیتے ہیں؟کہانہیں۔تب حضرت مولانامحمد گل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:تم لوگ کیوں ایسی بات لکھتے ہوجوتفسیر کاترجمہ نہیں ہے،شرح حدیث کاترجمہ نہیں ہے،عقائدیافقہ کی کتاب کاترجمہ نہیں ہے،ہم اردوکی کتاب کوصحیح طور پرنہیں سمجھتے ہیں۔مولانااحمد رضاخاں سمجھتے ہیں،**مولانانعیم الدین** سمجھتے ہیں۔وہ لوگ کفرکاحکم کرتے ہیں تم لوگ کیوں ایسی بات لکھتے ہوکہ وہ لوگ کفرکاحکم کرتے ہیں۔"

[مرد جوزاء مجاہد ملت:ص۳۹۵]

شیخ الکل کرامات کے تناظر میں

آپ بحرولایت کے غواص، حقیقت کے اسرارورموز کے ماہر کشاف، صاحب کرامات بزرگ تھے۔آپ کی بے شمار کرامات ہیں۔لیکن تحریری شکل میں جو کرامات فقیر کودستیاب ہوئیں یہاں صرف ان ہی کو بیان کیا جاتا ہے۔

صدرالافاضل بارش میں نہ بھیگے

ایک دن صدرالافاضل آپ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔رات کافی ہوچکی تھی،بارش ہورہی تھی۔صدرالافاضل نے آپ سے عرض کیا حضور! مجھے گھر جانا ہے اور بارش ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہے۔آپ نے اپنے سعادت مند تلمیذرشید سے فرمایا:قریب آؤ!صدرالافاضل قریب ہوئے تو آپ نے صدرالافاضل کے سرپر اپنا دست مبارک پھیر کر فرمایا چلے جاؤ!بارش کا کوئی قطرہ بھی تمہارے جسم پر نہیں گرے گا۔خود صدرالافاضل فرماتے ہیں:خدا کی قسم!جب گھر پہنچا،تو بارش کا ایک چھینٹا بھی میرے اوپر نہ گرا تھا۔میں حیرت واستعجاب میں پڑگیا۔

[معارف مفتی اعظم راجستھان:ص۳۸۴]

ایک آواز پر چوہوں کا اکٹھا ہونا

یوں ہی ایک بارآپ کے مدرسے میں چوہوں کی کثرت ہوگئی۔اورانہوں نے جابجا کتربیونت شروع کردی۔جب نقصان زیادہ ہونے لگا تو ایک خادم ان چوہوں کو پکڑنے کے لیے بازار سے چوہے دان لایا۔آپ نے فرمایا:یہ کیا ہے؟خادم نے عرض کیا حضور!چوہے بہت نقصان پہنچا رہے ہیں آپ نے فرمایا:پھراس کی کیا ضرورت ہے۔ایک بوری لے آؤ!خادم بوری لے آیا۔آپ نے فرمایا:بوری کا منہ کھول کر لکڑی بیچ میں لگا کر رکھ دو۔بعدہ آپ نے آواز دی۔چوہو!سب آکر اس بوری میں جمع ہوجاؤ۔دیکھتے ہی دیکھتے سارے چوہے بوری میں جمع ہوگئے۔آپ نے خادم سے فرمایا:ان کو مارنا مت بلکہ جنگل میں چھوڑ آؤ۔[تعارف جامعہ نعیمیہ]

بیماروں کا شفا حاجت مندوں کا مرادیں پانا

آپ کی بارگاہ میں بے شمار مریض آتے اور شفا پاتے تھے۔جو مریض دوا سے شفا نہ پاتا وہ آپ کی دعا سے شفایاب ہوجاتا تھا۔آپ مستجاب الدعوات تھے۔آسیب زدہ بیمار بھی آپ کی بارگاہ میں آکر شفا پاتے تھے۔اورآج بھی آپ کے مزارپاک کی برکتوں سے لاعلاج بیمار،سحروآسیب زدہ بیمار،شفاوصحت پاتے ہیں۔شفاہی کیا آپ کی بارگاہ میں جو شخص جو جائز مراد لے کر آتا ہے اللہ پاک آپ کے صدقے اس کی جائز مراد پوری فرمادیتا ہے۔کوئی پریشان حال

آتا ہے اس کی پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ کسی کا کوئی عزیز کھو جاتا ہے اور وہ آپ کی بار گاہ میں استغاثہ کرتا ہے تو مدد کی جاتی ہے اور بچھڑے ہوؤں کو ملا دیا جاتا ہے۔

اس حوالے سے دو چند کرامات فقیر کو کرم فرما مولانا محمد یامین صاحب مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد، کی مخصوص فائل میں منتشر اوراق میں مسطور ملیں۔ فقیر یہاں انہیں بجنسہٖ نقل کرنا ضروری سمجھتا ہے تا کہ یہ سینہ بہ سینہ پہنچی ہوئی کرامات محفوظ ہو جائیں۔

لاعلاج مریض کو شفا

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کے ایک ساتھی تھے وہ کرامت میں یقین نہیں رکھتے تھے اور وہ ہپناٹزم کے ماہر تھے۔ ایک دن **حضرت مولانا نعیم الدین صاحب** اپنے مدرسے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے پاس حضرت کے ساتھی جن کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے وہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ لوگ ایک ترکفن کو چارپائی پر لائے۔ اور **حضرت صدرالافاضل** کو اس مریض کو دکھایا۔ **حضرت صدرالافاضل** ایک جیّد عالم دین کے ساتھ ساتھ ایک اچھے حکیم بھی تھے۔ **حضرت صدرالافاضل** نے اس مریض کو دیکھ کر فرمایا کہ:

اس مریض کو بہت پرانی گٹھیا ہے۔ اور اب یہ مرض لاعلاج ہو چکا ہے۔ اس مریض کے ہاتھ پاؤں مڑے ہوئے تھے اور ایک عرصے سے وہ کھڑا بھی نہیں ہوتا تھا، لیٹا ہی رہتا تھا۔ اس مریض کے ساتھ آنے والوں نے کہا کہ وہ اس مریض کو علاج کے واسطے نہیں لائے ہیں، بلکہ اس کو وہ اس لیے لائے ہیں کہ اس مریض کے گھر والے اس کی تیمار داری سے تنگ آ چکے ہیں۔ لہٰذا **حضرت (صدرالافاضل)** اللہ سے یہ دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی مٹی عزیز کر لے۔ **حضرت صدرالافاضل** نے یہ بات سن کر اپنے ساتھی سے کہا کہ آپ کے پاس کوئی عمل ہے جس سے یہ مریض ٹھیک ہو جائے؟ حضرت کے ان ساتھی نے منع کر دیا۔ لیکن حضرت سے یہ کہا کہ کیا کرامت اس کو ٹھیک کر سکتی ہے؟ اس پر حضرت نے مریض کو لانے والوں کو حضرت مولانا محمد گل صاحب کا پتہ بتایا۔ اور کہا اس مریض کو وہاں لے کر چلو۔

حضرت صدرالافاضل اپنے ان ساتھی کو بھی لے کر حضرت مولانا محمد گل صاحب کے مدرسے پہنچ گئے۔ اور حضرت صدرالافاضل نے حضرت مولانا محمد گل صاحب سے عرض کیا: کہ اس مریض کو مرض گٹھیا ہے، لیکن میرے ان ساتھی کو یہ یقین نہیں ہے کہ کرامت بھی کوئی چیز ہے اگر حضرت اس مریض کو ٹھیک کر دیں تو یہ صاحب بھی راہ راست پر آ جائیں گے۔ حضرت مولانا گل صاحب نے اس مریض کو غور سے دیکھا اور کچھ پڑھا۔ اور اس مریض کے ساتھ آنے والوں سے کہا کہ:

اس کے ہاتھ پیر سیدھے کرو۔ اس مریض کے ہاتھ پیر جو ایک عرصے سے مڑے ہوئے تھے۔ حضرت

مولانا محمد گل صاحب کے یہ فرمانے کے بعد جب سیدھے کیے گئے تو وہ سیدھے ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: کہ اس کو کھڑا کرو۔ اس مریض کو کھڑا کیا گیا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ پھر فرمایا: کہ اس کو چھوڑ دو۔ مریض بغیر سہارے کے کھڑا ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ اس کو ہلکے ہلکے چلاؤ۔ وہ مریض ہلکے ہلکے چلنے لگا۔ پھر فرمایا کہ اب یہ مریض گھر تک پیدل چل کر جائے گا۔ اس کرامت کو دیکھ کر **حضرت صدر الافاضل** کے ان ساتھی نے توبہ کی۔ اور حضرت مولانا محمد گل صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید ہو گئے۔

تین گمشدہ بچوں کی بازیابی

ایک واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت مولانا گل صاحب کے مزار شریف پر سحر و آسیب زدہ مریض آتے ہیں۔ ایک صاحب پر سحر تھا۔ وہ روز حضرت کے مزار پر حاضری دیا کرتے تھے۔ حضرت نے ان صاحب کو کسی آسیب سے یہ کہلوایا کہ وہ حضرت شاہ صفا صاحب جو دولہا میاں کے نام سے مشہور ہیں اور جن کا مزار شریف لال مسجد کے عقب میں واقع ہے، وہاں بھی حاضری دیا کریں۔ وہ صاحب دولہا میاں کے مزار پر بھی روزانہ حاضری دینے لگے۔ ایک دن عصر اور مغرب کے درمیان جب وہ صاحب دولہا میاں کے مزار پر بیٹھے ہوئے تھے تب لال مسجد سے یہ اعلان ہوا کہ کسی کے تین بچے کھو گئے ہوں تو وہ ایک شخص جو اسی محلے کے رہنے والے ہیں ان کے یہاں وہ تینوں بچے ہیں ان سے آکر لے لیں۔ یہ اعلان ان صاحب نے بھی سنا۔ بعد نماز مغرب وہ صاحب اپنے گھر چلے آئے۔ وہ صاحب حضرت مولانا محمد گل صاحب کے مزار پر صبح کے وقت حاضری دے آئے تھے۔ رات کو پھر ان صاحب کی طبیعت بگڑ گئی۔ ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت مولانا محمد گل صاحب کے مزار شریف پر دوبارہ حاضری دی جائے۔ لہٰذا وہ دوبارہ حضرت کے مزار شریف پر چلے گئے۔ بعد نماز عشا جب وہ حضرت کے مزار پر بیٹھے ہوئے تھے ایک عورت روتی ہوئی اور یہ کہتی ہوئی آئی کہ حضرت صبح سے ماری ماری پھر رہی ہوں مگر میرے بچے نہیں ملے۔ اب اخیر میں آپ کے مزار پر آئی ہوں آپ ہی میری مدد کریں اور مجھے بچے دلوائیں۔ ان صاحب نے اس عورت سے پوچھا کہ کتنے بچے ہیں؟ اس عورت نے بتایا کہ تین بچے ہیں۔ ان صاحب نے کہا کہ لال مسجد چلی جاؤ۔ اور فلاں شخص کے گھر جانا اس کے یہاں بچے مل جائیں گے۔ وہ عورت اسی وقت محلہ لال مسجد گئی اور اس شخص کا مکان معلوم کیا جس کا نام مسجد سے ہوئے اعلان میں بتایا گیا تھا۔ اس شخص کے گھر پہنچنے پر بچے مل گئے۔

یہ حق ہے کہ اولیائے کرام روشن ضمیر ہوتے ہیں، حضرت مولانا گل صاحب کو یہ معلوم تھا کہ سب جگہ گھوم پھر کر رات کو وہ عورت ان کے مزار پر آئے گی۔ اور بچوں کے بارے میں ہمارے مریض کو معلوم ہے کیوں کہ اس نے اعلان سنا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے مریض کو اس عورت کے آنے سے قبل بلا کر بٹھا لیا تا کہ وہ پتہ بتا سکے۔ حضرت مولانا محمد گل صاحب علیہ الرحمۃ کی یہ کتنی بڑی کرامت ہے۔"

ایک گمشدہ بچہ کی بازیابی

ایک صاحب کا ایک بچہ غائب ہوگیا۔ گھر والے حضرت مولانا محمد گل صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار پر دعا مانگنے آنے لگے۔ کئی مہینوں کے بعد وہ بچہ گھر آیا اور اس کو پہنچانے ایک صاحب آئے۔ اس بچے اور ان صاحب نے جو اس کو لے کر آئے تھے جو باتیں بتائیں وہ اس طرح ہیں۔ بچے نے بتایا کہ اس کو اس کا ایک ساتھی بہکا کر لے گیا تھا اس نے اس بچے کو کچھ لوگوں کو دے دیا۔ اس بچے کو مرادآباد سے کہیں باہر لے جایا گیا۔ اور وہ لوگ بچے کو بندر کھتے تھے۔ ایک دن بچہ موقع پاکر بھاگ کھڑا ہوا اور بھاگتے بھاگتے گر گیا۔ اور وہیں بے ہوش ہوگیا۔ جہاں وہ بچہ گر کر بے ہوش ہوا تھا، وہاں قریب میں کسی ولی کامل کا مزار تھا اس مزار پر کوئی خدمت گار رہتے تھے، وہ ادھر سے گزرے جہاں بچہ بے ہوش پڑا تھا۔ وہ بچے کو اٹھا کر مزار شریف پر لے آئے۔ اس کو ہوش آیا تو اس بچہ نے بتایا کہ وہ مرادآباد کا رہنے والا ہے۔ ان خادم نے بچے کو اپنے پاس روک لیا کہ وہ کسی طرح بچے کو مرادآباد اس کے والدین کے پاس بھجوادیں گے۔ اسی رات ان خادم کو یہ بشارت ہوئی کہ بچے کو کسی کے ذریعے نہ بھجوائیں بلکہ وہ خود مرادآباد جاکر بچے کے والدین کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ دیں۔ اس بشارت کے بعد وہ خادم مزار خود بچے کو لے کر مرادآباد آئے۔ اور بچے کو اس کے والدین کے سپرد کر کے گئے۔ یہ بشارت حضرت محمد گل صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف سے تھی، جہاں بچے کی والدہ اور دادی برابر حاضری دیا کرتی تھیں۔"

ایک اور گمشدہ بچہ کی بازیابی

اسی طرح کی ایک اور کرامت ملاحظہ فرمائیے!

ایک صاحب کا بچہ غائب ہوگیا۔ اس کے والد نے اس کو جگہ جگہ تلاش کروایا، مگر اس کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ ان صاحب کو کسی نے بتایا کہ وہ اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد گل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار شریف پر حاضری دیں اور آپ کے سامنے اپنی بات رکھیں۔ انہوں نے حضرت کے مزار شریف پر حاضری دینا شروع کردی۔ ان صاحب کے چچیرے بھائی بھی حضرت کے مزار پر حاضری دیتے تھے۔ ایک دن ایک شخص مزار شریف پر حاضری دینے آیا۔ یہ شخص اکثر حضرت کے مزار شریف پر آتا رہتا تھا۔ اس نے مزار شریف پر یہ ذکر کیا کہ ایک پولس والا ایک بچے کا نام اور اس کے والد کا نام لیے پھر رہا تھا اور بتا رہا تھا کہ یہ بچہ میرٹھ کی بچہ جیل میں ہے۔ میں اس بچے کے باپ کو ڈھونڈ رہا ہوں کہ اس کو یہ بتادوں، مگر اس بچے کے باپ کا پتہ نہیں مل رہا۔ اس شخص نے بچے اور اس کے باپ کا نام لیا۔ اتفاق سے اس بچے کا چچا بھی وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اس شخص کو بتایا کہ یہ بچہ میرا بھتیجا ہے۔ اور اس کے والد میرے تایازاد بھائی ہیں۔ تب اس شخص نے بتایا کہ یہ بچہ میرٹھ کی بچہ جیل میں ہے۔ یہ خبر سن کر بچے کے والد میرٹھ

کی بچہ جیل سے بچے کو لے کو اپنے گھر آئے۔

حضرت کی بہت سی کرامات ہیں جو آئے دن سامنے آتی رہتی ہیں۔ اور مزار شریف پر آنے والے ایسے ہی فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔" [منتشر اوراق سے منقول کرامات]

تصانیف

درس و تدریس، دینی و ملی سرگرمیوں، صبح تا شام بارگاہ میں آنے والے درد کے ماروں پر فیض افشانی اور دیگر گوناگوں مصروفیات، نیز امراض شدیدہ میں گرفتار ہونے کے باوجود آپ نے تصنیف و تالیف کی جانب توجہ فرمائی اور مختلف موضوعات پر عظیم ترین، فقید المثال مندرجہ ذیل تصانیف کا قیمتی سرمایہ قوم کو عطا کیا۔

١. ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب میلاد مصطفیٰ
٢. اثبات المعقول بالمنقول علی رغم الف کل ظلوم وجہول
٣. لوئو المنثور فی مدح والی رام فور
٤. دعاے برکت بر طعام ضیافت، دعاے اموات بوقت جمعرات
٥. براہین بینہ بر اثبات نذور معینہ
٦. اشرف البراہین المنھودہ علی حرمت الغرابین الھندیہ
٧. ثبت مولانا گل

علاوہ ازیں کئی کتابوں اور رسالوں میں آپ کے مضامین، فتاوی، تقریظات، تائیدات و تصدیقات بھی موجود ہیں۔ ماہنامہ تحفہ حنفیہ محرم الحرام ١٣١٦ھ کے شمارے میں میلاد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مستحب ہونے اور میلاد میں قیام کے جواز سے متعلق آپ کے دو فتوے شامل ہیں۔

کتابوں وغیرہ پر تقریظات، تصدیقات اور تائیدات جو دستیاب ہوئیں وہ ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں تاکہ محفوظ ہو جائیں۔

تقریظات وتصدیقات

فتاوی اعلیٰ حضرت پر تصدیقات

فتاوی رشیدیہ میں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ کے کئی فتاوی نقل کیے گئے ہیں ان میں کئی فتاوی پر شیخ الکل کی تصدیق موجود ہے۔ بلاضرورت شرعیہ بھیک مانگنے کی حرمت پر اعلیٰ حضرت کا ایک علمی فتوی فتاوی رشیدیہ کے صفحہ، ۵۸۰،۵۸۱۔ پر نقل کیا گیا ہے۔ آپ نے درج ذیل الفاظ میں اس فتوی کی تائید فرمائی ہے۔

”جناب مولوی صاحب نے صحیح لکھا ہے کہ بلاضرورت شرعیہ سوال کرنا حرام ہے“

شگفتہ محمد گل بینظیر ۱۳۰۰

نیز اسی فتاوی رشیدیہ کے صفحہ ۷۴،۷۵، پر ڈھول تاشے باجے کی حرمت اور اسے حرام جاننے والے کی تکفیر کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت کا فتوی نقل کیا گیا ہے۔ جس پر مندرجہ ذیل الفاظ میں آپ نے تائید فرمائی ہے۔

”بلاشک ناچ رنگ رنڈیوں کا اور اسراف بے جا اور بکھیر مال کی اور اس کا ضائع کرنا اور نقرہ وسونے کا سہرہ مردوں کے لیے یہ سب ناجائز ہیں تو اس کو ہرگز جائز نہ جاننا چاہیے“

شگفتہ محمد گل بینظیر ۱۳۰۰

فتاوی صدر الافاضل پر تصدیقات

کفار سے میل جول رکھنے کے سلسلے میں صدر الافاضل کے ایک فتوے پر آپ نے درج ذیل الفاظ میں تصدیق فرمائی۔

”الجواب صواب والمجیب مصاب۔

المعتصم بحبل سید الرسل لیس بمضطرب بین الملل محمد تازہ گل کابلی جلال آبادی حنفی“

[مسلمان اور کانگریس، اتحاد مسلم ومشرک پر شریعت اسلام کا حکم مبین: ص۲۹]

طاعون سے متعلق فتوی پر تصدیق

طاعون کے حوالے سے صدر الافاضل کا ایک فتوی بشکل اشتہار شائع کیا گیا۔ جس پر آپ نے ”الجواب صحیح“ سے تصدیق فرما کر۔ شگفتہ محمد گل بے نظیر، لکھا۔

[اشتہار المشتہر ملا محمد اشرف شاذلی: مملوکہ فقیر]

الانصاف فی الاختلاف

قبر میں تختوں کے اوپر بوریا وغیرہ میت کو مٹی سے بچانے کی خاطر ڈالنے کے سلسلے میں مولانا عبد السبحان سلہٹی نے علما کی تحقیقی فتاوی کو اکھٹا کر کے کتابی شکل میں بنام ”الانصاف فی الاختلاف“ کو ترتیب دیا، اس میں حضور صدر الافاضل کا فارسی میں ایک فتوی بھی ہے۔ علامہ گل نے اس فتوے کی درج ذیل الفاظ میں تائید فرمائی ہے:

الجواب صحیح۔ شگفتہ محمد گل بے نظیر

[الانصاف فی الاختلاف، ص ۴]

بالعروۃ الوثقی فی التامین بالاخفاء

مولوی محمد قاسم مرادآبادی کی کتاب ”بالعروۃ الوثقی فی التامین بالاخفاء“ پر درج ذیل الفاظ میں تصدیق موجود ہے:

”بلاشک وشبہہ حنفیوں کے نزدیک آمین بالجہر مکروہ ہے۔ اور آمین کو بطور خفیہ ادا کرنا آیات واحادیث سے یقیناً ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے کہ آمین دعا ہے۔ اور دعا کے حق میں اللہ تبارک وتعالیٰ یہ فرماتا ہے۔

ادعوربکم تضرعا وخفیا۔

اور نیز لفظ خفیہ جو کلام اللہ میں وارد ہے خاص ہے۔ اور نزدیک اصولیوں کے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ خاص اپنے مدلول میں یقینی اور قطعی ہے اور غیر کا احتمال بالکل منقطع اور منتفی کرتا ہے۔ لہذا خفیہ بہ نسبت دعا کے جو کلام اللہ میں وارد ہے اپنے مدلول میں یقینی ہوگا۔ اور جہری دعا جو خفیہ سے غیر ہے بموجب قاعدہ اصولیہ بالکل منفی ہوگیا۔ اور قاعدہ اصولیہ یہ ہے جو انوار الانوار میں مسطور ہے۔

وحکمہ ان یتناوی المخصوص قطعا ای اثرہ المرتب علیہ ان یتناول المخصوص الذی ھومدلولہ قطعابحیث یقطع احتمال الغیر

چوں کہ احتمال جہر جو غیر ہے خفیہ سے منتفی ہوگیا۔ پس وجود جہر کیسے ثابت ہوگا؟ جو مرتبہ اس کا احتمال سے فوق ہے اور احادیث صحیحہ صدر الذکر سے آمین کا ادا بطور خفیہ ثابت ہوگیا ہے۔ لہذا جس حدیث سے جہر معلوم ہوتا ہے تو اس حدیث پر عمل کو ترک کرنا اور تمسک بکتاب اللہ اور ان احادیث پر جو خفیہ کے حق میں وارد ہے اور موافق ہے کتاب اللہ کے واجب اور لازم ہے۔ ورنہ ترک عمل بکتاب اللہ جو مویدہ بہ احادیث صحیحہ خفیہ کا ہے بسبب حدیث جہر کے لازم آئے گا۔ اور باوجودیکہ کتاب اللہ مقدم ہے عمل میں حدیث پر خصوصاً ایسے موقع پر جو کتاب اللہ کی احادیث صحیحہ موید ہو تو اس تقدیر پر ہرگز ترک عمل کتاب اللہ پر بسبب حدیث کے جو مخالف ایسی کتاب اللہ سے ہو نہیں ہونا چاہیے۔ فقط۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب۔

حررہ محمد گل خان الکابلی۔ مہر شگفتہ محمد گل بے نظیر

[بالعروۃ الوثقٰی فی التامین بالاخفاء، ۱۰، ۱۱، مطبع مطلع العلوم واخبار نیر اعظم مرادآباد، ماہ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ]

معیار المذہب

"کتاب مسمیٰ بہ معیار المذہب از مولانا سید علی اعظم قادری پھلواری ص ۹۳، پر آپ کے الفاظ تصدیق بزبان عربی مع مہر ملاحظہ کریں:

"ماحررہ المجیب ناقلاً من کتب الاحادیث والفقہ والعقائد وکتب المشائخ الکرام علیہم افضل التحیۃ والسلام حق وموافق لعقائد اھل السنۃ والجماعۃ وخلافہ باطل وضلال لمخالفتہ السنۃ والاجماع"

(مہر) محمد گل جلال آبادی عفی عنہ

تلامذہ

لگ بھگ چالیس سال ہندوستان میں آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔ ہزارہا ہزار عالم فاضل پیدا کیے۔ افسوس ہمیں ان کے نام معلوم ہوئے نہ ان سب کے تفصیلی حالات دستیاب نہیں ہوئے۔ جن چند علماو فضلا کے نام اور تفصیل ہمیں ملی ہم یہاں ان کا ذکر مناسب سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

صدرالافاضل

صدرالافاضل کے علاوہ بے شمار علماو فضلا نے آپ کی بارگاہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ لیکن جو شہرت صدرالافاضل کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کو حاصل نہ ہوسکی۔ علاوہ ازیں آپ نے جس طرح صدرالافاضل کو نوازا کسی اور کو نہیں۔ صدرالافاضل نے آپ سے اپنی شاگردی کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے لکھتے ہیں:

"میں جناب فیض مآب کا ادنیٰ درجہ کا شاگرد ہوں، جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے یہ انہیں کی خدمت کا نتیجہ ہے۔"

مولانا حبیب الرحمن سلہٹی بنگالی

یہ بھی آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ جس کا اظہار خود انہوں نے اپنی کتاب "تنبیہ المرتہنین" کے صفحہ ۲/ پر اس طرح کیا ہے:

"اساتذہ فقیر یعنی **جامع المعقول والمنقول، حاوی الفروع والاصول، زبدۃ المتقدمین، قدوۃ المتاخرین، امام**

المحققین، خاتم المدققین، حاجی الحرمین الشریفین مخدومنا استاذنا حضرت مولانا محمد گل صاحب...... مدرسہ امدادیہ مرادآباد کو جن کے ریاض علوم سے ایک میں بھی ادنیٰ گلچیں ہوں فراموش نہ فرمائیں۔"

مولانا منیر محمد ولایتی

آپ کی کتاب "براہین بینہ براثبات نذور معینہ" کے رد میں مخالفین کی طرف سے ایک کتاب بنام "تنبیہ الکل "،لکھی گئی۔جس کے جواب میں مولانا منیر ولایتی صاحب نے آدھے دن میں ایک زبردست کتاب بنام "ایقاظ الجل لرد تنبیہ الکل "تصنیف فرمائی۔کتاب کا سن تالیف ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۰۰ء ہے۔اس کتاب میں اپنے استاذ گرامی کا ذکر اس انداز میں کیا ہے:

"ہمارے مولانا صاحب، قامع بدعت، جامع شریعت وطریقت، مجدد دین نبوی، عامل بحدیث مصطفوی، محمود خلائق، محب خالق، اعنی جناب الحاج استاذنا مولوی محمد گل خاں صاحب جامع معقول ومنقول"

آخری ایام اور صدرالافاضل کی مخلصانہ خدمت گزاری

یوں توصدرالافاضل نے اپنے استاد گرامی کی تاحیات خدمت فرمائی۔لیکن آخری ایام میں صدرالافاضل خاص طور پر آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔آپ کے علاج وغیرہ کے تمام تر معاملات صدرالافاضل ہی دیکھتے تھے۔ صدرالافاضل کی اس محنت وخلوص اور بے لوث خدمت کو دیکھتے ہوئے ہی آپ نے مدرسے کی تمام تر ذمہ داریاں صدرالافاضل کو دینے کا فیصلہ کیا۔اور مدرسے کی چابیاں آپ کو سونپی۔مگر صدرالافاضل نے یہ کہ کر کہ:

"اللہ تعالیٰ حضور کو جلد اچھا کرے، ابھی اس کی کیا جلدی ہے پھر ہو جائے گا"

چابیاں آپ کے پاس ہی رہنے دیں۔البتہ جس دن آپ کا وصال ہونے والا تھا اس شام کو آپ نے بہت زیادہ اصرار کے ساتھ چابیاں صدرالافاضل کو سونپ دیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی صدرالافاضل کو چابیاں لینی پڑیں۔ لیکن جب رات گئے صدرالافاضل اجازت لے کر گھر جانے لگے تو خاموشی سے وہ چابیاں آپ کے تکیے کے نیچے رکھ گئے۔جسے آپ کے وصال کے بعد دیوبندیوں نے اٹھالیا۔اور پھر مدرسے پر قابض ہو گئے۔(جس کی تفصیل آگے آرہی ہے)صدرالافاضل سے بعد میں احباب نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ مدرسے کی چابی آپ کو مل گئی تھی سب کچھ آپ کے ہاتھ میں آگیا تھا تو پھر آپ نے چابی واپس کیوں رکھ دی؟ توصدرالافاضل نے بڑا تاریخی جواب عنایت فرمایا تھا۔فرماتے ہیں:

"اس وجہ سے میں نے چابی نہیں لی کہ لوگ سوچیں گے کہ مولوی نعیم الدین نے استاد کی خدمت اسی جائداد(مدرسہ) کے لیے کی تھی۔"

یہ صدرالافاضل کا خلوص تھا۔ورنہ عموماً تو لوگ ماں باپ استادوغیرہ کی بڑھاپے میں خدمت اسی غرض سے کرتے ہیں کہ کچھ جائداد سے حصہ مل جائے گا۔

[یہ واقعہ بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمۃ نے مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے حوالے سے اطیب البیان کے مقدمہ، صفحہ ۱۵۹: پر تحریر فرمایا ہے۔تفصیلاً وہیں ملاحظہ کریں۔]

رحلت

ایک طویل مدت تک آپ نے زمانے بھر میں علمی فیضان عام کیا، مذہب ومسلک کی خوب خدمت کی، دینی نمایاں کارنامے انجام دیے، خدمت خلق میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، رضائے الٰہی میں پوری زندگی بسر کی، اور پھر ماہ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء ۱۰/مارچ سے ۲۳/مارچ کی درمیانی تاریخ میں دارفنا سے دار بقا کی طرف روانہ ہوگئے۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔(آمین)

آپ کا مزار پرانوار مرادآباد کی مشہور قلعہ والی مسجد میں آج بھی مرجع ہر خاص وعام ہے۔ربیع الاول شریف کے مقدس مہینے میں آپ کا عرس شریف بڑے ہی تزک واحتشام سے منایا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا تعزیتی عربی، تاریخی کلام

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ نے آپ کی وفات حسرت آیات پر درج ذیل تاریخی منظوم کلام بزبان عربی تحریر فرمایا ؎

لِیَھْنِ ضَلَالَ النَّجْدِ قِلَّةُ ذِلَّتِه
بِمَوتِ مُحَمَّدْ گُل وَ غَیْبَةِ ھَیْبَتِه
فَمَوتُ ھُدَاةِ الدِّیْنِ فِی الدِّیْنِ ثُلْمَةٌ
کَمَا فِی حَدِیْثٍ لَاانسِدَادَ لِثُلْمَتِہٖ
مُرِیْدُ مُرَادَ اٰبَادِنَا لَو مُرَادُھُمْ
وَلٰکِنْ مَّضَتْ لِلدِّیْنِ وَعْدَةُ نُصْرَتِہٖ
فَلَا تَفْرَحُوا یَا بُورُ مُوتُوْ بِغَیْظِکُمْ
فَلَیْسَ اِلٰهُ الْحَقِّ مُخْلِف وَعْدَتِہٖ
اَلَیْسَ **نَعِیْمُ الدِّیْنِ** عَضَّةَ حَلْقِکُمْ
یُبَدِّدُ شَمْلَ الضَّالِّیْنَ بِصَوْلَتِہٖ
مَضَی الْوَرْدُ اَبْقَی اللّٰہُ ذَاالزَّھْرَ بَاسِمًا

وَدَامَ **نَعِیْمُ الدِّیْنِ** غَضًّا بِزَھْرَتِہٖ
یَقُوْلُ الرِّضَا فِیْ عَامِ رِحْلَۃِ حِبِّہٖ
رَوَاحُ مُحَمَّدُ گُلُ بِبُسْتَانِ جَنَّتِہٖ
۰ ۳ ۳ ۱ ھ

ترجمہ:

① نجد کی ضلالت وگمراہی کو اس کی ذلت ورسوائی کا شیخ محمد گل کے وصال اور ان کی پرہیبت شخصیت کے پس پردہ چلے جانے کے باعث کم پڑجانا مبارک ہو۔

② کیوں کہ دین کے رہنماؤں کا وفات پاجانا دین میں ایسا رخنہ ہے کہ اس کا خلا کبھی پر نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

③ ہمارے مراد آباد کا ارادہ کرکے آنے والا اگر ان کی مراد ہے تو جی ہاں لیکن اس دین حق کے لیے اس کی مدد و نصرت کا وعدہ ہوچکا ہے۔

④ تو اے قوم بور! یعنی تباہ وبرباد اور ہلاک ہونے والے، فرقے والو! تم اپنے غیظ وغضب میں مرو، زیادہ خوشیاں نہ مناؤ! کیوں کہ معبود برحق اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔

⑤ کیا (ان کے جانشین) **نعیم الدین** تمہارا اگلا کاٹنے والے نہیں ہیں؟ جو حملہ آور ہوکر اپنے قہر وسطوت سے گمراہوں کی جماعت کو منتشر کردیتے ہیں۔

⑥ وہ پھول چلا گیا اللہ تعالیٰ اس کلی، شگوفہ کو ہنستا مسکراتا باقی رکھے۔ اور **نعیم الدین** اپنی آب وتاب کے ساتھ ہمیشہ تروتازہ رہے۔

⑦ احمد رضا اپنے پیارے کے سال رحلت میں کہتا ہے ”محمد گل کا اپنے باغ جنت میں جا مہکنا“

[منظوم تاریخ وفات، ماخوذ از ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور شریف پاکستان محرم الحرام ۱۴۲۵ھ صفحہ ۵۶]

بعد وصال، مدرسہ امدادیہ کا حال

آپ کے وصال پر ملال کے بعد مدرسہ امدادیہ جسے آپ نے شب وروز کی مساعی جمیلہ ومحنت شاقہ سے ترقی کی شاہراہ پر گامزن کیا تھا، دشمنوں کی نگاہ بد کی زد میں آگیا۔ عقائد باطلہ کے حاملین دیوبندیوں نے اس مدرسہ کو شاہی مسجد کا مدرسے کے ساتھ، جو اسی مدرسہ سے متّصل تھا اور دیوبندی مکتبہ فکر کی ترجمانی میں مصروف اور سنیت کی تردید ومخالفت میں ہمہ وقت کوشاں تھا، ملحق کرنے کی کوششیں شروع کردیں۔ عوام وخواص میں جابجا دونوں مدرسوں

کے الحاق کی باتیں طول پکڑنے لگیں۔اخبارات میں دونوں مدرسوں کے الحاق ہونے نہ ہونے سے متعلق مشورے دیے جانے لگے۔

مرادآباد کے اخبار نیراعظم نے جو دیوبندی مسلک کا ترجمان تھادونوں مدرسوں کے الحاق سے متعلق خبر شائع کی، اوردونوں کوایک کردینے کامشورہ دیا، تواس کے ردعمل میں سیدعابدعلی ایڈیٹرمخبرعالم مرادآباد نے جو صدرالافاضل کے دوستوں میں سے تھے،اپنے اخبار میں ایک تردیدی خبر شائع کی۔جس میں انہوں نے دونوں مدرسے ایک کردینے کوغلط قراردیتے ہوئے اس کی وجوہات پر تفصیل بیان کی۔نیز مدرسہ امدادیہ جوکہ اہل سنت وجماعت کامدرسہ تھا،صدر الافاضل نے جہاں تعلیم حاصل کی تھی، جہاں سے کھل کررد وہابیت ودیوبندیت ہواکرتاتھا،اس کوصدرالافاضل کی تحویل میں دینے کی بابت اپنی اور عوام کی رائے پیش کی۔ہم یہاں اخبار مخبرعالم کی خبر بعینہٖ نقل کررہے ہیں ملاحظہ کریں:

مدرسہ امدادیہ مرادآباد

”ڈپٹی امدادالعلی صاحب اکبرآبادی نے بزمانہ تعیناتی اس عربیہ مدرسہ کی بنیاد ڈال کراس کوایک موزوں مقام پر قائم کیاتھا۔اوراپنے قیام مرادآباد تک خوداس کے نگراں وسرپرست رہے۔اس کے بعد مولوی محمدگل صاحب کابلی کواہتمام سپردکرکے آگرہ چلے گئے۔اور یہ مدرسہ جوعام چندہ وامداد سے قائم کیاگیاتھا،وقف کردیاگیا۔ڈپٹی صاحب موصوف کے زمانہ حیات میں یہ مسئلہ عرصہ تک زیرغوررہا،کہ مدرسہ شاہی مسجد اورامدادیہ کاالحاق ہوجائے۔چناں چہ مدرسہ شاہی مسجد کے اور مدرسہ امدادیہ کے درمیان دروازے بھی کھولے گئے،لیکن جب کہ اختلاف عقائدمذہب دورنہ ہوا،توپھربند کردیے گئے۔اور ہمیشہ کوپھرمدرسہ بند کردیاگیا۔

یہ امرعام طورپر مشہور ہے کہ مدرسہ شاہی مسجد قاسم العلوم علمائے دیوبند کے طریقہ کی تعلیم کاہے اور مدرسہ امدادیہ کے عقائد دوسرے ہیں۔چناں چہ عام سنی المذہب مقلدین مدرسہ امدادیہ میں تعلیم پاتے ہیں۔چناں چہ مولوی محمدگل صاحب مرحوم کی متعدّدتصانیف اس امرکے اظہار کے لیے کافی ہیں۔اب کہ ہفتہ گذشتہ مولوی محمدگل صاحب کاانتقال ہوگیا،اورآپ کاکوئی قائم مقام وجانشین ہنوز تجویزنہیں ہوا،یہ کوشش ہورہی ہے کہ یہ دونوں مدرسے ایک کردیے جائیں۔چناں چہ ہم عصرنیراعظم نے بھی اپنی لوکل میں ایسی ہی آرزوکی ہے۔لیکن یہ خواہش بالکل بے جااورغلط ہے۔یہ دونوں مدرسے اپنے اپنے جداگانہ عقائدکی تعلیم دیتے ہیں، پھرکس طرح ایک ہوسکتے ہیں۔نہ اصل بانی مدرسہ نے ایساکیاجانامنظور کیانہ اس کے جانشین نے یہ امرگواراکیا۔ہاں یہ ممکن ہے کہ مدرسہ اہل سنت والجماعت جوکرایے کے مکانوں میں قائم ہے،اورجس میں بہت سے طلبائے مدرسہ شاہی مسجد اپنانام خارج کراکرداخل ہوگئے ہیں،امدادیہ مدرسے میں ملحق کردیاجائے۔کیوں کہ اس مدرسے اورامدادیہ مدرسے کے طریقہ تعلیم وعقائدایک ہیں۔

اور **مولوی حافظ محمدنعیم الدین صاحب** جس طرح کہ مولوی محمدگل صاحب مرحوم جانشین مدرسہ امدادیہ کے

سامنے مدرسہ امدادیہ میں تعلیم دیتے تھے، اور کل انتظام کرتے تھے، اسی طرح وہ مدرسہ اہل سنت والجماعت کے نگراں ومہتمم ہیں۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ **مولوی حافظ محمد نعیم الدین صاحب** مدرسہ امدادیہ کے مہتمم قرار دیے جائیں۔ اور پھر یہ دونوں مدرسے ایک کردیے جائیں۔ اور شاہی مسجد والا مدرسہ قاسم العلوم جس طرح جداگانہ قائم ہے وہ اپنے طریقے پر قائم رہے۔ چوں کہ شہر میں عام سنی الجماعت گروہ ہے اوران کی یہی دلی خواہش معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے ہمیں امید ہے کہ اس طرف جلد توجہ کی جائے گی۔" [اخبار مخبر عالم: مطبوعہ ۲۳/ مارچ ۱۹۱۲ء نمبر ۱۲، جلد ۱۰، ص ۳]

مذکورہ خبر سے اس بات کا اندازہ لگانا کوئی مشکل امر نہیں کہ سنی حضرات اور دیوبندی مکتبہ فکر کے مابین اس معاملے میں کافی کچھ چھیڑ چھاڑ رہی ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود کہ شہر میں اکثریت سنیوں کی تھی، سنی حضرات دیوبندیوں کو اس عظیم سنی ادارے پر قابض ہونے سے روک نہ سکے۔ اور شیخ الکل علامہ گل خاں علیہ الرحمۃ کے خون جگر سے سینچا ہوا مدرسہ جس سے ہمیشہ عقائد حقہ کی اشاعت ہوتی رہی آخر کار دیوبندیوں کے زیر دست آگیا۔

آج جب کہ مدرسہ امدادیہ دیوبندی مکتبہ فکر کے علما کی تحویل میں ہے ان سے شیخ الکل کی مدرسے کے لیے کی گئیں کوششیں، محنتیں اور مدرسے کی ترقی وشہرت میں نمایاں کردار ادا کرنے پر داد وتحسین وصول کرنا اوران سے اس بات کی توقع رکھنا کہ وہ اعترافِ حق کر کے شیخ الکل کو خراج شکر پیش کریں، بے جا ہے۔ لیکن حیرت بالائے حیرت اسے مدرسہ امدادیہ پر قابض دیوبندی علما کا سہو کہا جائے یا الفضل ما شہدت بہ الاعداء کی جلوہ نمائی کہ شیخ الکل کے وصال کے ۶۸ سال بعد ۱۹۸۰ء کی روداد مدرسہ عربیہ امدادیہ میں مدرسے کے لیے آپ کی خدمات اور مدرسے کی شہرت وپزیرائی میں آپ کا نمایاں کردار اور آپ کے حسن کارکردگی ودیانت داری وقابلیت کو درج ذیل الفاظ میں سراہا گیا۔ ملاحظہ کریں:

"مدرسے کے ابتدائے قیام سے مولانا محمد گل خاں صاحب کابلی (شاگرد خاص مولانا فضل حق خیرآبادی اور مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہما) مدرسے کے تعلیمی وداخلی امور کے ذمے دار تھے۔ مدرسہ امدادیہ کو جلد از جلد ترقی دینے میں موصوف کی شہرت، قابلیت، مساعی جمیلہ، خلوص وللّٰہیت کا بڑا حصہ رہا۔ ان کی حسنِ کارکردگی اور دیانت داری کی وجہ سے ڈپٹی صاحب نے ان کو مکمل طور سے مدرسے کے سیاہ وسفید کا مالک بنادیا تھا۔ مولانا موصوف کے دور میں اگرچہ مجلس انتظامیہ موجود تھی لیکن عملاً سارے اختیارات مولانا موصوف کو حاصل تھے۔"

[روئیداد مدرسہ عربیہ امدادیہ ۱۹۸۰ء]

آخر میں ہم شیخ الکل کا تذکرہ حضور شاہجی میاں کے اس جملے پر مکمل کرتے ہیں، جو آپ نے صدر الافاضل سے فرمایا تھا:

"میاں مرادآباد میں مولانا محمد گل صاحب بڑی اچھی صورت ہیں۔ میں مرادآباد جاتا ہوں توان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں"

مولانا ابوالفضل، محمد فضل احمد صاحب قدس سرہ

آپ کا آبائی وطن کہاں ہے اس کی ہمیں صحیح تحقیق نہ ہوسکی۔ البتہ مسموعی روایات کے مطابق آپ مولانا سید یوسف علی مرادآبادی کے توسط سے پنجاب سے آئے تھے۔ مرادآباد میں آپ کی آمد ۱۸۴۵ء میں ہوئی اور ۱۸۵۰ء میں آپ محلہ چوکی حسن خاں میں مشہور نائیوں والی مسجد میں عہدہ امامت پر فائز ہوئے۔ آپ کے تقوی ودینداری کا عالم یہ تھا کہ آپ کبھی آسمان کی طرف نظر اٹھانا تو درکنار کسی سے نظر ملا کر بات بھی نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ نگاہیں نیچے رکھتے تھے۔ لوگ آپ کے تقوے کے معترف ومداح تھے۔ آپ مسجد چوکی حسن خاں میں قیام پذیر رہتے اور وہیں اپنا مطب بھی چلاتے تھے۔ آپ کے معمولات میں سے تھا کہ آپ ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ مسجد چوکی حسن خاں میں محفل نعت شریف کا انعقاد فرماتے، جس میں کثیر تعداد میں لوگ حاضر ہوتے اور اس مقدس محفل سے فیوض وبرکات حاصل کرتے۔ [ماخوذ از حیات صدر الافاضل ص۵]

آپ کی جاری کردہ یہ محفل آج بھی ہر جمعہ کو منعقد ہوتی ہے۔ جہاں نعت خواں حضرات بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گلہائے عقیدت پیش کرتے ہیں۔

تحریک ندوہ میں حصہ

آپ نے تحریک ندوہ میں بھی حصہ لیا جس کی شہادت ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ کے شمارہ بابت صفر المظفر ۱۳۱۶ھ سے ہوتی ہے، جس میں تحریک ندوہ میں حصہ لینے والے علمائے کرام کے نام ضلعی اعتبار سے لکھے گئے ہیں۔ ضلع مرادآباد کے تحت آپ کا نام ”مولوی ابوالفضل صاحب“ درج ہے۔

وصال

یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۳۴ھ مطابق ۶/ اپریل ۱۹۱۶ء بعد نماز مغرب محلہ چوکی حسن خاں میں ہی آپ کا وصال ہوا۔ صدر الافاضل نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جس مسجد میں آپ نے امامت فرمائی اسی مسجد سے متّصل واقف جناب احمد یار خاں کی وقف کردہ زمین میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ اور ہر سال تاریخ وصال کے موقع پر آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔ آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ اخبار مخبر عالم لکھتا ہے:

”۶/ اپریل ۱۹۱۶ء کو حضرت مولانا مولوی فضل حسین صاحب جو مسجد چوکی حسن خاں میں قیام پذیر تھے، انتقال ہوگیا۔ آپ کے جنازے کے ساتھ معتقدین کا بڑا ہجوم تھا۔“

[اخبار مخبر عالم: ۸/ اپریل ۱۹۱۶ء ص۱۱]

تقریظات وتصدیقات

کئی کتابوں اور فتاوی پر آپ کی تصدیق وتائید پائی جاتی ہے ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں تاکہ محفوظ ہو جائیں:

فتاوی القدوہ کی تائید

کتاب مستطاب المسمی بہ ”فتاوی القدوہ لکشف دفین الندوہ“ جو ندوہ کی تردید میں اعلیٰ حضرت کے فتاوی کا مجموعہ ہے۔ استاد زمن علامہ حسن رضا خاں علیہ الرحمہ نے اسے ترتیب دے کر شائع کرایا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے ان فتاوی کی تائید میں اکابر ومشاہیر علما کے تاثرات وتصدیقات مع دستخط ومواہیر اس کتاب میں مندرج ہیں۔ آپ نے بھی اس فتوے کی درج ذیل الفاظ میں تصدیق فرمائی ہے۔

الجواب جواب بالصواب ”محمد ابوالفضل عفی عنہ

تائید بر فتوی صدرالافاضل

طاعون سے متعلق صدرالافاضل کے ایک فتوے پر آپ نے درج ذیل الفاظ میں تائید فرمائی:

”بعض احادیث میں آیا ہے کہ طاعون اور وبا کو نچا اور چوں کہ مارنا ہے بدن آدمی میں جنون کا اس وجہ سے جسم میں زہر پھیل جاتا ہے، اور ہر آدمی مرنے لگتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ حکیموں کے نزدیک وبا کی حقیقت یہ ہے کہ ہوا کے فساد سے بدن میں زہر کا اثر ہو جاتا ہے۔ بعض اہل علم نے حدیث اور قول اطبا میں یوں تطبیق دی ہے کہ وبا کبھی ہوتی ہے جنون کے کونچہ مارنے سے اور کبھی ہوا کے فساد سے۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جوبات وحی کے متعلق تھی اور عقل اس کو نہیں پا سکتی تھی، اس کو بیان فرمادیا کہ جنون کے سبب نیز وبا آتی ہے۔ اور فساد ہوا کو نہیں فرمایا۔ کیوں کہ اس کو عقل معلوم کر سکتی ہے۔ پس کلام فرمودہ علیہ الصلاۃ والسلام اور جواب مجیب اور قول اطبا میں تطبیق بوجہ احسن ہو گئی۔ واللہ اعلم واحکم۔

فقیر محمد ابوالفضل

[اشتہار المشتہر ملا محمد اشرف شاذلی: مملوکہ فقیر]

صدرالافاضل کے دوسرے فتوی پر تصدیق

ہندو مسلم اتحاد کے حوالے سے صدرالافاضل کے ایک تفصیلی فتوے پر درج ذیل الفاظ میں تصدیق فرمائی۔

”**حضرت مولانا صدرالافاضل مدظلہ العالی** نے نہایت وضاحت سے حق وباطل میں امتیاز کیا ہے۔ مولیٰ

تعالیٰ اس پر مسلمانوں کو توفیق عمل عطا فرمائے اور گمراہوں کو توبہ نصیب، اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

(مولانا مولوی) فقیر مجددی ابو احمد فضل حسین (صاحب) عفی عنہ

[مسلمان اور کانگریس، اتحاد مسلم پر شریعت اسلام کا حکم مبین: ص۲۹]

تنبیہ المرتہنین، پر مہرِ تصدیق

علامہ گل خاں کابلی کے شاگرد مولانا ابوالبرکات سید محمد حبیب الرحمٰن سلہٹی بنگالی نے رہن سے متعلق مسائل پر تنبیہ المرتہنین نامی کتاب لکھی۔ اس کتاب پر آپ کی تصدیق درج ذیل الفاظ میں موجود ہے:

”روایات فقہیہ صحیحہ احادیث نبویہ نیز صحیحہ ہیں“

محمد ابوالفضل ۱۳۱۱ھ

الانصاف فی الاختلاف

قبر میں تختوں کے اوپر بوریا وغیرہ میت کو مٹی سے بچانے کی خاطر ڈالنے کے سلسلے میں مولوی عبد السبحان سلہٹی نے علما کی تحقیقات کو اکھٹا کر کے کتابی شکل میں بنام ”الانصاف فی الاختلاف“ کو ترتیب دیا۔ جس میں صدر الافاضل کا فارسی میں قریب سوا صفحات پر مشتمل فتویٰ بھی موجود ہے۔ اس فتوے پر مولانا ابوالفضل نے ان الفاظ میں تائید فرمائی:

ھٰذا التفصیل فی ھٰذا الجواب احسن

کتبہ محمد ابوالفضل المعروف بہ فضل احمد عفی عنہ۔ [ص۶]

شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں قدس سرہ

شیخ المشائخ حضور سید ابو احمد محمد علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ ۲۲؍ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ مطابق دسمبر ۱۸۴۶ء صبح صادق کے وقت اس خاکدان گیتی پر جلوہ افروز ہوئے۔ جب آپ چار سال چار مہینے چار دن کے ہوئے تو حسب معمولات خاندان، رسم بسم اللہ ادا کی گئی۔ ابتدائی تعلیم عارف باللہ حضرت مولانا گل محمد علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں رہ کر حاصل کی۔ اور فارسی و عربی کی درسی کتب مولانا کرامت علی صاحب، مولانا امانت علی گورکھپوری اور مولانا قادر بخش کچھوچھوی علیہم الرحمہ سے پڑھیں۔ شرف بیعت اور سند اجازت و خلافت آپ نے اپنے برادر حقیقی شیخ الشیوخ حضرت مولانا سید شاہ اشرف حسین قدس سرہ سے حاصل فرمائی۔

علوم مروجہ کی تکمیل کے بعد آپ نے سلوک کی منزلیں طے کیں۔ ۱۲۹۰ھ میں مکمل ایک سال آپ نے آستانہ پاک سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ میں چلہ کشی فرما کر بارگاہ سمناں سے خوب خوب اکتساب فیض کیا۔ اکیسویں سال ۳؍ ربیع الاول ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۴؍ جون ۱۸۶۱ء کو آپ کے برادر حقیقی سید شاہ اشرف حسین قدس سرہ نے آپ کو منصب سجادگی عطا فرمایا۔ آپ چار مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

پہلی بار ۱۲۹۳ھ۔ دوسری مرتبہ ۱۳۲۳ھ۔ تیسری مرتبہ ۱۳۲۹ھ۔ چوتھی اور آخری مرتبہ ۱۳۵۴ھ میں۔

آپ نے بے شمار دینی و سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ یہاں تمام کا ذکر تو ممکن نہیں، البتہ سنی کانفرنس اور تحریک شدھی میں آپ کی اعلیٰ کارکردگی کا اجمالی ذکر ہم آگے ''اشرفی میاں اور صدر الافاضل'' کے ضمن میں کریں گے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ولایت کے منصب جلیل پر فائز فرمایا تھا۔ اگر غوث الاعظم سیدی شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کے فرمان عالی شان ''کرامة الولی استقامة علی قانون النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے تناظر میں دیکھا جائے تو آپ کی مکمل حیات بلا مبالغہ کرامت سے تعبیر نظر آتی ہے۔ اور اس کرامت کے بعد تو پھر کسی اور کرامت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ہر قول و فعل کرامت بن کر دنیا والوں کے سامنے جلوہ گر ہوتا ہے۔ یہ مقام کرامتوں کی تفصیل کا نہیں ہے اس لیے ہم بس ایک کرامت بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۳۵۴ھ میں جب آپ آخری حج کے لیے تشریف لے گیے تو آپ کے ساتھ صدر الافاضل اور بہت سے علما و مشاہیر بھی تھے۔ کلکتہ سے ۳۰؍ جنوری کو جہانگیر جہاز میں آپ جدہ کے لیے سوار ہوئے۔ آگے کا واقعہ حضور سید احمد ابو البرکات مفتی اعظم پاکستان جو اس واقعے کے چشم دید گواہ ہیں ان کے زبانی سنیں وہ اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں:

''جہاز ۱۲ میل فی گھنٹہ طے کرتا تھا۔ حاجی عبد العزیز کا جہاز کی انتظامیہ پر بہت اثر ہے۔ وہ تمام راستے حضرت پیر و مرشد اور ان کے ہمراہی علما و مشائخ کو سہولتیں پہنچاتے رہے۔ جہاز میں سواری کے وقت طوفان تھا۔ ایسا معلوم

ہوتا تھا جیسے گھر میں بیٹھے ہیں۔ مگر ۳؍ فروری ۴؍ بجے دن کے سخت طوفان آیا۔ حضرت پیرومرشد نے دعا کی۔ طوفان تھما... طوفان توکئی بار آئے مگر تھم گئے، مگر ۱۳؍ فروری یلیلم کے قریب صبح سے غیر معمولی طوفان سے جہاز ہچکولے کھارہا ہے... اتنے میں جہاز کا کپتان حضرت پیرومرشد (اشرفی میاں) کی بارگاہ میں حاضر ہوا، دعا کی استدعا کی، آپ نے فرمایا:

جہاز کے اوپر جاکر تین دفعہ پکارو ''**بدر پھٹ بدر پھٹ بدر پھٹ**'' ایسا کہا گیا کہ یکایک طوفان تھما اور فضا ساز گار ہوگئی''

[سیدی ابوالبرکات، ص۳۸]

سفر آخرت

گیارہ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ ہجری مطابق ستمبر ۱۹۳۶ء آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے رخصت ہوگئے۔ اخبار مخبر عالم مرادآباد نے آپ کے وصال پر ملال پر ایک تعزیتی طویل خبر شائع کی، جس میں آپ کے وصال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے آپ کے فضائل و مناقب، مرادآباد میں آپ کے مریدوں کی سرگرمیاں، صدر الافاضل وغیرہ کے کچھوچھہ شریف، تشریف لے جانے اور آپ کے بعد آپ کے نبیرہ سرکار کلاں مولانا شاہ مختار اشرف عرف محمد میاں کو سجادہ نشین بنایا جانے کا اجمالی ذکر کیا ہے۔ اخبار لکھتا ہے:

وصال بے مثال شاہ علی حسین میاں ۱۳۵۵ھ

موت اس کی کہ کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

اس منحوس ہفتے کچھوچھہ شریف سے یہ خبر وحشت اثر معلوم ہوکر سخت صدمہ ہوا، کہ حاجی الحرمین فرزند غوث الثقلین، شیخ الانام، حضرت مولانا سیدنا الشاہ ابواحمد المدعو محمد علی حسین اشرفی الجیلانی سجادہ نشین نے وصال فرمایا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس خبر کے مشتہر ہوتے ہی آپ کے ہزارہا مریدین شہر مرادآباد میں ایک سنسنی پھیل گئی۔ جابجا محلہ در محلہ آپ کی فاتحہ سویم کا انتظام ہوا۔ قرآن خوانی و لنگر وغیرہ کیے گیے۔ سب سے زیادہ مجمع جامعہ نعیمیہ میں مریدین و عقیدت مندان مرحوم کا تھا۔ حالاں کہ یہ خبر پہنچتے ہی **حضرت صدر الافاضل استاد العلماء الحاج مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ** مع دیگر مریدین کے کچھوچھہ شریف روانہ ہوگئے تھے۔ مگر آپ کی عدم موجودگی میں آپ کے صاحبزادگان و مولوی محمد عمر صاحب نعیمی نے نہایت معقول انتظامات کیے تھے۔ قرآن خوانی و کلمہ خوانی کے بعد سیکڑوں آدمیوں کو پر تکلف کھانا کھلایا گیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی سال دوبارہ حج بیت اللہ شریف سے فائز المرام ہوکر تشریف لائے تھے، جن کے مرادآباد تشریف لانے پر عقیدت مندان مرادآباد ایک غیر معمولی

جلوس وجشن مسرت کا انتظام کررہے تھے کہ یہ ناگہانی حادثہ پیش آیا۔ اور وہ تمنائیں دل کی دل ہی میں رہ گئیں۔ مرحوم کے ہندوستان وعرب ودیگر بلاد اسلامیہ میں لاکھوں مرید ہیں۔ آپ کے دربار فیض سے ایک خلق خدا فیض یاب ہورہی تھی۔ آپ کی ذات ستودہ صفات مرجع عوام وخواص تھی۔ معلوم ہوا کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے نبیرہ مولانا شاہ مختار اشرف صاحب عرف محمد میاں کو سجادہ نشین بنایا گیا ہے، جو نہایت نیک سیرت ومنکسر المزاج ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی ذات سرچشمہ فیض بن کر مخلوقِ خدا کو سیراب فرماتی رہے گی۔"

[اخبار مخبر عالم مرادآباد، یکم اکتوبر ۱۹۳۶ء، ص ۳]

اشرفی میاں اور صدر الافاضل

حضور اشرفی میاں مرادآباد میں بکثرت تشریف لاتے تھے۔ اور آپ کا فیضان پورے شہر میں عام تھا۔ اسی آمد و رفت کے دوران ایک بار حضور شیخ الکل نے آپ سے ملاقات فرمائی۔ اور نذرانے میں حضور صدر الافاضل کو پیش کیا۔ عرض کیا:

اس بچے کو اپنی غلامی میں قبول فرمائیں۔ اشرفی میاں نے آپ کو شرف قبولیت سے نوازا۔ اور آپ پر خصوصی فیض افشانی شروع فرمادی۔ اور خوب محبتوں شفقتوں سے نوازنے لگے۔

اشرفی میاں اور صدر الافاضل کے مابین رشتہ محبت

اس ملاقات کے بعد خادم ومخدوم کے درمیان جو رشتہ محبت قائم ہوا وہ آج بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔ اس کا تھوڑا سا ذکر حضور سید اظہار اشرف صاحب علیہ الرحمۃ سے سنیں فرماتے ہیں:

"**حضرت صدر الافاضل** کو حضرت قبلہ گاہی پیار اور محبت سے ہمیشہ فرزند نعیم الدین کہہ کر یاد فرماتے تھے۔ اور اس فرزند نعیم الدین کے الفاظ کو سن کر **حضرت صدر الافاضل** کے چہرے پر ایک خاص کیف ومستی کے آثار نمایاں ہوجایا کرتے تھے۔ بلاشبہ **حضرت صدر الافاضل** کو کچھوچھا شریف سے بہت لگاؤ تھا۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ حضرت صدر الافاضل کے ساتھ بیٹھنے والوں میں ایک صاحب حاجی جنتی تھے۔ ایک مرتبہ کچھوچھا شریف کی خام سڑک کے متعلق کہہ دیا کہ وہ خراب ہے۔ **حضرت صدر الافاضل** کے عشق نے گوارا نہیں فرمایا۔ چہرے پر بل آگئے۔ ارشاد فرمایا:

"کہ وہاں کی خاک بھی ہمارے لیے سرمہ چشم ہے۔ یوں کہو کہ راستہ خام ہے"

[حیات مخدوم الاولیا ص ۳۷۸]

اصل علم تو آپ کے پاس ہے

ایک مرتبہ حضور اشرفی میاں جامعہ نعیمیہ میں تشریف فرما تھے۔ صدر الافاضل کسی مسئلہ میں سرگرداں، کتب کی ورق گردانی فرمارہے تھے۔ کافی دیر ہوگئی، صدر الافاضل کو وہ مسئلہ ابھی تک کسی کتاب میں نظر نہیں آیا۔ تو اشرفی میاں نے فرمایا: فرزند کیا پریشانی ہے؟ آپ نے عرض کیا حضور! ایک مسئلہ درپیش ہے، تلاش کر رہا ہوں کتابوں میں کہیں نظر نہیں آرہا ہے۔ اشرفی میاں نے فرمایا: فلاں کتاب دیکھو! اس کتاب کے فلاں صفحہ اور فلاں سطر پر یہ مسئلہ مسطور ہے۔ آپ نے وہ کتاب اٹھائی اور نشان دادہ صفحہ اور سطر دیکھی تو حضرت کا فرمان حق ثابت ہوا۔ وہ مسئلہ اسی جگہ موجود تھا جہاں حضرت نے بتایا تھا۔ آپ نے عرض کیا حضور! اصل علم تو آپ کے پاس ہے"

[ماہنامہ آستانہ کراچی فروری ۱۹۹۳ء بحوالہ حیات مخدوم الاولیا ص ۲۳۸]

اشرفی میاں اور سنی کانفرنس مرادآباد

۱۹۲۵ء میں جب صدر الافاضل نے الجمعیۃ العالیہ بنام سنی کانفرنس کی بناڈالی تو اکابرین اہل سنت خصوصًا اشرفی میاں کی شفقتیں، محبتیں، دعائیں آپ کے شانہ بشانہ رہیں۔ اسی لیے سنی کانفرنس اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتی رہی۔ اور صدر الافاضل نے جو خواب دیکھے تھے وہ شرمندہ تعبیر ہوتے چلے گئے۔

مرادآباد میں ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹/ مارچ ۱۹۲۵ء میں صدر الافاضل کے زیر نظامت جمیعت عالیہ اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کا پہلا اجلاس منعقد ہوا، جو سنی علما و مشائخ کی یکجہتی پر مبنی پہلا اجلاس تھا۔ اور یہ اجلاس اپنی مثال آپ تھا۔ اس اجلاس کی صدارت امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ کی تحریک سے حضور اشرفی میاں نے فرمائی۔ خطبہ صدارت آپ پہلے ہی تحریر فرما چکے تھے۔ البتہ علالت کے سبب وہ خطبہ آپ نے خود نہیں پڑھا بلکہ اپنے ہمشیر زادے، رئیس المحدثین، مولانا سید محمد اشرفی محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے پڑھوایا۔ معنویت اور نور ہدایت سے لبریز اس مثالی خطبے کو محدث اعظم ہند نے مجمع کے سامنے پڑھا۔

اخبار الفقیہ امرتسر لکھتا ہے:

"۱۶ تا ۱۹، مارچ ۱۹۲۵ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا افتتاحی جلسہ بمقام مرادآباد بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوا... پہلا اجلاس ۱۶ و ۱۷ کی درمیانی شب کو ہوا۔ حضرت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین جناب مولانا مولوی حاجی حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری دامت برکاتہم کی تحریک سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت جناب مولانا مولوی سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی سجادہ نشین درگاہ اشرفیہ کچھوچھا شریف صدر جلسہ تجویز ہوئے۔ صاحب صدر جلسہ چوں کہ ضعیف العمر ہیں، اس لیے ان کا خطبہ صدارت ان کے ہمشیر زادے جناب مولانا مولوی سید احمد اشرف صاحب

نے پڑھا....۲۰؍مارچ کی شام کو انجمن اہل سنت مرادآباد کا جلسہ بصدارت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت مولانا حاجی حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ علی پوری مدظلھم العالی منعقد ہوا۔

جس میں سات فارغ التحصیل طلبہ کے سروں پر دستار فضیلت باندھی گئی۔ دستار بندی حضرت شاہ صاحب قبلہ علی پوری و حضرت شاہ صاحب قبلہ کچھوچھوی کے دست حق پرست سے ہوئی۔"

[الفقیہ امرتسر، ۲۸؍مارچ ۱۹۲۵ء ص ۹]

محدث اعظم ہند نے اس اجلاس کی تفصیلی روداد تحریر فرمائی جو ماہنامہ اشرفی میں شائع ہوئی۔ ہم اس روداد کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

"جس دن اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ دامت معالیہ مرادآباد رونق افروز ہوئے ہیں، اسی دن بعد عشاء افتتاحی اجلاس کا اعلان ہو چکا تھا۔ چناں چہ لوگ بڑے شوق وذوق کے ساتھ بہت پہلے سے جمع ہونے لگے۔ تاکہ علمائے کرام کے قریب جگہ آسانی سے پا جائیں۔ اور بعد نماز عشاء سارا پنڈال حاضرین پر تنگ ہو گیا۔ نماز عشا کے بعد تمام ڈیلگیٹ اور حضرات علمائے کرام مقام جلسہ میں آ گئے۔ اور آخر میں اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ رونق افروز ہوئے۔ حضور کی آمد پر اہل جلسہ نے نعرہ تکبیر سے استقبال کیا اور درود شریف کے پر تسکین نعروں میں حضور زینت فرمائے جلسہ ہوئے۔ اجلاس کی کاروائی تلاوت قرآن کریم و حمد و نعت سے شروع ہوئی۔ اور پھر حضرت بابرکت تقدس مرتبت پیر سید شاہ جماعت علی صاحب قبلہ علی پور مدظلہ العالی نے پرزور تحریک کی کہ اجلاس کی صدارت اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ دامت برکاتھم فرمائیں، جو اس کانفرنس کی تقدیم واولیت کے لیے فال نیک ہوگا۔ اور **حضرت حجۃ الاسلام مولانا سید نعیم الدین صاحب قبلہ اشرفی جلالی** و تمام حاضرین نے اس کی تائید فرمائی۔ اس موقع پر اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ دامت معالیہ نے جو کلمات طیبات بطور خطبہ صدارت فرمائے۔ اس کے پڑھنے کی عزت اس خاکسار کو عطا ہوئی تھی"

[ماہنامہ اشرفی، شوال المکرم ۱۳۴۳ھ ص ۱۷:۱۸]

سنی کانفرنس بنگال میں اشرفی میاں اور صدرالافاضل کا والہانہ استقبال

بنگال کے بہرال ضلع مالدہ میں ۲۰؍مئی ۱۹۳۰ء کو ہونے والی سنی کانفرنس میں اشرفی میاں اور صدرالافاضل نے شرکت فرمائی۔ وہاں عقیدت مند حضرات نے کس انداز میں آپ کا استقبال کیا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے محکمہ تبلیغ کے ناظم حضرت قاضی احسان الحق صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ سے سنیں فرماتے ہیں:

"۲۰؍مئی ۱۹۳۰ء ۸؍بجے کٹھیار سے آنے والی ٹرین کے انتظار میں استقبال کنندوں کے ہجوم سے پلیٹ فارم بھرا ہوا تھا۔ کثیر التعداد رضاکار ہاتھ میں جھنڈیاں لیے صف بستہ حاضر تھے۔ آنے والی ٹرین کا اللہ اکبر کے فلک

رسانعروں سے استقبال کیا گیا۔اور ہجوم نے سکنڈ کلاس پر حضرت صدر دام ظلہ کی خدمت میں باضابطہ سلامی پیش کی۔ مرحبا خیر کی تکریم کے ساتھ ایک نورانی سما، مجسمہ برکات بدر منیر، پیکر روحانیت، قدوۃ العرفاء حضرت شیخ المشائخ مولانا سید شاہ ابو احمد محمد علی حسین صاحب اشرفی جیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف صدر کانفرنس دامت برکاتھم کا استقبال کیا۔لوگ پروانہ کی طرح جمال دل افروز کی زیارت کے لیے مست ہو رہے تھے۔ حضرت موٹر میں رونق افروز ہو کر جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے صدہا آدمیوں کا ہجوم موٹر کے گرد تکبیر کے نعرے بلند کرتا ہوا چلا جا رہا تھا"

[السواد الاعظم مرادآباد: محرم الحرام ۱۳۴۹ھ ص ۲]

اشرفی میاں اور شدھی تحریک

حضور اشرفی میاں نے شدھی تحریک میں خود بھی خوب حصہ لیا۔اور اپنے مریدین، خلفا اور معتقدین کو بھی اس تحریک میں حصہ لینے کی ترغیب و تحریک فرمائی۔ حضرت قاضی احسان الحق نعیمی رقم طراز ہیں:

"حضرت والا درجت شیخ المشائخ سیدنا و مولانا زیب سجادہ مقدسہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف کا ورود مسعود۔

جماعت رضائے مصطفی جس اخلاص سے انسداد فتنہ ارتداد میں کام کر رہی ہے اس کے ثمرات اس سے ملتے ہیں کہ دنیا کی روحانی قومیں اس پر کرم گستری فرما رہی ہیں۔ہم گزشتہ اطلاعات میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شیخ المشائخ حضور پر نور مولانا الحاج حضرت مولانا شاہ محمد علی حسین صاحب اشرفی جیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ دامت برکاتھم کا مفاوضہ عالیہ جس میں حضور نے اپنے مریدین و مخلصین کو ہدایت فرمائی کہ جلد تر اس علاقہ ارتداد میں پہنچ کر انسداد فتنہ ارتداد میں کام کریں، شائع کر چکے ہیں"[دبدبہ سکندری رامپور، ۲۵/جون ۱۹۲۳ء، ص ۹]

اشرفی میاں آگرہ میں

قاضی احسان الحق نعیمی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"اب خود حضور پر نور بہ نفس نفیس ۱۴/جون کو آگرہ میں تشریف لائے۔ سٹی اسٹیشن پر ہزاروں آدمی استقبال کے لیے موجود تھے۔ رضا کاران جماعت رضائے مصطفی بریلی اور مقتدر علمائے کرام وارا کین جماعت رضائے مصطفی بھی موجود تھے۔مجمع اس قدر کثیر تھا کہ انتظام دشوار ہو گیا۔ حضرت والا بسواری موٹر دفتر جماعت رضائے مصطفی میں تشریف لائے۔راستے میں اللہ اکبر کے نعرے بلند ہو رہے تھے... آج جامع مسجد میں اعلیٰ حضرت دامت برکاتھم نے ایک زبردست تقریر فرمائی ہر شخص محو حیرت بنا ہوا تھا۔"

[دبدبہ سکندری رامپور: ۲۵/جون ۱۹۲۳ء، ص ۹]

ماہنامہ اشرفی لکھتا ہے:

''شیخ المشائخ..... ملکانہ کی علاقہ ارتداد کی خبروں کو سن کر بے چین ہو گئے... جماعت رضائے مصطفی بریلی کی سر کردگی میں مسلمانان آگرہ نے جیسا پر جوش استقبال حضور کا کیا اور جیسی شاہانہ سواری آگرہ کے عام گزر گاہوں پر حضور کی نکلی ہے اس نے مشرکین ہند کے دلوں کو ہلا دیا ہے..... مسلمانان آگرہ کا مجاہدانہ ہجوم اپنی آپ مثال تھا۔ سارا دن مصافحہ و زیارت میں گزرا۔ جمعے کے دن بعد نماز جمعہ حضرت شیخ المشائخ کا وعظ ہوا، جس کے سننے کو ملکانہ کے راجپوت ٹوٹے پڑتے تھے۔ اس جلسے میں لوگوں کی محویت جیسی کچھ تھی اس کا لطف حاضرین ہی کو ملا ہے۔ مسئلہ ارتداد پر روشنی ڈالنے کے بعد جہاد کی دعوت دی گئی۔ اور اسلامی خون میں صدیقی جوش کی لہر پیدا کی گئی۔ اس وعظ کا ملکانہ میں بڑا چرچا ہے۔ حضور شیخ المشائخ نے اپنے پہلے مفاوضہ عالیہ میں جماعت رضائے مصطفی کو لکھا تھا کہ

''میں کبر سنی و ضعیف العمری کے سبب ناقابل سفر ہو گیا ہوں، لیکن اس موقع پر یہ عذر کرتے سب سے پہلے مجھ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور شرم آتی ہے جن کی کبر سنی شباب فاروقی سے برتر ثابت ہو چکی ہے'' [ماہنامہ اشرفی: ذی الحجۃ الحرام ۱۳۴۱ھ، ص ۱ تا ۶]

اشرفی میاں اور صدر الافاضل آرہ بہار میں

آریوں کی شر انگیزی بہار میں زوروں پر تھی۔ اور وہاں کے مسلمان کافی حد تک پریشان ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنے شہر کے عالم مولانا عبد الغفور صاحب سے عریضہ پیش کیا۔ انہوں نے جماعت رضائے مصطفی سے استدعا کی۔ جماعت کی طرف سے مولانا عبد الغفور کی درخواست پر ایک وفد آرہ بہار روانہ کیا گیا، جس میں اشرفی میاں اور صدر الافاضل بھی شامل تھے۔ وہاں اس وفد کا بہترین استقبال کیا گیا۔ اور علمائے کرام کے بیانات ہوئے۔ اشرفی میاں نے بھی مسلمانوں کو اپنے مبارک کلمات سے مشرف فرمایا۔ دو آریوں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔

دبدبہ سکندری میں مندرج حضرت قاضی احسان الحق صاحب نعیمی کی درج ذیل تحریر ملاحظہ ہو:

''ایک وفد ۱۸ر فروری ۱۹۲۴ء کو آرہ روانہ ہوا۔ جس میں مرشدی مولانا سید شاہ ابو احمد علی حسین صاحب اشرفی سجادہ کچھوچھہ شریف اور **حامی دین وملت حضرت مولانا حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم** اور خاکسار ناظم مرکزو فود اسلام شامل تھے۔ دوسرے روز شام کو ہم آرہ پہنچے۔ مسلمانان آرہ نے اس وفد کا گرم جوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ اور تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے قیام گاہ تک لائے.....

ادھر ہمارے جلسے شروع ہو گئے۔ حضرت قبلہ سجادہ نشین صاحب کچھوچھہ شریف نے ایک روحانیت سے لبریز تقریر فرمائی کہ تمام مجمع بے تاب ہو کر رونے لگا۔ اور سب پر عجب حالت طاری ہو گئی..... جلسہ حضرت قبلہ کعبہ

شاہ صاحب اشرفی مدظلہ العالی کے مبارک کلمات اور بابرکت الفاظ اور روحانی وایمانی برکات پر کامیابی کے ساتھ تمام ہوا۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ کے دست حق پرست پر دو شخصوں نے اسلام قبول کیا۔ جن کے اسلامی نام عبدالرحیم اور کریمن رکھے گئے" [دبدبہ سکندری رامپور: ۱۷ مارچ ۱۹۲۴ء، ص ۶، ۷]

جلسہ عید میلاد میں اشرفی میاں وصدر الافاضل کا خطاب

ربیع الاول ۱۳۴۸ھ جامعہ نعیمیہ میں عید میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں دوروزہ کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں علمائے اہل سنت کے خطابات ہوئے۔ صدر الافاضل کا بہترین خطاب ہوا۔ اور سب سے اخیر میں اشرفی میاں کا خصوصی خطاب ہوا، جس کا ذکر کرتے ہوئے مفتی محمد عمر نعیمی فرماتے ہیں:

"مدرسہ اہل سنت وجماعت مرادآباد میں بڑے شاندار جلسے رہے۔ دو روز مدرسے کی جانب سے میلاد مبارک کی محفلیں منعقد ہوئیں۔ اجتماع عظیم تھا مدرسہ کے چھوٹے سے لے کر بڑے طلبہ تک سب نے اپنے حسب حیثیت تقریریں کیں، پھر علمائے کرام کے بیان شروع ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے علمی فیوض سے مسلمانوں کے قلوب کو مالا مال کیا۔ **حضرت صدر الافاضل مدظلہ العالی** کی تقریر سننے کے لیے مرادآباد کے مسلمان آرزومند رہا کرتے ہیں، امسال یہ آرزو بھی پوری ہوئی، اور حضرت کی ایمان افروز تقریر سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ دوسرے روز علما کی تقریروں کے بعد زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، امام الاولیاء، حضرت مرشدی ومولائی مولانا الحاج سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی نے عجب برکت بھری تقریر فرمائی۔ اور اپنی زبان مبارک سے اپنے جد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق افروزی کا تذکرہ کچھ ایسے حسن بیان کے ادا فرمایا کہ سامعین محو ذوق ہو گئے۔"

[السواد الاعظم مرادآباد: ربیع الاول ۱۳۴۸ھ ص ۳]

جامعہ نعیمیہ اور اشرفی میاں

آپ کو جامعہ نعیمیہ سے خوب لگاؤ تھا۔ آپ جامعہ کی ترقی کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔ جامعہ کا کوئی بھی کام آپ کے مشورے کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچتا تھا۔ جامعہ کے ہر دینی وسیاسی پروگرام میں آپ کی شرکت لازمی ہوتی تھی۔ جامعہ کا چھوٹے سے چھوٹا جلسہ ہو یا بڑی سے بڑی کانفرنس صدارت کا سہرہ آپ ہی سر رہتا تھا۔ اور اجلاس میں آپ کا خطاب اور آپ کے دعائیہ کلمات مغز کی حیثیت رکھتے تھے۔

اشرفی میاں اور جامعہ نعیمیہ کا کتبہ

۱۳۵۱ھ میں جامعہ نعیمیہ کے ایک اجلاس کے دوران محدث اعظم ہند نے جامعہ نعیمیہ کے لیے سنگ مرمر

کے کتبہ کا وعدہ فرمایا۔ اور ایک سال کے بعد وہ وعدہ پورا فرمایا۔ سنگ مرمر پر مدرسہ کا نام کندہ کرا کے آپ نے کلکتہ سے منگوا دیا۔ اس کتبہ کو اشرفی میاں کے مقدس ہاتھوں سے مس کرا کے جامعہ نعیمیہ کے صدر دروازے کے داہنی جانب علماے کرام کے مبارک ہاتھوں نصب کرایا گیا۔ ماہنامہ السواد اعظم سے تفصیل ملاحظہ ہو:

"جامعہ نعیمیہ ۱۳۵۱ھ میں جو جلسہ سالانہ منعقد ہوا تھا اس میں ....افتخار الملک راس الفضلاء حضرت مولانا الحاج مولوی سید شاہ محمد صاحب محدث کچھوچھہ شریف دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جامعہ نعیمیہ کا سنگین کتبہ تیار کرا کے نصب کرانا میں اپنے ذمے لیتا ہوں۔ یہ وعدہ حضرت موصوف کو یاد رہا۔ اور بغیر کسی یاد دہانی کے امسال کے جلسہ میں حضرت نے وہ کتبہ سنگ مرمر پر نہایت خوش خط اور واضح کندہ کرا کے کلکتہ سے منگایا۔ اور جلسے کے اخیر دن فخر المفاخر، مقتداے عارفین، پیشواے سالکین، منبع الفیوض الروحانیہ، فاتح الکنوز العرفانیہ، شیخ المشائخ الکرام، السید الجلیل من ابناے سید الانام علیہ وعلی آلہ واصحابہ الصلاۃ والسلام، مرشدی و مرشد العالم، جامع الطریقین، مولانا الحاج السید الشاہ ابو احمد محمد علی حسین صاحب اشرفی جیلانی دامت برکاتہم کے دست مبارک سے مس کرا کر یہ کتبہ شریفہ مدرسہ عالیہ کے بلند دروازے کی داہنی جانب علماے کرام و فضلاے عظام کے مبارک ہاتھوں نصب کیا گیا۔ مدرسہ عالیہ کا نام جامعہ نعیمیہ قرار پایا"

[السواد الاعظم: شعبان المعظم ۱۳۵۳ھ ص۲۱، ۲۲]

جامعہ نعیمیہ میں عرس اشرفی میاں باہتمام صدرالافاضل

جامعہ نعیمیہ میں صدرالافاضل کی طرف سے اشرفی میاں کے عرس کی تقریب منعقد ہوتی تھی۔ قرآن خوانی ہوتی۔ علما کے خطابات ہوتے۔ سارے انتظامات صدرالافاضل کی جانب سے ہی ہوتے تھے۔

اخبار مخبر عالم کی درج ذیل خبر ملاحظہ ہو:

"۲۸؍ اگست کو جامعہ نعیمیہ میں حضرت سیدنا اشرفی میاں کا عرس شریف شروع ہوگا۔ جس میں قرآن خوانی اور حضرات علماے کرام کے مواعظ حسنہ ہوں گے۔ **حضرت صدرالافاضل الحاج مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب** کی تقریر کی بھی امید ہے۔ کیوں کہ یہ تمام نتظامات آپ ہی کی جانب سے کیے جاتے ہیں۔"

[اخبار مخبر عالم: ۲۴؍ اگست ۱۹۳۹ء۔ ۷؍ رجب ۱۳۵۸ھ۔ ص۱۲]

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ

۱۰؍ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴؍ جون ۱۸۵۶ء بروز ہفتہ سرزمین بریلی شریف میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کا پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار ہے۔ آپ کے جد محترم مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمۃ نے آپ کا نام احمد رضا تجویز فرمایا۔ اور نام کے شروع میں عبد المصطفیٰ کا اضافہ خود آپ نے فرمایا۔ آپ کا آبائی وطن قندھار ہے۔ بریلی شریف آپ کی جائے پیدائش اور جائے سکونت ہے۔ اپنے والد گرامی علامہ نقی علی خاں اور شیخ المشائخ ابوالحسین احمد نوری، مولانا عبد العلی صاحب رامپوری اور مرزا قادر بیگ سے علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی۔ چودہ سال کی عمر میں علوم مروجہ کی تحصیل سے فراغ پایا اور اسی سال مسند افتا پر فائز ہوئے۔

۱۲۹۵ھ میں والد گرامی کی معیت میں مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے اور تاجدار مارہرہ قطب الاقطاب سیدنا شاہ آل رسول احمدی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اور سلسلہ قادریہ، برکاتیہ میں سند اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ آپ کا علمی سلسلہ سند اپنے والد گرامی قدر اور پیر ومرشد سید شاہ آل رسول اور سید احمد بن زینی دحلان مکی قدست اسرارہم کے توسط سے علامہ طحطاوی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مولانا نظام الدین (بانی درس نظامی) اور ان کے علاوہ اکابر علما ومشائخ عرب وعجم سے مربوط ہے۔

آپ نے دو مرتبہ حرمین شریفین کا سفر کیا۔ پہلی بار ۱۸۷۸ء میں اور دوسری بار ۱۹۰۵ء میں۔ پہلے حج میں مکہ مکرمہ میں اقامت کے دوران ایک شافعی المسلک متبحر عالم دین حسن بن صالح کی فرمائش پر ان کی کتاب الجوہرۃ المضیۃ کی عربی شرح دو دن میں تحریر فرمائی۔ اور اس کا تاریخی نام ”النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضیہ“ ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۸ء تجویز فرمایا۔ دوسرے حج میں آپ نے علماے حرم کے مبحوثہ مسئلہ کرنسی نوٹ اور علم غیب نبوی پر کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم اور الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ“ دو عظیم اور معرکۃ الآرا کتابیں تحریر فرمائیں۔

آپ کو بے شمار علوم وفنون میں مکمل دسترس حاصل تھی۔ آپ کا ہر علمی فیصلہ حرف اخیر کا درجہ رکھتا تھا۔ علم تفسیر ہو یا علم حدیث، علم فقہ ہو یا علم فلسفہ ومنطق ہر علم میں آپ یکتائے روزگار تھے۔ آپ نے بے شمار علوم وفنون پر سینکڑوں کتابیں تصنیف فرمائیں جو آج بھی قوم سے خراج داد وتحسین وصول کر رہی ہیں۔

دعوت وتبلیغ کی جتنی جہتیں ہیں آپ نے سبھی جہات میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ فرمایا۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کے زیر اثر بہت سے یہود ونصاری، کفار ومشرکین اور بدمذہب مرتدین دیابنہ وغیرہ نے اپنے مذہب باطل سے رجوع کیا اور آپ کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے۔ اور آج بھی آپ کی کتابوں کے فیض سے بے شمار کفار ومرتدین داخل اسلام ہو رہے ہیں۔ آپ کی تبلیغی خدمات سے متعلق اگر لکھا جائے تو دفتر کا دفتر ناکافی رہے

گا۔ہم یہاں تین ایسے نادر شواہد پیش کررہے ہیں جس سے آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا اثر بخوبی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۹۷ء میں ستمبر کے مہینے میں ایک غیر مسلم نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ شہر پٹنہ سے نکلنے والے رسالہ ''ماہنامہ نامہ تحفہ حنفیہ'' کے پہلے شمارے میں رسالہ کے منتظم مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی نے مولانا حکیم مومن سجاد بریلوی کے حوالے سے اس خبر کو نقل کیا ہے لکھتے ہیں:

''بریلی سے مولانا مولوی حکیم مومن سجاد صاحب خبر دیتے ہیں کہ حضرت عالم اہل سنت، ناظم دین وملت، مولانا ومخدومنا مولوی حافظ حاجی محمد احمد رضاخان صاحب سنی حنفی قادری بریلوی قبلہ مدظلہ العالی، کے دست حق پرست پر ایک ہندو مشرف بااسلام ہوا۔ خدا اسے اسلام پر قائم رکھے۔ اور دیگر کفار کو شرک وکفر سے تائب ہونے کی ہدایت فرمائے۔ آمین الٰہی آمین۔'' [ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ: جمادی الاولی ۱۳۱۵ھ ص ۱۳]

۱۹۰۹ء میں ضلع ہردوئی کے کندن لال نامی ایک ہندو نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بعد اسلام اس کا نام آپ ہدایت اللہ تجویز فرمایا۔ رامپور کے مشہور اخبار دبدبہ سکندری کی درج ذیل خبر ملاحظہ فرمائیں:

''۲۱/ رمضان المبارک کو ایک شخص کندن لال بن مادھورام قوم برہمن سکنہ شاہ آباد ضلع ہردوئی نے جو مڈل پاس تعلیم یافتہ ہے۔ بعد تحقیق حقانیت اپنی دلی رضا ورغبت سے اعلیٰ حضرت، عالم اہل سنت، مجدد مأۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، صاحب حجت قاہرہ، مؤید من اللہ من آیات اللہ، جناب مولانا مولوی قاری حاجی شاہ احمد رضاخان صاحب بریلوی قادری حنفی مدظلہم الاقدس کے دست حق پرست پر شرف اسلام قبول کیا۔ اور اسلامی نام محمد ہدایت اللہ خان رکھا گیا۔''

[دبدبہ سکندری رام پور: ۱۱/ اکتوبر ۱۹۰۹ء ص، ۹، ۱۰]

۱۹۱۴ء میں ایک عیسائی نے اپنی بہن کے ساتھ آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ بدایوں کا مشہور اخبار ذوالقرنین لکھتا ہے:

''مسٹر اے ای ڈری دون ایک عیسائی مع اپنی ہمشیرہ ایس میریٹ کے ۱۰/ جولائی کو مولوی احمد رضاخاں صاحب کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا''

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۲۱/ جولائی ۱۹۱۴ء ص ۸]

اعلیٰ حضرت بحیثیت خطیب

آپ چوں کہ تصنیف و تالیف فتوی نویسی درس و تدریس اور مدرسے کی ذمہ داریوں میں ہمہ وقت مصروف و مشغول رہنے کی وجہ سے جلسوں میں کم ہی تشریف لے جاتے تھے۔ سال میں گنتی کی چند تقریریں ہوتی تھیں۔ اور وہ بھی صحیح طور پر ریکارڈ میں محفوظ نہ کی جاسکیں، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ خاطر خواہ آپ کی مقررانہ و خطیبانہ

امتیازی شان سے متعارف نہ ہو سکے۔ اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ آپ جس طرح دوسرے علمی میدانوں میں انفرادی حیثیت کے حامل تھے اسی طرح فن خطابت میں بھی آپ کو عظمت و برتری حاصل تھی۔ اور بلا مبالغہ آپ کو اپنے معاصرین پر دیگر علوم و فنون کے مثل فن خطابت میں بھی سبقت حاصل تھی۔ جس پر اس دور کے اخبارات ورسائل شاہد ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

تاجدار مارہرہ شیخ المشائخ حضور سید ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ کے عرس پاک میں آپ کے خصوصی خطاب سے متعلق اخبار دبدبہ سکندری لکھتا ہے:

''عرس مبارک حضرت سید شاہ ابوالحسین صاحب احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، پانچ روز یعنی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳/ رجب المرجب ۱۳۲۸ھ۔ مطابق ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱/ جولائی ۱۹۱۰ء کو نہایت عمدہ جلسہ ہوا۔

بہت سے علما و فقرائے ہندوستان نے شریک ہونے کا فخر حاصل کیا۔ یہاں وعظ اور ختم کے خوب خوب جلسے ہوئے۔ علی الخصوص جس روز اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، حامی سنت، ماحی بدعت، مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، صاحب حجت قاہرہ، آیۃ من آیات اللہ، جناب فضیلت و تقدس مآب مولانا مولوی حاجی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب حنفی سنی قادری برکاتی بریلوی دام فیوضھم العالیہ، کے وعظ فرمانے کا دن تھا، اس دن عجب کیفیت تھی۔ مخلوق کی اس قدر کثرت تھی کہ بیان سے باہر ہے، نہایت پر لطف مجلس تھی۔ ہر شخص ہمہ تن محو نظر آتا تھا۔ اعلیٰ حضرت مدظلھم الاقدس نے بے حد عمدگی سے وعظ فرمایا۔ آپ کی خوش بیانی دلوں کو گاہے گاہے ہنسا اور گاہے رلا اور گاہے تڑپا دیتی تھی۔

حضرت سید المرسلین محبوب رب العلمین حضور پر نور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی مدح اگر سننا ہو تو وہ انسان اعلیٰ حضرت مدظلھم الاقدس کی زبان فیض بیان سے سنے۔ جن صفات سے قدرت نے اعلیٰ حضرت کو موصوف فرمایا ہے وہ پتہ دے رہے ہیں کہ حقیقت میں آپ مجدد مائۃ حاضرہ ہیں۔

خدا کا عطیہ ہے۔ اور اس میں سنیوں کو تو کلام ہو ہی نہیں سکتا کہ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کا وجود ان کے لیے خدا کی ایک خاص رحمت ہے۔ اور ایسے نازک حالات میں جب کہ اسلام پر طرح طرح کے... کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس سپر ہیں اور پشت پناہ ہیں۔ خدا سے یہی دعا ہے کہ اعلیٰ حضرت حاسدین کی نظر سے محفوظ رہیں اور سنیوں کے سروں پر ہمیشہ ظل رحمت کی طرح سایہ گستر ہوں۔ المختصر اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کا وعظ نہایت خیر و خوبی سے ختم ہوا۔'' [اخبار دبدبہ سکندری، یکم اگست، ۱۹۱۰ء ص ۶]

حضرت زبدۃ العارفین سید شاہ آل رسول قدس سرہ کے عرس پاک میں ہونے والے آپ کے خطاب نایاب سے متعلق ماہنامہ السواد الاعظم میں کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''ہر سال حضرت قدوۃ العارفین مولانا شاہ آل رسول صاحب مارہروی قدس اللہ سرہ العزیز کا عرس ہوتا تھا،

اس عرس میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوتا تھا جس کے سننے کے لیے حضرات اہل سنت دور دور سے حاضر ہوتے تھے، اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض سے بہرہ اندوزی کرتے تھے“

[السواد الاعظم: صفر ۱۳۴۰ھ، ص ۶۳]

اخبار ذوالقرنین نے ۹؍ رجب ۱۳۳۲ھ مطابق ۴؍ جون ۱۹۱۴ء میں منعقد عرس پاک کی روداد پر مشتمل ایک طویل خبر شائع کی جس میں آپ کے خطاب لاجواب کے حوالے سے عمدہ تبصرہ فرمایا۔ خبر سے دو اقتباس پیش ہیں۔ اخبار لکھتا ہے:

”بہت سے علما و مشائخ دور دور سے تشریف لائے تھے۔ جن میں سے خاص حضرات کے نام درج ذیل ہیں۔ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد مأۃ حاضرہ، فخر خاندان برکاتیہ، جناب مولانا مولوی حاجی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ بریلوی دام فیوضہم“

علما کے اسما پر مشتمل فہرست کے بعد کسی دوسرے کی خطابت کا ذکر کیے بغیر اخبار لکھتا ہے:

”ایام عرس میں علمائے کرام کے بیانات سے حاضرین نہایت محظوظ ہوئے۔ فصیح البیان حضرت فاضل بریلوی کا جس وقت بیان ہوا، اس وقت قلوب پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ اور اس قدر مجمع تھا کہ احاطہ درگاہ میں تل رکھنے کو جگہ نہ تھی“ [اخبار ذوالقرنین بدایوں: جون ۱۹۱۴ء]

بدایوں شریف حضور تاج الفحول علیہ الرحمۃ کے عرس مبارک میں آپ ضرور تشریف لے جاتے تھے۔ اور وہاں آپ کا خصوصی خطاب ہوتا تھا۔ انہیں بے مثال خطابات میں سے ایک خطاب کی مختصر روداد اخبار اہل فقہ امرت سر، میں اس طرح بیان کی گئی ہے۔ ملاحظہ کریں:

”جناب مولانا المعظم المحترم مؤید ملت طاہرہ، صاحب حجج قاہرہ و تصانیف زاہرہ، حضرت مولانا الحاج القاری المولوی احمد رضا خاں بریلوی نے آیۃ کریمہ ”لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یؤادون من حاد اللہ ورسولہ“ پڑھ کر قریب ڈھائی گھنٹہ نہایت تفصیل جلیل کی تفسیر جمیل بیان کی۔ ثابت کیا کہ ایمان محبت رب العزت و حضرت رسالت علیہ الصلاۃ والسلام کا نام ہے۔ اور اس کا کمال بغیر دشمنی دشمنان اسلام کے محال ہے۔ پھر ان فِرق کی قدرے تفصیل فرمائی جو دشمنان دین ہیں۔ اس موقع پر بہت زور سے ثابت کیا کہ منکرین ضروریات دین و گستاخان دربار حضرت سید العالمین قطعاً خارج از دائرہ مسلمین ہیں۔ قوی دلیلوں سے بیان کیا کہ ان فرقوں کا رد ضرورت شرعیہ زمانہ کے لحاظ سے نصاریٰ اور آریہ کے رد سے کئی حصہ زائد ضروری ہے کہ شاذ و نادر سچا مسلمان ان نصاریٰ و آریہ کے پھندے میں پھنسے گا۔“

[اخبار اہل فقہ: ۲۰؍ جون ۱۹۰۹ء، ص ۴]

نیز ۱۹۱۱ء میں مرادآباد میں آپ کے یادگار خطاب کا ذکر کرتے ہوئے اخبار دبدبہ سکندری لکھتا ہے:

"سہ پہر کو اعلیٰ حضرت مد ظلھم الاقدس کا درگاہ پاک ہی پر وعظ شریف ہوا سبحان اللہ و بحمدہ حضرت کے وعظ شریف کی کچھ بھی تعریف کرنا بالکل چھوٹا منھ اور بڑی بات کے مصداق ہے۔ اعلیٰ حضرت کا وعظ شریف اعلیٰ درجہ کے نکات بے بدل سے مملو ہوتا ہے۔ غرض کہ بعد عصر سے شروع ہوا تھا اور عشاء کے وقت ختم ہوا"

[دبدبہ سکندری: ۶/ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۱۰]

نعت گوئی

نعت گوئی ایک مشکل ترین صنف سخن ہے۔ اس مقدس صنف میں طبع آزمائی ہر کس و ناکس کے بس بات نہیں ہے۔ ہندوستان میں اردو نعتیہ شاعری کی ایک طویل داستان ہے۔ اردو نعتیہ شاعری کی ابتدا سے اب تک ایسا کوئی شاعر جس کی شاعرانہ عظمت و رفعت مسلم الثبوت ہو، جس کی شاعری استناد کا درجہ رکھتی ہو، غلو و تنقیص سے پاک، نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کی آئینہ دار، حدود شرع سے غیر متجاوز، فصاحت و بلاغت، متانت و حلاوت اور لطافت سے لبریز، تمام اصناف و صنعات سخن اور تمام شاعرانہ محاسن و کمالات کی جامع عوام و خواص میں یکساں مقبول، ادبی محفلوں میں سب سے زیادہ زبان زد ہو، سوائے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، کوئی نظر نہیں آتا۔

میرے اس دعوے کی صداقت کے لیے آفاقی شہرت کے حامل بین الاقوامی شاعر پروفیسر ڈاکٹر وسیم بریلوی کی درج ذیل شہادت ملاحظہ ہو"

اردو شاعری کے ناقدین نے میر سے لے کر فراق تک سبھی کے قد ناپے مگر اردو غزل کے بہترین پارکھ نے کبھی یہ ہمت نہیں کی کہ مولانا احمد رضا خاں کی نعت کے منفرد رکھ رکھاو سے بحث کرسکتا۔ اردو کے بڑے شاعروں کا سارا بڑاپن شاعرانہ سحرکاریوں کے گرد گھومتا ہے ان سب کا جلوہ ایک جگہ اور پورے فکری و فنی التزام کے ساتھ اگر دیکھنا ہو تو فاضل بریلوی کی حدائق بخشش دیکھیں۔ یہاں میر کی دردمندی بھی ہے، غالب کا تفکر بھی مومن کی شائستہ نظری بھی ہے، سودا کی خلقی ذہنی بھی، درد کی عارفانہ سادگی بھی ہے، ذوق کی زبان دانی بھی ہے، اقبال کی فلسفیانہ گہرائی بھی ہے، حالی کی عاجزی وانکساری بھی، جگر کی والہانہ ربودگی بھی ہے، فانی کی فلسفیانہ نظری بھی، حسرت کی واقفیت بھی ہے اور اصغر کی معرفت پسندی بھی۔

کہنا یہ ہے کہ اردو شاعری کی دو سو سالہ تاریخ میں جو طرز فکر کا اعتبار رونما ہوا ہے اس کی اعلیٰ ترین عکاسی کا بہترین نمونہ حضرت رضا بریلوی کی نعت نگاری ہے۔ عشق رسول میں غرق ہو کر انہیں شاید خود نہ اندازہ ہو کہ وہ اردو کی اعلیٰ ترین شاعری کے کن کن مقامات کو چھو گئے۔ یہ بات اردو کے کسی شاعر کے یہاں ہے ہی نہیں۔ اس لیے

ان کی شاعرانہ انفرادیت کو کسی بھی بڑے سے بڑے ناقد شعر کے لیے تسلیم کرنا سرمایہ سعادت سے کم نہیں۔"

[ماہنامہ کنزالایمان دہلی: مارچ ۲۰۰۹ء ص ۴۵]

سفر آخرت

احقاق حق وابطال باطل میں مکمل زندگی بسر فرما کر ۲۵؍ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۹؍ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ دو بج کر ۳۸؍ منٹ پر آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے دار فانی سے کوچ فرما گئے۔ اپنے وصال سے پانچ ماہ قبل قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے اپنی سن وفات نکالی۔

ویطاف علیھم بآنیۃ من فضۃ وا کواب (۱۳۴۰ھ) (ان پر دور ہوگا چاندی کے پیالوں اور جاموں کا)

حضرت مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی نے اعلیٰ حضرت کی تاریخ وفات پر درج ذیل قطعات وغیرہ تحریر فرمائے ہیں اخبار دبدبہ سکندری نے ان وصال کے تاریخی قطعات و مادوں کو اپنے اخبار کی زینت بنایا ہے:

چوں کہ حضرت مجدد دوراں
طائر روح او بخلد پرید
بہر تاریخ سال گفت شریف
زیب کونین در بہشت رسید

۱۳۴۰ھ

شیخ احمد رضا یگانہ عصر
روے خویش نہفت چوں ازیں دہر
من ز حالش بخواب پرسیدم
غفرنی سال از رحلت خورد گفت

۱۳۴۰ھ

"موت العالم عدل موت العالم" ۱۳۴۰ھ۔ "حضرت شاہ اہل صفا" ۱۹۲۱ء۔ "خلیق نیک ذات" ۱۹۲۱ء۔ "مخدوم صافی ضمیر" ۱۹۲۱ء۔ "شمشاد قد بینظیر" ۱۹۲۱ء۔"

[اخبار دبدبہ سکندری: نمبر ۲۲ جلد ۵۸،۳۰؍ جنوری ۱۹۲۲ء ص ۵]

اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل

حضور اعلیٰ حضرت کی بار گاہ فیض مآب سے یوں تو بے شمار عقلا، عظما، علما، فضلا اور فقہاے کرام نے استفاضہ کیا، لیکن جس نوعیت اور جس انداز سے صدر الافاضل مستفید و مستفیض ہوئے کسی دوسرے کو اس طرح استفادے کا موقع نہ مل سکا۔ اعلیٰ حضرت کے خلفا کی فہرست میں اگر نظر دوڑائی جائے تو بلا مبالغہ آپ کی ذات نمایاں نظر آتی ہے۔ اور اگر اعلیٰ حضرت کے اصحاب مشورہ او روزرا میں دیکھا جائے، تو بلا شبہ آپ مشیروں کے صدر اور سر آمد وزرا دکھائی دیں گے۔

پہلی ملاقات

اعلیٰ حضرت سے والہانہ عقیدت و محبت نے آپ کو اعلیٰ حضرت سے بے حد قریب کر دیا تھا۔ بلکہ یوں کہہ لیا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ آپ کے دل میں اعلیٰ حضرت کی بے پناہ عقیدت و محبت کا جذبہ ہی کار فرما تھا جو اعلیٰ حضرت سے پہلی ملاقات کا سبب بنا۔

اعلیٰ حضرت سے آپ کی پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب آپ کی عمر شریف ۲۰/ سال اور اعلیٰ حضرت کی ۴۸ سال تھی۔ ملاقات کی سبیل یہ نکلی کہ جودھپور کے ایک ادریس نامی دیوبندی مولوی نے، مرادآباد کے دیوبندی مکتبہ فکر کے ترجمان ہفت روزہ اخبار نظام الملک میں ”امکان کذب باری تعالیٰ کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا۔ مضمون کیا تھا مغلطات و مزخرفات کا مجموعہ تھا۔ مضمون میں عقیدہ باطلہ امکان کذب باری تعالیٰ کے اثبات میں بے بنیاد دلائل اور امام اہل سنت پر سب و شتم کے سوا کچھ نہ تھا۔ آپ نے جب یہ مضمون ملاحظہ فرمایا تو آپ بے چین ہو گئے۔ اور آپ کی بے چینی اس قدر بڑھی کہ آپ کو شدت کا بخار آ گیا۔ جب افاقہ ہوا تو رات میں آپ نے اس مضمون کے جواب میں ایک مدلل و مفصل تردیدی مضمون تحریر فرمایا۔ اور صبح کو اخبار نظام الملک کے دفتر پہنچ کر ایڈیٹر سے اخبار میں مضمون کی اشاعت کے سلسلے میں گفتگو فرمائی۔ ایڈیٹر چوں کہ دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا تھا اس لیے اس نے آپ کے مضمون کی اشاعت سے صاف انکار کر دیا۔ لیکن آپ نے تدبیر سے کام لیتے ہوئے ایڈیٹر سے کہا:

کہ اگر تم اپنے اخبار میں میرا مضمون چھاپو گے تو سنی حضرات اس اخبار کو خریدیں گے۔ اور پھر مولوی ادریس جودھپوری میرے مضمون کے جواب میں اپنی تحریر اخبار میں شائع کرائے گا تو دیوبندی لوگ بھی اسے پڑھنے کے لیے تمہارے اخبار کو خریدیں گے۔ اور پھر میں جواب الجواب لکھوں گا، اس تسلسل کے سبب تمہارے اخبار کی اشاعت زیادہ ہوگی۔ ایڈیٹر کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی اور وہ آپ کے مضمون کی اشاعت کے لیے رضامند ہو گیا۔

جب آپ کا مضمون شائع ہوا تو سنی حضرات چوں کہ پہلے سے ہی دیوبندی مولوی کے مضمون کی تردید کے منتظر تھے۔ آپ کے اس مضمون کو پڑھ کر بے حد خوش ہوئے۔ کئی ہفتوں تک اشاعت مضامین کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ کے یہ تردیدی مضامین اس قدر مقبول ہوئے کہ ہر طرف چرچے ہونے لگے۔ شدہ شدہ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں بھی خبر پہنچ گئی۔ لوگ اعلیٰ حضرت سے خطوط کے ذریعے مطالبہ کررہے تھے کہ آپ کے جو مضامین اخبار نظام الملک مرادآباد میں چھپے ہیں وہ عطا فرمائیں۔ آپ کو حیرت ہوئی کہ میرا تو کوئی مضمون نظام الملک اخبار میں چھپا نہیں ہے پھر یہ مطالبات کیوں؟

اعلیٰ حضرت نے حاجی ملا اشرف شاذلی مرادآبادی سے، جو آپ کے بے حد معتقد تھے اور اکثر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتے تھے، اخبار نظام الملک میں شائع شدہ مضامین کا ذکر کیا اور مذکورہ اخبار کی وہ تمام کاپیاں جن میں ان مضامین کی اشاعت ہوئی تھی طلب فرمائیں۔ حاجی صاحب اخبار کے تمام پرچے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ تمام کاپیاں آپ کو پیش کردیں۔ اعلیٰ حضرت نے مضامین کا مطالعہ فرمایا تو بے حد خوش ہوئے اور مضامین کی خوب تعریف فرمائی۔ اور فرمایا کہ یہ مولانا نعیم الدین صاحب کون بزرگ ہیں؟ حاجی صاحب نے عرض کیا: حضور! ایک نوعمر صاحبزادے ہیں، بہترین عالم وفاضل ہیں، عمدہ استعداد رکھتے ہیں اور حد درجہ علمی صلاحیت ولیاقت کے مالک ہیں، نام نامی سید محمد نعیم الدین ہے۔

اعلیٰ حضرت نے حاجی صاحب سے صدر الافاضل سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی فرمایا: حاجی صاحب کسی دن انہیں ساتھ لے کر ہمارے پاس آئیں۔ چناں چہ ایک دن حاجی صاحب صدر الافاضل کو ساتھ لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضری کے ارادے سے مرادآباد سے صبح سات والی ٹرین سے بریلی کو روانہ ہوئے، اور نو بجے کے قریب بریلی شریف پہنچ گئے۔ جس وقت اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اس وقت اعلیٰ حضرت مریدین ومعتقدین کے درمیان کسی مسئلے کی تشریح میں مصروف تھے۔ آپ نے سلام کیا، اعلیٰ حضرت نے جواب عطا کیا اور رسماً حالات معلوم کرنے کے بعد پھر حاضرین مجلس کی جانب متوجہ ہوکر مسائل بیانی شروع فرمادی۔ آپ بھی مجلس میں بیٹھ کر اعلیٰ حضرت کے علمی فیضان سے مستفیض ہوتے رہے، یہاں تک کہ اذان ظہر ہوگئی۔

اذان ہوتے ہی اعلیٰ حضرت نے محفل برخاست فرمائی اور زنان خانے میں تشریف لے گئے۔ آپ بھی نماز ظہر ادا کرنے کے لیے مسجد تشریف لے گئے اور نماز سے فارغ ہوئے، کھانے کا وقت ہو چکا تھا لیکن ابھی تک کسی نے کھانے کو نہیں پوچھا تھا۔ حاجی صاحب کو اعلیٰ حضرت کے اس خلاف معمول طرز عمل پر صدر الافاضل کے سامنے خفت وندامت محسوس ہو رہی تھی۔ آپ چوں کہ اعلیٰ حضرت کے مزاج میں دخیل تھے، اس لیے کہنے لگے: عجیب مولوی صاحب ہیں، مہمان کو کھانے کو بھی نہیں کہا۔ جواباً آپ نے کہا ملا جی ہم کسی نان بائی کے یہاں نہیں آئے

ہیں کہ یہاں روٹی کی بات کی جائے، بلکہ عالم دین کے پاس آئے ہیں، علمی باتیں سننے کو ملیں کیا یہ کم ہے۔

پھر آپ حاجی صاحب کو لے کر اپنے ایک عزیز کے گھر تشریف لے گئے، وہاں آپ نے کھانا تناول فرمایا اور تھوڑی دیر قیلولہ کیا۔ اذان عصر ہوتے ہی آپ وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔ نماز عصر ادا کی اور پھر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ اب حاجی صاحب نے موقع کو غنیمت جان کر صدرالافاضل کا تفصیلی تعارف اعلیٰ حضرت کے روبرو پیش کیا۔ اعلیٰ حضرت نے حاجی صاحب پر سخت ناراض ہوتے ہوئے فرمایا کہ: صبح ہی تعارف کیوں نہیں کرایا تھا؟ تو حاجی صاحب نے کہا کہ آپ نے موقع ہی کہاں دیا تھا۔ بعدہ اعلیٰ حضرت، صدرالافاضل کی جانب متوجہ ہوئے اور گفتگو فرمائی۔

[ماخوذ: مضمون مفتی محمد عمر نعیمی۔ ہفت روزہ سواد اعظم لاہور، حیات صدرالافاضل نمبر: ۱۹، ۲۶/ جون ۱۹۵۹ء ص ۶، ۷۔ مضمون شہزادہ تاج العلما، مفتی محمد اطہر نعیمی، ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بہیڑی اکتوبر ۱۹۸۸ء ص ۴۰، ۴۱۔ مضمون بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی۔ مقدمہ بر مقدمہ اطیب البیان۔ ص ۱۴۰، ۱۴۱]

صدرالافاضل کی بریلی آمد و رفت اور اکتساب فیض

اس پہلی ملاقات کے بعد تو دونوں حضرات کے مابین جو تعلقات استوار ہوئے اور دونوں کا باہم ایک دوسرے کے ساتھ جو سلسلہ محبت مربوط ہوا، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ہفتے میں لازمی دو بار پیر اور جمعرات کو اعلیٰ حضرت کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور اگر کبھی حاضری میں تاخیر ہوتی تو بریلی شریف سے بلاوا آجاتا تھا۔ آستانہ رضویہ پر اپنی حاضری کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے خود مفتی حکیم سید معین الدین نعیمی سے فرمایا:

”میرا معمول تھا کہ اعلیٰ حضرت کے آستانے کے سفر کے لیے کبھی میرا بستر کھلا ہی نہیں۔ میں لازمی ہر پیر اور جمعرات کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں جاتا تھا۔“ [حیات صدرالافاضل: ص ۳۳]

بریلی شریف میں حاضری اور امام اہل سنت کی بارگاہ سے اکتساب فیض سے متعلق صدرالافاضل کے شاگرد رشید حضرت مولانا قاضی شمس الدین جونپوری علیہ الرحمۃ کے حوالے سے بحرالعلوم اعظمی تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب جعفری زینی جونپوری فرمایا کرتے تھے۔

”پورے ہندوستان کے منتخب اعلام علمائے اہل سنت حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کے احباب و انصار تھے جو وقتاً فوقتاً اور کچھ مسلسل آپ کے آستانے پر حاضر رہتے۔ اور اپنے اپنے ظرف و حوصلے کے موافق اکتساب فیض کرتے۔ اور ہر ایک کا اپنا الگ الگ انداز ہوتا۔ کوئی اکثر خاموش رہ کر آپ کے ارشاد سنتا۔ اور استفسار کی بہت کم نوبت

آتی۔ مگر **حضرت صدر الافاضل** ان حضرات میں سے تھے جو ہر مسئلے کے تمام پہلو پر بحث کر کے اپنا اطمینان کرتے۔
وللناس فیما یعشقون مذاہب‘‘ [مقدمہ براطیب البیان: ص۱۴۱]

اعلیٰ حضرت کی مرادآباد آمد

شہر مرادآباد میں اعلیٰ حضرت ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء سے قبل تشریف لائے یا نہیں اس سلسلے میں راقم کو کوئی مستند تحریر نہ مل سکی۔ البتہ ۲۶؍ فروری ۱۹۱۱ء مطابق ۲۶؍ صفر المظفر ۱۳۲۹ھ کو صدر الافاضل کے ادارے کے سالانہ جلسہ دستار بندی، حضور شاہ بلاقی علیہ الرحمۃ کے عرس کی تقریب میں شرکت اور خاص کر دیابنہ ووہابیہ سے مناظرے کے لیے آپ مرادآباد تشریف لائے۔ آپ کے اس چار روزہ تاریخی دورے کی مکمل سرگزشت وتفصیل صدر الافاضل کی مناظرانہ سرگرمیوں کے باب میں قارئین ملاحظہ کریں۔

اعلیٰ حضرت کے ساتھ صدر الافاضل کا سفر بیسل پور

۱۰؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ کو صدر الافاضل، اعلیٰ حضرت کی معیت میں بیسل پور تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کا خطاب بھی ہوا۔ اور بیسل پور اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری کے حوالے سے آپ کا لکھا ہوا منظوم کلام بھی جلسے میں پڑھا گیا۔ مولانا عرفان علی رضوی بیسل پوری نے اس سفر کی مکمل روداد لکھی ہے ہم یہاں اسے من وعن پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

مجددِ وقت کی تابشوں نے بیسل پور کا نصیب چمکا دیا

’’مسلمانوں کے قلوب میں علمائے کرام اور اولیائے عظام کی عظمت کا ہونا ایمان کی نشانی ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ، جو ان کی عزت وتوقیر کرتے اور فلاح دارین حاصل کرتے ہیں۔ یہ وہ پاک نفوس ہیں، جو آسمانوں پر بادشاہ کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔ جو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے وارث ہیں۔ جن کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ ان کی دوات کی روشنائی شہدا کے خون سے افضل ہے۔ ان کا قلم ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمت ہے۔ کیوں کہ یہی ہم کو چاہِ ضلالت (گمراہی کا کنواں) سے بچاتے اور صراطِ مستقیم بتاتے ہیں۔ خصوصاً اس زمانے میں جب کہ کفر والحاد کی تند ہوائیں چل رہی ہیں۔ ہزاروں ایمان چرانے کے واسطے مارِ آستین بنے بیٹھے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے شمار رحمتیں مسلمانوں کے سردار، سرکار، عالی وقار، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، ولی با خدا، جناب مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی مدظلہم الاقدس پر نازل ہوں، جنہوں نے

اہلِ سنت کی دستگیری فرمائی، راہِ ایمان دکھائی۔ کفر والحاد کی گھنگھور گھٹاؤں کے دور کرنے میں دامے، درمے، سخنے، قدمے ہر طرح سعی فرمائی۔ اور شب وروز اسی فکر میں ہیں کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیوا چاہِ ضلالت میں نہ گرنے پائیں۔ ان کے قدم صراطِ مستقیم سے نہ ہٹنے پائیں۔ غرضے کہ ان کی ذاتِ بابرکات اہلِ سنت کے واسطے آج ہندوستان میں مسیحا بن رہی ہے۔

مولانا مولوی شفیع احمد خان صاحب رضوی اور احقر کی دلی آرزو تھی کہ کہیں اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس بیسل پور تشریف فرما ہوں اور ہم کو اپنے فیوض وبرکات سے مالامال فرمائیں۔ آخر کار ہماری قسمت کا ستارہ چمکا اور ۹/ جمادی الاخریٰ کی شب میں ۱۱/ بجے اعلیٰ حضرت پیلی بھیت رونق افروز ہوئے۔ اس وقت جو مسرت ہوئی، اس کا لطف کچھ ہمارا ہی دل جانتا ہے۔ حضور کی طبیعت ناساز تھی۔ لہٰذا بپاسِ ادب. بیسل پور تشریف لے جانے کے متعلق عرض کرنے سے مجبور رہتے تھے۔ مگر دل کی امنگیں جوش مار رہی تھیں کہ کسی نہ کسی طرح بیسل پور کا نصیب چمک جائے۔

۹/ جمادی الاخریٰ کو ۱۲/ بجے دن کے **جناب مولوی محمد نعیم الدین صاحب ناظم مدرسہ اہلِ سنت وجماعت مراد آباد** اور اعلیٰ حضرت کے برادرِ خورد جناب مولوی محمد رضا خان صاحب قبلہ کی سعی سے اعلیٰ حضرت نے ہماری درخواست کو شرفِ قبول عطا فرمایا۔ اور ۱۰/ جمادی الاخریٰ کو ساڑھے آٹھ بجے صبح کے اسٹیشن پیلی بھیت تشریف لے گئے۔ پلیٹ فارم سے ٹرین تک فدائیوں نے اپنے دوش پر آرام کرسی پر بیٹھا کر پہنچایا۔ ۹/ بجے ٹرین روانہ ہوئی اور ساڑھے دس بجے دن کے. بیسل پور پہنچ گئی۔ بیسل پور اسٹیشن کا پلیٹ فارم مسلمانوں سے ایسا بھرا ہوا تھا کہ پنڈلی سے پنڈلی اور شانہ سے شانہ چھلتا تھا۔ ٹرین کے ٹھہرتے ہی پھول نثار کیے گئے۔ اسٹیشن پر شامیانہ نصب کیا گیا تھا۔ جس کے نیچے عمدہ فرش تھا۔ باقاعدہ کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ مغرب کی جانب تخت پڑا تھا۔ شامیانے سے ٹرین تک ٹول کا فرش تھا۔ جس کے دونوں طرف گملوں کی قطاریں تھیں۔ اعلیٰ حضرت ٹرین سے اتر کر تخت پر رونق افروز ہوئے اور دیگر صاحبان بچھی کرسیوں پر تشریف فرما ہوئے۔ مولوی شفیع احمد خان صاحب رضوی، شیخ عظمت علی خان صاحب رضوی، شیخ مقصود علی خان صاحب رضوی ممبر میونسپل بورڈ، منشی احمد اللہ خان صاحب رضوی ممبر میونسپل بورڈ و رئیس بیسل پور و نثار خان صاحب رضوی کی ڈالیاں پیش ہوئیں۔ جن میں ہار، گجرے، گلدستے رکھے ہوئے تھے۔ اس وقت شیخ علی بخش صاحب پیلی بھیتی مدح خواں مندرجہ ذیل اشعار پڑھ رہے تھے: ؎

لائے ہیں آپ کے خدام سجا کر ڈالی
دل سے مقبول شہا بہرِ خدا کر ڈالی
لعلِ جنت تیرے ہاروں کے لیے زیبا تھے
بے نوا لائے ہیں پھولوں کی بنا کر ڈالی

یہ منظر قابلِ دید تھا۔ ذرائی پر اجماے چاروں طرف خاموش کھڑے تھے۔ ہار پہنائے اور گلدستے ہاتھوں میں دیے گئے۔ بعدہ سواریاں پیش کی گئیں۔ اعلیٰ حضرت فٹن پر رونق افروز ہوئے، جو ہاروں سے سجائی گئی تھی، اور فٹنیں اعلیٰ حضرت کے ہم راہیوں کے واسطے موجود تھیں۔ اعلیٰ حضرت کی سواری کے دونوں طرف دو دو سوار تھے، جن کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں اور بلم تھے۔ آگے آگے دو نقیب ہاتھوں میں خوش نما علم لیے نعت شریف پڑھتے جارہے تھے۔ ایک علم کے پرچم پر دونوں طرف:

''نصر من اللہ'' اور دوسرے کے دونوں طرف ''فتح قریب'' لکھا ہوا تھا۔

اس شان وشوکت کے ساتھ یہ جلوس قصبہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں چار دروازے قائم کیے گئے تھے۔ پہلے دروازے پر سرخ ٹول پر:

''السلام علیکم یا امام المسلمین''

دوسرے پر: ''السلام علیکم یا مجدد الوقت''

تیسرے پر: ''السلام علیکم یا ولی اللہ''

اور چوتھے پر: ''السلام علیکم یا قطب الوقت''

تحریر تھا۔ راستے میں جابجا اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع کے واسطے اشتہار چسپاں تھے۔ جلوس اسٹیشن سے روانہ ہو کر بازار اور تحصیل ہوتا ہوا اعلیٰ حضرت کی فرودگاہ مکانِ احقر پر پہنچا، جو خاص طور سے قبل سے سجایا گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر اعلیٰ حضرت نے استراحت فرمائی۔ مخلصین نے تشریف آوری کی خوشی میں، جو نظمیں تصنیف کی تھیں، ان کو مسموع فرمایا۔ بہت سی نذریں پیش ہوئیں، جو اعلیٰ حضرت نے دستِ قبول کے اشارے سے سب مدح خوانوں کو عطا فرمائیں اور احقر کو نہایت نفیس رومال عطا فرمایا، جو در حقیقت میرے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔

بعدہ منشی طفیل احمد خان صاحب رضوی نے مولانا مولوی شفیع احمد خان صاحب رضوی کی تصنیف کردہ نظم نہایت خوش الحانی سے پڑھی۔ پھر مولانا شفیع صاحب نے اپنی تصنیف کردہ دو نعتیہ نظمیں خود پڑھ کر سنائیں۔ نعتیہ نظموں کے خاتمے پر اعلیٰ حضرت نے مولانا کو نہایت نفیس عمامہ عطا فرمایا۔ جس کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔ پھر اعلیٰ حضرت اور تمام ہمراہیوں نے کھانا ملاحظہ فرمایا۔ بعد نمازِ ظہر منشی احمد اللہ خان صاحب رضوی رئیسِ بیسل پور کے مکان پر ان کی والدہ کو شرفِ بیعت عطا فرمانے کے واسطے تشریف لے گئے۔ وہاں سے شیخ کمال انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف پر تشریف لے جا کر فاتحہ پڑھا۔ پھر منشی صاحب کے باغ میں واپس تشریف لا کر کچھ دیر تک قیام فرمایا۔ نماز عصر اور مغرب مسجد میں تشریف لا کر ادا فرمائی۔

بعدہ احقر کے غریب خانے پر تشریف لائے۔ شب میں دس بجے بعد فراغتِ طعام محفلِ میلاد شریف

منعقد ہوئی۔ بعد ذکرِ ولادتِ اقدس **مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی** اور مولوی حکیم ابو العلا محمد امجد علی صاحب رضوی اعظم گڈھی نے اپنے بیانات سے اہلِ محفل کو مستفید فرمایا۔ ۱۱؍ جمادی الاخریٰ کو مولانا مولوی شفیع احمد خان صاحب کے مکان پر دعوتِ طعام تھی۔ جس وقت مولانا کے مکان پر اعلیٰ حضرت کی پالکی پہنچی، فوراً گولوں کی سلامی شروع ہوئی۔ مکان کے اندر پر تکلف فرش تھا۔ بعد فراغت طعام اعلیٰ حضرت اور تمام ہمراہیوں کو ہار پہنائے گئے۔ نمازِ ظہر کے بعد حضور بغرضِ واپسی اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ اس وقت بھی فدائیوں کا کثیر مجمع تھا۔ وہاں **مولانا مولوی نعیم الدین صاحب مدظلہ** کی مندرجہ ذیل تصنیف کردہ نظم پڑھی گئی۔

اوج پر ہے آج کیا تقدیر بیسل پور کی
قابلِ دیدار ہے تنویر بیسل پور کی
فخر کرتا ہے ہر اک پیر و جواں شادی کناں
کس کے قدموں سے بڑھی توقیر بیسل پور کی
بمبئی کلکتہ ترسیں دہلی حسرت میں رہے
اعلیٰ حضرت آئیں یہ تقدیر بیسل پور کی
زیر دست قدوم بادشاہِ دیں پناہ
کر رہی ہے عزت و توقیر بیسل پور کی
حضرتِ اعلیٰ سے عقیدت اور خلوصِ اعتقاد
کیسی پر تاثیر ہے اکسیر بیسل پور کی
کفر بھاگا دین جاگا نورِ حق روشن ہوا
مٹ گئی سب ظلمتِ شب گیر بیسل پور کی
آپ کے فیضِ توجہ کی بدولت اے کریم
نورِ ایماں سے ہوئی تخمیر بیسل پور کی
آپ کے قدموں کے صدقہ اس کی زینت بڑھ گئی
خوب عالم میں ہوئی تقدیر بیسل پور کی
آپ کی رونق فروزی کی عجب سج دھج کے ساتھ
ہے زبانِ شکر ہر تعمیر بیسل پور کی

یہاں بہت زیادہ نذریں پیش ہوئیں۔ اعلیٰ حضرت نے سب مدح خواں شیخ علی بخش صاحب کو عطا فرمائیں۔

دو دن بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔ بکثرت مشرف ہوئے۔ حتیٰ کہ اسٹیشن پر اور ٹرین میں تشریف فرما ہونے کے بعد بھی بہت سے حضرات داخلِ بیعت ہوئے۔ واپسی کا منظر بھی قابلِ دید تھا۔ ہر شخص کے چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ بعض حضرات کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھا تھا۔ اور کیوں نہ ہو کہ تمام قصبہ پکا سچا سنی ہے اور حضور کا محب و معتقد ہے۔ وہابیت، قادیانیت، غرض کہ ہر قسم کی بدمذہبی سے بالکل پاک ہے۔ اور اب تو اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری نے چار چاند لگا دیے۔ اللہ تعالیٰ بطفیلِ حبیبِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تمام مسلمانوں کے قلوب میں اولیا و علمائے کرام کی سچی محبت عطا فرمائے، آمین۔“

[اخبار دبدبہ سکندری رامپور: ۲۹/ مارچ ۱۹۲۰ء۔ اخبار الفقیہ امرت سر: ۲۰/ اپریل ۱۹۲۰ء ص۶۔]

ترجمہ کنزالایمان پر صدرالافاضل کی نظرِ ثانی اور اہتمامِ طباعت

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن ”کنزالایمان“ دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اہل سنت و جماعت میں جس قدر اس ترجمے کو مقبولیت حاصل ہوئی کسی اور ترجمے کے حصے میں وہ شہرت و پذیرائی نہیں آئی۔ قرآن پاک کا یہ ترجمہ آپ نے صدرالشریعہ علامہ امجد علی قدس سرہ کو املا کرایا۔ بعدہ صدرالافاضل کو نظرِ ثانی کے لیے عنایت کیا گیا۔ صدرالافاضل نے بنظرِ غائر اسے ملاحظہ فرمایا۔ اور ترجمے کو خوب سے خوب تر پایا۔ کہیں کہیں تردد محسوس ہوا مگر غور کیا تو اعلیٰ حضرت کے الفاظ کو ہی درست اور عمدہ پایا۔ اس حوالے سے محدث اعظم ہند کا درج ذیل بیان کافی دل چسپ ہے۔ محدث اعظم ہند فرماتے ہیں:

”اس ترجمے کی شرح **حضرت صدرالافاضل استاذالعلماء مولانا شاہ محمد نعیم الدین صاحب علیہ الرحمۃ** نے حاشیے پر لکھی ہے وہ فرماتے تھے کہ دوران شرح میں کئی بار کھٹک محسوس ہوئی مگر اعلیٰ حضرت کا استعمال کردہ لفظ اٹل ہی نکلا۔“ [ماہنامہ اشرفیہ: مئی ۱۹۹۴ء ص ۱۷]

نظرِ ثانی کے بعد آپ نے اس کی اولین اشاعت کا مبارک عزم فرمایا۔ جس کے لیے آپ نے نئی پریس مشین خریدی اور متشرع، نمازی پرہیزگار لوگ طباعت کے کام کے لیے منتخب کیے۔ اور بہت ہی محتاط انداز میں اس کی طباعت کی۔ مولانا سید منظور گھوسوی کے حوالے سے بحرالعلوم اعظمی رقم طراز ہیں:

”اوپر جن جن احتیاطوں کا ذکر آیا ہے، **حضرت صدرالافاضل** نے ایک ایک پر عمل کیا۔ اس کے لیے نیا پریس خریدا۔ پورا عملہ مسلمان رکھا اور سب کو باوضو رہنے کا پابند بنایا۔ اور اس میں سے جو بھی کچرا پانی نکلتا نہایت احتیاط سے وہ ڈرموں میں جمع کیا جاتا اور پھر اسے لے جا کر شہر سے باہر دریا کے دھارے میں ڈال دیا جاتا۔ تصحیح میں بھی وہی اہتمام ملحوظ رکھا گیا۔ مثلاً ش کے تینوں شوسے درست ہیں اس پر تشدید کے نیچے زیر ہے شین کے تینوں نقطے مکمل

ہیں۔الخ"[مقدمہ براطیب البیان:ص۱۶۶]

اس کی طباعت واشاعت کا ذکر خود صدرالافاضل نے ان الفاظ سے فرمایا ہے:

"ترجمہ کلام پاک عطیہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الحاج المولوی مفتی شاہ محمد احمد رضا خان صاحب قدس سرہ مسمی کنزالایمان کو عرصہ ہوا چھاپ کر میں شائع کر چکا ہوں۔جس کے تمام حقوق محفوظ ہیں"[دستی تحریر]

نوٹ: یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ احقر کی تحقیق کے مطابق یہ ترجمہ امام اہل سنت کے وصال کے بعد چھپا ہے۔اس ترجمے کا پہلا نسخہ جس میں صرف متن قرآن پاک اور ترجمہ کنزالایمان ہی ہے۔جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں محفوظ ہے جس کی احقر نے زیارت کی ہے۔یہ نسخہ مطبع نعیمی مرادآباد سے مفتی محمد عمر نعیمی کے نام سے چھپا ہے۔اس نسخے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کا اسم گرامی درج ذیل الفاظ میں موجود ہے۔

"مترجمہ شیخ الاسلام والمسلمین امام المحققین عارف باللہ حقائق آگاہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ مولانا مولوی قاری مفتی شاہ محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العلی"

اس عبارت بالا میں الفاظ "قدس سرہ العلی" سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ وصال کے بعد کا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

علاوہ ازیں ۱۹۴۳ء تک تین مرتبہ مرادآباد سے یہ ترجمہ کنزالایمان شائع ہوا۔اخبار الفقیہ کی ایک طویل خبر کا درج ذیل اقتباس جس کی شہادت دیتا ہے۔ملاحظہ کریں:

"اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ترجمہ ہے۔اور جیسی کہ حضرت فاضل ممدوح کی شان ہے اس سے ہی ترجمہ کی خوبی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔یہ ترجمہ مرادآباد میں تین مرتبہ چھپا ہے۔اس کے حاشیے پر **حضرت فیض درجت استاد العلماء مولانا مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی** کی ایک تفسیر ہے جس کا نام خزائن العرفان ہے"[الفقیہ:۲۱،۲۸/مئی ۱۹۴۳ء سرورق]

نیز شہزادہ صدرالافاضل علامہ اختصاص الدین نعیمی کے درج ذیل بیان سے بھی یہی پتہ چلتا ہے۔

"یہ قرآن مجید تیسری مرتبہ نہایت خوش خط بڑی تقطیع ۲۶+۲۰۔۴/ پر چھپا ہے۔بہتر کاغذ لگایا گیا ہے۔باوجود کاغذ کی انتہائی گرانی اور نایابی کے ہدیہ بہت ہی مناسب رکھا گیا ہے۔مکتبہ نعیمیہ مرادآباد سے طلب فرمائیے..."

[الفقیہ:۷،۱۴/جون ۱۹۴۳ء ص۱۱]

اعلیٰ حضرت کی محققانہ شان صدرالافاضل کی نظر میں

صدرالافاضل کی نگاہ میں اعلیٰ حضرت کا مقام بہت ہی ارفع واعلیٰ تھا۔علامہ شامی جن کے حاشیہ "رد المحتار علی الدر المختار" کے حوالے اعلیٰ حضرت کے فتاوی میں جابجا موجود ہیں۔ان کی تحقیقات اور اعلیٰ حضرت کی تحقیقات

میں خاصا فرق ہے جسے اہل علم بخوبی محسوس کر سکتے ہیں۔ صدر الافاضل نے اس کو خوب محسوس کیا مفتی محمد اعجاز رضوی صاحب کے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:

''تحقیقات سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر **سیدنا صدر الافاضل رضی اللہ عنہ** کو اس قدر اعتماد و ثوق تھا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

''ایک بار سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فقہ مجھے علامہ ابن عابدین سے حاصل ہوئی تو ہم نے اسے تواضع پر محمول کیا اس لیے کہ ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحقیقات عالیہ علامہ شامی کی تحقیقات سے عالی و بلند تر ہیں۔'' [حیات صدر الافاضل: ص۲۶۱، ۲۶۲]

اعلیٰ حضرت کا بستر اور صدر الافاضل

اعلیٰ حضرت کے بستر مبارک سے صدر الافاضل کی فیض یابی کا ذکر کرتے ہوئے مفتی غلام معین الدین نعیمی تحریر فرماتے ہیں:

''**حضرت قدس سرہ** ایک واقعہ اپنے ابتدائی زمانہ کا بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میں اور حضرت مفتی اعظم ہند مدظلہ آستانہ معلیٰ پر حاضر تھے سیدنا امام اہل سنت بالاخانہ پر تشریف رکھتے تھے اور ہم دونوں سلطان الاذکار کے بارے میں نیچے برآمدہ میں باتیں کر رہے تھے کہ سیدنا امام اہل سنت بالاخانہ سے نیچے تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

''جاؤ اوپر بستر پر آرام کرو''ہم نے حکم کی تعمیل کی۔ اللہ گواہ ہے کہ جیسے ہی میں سیدنا امام اہل سنت قدس سرہ کے بستر شریف پر لیٹا قلب (سلطان الاذکار کے لیے) ذاکر ہو گیا۔ اس واقعے پر ارشاد فرمایا سبحان اللہ اعلیٰ حضرت کا کیا مقام تھا، بستر پر لیٹنے میں یہ اثر تھا ایسا اثر ہم نے کہیں نہ دیکھا۔''

[حیات صدر الافاضل، مطبوعہ سواد اعظم لاہور: ص۲۶۳]

صدر الافاضل کو خواب میں اعلیٰ حضرت کا ایمان افروز دیدار

اعلیٰ حضرت کے وصال مبارک کے چند دنوں کے بعد صدر الافاضل نے خواب دیکھا خواب میں اعلیٰ حضرت کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ آپ خود اپنے اس دل چسپ خواب کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میں اعلیٰ حضرت کے کاشانہ پر حاضر ہوا ہوں دروازے پر چند تخت بچھے ہیں، مفتیان کرام فتویٰ نویسی میں مشغول ہیں۔ ان سب کے افسر کی حیثیت سے حضرت حجۃ الاسلام تشریف فرما ہیں۔ میں اندر داخل ہوا اور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضری دی۔ سلام کے بعد میں نے آپ سے عرض کیا:

حضور! لوگ آپ کے دیدار کو بے چین ہیں۔ آپ نے لوگوں سے ملنا کیوں چھوڑ دیا؟ فرمایا: کہ میں نے یہ

وقت خاص مولیٰ تعالیٰ کے لیے رکھا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ حضور! باہر فتویٰ نویسی کا کام بہت زور و شور سے ہو رہا ہے کیا ہی اچھا ہو تا کہ آپ ان فتاوی کی اصلاح فرماتے رہتے۔ تو جواباً فرمایا:

اس کام کے لیے میں نے اپنے بیٹے حامد رضا کو چھوڑ رکھا ہے۔ میں نے عرض کی کہ حضور اگر فتاوی میں غلطی ہوئی تو؟ فرمایا: اس کے وہ ذمے دار ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر ان غلطیوں کے سبب گمراہ ہو جائیں تو؟ فرمایا: کہ اصول و عقائد کا میں ذمہ دار ہوں، فروعیات کے وہ خود ذمے دار ہیں۔

آپ نے اپنا یہ خواب منظر اسلام کے سالانہ جلسہ دستار بندی منعقدہ ۲۲ تا ۲۴ر شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۱ تا ۲۳ر اپریل ۱۹۲۲ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار، کے موقع پر بیان فرمایا۔ آپ کے اس خواب کو اخبار دبدبہ سکندری رامپور میں شائع کیا گیا، ہم اسے یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ صدر الافاضل فرماتے ہیں:

''میں نے خواب دیکھا کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاشانہ شریف پر حاضر ہوا۔ پھاٹک پر دیکھا کہ تخت بچھے ہیں ان پر نہایت مکلف فرش سجا ہے اور بہت سے مفتی فتویٰ نویسی میں مصروف ہیں۔ اور ان کے سب کے افسر افضل العلماء، اکمل الکملاء، تاج الشریعت، جناب، حضرت، مولانا، مولوی، حاجی، حامد رضا خاں مد ظلہم الاقدس ہیں۔ میں نے کہا کہ کام تو بہت اچھا ہو رہا ہے مگر افسوس صرف یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی اصلاح ان پر نہیں ہوئی یہ بڑی دقت کی بات ہے۔ پھر میں نے اندر جانا چاہا کہ اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی سے مشرف ہوں۔ معلوم ہوا کہ لوگوں سے ملاقات ترک فرمادی ہے، باہر تشریف نہیں لاتے۔

اعلیٰ حضرت کے انتظار میں تین روز بیٹھا رہا، مگر نہ تشریف لائے اور نہ اندر بلایا۔ تین دن کے بعد باریابی نصیب ہوئی۔ میں اندر حاضر ہوا۔ دیکھا حضور چوکی پر مصلیٰ بچھائے بغیر عصا کے کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ نماز ختم فرما کے قبلہ رو بیٹھے رہے۔ میں نے کہا حضرت تو اسی طرح بیٹھے رہیں گے جب تک خود کوئی بات نہ عرض کروں میں نے عرض کیا: السلام علیکم! فرمایا: وعلیکم السلام۔ اور مزاج پرسی فرمائی۔ میں نے عرض کیا:

حضور نے لوگوں سے ملاقات ترک فرمادی، اہل سنت کے قلوب بے چین ہیں، فرمایا: ہاں یہ وقت خاص رب عزوجل کی طرف توجہ کا ہے۔ میں نے لوگوں سے ملنا چھوڑ دیا ہے۔ میں نے عرض کی حضور فتویٰ نویسی بہت زور و شور سے ہوتی ہے مگر حضور کی اصلاح نہیں ہوتی۔ فرمایا: اب میں نے یہ کام حامد رضا خاں کے سپرد کر دیا ہے۔

میں نے عرض کی حضور اگر فتاویٰ میں غلطیاں ہوئیں؟ فرمایا ان خطاؤں کے ذمے دار وہ ہیں۔ میں نے عرض کی حضور اگر مسلمان ان غلطیوں کے سبب گمراہ ہوں؟ فرمایا: اصول و عقائد کا ذمہ دار میں ہوں۔ اور فرعیات کا ذمہ دار حامد رضا کو بنا دیا ہے۔ اس پر میں نے عرض کی حضور اب کچھ فکر نہیں بالکل اطمینان ہو گیا''

[دبدبہ سکندری: ۸ر مئی ۱۹۲۲ء، ص ۵]

صدرالافاضل کا عریضہ اور اعلیٰ حضرت کا جواب

بدمذہبوں کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی شدت مزاجی بہت ہی مشہور ہے۔ایک بار صدرالافاضل نے اعلیٰ حضرت سے اس تعلق سے عرض کیا تو اعلیٰ حضرت نے بہت ہی ایمان افروز جواب مرحمت فرمایا۔شیر بیشہ اہل سنت تحریر فرماتے ہیں:

''ایک بار **حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ** نے خدمت اقدس میں عرض کی: کہ حضور کی تصانیف مبارکہ میں وہابیہ، دیوبندیہ وغیر مقلدین وغیرہم مرتدین کا اس قدر درشت گوئی وسخت کلامی کے ساتھ رد ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو مدعیان تہذیب ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی ان کو پھینک دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں تو گالیاں بھری ہوئی ہیں۔ اور اس طرح وہ حضور کے دلائل وبراہین کو بھی نہیں دیکھتے۔ اور ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اگر حضور نرمی وشیریں زبانی وخوش بیانی کے ساتھ وہابیوں دیوبندیوں غیر مقلدوں وغیرہم پر رد فرمائیں، تو وہ نئ روشنی والے جو اخلاق وتہذیب کے مدعی ہیں وہ بھی حضور کی مبارک تصانیف کے مطالعے سے مشرف ہوں۔ اور حضور کے لاجواب دلائل اور زبردست براہین دیکھ کر ہدایت یاب ہوجائیں۔

صدرالافاضل مرحوم ومغفور فرماتے ہیں کہ:

میری اس عرض پر حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آبدیدہ ہوگئے۔ اور ارشاد فرمایا: کہ مولانا! تمنا تو یہ تھی کہ احمد رضا کے ہاتھ میں تلوار ہوتی اور احمد رضا کے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے والے خبثا کی گردنیں ہوتیں، اور اپنے ہاتھ سے حضور سرکار رسالت علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والتحیۃ کی توہینوں، تنقیصوں کا سدباب کرتا۔ اب تلوار سے کام لینا تو اپنے اختیار میں نہیں۔ قلم اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمایا ہے تو میں قلم سے ان بے دینوں کا سختی وشدت کے ساتھ اس لیے رد کرتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع میں بدزبانی کرنے والوں کو اپنا سخت وشدید ردسن کرنا گوارا ہو، انہیں غصہ آئے اور غصہ وغیظ میں مبتلا ہوکر وہ احمد رضا کو گالیاں دینے لگ جائیں۔ اور احمد رضا کے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گالیاں بکنا بھول جائیں۔ اور احمد رضا کی احمد رضا کے آباواجداد کی عزت وآبرو جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا فرمائی ہوئی ہے احمد رضا کے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری عظمت جلیلہ مبارک عزت جمیلہ کے سپر ہوجائے۔''

[ترجمان اہل سنت از پنجم تا دہم: ص۹۳۔ مجاہدہ شیر بیشہ اہل سنت، ص۱۰۵،۱۰۶]

اعلیٰ حضرت کی قوت حافظہ اور صدرالافاضل

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے صدرالافاضل سے فتاوی صلاۃ مسعودی کاقلمی نسخہ طلب فرمایا۔آپ نے اعلیٰ حضرت کووہ فتاوی پیش فرمادیا۔اعلیٰ حضرت نے سرسری نظر سے مکمل کتاب کودیکھااورکتاب کے شروع میں ایک مکمل فہرست تحریر فرمادی۔

یوں ہی ایک بار صدرالافاضل سے آپ نے اذان کے سلسلے میں گفتگوفرماتے ہوئے فرمایاکہ اس کتاب میں اذان کاذکرا تنے مقامات پرہے اور ہر جگہ بانگ نماز ہی کے تلفظ سے اسے یاد کیاہے۔"

"[السواد الاعظم مراد آباد: صفر المظفر ۱۳۴۰ھ،ص۵۹]

علاوہ ازیں ایک مرتبہ صدرالافاضل سے فتاوی قاضی خاں کاقلمی نسخہ جومرادآباد میں تھاوہ طلب فرمایا،اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہابیہ نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کوسنت ثابت کرنے کے سلسلے میں ایک حوالہ فتاوی قاضی خاں کابھی دیا۔اعلیٰ حضرت نے فتاوی قاضی خاں کے مختلف نسخے اکھٹے فرمائے تاکہ مسئلہ کی تحقیق ہوسکے۔صدرالافاضل سخت گرمی کے موسم میں دوپہر کے ساڑھے گیارہ بجے وہ قلمی نسخہ لے کر حاضر ہوئے اورآپ کی خدمت میں وہ فتاوی پیش کیا۔اعلیٰ حضرت نے عصر سے قبل تک اس کو ملاحظہ فرمایا۔اور پھر بعد نماز عصر صدرالافاضل سے فرمایا:کہ اس میں فہرست نہیں ہے اگر کہیں توبنادی جائے۔توآپ نے عرض کیا:کہ کرم ہوگا بنادیں۔اعلیٰ حضرت نے وہیں بیٹھے بیٹھے پورے فتاویٰ کی فہرست تحریر فرمادی۔"[ماخوذ:دیباچہ بشیر الناجیہ بشرح الکافیہ:ص۶،۷]

اعلیٰ حضرت کے بھوالی نینی تال تشریف لے جانے کی حکمت صدرالافاضل کی نظر میں

اعلیٰ حضرت رمضان شریف کے مہینے میں بھوالی نینی تال تشریف لے جاتے تھے رمضان کے مہینے میں بھوالی جانے میں کیاحکمت تھی صدرالافاضل نے اسے بیان فرمایاہے۔ہم یہاں سواداعظم مرادآباد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں،سواداعظم کے مدیر مفتی محمد عمر نعیمی فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دوسال سے یہاں کیوں تشریف لے جاتے تھے؟ راز کچھ رازداروں ہی کو معلوم ہوتے ہیں۔ یہ نکتہ مجھے اپنے **ولی نعمت حضرت مولانامولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب** سے معلوم ہوا۔کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کابھوالی تشریف لے جانانہ تبدیل آب وہواکے لیے تھانہ ازالہ مرض واستحصال کے لیے۔اللہ والوں کے سب افعال اللہ ہی کے لیے ہوتے ہیں۔اعلیٰ حضرت کی یہ نقل وحرکت اداے عبادت اورایتان فریضہ الٰہیہ کے لیے تھی۔مرض کی شدت،ضعف کے غلبہ،قوت کے سقوط،حرارت غریبہ کے اشتداد،عوارض عدیدہ کے ہجوم نے اس قابل نہ رکھاتھا،کہ اعلیٰ حضرت رمضان مبارک کے روزے رکھ سکیں،دوسراہوتاتوشیخ فانی بن کرافطار

کرتااور فدیہ دیتا۔ یاعود قوت کی امید ہوتی تو،یرید اللہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر، سے فائدہ اٹھاکر ''فعدۃ من ایام اخر'' پر عمل کرتا۔ مگر عاشق الٰہی اور امر الٰہی کی پوری عظمت قلب میں رکھتا تھا اس کو کب گوارہ تھا کہ رمضان ایام میں وہ رخصت پر عمل کرے۔ فکر عالی جو ہمیشہ بلندی کی طرف متوجہ رہتی تھی اس طرف گئی کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے وہاں گرمی اور خشکی کا اندیشہ نہیں ہے۔ اور اللہ کے فضل سے یہ استطاعت ہے کہ پہاڑ پر تشریف لے جائیں، تو بحکم فاتقوا اللہ ما استطعتم، وہاں تشریف لے جانا ضرور ہوا۔"[السواد الاعظم مراد آباد: صفر المظفر ۱۳۴۰ھ، ص ۶۱]

بریلی شریف میں صدرالافاضل کا استقبال اور اعلیٰ حضرت پر افترا کا جواب

۱۳۳۹ھ میں ایک موقع پر انجمن خدام المسلمین نے صدرالافاضل کو بریلی شریف کسی موقع پر مدعو کیا۔ جب آپ بریلی جنکشن پر پہنچے تو رضا کاران انجمن اور دیگر احباب اہل سنت بریلی جنکشن سے سرکار اعلیٰ حضرت کے کاشانہ نور تک اور وہاں سے مولوی قطب الدین صاحب کے در دولت تک صدرالافاضل کو سواری پر بٹھاکر سواری اپنے ہاتھوں سے کھینچتے ہوئے جلوس کی شکل میں لے گئے۔ آپ کے مراد آباد واپس آجانے کے بعد کچھ لوگوں نے یہ ہوائی اڑائی کہ صدرالافاضل کے اس عظیم استقبال سے اعلیٰ حضرت کو تکلیف ہوئی اور ان کی ہتک عزت ہوئی۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت سے بشکل استفتا استفسار بھی کیا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے اس بات کی سخت تردید فرماتے ہوئے فتویٰ تحریر فرمایا۔ ہم یہاں استفتا و فتویٰ دونوں نقل کر رہے ہیں احباب ملاحظہ فرمائیں۔

''مسئلہ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ امیر اللہ صاحب ۱۸ / صفر ۱۳۳۹ھ

حضور والا السلام علیکم!

انجمن خدام المسلمین کو مولوی قطب الدین صاحب نے بغرض استقبال **مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی** کو بلوایا تھا ممبران انجمن نے ان کا استقبال بریلی جنکشن پر کیا اور وہاں سے ان کی سواری کو اپنے ہاتھوں سے کھینچ کر حضور کے در دولت تک لا پہنچایا، پھر حضور کے در دولت سے مولوی قطب الدین کے مکان تک اسی شان وشوکت سے پہنچایا مسلمانوں کو ایک عالم دین کے استقبال وخدمت کرنے سے کیا شرع مطہر روکتی ہے، اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ حضور کو سخت صدمہ پہنچا اور حضور کی شان گھٹائی، مفصل طور پر جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: وعلیکم السلام، استغفر اللہ، یہ جو سننے میں آیا محض کذب وافترا ہے۔ اور وہ تعظیم کہ مسلمانوں نے سنی عالم کی کی باعث اجر عظیم ورضاے خدا ہے، حدیث میں ارشاد ہوا:

''من تواضع للہ رفعہ اللہ''، جس نے اللہ کی خوشنودی کے لیے عاجزی اختیار کی اللہ اس کو بلند کر دیتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ [فتاوی رضویہ جدید: جلد ۲۳/۱۲/۷]

اعلیٰ حضرت کے دارالافتاء سے صدرالافاضل کا استفادہ

۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ میں آپ نے درج ذیل استفتا بریلی شریف ارسال فرمایا اعلیٰ حضرت نے جس کا چھ ۶/ صفحات پر مشتمل علمی تفصیلی و تحقیقی جواب مرحمت فرمایا۔ فتوے کے لیے فتاوی رضویہ جدید کی آٹھویں جلد ملاحظہ فرمائیں، ہم یہاں فقط صدرالافاضل کے استفتا کو نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

"مسئلہ: **مولوی نعیم الدین صاحب** از مراد آباد ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

حضور عالی سلامِ نیاز، میں جمعہ کی نماز قلعہ کی مسجد میں پڑھاتا ہوں اس مسجد کا وسیع صحن ہے مسجد سے باہر راستہ ہے جو ایک بانس کے قریب مسجد کے فرش سے نیچا ہے کوئی جگہ ہی نہیں جہاں مؤذن کھڑا ہو سکے سخت حیرانی ہے یا بعض ایسی مسجدیں ہیں کہ ان میں بعد صحن کے کسی دوسرے شخص ہندو وغیرہ کی دیواریں ہیں کہ ان دیواروں پر میذنہ نہیں بنایا جا سکتا ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا۔" [فتاوی رضویہ جدید:۸/۴۰۵]

فتاوی اعلیٰ حضرت پر تصدیقات صدرالافاضل

اعلیٰ حضرت کے فتاوی پر صدرالافاضل کی تصدیقات و تائیدات بھی ملتی ہیں۔ ہم یہاں دو چند نقل کیے دیتے ہیں۔ سوادِ اعظم مرادآباد کے ایک شمارے میں عورتوں کی کتابت کی ممانعت سے متعلق ۸/ صفحات پر مشتمل اعلیٰ حضرت کا ایک فتوی شائع ہوا جس پر درج ذیل الفاظ میں صدرالافاضل کی تصدیق موجود ہے۔

"فی الواقع عورتوں کے لیے کتابت کی تعلیم میں مفاسد ہیں اور احادیث میں اس کی ممانعت وارد ہے۔

كما حققه العلامة الفاضل الكامل شيخ الاسلام والمسلمين قدس سره العزيز"

محمد نعیم الدین عفی عنہ

[سوادِ اعظم مرادآباد: ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ ص ۱۲]

نوٹ: یہ فتوی فتاوی رضویہ مطبوعہ میں موجود ہے لیکن اس میں صدرالافاضل کی تصدیق نظر نہیں آئی۔

دوسری تصدیق

فتاوی رضویہ جدید گیارہویں جلد میں لاہور کے ایک نادان مفتی کے فتوے کی تردید میں اعلیٰ حضرت نے ایک تفصیلی فتوی تحریر فرمایا۔ جس پر صدرالافاضل نے درج ذیل تصدیق تحریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے میری آنکھوں کو اس پاکیزہ تحقیق کے انوار سے روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ جزاءِ عطا فرمائے حضرت مجیب کو جن کی تحقیق کا ایک ایک حرف صدق و صواب ہے۔ ومن اعرض فھو

من الجاھلین، (جس نے اس سے روگردانی کی وہ جاہلوں میں سے ہے۔) فی الواقع حضرت مجدد صاحب دامت برکاتہم کی ذات والاصفات حضرت حق کی ایک شان رحمت ہے، اور بے شمار برکات کا مجموعہ، کتنے اندھوں کی آنکھیں کھول دیں۔ اور ہزار ہا نابیناؤں کو بینا بنادیا، اللہ تعالیٰ ایسے فاضل جلیل کو مدت ہائے دراز تک بایں فیض رسانی سلامت رکھے، آمین بحرمت المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ، بیشک اس مسئلہ کے ایضاح میں تحقیق کے خزانے کھول دیئے ہیں اور نادان مفتی کی غلطی کو خوب آشکار کرکے سمجھادیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سیدھی راہ چلائے۔ آمین۔

العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین خصہ اللہ بمزید العلم والیقین

[فتاوی رضویہ جدید: جلد ۱۱/۵۰۴،۵۰۵]

تیسری تصدیق

نیز فتاوی رضویہ جدید کی تیرہویں جلد میں طلاق سے متعلق ایک علمی وتفصیلی فتوے کی تصدیق صدر الافاضل نے ان الفاظ میں فرمائی:

”نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم!

بے شک فضل کریم کا قول معتبر ہے جس حالت میں کہ وہ حلف کررہا ہے کیوں کہ وہ مدعا علیہ ہے، اور اس کے الفاظ طلاق نہیں ہیں۔ کما صرحہ العلامۃ المجیب دامت برکاتھما۔ اور اگر اہالی زن کے بیان کردہ الفاظ بھی ثابت ہوجائیں تو بھی حکم طلاق جہل محض ہے، حضرت مجدد مأۃ حاضرہ متع اللہ المسلمین ببرکات انفاسہ نے جو تحقیق فرمائی ہے بالکل حق وصواب ہے۔

جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

[مرجع سابق: ۱۳/۱۳۲]

چوتھی تصدیق

فتاوی رشیدیہ کے صفحہ ۵۸۱ پر موجود اعلیٰ حضرت کے ایک فتوے پر صدر الافاضل کی تصدیق ان الفاظ میں ملتی ہے۔

”اس میں شک نہیں کہ ضرورت سے زیادہ سوال کرنا شرعاً درست نہیں۔“

محمد نعیم الدین عفی عنہ

حسام الحرمین کی تصدیق و تائید

علماے دیوبند کی کفریہ عبارات پر علماے حرمین شریفین نے فتوی تکفیر صادر فرمایا۔ امام اہل سنت نے ان مقدس علما کے فتاوی جمع کر کے "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" کے نام سے شائع فرمایا۔ صدر الافاضل نے اس مبارک کتاب کی درج ذیل الفاظ میں تصدیق و تائید فرمائی۔

"حسام الحرمین، ہندوستان کے فخر و عزت حضرت عظیم البرکت خاتم الفقہاء شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا الحاج المولوی الشاہ محمد احمد رضا خان صاحب قدس سرہ العزیز کا محققانہ فتوی ہے۔ جس میں بے دینان ہند کے کفر کا حکم فرمادیا ہے۔ حرمین طیبین کے نامدار افاضل نے اس کی تصدیقیں فرمائی ہیں۔ براہین ساطعہ و حجج واضحہ سے موثق و موید ہے۔ اہل حق کو اس کے حق ہونے میں شبہ نہیں کہ وہ حکم صاف ہے شریعت غرا مصطفویہ کا۔

علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام وتحیۃ۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین۔

ما اجاب بہ سیدی فھو حق صراح۔ عمر النعیمی

الجواب صحیح۔ محمد عبد الرشید غفرلہ المجید

[الصوارم الہندیہ علی مکر شیاطین الدیوبندیہ: ص ۴۴]

حسام الحرمین کا دفاع

حسام الحرمین کے جواب میں دیوبندی جماعت کی طرف سے جھوٹی و اختراعی تقریظات پر مبنی کتاب "التلبیسات لدفع التصدیقات"، جس کا مشہور نام المہند ہے، شائع کی گئی۔ صدر الافاضل نے اس کتاب کی تردید میں زبردست و لاجواب کتاب **"التحقیقات لدفع التلبیسات"** تحریر فرمائی۔ صدر الافاضل کی تصانیف کے باب میں کتاب کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

صدر الافاضل کی تحریر مبارک پر اعلیٰ حضرت کی تقریظ منیر

اعلیٰ حضرت نے بھی صدر الافاضل کی تحریروں پر مہر تصدیق و تائید ثبت فرمائی ہے۔ ہم ذیل میں صدر الافاضل کی کتاب مستطاب **"فرائد النور فی جرائد القبور"** پر اعلیٰ حضرت کی مبارک تقریظ حصول برکت کے لیے نقل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

الحمدللہ القریب المجیب وافضل الصلاۃ والسلام علی المولیٰ الحبیب واٰلہ وصحبہ اولی التقریب جزی اللہ **الفاضل المجیب خیراویثیب وجعلہ کاسمہ نعیم الدین** واتم لنا ولہ النعیم یوم الدین فقد غزرفی قبور قلوب المنکرین جرائدفرائدمن الحق المبین لیخفف عنھم الرجزان کانوا منصفین والافلا دواء لداء المتعسفین اعاذنااللہ منہ وجمیع المسلمین والحمدللہ رب العٰلمین۔

کتبہ عبدالمذنب احمدرضاالبریلوی

جامعہ نعیمیہ کے حوالے سے امدادی اپیل بقلم اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت نے اہل سنت کوجامعہ نعیمیہ کی امداد کے لیے درج ذیل الفاظ میں حکم تحریر فرمایا:

”فی الواقع مدرسہ موصوفہ غربت اسلام میں نعمت الٰہیہ اور **مولاناومحبنامولوی حکیم محمدنعیم الدین صاحب جعلہ اللہ کاسمہ نعیم الدین ومعین الدین منبع الدین** مستوجب شکراوراعانت مدرسہ اہل سنت پرلازم۔الحمدللہ کہ یہ مدرسہ پورے اطمینان اور خالص اہل سنت صافی العقیدہ والایمان کا ہے، جوکچھ دیاجائے سبیل اللہ میں ہے۔اورسبیل اللہ کاایک پیسہ سات سوپیسے کااجررکھتاہے۔کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مأئۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیم۔جیسے ایک دانہ جس نے اگائیں سات بالیں ہربال میں سودانے اوراللہ اس سے بھی دونوں بڑھاتاہے۔جس کے لیے چاہے اوراللہ وسعت والاہے۔سب کچھ جانتا۔وھوالموفق۔

فقیراحمدرضاقادری عفی عنہ۔

[روداد مدرسہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد]

صدرالافاضل اعلیٰ حضرت کے وکیل ونمائندے

صدرالافاضل پراعلیٰ حضرت کوبے پایاں اعتماد تھا۔وہابیہ ودیابنہ سے مناظرے ومقابلے کے لیے آپ کو بحیثیت نمائندہ بھیجاجاتاتھا۔اعلیٰ حضرت کے ذاتی،مذہبی اور مسلکی بہت سے معاملات میں آپ نے وکالت ونمائندگی کی خدمت سرانجام دی۔اسی لیے اہل علم آپ کواعلیٰ حضرت کاوکیل مطلق کہتے اور لکھتے ہیں۔اس حوالے سے مفتی محمداعجازرضوی کادرج ذیل تاثرقابل مطالعہ ہے جوسواداعظم لاہورکے حیات صدرالافاضل نمبرمیں شائع ہوا۔ہم یہاں دوچنداقتباسات پیش کرتے ہیں۔ملاحظہ ہو:

”**حضرت صدرالافاضل قدس سرہ** کی یہ خصوصیت کہ امام اہل سنت، مجدداعظم،اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

کی بارگاہ ذی جاہ سے **"وکالت مطلقہ"** جس جس موقع پر حضرت تاج دار اہل سنت کو ملتی رہی، اس سے یہ اندازہ لگانا بڑا صحیح اور درست ہوگا کہ **حضرت صدرالافاضل** کا کیا مقام ہے۔ فرق باطلہ اور معاندین سے گفتگو و مناظرات میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بارہا **حضرت صدرالافاضل** کو اپنا وکیل خاص بنایا۔ چناں چہ اسی خصوصیت کی بنا پر سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ذکر احباب میں ارشاد فرمایا ؎

میرے نعیم الدین کو نعمت

اس سے بلا میں سماتے یہ ہیں

آگے لکھتے ہیں:

"غرض یہ کہ بجا طور پر اگر حضرت سلطان العلوم قدس سرہ کو رضویوں کا وکیل کہا جائے، تو کوئی مضائقہ و حرج نہیں۔"

[سواد اعظم لاہور، حیات صدرالافاضل نمبر: ۱۹، ۱۲/ ذی الحجہ ۷۸ ۱۳ھ ۔ ۲۶، ۱۹/ جون ۱۹۵۹ء ص ۴۲، ۴۱]

یہ کہنا بالکل غلط نہ ہوگا کہ اعلیٰ حضرت کے فریق مخالف سے بات چیت کرنے اور ان سے مصالحت کی راہیں ہموار کرنے میں صدرالافاضل کا جو کردار رہا ہے وہ کسی اور کا نہیں رہا۔ ہم اس حوالے سے دو چند تاریخی واقعات سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

انجمن خدام کعبہ اور صدرالافاضل

مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی نے ۱۹۱۳ء میں حجاز مقدس کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کی غرض سے انجمن خدام کعبہ کی بنیاد رکھی۔ اور اسی سلسلے میں اعلیٰ حضرت سے ملاقات کے لیے بریلی شریف پہنچے۔ انجمن کا دستور بغرض ملاحظہ پیش کیا اور سرپرستی کی درخواست کی۔ اعلیٰ حضرت نے دستور میں دو چند مقامات پر قلم زنی فرمائی اور دستور کی چند شرطوں میں ترمیم کا حکم دیا۔ اور بعد ترمیم سرپرستی قبول کرنے کا وعدہ فرمایا۔ مولانا موصوف نے وعدہ کیا کہ دستور العمل کو آپ کی شرطوں کے مطابق کر دیا جائے گا۔ اور پھر مولانا موصوف لکھنؤ رخصت ہو گئے۔

کچھ دنوں بعد مولانا عبدالباری نے شرطوں میں ترمیم کے مطالبے کو ٹالنے والی باتیں کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کو لکھا کہ آپ کے بیان کردہ مفہوم کے الفاظ نہیں مل رہے ہیں، کہ دستور میں ترمیم کی جائے۔ اور آپ کے پاس وقت نہیں کہ از خود دستور العمل تیار کرا سکیں۔ اس لیے اسی دستور کو برقرار رکھا جا رہا ہے اور آپ سے شرکت کی گزارش کی جا رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے مولانا موصوف کی اس حیلہ بازی کے خاتمے کے لیے معاً چند ورقی اہم تجاویز پر مشتمل انجمن کا دستور تیار کرایا۔ آپ دستور بولتے جاتے اور صدرالافاضل لکھتے جاتے۔ اس طرح ایک ہی

مجلس میں دستور مکمل ہوگیا۔ اورآپ نے وہ دستور جولائی ۱۹۱۳ء کوصدرالافاضل کے ہاتھوں ہی لکھنؤ مولانا موصوف کے پاس بھیج دیا۔ مولانا موصوف نے دستورالعمل پڑھا تو بہت خوش ہوئے۔ اور دستور کو حرفاً حرفاً منظور کرالینے کی بات کی۔ اور صدرالافاضل سے کہا کہ آپ اعلیٰ حضرت اوراعلیٰ حضرت کے مخصوصین کواس انجمن میں شامل کرانے کی کوشش فرمائیں۔ صدرالافاضل نے فرمایا: کہ اعلیٰ حضرت نے منظور فرمالیا ہے اور ساتھ ہی اپنے پندرہ(۱۵) مخصوص احباب کے نام بھی پیش فرمائے ہیں۔

یہ روداداور دستورالعمل احقر کو تلاش بسیار کے باوجود کہیں کتابوں میں مطبوع نہ ملا۔ البتہ رامپور کے مشہور اخبار دبدبہ سکندری، میں یہ دستورالعمل قدرے تفصیل کے ساتھ مفتی محمد عمرنعیمی کی طرف سے شائع شدہ دستیاب ہوا۔ چوں کہ یہ دستور نایاب ہے، اس لیے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے لکھوایا ہوااور صدرالافاضل کا لکھا ہوا یہ دستورالعمل محفوظ ہوجائے۔ اوراس کے مطالعے سے باذوق، تحقیقی ذہن رکھنے والے قارئین کی معلومات میں اضافہ بھی ہو۔ اس لیے ہم یہاں من وعن اسے یہاں نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

انجمن خدام کعبہ کے لیے ترقی عظیم کی بشارت

(مولوی محمد عمر صاحب مدرس و مہتمم مدرسہ اہل سنت مرادآباد کے قلم سے)

’’زمانے کی روش روشن طور پر بتارہی ہے کہ اس وقت اگر ہمیں کامیابی کی تمنا ہو تو اپنے افراد کی مجتمعہ قوت سے کام لینا چاہیے۔ ہمارے مہمات میں ہمارے بزرگان ملت کا ایک طرف خاموش بیٹھنا ہمارے لیے ایسا ہی مضر ہے جیسا کہ مریض کے لیے قلب ودماغ وغیرہ اعضاے رئیسہ کا عمل نہ کرنا۔ اگر ہمیں کوئی کام کرنا ہو تو ہمارا فرض ہے کہ سب سے اول اپنے بزرگان دین سے اجازت لیں اور ان کی ہدایت کے مطابق عمل کریں۔ اگر انہوں نے ہمارے سرپر اپنی مربیانہ عنایت سے دست شفقت رکھا تو یقین ہے کہ پھر زمانہ ہمیں بے اعتباری کی نظر سے نہ دیکھ سکے گا۔ اور ہمارے مساعی مشکور ہوں گے۔

اس حکمت کو دریافت کرکے روشن خیال فاضل جناب مولوی عبدالباری صاحب لکھنوی فرنگی محلی نے جب انجمن خدام کعبہ کی بنیاد ڈالی، تو بزرگان مذہب کی طرف نیاز مندانہ رجوع کی۔ اور سرآمد افاضل عصر، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مأۃ حاضرہ حضرت مولانا الحاج المولوی محمد احمد رضا خان صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں آئے اور انجمن کے اغراض ومقاصد پیش کرکے حضرت موصوف مدظلہ سے سرپرستی فرمانے کی التجا کی۔ حضرت موصوف نے شرطوں کے ساتھ انجمن کی حمایت منظور فرمائی۔

(اول) کبھی ایسے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں جن میں گورنمنٹ کی ناجائز مخالفت کا کوئی پہلو نکلتا ہوا ایسے

لفظ کی تبدیل لازم ہے کہ یہ ہم مسلمانوں کے لیے نافع نہیں بلکہ مضر ہے۔

(دوم) بدمذہبوں کی رکنیت سے احتراز فرض ہے۔ جس قوم کی عنان تدبیر نااہلوں کے ہاتھ میں ہوگی اس کو خواب میں بھی فلاح کی صورت دیکھنے کی ہوس کرنا سودائے خام و جنون محض سے کم نہیں ہے۔ پھر تعلیم دین و اشاعت اسلام میں ان کو حصہ دینا تعلیم و اشاعت ضلالات میں ساعی ہونا ہے۔ مع ہٰذا کسی مجلس دینی کا رکن کہنا ہی تعظیم ہے اور وہ مضر اسلام ہے۔ ہاں اگر وہ ہمارے کسی دینی کام میں چندہ دیں تو اتنی شرکت میں حرج نہیں۔

مولوی عبدالباری صاحب ترمیم دستور العمل کا وعدہ فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ اور اس موضوع پر تحریروں میں بحث ہوتی رہی۔ آخر میں مولوی عبدالباری صاحب نے نہایت صفائی کے ساتھ یہ تحریر لکھی کہ امر دوم کے سبب اشاعت و مدارس کی دفعات خارج کر دی گئیں۔ اب حضرت حسب وعدہ شرکت فرمائیں۔ اور امر اول میں جو الفاظ بدلے ہیں قانون داں صاحبوں کے مشورے سے بدلے ہیں حضرت ان کو ناکافی فرماتے ہیں تو ہمیں ایسے الفاظ نہیں ملتے جن سے ہم آپ کے حسب ارشاد اپنے مدعا کا اظہار کر سکیں۔ اور اس امید کے حصول کی توقع بہت کم ہے کہ حضرت خود دستور العمل تیار فرما دیں گے۔

اس کے جواب میں حضرت نے ایک مفاوضہ عالیہ تحریر فرمایا اور ایک دستور العمل فوراً تیار فرما دیا، جسے حضرت ارشاد فرماتے اور **جناب حامی سنت ماحی بدعت مولانا مولوی حکیم حافظ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی** لکھتے جاتے (جو ملاحظہ ناظرین کے لیے درج ذیل ہیں)

ان دونوں کو لے کر **جناب مولانا فاضل مراد آبادی** ۲۳ شعبان ۱۳۳۱ھ کو مولوی عبدالباری صاحب کے پاس تشریف لے گئے۔ بہت گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ اس وقت قابل ذکر یہ ہے کہ مولانا مولوی عبدالباری صاحب نے دستور العمل کو پسند فرمایا۔ اور نعمت غیر مترقبہ بتایا۔ اور فرمایا کہ تا بمقدور میں اس کو ضرور حرفاً حرفاً منظور کرا لینے کی کوشش کروں۔ اور **مولانا نعیم الدین صاحب** سے بار بار یہ تمنا ظاہر کی حضرت اور ان کے نام بردار اس میں شرکت فرمائیں۔ اور انہوں نے مولوی عبدالباری صاحب کا اطمینان کر دیا اور کہا کہ حضرت نے آپ کی یہ التجا بھی قبول فرمائی ہے۔ اور ذیل کے پندرہ صاحب منتخب فرمائے ہیں جن کو آپ اراکین اصلیہ بنائیں (اور نام بعد کو اضافہ ہوئے کہ وہ بھی درج ذیل ہیں) مولوی عبدالباری صاحب نے اس پر غایت مسرت کا اظہار فرمایا اور حضرت کی خدمت میں ایک خط لکھا جو دستور العمل کے بعد درج کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں اور خصوصاً انجمن خدام کعبہ کے حامیوں کے لیے اس مسرت بے اندازہ پر میں بے ساختہ مبارک باد کہنے کے لیے تیار ہوں۔

اعلیٰ حضرت کا مفاوضہ عالیہ مولوی عبد الباری صاحب کے نام

مکرمی ذی الکرم جناب مولوی عبد الباری صاحب زید کرمکم۔ بعد ہدیہ سنت ملتمس!

(۱) فقیر کی عادت ہے کہ حتی الوسع احباب سے تحریر وتقریر میں استقصانہیں کرتا۔ روز اول تشریف آوری سے دو امر عرض کیے گئے۔ فقیر کے خیال میں اس وقت تک ان کی اصلاح نہ ہوئی یا ناکافی ہوئی۔ اور جناب کے نوازش نامہ دیروزہ نمبری ۱۴۸ میں ان کے مکمل ہوجائے گی، تصریح اور ایفائے وعدہ کی طلب ہے۔ لہذا ضرورۃً محض دوستانہ وخیر خواہانہ مفصلاً معروض۔ مجھے دو امر پر اعتراض تھا۔

اول: وہ الفاظ کہ گورمنٹ کو مسلمانوں سے برہم یا بدظن کریں۔ میں نے عرض کی تھی کہ ایسے الفاظ سے احتراز ضروری ہے اور اس میں مسلمانوں کا نفع نہیں، ضرر ہے۔ اس پر وعدہ ترمیم فرمایا۔ اور ترمیم صرف ان لفظوں سے ہوتی ہے کہ یہ انجمن محض مذہبی ہے۔ اس کو دیگر ملکی امور سے کسی قسم کا تعلق نہ ہوگا۔

اس پر فقیر نے گذارش کی کہ یہ الفاظ بھی مجمل ہیں اور پہلے لفظ جو برامظنہ دلائے تھے ان کی اصلاح میں کافی نہیں۔ جہاد کا پرواز کہ ان الفاظ سے مترشح ہوتا تھا، ان سے کب دفع ہوا۔ جہاد کیا ملکی چیز ہے؟ وہ بھی تو ایک مذہبی شے سمجھی جائے گی۔ اس پر یہ جواب عنایت ہوا کہ ہم کو اس سے بہتر لفظ نہیں ملتے۔ ہم نے قانون داں لوگوں سے اطمینان کر لیا ہے، تو ان پر بھروسہ کر۔ گزارش ہے کہ عبارت مذکورہ میں اس کے معنی ابہام کا ہونا، نہ ہونا، کوئی مسئلہ فقہی ہے، نہ قانون داں، حضرات ائمہ مجتہدین، پھر فقیر کس بنا پر اس کی تقلید کرے۔ مجھ سے ضرور کئی بار آپ نے وہ الفاظ مانگے تھے کہ ان کی جگہ قائم کیے جائیں اور فقیر نے جواب نہ دیا کہ قانون داں لوگوں کے مشورے سے یہی تبدیلی مناسب تھی اب کہ کسی صاحب کو کوئی لفظ ایسا نہ ملا، فقیر اپنے خیال کے الفاظ گذارش کرے گا، جو اس "دستور العمل" کے کہ میں حاضر کرتا ہوں دفعہ ۳۰ میں ملاحظہ ہوں گے۔

(۲) مجھے دوسرا خلاف رکنیت بدمذہباں سے تھا اور ہے۔ اور اس کی فروع سے اشاعت اسلام وتعلیم دین کی بابت میں دو خلاف تھے، کہ جب رکنیت عام ہے، تو اشاعت تعلیم بھی علوم مذاہب کی ہوگی اور یہ حرام اور مضر اسلام ہے۔ اس کی یہ اصلاح فرمائی گئی کہ ترمیم اول میں اشاعت اسلام اور ترمیم ثانی میں تعلیم دین کی دفعہ خارج کردی گئی۔ تعمیم رکنیت بدستور قائم رہی۔ اور اب مجھ سے فرمایا جاتا ہے کہ ہم نے تیری خواہش کے مطابق "دستور العمل" کی ترمیم کردی۔ اب تجھ سے ایفائے وعدہ شرکت کا انتظار ہے۔

مکرمی! اصل منشائے خلاف تو بدستور قائم رہ گیا۔ خلاف کا محصل یہ خیال فرمایا گیا کہ اشاعت اسلام وتعلیم دین نہ ہو اور تعظیم بدمذہبان بدستور برقرار رہے۔ مکرمی! میرے الفاظ ملاحظہ ہوں، جو تحریر اول ۲۶/جمادی الاول

میں گذارش تھی۔ ہر کلمہ گوئی کی رکنیت سب کا اجتماع وہی ندوہ ہے جس کا فقیر موافق نہیں۔

تحریر دوم دہم رجب میں معروض تھا کہ تمام طوائف مدعیان اسلام کی رکنیت سب کی طرف سے اقامت مدارس دینیہ و تعلیم دینیات سب کی طرف اشاعت و تبلیغ اسلام ہر گز حلال نہیں ہو سکتی۔

تحریر سوم ۲۳ / رجب میں جس کے ایک فقرہ سے جناب نے استدلال فرمایا ہے، اس میں بھی صاف مصرح ہے کہ بدمذہبوں کی رکنیت نہ ہو۔

تحریر چہارم ۱۴/ شعبان کے بھی صاف لفظ ہیں کہ مخالفت گورمنٹ کا پہلو اور بدمذہبوں کی رکنیت اور ان کے اسلام کی اشاعت، جسے آپ نے بھی فرمایا تھا کہ ان کا اسلام ہمارے نزدیک اسلام نہیں اور تعلیم دین میں ان کی مداخلت مضر ہوگی۔ ملاحظہ ہو کہ فقیر کی کوئی تحریر اس کی تصریح سے خالی نہیں۔ اور یہ الآن کما کان، تو یہ میری حسب خواہش ترمیم کب ہوئی؟ جس پر مجھ سے ایفاے وعدہ کی طلب ہوئی۔

③ بار بار ترمیم ''دستور العمل'' کو دشوار اور نامناسب فرمایا گیا۔ جب بعض غربا سے رائے لی گئی اور اس کے مطابق ترمیم کا وعدہ فرمایا گیا۔ تو بعد ترمیم قبل تعمیم (تتمیم) دکھا لینا تھا۔ اتنا جلد جلد اسے مختتم مان لینا ہی کیوں ہوا۔ اس میں فقیر کا کیا قصور ہے۔

④ ترمیم تعمیم رکنیت سے مایوسی پر تحریر اخیر میں فقیر نے یہ صورت عرض کی تھی کہ یہاں انجمنیں قائم کی جائیں، جن کے اراکین ان پندرہ حضرات میں سے ہوں۔ اور یہ انجمنیں انہیں کے زیر اثر رہیں، جس سے مقصود یہ تھا کہ عام انجمن اگر اس تعمیم سے باز نہیں آتی، تو یہ خاص انجمیں، جن سے ہم غربا کا تعلق ہو دائرہ تخصیص اہل سنت میں رہیں۔ اسے بھی وقت آئندہ کی امید پر محمول رکھا گیا، تو جناب خیال فرما سکتے ہیں کہ ہم غربا کے مقاصد کا اس میں کیا لحاظ؟

⑤ جناب نے بآں کہ بار بار ترمیم ''دستور العمل'' کو کرنا پسند رکھا۔ مگر الحمد للہ! کہ اسی نوازش نامے میں ارشاد ہوتا ہے کہ 'دستور العمل' اگر پھر ترمیم کیا جائے، تو کوئی نہ کوئی نقص اس میں پھر باقی رہے گا۔ اگر جناب کو تکلیف دی جائے کہ جناب خود ترمیم کے الفاظ تحریر کر دیں، تو اس خواہش کے حاصل ہونے کی توقع بہت کم ہے، یہ الفاظ امید دلاتے ہیں کہ اگر یہاں سے کوئی ترمیم حاضر کی جائے تو ممکن القول ہے۔ لہذا وہ امر، جس کے حصول کی توقع جناب کو بہت کم ہے، حاضر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ساعت قلیلہ میں بہت ہی نظر سرسری سے لکھوا دیا ہے۔ اس سے یہ مقصود نہیں کہ یہی رائے مختتم ہے۔ بلکہ بغرض رائے زنی حاضر خدمت ہے۔ بعد مکالمات اخیر رائے جس امر پر متفق ہو، وہ دستور العمل مکمل سمجھا جائے۔ میں اس تحریر کو اور معزز ذی رائے حضرات کے سامنے پیش کر کے بھی رائے لوں گا۔ رمضان شریف میں مجھے فرصت نہ ہوگی۔ لہذا ایک ہفتہ تک جواب کا منتظر رہوں گا۔ فقط۔

فقیر احمد رضا قادری ۲۲/ شعبان بروز یکشنبہ ۱۳۳۱ھ

دستور العمل انجمن خدام کعبہ

① کعبہ معظم و آرام گاہ حبیب کبریا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بجالانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ہم دور افتادہ ساکنان ہندوستان اگر جانی وجسمانی خدمات سے عاجز ہیں تو حسب مقدرت مالی خدمات تو کر سکتے ہیں۔اس محاربہ ترک وبلقان میں اس کی بہت ضرورت محسوس ہوئی۔اور مسلمانوں نے اگرچہ سعی کی مگر سر دست بقدر حاجت نہ ہو سکی۔لہٰذا اہم خدمت گاران اسلام کے ذہن میں یہ خیال جاگزیں ہوا کہ اس وقت کے لیے پہلے سے تیار رہنا چاہیے۔مخالفین کے .... کی طرف بھی دراز ہیں۔اگر خدانخواستہ اس قسم کی کوئی جنبش ہوئی اور سلطنت اسلام کہ اس بقعہ طاہرہ کی حفاظت کا عہدہ اس کے ذمہ پر ہے،اس وقت حاجت مندمال ہوئی تو فوری اعانت کی وہی حالت ہوگی جواب دیکھی گئی۔لہٰذا ضرور ہوا کہ تحفظ قبل الوقوع کے لیے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت پر تکیہ کر کے ایک انجمن قائم کی جائے جس کا نام انجمن خدام کعبہ ہوگا۔

اغراض ومقاصد

② اس انجمن کی اصلی غرض حرمین طیبین کی حرمت برقرار رکھنے میں سلطنت اسلامیہ خلدہا اللہ کا مالی امداد سے ہاتھ بٹانا ہے۔

ب۔ حجاج کے لیے ذرائع حج کی تسہیل۔**ج۔** حقوق مسلمین کا تحفظ

③ ان مقاصد کے لیے انجمن حسب ذیل تدابیر کرے گی۔

اہل اسلام پر انجمن کے اغراض و مقاصد ظاہر کرنا اور ان کو شرکت کی دعوت دینا اور حرمین شریفین کی خدمت پر آمادہ کرنا۔

ب۔ جوار پاک حرمین شریفین میں بدوی حضرات بکثرت ہیں۔اور ان کی بعض عادات کی وجہ سے جن کا منشا عدم علم وقلت اخلاق ہے،حجاج کو تکلیف پہنچ جاتی ہے۔اور بعض وقت راہ میں امن نہیں رہتی۔حسب صواب دید علمائے کرام حرمین شریفین ایسے خدام کو مقرر کرنا کہ زیر نگرانی علمائے کرام مذکورین اُن اطراف میں اسلامی اخلاق پھیلائیں اور وہاں کے باشندوں کو علوم دینیہ کی طرف جس طرح حرمین شریفین میں رائج ہیں توجہ دلائیں۔اور ان کی اور حجاج کے باہم رشتہ اخوت واتحاد بڑھائیں۔اور حتی الوسع ان کے ذرائع رزق کی توسیع کریں جس کے سبب ایسے امور وقوع میں نہ آئیں جو باعث خلل امن وتکلیف حجاج ہوں۔

ج۔ حرمین طیبین اور مسلمانوں کے تعلقات بڑھانا۔

د۔ اگر گورنمنٹ کسی غلطی رائے کے سبب سے کوئی قانون ایسا نافذ کرے یا کرنا چاہے جس سے مسلمانوں کی آزادی مذہبی میں فرق آئے، تو اس میں گورنمنٹ کو مذہبی احکام اور اسلامی جذبات سے جائز طور پر اطلاع دینا اور آزادی مذہبی کے بارے میں جو اس کے وعدے ہیں ان کا ایفا چاہنا اور حدود سلامت کے اندر رہ کے اس میں سعی وکوشش کو انتہا تک پہنچانا۔

شرکاے انجمن

(۴) ہر کلمہ گو اہل قبلہ مرد ہو یا عورت اس انجمن کا شریک ہو سکتا ہے۔ جس سے عام ازیں کہ امیر ہو یا غریب انجمن ایک ہی روپیہ سالانہ پیشگی چندہ طلب کرے گی۔ اسی قدر پر معنی شرکت کا انحصار ہے۔ اور اگر کوئی صاحب اپنی خوشی سے زیادہ دینا چاہیں تو شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ انجمن انہیں خیر سے منع نہ کرے گی۔

اعوان انجمن

(۵) جو مسلمان متدین قابل اطمینان کہ حرمین طیبین کی سچی محبت کے ساتھ غرض دفعہ ۳ یا غرض۔ ج دفعہ ۳ میں مدد دے گا اعوان انجمن سے کہلائے گا۔ اور اُسی غرض مذکور میں سعی وکوشش بجالانے اور اپنے مساعی سے اراکین اطلاع دینا اور ان کی راے وہدایات پر عمل کرنا اس کا فرض ہوگا۔

شیدائیان کعبہ

(۶) وہ ذی علم ودین دار وذی اثر ومہذب کارگزار اشخاص کہ بہ سرپرستی حضرات علماے حرمین طیبین غرض ب دفعہ ۳ میں امداد کریں اور اپنا عزیز وقت اس عظیم کام پر وقف فرمائیں شیدائیان کعبہ کہلائیں گے۔ جوار پاک حرمین طیبین میں حسب مصلحت دورہ کرنا، یا متبرک مقامات پر مقیم ہوکر غرض مذکور کا پورا کرنا اور اپنی کاروائیوں سے علماے کرام حرمین طیبین اور نیز اس انجمن کو وقتاً فوقتاً مطلع کرتے رہنا اور انجمن وعلماے موصوفین کی ہدایت پر عمل کرنا ان کا فرض ہوگا۔

(۷) انجمن کے ذمے لازم ہوگا کہ شیدائیان کعبہ اور ان کے اہل وعیال کے مصارف میں بقدر حاجت وکفایت اپنے بیت المال سے مدد دے۔ اور اس امداد کے متعلق جمعیت اصلیہ وقتاً فوقتاً قواعد بنائے گی۔

(۸) اعوان انجمن میں بھی جو لوگ حاجت مند ہوں اور بے اعانت کلی یا جزئی اپنا فرض منصبی ادا نہ کرسکیں بقدر حاجت انجمن ان کی اعانت بھی کرے گی۔

(۹) اعوان انجمن وشیدائیان کعبہ پر لازم ہوگا کہ اپنے خدمات مذکورہ بپابندی دفعات مزبورہ بصدق وامانت و

حسن دیانت بجالانے کا شرعی عہد کریں۔

(۱۰) اشخاص مذکورین میں سے انجمن جن کو مالی امداد دے گی، یا مال سپرد کردے گی، ان کو ایک اقرار نامہ تصدیق کرانا ہوگا کہ اگر کسی وقت اپنے فرض منصبی میں خیانت اور دفعات مزبورہ کے خلاف ورزی ثابت ہو تو جتنے زمانے سے وہ اس امر کے مرتکب معلوم ہوں اس وقت سے انجمن نے جو امداد مالی کی یا جتنے مال کی کمی ثابت ہوئی انہیں واپس دینی ہوگی۔ اور وہ جزاے خیانت کے مستحق ہوں گے۔

اراکین انجمن یا خدام کعبہ

(۱۱) علماے دین اور ذی راے معززین کہ صحیح طور پر بہ پابندی دفعات مذکورہ اغراض مذکورہ امضا کر سکیں اراکین انجمن ہوں گے اور وہ خدام کعبہ کہلائیں گے۔

(۱۲) ہر خادم کعبہ کو داخلے کے وقت فرائض متعلقہ حرمین شریفین و مقاصد مرقومہ کے امضا میں اُس تمام حیثیت کے ساتھ کہ دفعات مزبورہ میں مذکور ہوئے سچے دل سے سعی جمیل بجالانے کا عہد شرعی کرنا ہوگا۔

نظام انجمن

(۱۳) انجمن خدام کعبہ کا سارا نظم و نسق بہ پابندی شرع مطہر ایک مجلس کے اختیار میں ہوگا جو جمعیت اصلیہ کہلائے گی۔

(۱۴) جمعیت اصلیہ کے ماتحت ہندوستان کے ہر صوبہ ہر اسلامی ریاست اور نیز ان ہندو ریاستوں میں جہاں جمعیت اصلیہ مناسب خیال کرے مجالس صوبہ جات قائم کی جائیں گی، جو جمعیت عالیہ صوبہ کہلائے گی۔

(۱۵) جمعیت ہاے عالیہ کے ماتحت تمام ضلعوں میں مجالس اضلاع قائم کی جائیں گی۔ یہ جمعیت ضلع کہلائیں گی۔

(۱۶) جمعیت ہاے اضلاع اپنے ماتحت شہروں اور قصبات اور گاؤں کے حلقے بنا کر جہاں مناسب سمجھیں گی مجالس قائم کریں گی، جو جمعیت خدام کعبہ کہلائیں گی۔ اور اپنے شہر یا حلقے کی طرف منسوب ہوں گی۔

(۱۷) شہروں، قصبوں، حلقوں کی جمعیتیں یا ان میں سے چند مل کر اپنے ضلع کی جمعیت کے لیے عہدہ داران مذکورین سے ایک ایک عہدہ دار منتخب کریں گی۔

(۱۸) یوہیں اضلاع کی جمعتیں یا ان میں سے چند مل کر اپنے اپنے صوبے کی جمعیت کے لیے ایک ایک رکن منتخب کریں گی جس کا قیام صدر مقام جمعیت عالیہ میں ہوگا۔

(۱۹) یہ جمعیتیں معمولی اعوان و خدام میں سے ایک ایک مشیر کا بھی انتخاب کریں گی جس کا قیام صدر مقام میں لازم نہ ہوگا مگر شرکت جلسہ اس پر ضروری ہوگی۔

(۲۰) جمعیت ہاے عالیہ صوبہ جات اپنے اپنے صوبے کا ایک رکن منتخب کر کے جمعیت اصلیہ میں پہنچیں گی جس

کا قیام صدر مقام جمعیت اصلیہ میں ضروری ہوگا۔

(۲۱) یہی جمعیت ہائے عالیہ ایک مشیر بھی انتخاب کریں گی جس کا قیام صدر مقام جمعیت اصلیہ میں لازم نہ ہوگا مگر جلسوں میں شریک ہونا ہوگا۔

(۲۲) جملہ مشیروں کو جلسوں میں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو دیگر اراکین کو ولہٰذا ان پر وہی پابندیاں اور عہد لازم ہوں گے جو اراکین پر ہیں۔

(۲۳) جمعیت ہائے قصبات سے جمعیت ہائے عالیہ تک یہ جتنے انتخاب کریں گی ان کی اطلاع جمعیت اصلیہ کو دینی ضرور ہوگی۔ اور ہر انتخاب کے ساتھ دو معتمدوں کی شہادت اس کے عہد پر اور اس پر کہ وہ بہ پابندی دفعات مذکورہ اس کام کے لائق ہے، جمعیت اصلیہ کو اختیار ہوگا کہ اگر اس انتخاب کو نامناسب سمجھے ترمیم کر دے۔

(۲۴) ہر جمعیت کے ارکان کا عالی ہو یا ماتحت فرض ہوگا کہ اپنے میں سے ایک رکن بطور صدر منتخب کر لیا کرے جو خادم الخدام کے لقب سے یاد کیا جائے گا۔ اور حسب دفعہ سابق جمعیت اصلیہ کی منظوری اس میں بھی ضروری ہوگی۔

(۲۵) ہر جمعیت کے دو رکن بطور معتمدین خادم الخدام منتخب ہوا کریں گے جن کو انتخاب کے لیے خادم الخدام حسب منظوری مذکور الصدر نامزد کرے گا۔ جو اس کی ماتحتی میں خدمات انجام دیں گی اور غیر حاضری کے وقت اس کے نائب ہوں گے۔

(۲۶) جمعیت ہائے حلقہ جات وقصبات جمعیت ضلع کی اور جمعیت ہائے اضلاع جمعیت عالیہ صوبہ کی ماتحت ہوں گی اور جمعیت ہائے عالیہ جمعیت اصلیہ کی۔

(۲۷) جمعیت اصلیہ کا فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا۔ اور اس کی پابندی سب پر لازم ہوگی۔ بشرطیکہ مخالف شرع نہ واقع ہو ورنہ حکم شرع مطلقا مرجح ہے۔ اس کے مقابل نہ کوئی جمعیت دیکھی جائے گی نہ کثرت رائے۔

(۲۸) ہر عالم دین کا اختیار ہوگا عام ازیں کہ وہ انجمن میں داخل ہو یا نہ ہو کہ ماتحت سے اعلیٰ تک انجمن کی جس کارروائی میں سمجھے کہ نظر انجمن سے لغزش واقع ہوئی اور حکم شرع اور مصلحت اسلامی اس کے خلاف ہے انجمن کو مع وجوہ اس کی اطلاع دے۔ اور انجمن پر فرض ہوگا کہ بے لحاظ خودداری اگر اسے صحیح پائے فوراً اس کی طرف رجوع کرے۔

بیت المال یا سرمایہ انجمن

(۲۹) چندہ مذکور (شریک سے لے کر اراکین تک سب سے من جانب انجمن ایک ہی روپیہ سالانہ مطلوب ہوگا

اور زیادت ان کی مرضی پر) تین حصوں پر منقسم ہوگا۔

ا۔ یک ثلث رقم اسلامی سلطنت محافظ حرمین طیبین کو دی جائے گی۔ اس شرط پر کہ وہ صرف خدمت حرمین شریفین کے ان کاموں میں صرف کرے جو اس کی حرمت وعظمت اور اس سرزمین کی آزادی برقرار رکھنے سے تعلق رکھتے ہوں۔

ب۔ ایک ثلث رقم میں سے حسب حاجت شیدائیان کعبہ کو دیا جائے گا کہ وہ جوار پاک حرمین شریفین میں مقاصد مذکورہ کی اشاعت کریں۔ اور اس میں سے اعانت اعوان و دیگر ضروریات دفتر وانجمن میں خرچ کیا جائے گا۔

ج۔ ایک ثلث محفوظ رہے گا کہ وقت ضرورت حفاظت حرمین طیبین میں کام آئے۔ مگر اس میں سے ایک مناسب رقم ضروری مفید تجارتی کاموں میں لگائی جاسکے گی جن کا تعلق خدمت حرمین شریفین سے ہوگا۔ مثلاً ایسے جہاز فراہم کرنا جو آرام وآسانی کے ساتھ ارض حجاز و دیگر عتبات عالیہ میں مسلمانوں کو لے جائیں اور واپس لائیں یا منقطع حجاج کی امداد جو واپسی کے لیے بے خرچ رہ جائیں۔

(۳۰) یہ انجمن کسی جہاد یا نقض امن کے لیے قائم نہ ہوئی نہ اسے اپنے اغراض مذکورہ کے سوا ملکی امور سے کچھ تعلق ہوگا۔

(۳۱) ماتحت سے اعلیٰ تک تمام جمعیتوں کے لیے جمعیت اصلیہ ان کی ضروریات سالانہ کے قدر روپیہ ان کے پاس چھوڑے گی جس کے لیے ہر جمعیت میں خازن و معتمد و متدین بمنظوری جمعیت اصلیہ مقرر کرنا ہوں گے۔ باقی تمام روپیہ صدر مقام کو مرسل ہوگا۔ اور یہاں اعلیٰ درجے کے معتمد و متدین و خازن مقرر ہوں گے اور ہر جگہ تاقدر قدرت ذرائع وثوق کی تحصیل وتکمیل لازم ہوگی۔

(۳۲) ماتحت سے اعلیٰ تک جو روپیہ جس شریک سے لیا جائے گا جمعیت گیرندہ باضابطہ اس کو رسید دے گی۔ اور مثنی اپنے پاس رکھے گی۔ اور جمعیتوں سے وہ روپیہ صدر مقام کو جائے گا جمعیت اصلیہ ان جمعیتوں کو اس کی رسید باضابطہ دے گی۔

(۳۳) ہر جمعیت پر اپنے یہاں کے آمد و خرچ کا نہایت صاف اجلا حساب تیار رکھنا لازم ہوگا۔ جمعیت اصلیہ ہر سال کا حساب شائع کرے گی۔

(۳۴) ہر شریک عام ازیں کہ رکن ہو یا نہیں اس جمعیت سے جس میں اس نے روپیہ دیا ہے نیز خازنان صدر مقام سے جہاں سب کا روپیہ پہنچتا ہے، محاسبہ کا ہر وقت اختیار رکھے گا۔

(۳۵) جمعیت اصلیہ پر لازم ہوگا کہ جو مال شیدائیان کعبہ ان کی متعلق غرض کے لیے دیا جائے گا اس کے ذرائع وثوق واطمینان پیدا کرے اور شیدائیوں پر لازم ہوگا کہ اپنا حساب صاف رکھیں اور ماہانہ جمعیت اصلیہ اس کی اطلاع دیں۔

اسمائے اراکین اصلیہ جو یہاں سے دیے گئے

① مولانا مولوی انوار اللہ صاحب حیدر آباد دکن۔
② مولوی قاضی سید شاہ عبد الغفار صاحب بنگلور۔
③ مولانا مولوی عبد المقتدر صاحب بدایوں۔
④ مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی پیلی بھیت۔
⑤ مولانا مولوی سید خواجہ احمد صاحب قادری رامپور۔
⑥ مولانا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب رامپور۔
⑦ نواب حامی الدین صاحب مراد آباد
⑧ مولانا مولوی نعیم الدین صاحب مراد آباد۔
⑨ حاجی لعل خان صاحب کلکتہ۔
⑩ مولوی سید دیدار علی صاحب الور۔
⑪ مولوی عمر الدین صاحب بمبئی
⑫ مولانا مولوی ریاست علی صاحب شاہ جہاں پور۔
⑬ مولوی عبد المجید خان صاحب سہاور ضلع ایٹہ۔
⑭ مولوی ابو الرجا غلام رسول صاحب کراچی
⑮ حاجی شیخ علاء الدین صاحب میرٹھ۔
⑯ مولانا مولوی حافظ محمد عمر صاحب کھڑکی فراشخانہ دہلی۔
⑰ مولانا مولوی سید ابو المحمود احمد اشرف صاحب کچھوچھہ شریف
⑱ مولانا مولوی عبد السلام صاحب جبل پور
⑲ مولانا مولوی سید شاہ بدر الدین صاحب پھلواری شریف۔
⑳ حاجی محمد اسحاق خان صاحب جج پنشنر۔

خط مولوی عبد الباری صاحب لکھنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مصلیاً و مسلماً

حضرت مولانا المعظم دام بمجد و الکرم!

بعد تسلیم بصدق تکریم گزارش ہے نامہ گرامی مع مولوی صاحب صادر ہوا۔ سرفراز وسربلند فرمایا۔ مجھے اس درجہ مسرت وطمانیت حاصل ہوئی جس کا ارسال اس وقت ناممکن ہے۔ جناب کے ارشاد وہدایت کی تعمیل کرنا اور دوسروں کو امتثال امر کی ترغیب دینا فقیر پر ضرور لازم ہیں بسروچشم حاضر ہوں۔ جن حضرات کے اسمائے گرامی تحریر فرمائے گئے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ ممبران اصلیہ میں شریک کیے جائیں گے۔ جناب نے دستور العمل تجویز فرما کے ارسال کیا۔ اس نعمت غیر مترقبہ کا جہاں تک شکریہ ادا کیا جائے وہ کم ہے۔ خدا جناب کو تا دیر سلامت باکرامت رکھے۔ آمین فقط فقیر محمد عبد الباری عفا اللہ عنہ"

محمد عمر مرادآبادی مدرس ومہتمم مدرسہ اہل سنت مراد آباد

(دبدبہ سکندری ۱۱/اگست ۱۹۱۳ء نمبر ۳۵/جلد نمبر ۴۹ ص ۵ تا ۹)

انجمن خدام کعبہ کا دائرہ شرع سے خروج

جولائی ۱۹۱۳ء میں انجمن خدام کعبہ کے رکن رکین جناب مولانا عبد الباری صاحب کے کہنے پر اعلیٰ حضرت نے دستور العمل تیار فرمایا۔ اور فوراً صدر الافاضل کے ہاتھوں پہنچا بھی دیا گیا۔ موصول ہونے پر مولانا موصوف نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس کے نفاذ کی یقین دہانی بھی کرائی۔ مگر وقت گزرتا گیا نہ دستور بدلا گیا نہ اعلیٰ حضرت کا مرتب کردہ دستور نافذ کیا گیا اور نہ شرعی خامیاں جن کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت نے دستور میں ترمیم کا حکم دیا تھا دور کی گئیں۔ بلکہ بدمذہبوں، بددینوں کو انجمن کا رکن بنالیا گیا۔ اور اعلیٰ حضرت کے شرعی مطالبے کو پورا نہ کرنے کے سبب قطع تعلق کرلیا گیا۔ اور اپنا کام اپنی اسی قدیم خلاف شرع روش پر جاری رکھا گیا، جس کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت اور علمائے اہل سنت نے اس سے دوری اختیار کرلی۔ اور دور رہنے کا حکم بھی دیا۔ مجلس جمعیت احناف کراچی کے اراکین کی طرف سے اس انجمن کے تعاون ومدد کے سلسلے میں ایک استفتا بریلی شریف دارالافتاء، اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں پہنچایا گیا جس کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے انجمن خدام کعبہ کی شرعی خامیوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے اس سے مسلمانوں کو دور رہنے کا حکم دیا۔ یہ فتویٰ چوں کہ فتاویٰ رضویہ قدیم وجدید میں نظر نہیں آیا اور بحث جاری سے متعلق ہے اس لیے اس کا یہاں نقل کرنا بے محل اور فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ فتویٰ مع استفتا من وعن پیش ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

اعانت انجمن خدام کعبہ پر علمائے اہل سنت کا فتویٰ

.....اراکین مجلس جمعیت الاحناف صدر بازار کراچی متّصل جامع مسجد قصابان)

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت نصرہم اللہ تعالیٰ وایدھم کا اس سوال میں کہ آج کل ایک انجمن بنام خدام کو یہ مشہور ہوئی ہے جس کے اشتہارات اخبارات میں اکثر عام وخاص کی نظروں سے گزر چکے ہیں اور اس انجمن کے

نمائندے و سفرا جا بجا پھیلے ہوئے ہیں۔ اور بعض مقامات پر وفد کے طور پر بھی پہنچا کرتے ہیں۔ جن کا مقصود جا بجا شہر بشہر کوچہ بکوچہ محلے در محلے سے چندہ اکھٹا کرنا ہے۔ ان نمائندوں کے بیان ہیں کہ یہ چندہ خدمت کعبہ میں صرف کیا جائے گا۔ اور ایک حصہ سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کو بھیجا جائے گا۔ اور حجاج کے واسطے آگبوٹ مہیا کیے جائیں گے۔ آیا ہمارے مشاہیر علماے اہل السنۃ والجماعۃ کا اس انجمن سے اتفاق ہے یا نہیں؟

آج کل اہل اسلام میں.... افلاس چھایا ہوا ہے پھر خاص کر ایسے امور میں غربا ہی بے چارے زیادہ حصہ لیا کرتے ہیں۔ اکثر غربائے اہل اسلام دریافت کیا کرتے ہیں کہ یہ خیرات ہماری مقبول ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ ہمارے رہنمایان دین و علماے مذہب کا اس سے اتفاق ہے یا نہیں؟ چوں کہ پہلے ایک ٹولہ اس قسم کا مسلم یونیورسٹی کے زمانے میں نکلا تھا۔ جس کی ہمارے علماے اہل سنت نے تردید فرمائی تھی۔ اس سے قبل ایک ٹولہ ندویوں کا نکلا تھا ایک مدت تک چندوں کا بھی بہت زور شور رہا۔ آخر اس کے متعلق بھی مکہ مدینہ حرمین شریفین کے فتوے ندوے کی تکفیر میں شائع ہوئے۔ لہٰذا یہ احتمال ہوتا ہے کہ کہیں یہ جماعت بھی ایسی ہی نہ ہو۔ چوں کہ اس میں بھی مختلف مذاہب و مشارب کے لوگ اور بعض صورت و سیرتاً مخالف اہل سنت نظر آتے ہیں۔ بدیں وجہ ہم مسلمانان کراچی کو اس امر میں سخت تشویش ہے۔ استفتا ہذا اسی غرض سے حضرت مہتمم صاحب دار الافتا بریلی کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔ امید ہے کہ حضرت مہتمم دار الافتاء زید مجدہم، ہم سنیان کراچی کی تسلی و تشفی فرمائیں گے، کہ ہمیں اس انجمن میں چندہ دینا، اس کے جلسوں میں شریک ہونا، اس کی اعانت کرنا شرعاً جائز ہے۔ یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ ہماری ہی کوشش و امداد سے کوئی مفسدہ بد مذہبی کا مثل نیچریوں کی یونیورسٹی کے یا ندوہ مخذولہ کی طرح برپا ہو اور ہمیں خسر الدنیا والآخرۃ کا عذاب اٹھانا پڑے۔ نعوذ باللہ من ذالك۔

چوں کہ آج کل تمام ہندوستان کے مسلمانان اہل سنت کا رجوع چشمہ دار الافتاے بریلی ہی کی طرف ہے، لہٰذا یہاں سے جواب آنے پر ہماری تسلی ہو جائے گی۔ خاص کر مقتداے اہل سنت و امام دین و ملت صدر شریعت و بدر طریقت اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ و مؤید ملت طاہرہ مولانا مولوی حاجی قاری مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب مد ظلہم ودام فیضہم کی مہر و تصدیق و تصحیح ہم سب مسلمانوں کے لیے اعلیٰ تسلی و خاطر خواہ تشفی کا موجب ہوگی۔ جیسا کچھ جواب آیا ہم ان شاء اللہ تعالیٰ استفتا کو چھپوا کر تمام مسلمانوں میں شائع کر دیں گے۔ والسلام مع الاکرام۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔

ان اللہ صادق ویحب الصدق۔ اللہ سچا ہے۔ سچ کو دوست رکھتا ہے۔ اس نے خادمان علم سے عہد لیا ہے کہ حق واضح کر دیں۔ اور کسی کی رعایت یا خوف ملامت نہ کریں۔ یہ انجمن وہی انجمن ندوہ بلکہ کانفرنس نیچریان ہے کہ نام بدل کر اس میں ابتداءً دو سخت نقص تھے۔ ایک باطل ادعاے جہاد کے پہلو سے بلا وجہ مسلمانوں کے آزار کے اسباب مہیا کرنا۔

دوسرے تمام بے دینوں ،مرتدوں مدعیان کلمہ گوئی کو رکن بنانا۔ان کو اپنے اسلام باطل کے اشاعت کی جگہ دینا، کہ حقیقۃً اجازت اشاعت کفر وارتداد تھی۔اس کے صدر وارا کین لکھنؤ سے تین بار فقیر کے پاس اس میں شرکت کے لیے آئے۔ پہلے ہی باران کے کاغذات دیکھ کر یہ اعتراضات ان پر کیے گئے کہ وجہ اول میں مسلمانوں کی دنیوی بربادی کا پہلو ہے۔اور وجہ دوم میں ان کی صریح دینی تباہی روبرو ہے۔بار بار کیے ردوبدل میں ان لوگوں نے اول سے عدول کیا۔مگر دوم پر جمے رہے اور اب تک جمے ہوئے ہیں ۔یہاں کے اعتراضوں پر اپنے دستور العمل تبدیل کر کے چھاپے۔مگر اصل مقصود کہ ہر زبانی کلمہ گو اگرچہ کافر و مرتد ہو اہل سنت کے برابر حق رکھتا ہے،ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

جب کسی طرح یہاں ان کی یہ بات قبول نہ کی گئی تو مجبور ہو کر صدر انجمن نے لکھا کہ جو دستور العمل ہم بناتے ہیں آپ کو پسند نہیں آتا اور آپ دستور العمل بنائیں اس کی امید نہیں پڑتی۔ان کا یہ خط آتے ہی فوراً اسی جلسے میں پورا دستور العمل فقیر نے لکھوا کر ۲۲؍ شعبان ۱۳۳۱ھ کو ان کے پاس بھیجا۔ایک **سنی عالم مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی** اسے لے کر گئے۔صدر نے بہت شکریہ لکھا۔اور ظاہر کیا کہ ارا کین سے کہہ کر یہی دستور العمل نافذ کر دیا جائے گا۔مگر سال بھر ہونے آیا ہنوز روز اول ہے۔جب سے انہوں نے گفت وشنید بھی قطع کر دی، کہ دین ومذہب کے رو سے وہ لوگ مسلمان اور مرتدمیں فرق کسی طور گوارا نہیں کر سکتے، سنی وبدمذہب کا فرق ہو چیز دیگر ہے۔

باقی خدمت کعبہ کا نمونہ وہ ہے جو ان حضرات نے مسجد کانپور کے ساتھ کیا۔جس کا بیان رسالہ **"ابانۃ المتواری"** سے ظاہر۔یہاں کا بنایا دستور العمل بھی اخبار دبدبہ سکندری رامپور میں غالباً رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ کے کسی پرچے میں **"انجمن خدام کعبہ کے ترقی کی عظیم بشارت"** کے عنوان سے شائع ہو گیا۔اسے دیکھ کر ظاہر ہو سکتا ہے کہ اس میں کون سی بات تھی جو ایک مسلمان کو بحیثیت اسلام نامنظور ہو گی۔مگر ان صاحبوں کو نہ منظور کرنا تھا نہ کیا۔اس میں جابجا اسی دین پابندی کا اشعار تھا جس پر علمائے حرمین طیبین ہیں۔اس سے رکنیت خاص اہل سنت وجماعت کے لیے رہتی تھی۔ان حضرات کے دینی بھائی رافضی وہابی نیچری قادیانی وغیرہم خارج ہو جاتے تھے،یہ کیوں کر قبول کرتے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے۔آمین۔

صلح کل والوں کی زبانیں ہر مجلس کا رنگ دیکھ کر بولتی ہیں۔وقلوبھم شتی۔صدر مجلس نے میرے یہاں برملا کہا: میں تو رافضیوں کو کافر جانتا ہوں ۔اور عملی کاروائی یہ کہ رافضی اور ان سے بدتر وہابی اور ان سے بدتر نیچری اور ان سے بدتر قادیانی اور ان سے بدتر چکڑالوی سب رکن اسلام ہیں۔سب سے ان کے مذاہب ملعونہ کی اشاعت کے پیام ہیں۔

ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

خدمت کعبہ ہر مسلمان کا دین ہے،اس سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔مگر دین کے نام سے دین کا ہدم اور سخت تر ہے۔یہ مجلس اگر بددینوں کی رکنیت واشاعت عقائد باطلہ سے رجوع و پرہیز کرے اور صرف ان دو باتوں میں عقائد

حرمین طیبین کے شرط کا اعلان کردے اور عملاً بھی اس پر کاربند ہو کہ خدمت حرمین خود اسی کی مقتضی ہے، تو مسلمانوں کو بخوشی اس میں شرکت اور اس کی اعانت چاہیے۔ اس وقت اس کی خدمت عین سعادت ہے۔ ورنہ دربارہ ندوہ فتاوی الحرمین وفتاوی السنۃ شائع ہوئے کچھ بہت مدت نہ ہوئی، جو احکام علماے اہل سنت عرب وعجم نے وہاں دیے تھے اب اس پندرہ بیس سال میں بدل نہ گئے۔ کوئی نئی شریعت نہ آگئی۔ وہی احکام اب بھی ہیں کہ جب تک اصلاح مذکور نہ ہو اس انجمن کی شرکت، اعانت کسی قسم کی ہو سب مضر اسلام و ناجائز و حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق خیر دے۔ اور ہر شر و ضرر سے بچائے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

[اخبار دبدبہ سکندری: ۲۸ر ستمبر ۱۹۱۴ء ص ۳]

اعلیٰ حضرت کا مقدمہ بدایوں اور صدرالافاضل

جمعہ کی اذان ثانی داخل مسجد ہو یا خارج مسجد اس سلسلے میں علماے کرام کے درمیان بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں بہت ہی معرکۃ الآرا بحثیں ہوئیں۔ اعلیٰ حضرت کا موقف اس سلسلے میں یہ تھا کہ اذان جمعہ ہو یا غیر جمعہ اندرون مسجد مکروہ ہے۔ اور خارج مسجد سنت۔ اس کے برخلاف بدایوں شریف کے علما جمعہ کی اذان ثانی اندرون مسجد ہونے کو سنت بتا رہے تھے۔ یہ بحث اس قدر طول پکڑ گئی کہ اہل بدایوں کی طرف سے اعلیٰ حضرت پر مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ اور کتاب سدالفرار کے مندرجات پر عدالت میں بحث و مباحثہ شروع ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت کی حمایت میں علما کی اکثریت تھی۔ خاص کر بریلی شریف اور بدایوں شریف کے پیر خانہ کے مشائخ بھی اعلیٰ حضرت کی حمایت میں تھے۔ اور انہوں نے بدایوں عدالت میں اعلیٰ حضرت کے دفاع میں بحثیں بھی کیں۔ یہ مقدمہ بنام "**لائبل سخاوت حسین**" غالباً ستمبر ۱۹۱۵ء سے اپریل ۱۹۱۷ء تک چلا۔ اس دوران اعلیٰ حضرت کبھی عدالت میں تشریف نہیں لے گئے۔ بلکہ آپ کی وکالت و نمائندگی کے لیے صدرالافاضل جیسے مدبرین نے عدالت میں آپ کے دفاع میں بحثیں کیں۔ اور کامیابی بھی حاصل کی۔ اور اس مقدمہ کا فیصلہ اعلیٰ حضرت کے حق میں ہوا تھا۔ اس مکمل مقدمہ کی روداد ان شاء اللہ جلد ہی فقیر کتابی شکل میں پیش کرے گا۔ فی الحال یہاں مقدمہ مذکورہ میں صدرالافاضل کی طرف سے کی گئی بحث کا جو حصہ ہمیں اخبارات وغیرہ میں میسر آیا ہم بس وہی پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

مقدمہ کی آخری بحثوں میں صدرالافاضل کی ایک بحث ہمیں اخبار ذوالقرنین بدایوں، میں دستیاب ہوئی ہم اخبار کی پوری خبر سے دو چند اقتباس پیش کرتے ہیں: اخبار لکھتا ہے:

"۹ر فروری ۱۹۱۷ء سے صفائی شروع ہوئی۔ ۱۳ر فروری ۱۹۱۷ء تک منشی محمد شاہ خاں، سید محمود علی، منشی وزیر احمد خاں، شیخ عظیم الدین، شیخ عبدالحق، بابو راج بہادر وکیل بریلوی، **مولوی نعیم الدین مرادآبادی**، سید حسین حیدر مارہروی، سید محمد میاں مارہری، مولوی ظفر الدین پٹنوی، مولوی عبدالاحد پیلی بھیتی، منشی محمد حسین میرٹھی، ڈاکٹر ڈسائی رام پور، اور انور علی خاں بریلوی کے بیانات قلمبند ہوئے۔ ان میں سے اکثر گواہان کا بیان ہے کہ کتاب سدالفرار ہم نے دیکھی ہے وہ مباحثہ مذہبی کی کتاب ہے اور مسئلہ اذان ثانی کی بابت لکھی گئی ہے۔ اس میں کسی کی توہین یا کسی پر حملہ نہیں ہے۔"

کچھ آگے جا کے صدرالافاضل کی بحث کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"**مولوی نعیم الدین** کتاب سدالفرار کے فقرات متنازعہ کو توہین آمیز ہونا نہیں بتاتے۔ اکثر متنازعہ فقرات کے معنی عدالت کے سامنے گواہ نے بیان کیے۔ مثلاً سدالفرار میں جس جگہ مروانی حکایت منہاری روایت تحریر ہے اس کے معنی گواہ نے یہ بتلائے کہ مروان ایک شخص تھا اس کی طرف نسبت کی گئی ہے اور اس سے مطلب بے سند بات ہے۔ اور منہاری کا مطلب دل کی گڑھی ہوئی ہے۔ یہ لفظ کسی شخص سے متعلق نہیں ہے۔ اس گواہ نے یہ بھی کہا کہ تنقیص شان نبوت کی وجہ سے جو کافر ہو اس کی توبہ احکام دنیا میں قبول نہیں۔ اور یہ مسئلہ کتاب شفا میں موجود ہے۔"

[اخبار ذوالقرنین: ۱۴ر فروری ۱۹۱۷ء ص ۶]

حیات اعلیٰ حضرت میں ملک العلما نے اس مقدمے کی تفصیلی روداد تحریر فرمائی ہے۔ اس روداد کے حوالے سے صدرالافاضل سے متعلق چند اقتباسات پیش ہیں۔ ملاحظہ ہو:

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ **حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی** کا ایک جواب اس وقت مجھے یاد آگیا "سدالفرار" میں اک عبارت تھی یہ "منہاری روایت" ہے۔ عبدالواحد جس کے نام سے بدایوں والوں نے کتاب چھاپی تھی وہ ذات کا منہار تھا، اس لیے ان لوگوں کو خیال ہوا کہ اس میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور ایک طرح سے طعن فی النسب اور توہین ہے۔ عدالت نے اس لفظ سے متعلق سوال کیا کہ منہاری روایت کے کیا کچھ معنی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: دل سے گڑھی ہوئی من کی طرف منسوب۔ اس نے کہا کیا اس قسم کے معنی کا آپ ثبوت دے سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: پنہاری پانی لانے والی، پانی بھرنے والی کو کہتے ہیں۔ پنساری اس عورت کو کہتے ہیں جو گیہوں وغیرہ پیسے۔ اس بات سے عدالت کی تشفی ہوگئی۔"

مزید اسی میں یہ بھی لکھا ہے:

حضرت استاد العلماء مجسٹریٹ کو الفاظ کی صحت وعدم صحت کا امتیاز کرنے کے لیے یوں تمہید اٹھاتے ہیں۔ کہ آپ کے یہاں دودھ تو آتا ہی ہوگا آپ کس طرح تمیز کرتے ہیں کہ یہ خالص ہے یا پانی ملا ہوا؟ وہ کہتا ہے کہ ہمارے

پاس آلہ ہے اس سے فوراً پتا چل جاتا ہے۔ **حضرت استاد العلماء** فرماتے ہیں: جس طرح دودھ کا آلہ ہے اسی طرح الفاظ صحیح و غلط کی تشخیص کا بھی آلہ ہے۔ اور وہ لغات ہیں ان سے پتہ چل جائے گا کہ یہ لفظ صحیح ہے یا نہیں۔ چناں چہ لغت کی کتابیں پیش ہوتی ہیں اور الزامات دفع ہوتے ہیں۔

نیز اس پر آپ نے روشنی ڈالی کہ جس رنگ میں یہ کتاب "سد الفرار" لکھی گئی ہے۔ اسی طریق سے اسی رنگ میں اکابرین خصوصاً علمائے بدایوں نے بھی کتابیں لکھی ہیں۔ اور ان کی کتابوں سے اس کو ثابت کیا۔"

[حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ملک العلما: جلد اول ص ۴۳۶]

مقدمے میں اعلیٰ حضرت کی فتح پر ملک بھر کے علما نے تہنیت پیش کی صدر الافاضل نے بھی ہدیہ تبریک پیش کیا۔ حیات اعلیٰ حضرت کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"علاوہ شہر کے .... **حضرت استاد العلماء مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ مدظلہ العالی** مبارکبادیاں لے کر آئے۔ جس کے جلوس ریلوے اسٹیشن بریلی سے ترتیب دیے گئے اور نعت خوانی کے ساتھ باقاعدہ حاضر ہوئے۔

[مرجع سابق: ص ۴۴۴]

اعلیٰ حضرت کا تعزیت نامہ صدر الافاضل کے نام

صدر الافاضل کے والد گرامی علامہ معین الدین نزہتؔ مراد آبادی علیہ الرحمہ کے وصال پر اعلیٰ حضرت نینی تال میں رونق افروز تھے۔ وہاں جب تار کے ذریعے آپ کو وصال کی خبر موصول ہوئی تو آپ نے صدر الافاضل کے نام تاریخی تعزیت نامہ تحریر فرمایا تھا جسے ہم نے باب (آباو اجداد) میں صدر الافاضل کے والد گرامی کے حالات کے ضمن میں نقل کر دیا ہے۔

ایمان کی دولت اور آستانہ اعلیٰ حضرت

یوں تو محدث سورتی علامہ وصی احمد پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے یہ بات بہت مشہور ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے ایمانی حلاوت اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے نصیب ہوئی۔ جیسا کہ آپ کے شاگرد ارشد حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا:

"جب میں نے پیر و مرشد سے بیعت کی تھی تو بایں معنیٰ مسلمان تھا کہ میرا سارا خاندان مسلمان خاندان سمجھا جاتا تھا، مگر جب اعلیٰ حضرت سے ملنے لگا تو ایمان کی حلاوت مل گئی اب ایمان وہی نہیں بلکہ بعونہ تعالیٰ حقیقی ہے جس نے حقیقی ایمان بخشا اس کی یاد سے اپنے دل کو تسکین دیتا رہتا ہوں۔" [مجدد اعظم: خطبہ محدث اعظم ہند: ص ۱۹]

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو بھی آپ کی بارگاہ سے منسوب ہوا اسے ایمانی حلاوت نصیب ہوئی۔

صدر الافاضل کے والد گرامی، دیوبندی مولوی قاسم نانوتوی سے مرید ہوئے اور جب اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو گمراہی سے محفوظ ہوئے۔ اور آپ کی بارگاہ فیض سے وابستہ ہوکر ایمانی حلاوت وچاشنی سے محظوظ ہوئے۔ اور یوں اس کا اظہار کیا ؎

پھرا ہوں میں اس گلی سے نزہت
ہوں جس میں گمراہ شیخ وقاضی
رضائے احمد اسی میں سمجھوں
کہ مجھ سے احمد رضا ہوں راضی

اسی طرح صدر الافاضل نے بھی ایمانی حلاوت آستانہ اعلیٰ حضرت سے پائی تھی، لوگوں کے سامنے آپ نے جس کا بارہا اظہار فرمایا۔ علامہ اعجاز احمد رضوی فرماتے ہیں:

"ہمیں وثوق ومعتمد علیہ روایت پہنچی ہے کہ بارہا **حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ** نے فرمایا:

"ہمیں مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے آستانہ قدسیہ سے حقیقت میں ایمان وکلمہ ملا، سیدنا اعلیٰ حضرت کا ملک وملت سواد اعظم پر احسان عظیم ہے کہ آپ نے ہمیں ایمان وکلمے سے روشناس فرمایا۔"

یہ نہایت درجہ آبدیدہ ہوکر ارشاد فرماتے۔"

[حیات صدر الافاضل، مرتبہ مفتی غلام معین الدین نعیمی: ص۲۶۱]

امیر ملت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری

امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ بن سید کریم شاہ ۱۸۳۴ء علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ پنجاب میں پیدا ہوئے۔آپ کا خاندان تقوی وطہارت، پابندی شرع میں مشہور اور لوگوں میں معزز اور معتبر مانا جاتا تھا۔حضرت بابا فقیر محمد چوراہی نقشبندی سے مرید ہوئے۔دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کی۔آپ عالم و محدث ہونے کے ساتھ زبردست حافظ بھی تھے۔والد محترم کے حکم کی تعمیل میں ہر سال تراویح میں قرآن پاک سناتے اور الگ سے شبینے میں بھی مکمل قرآن پاک سناتے تھے۔خود آپ کے فرمان کے مطابق دس ہزار احادیث صحیحہ مع اسناد آپ کو ازبر تھیں۔علوم مروجہ میں خاص کر آپ کو عبور حاصل تھا۔اورینٹل کالج لاہور میں آپ کی نوکری لگی تو والد صاحب سے عرض کیا۔جواب میں والد صاحب نے فرمایا کہ:

''میں نے تمہیں اس لیے نہیں لکھایا پڑھایا ہے کہ تم تنخواہ کے عوض ملازمت کرو۔بلکہ تمہیں تعلیم دینے کا مقصد یہ تھا کہ تم خلق خدا کی خدمت کرو!دین کی تبلیغ کرو!لوگوں کو فائدہ پہنچاؤ!سال میں بس ایک مرتبہ رمضان مبارک میں مجھے قرآن شریف سنادیا کرو۔باقی پورے سال مخلوق کی خدمت میں مصروف رہو!والد گرامی کے حکم کی تعمیل میں آپ نے دنیاوی معاملات سے دوری اختیار کر کے دین کی تبلیغ میں خود کو مصروف کر لیا۔اور پھر اس قدر مصروف ہوئے کہ پورے ملک میں جہاں بھی دین کو ضرورت محسوس ہوئی وہاں آپ لبیک کہتے نظر آئے۔اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف آپ نے ہر طور محاذ آرائی فرمائی۔مذہب ومسلک کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کے خلاف بروقت آواز حق بلند کی۔

جہاں جیسی ضرورت محسوس ہوئی اس کو پورا کرنے کی حتی الامکان کوشش فرمائی۔۱۹۲۲ میں جب آریوں کی شدھی تحریک نے زور پکڑا تو آپ کی تبلیغی سرگرمیاں بھی تیز ہوگئیں۔اخبارات ورسائل کے مطابق پورے ملک میں آپ کی طرف سے نوسو(۹۰۰) مدارس قائم ہوئے۔ہندو اخبارات میں آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا عموماً تذکرہ ہوتا تھا۔اور

آپ کے ہاتھوں پر کئی کئی ہزار غیر مسلموں کے اسلام قبول کیے جانے کی خبریں درج کی جاتی تھیں۔علما ومشائخ کے درمیان آپ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔پورے ملک میں آپ کے بے شمار مریدین ومعتقدین تھے۔اعلیٰ حضرت اور خاندان اعلیٰ حضرت سے آپ کا قلبی لگاؤ تھا۔چھوٹوں پر شفقت اور ان کی حوصلہ افزائی آپ کی خصوصیت تھی۔مذہبی تحریکات میں آپ کا کردار نمایاں ہوتا تھا۔انجمن خدام الصوفیہ اور دیگر کئی اہم انجمنوں کی بنیاد ڈالی۔سنی کانفرس اور دیگر تنظیمات میں صدارت وسرپرست کی حیثیت شامل ہوئے۔الفقیہ وغیرہ اخبارات ورسائل کی سرپرستی فرمائی۔پوری زندگی تبلیغ میں صرف فرما کر ۲۶۔۲۷/ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۳۰۔۳۱/اگست ۱۹۵۱ء جمعرات اور جمعہ کی شب میں آپ کا وصال ہوا۔

امیر ملت اور صدر الافاضل

امیر ملت کے ساتھ صدر الافاضل کا گہرا رابطہ رہا۔ امیر ملت کے مشفقانہ و مربیانہ سلوک سے صدر الافاضل خوب مستفیض و مستفید ہوئے۔ امیر ملت کا مراد آباد جامعہ نعیمیہ میں آنا جانا اور آپ کا علی پور خانقاہ میں بار ہا حاضر ہونا جس کی بڑی مثال ہے۔ صدر الافاضل نے آپ کی معیت میں بہت سفر کیے۔ علی پور وغیرہ امیر ملت کے جلسوں میں آپ بھی مدعو ہوتے تھے۔ اور آپ کے اہتمام سے جہاں اجلاس ہوتے وہاں امیر ملت بھی جلوہ بار ہوتے۔ جامعہ نعیمیہ کے اجلاس میں تو اکثر آپ کی شرکت ہوتی اور خطاب بھی ہوتا۔

سنی کانفرنس کی صدارت:

۱۹۲۵ء میں صدر الافاضل نے سنی کانفرنس کی بنیاد ڈالی۔ جس کا پہلا اجلاس ۱۶ تا ۱۹/ مارچ ۱۹۲۵ء کو جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں ہوا، جس میں امیر ملت نے شرکت فرمائی۔ اور کانفرنس میں آپ کی تائید سے جلسہ کی صدارت حضور اشرفی میاں نے فرمائی۔ البتہ کانفرنس میں جو تجاویز پاس ہوئیں ان میں سے ایک تجویز کے مطابق سنی کانفرنس کے مستقل صدر آپ قرار دیے گئے۔ ہر جلسے میں آپ کا خطاب ہوا۔ اخبار الفقیہ میں اس کانفرنس کی جو تفصیل شائع ہوئی اس کے چند اقتباسات پیش ہیں:

”۱۶ تا ۱۹، مارچ ۱۹۲۵ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا افتتاحی جلسہ بمقام مراد آباد بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوا۔ پہلا اجلاس ۱۶ و ۱۷ کی درمیانی شب کو ہوا۔ حضرت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین جناب مولانا مولوی حاجی حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوردام برکاتھم کی تحریک سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت جناب مولانا مولوی سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی سجادہ نشین درگاہ اشرفیہ کچھوچھا شریف صدر جلسہ تجویز ہوئے۔

..... ۲۰/ مارچ کی شام کو انجمن اہل سنت مراد آباد کا جلسہ بصدارت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت مولانا حاجی حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ علی پوری مدظلھم العالی منعقد ہوا، جس میں سات فارغ التحصیل طلبہ کے سروں پر دستار فضیلت باندھی گئی۔ دستار بندی حضرت شاہ صاحب قبلہ علی پوری و حضرت شاہ صاحب قبلہ کچھوچھوی کے دست حق پرست سے ہوئی...... ۱۹/ تاریخ تک تمام اجلاس میں حضرت قبلہ عالم محدث علی پوری دام برکاتھم کی تقریریں ہوتی رہیں اور آپ کے مواعظ حسنہ سے حاضرین محظوظ ہوتے رہے۔

ہر جلسہ کا افتتاح تلاوت کلام مجید و نعت شریف پر اور اختتام درود و سلام بر سید خیر الانام بحالت قیام و دعا پر ہوتا رہا..... آل انڈیا سنی کانفرنس کے مستقل صدر حضرت زبدۃ العارفین وقدوۃ السالکین مولانا مولوی پیر حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قرار پائے“ [الفقیہ امرتسر، ۲۸/ مارچ ۱۹۲۵ء ص ۹، ۱۰]

جامعہ نعیمیہ میں محفل میلاد مبارک کا اہتمام

۱۳؍ربیع الاول شریف کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں امیر ملت کے اہتمام سے ایک محفل منعقد ہوئی۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے مفتی محمد عمر نعیمی لکھتے ہیں:

''تیرہویں ربیع الاول شریف کو پھر مدرسے میں حضرت قبلہ عالم عمدۃ الکاملین حضرت مولانا الحاج الحافظ السید پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری دامت برکاتہم کی طرف سے ایک شاندار محفل منعقد ہوئی۔''

[السواد الاعظم: ربیع الاول والآخر ۱۳۴۸ھ۔ ص ۳]

جامعہ نعیمیہ کا سالانہ اجلاس اور امیر ملت

۱۳۴۶ھ میں شوال کی ۷ تاریخ سے ۱۱؍تاریخ تک جامعہ نعیمیہ میں پانچ روزہ اجلاس ہوئے۔ جس کی صدارت امیر ملت نے فرمائی۔ اور اجلاس میں آپ کے خطابات بھی ہوئے۔ ماہنامہ السواد الاعظم میں لکھا ہے:

''بصدارت قبلہ عالم حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ سید پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری دامت برکاتہم ۷ تا ۱۱؍شوال پانچ روز نہایت شوکت و احتشام کے ساتھ منعقد ہوئے۔ مدرسے کا وسیع مکان سامعین سے بھرا رہتا تھا۔ مضافات شہر اور دیگر اضلاع سے اہل ذوق شریک جلسہ ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کے کلمات طیبات روح کو تازہ ایمان کو منور فرما رہے تھے۔''[السواد الاعظم: شوال ۱۳۴۶ھ۔ ص ۱]

جامعہ نعیمیہ کی مسجد اور امیر ملت کی دریادلی

جامعہ نعیمیہ کے داخلی دروازے کے جنوبی پہلو میں ایک مسجد موجود ہے جس کا لنٹر امیر ملت کے خرچ سے ڈالا گیا۔ برآمدے کے گارڈر پر آپ کا اسم گرامی بھی تحریر ہے۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی ایک روداد میں اس کا ذکر کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

''جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی شان دار عمارت شیش محل واقع بازار دیوان میں تقریباً ۳۰۰۰ مربع گز زمین پر چوکور بنی ہوئی ہے۔ صرف ایک گوشہ تعمیر طلب ہے۔ وسط میں مغرب کی جانب شان دار صدر دروازہ ہے جس پر جامعہ نعیمیہ کا پتھر نصب ہے۔ اسی دروازے میں اندر کی جانب دروازے کے جنوبی پہلو میں مدرسہ کی عالی شان مسجد بنی ہوئی ہے، جس کے برآمدے پر لنٹر قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری نے بنوایا ہے۔ چناں چہ برآمدے کے گارڈر پر ان کا اسم گرامی لکھا ہوا ہے۔'' [روداد جامعہ نعیمیہ مرادآباد: از یکم ربیع الاول ۱۳۷۲ھ لغایتہ ۵؍جمادی الاولی ۱۳۷۴ھ۔ مطابق ۲۰؍نومبر ۱۹۵۲ء تا ۳۱؍دسمبر ۱۹۵۴ء۔ ص ۱۰]

مولانا آل حسن نعیمی نے اس حوالے سے ایک کافی دل چسپ واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:
''رفتہ رفتہ اس (جامعہ نعیمیہ) کے ایک طرف مسجد بھی بن گئی۔ جس کے برآمدے کی تعمیر حضرت قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نے کرائی۔ حضرت قبلہ عالم پیر صاحب نے اس وقت پانچ (۵۰۰) روپے عطا فرمائے۔ اور فرمایا: ''کہ میری حقیر رقم نمازیوں کے پیروں میں لگادی جائے۔''
حضرت (صدر الافاضل) نے فرمایا:
''حضور یہ رقم تو نمازیوں کے سر پر رہے گی۔''
اور **حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ** نے اس رقم سے مسجد کا برآمدہ تیار کرایا اور لوہے کے گارڈر پر حضرت پیر صاحب کا نام لکھوایا جو آج تک تحریر ہے۔'' [عکس مضمون: غیر مطبوعہ]

انجمن خدام الصوفیہ کے اجلاس میں امیر ملت کی جانب سے صدر الافاضل کو تمغہ

امیر ملت کی سرپرستی میں ۱۰، ۱۱ر مئی ۱۹۲۵ء کو انجمن خدام الصوفیہ کا ایک اجلاس ہوا، جس میں صدر الافاضل نے شرکت فرمائی۔ آپ کا خطاب بھی ہوا۔ اور آپ کو امیر ملت کی جانب سے تمغہ بھی عطا کیا گیا۔
اخبار الفقیہ لکھتا ہے:
''**فاضل اجل عالم بے بدل عالی جناب حضرت مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس** نے رسول برحق کے عنوان پر نہایت اعلیٰ، فاضلانہ، محققانہ اور معقول و موثر وعظ فرمایا۔ اور حضرت قبلہ عالم روحی فداہ نے آپ کو بھی تمغہ عنایت فرمایا۔'' [اخبار الفقیہ ۲۸ر مئی ۱۹۲۵ء، ص ۱۰]
صدر الافاضل عموماً انجمن خدام الصوفیہ کے جلسوں میں شرکت فرماتے تھے اور آپ کے خصوصی خطابات بھی ہوتے تھے۔ چند خطابات کا ذکر ہم صدر الافاضل کے خطابات کے باب میں کریں گے۔

امیر ملت کی معیت میں تبلیغی اسفار

امیر ملت کے ساتھ آپ نے بہت سے تبلیغی دورے فرمائے۔ علی پور شریف آپ کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔
الفقیہ اخبار کی درج ذیل خبر سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو:
''زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی سید پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری لاہور سے علی پور شریف وہاں سے سیالکوٹ و یزآباد، گوجرات و میانوالی، سے مع اعلیٰ حضرت مولانا حافظ حاجی حامد رضا خان صاحب اور **قبلہ حکیم نعیم الدین صاحب مرادآبادی** بھی ہمراہ تھے۔ اب واپس علی پور شریف رونق افروز ہیں۔''
[الفقیہ: ۷ر دسمبر ۱۹۲۶ء سرورق]

ملا محمد اشرف شاذلی مرادآبادی اور صدر الافاضل

حاجی ملا محمد اشرف شاذلی بن شیخ عنایت حسین ۱۸۵۴ء شہر مرادآباد میں پیدا ہوئے۔ ظروف سازی ودستکاری سے وابستہ تھے۔ دینی ماحول سے بے پناہ متاثر، علمی دنیا سے بہت مانوس اور اہل علم کے حد درجہ قدردان تھے۔ خدمت دین کا شوق، تبلیغ کا جذبہ آپ کی نفیس طبیعت کا عکاس تھا۔ اور عقائد و نظریات دین کی ترویج و اشاعت کی طرف ذہن خوب مائل تھا۔ آپ عالم نہیں تھے لیکن اعلیٰ حضرت وغیرہ بزرگوں کی صحبتوں میں رہ کر خوب علمی استفادہ کیا۔ اور ضروری علوم سے بہرہ ور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قوت حافظہ عطا فرمائی تھی کہ وہابیہ اور اہل سنت کی بہت سی کتابیں آپ کو ازبر تھیں۔ مناظرے میں اگر موجود ہوتے تو مناظر کو بتاتے رہتے کہ فلاں مضمون فلاں کتاب کے فلاں صفحے پر ہے۔ جب وہ کتابیں دیکھی جاتیں تو وہ مضمون اس میں موجود ہوتا، اس طرح آپ کے ذکر کردہ حوالے کی تصدیق بھی ہوجاتی اور مطلوبہ مضمون بھی دستیاب ہوجاتا۔ آپ کو اکثر کتب مناظرہ بھی حفظ تھیں۔ آپ صدر الافاضل سے غایت درجہ محبت والفت فرماتے۔ اور آپ پر ہمیشہ شفیق رہتے تھے۔ آپ کو تصنیف و تالیف سے بھی لگاؤ تھا۔ آپ کی درج ذیل دو کتابیں فقیر کو دستیاب ہوئیں۔

اشرف المقاصد فی الدین، اظہار اغلوطات شمس الدین فی القرآن واحادیث سید المرسلین

شیخ الکل علامہ گل خاں کی کتاب **"ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب میلاد مصطفیٰ"** کے رد میں دیوبندی عالم منشی شمس الدین مرادآبادی نے **"کلمۃ التقوی"** نامی ایک کتاب لکھی۔ جس کے جواب میں کئی کتابیں لکھی گئیں ایک کتاب سولہ صفحات پر مشتمل بنام **"اشرف المقاصد فی الدین، اظہار اغلوطات شمس الدین فی القرآن واحادیث سید المرسلین"** ملا اشرف شاذلی صاحب نے بھی لکھی۔ کتاب میں خاص کر کلمۃ التقوی میں درج قرآن وحدیث کے ترجمے میں گرفت کی گئی ہے، جس کا چیلنج صاحب کلمۃ التقوی نے دیا تھا اور رکھا تھا کہ کوئی اس میں غلطی دکھائے تو اس کو انعام دیا جائے۔

کتاب کے سرورق پر صدر السطور درج ذیل شعر لکھا ہے ؎

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

پھر اس کے بعد لکھا ہے:

کتاب مستطاب پسند ہر شیخ و شاب: از تالیفات حافظ المسائل میاں محمد اشرف صاحب حنفی مذہب شاذلی مشرب مسمیٰ بہ "اشرف المقاصد فی الدین، اظہار اغلوطات شمس الدین فی القرآن واحادیث سید المرسلین" در مطبع احسن المطابع زیور طبع گرفت۔

ابتداے کتاب میں یوں رقم طراز ہوئے:

بعد حمد وصلاۃ کہ بندہ مسکین بیکین خیر خواہ اہل دین خادم اہل العلم والیقین عاصی آسی محمد اشرف مرادآبادی حنفی مذہب شاذلی مشرب عرض پرداز ہے"

کچھ آگے جا کے لکھتے ہیں:

"ایک کتاب ۱۹۲ر صفحوں کی کلمۃ التقوی نام منشی شمس الدین صاحب آزاد ملقب بہ محی السنت مرادآباد محلہ کسرول کے رہنے والے کے نام سے چھپی اور ہر گلی کوچے میں مشتہر کیا کہ یہ میری کتاب ذخیرۃ العقبیٰ کا رد ہے۔ اور در حقیقت اگر ایسی کتابوں کو ذخیرۃ العقبیٰ کا رد کہا جائے تو بے جا ہے۔ اور ذخیرۃ العقبیٰ کتاب تصنیف شدہ مولوی محمد گل خاں صاحب کی ہے، کہ انہوں نے اس کتاب میں نہایت تہذیب اور متانت اور انصاف سے جیسے سلف کا طریقہ ہے مسائل متعلقہ باستحباب میلاد شریف رسول اکرم کی جو دلائل نقلیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیے ہیں۔ منشی جی نے بعوض اس سعی جمیل مولانا مخدوم کے بجاے شکریہ وہ الفاظ حضرت قامع بدعت کی نسبت استعمال کیے، کہ اگر وہی الفاظ منشی جی کی نسبت استعمال کیے جائیں، تو ہماری طبیعت بھی ہرگز گوارا نہ کرسکے۔ یہ زمانے کی کج رفتاری کا باعث ہے کہ مولانا صاحب سے عالم بے بدل بہمہ تن خیر خواہ اہل اسلام کہ جان اور مال سے اہل اسلام کے نفع رسانی میں دریغ نہیں کرتے ہیں۔ ان کی شان میں ایسے کلمات کا استعمال کرنا خلاف دیانت اور تقوی ہے۔"

کتاب کی سن اشاعت پر مشتمل اپنے ایک عزیز کی لکھی ہوئی تاریخ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لہٰذا ایک تاریخ بانصیحت مناسب وقت کو اپنے ایک دوست سے لکھا کر زینت خاتمہ کتاب کرتا ہوں وہ یہ ہے۔

یاجی طلب تہذیب الکلام

۱۳۲۰ھ

غیر مقلدین کی افترا بازی ایصال ثواب میں رخنہ اندازی

غیر مقلدین کی افترا پردازیوں پر مشتمل آٹھ روقی رسالہ ہے، جو صدیقی پریس مرادآباد سے طبع ہوا۔ رسالہ میں غیر مقلدین کی طرف سے مختلف کتب، اشتہارات وغیرہ میں علماے اہل سنت پر افترا پردازی کے نمونے پیش کیے گئے ہیں۔ ہم یہاں صدرالافاضل سے متعلق بہتان تراشیوں، افترا پردازیوں سے متعلق عبارات پیش کرتے ہیں:

"عزیز الدین صاحب نے ایک اشتہار **مولوی نعیم الدین** کے قتل سے زائد فتنہ پروری چھاپا۔ اور لکھا اور ہم سے مطالبہ کیا کہ ۴۲ر سال گزر گئے رسالہ "اتباع سنت" کا جواب نہ دیا۔ اور دیتے کیوں کر وہ تو لوہے کے چنے چابنے تھے، الخ۔ ہم نے اشتہار کا حوالہ اس لیے دیا کہ شاید عوام کے روبرو کہہ دے کہ میں کیا جانوں، مطالبہ تو آپ کریں اور کتاب دوسرے کی بتائیں۔ اس کے دو جواب لکھے گئے۔ ایک رسالہ اثبات فاتحہ۔ دوسرا فیضان رحمت" [1]

وہابیہ کی طرف سے ایک اشتہار بعنوان ''فتح المبین ''تقسیم ہوا، جس میں صدر الافاضل پر درج ذیل افترا باندھا گیا۔

''خود **مولوی نعیم الدین صاحب** نے بھی تانگہ پر سوار ہو کر بازار میں کہا کہ آج میرا وعظ محلہ پیر غیب میں ہوگا۔ (از اشتہار فتح المبین)''

جس کے جواب میں ملا شاذلی صاحب نے لکھا:

''**مولوی نعیم الدین صاحب** کی نسبت عوام کو معلوم ہے کہ کبھی انہوں نے تانگہ پر بیٹھ کر اپنے وعظ کا اعلان نہیں کیا۔ لعنة الله علی الکاذبین۔''

مذکورہ اشتہار میں یہ افترا بھی کیا کہ

''**مولوی نعیم الدین صاحب مرادآباد** کا فرار (از اشتہار فتح المبین)''

جس کی تردید کرتے ہوئے شاذلی صاحب نے لکھا:

''کیا سفید جھوٹ ہے۔ نہ مولانا سے کوئی مناظرہ قرار پایا نہ شرائط طے ہوئے۔ لیکن فراری کا اعلان ضرور کر دیا گیا۔'' [غیر مقلدین کی افترابازی۔۔۔ص ۲]

کئی کتابیں آپ کی کوشش سے لکھی اور چھاپی گئیں چند کے نام درج ذیل ہیں:

براہین بینہ بر اثبات نذور معینہ

یہ کتاب شیخ الکل علامہ گل خاں کابلی کی تصنیف کردہ ہے۔ اس کتاب کے سرورق پر بحسن کوشش بلیغ کے تحت آپ کا اسم گرامی ''میاں محمد اشرف صاحب'' لکھا ہوا ہے۔

---

[۱] علامہ گل خاں کی کتاب ''دعاے برکت بر طعام ضیافت'' کے رد میں منشی شمس الدین مرادآبادی نے ایک کتاب بنام ''اتباع سنت'' لکھی۔ جس کے جواب میں اثبات فاتحہ اور صدر الافاضل کی کتاب بڑی ہی معرکۃ الآرا کتاب ''فیضان رحمت بعد از دعاے برکت'' جو چند سال قبل فقیر کی تقدیم، تحشیہ، ترتیب جدید، تذہیب کے ساتھ سو سال بعد دوبارہ، دو مرتبہ چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔

ملا اشرف شاذلی نے اسی حوالے سے لکھا ہے کہ مولوی عزیز الدین کا کہنا ہے کہ اتباع سنت کا کوئی جواب نہیں آیا حالاں کہ اس کے اب تک دو جواب آچکے ہیں۔ لہٰذا یہ غیر مقلد کا صریح افترا تھا۔

اشرف البراہین المنھودہ علی حرمۃ الغرابین الھندیۃ

زاغ معروفہ کی حلت و حرمت کے حوالے سے معرکۃ الآرا بحث پر مشتمل یہ رسالہ شیخ الکل علامہ گل خاں کا ہے۔ یہ کتاب ملا اشرف شاذلی صاحب کی فرمائش پر لکھی گئی اور انہیں کے نام کی نسبت سے کتاب کا نام بھی رکھا گیا۔ علاوہ ازیں کتاب کی طباعت کا بار بھی ملا اشرف صاحب نے اپنے کاندھے پر لیا اور کتاب مفت تقسیم کرنے کی بات کہی۔ یہ تفصیل خود صاحب کتاب علامہ گل خاں صاحب نے بیان کی۔ ملاحظہ فرمائیں:

”برادر دینی عزیز جانی میاں محمد اشرف صاحب مرادآبادی نے مجھ سے فرمایا کہ ایک ایسی کتاب مختصر چند ورقے پر مشتمل بروایات مفتی بہاے فقہا تالیف کرنی چاہیے کہ ان روایات کی بموجب ان دیسی کووں کا حال حل و حرمت بخوبی معلوم ہو۔ اور اس کو چھپوا کر وقف کردوں گا اور جو مسلمان اس کو طلب کرے محصول ڈاک اس کے ذمے اور کتاب مفت بھیج دوں گا۔ لہٰذا بندہ مسکین نے اس مختصر میں اقوال مفتی بہا کو جمع کیا کہ ان سے دیسی کوے کی حرمت بخوبی ثابت ہے۔ اور چوں کہ برادر دینی میاں محمد اشرف صاحب اس مختصر کی تالیف کے لیے علت باعثہ تھے۔ لہٰذا ان کے نام کے آخری صفحہ کتاب کے نام میں داخل کر کے اس کا **”اشرف البراہین المنھودہ علی حرمۃ الغرابین الھندیۃ“** نام رکھا۔ امید ہے کہ جو مسلمان بھائی اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں گے تو مجھ مسکین اور میاں محمد اشرف کو دعاے خیر سے یاد اور شاد فرمائیں گے۔

الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ

صدرالافاضل کی علم غیب نبوی پر معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کی فرمائش ملا اشرف شاذلی صاحب نے کی تھی۔ جب یہ کتاب مکمل ہوگئی اور آپ نے اسے سنا تو آپ حد درجہ خوش ہوئے اور اسی خوشی میں آپ کو ایک پاندان اور چھوٹے بڑے دو اگالدان اپنے ہاتھ سے بنا کر بطور انعام عطا فرمائے صدرالافاضل نے اسے قبول فرمایا اور تاحیات اسے استعمال میں رکھا۔ ساٹھ سال سے زیادہ استعمال کرنے کے باوجود بھی ان کی قلعی خراب نہیں ہوئی۔ مفتی غلام معین الدین نعیمی لکھتے ہیں:

”جب یہ کتاب (الکلمۃ العلیا) شائع ہوئی تو مراد آباد میں ایک بزرگ اَن پڑھ تھے، لیکن مذہبی تبلیغ میں گنجینہ معلومات تھے۔ ان کا نام حاجی ملا محمد اشرف صاحب شاذلی تھا۔ حاجی صاحب موصوف **حضرت (صدرالافاضل)** قدس سرہ سے غایت محبت و شفقت فرماتے تھے۔ جب حاجی صاحب نے اس کتاب کو سنا تو بے حد خوش ہوئے اور انعام کے طریقے پر اپنے ہاتھ سے بنا کر ایک پاندان اور دو اگالدان خورد و کلاں **حضرت صدرالافاضل** کو عطا فرمائے، جو آج تک آستانہ قدس میں موجود ہیں۔ صنعت گری کا کمال یہ ہے کہ ساٹھ برس سے زیادہ ہوگئے برابر استعمال میں ہیں

لیکن ان کی قلعی بھی خراب نہیں ہوئی ہے۔“[حیات صدر الافاضل ص ۳۲، ناشر ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور]

یہ کتاب چوں کہ آپ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی اس لیے اس کی اشاعت کا بار بھی آپ نے ہی اٹھایا۔ **محمد عبد الرشید** کے مطبع شمس المطابع مرادآباد سے یہ کتاب آپ نے چھپوائی۔ اس کتاب کے سرورق سے سن اشاعت صاف نہیں ہے۔ البتہ ماہنامہ السواد الاعظم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب کی پہلی اشاعت ۱۳۲۳ھ میں ہوئی تھی۔

تائید بر فتوی صدر الافاضل

طاعون وغیرہ کسی بھی بلا ووبا کے وقت اذان کہنا سنت ہے۔ اس تعلق سے صدر الافاضل کے ایک تفصیلی فتوے پر آپ نے درج ذیل الفاظ میں تصدیق کی۔ لکھتے ہیں:

حدیث صحیح کا مضمون ہے کہ شیطان اذان کی آواز سے بھاگ کر روحا تک چلا جاتا ہے اور روحا مدینہ سے ۳۶ میل ہے۔ ہمارے پاس مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا خط موجود ہے جس میں انہوں نے وبا کے لیے اذان کو جائز لکھا ہے۔

محمد اشرف (شاذلی)

[اشتہار المشتہر ملا محمد اشرف شاذلی: مملوکہ فقیر]

وفات

۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۳ھ مطابق ۳۰/ اپریل ۱۹۴۴ء کو آپ دار فانی سے دار بقا کو کوچ فرما گئے۔ آپ کی تاریخ وفات پر صدر الافاضل نے عربی و فارسی میں درج ذیل تاریخی قطعات تحریر فرمائے جو لوح مزار پر کندہ ہوئے۔ ملاحظہ ہو:

خلیل	الطف	حبیب	انفس
محمد	اشرف	معین	سنة
اهان	کفرا	اعان	حقا
محمد	اشرف	نصیر	ملة
رآی	بقلبه	ضیاء	احمد
فمات	شوقاً	فقال	حسرة
لعام	وصلة	براس	آمن
محمد	اشرف	تبارک	الله

۱۳۶۳ھ

آخری شعر کے پہلے مصرعے میں لفظ آمن سے الف کا عدد ایک (ا) لے کر دوسرے مصرعے کے مکمل اعداد جمع کریں تو سن وفات بر آمد ہوتی ہے۔ ۱۳۶۳ھ۔

فارسی تاریخی قطعہ

حاجی اشرف کہ حامیِ دین بود
عمر در سعی دین صرف نمود
بہ ولائے جناب ختم رسل
عاقبت یافت از خدا محمود
سالِ رحلت چو جستم از ہاتف
نور اللہ شاذلی فرمود
۱۳۶۳ھ

باب ۷
معاصرین

بہر آں صدر الافاضل شاہ نعیم الدین ما
اہل سنن کے مقتدا اہل ولا کے پیشوا
حضرت شہ نعیم دیں نائب شاہ مرسلیں
ہند میں جس نے بالیقیں دین نبی جِلا دیا

اجمل العلماء مفتی اجمل حسین نعیمی سنبھلی علیہ الرحمۃ

حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خاں بریلوی

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد ررضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان،

شہر بریلی شریف کے محلہ سوداگران میں ماہ نور ربیع الاول ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو آپ کی پیدائش ہوئی۔ محمد نام اور حامد رضا عرف تجویز کیا گیا۔ والد گرامی کی آغوش محبت میں تربیت پائی اور انہیں کی بارگاہ علم میں رہ کر علوم وفنون کی جملہ منازل طے فرمائیں۔

حضور شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں مارہروی قدس سرہ سے مرید ہوئے۔ اجازت وخلافت حضور نوری میاں اور اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت سے حاصل کی۔ منظر اسلام میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ نامور تلامذہ ملت کو عطا کیے۔ مذہبی، مسلکی، قومی وملی بہت سی نمایاں خدمات انجام دیں۔ بدمذہبوں سے بہت سے مناظرے کیے اور کامیابیاں حاصل کیں۔ دسیوں علمی کتابیں لکھیں۔ بہت سے اہم اور ضروری فتاوی تحریر فرمائے۔ ۱۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ ۲۳؍ مئی ۱۹۴۳ء بروز اتوار رات گیارہ بجے رات کو آپ کا وصال ہوا۔ اور اعلیٰ حضرت کے احاطہ مزار کے دائیں جانب تدفین عمل میں آئی۔

حجۃ الاسلام اور صدرالافاضل

صدرالافاضل اور حجۃ الاسلام کے درمیان بڑا گہرا رابطہ تھا۔ ملک میں جب بھی کوئی مذہبی ومسلکی معاملہ اٹھتا تو اولاً بریلی شریف میں علما کی خصوصی میٹنگ ہوتی تھی۔ صدرالافاضل کو خاص کران مجالس میں بلایا جاتا۔ اور جلسوں میں بھی عموماً خطاب کے لیے صدرالافاضل کو مدعو کیا جاتا تھا۔ یوں ہی جب مرادآباد میں کوئی جلسہ ہوتا یا کوئی اہم پروگرام ہوتا تو صدرالافاضل حجۃ الاسلام کو ضرور دعوت دیتے تھے۔

سنی کانفرنس میں حجۃ الاسلام کی صدارت

پہلی سنی کانفرنس میں حجۃ الاسلام مجلس استقبالیہ کے صدر بنائے گئے۔ آپ نے ۵۵۔ صفحات پر مشتمل خطبہ استقبالیہ بھی پیش فرمایا۔ جس میں سنی کانفرنس کے مذہبی وسیاسی منصوبوں کا خاکہ پیش کیا گیا تھا۔ یہ خطبہ دو روز تک سنایا گیا۔ یہ خطبہ مذہبی، سیاسی، ملی سماجی، ہر پہلو سے مفید وکارآمد تھا اور آج بھی ہے۔ اس خطبہ کا ایک ایک حرف آپ کی مدبرانہ ومفکرانہ صلاحیتوں کا خطبہ پڑھتا نظر آتا ہے۔ اخبار مخبر عالم مرادآباد لکھتا ہے:

''مجلس استقبالیہ کے صدر **حضرت مولانا الحاج مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی** تجویز ہوئے... اور ۱۶/ مارچ کو خطبہ صدارت استقبالیہ جو اس وقت صرف ۴۸ صفحہ تک چھپ کر تیار ہو سکا تھا پڑھا گیا''
[اخبار مخبر عالم مراد آباد: ۲۳/ مارچ ۱۹۲۵ء، ص ۲]

اخبار الفقیہ امرت سر میں ہے:

''**جناب حضرت مولانا مولوی شاہ حامد رضا خاں صاحب قادری برکاتی سجادہ نشین بارگاہ رضویہ** صدر مجلس استقبالیہ کا شان دار خطبہ پڑھا گیا۔ جس کا اکثر حصہ چھپ چکا تھا۔''

[اخبار الفقیہ: ۲۸/ مارچ ۱۹۲۵ء ص ۹]

محدث اعظم ہند ماہنامہ اشرفی، کے اداریہ میں اس مبارک خطبہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اس کے بعد **حضرت والا درجت شیخ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب قبلہ** صدر مجلس استقبالیہ نے اپنا استقبالی خطبہ صدارت شروع کیا اور حضرت حجۃ الاسلام نے اس خطبے کو دو اجلاسوں میں ختم فرمایا۔ یہ خطبہ صدارت اپنی نوعیت کا ایسا جامع خطبہ تھا، جو حضرت خطیب کے شایان شان ہے۔ ہندوستانی سیاسیات اغیار کی پالیسیاں تدابیر دفاع نظام عمل وغیرہ کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جس کو شرعی نقطہ نظر سے آئینہ نہ فرما دیا ہو۔ اور سلسلہ کلام میں ہندوستان کے فتن اور نام نہاد اتفاق واتحاد کی حقیقت صاف فرما کر اس کا محل صحیح روشن فرمایا ہے۔ یہ کہنا بالکل بے محل نہیں ہے کہ دنیائے اہل سنت میں ہندوستان کے اندر اپنی خصوصیات میں یہ سب سے پہلا خطبہ تھا اس کے پڑھنے کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقاصد عالیہ پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ اور وہ ساری تجاویز پیش نظر ہو جاتی ہیں جو کانفرنس میں باتفاق آرا طے پائی ہیں۔ یہ خطبہ اجلاس میں عام طور پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ پہلا اجلاس ان دونوں خطبوں پر ختم ہو گیا۔ **سید محمد غفرلہ**۔''　[ماہنامہ اشرفی: شوال ۱۳۴۳ھ، ص ۱۸]

علاوہ ازیں سنی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ء میں محدث اعظم ہند کچھوچھوی نے اپنے خطبہ صدارت میں آپ کے اس خطبے کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اپنا قیمتی تاثر درج ذیل الفاظ میں پیش فرمایا تھا۔ ملاحظہ ہو:

''۲۰۔۲۱۔۲۲۔۲۳/ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶۔۱۷۔۱۸۔۱۹/ مارچ ۱۹۲۵ء کی تاریخیں تھیں۔ مراد آباد میں جامعہ نعیمیہ کا عظیم الشان میدان تھا۔ اور ملک وملت کے حقیقی رہنماؤں کا جھمگٹا تھا۔ اور بحیثیت صدر مجلس استقبالی **حضرت بابرکت شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ قدس سرہ** کا تاریخی خطبہ استقبالیہ پڑھا جا رہا تھا۔ جس کا لفظ لفظ آج بھی وہی معنویت اور نور ہدایت رکھتا ہے جو اس وقت اس میں تھا اور جس کی کھلی کھلی پیشن گوئیوں کو ہماری بدقسمت آنکھوں نے دیکھا۔ اور عالم ربانی وعارف باللہ کے نور فراست کو آخر دنیا کو مان لینا پڑا۔ جس کو یاد کر کے ہمارے دل کی گہرائیوں سے بے ساختہ آہ نکلتی ہے، کہ کاش ہم درمیانی مدت کو ضائع نہ کرتے اور کاش

دشمنان نظام اسلام کو ہم اسی دن پہچان گئے ہوئے تو آج ہم کتنے بلند مقام پر ہوتے۔ اور درندگان زمانہ نے اسلام کی بھولی بھالی بھیڑوں کو جو شکار کر لیا ہے ہم اس عظیم مصیبت سے محفوظ رہتے۔ آئیے ہم اور آپ سورہ فاتحہ واخلاص کا تحفہ روح **حضرت حجۃ الاسلام** کو ہدیہ کریں۔ اور ان تمام اعیان اسلام کو ہدیہ کریں جن کو ہم اس عرصے میں گم کر چکے ہیں۔"

[خطبہ صدارت جمہوریت اسلامیہ۔ مطبوعہ اہل سنت برقی پریس مرادآباد: ص ۳]

حجۃ الاسلام سنی کانفرنس کے صدر مستقل

۱۹۲۷ء میں حجۃ الاسلام کو سنی کانفرنس کا مستقل صدر قرار دیا گیا۔ اس سلسلے میں اہل سنت کی طرف سے آپ کو تبریک و تہنیت کے ہدایا پیش کیے گئے۔ ۱۳، ۱۴، ۱۵/ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۶، ۱۷، ۱۸/ مئی ۱۹۲۷ء پوکھریرا ضلع مظفر نگر میں سنی کانفرنس کے اجلاس میں آپ کی مستقل صدارت کی خوشی میں درج ذیل تاثر پیش کیا گیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

"اس سال کے لیے الجمیعۃ العالیہ کے صدر مستقل کے معزز ترین عہدہ پر **حضرت عظیم البرکۃ امام العلماء حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا الحاج المفتی القاری الشاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری دام ظلہم العالی** کا انتخاب، جذبات اسلامیہ ہند کی صحیح ترجمانی اور کرسی صدارت کی بہترین زینت افزائی ہے۔ ہم بصمیم قلب حضور پر نور سرکار حجۃ الاسلام حضرت علامہ بریلوی قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم کے حضور مراسم عقیدت ولوازم تحیت بجالاتے ہیں۔ مولیٰ کریم اسلامی دنیا کو تادیر حضرت ممدوح الشان کے فیوض وبرکات سے فائض المرام کرے۔ آمین"

[السواد الاعظم مرادآباد: محرم/ ۱۳۴۶ھ، ص ۹]

موتمر العلماء کی بنیاد اور حجۃ الاسلام کی صدارت

صدر الافاضل کی تحریک پر جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے سالانہ اجلاس منعقدہ، ۱۷، ۱۸، ۱۹/ شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ مطابق ۳/ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں حجۃ الاسلام نے علما کی ایک تنظیم بنام "موتمر العلماء" کی بنیاد ڈالی۔ اور آپ باتفاق علما اس تنظیم کے صدر قرار پائے۔ صدر الافاضل ناظم قرار دیے گئے۔ اس حوالے سے تفصیل تحریکات کے باب میں ملاحظہ کریں، یہاں بس صدر الافاضل کی تحریر سے ایک اقتباس پیش ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"۱۷، ۱۸، ۱۹/ شعبان المعظم ۱۳۵۸ ہجری کو جامعہ نعیمیہ میں دستار بندی کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں چوں کہ اس فقیر کے فرزندوں کی دستار بندی بھی تھی۔ اس لیے باوجود جملہ اسباب ناکامی جلسہ امید سے زائد کامیاب ہو گیا۔ حضرات علمائے کرام اپنے اس محبت و کرم سے جو ان کو اس فقیر کے ساتھ ہے کثیر تعداد میں تشریف فرما ہوئے۔ **حضرت شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا الحاج القاری المفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم** نے اس مقصد کے

لیے علماے موجودین کو جمع فرمایا اور اس مبارک جماعت کی بنیاد قائم فرمائی اور اس کا نام موتمر العلماء رکھا۔ حضرت موصوف کو علماے موجودین نے صدر مانا اور اس صدارت کو سبب کامیابی سمجھا۔ اور اس فقیر کے دوش ضعیف پر بار نظامت رکھا گیا۔ ہر چند معذرتیں کیں مگر پذیرانہ ہوئیں۔

خداوند عالم ان حضرات کی دعاؤں کی برکت سے ان خدمات کے ادا کرنے کی اہلیت و قوت عطا فرمائے۔

فقیر محمد نعیم الدین غفرلہ از مرادآباد

[قرطاس رکنیت: مطبوعہ اہل سنت برقی پریس مرادآباد صفحہ ۱]

شہزادگان صدر الافاضل کی رسم دستار فضیلت اور حجۃ الاسلام کا تہنیتی عربی تاریخی کلام

یکم تا ۳/ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو جامعہ نعیمیہ کا انتیسواں سالانہ اجلاس منعقد ہوا، جس میں تیسرے روز صدر الافاضل کے شہزادگان عالی مرتبت حضرت مولانا ظفر الدین صاحب و مولانا اختصاص الدین صاحب اور صدر الافاضل کے داماد محترم مولانا یعقوب علی صاحب کی رسم دستار فضیلت ادا کی گئی نیز بارہ اور فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی بھی ہوئی۔ آپ نے صاحبزادگان کے اساتذہ کو خلعت نفیسہ سے نوازا۔ علماے کرام کے بیانات ہوئے۔ حضرت حجۃ الاسلام کی جانب سے مبارک بادی کے طور پر عربی میں لکھی ہوئی نظم مولانا عبد المصطفیٰ صاحب نے پڑھ کر سنائی جس سے سامعین خوب خوب محظوظ ہوئے۔ اخبار مخبر عالم سے پہلے جلسہ والے دن کی خبر ملاحظہ ہو:

"جامعہ نعیمیہ میں آج سے جلسہ دستار بندی شروع ہوا، جو تین دن تک مسلسل قائم رہے گا۔ بکثرت حضرات علماے کرام آنے والے ہیں۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کی تشریف آوری کی خبر گرم ہے۔ اس مرتبہ علاوہ فارغ التحصیل طلبہ کے **حضرت صدر الافاضل الحاج مولانا حافظ محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مدظلہ العالی** کے دو صاحبزادگان مولانا میاں ظفر الدین و مولانا میاں اختصاص الدین صاحبان و خویش حکیم مولوی یعقوب علی صاحب سند یافتہ طبیہ کالج لکھنؤ کی بھی دستار بندی ہونے والی ہے۔"

[اخبار مخبر عالم مرادآباد: یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء۔ ۱۷/ شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ ص ۴۔ یکشنبہ]

دستار بندی کے تین روزہ اجلاس ختم ہوئے تو اخبار مخبر عالم میں ان اجلاس کی اجمالی روداد شائع کی گئی، جس میں صدر الافاضل کے صاحبزادگان کی دستار بندی اور اجلاس کی کاروائی بیان کی گئی۔ پیش ہے ملاحظہ فرمائیں:

"جامعہ نعیمیہ مرادآباد کا انتیسواں سالانہ جلسہ دستار بندی یکم و ۲ و ۳/ اکتوبر کو جامعہ کی وسیع عمارت میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوا۔ یوں تو ہر سال ہی جامعہ کے اجلاس نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہوا کرتے ہیں۔ مگر امسال علماے کرام کے عظیم الشان اجتماع کا سبب **حضرت عالم اہل سنت فخر الاماثل صدر الافاضل مولانا الحاج المولوی**

الحافظ الحکیم محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم کے فرزندان جلیل مولانا حکیم ظفر الدین احمد و مولانا اختصاص الدین احمد اور حضرت موصوف کے خویش حکیم مولوی یعقوب علی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ کی دستار بندی تھی۔ اس لیے بکثرت علماے کرام و صوفیاے عظام و روساے بلاد نے شرکت فرمائی، جن کی تعداد پچاس کے قریب ہوگی۔ بہت سے حضرات کو تقریر کا موقع بھی نہ مل سکا۔ ہر سہ روز ہزارہا مسلمانوں کا مجمع تقریر علما سے مستفید ہوتا رہا۔ جامعہ کا وسیع میدان سامعین کی کثرت سے دروازے تک بھر جاتا تھا۔ ۳۱؍ اکتوبر کو رات کے دس بجے وہ مبارک ساعت آئی جس کا مدتوں سے انتظار تھا۔ تمام خدام بارگاہ نعیمی کے قلوب میں خوشی کے ولولے موجزن ہوئے دستارہاے فضیلت جلسہ میں لائی گئیں۔ دستار بندی سے قبل **حضرت صدر الافاضل مدظلہ** نے صاحبزادگان کے اساتذہ کو نفیس جوڑے مرحمت فرمائے، جوان حضرات نے اداے شکر کے ساتھ قبول کرکے زیب تن کیے۔ اس کے بعد صاحبزادگان والا شان اور جامعہ کے باقی بارہ فارغ التحصیل طلبہ کے سروں پر دستار فضیلت باندھی گئی۔ کیسا مبارک وقت اور دل فریب منظر تھا چہروں پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔

نیاز کیشان با اخلاص نے مبارکبادیاں پیش کیں۔ نقد و مٹھائی صاحبزادگان کے لیے جو کپڑے خاص کر باشندگان محلہ چوکی حسن خاں نے نہایت اخلاص مندی کا ثبوت دیا۔ شعرا نے نظمیں پڑھیں اور جودت طبع کے جوہر دکھائے، بالخصوص وہ نظم عربی جو مبارک باد کے لیے **حضرت شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا مولوی شاہ حامد رضا خاں صاحب** نے تحریر فرمائی تھی اور مولوی عبد المصطفیٰ صاحب نے پڑھی، تو جماعت علما جھومنے لگی۔ مولیٰ تعالیٰ نے حضرت موصوف کو نظم و نثر عربی میں ید طولیٰ مرحمت فرمایا ہے۔" [اخبار مخبر عالم، ۸؍ اکتوبر ۱۹۳۹ء ص ۱۲]

فقیر نعیمی کو حجۃ الاسلام کا ذکر کردہ عربی تاریخی کلام تلاش بسیار کے بعد صدر الافاضل کے نبیرہ حضرت سید انعام الدین صاحب کے یہاں دستیاب ہوا۔ فقیر کی درخواست پر حضرت نے یہ کلام عنایت فرمایا۔ قارئین کے ذوق بصارت کی نظر ہے ملاحظہ فرمائیں:

حجۃ الاسلام کا رقم فرمودہ کلام

تلك عشرة كاملة

ترنمت البلابل والعنادل | وبشرنی حمامات البشائر
تبسمت الثغور فيا بشری | تضحت القلوب بالبشائر
ظفرتم باختصاص الدين علم | وكم ترك الاوائل للاواخر
لقد اوتيتما خيرا كثيرا | وتوحتم تيجان المفاخر

فبارك ربكم منكم وفيكم — لكم وبكم عليكم ما العناصر
ودمتم فوقما رمتم معينا — لدين المصطفى فوق المناير
سرورنا ايمن الله سرور — لعمرى انها بشرى البشائر
اطال الله عمر كما وفزتم — بفيض **نعيم دين** فى الضمائر
تزينت الرؤس من العمائم — فارخ حامد **تاج بالمفاخر**
۱۳۵۸ھ
سرور فى سرور فى سرور — وفرح فوق فرح فى السرائر

تاریخ تکمیل التحصیل لمولانا المولوی ظفر الدین و مولانا المولوی اختصاص الدین جعلهما الله باسمهما ظفر الدین و جعلهما اختصاصا بالدین.... مولانا المولوی الحاج الحافظ الحکیم نعیم الدین الذی ہو نعیم الدین و معین الدین بجاہ النبی الامین المتین خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ.... اجمعین۔

حجۃ الاسلام کا مناظرہ لاہور اور صدر الافاضل

حجۃ الاسلام اور مولوی اشرف علی تھانوی کے مابین لاہور مسجد وزیر خاں میں ۳۱؍ جنوری ۱۹۳۴ء ۱۵؍ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ بدھ کے دن مناظرہ طے ہوا۔ فریقین کی طرف سے یہ بھی طے ہوا کہ جو بھی مناظرہ گاہ میں حاضر نہ ہوگا اس کی شکست تسلیم کی جائے گی۔ ہاں البتہ کسی وجہ سے اگر وہ نہ حاضر ہوسکے تو اپنا وکیل مطلق بنا کر کسی کو مناظرہ کے لیے پیش کرے۔ مقررہ تاریخ میں حجۃ الاسلام اور علمائے اہل سنت اور چند دیوبندی علما مناظرہ گاہ میں صبح دس بجے تک اکھٹا ہوگئے، مگر تھانوی صاحب نہیں پہنچے۔ اور نہ ان کا کوئی وکیل وماذون مطلق مناظرہ گاہ میں آیا۔ ہاں مولوی منظور نعمانی چند لوگوں کے ساتھ مناظرہ گاہ میں آئے اور وکالت نامہ دکھایا جو مجوزہ شرطوں کے مطابق نہ تھا۔ مگر پھر بھی مولوی منظور نعمانی کو مناظرے کی اجازت دے دی گئی۔ اور حجۃ الاسلام بنفس نفیس وہاں موجود تھے۔ مولوی منظور نعمانی چوں کہ آپ کا مخاطب ومقابل نہ تھا اس لیے آپ نے حضرت شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں کو وکیل مطلق بنا کر منظور نعمانی سے مناظرہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور پھر مناظرہ شروع ہوا۔ کچھ دیر گزری کے حالات بایں رسید کہ مولوی منظور نعمانی بھی بہانہ کرکے مناظرہ گاہ سے فرار ہوگئے۔ اور اس طرح اہل سنت وجماعت کو خاص کر حجۃ الاسلام کو ایک عظیم فتح، اللہ کے فضل سے نصیب ہوئی۔ پورے لاہور میں اہل سنت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور دیوبندی گروہ ذلیل ورسوا ہوکر ماتم کناں ہوگئے۔

حجۃ الاسلام کو اہل سنت کی طرف سے مبارک بادی کے ہدیے پیش کیے جانے لگے۔ چند دن آپ وہاں

ٹھہرے اور پھر آپ، مفتی اعظم ہند اور چند علما پنجاب پہنچے اور پھر وہاں سے مرادآباد پہنچے، جہاں صدر الافاضل کی معیت میں ہزاروں لوگوں نے آپ کا زبردست شایان شان استقبال کیا۔ گل پاشی اور گل پوشی کی گئی۔ اسٹیشن سے جامعہ نعیمیہ تک جلوس نکالیا گیا۔ جامعہ نعیمیہ پہنچ کر مجمع عام میں صدر الافاضل نے مرادآباد آنے پر آپ کا شکریہ ادا کیا۔ اور مناظرے میں آپ کی کامیابی کا تفصیلی ذکر فرمایا۔ جواب میں آپ نے بھی شکریہ ادا کیا۔ اور پھر یہ مختصر سی مجلس دعا پر ختم کردی گئی اور رات کو جلسے کا اعلان کردیا گیا۔ ماہنامہ السواد اعظم، سے اس کی روداد ملاحظہ ہو:

”مناظرہ لاہور میں اہل سنت کی بین وابین کامیابی کی پیہم اطلاعات جو مرادآباد میں پہنچ رہی تھیں انہوں نے مسلمانان مرادآباد کو **حضرت حجۃ الاسلام پیشوائے اہل سنت عالم اجل فاضل ابجل حضرت مولانا الحاج المولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب دامت برکاتھم** کے دیدار کا آرزو مند بنا رکھا تھا۔ دیدار فرحت آثار کے تمنائی گھڑیاں گن رہے تھے۔ حضرت ممدوح کی خدمت میں استدعا کی گئی تھی کہ پنجاب سے واپس ہوتے وقت اخلاص کیشان مرادآباد کو دیدار سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع عنایت فرمائیں۔

۹ر فروری کو شب کے ۱۰ر بجے تار سے اطلاع ملی کہ حضرت ممدوح صبح ۷ر بجے پنجاب میل سے رونق افروز ہوں گے۔ موسم سرما میں ۱۰ر بجے شب کو لوگ سوجاتے ہیں کسی کو اطلاع دینے اور خبر کرنے کا موقع بھی نہ تھا، لیکن باوجود اس کے صبح کو میل کے پہنچنے کے وقت مسلمانوں کی کثیر تعداد، جس میں عمائد و علما اور ہر طبقے کے مسلمان تھے، اسٹیشن پر موجود تھے۔ والنٹیروں کی ایک جماعت جھنڈیاں لیے ہوئے منشی شوکت حسین صاحب شوکت کی سرکردگی میں صف بستہ حاضر تھی۔ مجمع دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ بڑے اہتمام بلیغ سے حضرت کی تشریف آوری کا اعلان کیا گیا ہے۔ گاڑی آئی اور **حضرت حجۃ الاسلام** اور آپ کے برادر حقیقی مفتی ہند حضرت مولانا شاہ محمد مصطفی رضا خاں صاحب دام مجدہ اور جناب مولانا مولوی عبد الحق صاحب رئیس پیلی بھیت رونق افروز ہوئے۔ مرحبا کی صداؤں اور تکبیر کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ پھول نثار کیے گئے۔ اور موٹروں میں آپ کا جلوس اسٹیشن سے روانہ ہو کر بازار شاہی مسجد اور منڈی چوک سے گزرتا ہوا مدرسہ عالیہ اہل سنت و جماعت مرادآباد میں پہنچا۔ موٹر آراستہ کیے گئے تھے۔ راستے میں جا بجا مدحیہ نظمیں خوش آوازی سے پڑھی جاتی تھیں۔ لوگ پھول برساتے تھے۔ عطر اور پان پیش کرتے تھے۔ ہجوم کثیر تھا بڑے شان و شکوہ کے ساتھ حضرت کی سواری مدرسے میں پہنچی، تمام مجمع بیٹھ گیا۔ **اور حضرت صدر الافاضل مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم** نے مسلمانان مرادآباد کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام اور ان کے برادر حضرت مفتی ہند کی تشریف آوری و رونق افروزی کا شکریہ ادا کیا۔ اور آپ کی دینی خدمات اور حمایت ملت کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے طول حیات و کثرت فیوض و برکات کی دعا کی۔

حضرت حجۃ الاسلام نے نہایت فصیح عبارت میں **حضرت صدر الافاضل مدظلہ** کی تقریر کا اظہار تشکر و امتنان

کے ساتھ جواب دیا۔ پھر مدحیہ نظمیں پڑھی گئیں ۔ جلسے نے بہت داد دی یہ مجلس دعا پر ختم ہوئی۔ اور شب کے جلسے کا اعلان کر دیا گیا۔"

[ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد: ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ۔ ص ۲۸،۲۹]

واقعہ مناظرہ لاہور کی روداد صدر الافاضل کی زبانی

رات کو ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا، جس میں صدر الافاضل نے حجۃ الاسلام کے مناظرہ لاہور کے حوالے سے تفصیلی خطاب فرمایا۔ باذوق قارئین کے لیے صدر الافاضل کی تقریر پیش ہے۔ آپ نے فرمایا:

"مولوی اشرف علی صاحب کی حیثیت ایک ملزم کی حیثیت ہے جس پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ نے حکم شرع جاری فرمایا اور علماے مکہ و مدینہ وغیرہ نے اس کی تصدیق کی۔ کسی مجرم کو حق نہیں ہے کہ وہ حاکم شرع کو مناظرہ کی دعوت دے۔ باوجود اس کے بار بار مولوی اشرف علی صاحب سے ان کی مراد دریافت کی گئی اور وہ سالہا سال میں بھی اپنے کلام کی کوئی ایسی توجیہ نہ پیش کر سکے جو انہیں کفر سے بچا سکتی، اب حکم شرع جاری ہو جانے کے بعد ان کے لیے صرف یہی گنجائش باقی رہتی ہے کہ وہ اپنے ان کفری کلمات سے بالاعلان بے دریغ صاف اور واضح طور پر توبہ کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمانوں کو ان سے متارکت کر دینی چاہیے۔ ان کی جماعت پر بھی یہی لازم ہے کہ وہ انہیں توبہ کرنے پر مجبور کریں تاکہ ان کی عاقبت بھی درست ہو، اور ہندوستان کے مسلمان اس خانہ جنگی سے بھی امن پائیں جو تھانوی صاحب کی ہٹ اور ضد کی بدولت مسلمانوں کو برباد کر رہی ہے۔ اللہ کے سامنے سر نیاز جھکانا اور اس کے حضور توبہ کرنا بندہ کے لیے شرم کی بات نہیں۔

لیکن افسوس ہے کہ نہ مولوی اشرف علی صاحب اس وقت تک توبہ پر آمادہ ہوئے اور نہ ان کی جماعت نے انہیں اس پر مجبور کیا بلکہ بجاے اس کے وہ رات دن شر انگیزی اور تفرقہ پردازی میں سرگرم رہتے ہیں۔

شعبان میں حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسے تھے، ابھی وہاں علماے اہل سنت پہنچ بھی نہ پائے تھے کہ دیوبندی صاحبوں نے مناظرے کی دعوت دے دی اور فیصلہ کن مناظرے کے اعلان شائع کر دیے۔ حزب الاحناف کے اراکین نے مسلمانوں کو اس پروپیگنڈہ کے زہریلے اثر سے بچانے کے لیے دیوبندیوں کی دعوت مناظرہ کو منظور کر لیا۔ لیکن باوجودیکہ دیوبندی جماعت نے مولوی منظور سنبھلی اور مولوی اسمٰعیل سنبھلی کو بلا لیا تھا پھر بھی وہ مناظرے کے لیے آمادہ نہ ہوئے اور انہوں نے بجاے گفتگوے مناظرہ کے التواے مناظرہ کی راے پیش کی اور کہا کہ ۱۵ر شوال کو حضرت **مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی** اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے درمیان مناظرہ ہو جائے۔ ان دونوں صاحبوں میں ہر ایک کو اختیار ہے کہ خواہ وہ خود مناظرہ کریں یا مناظرے کے لیے اپنا وکیل مقرر کریں، جو فریق

بھی مناظرے کے لیے نہ آئے اور اپنا وکیل بھی نہ بھیجے اس کی شکست سمجھی جائے گی اور اس کے ہم خیال اس کو چھوڑ دیں گے۔ اس قرارداد کے منظور ہونے کے بعد ایک دنیا اس فیصلہ کن مناظرے کی منتظر تھی۔ اور ۱۵ر شوال کا ہر حصہ ملک میں بے چینی سے انتظار ہو رہا تھا۔ دیوبندی جماعت نے اپنے آپ کو مناظرے سے بچانے کی بہت کوششیں کیں۔ کہیں تو اپنے ہم خیال اخبار انقلاب میں مناظرہ کے خلاف مضمون چھپوائے، اور مناظرہ روکنے اور پیکٹنگ لگانے کے لیے نوجوانوں کو اُبھارا، کہیں ثالثوں کی خوشامد درآمد کر کے انہیں مجبور کیا، کہ وہ مجمع عام میں آنے پر راضی نہ ہوں۔ اور جب دیکھا کہ اہل سنت کسی طرح چھوڑنا نہیں چاہتے وہ وہابیوں کی اس تجویز پر بھی راضی ہیں کہ دس دس آدمیوں میں مناظرہ ہو جائے تو انہوں نے ثالث سے ایسے مجمع خاص سے بھی انکار کر دیا۔ سر اقبال کی تحریر اس انکار کی موجود ہے جو لاہور میں ۱۶ر شوال کو مجمع عام میں پڑھ کر سنا دی گئی۔

یہ بھی تدبیر نہ چلی اور **حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب دام مجدہ** نے لاہور پہنچ کر اپنی تشریف آوری کا اعلان شائع فرمایا اور یہ شائع فرمایا کہ ۱۵ر تاریخ ۱۰ر بجے دن کے مولوی اشرف علی صاحب یا ان کا وکیل مجاز مقام مناظرہ مسجد وزیر خاں میں حاضر ہو۔ جابجا سے ہزارہا آدمی اس مناظرے کے دیکھنے کے لیے آئے، بمجبوری وہابیہ کی جماعت کو مقام مناظرہ میں پہنچنا پڑا۔ ان میں کچھ تو مولوی احمد علی وغیرہ پنجاب کے حامیان دیوبندیت تھے اور مولوی منظور سنبھلی اور مولوی ابو الوفاء شاہجہانپوری یوپی سے گئے ہوئے تھے۔

مولانا مفتی سید احمد صاحب ناظم حزب الاحناف نے مجمع میں فرمایا کہ میرے اور دیوبندیوں کے درمیان جس مناظرے کی قرارداد تھی آج اس کی تاریخ آگئی اور الحمد للہ اہل سنت کے **پیشوائے جلیل حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم** مع جماعت کثیرہ علمائے اہل سنت کے جلسے میں رونق افروز ہیں۔

فریق مقابل مولوی اشرف علی صاحب تھانوی یا ان کے وکیل مجاز کو پیش کرے جس کو انہوں نے اپنی طرف سے باضابطہ مناظرہ کا وکیل بنایا ہو، اور سند وکالت مہری ودستخطی دی ہو۔ مجمع منتظر تھا کہ مولوی اشرف علی صاحب کا کوئی وکیل پیش ہو، کیوں کہ یہ تو سب کو معلوم تھا کو مولوی اشرف علی صاحب خود تو نہیں آئے ہیں لیکن اس وقت دیوبندی صاحبان کسی کو ان کے وکیل کی حیثیت سے بھی پیش نہ کر سکے۔ ایک میلا سا کاغذ نکال کر دکھایا جس میں چار وہابی مولویوں کو عبارت حفظ الایمان کی تفہیم کے لیے وکیل بنانے کا ذکر تھا۔ یہ تحریر مولوی اشرف علی صاحب کی بتائی جاتی تھی۔ وہابیوں کی ہمت پر آفریں ہے کہ انہوں نے اس تحریر کو وکالت مناظرہ کی سند قرار دے کر مجمع عام میں پیش کر دیا، اس پر مجمع میں جو اُن کی ہوا خیزی ہوئی اور حاضرین نے اس خفیف الحرکاتی کو جس نظر سے دیکھا اس سے لاہور کا بچہ بچہ واقف ہے۔ اور وہابیوں میں اگر کوئی غیرت مند ہے تو اس وقت کی ذلت کو کبھی فراموش نہ کرے گا۔

اہل سنت کی طرف سے مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ مناظرے کا وکالت نامہ لاؤ! تفہیم اور وعظ گوئی کی وکالت

کا یہاں کچھ کام نہیں ۔ مگر وہاں تھانوی صاحب نے مناظرے کا وکیل ہی کس کو کیا تھا جو کوئی مناظرہ کا وکالت نامہ پیش کر سکتا۔ ادھر سے مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ لاؤ! وکیل مناظرہ دکھاؤ مناظرہ کا وکالت نامہ! لیکن جب وہ نہ دکھا سکے اور مجمع نے دیکھ لیا کہ مولوی اشرف علی صاحب نے کسی کو مناظرے کا وکیل نہیں بنایا ہے اور نہ کوئی تحریر وکالت مناظرہ کی لکھی ہے تو مولوی حشمت علی صاحب نے فیصلہ کن مناظرے کی مسلم اور مانی ہوئی مقبول فریقین فتح کا اعلان کر دیا کہ الحمد للہ یہ اہل سنت کی بین وا بین فتح ہے کہ **حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب** تشریف فرما ہیں ۔ اور نہ مولوی اشرف علی صاحب خود آئے نہ انہوں نے کسی کو مناظرہ کا وکیل بنا کر بھیجا۔ یہ وہ حقیقت ہے جس پر کسی طرح پردہ نہیں ڈالا جا سکتا پنجاب میں تو دیوبندیوں کی اس شکست کا افسانہ بچے بچے کی زبان پر ہے ۔ اور لاہور کے ہزار ہا مسلمانوں نے وہابیوں کی اس بیکسانہ شکست کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ دوسرے مقامات کے مسلمانوں کو وہابی مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ لیکن اس کا کیا جواب ہے کہ جب مولوی اشرف علی صاحب نہیں آئے تو ان کی طرف سے کسی شخص کے نام مناظرہ کا وکالت نامہ ہو تا جب اس کو بھی وہابی نہ پیش کر سکے اور نہ آج پیش کر سکتے ہیں ۔ تو وہ کس منہ سے اس شکست کا انکار کریں گے ؟ بلکہ اس کے بعد وہابیہ نے مولوی منظور سنبھلی کو اپنی طرف سے مولوی اشرف علی کا وکیل مقرر کر کے عملاً اعتراف کر لیا کہ مولوی اشرف علی کی طرف سے کوئی شخص بھی مناظرے کے لیے وکیل نہیں کیا گیا تھا۔ پھر مولوی منظور کو وکیل مقرر کرنے کے لیے جو عبارت خود وہابیہ نے لاہور میں لکھی ، وہ بتاتی ہے کہ مناظرے کے وکالت نامے کی یہ عبارت ہونی چاہیے ؟ اور جب مولوی اشرف علی نے یہ عبارت لکھ کر نہیں دی، تو یہ دعوی کرنا کہ انہوں نے کسی شخص کو مناظرہ کا وکیل بنایا، محض غلط اور فریب دہی ہے ۔

پھر وہابیوں کے مقرر کردہ وکیل مولوی منظور بھی دو روز شرائط ہی میں اُلجھتے رہے اور اشتعال انگیزی کی باتیں کر کے کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح فساد ہو جائے ۔ کسی طرح مناظرے سے جان بچے ۔ بالآخر اپنے فریق کی طرف سے امن کی ذمہ داری اٹھانے کا اعلان کرا کے چلتے ہو گئے ۔ اور پولیس کو اپنی خفت و فرار کی آڑ بنایا۔ تمام مجمع ویسے ہی قائم رہا۔ اہل سنت کے شام تک اور شام کے بعد رات کے تین بجے تک جلسے ہوتے رہے اور کوئی چوں کرنے والا ہی نہ تھا۔ مولوی منظور اور مولوی اسمٰعیل اور مولوی ابوالوفا کا مولوی حشمت علی کے مقابلے سے بھاگ جانا اور مجمع عام سے بد حواس ہو کر اس طرح چل پڑنا کہ نہ سلام ، نہ کلام ، نہ یہ گفتگو کہ کیوں جاتے ہیں ، کہاں جاتے ہیں ، قیامت تک لوٹیں گے یا نہ لوٹیں گے ، یہ کوئی چیز بھی مولوی حشمت علی صاحب کے لیے قابل فخر نہیں ہے ، کیوں کہ وہابیہ کی اس جماعت میں کوئی ایک بھی ان کے مقابلے کا نہ تھا۔ مولوی منظور کو بار باران کے مقابلے میں شکست ہو چکی ہے ۔ لیکن اگر مولوی اشرف علی بھی آتے اور وہ بھی اس طرح بھاگتے یا بالکل لاجواب ہو کر رہ جاتے تو بھی ہمارے لیے یہ بات کچھ قابل فخر نہ تھی۔ ہماری تمام نقل و حرکت اور ہمارے اس اجتماع اور محنت کی غایت صرف اتنی ہی تھی کہ وہابیہ

اپنی غلطی کو محسوس کریں اور تائب ہوجائیں۔اگرانہیں اس کی توفیق ہوتی اور وہ انصاف اور خداترسی کے ساتھ جرأت ودلیری سے اعتراف قصور کر کے سچی توبہ کرتے تو اس سے ہندوستان کی خانہ جنگی مٹ جاتی۔اور یہ بات ہمارے لیے قابل مسرت ہوتی۔اس مجمع سے صرف اتنا فائدہ تو ہوا کہ بہت سے عوام جوان صاحبوں کی صورتوں سے دھوکا کھائے ہوئے تھے ان پران کی حقیقت حال کھل گئی۔لیکن ہمارا مطمح نظر اس سے بھی بلند ہے۔اور ہم اب تک یہی چاہتے ہیں کہ کوئی صورت ایسی ہو کہ تھانوی صاحب اپنے کلمات کی شناعت پر نظر کریں اور تائب ہوں اور ہندوستان کے مسلمانوں کی خانہ جنگی مٹ جائے... تھانوی صاحب اپنی ہٹ پر ہیں۔اپنی ضد پر ہیں۔اب تک توبہ کی طرف مائل نہیں۔نہ ان کی جماعت ان پر توبہ کے لیے زور ڈالتی ہے۔ایسے حالات میں بجز اس کے کیا چارہ کار ہے کہ مسلمان اس جماعت سے ترک تعلقات لازم سمجھیں۔اور اپنے آپ کو وہابیوں کی شر افشانیوں سے محفوظ رکھیں۔الخ۔‘‘

[ماہنامہ السوادالاعظم: بابت ماہ ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ۔۱۳۵۲ھ۔ص۲۹تا۳۳]

الغرض صدرالافاضل کی مذکورہ تقریر سے لاہور میں حجۃ الاسلام کے ذریعے اہل سنت کی فتح ونصرت اور حقانیت اور وہابیہ اور پیشوائے وہابیہ، تھانوی جی کی ذلت آمیز شکست کا حال واضح طور پر منکشف ہوگیا۔اور حجۃ الاسلام اور صدرالافاضل کے مابین تعلقات کا بھی پتہ چل گیا۔

حجۃ الاسلام اور صدرالافاضل لکھنؤ مولانا عبدالباری لکھنوی کے یہاں

مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی نے جب گاندھی اور دیگر سیاسی لوگوں سے میل جول بڑھایا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ علمی برکتوں سے دور ہوتے گئے۔اسی سبب ان سے کچھ کفریہ کلمات سرزد ہوگئے۔اعلیٰ حضرت نے تنبیہ فرمائی تو انہوں نے صفائی دینا شروع کردی، جس پر اعلیٰ حضرت نے خط وکتابت کے ذریعے افہام وتفہیم کا سلسلہ جاری فرمایا۔ مگر مولانا موصوف اپنے موقف پر اڑے رہے۔اور آخر میں انہوں نے اپنے اقوال پر حکم شرعی طلب کیا جس پر اعلیٰ حضرت نے ایک تفصیلی تحریر تیار کی اور حجۃ الاسلام اور صدرالافاضل کے ہاتھوں لکھنؤ روانہ فرمادی۔

صدرالافاضل حجۃ الاسلام کو ساتھ لے کر جب لکھنؤ پہنچے تو اسٹیشن پر مولانا موصوف اور ان کے مریدین برائے استقبال حاضر تھے۔جیسے ہی آپ ٹرین سے اترے مولانا موصوف نے آپ سے ملاقات کی اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے، مگر آپ نے ہاتھ کھینچ لیے اور فرمایا کہ پہلے کفر سے توبہ کرلیں بعد میں ہاتھ ملاؤں گا۔جب آپ نے یہ کہا تو مولانا موصوف خفا ہو کر واپس جانے لگے۔صدرالافاضل نے حالات کو بے قابو ہوتے دیکھا تو فوراً حکمت عملی سے انہیں روکا۔اور حجۃ الاسلام کے حوالے سے انہیں مطمئن کر کے توبہ پر آمادہ کیا۔ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ کے حجۃ الاسلام نمبر بابت ۱۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۰؍ نومبر ۱۹۵۹ء میں اس واقعے کی تفصیل پیش ہے

ملاحظہ کریں۔ مدیر ہفت روزہ رضاے مصطفیٰ، مولانا حفیظ نیازی لکھتے ہیں:

"جب **حضرت حجۃ الاسلام و حضرت صدر الافاضل علیہما الرحمۃ** اپنے رفقا کے ساتھ مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی کے ساتھ ایک مسئلے کے تصفیہ کے لیے لکھنؤ تشریف لے گئے، تو مولانا عبد الباری صاحب نے اپنے بڑے مال دار رو سا مریدین و معتقدین کے ساتھ حضرت حجۃ الاسلام کا شان دار استقبال کیا۔ لیکن جب آپ حضرت حجۃ الاسلام کے ڈبے کے پاس پہنچے اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضرت حجۃ الاسلام نے اپنے ہاتھ مبارک روک لیے اور مصافحہ نہ کیا۔ بلکہ فرمایا: مصافحہ تو ہو گا مگر پہلے وہ مسئلہ شرعی طریقہ سے طے ہو جانا چاہیے، جس کی وجہ سے آپ کی ہم سے اور ہماری آپ سے علاحدگی ہوئی ہے.....

حضرت مولانا عبد الباری صاحب و آپ کے مریدین و معتقدین کو **حضرت حجۃ الاسلام** کی یہ بات سخت ناگوار گزری اور وہ واپس چلے گئے۔ مولانا کی یہ ناگواری و ناراضگی دیکھ کر **حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ** ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا مولانا! آپ کو ناگوار خاطر نہ ہو۔ اس میں ناراضگی کی کوئی بات نہیں۔ چوں کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا یہ شرعی فتویٰ ہے کہ جو اس تحریک میں شامل ہو اس سے میل جول منع ہے، اس لیے حضرت حجۃ الاسلام نے اس شرعی ذمہ داری کو بنا بر محض دین کی خاطر ایسا کیا ہے۔ اگر انہیں دنیا رکھنی منظور ہوتی تو وہ لکھنؤ میں آپ کی وجاہت اور آپ کے ساتھیوں (رئیسوں نوابوں) کی کثرت دیکھ کر ضرور آپ سے مصافحہ فرما لیتے۔ مگر انہوں نے اس کی قطعاً پروا نہیں کی بلکہ شرعی فتوے کا احترام فرمایا ہے۔ اور حکم شرعی پر علانیہ عمل کر کے دکھایا ہے (او کما قال)

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی اس تقریر پر تاثیر کا مولانا عبد الباری صاحب پر گہرا اثر ہوا۔ اور انہوں نے اس سے متاثر ہو کر نہایت اخلاص کے ساتھ توبہ نامہ تحریر فرما دیا۔ جب یہ توبہ نامہ **حضرت حجۃ الاسلام** حضرت مفتی اعظم و آپ کے رفقا کے پاس پہنچا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اور سب کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چھلکنے لگے۔ ادھر مولانا عبد الباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً گاروں کا انتظام فرمایا اور **حضرت حجۃ الاسلام** و مولانا عبد الباری صاحب کا آپس میں معانقہ و مصافحہ ہوا۔ وہ منظر نہایت ہی پر کیف، ایمان افروز و قابل دید تھا۔ **حضرت حجۃ الاسلام** کی استقامت علی الشریعت **حضرت صدر الافاضل** کی تقریر پر تاثیر و حضرت مولانا عبد الباری صاحب علیہم الرحمہ کے خلوص نے مل کر ایک عجیب نورانی سماں باندھ دیا۔"

[ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ: حجۃ الاسلام نمبر۔ ۲۰/ نومبر ۱۹۵۹ھ ص ۸]

لکھنؤ کی ایک مجلس میں صدر الافاضل کا حجۃ الاسلام سے استفسار

لکھنؤ کی کسی مجلس میں حجۃ الاسلام سے صدر الافاضل نے بر سر مجمع علم غیب کے حوالے سے عوام کے فائدے کی غرض سے سوال کیا جس کا آپ نے مدلل جواب عنایت فرمایا۔ مولانا حفیظ نیازی مدیر ہفت روزہ رضاے مصطفیٰ لکھتے

ہیں:

”ایک مرتبہ لکھنؤ میں اہل لکھنؤ کی ایک مجلس میں **حضرت حجۃ الاسلام و حضرت صدر الافاضل مراد آبادی علیہما الرحمہ** رونق افروز تھے۔ دریں اثنا **حضرت صدر الافاضل** نے اہل مجلس کے سامنے **حضرت حجۃ الاسلام** سے علم غیب کے متعلق ایک مسئلہ بطور سوال دریافت فرمایا، جس کا مقصد یہ تھا کہ **حضرت** مجلس میں اس کا جواب بیان فرمائیں۔ چناں چہ آپ نے آیات کریمہ احادیث شریفہ واقوال بزرگان دین سے ایک ایسا مدلل و مربوط جواب ارشاد فرمایا کہ جس سے حاضرین دنگ رہ گئے۔“ [ہفت روزہ رضائے مصطفی گوجرانوالہ ۲۰/ نومبر ۱۹۵۹ھ ص ۳]

حجۃ الاسلام کی عربی دانی پر صدر الافاضل کا تبصرہ

ایک موقع پر اجمیر شریف میں مولانا معین الدین اجمیری صدر المدرسین مدرسہ معینیہ اجمیر شریف سے حجۃ الاسلام نے ملاقات فرمائی۔ صدر الافاضل ساتھ میں تھے۔ حجۃ الاسلام نے مولانا موصوف سے عربی زبان میں کچھ سوالات کیے حجۃ الاسلام نے جس کے برجستہ جوابات مرحمت فرمائے۔ آپ کی عربی زبان کی برجستگی سے صدر الافاضل بہت متاثر ہوئے۔ مولانا سید ریاض الحسن جودھپوری لکھتے ہیں:

”مجھ سے مولانا محمد اسلام صاحب سنبھلی زید مجدہم نے بیان فرمایا:

کہ **حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ** فرماتے تھے کہ **حضور** جب اجمیر اقدس تشریف لے گئے، تو جناب مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے زبان عربی میں حضرت سے کچھ سوالات کیے، جن کا حضور نے برجستہ عربی اشعار میں جواب دیا۔ اور اس کے بعد **حضرت صدر الافاضل** جیسی شخصیت نے اعتراف فرمایا کہ عربی زبان کا ماہر میں نے **حضرت** جیسا کسی کو نہ دیکھا۔“

[ہفت روزہ رضائے مصطفی گوجرانوالہ :۱۶/ جمادی الاولی ۱۳۷۸، ص ۴۔ بحوالہ تذکرہ محدث اعظم پاکستان: جلد۱ص ۶۳]

لاہور کے اجلاس میں حجۃ الاسلام کا تعارف بزبان صدر الافاضل

انجمن حزب الاحناف لاہور کے ایک اجلاس میں آپ اور حجۃ الاسلام مدعو تھے۔ آپ پہلے سے منبر شریف پر موجود تھے جب حجۃ الاسلام آپ کے دوران تقریر تشریف لائے، تو آپ نے بڑے اچھے انداز میں حجۃ الاسلام کا تعارف پیش فرمایا۔ اور یہی تعارف تھا جسے سن کر محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد یہ سوچ کر کہ جب تعریف کرنے والے خود اتنے بڑے علامہ ہیں تو جن کی تعریف کی جارہی ہے ان کا مقام کیا ہوگا؟

آپ حجۃ الاسلام کی ذات سے بے پناہ متاثر ہوئے۔ اور اسی وارفتگی میں بریلی شریف حاضر ہوکر حجۃ الاسلام کی بارگاہ سے اکتساب فیض فرمایا۔ صدر الافاضل نے جن الفاظ میں حجۃ الاسلام کا تعارف کرایا وہ الفاظ درج ذیل ہیں:

"حضرات! امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے شہزادے **حامی سنت ماحی بدعت رہبر شریعت فیض درجت مفتی انام مرجع الخواص والعوام حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب** تشریف لارہے ہیں۔ (اوکما قال)" [ہفت روزہ رضائے مصطفی گوجرانوالہ: حجۃ الاسلام نمبر۔ ۲۰/ نومبر ۱۹۵۹ھ ص ۴]

جامعہ نعیمیہ سے متعلق حجۃ الاسلام کے تاثرات وامدادی اپیل

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اس زمانہ پرفتن میں جب کہ ہر چہار طرف سے بدمذہبی کی کالی کالی بدلیاں اور گھنگھور گھٹائیں آفتاب اسلام پر چھارہی ہیں۔ اور خاص کر توہب کے بدنما بھیانک بادل کے دل کے دل اُمڈے چلے آرہے ہیں اور بے چارے اہل سنت نصرہم اللہ تعالیٰ علی اعداء السنۃ والملۃ، دشمنان اسلام کے ناپاک نرغے میں غافل پڑے سورہے ہیں۔ انہیں کچھ بھی خبر نہیں کہ انہیں ان کے ایمانی دشمنوں نے گھیر لیا۔ اور دزد متاع ایمان نے اپنے ناپاک لشکر سے ہر چہار طرف سے محاصرہ کرلیا اور چاہتا ہے کہ مسلمانوں سے وہ پاک امانت جس کو اللہ عزوجل نے ان کے پاک قلوب میں ودیعت رکھا ہے۔ جس کا درخت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لگایا اور حضور کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے مبارک خونوں سے اسے سینچا۔ جس پر لاکھوں مبارک جانوں کی قربانیاں چڑھیں۔ اسے قلوب مسلمانان سے اکھیڑ پھینکے۔ اللہ عزوجل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ اپنے دین کی خود حفاظت فرماتا ہے۔ اس نے اپنے خاص بندوں کی توجہ اس طرف مبذول کروائی۔

ازاں جملہ **جناب مکرم ومحترم ذوالمجد والکرم حامی السنن ماحی الفتن مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی ایدہ اللہ تعالیٰ بالایدوالایادی**، کہ من جانب اللہ کو نوا انصار اللہ، کہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک قابل اعتماد خالص الاعتقاد سنیوں کی انجمن مرادآباد میں قائم فرمائی۔ جس کی زیر حمایت ایک مدرسہ ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ نہایت خوبی وخوش اسلوبی وتندہی وسرگرمی سے دین کی حمایت میں کوشاں اور اپنے فرائض عمدگی سے انجام دے رہا ہے۔ اس کم سنی اور قلت بضاعت پر ماشاء اللہ سات قابل مدرس کام کررہے ہیں۔

پیارے اہل سنت علوم دینیہ کی خدمت موجب اجر عظیم ورضائے رب رؤف رحیم ورسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔ آپ لوگوں پر اس کی اعانت وحفاظت لازم ہے۔ ہاں پیارے بھائیو! بسم اللہ نحن انصار اللہ، کہہ کر دوڑو۔ اور اس حامی دین متین کا ہاتھ بٹاؤ۔ اور انصار اللہ کے دفتر میں نام لکھاؤ۔

فقیر حامد رضا قادری نوری بریلوی، غفرلہ

[مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی]

مفتی اعظم ہند

تعارف

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے سب سے چھوٹے شہزادے مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خاں کی پیدائش ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۷؍ جولائی ۱۸۹۳ء بروز جمعہ صبح صادق کے وقت محلہ سوداگران میں ہوئی۔

نام ''محمد'' رکھا گیا، عرفی نام ''مصطفی رضا'' اور پیر و مرشد نوری میاں نے ''ابوالبرکات محی الدین'' نام تجویز فرمایا۔

چھ ماہ تین دن کے تھے تبھی حضور نوری میاں نے شرف بیعت سے نوازا۔ نوری میاں اور والد گرامی سے شرف اجازت و خلافت حاصل ہوا۔ ۱۸؍ سال کی عمر شریف میں مکمل علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی۔ والد گرامی اور دیگر اکابر خاندان کے علاوہ مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی مولانا رحم الٰہی منگلوری اور مولانا ظہور الحسن فاروقی رامپوری سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ معقولات و منقولات وغیرہ پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ منظر اسلام میں برسوں تدریسی خدمات انجام دیں۔ بریلی شریف کے مرکزی دار الافتاء میں آخر عمر تک فتوی نویسی کا کام کیا۔ بہت سی مذہبی تحریکات میں حصہ لیا۔ دین و مسلک کی ترویج و اشاعت میں خوب کوشش فرمائی۔ سر آمد علما کی حیثیت سے علمی حلقے میں چھائے رہے۔ روحانی فیض بھی عام رہا، پچاسیوں کتابیں یادگار چھوڑیں، نامور تلامذہ، مشاہیر خلفا، کثیر تعداد میں چھوڑے۔ ۱۴؍ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ۱۲؍ نومبر ۱۹۸۱ء جمعہ کی رات میں ایک بج کر چالیس منٹ پر وصال ہوا۔ دنیا بھر میں اخبارات اور مشہور ریڈیو اسٹیشنوں سے وصال کی خبر نشر کی گئی۔ بعد نمازِ جمعہ اسلامیہ انٹر کالج میں نماز جنازہ ادا کی گئی، لاکھوں عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ والد گرامی امام اہل سنت کے پہلو میں تدفین ہوئی۔

مفتی اعظم ہند اور صدر الافاضل کے مابین مخلصانہ روابط

صدر الافاضل اور مفتی اعظم ہند کے مابین بہت ہی محبت آمیز تعلق اور رابطہ تھا۔ دونوں ایک دوسرے کا غایت درجہ ادب و احترام فرماتے۔ ہاں البتہ اس رشتے میں تکلف کو دخل نہیں تھا۔ بے تکلفی اس قدر تھی کہ دیکھنے والے کو چھوٹے بڑے کا امتیاز نہیں ہو پاتا تھا۔ صدر الافاضل مفتی اعظم سے اس قدر لگاؤ رکھتے کہ جب بھی بریلی شریف جانا ہوتا مفتی اعظم سے ضرور ملاقات فرماتے۔

صدرالافاضل کا مفتی اعظم سے قلبی لگاو اور والہانہ محبت

ایک موقع پر جب کسی غلط فہمی کی بنیاد پر چند مشہور علما نے حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند کی جا بجا مخالفت شروع کردی تو ان سے متعلق لوگوں نے صدرالافاضل سے استفسار کیا تو آپ نے ان سے دوری بنائے رکھنے کا حکم فرمایا۔ آپ نے یہ حکم مولانا سلیم الدین صاحب کو لکھے ایک خط میں بیان فرمایا تھا۔ وہ خط وہابیہ کے ہاتھ لگ گیا جس کا غلط استعمال کر کے وہابیہ فتنہ انگیزی کرنے لگے۔ جب یہ بات مفتی اعظم کو بتائی گئی تو آپ نے صدرالافاضل کو درج ذیل خط لکھا، جس میں وہابیہ کے اس فتنے کے سدباب کے لیے ایک تحریر لکھنے کا مطالبہ کیا گیا۔ جواب میں صدر الافاضل نے جس انداز مخلصانہ کا اظہار فرمایا وہ یقیناً قابل تقلید ہے۔ مفتی اعظم کا خط ملاحظہ کریں۔ آپ لکھتے ہیں:

''آپ نے جو خط مولوی سلیم الدین صاحب کو لکھا تھا۔ وہ وہابیہ کے ہاتھ پڑا۔ اس کی دو بار وہابیہ اشاعت کر چکے ہیں۔ جس سے سنیت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، بلکہ پہنچ گیا ہے۔ ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ فوراً آپ کی خدمت میں اشتہار حاضر کر کے خود آپ سے اپنے خط کی تشریح کرا کے چھاپتے، مگر ایسا نہ ہوا۔ اب آپ مہربانی فرما کر مجھے ایک ایسا مضمون لکھ کر بھیج دیں جس سے وہابیہ کا یہ فتنہ دفع ہو، اور جو ناپاک مقصد ان کا ہے وہ رَد ہو۔

آپ کی عبارت یہ ہے:

''مولوی.... صاحب کے اس طرز عمل سے سنیت برباد ہو رہی ہے دشمن جو نقصان نہ پہنچا سکے وہ ان سے پہنچ رہے ہیں۔ سنیوں ہی میں سنیوں کے دشمن انہوں نے پیدا کیے۔ خداوند عالم ہدایت فرمائے اور راہ راست نصیب کرے۔ ہم نے تو انتہا تک صبر کیا مگر وہ تفریق جماعت توہین اکابر میں کوتاہی کرنے سے مجبور ہیں جو منظور خدا ہے وہ ہو گا۔''

آپ خود ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کے مضمون کی جس سے وہابیہ کا فتنہ ملیا میٹ ہو اور ان کے منصوبے خاک میں ملیں کس قدر اَشد حاجت ہے۔ ہمارا طرز عمل کوئی ایسا نہ ہو جس سے وہابیہ کو شادی اور سنیوں کی بربادی لازم آئے۔

والسلام''

صدرالافاضل نے جواب میں یہ خط ارسال فرمایا:

''حضرت محترم دام بالمجد والفضل والکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کرامت نامہ کرم فرما ہوا.... مولوی.... صاحب کے متعلق جو بھی ارشاد ہو اس کی تعمیل میں مجھے ذرا بھی عذر نہیں۔ لیکن جو کلمہ میں نے مولوی سلیم الدین کے جواب میں لکھے ہیں ان سے قبل مولوی سلیم الدین کا خط ملاحظہ فرمالیں، جو انہوں نے اپنے والد کے انتقال کی خبر دی اور اس کے ساتھ یہ لکھا ہے:

"قصبہ موراواں ضلع اناؤ کے مناظرے میں مولوی... صاحب کے چند مریدین بھی فتح پور سے گئے تھے۔ من جملہ اور اُمور کے موصوف نے مریدین سے نصیحت فرمائی کہ شجرہ سے بڑے مولانا صاحب و چھوٹے مولانا صاحب ہر دو کا نام کاٹ دو۔ یہ امر موصوف کا بہت اہم ہے، حقیقۃً تو بہت بڑا جرم ہے۔ لیکن بظاہر عوام میں ان حضرات کی طرف سے تنفر پھیلانا کس قدر قبیح ہے۔"

حضرت میں نے اس کے جواب میں وہ کلمے لکھے، ورنہ تعزیت کے خط میں ان باتوں کا کیا محل تھا۔ اب آپ غور فرمائیں میں نے جو لکھا کیا وہ صحیح نہیں؟ مولوی سلیم الدین صاحب مولوی... صاحب کے دوست ہیں، خیال تھا کہ وہ مولانا تک یہ بات پہنچادیں گے۔ اور خود بھی انہیں ایسی حرکات سے باز رہنے کا مشورہ دیں گے۔ یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ خط وہابیہ کے ہاتھ آئے گا اور وہ شائع کریں گے۔ میں نے مولوی سلیم الدین صاحب کو لکھا کہ کس طرح یہ خط وہابیہ کے پاس پہنچا اور کیوں شائع ہوا؟ مگر انہوں نے مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن حضرت! وہابیہ کی اشاعت کا کون سُنّی اعتبار کرتا ہے، کس پر انہوں نے بہتان نہیں اُٹھائے۔ لیکن اگر مولوی سلیم الدین کا بیان صحیح ہے تو مرید ضرور اپنے پیر کی بات کی عزت کرتا ہے۔ اس سے یقیناً سنی طبقہ اکابر سے متنفر ہوگا۔ اس میں سنیت کا ضرر ہے۔ میں نے جو لکھا حق لکھا، نیک نیت سے لکھا، دردِ دل سے لکھا اور جس روش پر مولوی.. صاحب ہیں وہ باقی ہے تو اگر آپ مجھے خاموش کردیں تو دوسروں کو مجبوراً زبان کھولنا پڑے گی، اور نفس کے لیے نہیں، دین کے لیے کھولنا پڑے گی۔ مجھے تو جو حکم اس کی تعمیل کے لیے حاضر۔ اب انہوں نے جابجا سے خط بھجوانے کا ایک اور پروپیگنڈا شروع کیا ہے۔ دیکھیے کیا فتنہ اُٹھاتے ہیں۔ والسلام مع الاکرام۔

[مفتی اعظم ہند وغیرہ دیگر علما کے مابین بارہ اوراق پر مشتمل چند خطوط کے پہلے صفحہ سے منقول دونوں خط]

صدر الافاضل کے خط کی ایک ایک سطر بار بار پڑھے جانے کے قابل ہے خاص کر خط کے یہ جملے:

"کرامت نامہ کرم فرما ہوا.... مولوی.... صاحب کے متعلق جو بھی ارشاد ہو اس کی تعمیل میں مجھے ذرا بھی عذر نہیں...... مجھے تو جو حکم اس کی تعمیل کے لیے حاضر"

صدر الافاضل کے اخلاص و مروت اور مفتی اعظم سے قلبی لگاوٴ کی اس سے بڑی مثال کیا ہو سکتی ہے۔ مفتی اعظم ہند آپ کے ہم عصر علما میں سے تھے۔ آپ سے عمر میں دس سال کم تھے لیکن خط سے آپ کے اخلاص کے سبب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صدر الافاضل تلامذہ میں شامل ہیں، اور مفتی اعظم استاد و شیخ ہیں۔ حالاں کہ ایسا کچھ نہیں تھا۔ بس خلوص اس قدر تھا کہ اس میں بڑے پن کو دخل نہیں تھا۔

علاوہ ازیں درج بالا خطوط سے جہاں مفتی اعظم اور صدر الافاضل کے مابین مخلصانہ و محبانہ ربط و تعلق کا پتہ چلتا ہے وہیں صدر الافاضل اور مفتی اعظم کے مذہب و مسلک کے تئیں والہانہ جذبات، درد اور تڑپ کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

اسی طرح جب آپ نے محدث اعظم پاکستان علامہ سرداراحمد خاں کے نام خط لکھا تواس میں مفتی اعظم کے تعلق سے جس اخلاص و محبت کا اظہار فرمایاوہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ خط سے، متعلقہ اقتباس ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:

''حضرت مفتی اعظم دام مجدہم کی خدمت میں میرا اسلام مسنون تمنائے اشتیاق دیدار عرض کردیجیے۔ اگر شان کریمی کرم فرمائے اوراس وقت رونق افروز کرکے مشرف کریں تو عجب دل نوازی ہو۔''

صدرالافاضل نے مفتی اعظم کے بیٹے کا تاریخی نام تجویز فرمایا

۲۱؍ستمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۸؍جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ بروز دوشنبہ مفتی اعظم ہند کے گھر ایک بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ اس خوشی میں مدرسہ منظر اسلام میں تین دن چھٹی رہی۔ صدرالافاضل کو اطلاع ہوئی توآپ فوراً بریلی شریف پہنچے اور نومولود مبارک شہزادے کا تاریخی نام ''محمد انور رضا'' (۱۳۵۰ھ) تجویز فرمایا۔

[ماخوذ از دبدبہ سکندری: ۷؍اکتوبر ۱۹۳۱ء ص ۵۔ بحوالہ قلمی رجسٹر مولانا سید سجاد حسین شیش گڑھی]

صدرالافاضل اور مفتی اعظم کے مابین بے تکلفی

مفتی اعظم جب مرادآباد سے جانا چاہتے تو کبھی کبھی صدرالافاضل، مفتی اعظم کی جیب سے رقم نکلوالیتے تھے۔ اور جب مفتی اعظم جانے کی تیاری کرتے توجیب دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرماتے کہ حضرت پیسے تودے دیں۔ صدرالافاضل وہ پیسے مفتی اجمل حسین نعیمی کو دے دیا کرتے تھے۔ اس لیے یوں فرماتے کہ حضرت آپ کے پیسے میرے پاس نہیں ہیں۔ مفتی اعظم سمجھ جاتے کہ حضرت روکنا چاہتے ہیں تواگر ضروری کام نہ ہوتا توصدرالافاضل کی اس محبت آمیز بے تکلفی پر مفتی اعظم کو رکنا ہی پڑتا تھا۔ یہ بات فقیر راقم الحروف سے مفتی چراغ عالم سنبھلی نے اجمل العلماء کے حوالے سے بیان فرمائی۔

مفتی اعظم کے لیے مرادآباد میں دن عید اور رات شب برات

مفتی اعظم ہند آپ کے اسی خلوص کے گرویدہ تھے اوراسی لیے اکثر مرادآباد تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس میں عموماً آپ کی تشریف آوری ہوتی تھی۔ اوراعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد تو ایام عید عموماً مرادآباد میں صدرالافاضل کے ساتھ ہی گزارتے تھے۔ صدرالافاضل کی مخلصانہ محبتوں سے اس قدر متاثر تھے کہ آپ کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں دن کو عید کا لطف اور رات کو شب برات کا مزہ حاصل ہوتا تھا۔ خود فرماتے ہیں:

''میں **حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** کے عہد میں اس ادارے کے سالانہ جلسوں میں اکثر شریک ہوا۔ ویسے بھی اکثر مرادآباد اوراس کی بہاریں دیکھتا رہا۔ مجھے **حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** سے محبت ہی ایسی تھی اور وہ

میرے اوپر عنایات ہی ایسی فرماتے کہ مراد آباد کے دن عید کا لطف اور راتیں شب برات کا مزہ دیتی تھیں ۔اسی لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بعد اکثر عیدین میں نے یہاں کیں ۔عیدین کے وقت میں مراد آباد ہوتا...

فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہ

[روداد جامعہ نعیمیہ مراد آباد: یکم جنوری ۱۹۵۷ء۔ ص۵]

صدرالافاضل کے خطاب پر مفتی اعظم کا مدح آمیز تبصرہ

بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں جب شدھی تحریک کا زور اٹھا تو بریلی شریف سے علما کے وفد تبلیغی دوروں کے لیے جابجا روانہ کیے گئے۔آگرہ متھرا کے علاقوں میں ایک وفد صدرالافاضل اور مفتی اعظم کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا۔تفصیل تحریکات کے باب میں ملاحظہ کریں ۔یہاں بس اس قدر عرض کرنا ہے کہ جب مفتی اعظم نے اپنے وفد کی کارکردگی اور کامیابی نیز حالات کی اطلاع دینے کی غرض سے جماعت رضائے مصطفیٰ کے نام خط لکھا تو اس میں صدرالافاضل کی خدمات کو بہت ہی خوبصورت اور محبت آمیز انداز میں پیش فرمایا۔آگرہ کی جامع مسجد میں صدرالافاضل کی تقریر کے حوالے سے اپنے تاثرات کا اظہار بہت ہی مخلصانہ انداز میں فرمایا۔لکھتے ہیں:

”ہمارا وفد جامع مسجد پہنچا، جہاں مسلمانوں کا بڑا مجمع تھا، نماز جمعہ کے بعد ہمارے وفد کے بہتر رکن **حضرت مولانا المحترم مولوی محمد نعیم الدین صاحب زیدت برکاتہ**، نے اسلام کی شان و شوکت اور موجودہ حالت پر دل گداز تقریر فرمائی ۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجمع ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔اور مسلمانوں کے دل اسلامی جوش سے لہریں مار رہے تھے۔

اس موقع پر مولانا نے داڑھیاں منڈوانے اور کبائر میں مبتلا ہونے سے توبہ کروائی ۔مسجد کا وسیع صحن توبہ کے نعروں سے گونج اٹھا۔الحمدللہ مولانا نے ثابت کیا کہ اس وقت اسلامی احکام کے خلاف عمل کرنا اسلام کو اس نازک حالت میں سخت صدمہ پہنچانا اور اس کے دشمنوں کی تائید ہے ۔جلسے کے ختم کے بعد جابجا اس وعظ کے چرچے تھے۔اور معلوم ہوا کہ جو لوگ جلسے میں توبہ کر گئے تھے، وہ اپنے دوستوں سے توبہ کرانے پر مصر ہیں۔“

فقیر مصطفی رضا قادری صدر وفد اسلام فرستادہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی از آگرہ

[اخبار دبدبہ سکندری: ۱۹؍فروری دوشنبہ ۱۹۲۳ء ص۸]

جامعہ نعیمیہ سے مفتی اعظم کا قلبی تعلق

مفتی اعظم جامعہ نعیمیہ میں اکثر تشریف لاتے تھے۔اور کئی کئی روز قیام فرماتے تھے۔جامعہ نعیمیہ میں آپ

کے ایک سفر اور قیام کے حوالے سے شہزادہ ملک العلماء ڈاکٹر مختار الدین آرزو نے درج ذیل تفصیل تحریر فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو:

''اب میں نے اجازت چاہی تو فرمایا:

میں ایک دینی کام سے **مولانا سید نعیم الدین صاحب** کے یہاں مرادآباد جارہا ہوں۔ دو تین دن میں واپس آؤں گا۔ آج رات کا کھانا یہیں کھانا.... صبح مدرسے کے طویل و عریض برآمدے میں دیکھا کہ کئی تخت بچھے تھے مفتی اعظم اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر تشریف فرما ہیں۔ متوسلین اور معتقدین موجود ہیں۔ کسی سے گفتگو فرما رہے ہیں، کسی کو مسئلہ بتا رہے ہیں اور کسی کو تعویذ لکھ کر دے رہے ہیں، وعظ و نصیحت بھی جاری ہے۔ بعد کو ایک لطیفہ بھی سننے میں آیا ایک صاحب بہت دنوں سے علیل تھے کمزور ہو گئے تھے۔ آپ نے مرض کے ازالے کے لیے تعویذ لکھ کر دیا۔ اور ساتھ ہی فرمایا: پلنگ، تخت یا کوئی بھاری چیز نہ اٹھائیے گا۔ تعویذ دیتے وقت ان کے چہرے پر نظر ڈالی تو فرمایا آپ کوئی بھاری چیز کیا اٹھائیں گے آپ سے تو داڑھی کا بوجھ بھی اٹھایا نہیں جاتا۔ وہ صاحب کلین شیو تھے۔ کچھ فرصت ملی تو میری طرف متوجہ ہوئے۔

انہوں نے ملک العلماء کی تصنیفی سرگرمیوں کا حال پوچھا ''صحیح البہاری'' شریف کی کتنی جلدیں مکمل ہوئیں؟ مدرسہ شمس الہدیٰ میں طلبہ کی تعداد کیا ہے؟ مدرسین کتنے ہیں؟ وہاں فقہ کون پڑھاتا ہے؟ اساتذہ زیادہ تر کس عقیدے کے ہیں؟ مدرسے کا انتظام کس کے ہاتھ میں ہے؟ کوئی جائداد وقف ہے یا گورنمنٹ اخراجات پورے کرتی ہے؟ میں نے اساتذہ کے ذکر میں بتایا کہ ایک استاد غیر مقلد ہے۔ تین مدرسہ دیوبند کے فارغ ہیں۔ ایک ندوہ کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اور دو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے خاص شاگردوں اور تلامذہ و خلفا میں ہیں۔ ایک استاد ہیں جو تفسیر پڑھاتے ہیں۔ تصوف سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ خالص سنی قادری المشرب ہیں۔ امجھر شریف ضلع گیا کے رہنے والے ہیں... خانقاہ قادریہ مجیبیہ پھلواری سے منسلک ہیں۔ دوسرے استاد جو منطق و فلسفہ اور کلام کے ماہر ہیں۔ مولانا فضل حق رامپوری کے شاگرد ہیں۔ اور مدرسہ خیرآباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ بھی خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف ضلع پٹنہ سے وابستہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت ان سے اچھی طرح واقف تھے۔ ان کے مکتوبات بنام ملک العلماء میں دو جگہ ان کا ذکر ہے۔ اعلیٰ حضرت کی یہ خواہش تھی کہ ان کے مرسلہ فتاوی پر ان کے بھی دستخط اور مہر ہوں۔ مولانا محمد عمر نعیمی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے پوچھا ان کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا سید دیانت حسین۔ میں نے مدرسے کے اساتذہ کے ذکر میں مولانا سید عبدالرشید صاحب عظیم آبادی کا ذکر کیا، جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے قدیم تلامذہ میں ہیں۔ پہلے پہل ملک العلماء اور مولانا عبد الرشید صاحب کی تعلیم کے لیے مدرسہ منظر اسلام قائم ہوا تھا۔ مفتی اعظم نے فرمایا وہ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہیں۔ میں نے کہا وہ بھی میرے اساتذہ میں ہیں۔ انہوں نے کہا ان سے میرا اسلام کہنا۔

پھر انہوں نے مولانا سید شاہ غلام محمد بہاری اور مولانا سید عبد الرحمن بیتھوی کا حال پوچھا، فرمایا ملک العلماء کی تشویق پر یہ اصحاب بہار سے تحصیل علم کے لیے بریلی آئے تھے۔ میں نے کہا میں انہیں نہیں جانتا۔ یہ اصحاب پٹنہ میں تو یقیناً نہیں۔ پھر استاد العلماء کے ایک صاحبزادے آئے وہ اور مولانا محمد عمر نعیمی مدرسے کے بعض مسائل پر حضرت سے گفتگو کرنے لگے۔" [جہان مفتی اعظم: ۱۰۹۳، ۱۰۹۴]

جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس اور مفتی اعظم یوپی سنی کانفرنس کے صدر منتخب

۱۴ تا ۱۷/ جولائی ۱۹۴۵ء میں جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس ہوئے، جس میں پندرہ طلبہ کی دستار بندی ہوئی۔ انہیں ایام میں دن میں سنی کانفرنس کے اجلاس بھی منعقد ہوئے۔ جس میں باتفاق علما اتر پردیش کی سنی کانفرنس کی صدارت کے لیے مفتی اعظم کا نام منتخب کیا گیا۔ مفتی محمد عمر نعیمی نے ان اجلاس کی تفصیلی روداد تحریر فرمائی ہم متعلقہ اقتباس نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

"۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷/ جولائی ۱۹۴۵ء جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے سالانہ جلسہ ہاے دستار بندی کے ساتھ سنی کانفرنس کے اجلاس بھی منعقد کیے گئے تھے...... فاضل جلیل عالم نبیل مفتی اعظم بر کاتھم فرزند ارجمند اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا الحاج الحافظ القاری المفتی محمد احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ یوپی سنی کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے۔"

[اخبار الفقیہ: ۲۱، ۲۸: جولائی ۱۹۴۵ء ص ۱۲، اخبار دبدبہ سکندری: ۱۳/ اگست ۱۹۴۵ء]

سنی کانفرنس کے مختلف اجلاس میں شرکت وخطابت

آپ نے سنی کانفرنس میں صدر الافاضل کے شانہ بشانہ چل کر خوب جد و جہد فرمائی۔ ۱۹۴۵ء میں سنی کانفرنس کے صوبائی صدر منتخب ہوئے۔ سنی کانفرنس کے اکثر جلسوں، مجلسوں میں شریک ہوئے۔ خطابات فرمائے۔

مفتی اعظم کا جامعہ نعیمیہ میں کھانے، پینے، نذرانے سے احتراز

جامعہ نعیمیہ کے اساتذہ اور چند معتبر و مستند علما کے حوالے سے یہ بات بہت مشہور ہے کہ مفتی اعظم جامعہ نعیمیہ کا کھانا تو دور پانی پینے سے بھی احتراز فرماتے تھے۔ آپ کا کھانا صدر الافاضل کے گھر سے آتا تھا، پانی بھی ساتھ آتا تھا۔ جامعہ نعیمیہ کے بے شمار جلسوں میں شرکت فرمائی، مگر کبھی جامعہ نعیمیہ کے جلسوں میں نذرانے قبول نہیں فرمائے۔ بلکہ اس کو اپنا مدرسہ سمجھتے ہوئے خود اپنی طرف سے اس کا تعاون فرماتے تھے۔ اور طلبہ کو بھی اپنی جیب سخاوت سے کچھ نا کچھ نوازتے رہتے تھے۔

جامعہ نعیمیہ سے متعلق مفتی اعظم کے تاثرات

جامعہ نعیمیہ سے متعلق آپ کے کئی تاثرات جو معائنہ جات، اور جامعہ کی امدادی درخواست پر مشتمل ہیں جامعہ کی قدیم رودادوں میں شامل ہیں۔ان رودادوں کے مطالعے سے ایک بات تو بالکل صاف ہوجاتی ہے کہ آپ جامعہ نعیمیہ کے بہت ہی ہم درد، سچے خیر خواہ اور عظیم محسن تھے۔جامعہ کے تئیں آپ کے جذبات، ہمدردیاں، محبت اور لگاؤ سے جہاں آپ کی دینی حمیت کا پتہ چلتاہے وہیں صدرالافاضل سے آپ کی والہانہ محبت والفت کا بھی اندازہ ہوجاتاہے کہ آپ کس قدر صدرالافاضل سے محبت فرماتے تھے۔آپ صدرالافاضل کی حیات ظاہری میں بھی جامعہ نعیمیہ آتے جاتے رہتے، کئی کئی روز قیام فرماتے۔اور صدرالافاضل کے وصال کے بعد بھی ان کی یادگار ''جامعہ نعیمیہ'' سے تادم وصال خاصہ لگاؤ رکھا اور ہمیشہ اس کی خیر خواہی میں سرگرم رہے۔اور اس کی سرپرستی فرماتے رہے۔ آپ کے سبھی تاثرات ہم نے ''تاریخ جامعہ نعیمیہ مرادآباد'' کے باب میں نقل کردیے ہیں۔قارئین وہیں سے ملاحظہ کریں تاکہ صدرالافاضل اور جامعہ نعیمہ کے ساتھ مفتی اعظم کے قلبی لگاؤ اور پاکیزہ تعلق کا بخوبی اندازہ کرسکیں۔یہاں ان کا نقل کرنا باعث تکرار ہوگا اس لیے بس ایک اقتباس پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ملاحظہ ہو:

''میں نے اس گلشن اہل سنت جامعہ نعیمیہ کی ابتدا سے سیر کی ہے۔**حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** نے جب اس کی بنا فرمائی۔انہوں نے اور انجمن اہل سنت نے اس کی آبیاری کی۔اسے پروان چڑھایا۔سب اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔اس دور کا تو کہنا ہی کیا، جب **حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** خود درس دیتے تھے۔اس باغ سنت میں جناب مولانا محمد عمر صاحب نعیمی اور مولانا شفقت حسین صاحب نعیمی اور مولانا عبدالعزیز خاں صاحب اور مولانا المبجل مولوی شاہ محمد اجمل صاحب اور مولانا مفتی احمد یار خان صاحب اور مولانا مفتی عبدالرشید خان صاحب اور مولانا حبیب اللہ صاحب بھاگل پوری اور مولانا یونس صاحب سنبھلی وغیرہ جیسے پھول کھلے ہیں۔''

[روداد جامعہ نعیمیہ مرادآباد: ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ لغایتہ ۹/ جمادی الثانی ۱۳۷۷۔
مطابق یکم جنوری ۱۹۵۷ء لغایتہ ۳۱/ دسمبر ۱۹۵۷ء۔ص ۵،۶]

صدرالافاضل کی بیٹی کی شادی میں مفتی اعظم کی شرکت

۲۷/ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو صدرالافاضل کی بیٹی کی شادی طے پائی۔صدرالافاضل نے مفتی اعظم کو بھی مدعو کیا اور اسی دعوت نامے میں ملک العلماء کو بھی شامل فرمایا کہ آپ بھی آئیں اور ملک العلماء کو بھی لے کر آئیں۔

مفتی اعظم، ملک کے العلماء کے نام اپنے ایک خط میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”**حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین صاحب** کی صاحبزادی کی شادی خانہ آبادی ۲۷ر اکتوبر کو ہونے والی ہے، انہوں نے جو مجھے خط دعوت لکھا ہے اس میں آپ کے لیے بھی لکھا ہے۔ میں نے انہیں جواب بھیج دیا ہے کہ وہ اپنے مکان پر تشریف رکھتے ہیں۔ آنے والے ہیں۔ اگر ۲۷ر سے پہلے تشریف لے آئے تو میں ان سے عرض کردوں گا۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ میں اور وہ ساتھ آئیں گے۔ آپ نے یکم نومبر سے درخواست دی ہے کیا اس سے پہلے آپ تشریف نہ لا سکیں گے۔ والسلام۔

مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

[جہان مفتی اعظم: ص۱۱۰۷]

سیف الجبار علی کفر زمیندار، پر صدر الافاضل کی تصدیق

مدیر اخبار زمیندار لاہور ظفر علی خاں کے چند کفر آمیز اشعار سے متعلق مفتی اعظم کا مدلل و مفصل فتوی جس کا تاریخی نام باعتبار ہجری ”القسورۃ علی ادوار الحمرۃ الکفرۃ“ (۱۳۴۳ھ) اور سن عیسوی کے حساب سے تاریخی نام ”ظفرۃ علی رمۃ من کفر“ (۱۹۲۵ء) اور مشہور نام ”سیف الجبار علی کفر زمین دار“ ہے۔

اس فتوے پر صدر الافاضل نے درج ذیل الفاظ میں تصدیق فرمائی۔

”ان اشعار کے کفر اور قائل کے کافر ہونے میں شک نہیں۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔**

محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین [سیف الجبار علی کفر زمیندار: ص۲۸]

تنویر الحجہ پر تصدیق

نعم الجواب حبذ التحقق للصدق والصواب۔ اللھم اعط الجزاء الخیر لکاتبہ فی الدین آمین یا رب العلمین

کتبہ العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین

[تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی شریف: ص۲۹]

صدر الافاضل کی علالت اور مفتی اعظم کا سفر عیادت

صدر الافاضل اپنے آخری ایام میں علیل ہوئے تو عیادت کے لیے علما و مشائخ کی بہت آمد و رفت رہی۔ انہیں ایام میں عرس رضوی کے بعد مفتی اعظم بھی صدر الشریعہ اور مفتی محمد اعظم کے ساتھ مراد آباد صدر الافاضل کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آیئے مفتی محمد اعظم صاحب سے اس سفر کی روداد ملاحظہ کریں۔ وہ لکھتے ہیں:

”عرس سے فراغت کے بعد حضور مطلوبی مفتی اعظم اور استاذی صدر الشریعہ علیہما الرحمۃ والرضوان نے **حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب علیہ الرحمۃ** جو عرصہ دراز سے علیل تھے کی عیادت کے لیے مرادآباد جانے کا ارادہ فرمایا۔ ان دونوں حضرات نے مجھے اپنے وفادار دیرینہ خادم کی حیثیت سے ہمراہ لیا۔ بس کے ذریعے بریلی شریف سے مرادآباد تک کا سفر طے کیا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ملکی فضا خراب ہونے کے باعث مرادآباد وغیرہ مقامات پر نماز فجر میں قنوت نازلہ پڑھا جا رہا تھا۔ چناں چہ حضرت مولانا حبیب اللہ علیہ الرحمہ صدر المدرسین جامعہ نعیمیہ مرادآباد نے بھی پڑھایا۔ اور مرادآباد وغیرہ مقامات سے مسلمان بڑی کثیر تعداد میں اپنے وطن کو خیرباد کہہ پاکستان جا رہے تھے۔ ان کا خانہ داری کا قیمتی سامان نہایت سستے داموں سے بازاروں میں جابجا بک رہا تھا۔ میں نے بھی اپنی ہمشیرہ کے جہیز میں دینے کے لیے ایک چودہ سیر وزن کا پاندان چودہ (۱۴) روپے میں اور تانبے کا بڑا لوٹا اور ایک اگال دان خریدا۔ اور بازار سے واپس آکر وہاں کا حال حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو سنایا۔ اور خدمت عالی میں اپنا مشورہ پیش کیا کہ حضور بھی کچھ سامان منگوالیں۔ ارشاد فرمایا: کہ مسلمانوں کا بیش قیمت سامان سستے داموں خریدنا مجھے ہرگز گوارا نہیں۔ حالاں کہ میری اہلیہ نے ایک دستی یا جیبی گھڑی کی فرمائش کی تھی جسے میں اب تک پورا نہ کرسکا۔

المختصر **حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** کی عیادت میں ایک شب قیام کرنے کے بعد دوسرے دن صبح ان دونوں حضرات نے اپنے اپنے وطن جانے کا ارادہ کرلیا۔“ [سہ ماہی دامن مصطفیٰ بریلی، مفتی اعظم نمبر، مئی تا اکتوبر ۱۹۹۰ء: ص ۱۱۸]

مفتی اعظم ہند کی تقریظ بر رسالہ اسواط العذاب علی قوامع القباب

مفتی اعظم ہند نے آپ کی کتاب ”اسواط العذاب علی قوامع القباب“ پر کئی صفحات پر مشتمل تقریظ تحریر فرمائی ہے۔ ہم یہاں ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

”فقیر نے یہ رسالہ ہدایت قبالہ مصنفہ **حضرۃ الفاضل الجلیل والعالم النبیل الالمعی اللوذعی الفطین استاذ العلماء مولانا مولوی الحافظ الحکیم محمد نعیم الدین** خصہم اللہ تعالیٰ بمزید العلم والیقین وجعلہم کاسمہم نعیم الدین ومعین الدین، دیکھا بحمد اللہ تعالیٰ اسے طالب حق کے لیے کافی ووافی اور ہزلیات ہر معاند کا نافی اور مرض نجدیت کے لیے دوا شافی پایا۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس رسالے کو مسلمانوں کے لیے نافعہ بنائے۔ آمین۔

حضرت مولانا زید فضلہ نے مفتیان نجدیہ وندویہ کے خیالات خام اور باطل اوہام کی خوب خوب صفر اشکنی فرمائی ہے۔ نہایت وضاحت سے ان کی سفاہتوں و قاحتوں کو طشت از بام فرمایا ہے۔ ان کا کوئی شبہ ایسا نہیں رہا جس پر کافی نقض و ابرام نہیں فرمادیا ہے۔ یہ مختصر مگر نہایت جامع رسالہ ازہاق باطل و دفع ظلمات نجدیان گمراہ وغافل کے لیے حق کا آفتاب نصف النہار ہے۔ ہر منصف پر یہ مبارک رسالہ دیکھ کر ان نجدیوں، ندویوں کی ذلیل ترین حرکات کیاوی و مکاری وفریب دہی و غداری جیسی گندی صفات روشن وآشکار۔“ [اسواط العذاب: ص ۲۶،۲۷]

ملک العلماء علامہ ظفرالدین بہاری

تعارف

ملک العلماء علامہ ظفرالدین بن عبدالرزاق ۹؍ محرم الحرام ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸؍ اکتوبر ۱۸۸۰ء بروز جمعہ کو موضع میجرا ڈاک خانہ بین تھانہ سیلاو سب ڈویزن بہار ضلع پٹنہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔ ''عبدالحکیم'' نام تجویز کیا گیا۔ والدگرامی نے ''ظفیرالدین'' نام رکھا لیکن اعلیٰ حضرت نے بحذف (ی) ''ظفرالدین'' کردیا، اسی سے آپ کو شہرت ملی۔ تاریخی نام ''مختاراحمد'' ہوا۔

۱۴؍ جمادی الاولی ۱۳۰۷ھ ۴؍ برس ۴؍ مہینہ ۴؍ دن کی عمر میں والد گرامی سے تعلیم کا آغاز کیا۔ کلام پاک والدگرامی کے علاوہ حافظ مخدوم اشرف میجروی سے بھی پڑھا۔ متوسطات تک مدرسہ غوثیہ حنفیہ موضع بین پٹنہ تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ حنفیہ پٹنہ میں حضرت محدث سورتی سے مسند حدیث شریف وغیرہ کی چند اہم کتابیں پڑھیں۔ کانپور پیلی بھیت وغیرہ کئی اور مدارس میں داخل ہوکر کسب علم فرمایا۔ بعدہٗ بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ بخاری شریف اور توقیت وغیرہ علوم کی اہم کتابیں اور فتوی نویسی کی مشق اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں رہ کر مکمل کی، اور بھی کئی علمی شخصیات سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

۸؍ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ کو پہلا فتویٰ تحریر فرمایا۔ اوراسی سال اعلیٰ حضرت سے شرف ارادت حاصل ہوا۔ ۱۳۲۳ھ سے تصنیفی کام کا آغاز کیا۔ ۱۳۲۵ھ کو دستار فضیلت و سندِ افتا سے نوازے گئے، اسی سال اعلیٰ حضرت نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور ''فاضل بہار'' کا لقب عطا فرمایا۔ اسی سال مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں تدریس اور فتوی نویسی کی خدمت پر مامور ہوے، اور بھی دیگر مشہور مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

وہابیہ دیابنہ کے خلاف مناظرانہ سرگرمیوں میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مذہب وملت کا بہت درد دِل میں تھا، اسی سبب بہت سی مذہبی، ملی، سیاسی اور سماجی تحریکات میں خاص کر شریک رہے اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بہت سے نام ور تلامذہ چھوڑے۔ ۱۰۰؍ کے قریب کتابیں آپ نے یادگار چھوڑیں جن میں سے حیات اعلیٰ حضرت اور صحیح البہاری کو بہت ہی شہرت حاصل ہوئی۔

۱۹؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸؍ نومبر ۱۹۶۲ء شب دوشنبہ وصال ہوا۔ محلہ شاہ گنج پٹنہ میں مزار شریف ہے۔

صدرالافاضل اور ملک العلماء

صدرالافاضل اور ملک العلماء دونوں ایک دوسرے کے ہم عصر تھے۔ آپس میں ایک دوسرے سے بہت ہی گہرا دوستانہ تھا۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ سے نسبت کے سبب دونوں حضرات کے تعلقات وارتباط کافی حد تک وسیع تھے۔ اعلیٰ حضرت کی نمائندگی میں عموماً ملک العلماء اور صدرالافاضل بہت سے مواقع پر ایک ساتھ ہوتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کا مناظرہ مرادآباد اور مقدمہ بدایوں جس کی بڑی مثال ہے۔

صدرالافاضل پٹنہ میں بحیثیت خطیب

ملک العلماء کے شہر پٹنہ میں صدرالافاضل کئی بار بحیثیت خطیب مدعو ہوئے۔ خانقاہ تکیہ شریف متن گھاٹ پٹنہ، میں رجبی شریف کے جلسوں میں آپ کے دوبار تشریف لے جانے کا ذکر ملک العلماء کے ایک خط میں ملتا ہے۔ جس میں آپ نے لکھا ہے:

''محب سنت وعلمائے سنت مخلصی جناب سید شاہ حمیدالدین صاحب تکیہ شریف متن گھاٹ پٹنہ جن کے یہاں جلسہ رجبی شریف میں دومرتبہ جناب تشریف لائے تھے''

سید شاہ حمیدالدین سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق علیہ الرحمۃ ہر سال رجبی شریف کے جلسہ کا اہتمام کیا کرتے تھے جس میں ملک العلماء کا ہر سال خصوصی خطاب ہوا کرتا تھا۔ اور آپ ہی کی درخواست پر اور آپ کے مشورے سے صاحب سجادہ ہر سال مشاہیر علما میں سے کسی ایک کو ضرور مدعو کیا کرتے تھے۔ یہ جلسہ باضابطہ ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء۔ کو شروع ہوا۔ آٹھویں سال صدرالافاضل مدعو ہوئے۔ اور اس کے بعد بھی کسی ایک سال اور مدعو ہوئے۔ ان جلسوں کی تفصیل ملک العلماء کے صاحبزادے جناب مختارالدین صاحب آرزو نے اپنے ایک مضمون میں کی ہے۔ یہاں ہم صدرالافاضل کے حوالے سے اقتباس پیش کررہے ہیں:

''سید شاہ حمیدالدین (متوفی ۲۳؍رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ) سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۲۰۳ھ) نے اپنی خانقاہ میں ۲۷؍رجب المرجب کو رجبی شریف کی تقریریوں کا اہتمام کیا اور حضور ملک العلماء کو تقریر پر آمادہ کیا۔ یہ جلسہ ۱۳۵۳ھ؍۱۹۳۴ء سے شروع ہوا۔ اور ۱۳؍سال یعنی ۱۳۶۵ھ؍۱۹۴۶ء تک یقیناً جاری رہا۔ ممکن ہے اس کے بعد بھی جلسے ہوتے رہے ہوں ..... ملک العلماء نے شاہ حمیدالدین مرحوم ومغفور کو اس بات پر آمادہ کرلیا تھا کہ میں ضرور تقریر کروں گا بشرطیکہ ہر سال ہندوستان کے مشاہیر سنی علما میں ایک کو ضرور مدعو کیا جائے.... آٹھویں سال **صدرالافاضل**..... مدعو کیے گئے۔ اور انہوں نے اپنے مواعظ حسنہ سے حاضرین جلسہ کو فیض یاب کیا۔ جلسہ نہم اور جلسہ یازدہم اور بعد کے جلسوں کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔

لیکن ان جلسوں میں کسی ایک میں **استاد العلماء مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ** ضرور تشریف لائے تھے۔(مکاتیب ملک العلماء قلمی)۔"

[جہان ملک العلماء: ص۱۶۶، ۱۶۷]

ملک العلماء کی تصنیف صحیح البہاری جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخل نصاب

ملک العلماء کی معرکۃ الآرا تصنیف "الجامع الرضوی المعروف بہ صحیح البھاری" مذہب حنفی کی تائید میں احادیث وآثار کا قابل تعریف وتحسین دستاویز ہے۔ چھ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب اہل سنت میں خاصی مقبول ہوئی۔ اس کی مقبولیت کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ اس کو اس دور میں اکثر سنی مدارس میں داخل نصاب کیا گیا۔ صدر الافاضل نے بھی اس کتاب کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد، کے نصاب میں داخل فرمایا۔ مدیر ماہنامہ اعلیٰ حضرت، قاری عبد الرحمٰن خاں قادری لکھتے ہیں:

"**صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ** کے دور اہتمام میں "جامعہ نعیمیہ" میں جو اس وقت "مدرسہ اہل سنت وجماعت" کے نام سے معروف تھا۔ "صحیح البھاری" داخل تھی۔"

[جہان ملک العلما: ص۱۷۰]

ملک العلماء کی معرفت بہار کے مظلومین کی امداد بذریعہ صدر الافاضل

۱۹۴۶ء میں جب غیر مسلموں کی طرف سے بہار میں فسادات برپا ہوئے تو بہار کے مسلمانوں کی امداد میں صدر الافاضل نے سنی کانفرنس کے حوالے سے نمایاں کردار ادا فرمایا۔ مالی تعاون کی بھی حد بھر کوشش فرمائی۔ ملک بھر میں موجود سنی کانفرنس کی شاخوں کو ہدایت جاری فرمائی کہ وہ بہار کے مظلومین کی امداد کریں، اپنے ہدایت نامے میں آپ نے ملک العلماء سے رابطہ کرنے کی تجویز بھی پیش فرمائی۔ آپ لکھتے ہیں:

"میں تمام صوبہ جات کی سنی کانفرنسوں کے اعلیٰ عہدیداران سے استدعا کرتا ہوں:

کہ وہ صوبہ بہار اور دیگر صوبہ جات کے شہیدانِ ظلم وجفا کے لیے قرآن کریم اور کلمے شریف کا ختم کرکے ایصال ثواب کریں اور جو مظلومین اس وقت مصیبت کی حالت میں ہیں، ان کی امداد واعانت کے لیے حوصلہ مندی کے ساتھ چندے کرکے روپیہ بھیجیں۔ یہ یاد رہنا چاہیے کہ سنی کانفرنس کے رکن اعظم ملک العلماء مولانا شاہ ظفر الدین صاحب پروفیسر مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ خاص ایسے مقام (پٹنہ) میں مقیم ہیں جہاں ہزار ہا خانماں مسلمان پناہ گزیں ہیں۔ ان کے ذریعے سے روپیہ مظلومین کی امداد میں خرچ ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اگر کوئی ذریعہ مناسب معلوم ہو تو اس سے کام لیا جائے۔

میں منتظر ہوں کہ ملک کی سنی کانفرنس ان خدمات میں اپنی اولوالعزمی کا کس طرح اظہار کرتی ہیں !!!

محمد نعیم الدین: ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآباد

[اخبار دبدبہ سکندری: ۱۶ر دسمبر ۱۹۴۶ء ص ۷: بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، ص ۳۴۳]

مزید براں صدرالافاضل نے سنی کانفرنس مرادآباد کے زیراہتمام مظلومین بہار کے لیے چار سوروپے بذریعہ بیمہ ملک العلماء کے نام ارسال فرمائے۔ اور وہاں کے مظلومین کو ایک معین تعداد میں مرادآباد پہنچانے کے لیے بھی آپ سے کہا۔ مفتی محمد عمر نعیمی نے اپنے ایک مراسلے میں اس کا ذکر کیا ہے۔ لکھا ہے:

''سنی کانفرنس مرادآباد کی طرف سے **حضرت صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس** بتاریخ ۲ر جنوری ۱۹۴۷ء مبلغ چار سوروپیہ کی رقم بذریعہ بیمہ حضرت ملک العلماء مولانا محمد ظفرالدین صاحب بہاری پروفیسر شمس الہدی کالج پٹنہ کی خدمت میں مصیبت زدگان بہار کی اعانت کے لیے ارسال کی گئی ہے۔ اور جناب ممدوح سے یہ بھی درخواست کی گئی ہے کہ جو مظلومین بیکس و نادار رہ گئے ہیں خواہ مرد ہوں یا عورتیں یا بوڑھے ہوں یا بچے جوان نہیں ایک تعداد میں یہاں بھیج دیا جائے ان کا انتظام کر لینے کے بعد پھر دوسری جماعت طلب کی جائے گی۔'' [اخبار الفقیہ: ۲۱،۲۸ر جنوری، ۱۹۴۷ء ص ۱۱]

گرامی نامہ ملک العلماء بنام صدرالافاضل

ملک العلماء اور صدرالافاضل کے مابین تعلقات و روابط کافی حد تک وسیع تھے۔ اس لیے یقین ہے کہ دونوں کے مابین مکاتبت بھی خوب ہوئی ہوگی۔ لیکن تلاش بسیار کے بعد فقیر کو بس ملک العلماء کا ایک خط ملا جو آپ نے صدرالافاضل کے نام تحریر فرمایا تھا۔ خط میں سنی کانفرنس، صدرالافاضل کے خط کی وصول یابی اور خانقاہ تکیہ شریف متن گھاٹ پٹنہ کے سجادہ نشین حضرت سید شاہ حمیدالدین صاحب کے وصال اور اس خانقاہ میں صدرالافاضل کے دوبار تشریف لے جانے کا ذکر ہے۔ ہم یہاں وہ خط نقل کر دیتے ہیں ملاحظہ ہو:

مکتوب:۔　　**حضرت مستغنی من الالقاب صدرالافاضل استادالعلماء دامت برکاتکم ! السلام علیکم !**

اس سے قبل ایک عریضہ بطلب قواعد و ضوابط آل انڈیا سنی کانفرنس حاضر خدمت کر چکا ہوں، مگر شومی قسمت سے جواب سے محروم رہا ہوں۔ میں دوبارہ یاددہانی کے لیے خط لکھنے ہی کو تھا کہ جناب کا مکرمت نامہ آیا۔ ۲۳ر رمضان المبارک شب کے ۱۱ر بجے محب سنت و علمائے سنت مخلصی جناب سید شاہ حمیدالدین صاحب تکیہ شریف متن گھاٹ پٹنہ جن کے یہاں جلسہ رجبی شریف میں دو مرتبہ جناب تشریف لائے تھے ان کا ارتحال پُرملال ہوا، اس حادثے نے میری کمر توڑ دی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی شاخ صوبائی کانفرنس کی کامیابی کا اعتماد بھی انہی کے بازوے ہمت

پر تھا۔ یہاں مشائخ وعلماہیں مگر ایساشیر دل باہمت کوئی نہیں ۔ یہ وہابیوں کے کھلے مخالف اور راد تھے۔ اناللہ‌مولیٰ تعالیٰ وانا الیہ راجعون ۔ ان کے صاحبزادے جو چہلم کے موقع پر بالاتفاق سجادہ نشین اوران کے قائم مقام ہوں گے، ان کا اصل نام تومعلوم نہیں سب لوگ ''در گاہی بابو'' کہتے ہیں ۔ آپ جناب شاہ در گاہی بابوصاحب سجادہ نشین تکیہ شریف متن گھاٹ پٹنہ کے پتے سے انہیں تعزیت کا خط لکھیں۔ اگر بار گاہ حضرت... قدس سرہ بھی لکھ دیں تو بہتر ہے۔

والسلام۔　　　　۴؍ شوال ۱۳۶۴ھ

سنی کانفرنس اور ملک العلماء

سنی کانفرنس جس کی بنیاد صدرالافاضل نے رکھی تھی اس میں ملک کے مشاہیر علما شامل تھے ۔ سنی کانفرنس کے ایک اہم رکن کی حیثیت سے آپ نے بھی اہم کردار نبھایا۔ صدرالافاضل نے اپنے ایک مراسلے میں آپ کو سنی کانفرنس کا رکن اعظم تحریر فرمایا ہے ۔ لکھا ہے:

''سنی کانفرنس کے رکن اعظم ملک العلماء مولانا شاہ ظفرالدین صاحب پروفیسر مدرسہ شمس الہدی پٹنہ''

صدرالافاضل نے سنی کانفرنس کے دستور کی ترتیب کے سلسلے میں صدرالشریعہ کو مرادآباد مدعو کیا تو اس موقع کے لیے آپ نے ملک العلماء کو بھی دعوت دی ۔ تفصیل کے لیے صدرالشریعہ کے نام صدرالافاضل کا خط ملاحظہ ہو۔ ہم یہاں خط سے بس ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں۔ صدرالافاضل نے لکھا:

''ملک العلماء کو بھی اس تاریخ کے لیے مدعو کیا گیا ہے''

صدرالافاضل کی بیٹی کی شادی میں ملک العلماء کو دعوت

۲۷؍ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو صدرالافاضل کی بیٹی کی شادی تھی۔ جس میں شرکت کے لیے آپ نے مفتی اعظم ہند کی معرفت ملک العلماء کو بھی دعوت دی۔ ملک العلماء کے نام مفتی اعظم ہنداپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

''**حضرت صدرالافاضل استادالعلماء مولانا نعیم الدین صاحب** کی صاحبزادی کی شادی خانہ آبادی ۲۷؍ اکتوبر کو ہونے والی ہے۔ انہوں نے جو مجھے خط دعوت لکھا ہے اس میں آپ کے لیے بھی لکھا ہے ۔ میں نے انہیں جواب بھیج دیا ہے کہ وہ اپنے مکان پر تشریف رکھتے ہیں ۔ آنے والے ہیں ۔ اگر ۲۷؍ سے پہلے تشریف لے آئے تو میں ان سے عرض کردوں گا اوران شاء اللہ تعالیٰ میں اور وہ ساتھ آئیں گے ۔ آپ نے یکم نومبر سے درخواست دی ہے کیا اس سے پہلے آپ تشریف نہ لاسکیں گے ۔ والسلام۔

مصطفی رضا قادری غفرلہ　　[جہان مفتی اعظم: ص ۱۱۰۷]

ملک العلماء کی کتاب میں صدرالافاضل کے نام تہدیہ

عموماً کتابوں کا تہدیہ بادشاہوں ، امیروں ، اور ارباب اقتدار ، حضرات کے نام ہوتا ہے ، مگر ملک العلماء نے اپنی کتاب ''الجواھر والیواقیت فی علم التوقیت'' معروف بہ ''توضیح التوقیت'' مطبوعہ اہل سنت برقی پریس مرادآباد ، کا تہدیہ صدرالافاضل کے نام فرمایا ہے ۔ صدرالافاضل اور ملک العلماء کی باہمی تعلقات وارتباط اور بے لوث محبت کی یہ بڑی مثال ہے ۔ ہم یہاں تہدیہ من وعن نقل کررہے ہیں ۔ ملاحظہ فرمائیں :

تہدیہ

اگرچہ کتابوں کا تہدیہ عام طور پر والیان ملک ، روساے عظام اور دنیوی حیثیت سے مقتدر حضرات کے نام ہوا کرتا ہے ۔ مگر میں اپنی اس کتاب ''**الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت**'' معروف بہ ''توضیح التوقیت'' کو دینی خدمتوں ، مذہبی حمایتوں کی وجہ سے **مخلص صمیم صدرالافاضل استاذ العلما مولانا مولوی حافظ حاجی حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب بانی جامعہ نعیمیہ مرادآباد دام باقبالہ والقابہ** کے نام نامی سے معنون کرنا دلی مسرت کا موجب سمجھتا ہوں ۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد ظفرالدین قادری رضوی غفرلہ ۔ ۱۲ / رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ

[الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت : ص ۱]

ملک العلماء کے نام تاج العلماء اور علامہ ظہور نعیمی کے خطوط میں صدرالافاضل کا ذکر

مفتی محمد عمر نعیمی ۳ / اگست ۱۹۴۸ء کو ملک العلماء کے ایک گرامی نامے کے جواب میں صدرالافاضل کی ناسازی طبع کی خبر دیتے ہوئے اور ملک العلماء کو صدرالافاضل کی طرف سے ہدیہ سلام پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''وعلیکم السلام و رحمتہ وبرکاتہ !

گرامی نامہ تشریف لایا ۔ **حضرت صدرالافاضل مدظلہ العالی** کا مزاج ہمایوں بہت ناساز ہے ۔ بخار ہر وقت رہتا ہے ۔ کسی وقت مفارقت نہیں کرتا ۔ ضعف اس درجہ ہوگیا ہے کہ لیٹ کر نماز ادا فرماتے ہیں ۔ مولیٰ تعالیٰ ہم پر کرم فرمائے اور حضرت کو صحت تامہ کاملہ عطا فرمائے ... حضرت صدرالافاضل مدظلہ آپ کو سلام فرماتے ہیں ۔''

[خط کی کاپی فقیر کے پاس محفوظ ہے]

علامہ ظہور احمد نعیمی مرادآبادی ملک العلماء کے نام اپنے ایک خط میں ملک العلماء کا سلام صدرالافاضل کو اور صدرالافاضل کی طرف سے ملک العلماء کو سلام پیش کرتے ہوئے نیز صدرالافاضل کی علالت طبع کی خبر دیتے

ہوئے لکھتے ہیں:

”**حضرت دامت برکاتہ** کی خدمت میں آپ کا سلام پہنچادیا گیا تھا جواباً بھی سلام بھیجا جاتا ہے۔ **حضرت** سخت علیل ہوگئے تھے۔ رمضان المبارک کے آخری ہفتے میں حبس البول کا سخت دورہ نمودار ہوا تھا جس سے تکلیف شدید رہی اور کئی دن کے بعد افاقہ ہوا۔ اب الحمدللہ وہ تکلیف دور ہوگئی۔ البتہ ضعف زیادہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو قائم وبرقرار رکھے۔ آمین“۔ [خط کی کاپی فقیر کے پاس محفوظ ہے]

ملک العلماء کے نام ایک اور خط میں علامہ ظہور احمد نعیمی صدرالافاضل کی ناسازی طبع کا ذکر کرتے ہوئے نیز ملک العلماء سے صدرالافاضل کی خواہش ملاقات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”**حضرت صدرالافاضل دامت برکاتھم** نے بھی ارشاد فرمایا:

کہ میری طرف سے بھی لکھ دیجیے کہ آپ کی ملاقات کو بہت دل چاہتا ہے۔ **حضرت موصوف** بہت علیل ہیں، ذیابیطس ہوگیا ہے، ضعف وناطاقتی بہت زیادہ ہے، جسم آدھا بھی نہیں رہا، صحت کے لیے دعا فرمائیں۔“

[خط کی کاپی فقیر کے پاس محفوظ ہے]

ملک العلماء نے علامہ ظہور احمد نعیمی سے کسی خط میں ترجمہ قرآن کنزالایمان کا مطالبہ کیا تھا۔ جس کے جواب میں آپ نے ملک العلماء کو لکھا کہ صدرالافاضل نے مولانا میاں یعنی اپنے بڑے صاحبزادے مولانا ظفرالدین نعیمی کو فرمایا: کہ قرآن مجید ایک جلد میری طرف سے ملک العلماء کی نذر کر دی جائے۔ علامہ ظہور احمد نعیمی لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی قیمت مولانا میاں نے آپ کے لیے دریافت کی تھی۔ **حضرت صدرالافاضل مدظلہ** نے مولانا میاں کو حکم دیا کہ فوراً ایک جلد ہماری طرف سے مولانا ظفرالدین صاحب کو نذر کر دی جائے۔ وہ جلد بندی کے لیے دے دیا گیا ہے۔ عن قریب آپ کے پاس بذریعہ ڈاک پہنچا دیا جائے گا۔“ [خط کی کاپی فقیر کے پاس محفوظ ہے]

اعلیٰ حضرت کے نام صدرالافاضل کا خط ملک العلماء کے پاس بھیجا گیا

بھاگل پور، فیروزآباد اور راندیر میں دیوبندی جماعت سے مناظروں سے متعلق صدرالافاضل نے اعلیٰ حضرت کے نام خط تحریر فرمایا۔ اعلیٰ حضرت نے ملک العلماء کے نام اپنے ایک خط میں اس کا ذکر کیا ہے جسے یہاں نقل کرنا بے محل نہ ہوگا۔ اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

وہابیہ خذلھم اللہ تعالیٰ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا۔ بھاگل پور، فیروزآباد، راندیر۔ بھاگل پور۔ نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کو اس اشتہار اور مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے خط سے واضح ہوگا۔ یہ خط اصل ہے بعد ملاحظہ واپس ہو۔“

[جہان ملک العلماء: ص۳۷۶]

صدر الافاضل کے وصال پر تعزیت نامہ

صدر الافاضل کے وصال پر آپ نے تعزیت نامہ تحریر فرمایا جو اخبار دبدبہ سکندری میں بھی شائع کیا گیا۔ ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔ ملاحظہ کریں اور صدر الافاضل کی رحلت پر آپ کے صدمات، ساتھ ہی صدر الافاضل سے آپ کی محبتانہ رفاقت اور قلبی لگاؤ کا اندازہ لگائیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب پھر **حضرت صدر الافاضل** کا سانحہ ارتحال سنی دنیا میں سخت غم کی بات ہے۔ مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ افسوس زیادہ اس کا ہے کہ صدر الشریعہ کا واقعہ حضرت مفتی اعظم کی غیبت اور **صدر الافاضل** کا حادثہ حضرت صدر اہل سنت جناب محدث صاحب قبلہ کی عدم موجودگی میں ہوا۔ ان لوگوں کو اس کا سخت صدمہ ہوگا۔ مجھے ان دونوں اساطین سنت کی جدائی کا جو صدمہ ہے وہ ہے اس کے علاوہ سخت صدمہ اس کا ہے کہ دونوں کے سینوں میں جو کچھ معلومات اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کے متعلق تھے وہ اپنے ساتھ لیتے گئے۔ اس لیے اب دوسرے تمام سنی بھائیوں رضوی حضرات سے باادب درخواست ہے کہ جن صاحب کے علم میں جو جو واقعات ہوں ان کو تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

(ملک العلماء مولانا) ظفر الدین (صاحب) قادری رضوی ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ

[اخبار دبدبہ سکندری: ۲۱/ نومبر ۱۹۴۸ء۔ ص ۷]

صدرالشریعہ

تعارف

صدرالشریعہ حضرت مولانا امجد علی بن مولانا حکیم جمال الدین صاحب محلہ کریم الدین قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۸ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جدامجد سے اور درس نظامی کی مبادیات مولانا محمد صدیق سے حاصل کی اس کے بعد جون پور میں علامہ ہدایت اللہ جون پوری سے، اور حضرت شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی سے اکتساب علم کیا اور سند بھی حاصل کی۔ حکیم عبدالولی لکھنوی سے طب کی تعلیم لی۔ اور ایک سال پٹنہ میں مطب کیا۔ اس کے بعد استاد گرامی محدث سورتی کے حکم پر اعلیٰ حضرت کی بار گاہ میں حاضر ہوئے اور وہاں خوب خوب علوم ظاہری و باطنی کا اکتساب کیا۔ اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے۔

بریلی شریف مدرسہ منظر اسلام کے علاوہ کئی مشہور مدارس میں تدریس کی خدمت انجام دی۔ اپنے دَور کی کئی اہم تحریکات میں شرکت فرمائی۔ ترجمہ قرآن کنزالایمان کے اِملا کا شرف حاصل کیا، مطبع اہل سنت وجماعت، بریلی سے نشرواشاعت کا کام خصوصی طور پر آپ کے ذمے تھا۔ فتاوی جات اور دیگر کتب علمیہ کے علاوہ خاص کر بہار شریعت کا عظیم سرمایہ قوم کو عطا کیا۔ دوسرے حج کے لیے سفر کیا۔ ممبئ پہنچے، طبیعت بگڑگئی اور ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۶ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو وہیں وصال ہوا، اور اپنے گاؤں گھوسی میں مدفون ہوئے۔

صدرالافاضل اور صدرالشریعہ

صدرالافاضل اور صدرالشریعہ ایک دوسرے کے معاصر تھے۔ علمی لحاظ سے دونوں اپنی مثال آپ تھے۔ ملک میں تدریسی اعتبار سے دونام بہت مشہور تھے، صدرالافاضل اور صدرالشریعہ۔ معاصرین میں دو دونوں ممتاز و نمایاں مقام کے حامل تھے۔ دونوں کے مابین تعلقات بھی بہت اچھے تھے۔ ایک دوسرے کے معاصر ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے منصب وعہدے کا پاس ولحاظ بھی خوب کیا کرتے تھے۔ بہت سے جلسوں، کانفرنسوں، مناظروں میں ایک ساتھ شریک ہوئے۔ ہم کچھ مثالیں یہاں پیش کرتے ہیں جن سے دونوں حضرات کے مابین تعلقات و روابط اور آپسی معاملات کا پتہ چل جائے اور قارئین کچھ استفادہ کرسکیں۔

آریوں کے خلاف کلکتہ میں مناظرانہ کوشش

کلکتہ میں مولانا عبدالعزیز خاں صاحب نے آریوں کا زور بڑھتا دیکھا، تو ان سے مناظرے کے لیے آپ کو بلایا اور پھر صدرالافاضل کو بھی مدعو کیا۔ آپ دونوں کے وہاں پہنچتے ہی تمام آریہ پنڈت خاص کر شردھانند وہاں سے فرار ہوگئے۔ اور پھر وہاں اجلاس میں آپ دونوں حضرات کے خطابات ہوئے۔

ملاحظہ ہو: حیات صدرالشریعہ مرتبہ بحرالعلوم اعظمی ص ۷۳، ۷۴]

مناظرہ بھاگلپور میں صدرالافاضل اور صدرالشریعہ

مولوی محمد علی مونگیری سے ندوے سے متعلق مناظرے کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت نے صدرالافاضل اور صدرالشریعہ کو بھاگلپور بھیجا تھا، مگر مولوی مونگیری مناظرے کے لیے حاضر نہیں ہوئے۔

[ماخوذ فقیہ اسلام: ۲۸۸۔ حیات صدرالشریعہ مرتبہ بحرالعلوم اعظمی ص ۷۲]

جمعیۃ العلماء کے خلاف بریلی شریف میں مناظرانہ سرگرمیاں

ابوالکلام آزاد اور جمعیۃ العلماء کے دیگر اراکین کی خلاف شرع حرکتوں سے ملک بھر کے مسلمان پریشان وبے چین تھے۔ اعلیٰ حضرت اور آپ کے خلفا، تلامذہ اور احباب نے ان سے مناظرہ ومباحثہ کی بات رکھی مگر وہ راضی نہ ہوئے۔ بالاتفاق ۱۴/ رجب ۱۳۳۹ھ بریلی شریف میں جمعیۃ العلماء کا ایک جلسہ ہونا طے پایا۔ اعلیٰ حضرت اور آپ کے خلفا وغیرہ نے اس موقع کو غنیمت جان کر ان سے مناظرہ کا ارادہ فرمایا اور شرعی مواخذات بشکل ستر سوالات جن کو صدرالشریعہ نے ترتیب دیا تھا بھیج کر مناظرہ کی بات رکھی مگر وہ راضی نہ ہوئے۔

بالآخر اعلیٰ حضرت کے حکم سے چند علما کا ایک وفد جس میں صدرالافاضل اور صدرالشریعہ بھی شریک تھے جلسے میں پہنچ گیا۔ مگر وہ لوگ مناظرے پر آمادہ نہیں ہوئے۔

اشتہارات کے ذریعے مخالفین پر اتمام حجت کا اعلان کیا گیا۔ جس کے جواب میں جماعت رضائے مصطفیٰ کی طرف سے اراکین جمیعۃ العلماء خاص کر ابوالکلام آزاد سے تحریک خلافت وغیرہ کے تناظر میں ہوئی شرعی خامیوں پر مواخذہ کیا گیا۔ اور ۱۰/ رجب بروز دوشنبہ کو ایک اعلان مناظرہ ستر سوالات پر مشتمل بنام اتمام حجت شائع کیا گیا۔

اس پورے واقعے کی تفصیل صدرالافاضل کی مناظرانہ سرگرمیوں کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

صدرالافاضل کی علالت اور صدرالشریعہ کا سفر مرادآباد

آخری ایام میں صدرالافاضل کی طبیعت کافی نازک ہوگئی تھی نشست و برخاست بھی دشوار تھا۔ انہیں ایام میں عرس رضوی کے موقع پر صدرالافاضل کی علالت طبع کی خبر سن کر صدرالشریعہ، مفتی اعظم ہند کے ساتھ عیادت کے لیے مرادآباد تشریف لائے۔ اور ایک رات گزار کر وطن مراجعت فرمائی۔ مفتی محمد اعظم اس سفر میں حضرت کے ساتھ تھے، وہ لکھتے ہیں:

”عرس سے فراغت کے بعد حضور مطلوبی مفتی اعظم اور استادی صدرالشریعہ علیہما الرحمۃ والرضوان نے **حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب علیہ الرحمہ** جو عرصہ دراز سے علیل تھے کی عیادت کے لیے مرادآباد جانے کا ارادہ فرمایا۔ ان دونوں حضرات نے مجھے اپنے وفادار دیرینہ خادم کی حیثیت سے ہمراہ لیا۔ بس کے ذریعے بریلی شریف سے مرادآباد تک کا سفر طے کیا گیا...... المختصر **حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ** کی عیادت میں ایک شب قیام کرنے کے بعد دوسرے دن صبح ان دونوں حضرات نے اپنے اپنے وطن جانے کا ارادہ کرلیا۔“

[سہ ماہی دامن مصطفیٰ بریلی: مفتی اعظم نمبر، مئی تا اکتوبر ۱۹۹۰ء: ص۱۱۸]

صدرالافاضل کے فتوے پر تصدیق

اخبار الفقیہ میں صدرالافاضل کا ایک فتویٰ شائع ہوا، جس میں درج ذیل سوالات کے جوابات تھے۔

قربانی کے جانور کے کتنے دانت ٹوٹنے سے قربانی نہیں ہوگی؟

زکاۃ کی رقم نکال کر رکھی اور وہ ضائع ہوگئی تو کیا ایسی صورت میں زکاۃ لازم رہے گی؟

کیا ٹرین چلانے والوں کی نمازیں قصر ہوں گی؟

دہلی سے لاہور اپنے وطن اصلی چند دن کے لیے گیا تو کیا نماز قصر ادا کرے گا؟

نماز عصر و مغرب کی آخری رکعت جماعت سے چھوٹ جائے تو وہ کس طرح ادا کرے گا؟

کیا اخیر کی دو رکعات میں الحمد کے ساتھ سورت ملانے پر سجدہ سہو لازم ہوگا؟

ایک گواہ کی موجودگی میں کیا نکاح ہوجائے گا جب کہ مرد و عورت اور قاضی و گواہ ایک ہی مجلس میں موجود ہوں؟

صدرالافاضل کے اس فتویٰ پر کئی علما کی تصدیقات موجود ہیں۔ صدرالشریعہ نے درج ذیل الفاظ میں تصدیق فرمائی۔

صح الحکم و العلم عنه من له وبه العلم

فقیر ابوالعلا محمد امجد علی اعظمی غفرلہ

[الفقیہ امرت سر: ۷؍جنوری ۱۹۲۷ء۔ ص۹،۱۰]

سنی کانفرنس اور صدرالشریعہ

صدرالافاضل کی تشکیل دی ہوئی تنظیم سنی کانفرنس میں صدرالشریعہ کا بھی اہم کردار رہا ہے۔ سنی کانفرنس کے پہلے اجلاس ۱۹۲۵ء سے لے کر آخری جلسہ ۱۹۴۶ء تک بہت سے اجلاس میں آپ شریک ہوئے۔ ہم اجمالی طور پر چند کانفرنسوں کا ذکر یہاں کیے دیتے ہیں، جن میں آپ نے شرکت فرمائی۔ ملاحظہ ہو:

سنی کانفرنس مرادآباد کا پہلا اجلاس اور صدرالشریعہ کی شرکت اور آپ کا حسن اخلاص

سنی کانفرنس کا پہلا اجلاس مرادآباد میں ہوا، ہندوستان کے ہزاروں علما و مشائخ نے شرکت کی۔ صدرالشریعہ بھی شریک ہوئے۔ اس سفر میں صدرالشریعہ کے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا جو آپ کے حسن اخلاص کی بڑی مثال ہے۔ یہاں اس کو بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ احباب ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا جیلانی اعظمی صاحب جو اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے وہ لکھتے ہیں:

”عرصہ ہوا کہ **صدرالافاضل مخدومی حضرت علامہ سید نعیم الدین صاحب قبلہ (قدس سرہ العزیز)** نے مرادآباد شریف میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا ایک نہایت شاندار اجلاس منعقد فرمایا تھا۔ اسی سال حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ اجمیر شریف میں پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اس مقدس اجلاس میں علمائے مدعوئین کی تعداد کئی سو تھی۔ اس میں شریک ہونے والے خواص و عام سبھی **حضرت صدرالافاضل قدس سرہ العزیز** کے جذبہ ایثار سے کافی متاثر ہوئے تھے۔ حتی کہ بہت سے علمائے مدعوئین نے تو آمد و رفت کا کرایہ بھی قبول نہ فرمایا تھا۔ حضرت مفتی اعظم صاحب قبلہ جوش مسرت میں تعاون کی غرض سے ایک ہفتہ پہلے ہی مرادآباد شریف پہنچ چکے تھے۔

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ اجمیر شریف سے اس اجلاس میں شرکت فرمانے کے لیے تو مجھے بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ مخدومی حضرت علامہ سید شاہ علی حسین صاحب قبلہ اشرفی کچھوچھوی اور مخدومی حضرت مولانا صوفی سید پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کا استقبال نہایت شان دار طریقے پر کیا گیا اور حضرت حجۃ الاسلام صاحب قدس سرہ العزیز کا استقبال اتنا شان دار نہیں ہوسکا۔ ان حضرات کی تشریف آوری سے ایک دن پہلے، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ بعد نماز عشاء پہنچے، تو اسٹیشن پر انہیں لینے کے لیے ایک طالب علم بھی حاضر نہیں ہوا، حالاں کہ آپ نے اپنی تاریخ روانگی سے مع قید وقت کے پیشتر سے اطلاع دے دی تھی۔ اس سے اور بعض دوسرے امور سے بعض ناتجربہ کار نوجوانوں کو ترجیح کا غلط خیال پیدا ہوا۔ چناں چہ ان میں سے ایک صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہمارے اکابر و اصاغر کا استخفاف ہو رہا ہے۔ اس پر حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ ان پر سخت غضب ناک ہوئے اور ان کی سخت زجر و توبیخ فرمائی۔ پھر نہایت سکون کے ساتھ ان کی غلط فہمی کو زائل بھی فرمادیا۔ اور

فرمایا کہ حسن ظن رکھو، وہ لوگ بھی اپنے ہی ہیں۔ (او کمال قال علیہ الرحمۃ)

واقعہ یہ تھا کہ مخدومی حضرت صوفی سید پیر جماعت علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز اس اجلاس کے صدر مقرر ہوئے تھے اور یہ تجویز پہلے ہی سے ذمہ داران اجلاس نے اپنے پیش نظر رکھ لی تھی اور مرادآباد شریف میں ان کی یہ آمد پہلی آمد تھی، اس وجہ سے اہل شہر و فوراشتیاق میں کافی تعداد میں ان کو لینے گئے۔ اور رئیس الاصفیاء حضرت صوفی سید شاہ علی حسین صاحب قبلہ اشرفی قدس سرہ العزیز کے ہزاروں مریدین تو مرادآباد شریف ہی میں تھے۔ اور کافی تعداد میں باہر سے بھی آگئے تھے۔ اس وجہ سے ان کے استقبال میں شریک ہونے والوں کی تعداد کافی تھی۔ آخر میں حضرت حجۃ الاسلام صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز تشریف لائے۔ دو اجلاس کی دوادوش میں کارکنان جلسہ پر ماندگی طاری ہوچکی تھی۔ اس پر بھی ان کا جلوس بھی نمایاں ہوجانا ارباب بسط کشاد کی سعی و محنت کا پتہ دیتا تھا۔ اور حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کی تشریف آوری کے موقع پر **حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** کے سامنے ایسے اہم اور ضروری مشاغل آگئے کہ کسی کو اسٹیشن بھیجنا بھول گئے۔

سبحان اللہ! ایسی صورت میں جب کہ صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کو لینے کے لیے کوئی بھی اسٹیشن نہیں پہنچا تھا، بتقاضائے فطرت نفس کا تاثر ضرور ہے۔ پھر اس کے پیش نظر یہ شکایت کرنے والا چوں کہ شریک غم ہے لہٰذا محبوب ہونا چاہیے مگر محبوبیت و مبغوضیت کا یہ معیار ان لوگوں کے نزدیک ہے جو نفس کے فرماں بردار ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کی شان چوں کہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ، تھی لہٰذا آپ نے کارکنان جلسہ کی کارکردگی کو زجر و توبیخ فرما کر حسن وظن کی ہدایت فرمائی، یہ آپ کی دوراندیشی اور معاملہ فہمی اور آپ کی قوت عاقلہ کا بہترین فیصلہ ہے۔ کسی کو اپنا سمجھنا ظن کی طرف داعی ہے۔ اور جب اپنا سمجھ لیا جائے گا تو ان کی ترقی سے خوشی ہوگی۔ اتنے بڑے اجلاس میں کام کرنے والوں کے سامنے کافی مشاغل ہوتے ہیں ایسے موقع پر ان کی ہمت افزائی کرنی چاہیے، اس قسم کی نزاع پیش کرکے اگر ان کو نشانہ طعن و تشنیع بنایا جائے اور ان کے خلاف ایک جماعت کی تشکیل کی جائے تو جن مقاصد دینیہ کے پیش نظر مصارف کثیرہ کا بار برداشت کیا گیا ہے وہ نامکمل رہ جائیں گے۔"

[ماہنامہ اشرفیہ: اکتوبر، نومبر ۱۹۵۵ء۔ کا صدرالشریعہ نمبر: ص ۱۸، ۱۹]

مرادآباد میں سنی کانفرنس کے اس پہلے اجلاس کے علاوہ اور بھی کئی سنی کانفرنسوں میں آپ شریک ہوئے۔

۱۹، ۲۰ر شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ مطابق ۳، ۴ر اکتوبر ۱۹۳۹ء میں سنی کانفرنس اور جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے سالانہ اجلاس میں شریک ہوئے۔ [باغی ہندوستان مترجم: ص ۳۴۰، بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس: ص ۵۸]

۳ تا ۶ر شعبان المعظم ۱۳۶۴ھ ۱۴ تا ۱۷ر جولائی ۱۹۴۵ء کو مرادآباد میں سنی کانفرنس کے صوبائی اجلاس ہوئے، جس میں آپ نے شرکت فرمائی۔ [دبدبہ سکندری: ۱۳ر اگست ۱۹۴۵ء۔ ص ۱۲۔ اخبار الفقیہ: ۲۱ تا ۲۹ر جولائی ۱۹۴۵ء ص ۱۱]

۲ تا۴ر جولائی ۱۹۴۶ء کو صدرالافاضل کے زیر اہتمام جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں سالانہ اجلاس کے ساتھ سنی کانفرنس کے اجلاس ہوئے جس میں آپ نے شرکت فرمائی اور خطاب بھی۔

[اخبار دبدبہ سکندری رامپور: ۲۲ر جولائی ۱۹۴۶ء ص ۷]

بریلی شریف

بریلی شریف میں عموماً اجلاس اور کانفرنسوں میں صدرالافاضل اور صدرالشریعہ شریک رہے ہیں۔

ہم یہاں سنی کانفرنس کے تعلق سے بس ایک حوالہ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۲۳ تا۲۵ر صفر المظفر ۱۳۶۵ھ۔ ۲۸ تا۳۰ر جنوری ۱۹۴۶ء کو عرس رضوی کے موقع پر ملک کے سیاسی حالات کے پیش نظر خطابات بھی ہوئے۔ صدرالشریعہ نے حالات حاضرہ کے تناظر میں خطاب فرمایا بعدہ صدرالافاضل نے آپ کی تائید میں خطاب فرمایا۔

علاوہ ازیں اس اجلاس میں سنی کانفرنس کے حوالے سے مسلم لیگ کی مشروط حمایت کا اعلان کیا گیا۔ اور کانگریس کی مسلم مخالف چالوں سے بچنے کی تاکید کی گئی۔ نیز ملک کے موجودہ حالات کے مناسبت سے مسلمانوں کے حق میں مفید اور اہم مسائل پر مشتمل ایک فتوی تحریر کیا گیا جس میں مشائخ و علما نے دستخط فرمائے۔ صدرالافاضل اور صدر الشریعہ نے بھی اس فتوے پر دستخط کیے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مرتبہ قاری جلال الدین قادری: ص ۹۸ تا ۱۰۲]

مین پوری

مین پوری میں، ۲۱ تا۲۵ر نومبر ۱۹۴۵ء کو سنی کانفرنس کے اجلاس میں صدرالافاضل اور آپ شریک ہوئے۔ دونوں حضرات کے خطابات بھی ہوئے۔

[اخبار الفقیہ: ۲۱ تا۲۸ر دسمبر ۱۹۲۸ء ص ۸۔ اخبار دبدبہ سکندری رامپور: ۷ار دسمبر ۱۹۴۵ء ص ۲۰]

انگس ضلع ہگلی، بنگال

”انگس ضلع ہگلی، بنگال میں ۵،۶ر جنوری ۱۹۴۶ء کو حکیم محمد عطاء الرحمن ناظم سنی کانفرنس انگس، کی صدارت میں سنی کانفرنس کے عظیم الشان اجلاس منعقد ہوئے۔ صدرالافاضل، صدرالشریعہ اور ان کے علاوہ کثیر علمائے کرام نے جلسے میں شرکت فرمائی۔ اور ان کا خطاب بھی ہوا۔ صدرالافاضل نے بھی جلسے میں خطاب فرمایا۔ آٹھ ہزار سے زیادہ سامعین جلسہ گاہ میں حاضر تھے۔“ [دبدبہ سکندری: ۱۶ر جنوری ۱۹۴۶ء ص ۵]

مبارک پور اعظم گڑھ

۱۷،۱۸؍جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹، ۲۰؍اپریل ۱۹۴۶ء کو مبارک پور اعظم گڑھ میں سنی کانفرس کے دو اجلاس ہوئے، جس میں پہلا اجلاس آپ کی صدارت میں ہوا۔" [مرجع سابق: ۲۰؍مئی ۱۹۴۶ء ص ۷]

اور مئی ۱۹۴۶ء کی ابتدائی تاریخوں میں سنی کانفرنس کے اجلاس ہوئے جن آپ نے شرکت فرمائی اور جلسے کے اختتام پر دعا بھی فرمائی۔" [مرجع سابق: ۲۷؍مئی ۱۹۴۶ء ص ۷]

کچھوچھہ شریف

۱۱؍فروری ۱۹۴۶ء کو کچھوچھہ شریف میں سنی کانفرنس کے اجلاس میں صدرالافاضل کے ساتھ آپ بھی شریک ہوئے اور دونوں حضرات کے خطاب بھی ہوئے۔ صدرالشریعہ نے اہل سنت کی تنظیم اور اتحاد واتفاق کے حوالے سے خطاب فرمایا۔" [ماخوذ دبدبہ سکندری: ۱۸؍مارچ ۱۹۴۶ء ص ۶]

علاوہ ازیں سنی کانفرنس کی مختلف مجلسوں میں نصاب تعلیم، قانون سازی، مسلم مسائل کے حل کے لیے جن علمائے کرام کے نام تجویز ہوئے اور جو کمیٹیاں بنائی گئیں ان میں آپ بھی شامل رہے۔

سنی کانفرنس میں صدرالافاضل کی خدمات پر صدرالشریعہ کا تاثر گرامی

سنی کانفرنس میں صدرالافاضل کی بے لوث خدمات سے صدرالشریعہ بہت متاثر تھے۔ اور صدرالافاضل کے اس عظیم کارنامے کو خوب سراہتے تھے۔ مولانا جیلانی اعظمی لکھتے ہیں:

"مذکورہ بالا اجلاس کے ایام میں اور پھر یہاں سے واپسی کے بعد حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنی مجلس خصوصی میں اپنے احباب کے سامنے **حضرت صدرالافاضل صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز** کے اس عظیم الشان کارنامے کو بار بار سراہا۔" [ماہنامہ اشرفیہ، اکتوبر، نومبر ۱۹۵۵ء۔ کا صدرالشریعہ نمبر: ص ۱۸، ۱۹]

دستور سنی کانفرنس کے حوالے سے صدرالافاضل کا گرامی نامہ بنام صدرالشریعہ

سنی کانفرنس کے دستور کے حوالے سے صدرالافاضل نے صدرالشریعہ کے نام درج ذیل خط تحریر فرمایا، جس میں دستور کی تکمیل اور عرس رضوی پر دستور کی اشاعت کی خواہش ظاہر فرمائی ہے۔ ہم خط من وعن نقل کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

الجمعیۃ العالیۃ الاسلامیۃ المرکزیۃ، آل انڈیا سنی کانفرنس، مرادآباد۔

حضرت محترم دام مجدکم السامی!　　　　السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ!

سُنّی کانفرنس کے دستور کے لیے ملک کی سُنّی کانفرنسیں بے چین ہیں۔تقاضے بہت زیادہ ہیں اور کام بھی رُکا ہوا ہے۔اس لیے بہ مجبوری ۲۰؍ محرم ۱۳۶۶ھ بروز یک شنبہ اس لیے مقرر کردیا ہے کہ آپ تشریف لاکر دستور کی تکمیل فرمادیں۔اس تاریخ کے لیے حضرت مفتی اعظم دامت برکاتھم سے بھی تشریف آوری کی التجا کی گئی ہے اور حضرت محدث صاحب اور حضرت ملک العلماء کو بھی اس تاریخ کے لیے مدعو کیا گیا ہے۔خواہش ہے کہ عرس کچھوچھہ شریف سے قبل دستور مکمل ہوجائے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عرس شریف میں شائع ہوجائے۔جواب فوراً ارسال فرماکر ممنون فرمائیں۔والسلام مع الاکرام۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

۶؍ دسمبر ۱۹۴۶ء

سنی کانفرنس کے حوالے سے تاج العلماء مارہروی اور صدرالافاضل کے مباحثے میں صدرالشریعہ کا کردار

مسلم لیگ کو لے کر تاج العلماء سنی کانفرنس کے خلاف تھے۔اور اس تعلق سے بحث کافی تلخ ہوچکی تھی۔ صدرالافاضل چاہتے تھے کہ بریلی شریف میں تاج العلماء بھی پہنچ جائیں اور وہ بھی،اور اس طرح علما کے مابین بیٹھ کر اس مسئلہ کو حل کرلیا جائے۔تاج العلماء نے فرمایا کہ آپ اپنے دو(۲) معاونین لاکر اس مسئلہ پر بات کرلو۔تو صدر الافاضل نے معاونین میں دو نام پیش فرمائے ایک مفتی اعظم کا اور دوسرا صدرالشریعہ کا۔خط کا اقتباس ملاحظہ کریں:

”الحمد للہ کہ اب حضرت نے اپنی سابق رائے پر نظر ثانی فرمائی اور اس فقیر کو مع معاونین کے دعوت اجتماع دی،اس کا میں شکرگزار ہوں۔مجھ جیسے ضعیف کے لیے معاون تو بہت درکار تھے مگر صرف دو ہی کی اجازت عطا فرمائی اس کا بھی شکریہ۔حضرات معاونین کے اسمائے گرامی پیش کرنے کا حکم فرمایا تعمیلاً الارشاد عرض کہ حضرت عالی درجت مفتی اعظم مولانا مولوی شاہ محمد مصطفی رضا خاں صاحب دامت برکاتھم اور فقیہ اعظم صدرالشریعہ مولانا مولوی شاہ محمد امجد علی صاحب دام مجدہم کے اسمائے گرامی پیش کرتا ہوں۔ان حضرات کے وقت معلوم کرنے کے لیے بریلی حاضر ہوگیا ہوں......

یکم ربیع الاول شریف ۶۵ھ

ہم نے سنی کانفرنس کے باب میں تاج العلماء اور صدرالافاضل کے مکتوبات نقل کیے ہیں تفصیل وہاں پڑھی جاسکتی ہے۔ یہاں بس صدرالشریعہ کا ذکر کرنا مقصود تھا۔

مختلف جلسوں میں صدرالافاضل اور صدرالشریعہ کی شرکت و خطابت

سنی کانفرنس کے علاوہ بہت سے جلسوں میں صدرالافاضل اور صدرالشریعہ ایک ساتھ شریک ہوئے اور دونوں حضرات نے خطابات فرمائے۔ ہم چند حوالے پیش کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے سالانہ جلسوں میں شرکت، خطابت اور امامت

جامعہ نعیمیہ میں سنی کانفرنس کے جلسوں کے علاوہ خاص جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسوں میں بھی آپ اکثر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ کا خطاب بھی ہوتا اور عوام کے ساتھ خواص بھی خوب محظوظ ہوتے تھے۔ ایک دو حوالے پیش ہیں، ملاحظہ ہو۔

جامعہ نعیمیہ کے اجلاس ۱۹۲۰ء

۲۹/ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹/ اپریل ۱۹۲۰ء سے متواتر چار روز تک جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس ہوئے۔ آپ نے شرکت بھی فرمائی اور آپ کا خطاب بھی ہوا۔

مفتی محمد عمر نعیمی اس اجلاس کے تعلق سے لکھتے ہیں۔

”۲۹/ رجب ۳۸ھ مطابق ۱۹/ اپریل ۱۹۲۰ء روز دوشنبہ سے متواتر چار روز تک موتی باغ میں مدرسے کے سالانہ جلسے ہوتے رہے۔ حضرت مولانا مولوی شاہ امجد علی صاحب رضوی، حضرت مولانا مولوی شاہ عبدالاحد صاحب محدث پیلی بھیتی اور جناب مولوی سید غلام قطب الدین برہمچاری تشریف فرما ہوئے تھے۔ موصوفین کی دل پذیر تقریروں کی اب تک شہر میں دھوم مچی ہوئی ہے۔“

[ماہنامہ السوادالاعظم: رجب المرجب، ۱۳۳۸ھ۔ ص ۳۳]

جلسہ منعقدہ ۱۹۳۲ء

نیز ۱۶ تا ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ مطابق دسمبر ۱۹۳۲ء کے سالانہ جلسوں میں آپ تشریف لے گئے۔ اور خطاب بھی فرمایا۔ آپ کا خطاب اس قدر پسند کیا گیا کہ امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب جن کو آخری خطاب فرمانا تھا انہوں نے بھی اپنا پورا وقت آپ کو دے دیا۔ اور پھر دوسرے روز بھی اجلاس میں آپ کا خطاب ہوا اور خوب دل چسپی سے سنا گیا۔ ماہنامہ السوادالاعظم میں تفصیلی روداد تحریر کی گئی ہے ہم یہاں فقط مطلوبہ اقتباس پیش کر رہے ہیں۔

''اسی روز تیسری تقریر حضرت علامہ نبیل و فہامہ جلیل تاج الشریعت سراج الملت مولانا الحاج الحکیم ابوالعلی محمد امجد علی صاحب صدر المدرسین اجمیر شریف نے رفعت شان حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمائی۔ سبحان اللہ کیا مرصع تقریر تھی۔ تحقیق و تدقیق کے دریا موجزن تھے۔ حقائق کے چہروں سے حضرت مولانا نے نقاب اٹھادیے تھے۔ اگرچہ نظام اوقات میں اسی روز کی آخری تقریر حضرت امام العرفاء قدوۃ الاولیاء قرہ باصرہ سیادت و شرافت نور نگاہ فضیلت و نجابت مولانا الحاج السید الشاہ پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری دامت برکاتہم کی درج تھی۔ لیکن حضرت موصوف کو تاج الشریعت کی تقریر مبارک ایسی پسند آئی اور حضرت ممدوح کو ایسا لطف ہوا کہ آپ نے اپنا وقت بھی حضرت تاج الشریعت ہی کو عطا فرمادیا۔ ایک بجے تک یہ تقریر مبارک جاری رہی.....اہل شہر کے اصرار سے حضرت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی صاحب اعظمی کو پھر تکلیف دی گئی اور آپ نے تقریر گزشتہ کا بقیہ اسی کر وفر کے ساتھ نہایت محققانہ طرز ادا میں بیان فرمایا۔''

[مرجع سابق: صفر تا ربیع الآخر، ۱۳۵۱ھ۔ ص ۴۲،۴۳]

سالانہ اجلاس ۱۹۴۳ء۔ صدرالشریعہ کی تقریر اور صدرالافاضل کا تبصرہ

اندازے کے مطابق ۱۹۴۳ء میں جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس میں آپ شریک ہوئے۔ امتناع نظیر کے موضوع پر علمانے آپ سے تقریر کی خواہش ظاہر فرمائی۔ آپ نے عذر فرمایا لیکن صدرالافاضل کے اصرار پر آپ تیار ہوگئے۔ تقریر سے قبل صدرالافاضل نے بہت ہی مخلصانہ انداز میں آپ کا تعارف پیش فرمایا۔

آپ نے تین گھنٹے قریب اپنے موضوع پر علمی و تحقیقی ایمان افروز خطاب فرمایا۔ اس درمیان محدث اعظم ہند وغیرہ علما کی باری تھی مگر سب نے اپنا وقت آپ کو دے دیا تھا۔ تقریر کے بعد صدرالافاضل نے آپ کی تقریر پر جامع تبصرہ کرتے ہوئے آپ کے خطاب کو خوب سراہا۔ اس اجلاس کی روداد کافی دل چسپ انداز میں صدرالشریعہ کے تلمیذ خاص شارح بخاری مفتی شریف الحق الامجدی، جو اس جلسے کے عینی شاہد تھے، نے بیان فرمائی ہے یہاں اس کا نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

''**حضرت صدرالافاضل فخرالاماثل استاذالعلماء علامہ نعیم الدین صاحب قدس سرہ العزیز** باں فضل و کمال کے علم وفضل کے ساتھ ساتھ خطابت کے بادشاہ تھے، گاندھویوں نے اپنی مطلب برآری کے لیے مسٹر ابوالکلام آزاد کو تقریری میدان میں بہت شہرت دی۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک جادوگر مقرر تھا۔ لیکن حقیقت میں اپنے وقت کے ابوالکلام **حضرت صدرالافاضل** تھے۔ تقریر کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ کوثر و تسنیم کے جام چھلکا رہے ہیں۔ زبان ایسی شیریں، شستہ کہ معلوم ہوتا کہ دہن مبارک سے الفاظ نہیں نکل رہے ہیں رحیق مختوم کی پھوہار برسا رہے

ہیں۔ایسی گرجدارآوازاور پرکشش کہ سننے والادم بخودرہ جاتا۔اس کے باوجوداپنے مدرسہ جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسے میں دیگر علما کے ساتھ ساتھ حضرت صدرالشریعہ کوضرورمدعوفرماتے۔دوسرے علماتوبدلتے رہتے مگرصدرالشریعہ لازم تھے۔اور پھر بہ اصرار تقریر بھی کراتے۔یہی نہیں جامعہ میں حکم دے دیاتھاکہ جب حضرت صدرالشریعہ یہاں آجائیں تو نمازوہی پڑھائیں گے۔

ایک بار حضرت صدرالشریعہ سے جلسے میں شریک ہونے والے علمانے درخواست پیش کی کہ آج حضرت امتناع نظیر پر تقریر فرمائیں۔ حضرت صدرالشریعہ نے حسب عادت معذرت کی،میں مقرر بھی نہیں اور مسئلہ بہت دقیق ہے،اسے بیان کرنابڑامشکل کام ہے۔ **حضرت صدرالافاضل** نے یہ سن کرفرمایا:

کہ مسئلہ دقیق سہی مگرآپ جب بیان فرمائیں گے توآفتاب سے زیادہ روشن ہوجائے گا۔اس وقت حضرت صدرالشریعہ خاموش ہوگئے۔علمانے یہ سمجھاکہ قبول فرمالیا۔ حضرت صدرالشریعہ کے تعارف کے وقت **حضرت صدرالافاضل** نے اعلان فرمادیاکہ آج حضرت صدرالشریعہ کی تقریر کاعنوان ''امتناع نظیر'' ہے۔مسئلہ اگرچہ دقیق ہے مگر بیان کرنے والاوہ عبقری مدرس ہے جوجعل بسیط ومرکب وجودرابطی مثناۃ بالتکریر،جیسے اہم ودقیق منطقی وفلسفی مسائل کوپانی کردیتاہے،فلسفہ اور علم کلام کے الٰہیات کے مسائل کوبدیہی کرکے سمجھادیتاہے۔ حضرت محدث اعظم ہند تشریف فرماتھے،یہ سنتے ہی پھڑک اٹھے اور فرمایا:کہ آج استاذالاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی اوراپنے وقت کے امیرالمومنین فی الحدیث سورتی کے مجمع البحرین کے بحرناپیداکنار کے،انمول موتیوں سے دامن بھراجائے گا۔

صدرالشریعہ نے آیہ کریمہ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

کواپنی تقریر کاعنوان قراردیا۔اور حسب عادت انکساری اور تواضع کے چند کلمات کہنے کے بعد ہنس کرفرمایا کہ مگرجب ان نائبان رسول واساطین ملت کاحکم ہے تواس کی تعمیل ضرورکرنی ہے۔یہ ان حضرات کاحسن ظن ہے کہ میں اس کااہل ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ ان جلیل القدر علما کاحسن ظن غلط نہیں ہونے دے گا۔ اصل موضوع پرآیہ کریمہ خاتم النبیین ،اورآٹھ دس احادیث کریمہ سے بطورقیاس شرعی ثابت فرمایاکہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر محال بالذات ہے تحت قدرت نہیں ۔اور حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل ماننے سے ان نصوص کے انکار کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کاجھوٹاہونالازم آئے گا۔ایک گھنٹے تک بڑی سلاست وروانی کے ساتھ اس مضمون کوبیان فرمایا۔علمائے کرام محوحیرت،مجمع دم بخود معلوم ہوتاتھاکہ ایک انسان نہیں بول رہاہے بلکہ عالم قدس کاکوئی ملک مقرب الہام ربانی کی تلاوت کررہاہے۔ایک گھنٹہ وقت دیاگیاتھا۔ ایک گھنٹہ پوراہونے پرجیب سے گھڑی نکالی دیکھ کرفرمایاکہ میراوقت ختم ہوگیا،میں رخصت ہورہاہوں۔

اس کے بعد حضرت محدث اعظم ہند کا وقت تھا، حضرت محدث اعظم ہند نے فرمایا میں نے اپنا وقت آپ کو نذر کیا، آپ تقریر جاری رکھیں۔ حضرت صدرالشریعہ کا علم بھی اس وقت جوش مار رہا تھا اور رمائل بفیض بھی تھے۔ درود شریف پڑھوا کر پھر تقریر شروع کردی۔ آیہ کریمہ ''خاتم النبین ''کی ایک نئے رنگ میں تفسیر فرمائی۔ پہلے بہ طریق معروف بیان فرمایا کہ خاتم اسم آلہ ہے، اس کا مادہ ختم ہے، جس کے معنی مہر کرنے کے ہیں مگر اس کا استعمال معنی اسمی میں ہے۔ پھر اس کے لغوی، عرفی، شرعی تین معنیٰ تفصیل سے بتائے۔ جب معنی شرعی بتاتے وقت مسلسل احادیث بیان کرنا شروع کیں تو معلوم ہوتا تھا کہ امام بخاری احادیث سنا رہے ہیں۔ پھر ثابت فرمایا کہ خاتم کے کوئی بھی معنی لیے جائیں ہر معنی کے لحاظ سے اس سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل محال بالذات ہے۔ اتنے میں یہ گھنٹہ بھی ختم ہوگیا۔ یہ فرما کر کہ حضرت محدث اعظم کا عطا کیا ہوا وقت بھی ختم ہوگیا، اب میں رخصت ہوتا ہوں۔

اس کے بعد غالباً حضرت ابوالحسنات یا حضرت ابوالبرکات الوری ثم لاہوری بانی حزب الاحناف لاہور کا وقت تھا۔ اب انہوں نے فرمایا کہ حضرت میں اپنا وقت بھی نذر کرتا ہوں، آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

اسی اثنا میں کسی نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل محال بالذات کیوں ہے؟ اگر اس کو محال بالغیر مانا جائے اور ممکن بالذات تو کیا خرابی لازم آئے گی؟ اسے واضح فرمادیں۔ یہ سن کر پھر تبسم فرمایا۔ اور امتناع نظیر کے محال بالغیر اور ممکن بالذات ہونے پر دس پندرہ استحالے قائم فرمانے کے بعد مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کے رد کی طرف رخ موڑا۔ وہ اس کا قائل تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ممکن ہی نہیں واقع ہے۔ اور چھ مثل زمین کے زیریں طبقات میں ہو چکے ہیں۔ پھر تو صدرالشریعہ کے بیان کا رنگ ہی کچھ اور ہوگیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ عوام، خواص سب کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ سب ساکت وجامد۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ عالم سامعین نے ان مضامین کو سمجھا ہوگا، مگر سب بغور سنتے رہے، نہ کوئی اٹھا اور نہ کوئی اونگھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ سب پر سحر ہلاہل کردیا گیا ہے۔ اس وقت حضرت صدرالشریعہ کی روحانی قوت کا لوہا سب نے مان لیا۔ اور علم وفضل کا اعتراف تو پہلے ہی سے تھا۔

تیسرا گھنٹہ پورا ہونے پر صدرالشریعہ نے یہ فرما کر کہ اب بہت دیر ہوگئی آپ حضرات بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہوں گے، سنتے سنتے اکتا گئے ہوں گے، اس لیے اب میں، کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا للموعظۃ، پر عمل کرتے ہوئے بس کرتا ہوں۔ صدرالشریعہ کرسی سے اتر آئے۔

حضرت صدرالافاضل قدس سرہ نے کھڑے ہوکر حضرت صدرالشریعہ کی اس تقریر پر ایسا شاندار تبصرہ فرمایا: کہ زندگی میں کسی کی بھی تقریر پر ایسا تبصرہ نہ فرمایا تھا۔ اس کے بعد دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ دوسرے دن پورے شہر میں اس تقریر کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ وہابی مدرسے کے طلبہ بھی جن میں کچھ منتہی تھے اس تقریر کو سننے کے بعد

اپنے استادوں سے سوالات کرنے لگے مگروہ جوابات سے عاجز رہے یہ کہ کر دامن چھڑایا کہ بریلوی بڑے منطقی ہوتے ہیں، ان کی باتوں پر دھیان نہ دو۔" [صدرالشریعہ نمبر: ماہنامہ اشرفیہ: اکتوبر، نومبر ۱۹۹۵ء۔ ص ۵۰ تا ۵۲]

علاوہ ازیں یہ بات مشہور ہے کہ آپ ایام اجلاس میں جتنے دن بھی جامعہ نعیمیہ میں قیام فرماتے، جامعہ نعیمیہ کی مسجد میں سب نمازوں میں آپ ہی امامت فرماتے تھے۔ علامہ حسن رضوی میلسی نے بھی اس بات کو لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:

"جلسے کے دوران قیام، تمام نمازوں کی امامت سیدنا صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ ہی کے ذمے ہوتی تھی۔"

[تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدرالافاضل: ص ۱۴۲]

اور یہی بات شارح بخاری نے بھی گزشتہ صفحہ میں لکھی ہے:

"یہی نہیں جامعہ میں حکم دے دیا تھا کہ جب حضرت صدرالشریعہ یہاں آجائیں تو نماز وہی پڑھائیں گے۔"

اخبار پیرسن ویکلی کے خلاف بریلی شریف کے اجلاس میں شرکت

اخبار پیرسن ویکلی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیم برہنہ تصاویر معاذ اللہ اپنے اخبار میں چھاپنے کی ناپاک جسارت کی۔ جس کے بر خلاف ۲۴/ مارچ ۱۹۳۴ء بروز شنبہ کو بریلی شریف میں احتجاجی اجلاس ہوا۔ صدرالافاضل اور صدرالشریعہ نے بھی اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔ اور اپنے غم و غصہ کا اظہار فرمایا۔" [اخبار الفقیہ: ۷/ اپریل ۱۹۳۴ء ص ۵، ۶]

اجلاس سونہ ریاست رامپور

۲۶، ۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ کو مقام سونہ ریاست رامپور کے ایک جلسے میں دونوں حضرات شریک ہوئے۔ اور دونوں کے خطابات بھی ہوئے۔ ہم یہاں صدرالافاضل و صدرالشریعہ کے حوالے سے اخبار اہل فقہ کا ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں۔ اخبار لکھتا ہے:

"جلسہ اہل سنت و جماعت... بمقام سونہ ریاست رامپور بتاریخ ۲۶ و ۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۳۰ ہجری المقدس کو بفضلہ تعالیٰ بخیر و خوبی انجام کو پہنچا۔ جس میں ... حامی شریعت و ماحی بدعت سراپا رحمت حامی دین جناب مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب اعظمی رضوی مدرس مدرسہ اہل سنت بریلی و **واعظ خوش بیان، شیریں زبان جناب مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی**.... تشریف فرما تھے۔..... دوسرا بیان فضائل نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیہ **جناب مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب** نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرما کر سامعین کو محظوظ و مسرور فرمایا..... آٹھ بجے شام شب دوم پہلا بیان مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے فرمایا۔ دوسرا بیان جناب مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب

مدرس مدرسہ اہل سنت بریلی نہایت مدلل اور مبسوط رد مذاہب جدیدہ فرمایا، کہ جس سے سامعین کو کمال آگہی ہوئی۔“

[اخبار اہل فقہ: ۳۰/ فروری ۱۹۱۳ء ص ۶]

بیسل پور

۱۰/ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ کو بیسل پور کے جلسے میں اعلیٰ حضرت کے ساتھ صدر الافاضل اور صدر الشریعہ دونوں حضرات تشریف لے گئے تھے۔ رات کو جلسے میں دونوں حضرات کے خطابات ہوئے۔ جلسے کی تفصیل پچھلے اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔

صدر الشریعہ کے نام صدر الافاضل کے گرامی نامے

صدر الافاضل اور صدر الشریعہ دونوں ایک دوسرے سے بہت قریب اور ایک دوسرے کے لیے بہت مخلص تھے۔ دونوں کے مابین گہرے روابط تھے، جس پر صدر الافاضل کے وہ خطوط گواہ ہیں جو آپ نے صدر الشریعہ کے نام ارسال فرمائے۔ خطوط میں مذہب، ملت اور سیاست کے مسائل کے ساتھ ذاتی باتیں بھی لکھی گئی ہیں۔ خطوط میں بے تکلفی بھی ہے اور معاصرانہ لحاظ بھی۔ ہمدردی بھی ہے اپناپن بھی۔ افسوس کہ ہمیں سارے خطوط دستیاب نہیں ہوئے صرف چار گرامی نامے ہی مل سکے، جو ہم نے مکتوبات و مراسلات کے باب میں نقل کر دیے ہیں۔ احباب وہیں ملاحظہ کریں۔ البتہ یہاں ان خطوط کی قدرے تفصیل پیش ہے۔

ایک تعزیتی خط ہے جس میں صدر الشریعہ کے گھر میں پانچ سال میں پے در پے گیارہ اموات ہونے پر اظہار ملال کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ صدر الشریعہ کے یہاں ۷/ شعبان ۱۳۵۸ھ جوان بیٹی کا انتقال ہوا۔ ۲۵/ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ کو منجھلے بیٹے مولوی محمد یحیی کا انتقال ہوا۔ اسی سال رمضان کی دسویں شب میں بڑے بیٹے مولوی حکیم شمس الہدی نے وفات پائی۔ ۲۰/ رمضان ۱۳۶۲ھ کو چوتھے بیٹے عطاء المصطفی کا انتقال ہوا۔ اسی دوران مولوی شمس الہدی کی تین جوان بیٹیوں اور اہلیہ کا انتقال ہوا۔ مولوی یحیی کی ایک بیٹی اور مولوی عطاء المصطفی کی اہلیہ اور ایک بچی کا انتقال ہوا۔

ایک خط میں بھاگلپور میں ہونے والے ایک جلسے کی تاریخ کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔

ایک خط مانکی شریف کے سجادہ حضرت شاہ محمد امین الحسنات کے حوالے سے ہے۔ اور ایک خط سنی کانفرنس کے دستور کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔

اس بات کا افسوس ہے کہ آپ کے نام صدر الشریعہ کا کوئی خط دستیاب نہیں ہوا۔

محدث اعظم ہند کچھوچھوی

تعارف

سید محمد احمد بن مولانا سید نذر اشرف الملقب بہ محدث اعظم ہند ۱۵؍ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء بروز بدھ قصبہ جائس ضلع بریلی میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ سے فضیلت کی تکمیل فرمائی۔

حضور محدث سورتی کی بارگاہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ فن فتوی نویسی حضور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں رہ کر حاصل کیا۔ اساتذہ میں علامہ عبدالباری فرنگی محل، علامہ لطف اللہ علی گڑھی، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، علامہ عبدالمقتدر قادری بدایونی، علامہ وصی احمد محدث سورتی، کے اسماے مبارکہ مشہور ہیں۔

حضرت ابوالمحمود سید شاہ احمد اشرف کچھوچھوی سے بیعت ہوئے۔ مذہبی، سیاسی، ملی اور سماجی میدان میں بہت سی نمایاں خدمات انجام دیں۔ تحریک شدھی، تحریک التواے حج، وغیرہ میں خوب حصہ لیا۔ ملک وبیرون ملک بہت سے تبلیغی دورے فرمائے۔

پچاس کے قریب کتابیں یادگار چھوڑیں۔ آخری ایام میں علیل ہوگئے۔ لکھنؤ اسپتال میں زیر علاج رہے اور ۲۵؍ دسمبر ۱۹۶۱ء کو وصال ہوا۔ جنازہ لکھنؤ سے کچھوچھہ لایا گیا اور حضور سرکار کلاں نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں کچھوچھہ شریف خانقاہ اشرفیہ میں تدفین عمل میں آئی۔

صدرالافاضل اور محدث اعظم ہند

صدرالافاضل اور محدث اعظم ہند ایک دوسرے کے بہت قریب اور ایک دوسرے کے لیے بہت ہی معتمد و معتبر اور لائق احترام تھے۔ بہت سی تحریکات و تنظیمات میں ایک ساتھ شامل رہے۔ مذہبی و سیاسی بہت سے جلسوں میں ایک ساتھ شریک ہوئے۔ مذہبی و مسلکی معاملات کے علاوہ ایک دوسرے کے ذاتی معاملات میں بھی دخیل تھے۔

صدرالافاضل اور محدث اعظم ہند کا سفر حج

۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں صدرالافاضل نے پہلی بار سفر حج فرمایا۔ اس سفر میں بہت سے علما و مشائخ صدرالافاضل کے ساتھ تھے۔ حضور اشرفی میاں اور محدث اعظم ہند بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ ہمیں اس سفر میں محدث اعظم ہند کے حوالے سے تفصیل تو نہیں ملی البتہ اس قدر معلوم ہوسکا کہ صدرالافاضل اور محدث اعظم

ہند اس سفر میں کلکتہ سے جدہ تک جہانگیر جہاز میں ساتھ تھے۔ ۳۰؍ جنوری کو کلکتہ سے جہاز روانہ ہوا اور ۱۶؍ فروری کو جدہ پہنچ گیا۔ اس دوران جہاز میں علمائے کرام خاص کر صدر الافاضل اور محدث اعظم ہند کے بیانات ہوتے تھے۔ اس سفر حج کی مکمل روداد صدر الافاضل کے حج کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں البتہ محدث اعظم ہند کے حوالے سے اخبار مخبر عالم مراد آباد کی درج ذیل خبر یہاں نقل کی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔ اخبار لکھتا ہے:

''ہمیں ایک تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس قافلے میں روزانہ ہر نماز کے بعد **حضرت صدر الافاضل صاحب** اور امام المسلمین حضرت ابو المحامد مولانا شاہ سید محمد اشرف صاحب محدث کچھوچھہ شریف کے مواعظ حسنہ کا سلسلہ قائم رہتا ہے حافظ مسعود احمد صاحب خلف مولانا کرامت اللہ خاں صاحب مرحوم دہلوی ترجمہ قرآن پاک سناتے ہیں اور مولانا مولوی سید احمد صاحب مفتی اعظم پنجاب بھی اکثر مناسک حج کا بیان فرماتے ہیں۔ مولوی عظیم اللہ صاحب بھی اپنے روح پرور وعظ کے ساتھ کلام نعتیہ سے سب کو مستفید فرماتے رہتے ہیں''

[اخبار مخبر عالم مراد آباد: ۸؍ مارچ ۱۹۳۶ء، ص ۶]

نیز حضرت ابو البرکات تحریر فرماتے ہیں:

''دوران سفر روزانہ تہجد کی نماز ہوتی ہے۔ نماز فجر کے بعد بحضور سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم بصد ادب و نیاز صلاۃ و سلام عرض کیا جاتا ہے۔ جہاز میں مختلف مقامات پر وعظ ہوتے ہیں آج حضرت محدث صاحب مد ظلہ نے مناسک حج بیان فرمائے ہیں اور مولوی مسعود احمد خان صاحب دہلوی نے درس قرآن دیا ہے۔ عجب سماں ہے سب کے دل محبوب خدا کے عشق و محبت سے مخمور ہیں۔'' [سیدی ابو البرکات، ص ۳۸]

صدر الافاضل کے ساتھ محدث اعظم ہند کے تبلیغی دورے

سنی کانفرنس کے علاوہ ملک و بیرون ملک بہت سے جلسوں، مجلسوں، کانفرنسوں میں صدر الافاضل اور محدث اعظم ہند نے ایک ساتھ شرکت فرمائی۔ جلسوں میں صدر الافاضل کی شرکت و خطابت کے باب میں بہت سے جلسوں میں ہم نے ذکر کر دیا ہے، احباب وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

صدر الافاضل سے محدث اعظم ہند کی مکاتبت

صدر الافاضل اور محدث اعظم ہند کے تعلقات کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آپ دونوں حضرات کے مابین خط و کتابت کا سلسلہ خوب رہا ہوگا، یہ الگ بات کہ حالات زمانہ کی ناسازگاری کے سبب یہ خطوط محفوظ نہ رہ سکے۔ البتہ فقیر کو تلاش بسیار کے بعد صدر الافاضل کے نام محدث اعظم ہند کے فقط دو خطوط دستیاب ہوئے، جو احباب کی تسکین ذوق کے لیے حاضر خدمت ہیں۔

قارئین کے لیے محدث اعظم ہند کے ان خطوط کو پڑھنے کے بعد اس کا اندازہ لگا پانا کچھ مشکل نہیں ہوگا کہ صدر الافاضل اور محدث اعظم ہند کے مابین کس قدر گہرے اور اچھے روابط و تعلقات تھے۔ محدث اعظم ہند نے ایک خط میں اپنے ذاتی معاملات کو قلم بند فرمایا ہے اور دوسرے خط میں سنی کانفرنس کے حوالے سے سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے۔ خط پڑھیں اور محظوظ ہوں:

مکتوب ①

حضرت بابرکت دامت معالیکم! السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ!

آداب خسروانہ کے بعد- حضرت کی دعاؤں کی برکت وکرامت ہے کہ گزشتہ شنبہ کو شہزادہ ذی جاہ سجادہ نشین صاحب سلمہ مکان آگئے۔ ان کی مختصر داستان یہ ہے کہ ۲؍ستمبر کو صبح کے وقت دہلی پہنچے۔ اس وقت وہاں کوئی شورش نہ تھی۔ پہلے گلی قاسم جان گئے وہاں حکیم صاحب کے مکان میں تنگی تھی، لہٰذا فراش خانہ زینت محل میں سید آل حسن ہاپوڑی کے یہاں قیام کیا۔ ۳؍کو سنا کہ حاشیہ دہلی میں فتنہ اُٹھ پڑا، اوراب واپسی پل سے ناممکن ہے۔ ۴؍کو دہلی میں فساد شروع ہوگیا۔ ۱۸؍دن تک اسی زینت محل میں خوف وہراس کے عالم میں بندر ہے۔ انہیں ایام میں جسٹس معین الدین رامپور ہائی کورٹ کو اطلاع پہنچی کہ سید صاحب دہلی میں لاپتہ ہیں۔ انہوں نے رامپور کے فوجی افسر کو تحقیق حال کے لیے گلی قاسم جان دہلی بھیجا، وہاں سے حکیم اشتیاق احمد کے بھتیجے حکیم مختار احمد کسی طرح زینت محل گئے۔ تو میاں نے جج صاحب کو لکھا کہ ہم اس طرح پابند ہیں اور ہمارے ساتھ ایک سو اپنے عزیزان ہیں ہماری ہر ممکن مدد کیجیے۔

ابھی رامپور کی مدد نہیں پہنچی کہ زینت محل کو پھونک دینے کی افواہ پہنچی۔ ناچار انیسویں دن وہاں سے موٹر پر فرار کر کے کسی طرح پناہ گزینوں کے قلعے میں پہنچے۔ وہاں ایک شب رہے اور پریشانیاں دیکھ کر اب زیادہ.... ہوئے۔ دوسرے دن پتہ چلا کہ ٹرین پاکستان جارہی ہے اور ان کے ساتھ فوج ہے، اور پورا اطمینان ہے۔ اسی پر سید آل حسن کے قافلے کے ساتھ لاہور کے ارادے سے گئے۔ یہاں اسٹیشن پر اس ٹرین پر حملہ ہوا۔ مشہور ہوا کہ بارہ ہزار سکھ حملہ آور ہیں۔ گاڑی رُک گئی۔ ساتھ کی فوج خاموش رہی۔ اس میں ایک انگریز تھا اس کی کسی نے نہ سنی۔ ابھی حملہ شروع ہوا تھا اور کچھ مسلمان شہید ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں مدد فرمائی کہ قریب ہی مسلم پناہ گزینوں کا ایک قافلہ جارہا تھا، جن کے ساتھ پاکستان کی فوج تھی جن کی تعداد پانچ سو بتائی گی ان لوگوں نے ٹرین کا سانحہ سنا تو دوڑ پڑے اور ٹرین کو پشت پر رکھ کر حملہ آوروں پر مشین گن چھوڑنے لگے۔ ان کا مورچہ میاں کے ڈبے کے پاس تھا، اس فوج نے حملہ آوروں کو ختم کردیا، یا ان کے منہ پھیر دیے۔ اس میں وقت اتنا صرف ہوا کہ ٹرین تیسرے دن لاہور پہنچی۔ انبالہ کے بعد اس تین دن میں ٹرین میں ایک قطرہ پانی کا نہ تھا۔ ایک معصوم بچے نے... پیاس کی شدت میں دم توڑ دیا۔ سید آل حسن کی ایک ضعیفہ سمدھن کی روح شدت پیاس میں نکل گئی۔ لاہور پہنچے تو ایسے پیاسے کہ سب جاں بلب

تھے۔ بیماروں کی طرح اُتارے گئے۔ وہاں اسٹیشن پر برف لیے مسلمان موجود تھے، سب ٹوٹ پڑے۔ مغل پورہ اسٹیشن پر اُترے اور اس صورت میں حزب الاحناف دفتر میں پہنچے، کہ سید صاحب پہچان نہ سکے۔ نہلا یا دھلا یا ایک ہفتہ آرام دیا۔ اب قابل سفر ہوئے اور کراچی آ گئے کہ ہوائی جہاز ہے مگر ایسا جو یورو پین کمپنی کا ہو، اور جو دہلی اُترنا در کنار وہاں گزر بھی نہ کرے۔ چناں چہ گزشتہ پنج شنبہ کو ڈچ کمپنی کا جہاز ملا جو کراچی سے ۳......بجے شب کو دوڑا اور ۱۰/ بجے دن کو کلکتہ میں اُترا، ۱۱ بجے بند ھومیاں کی دکان پر پہنچے۔ ان کو ساتھ لایا ہوں وہ اسٹیشن آئے، اور طرن ایکسپریس سے روانہ ہوئے۔ دوسرے دن ۲/ بجے دن کو اکبر پور عصر کے وقت بسکھاری مغرب کے وقت درگاہ شریف اور عشاء کے وقت کچھوچھہ شریف آ گئے۔ اچانک آئے مگر مسلمان تو مسلمان ہندو بھی ٹوٹ پڑے جلوس کی شکل میں آبادی میں گزرے۔ فللّٰہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ۔

ان ہوش رُبا خطروں میں ایک بات ایسی ہوئی کہ جو ہمارے خاندان کے سخت ترین خطرے کا علاج ہے اور وہ مقدمہ خانقاہ ہے کہ کس طرح فیصلہ ثالثی میں آیا اور انہیں ایک دوسرے سے اس قدر دُور اور حالات ایسے کہ فیصلہ ثالثی مکمل حاصل بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر لاہور میں فیصلے میں منیر صاحب مل گئے۔ انہوں نے فیصلہ بھی لکھ دیا اور بہت غنیمت لکھا۔ اب ہم خاندانی خطرات سے کانپ کانپ اُٹھتے ہیں۔ وہ کتنا آسان ہو گیا اب اشارہ گیا کہ حضرت اپنے قلم سے عبارت ذیل تحریر فرمادیں:

”مجھے فیصلہ مندرجہ بالا سے پورا پورا اتفاق ہے کہ مکان متنازعہ کو مولانا سید شاہ مختار اشرف سجادہ نشین فریق اول کے قبضے میں بحیثیت متولی دے دیا جائے اور سید شاہ مصطفی اشرف صاحب کو ہدایت کر دی جائے کہ وہ ہبہ نامہ رجسٹر شدہ و مبلغ دو ہزار روپیہ رسید دے کر مجھ سے وصول فرمالیں۔ مبلغ ۵.... صوفی صابر اللہ صاحب کو میری طرف سے دے دیا جائے، میں نے عثمان کو دے دیا ہے۔“ فقط آپ کا۔

سید محمد غفرلہ اشرفی جیلانی

خط ②

بشرف ملاحظہ حضرت ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآباد!

عالی جاہ! صوبہ پنجاب اور یوپی میں بہ سلسلہ خدمات سنی کانفرنس دورہ کرتا ہوا آج اس قابل ہوا کہ رپورٹ پیش بارگاہ کر کے حالات کی اطلاع حاضر دفتر کردوں۔ لاہور کی طرح امرت سر، گجرات، فیروز پور، میں ضلع سنی کانفرنس کی تشکیل ہوگئی۔ اور اس کے اسٹیج سے اعلان بھی ہوگیا۔ گجرات میں سنی کانفرنس کا پیغام سن کر جب ایک احراری نے تحریری توبہ نامہ پیش کیا تو مجمع پر بہت بڑا اثر ہوا۔ گجرات میں حضرت پیر صاحب علی پوری بھی باوجود شدت ضعف کے شریک جلسہ رہے۔ اور حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب مدظلہ کا جوش ایسا ہی دیکھنے میں

آیاجس کی ان کی گرامی ذات سے توقع تھی۔لاہور میں تشکیل کے بعد کوئی کام نہ ہوسکا۔میراخیال ہے کہ بھیاجی کے حج سے واپس ہونے پر شاید کچھ ہوسکے۔حضرت مولاناسید احمد صاحب کی ذمے داریاں اور تنہائی بھی موانع میں سے ہے۔البتہ صوفی سید امانت علی شاہ صاحب امام وخطیب مسجد گنج لاہور نے آل پنجاب سنی کانفرنس کے لیے عزم کرلیا ہے اورامید ہے کہ وہ ۱۹/ ۲۰/ ۲۱/ محرم کو یہ کامیاب طور پر کرسکیں گے۔

مشائخ وعلماے پنجاب کی طرف سفر کرنے کی ابتدا کردی ہے۔فیروزپور میں عنایت محمد خاں غوری حامدی رضوی میں کافی جوش ہے۔مرکز سے ان کومزید ابھارنے کی ضرورت ہے۔دھلی میں ایوان علماکی تشکیل حضرت نے فرمادی تھی۔ایوان عام کی بھی تشکیل کردی گئی۔اوراپنے سامنے کام شروع کرادیا گیا۔وہاں مولانامشرف احمد صاحب میں کافی جوش عمل کے ساتھ سلیقہ بھی نظر آیا۔مولانانسیم احمد صاحب ان کے لیے مضبوط قوت بازو ہیں،لیکن دیگر حضرات میں غالباًاہمیت کااحساس کم ہے۔عوام میں ابتدائی جوش شاندار مستقبل حامل ہے۔یوپی میں گورکھپور میں بھی کانفرنس کی تشکیل کردی۔قاضی نثارالحق صاحب کاجوش اگر تمام سنی تھوڑاتھوڑاتقسیم کرلیں توہندوستان بھرکے سنیوں کا بیڑاپار ہوجائے۔ماشاءاللہ سوتے جاگتے اسی ایک خیال میں مست ہیں۔ع

اللہ کرے جوش عمل اور زیادہ

بنارس میں کام توہورہاہے مگرامید سے کم۔سب لوگ فتنہ الیکشن میں اس طرح مصروف ہیں کہ جوکچھ ہورہا ہے وہی غنیمت ہے۔لیکن رفتار کاراگر صوبائی الیکشن تک یہی رہاتوبنارس آل انڈیااجلاس تک اپنے کواس خدمت کے لیے تیارنہ کرسکے گا۔حاجی جلال الدین صاحب اور حاجی عبدالغفور صاحب کواحساس توبہت ہے لیکن معذوریاں بھی بے حد ہیں،حاجی جلال الدین صاحب نے تکمیل وعدہ کی آخری تاریخ ۱۲/ ذی الحجہ ۶۴ھ مقرر کردی ہے۔میراکام اس بارے میں ماسٹر عبداللہ صاحب کریں گے۔مبارک پورضلع اعظم گڑھ میں ابھی تشکیل کاباضابطہ کام نہیں ہورہاتھا،مولاناحافظ عبدالعزیز صاحب نے ابتدائی پروپیگنڈاکیاہے۔امید ہے کہ میرے عرض کرنے پر اب تشکیل ہوچکی ہوگی۔مولاناعبدالمصطفی صاحب اعظمی میں کام کااچھاجوش ہے۔اور مولاناعبدالمصطفی صاحب ازہری توبڑے کام کے آدمی ہیں۔مرکز سے ان سے مخاطبہ ہوتوانہیں مزید شوق پیداہوگا۔گونڈامیں بھی سنی کانفرنس کی داغ بیل ڈال دی گئی ہے۔مجھ سے آل انڈیاسنی کانفرنس کے اجلاس کے لیے حسب ذیل خیالات کااظہار ہرہر مقام کے اراکین سنی کانفرنس نے کیا۔جن کاخلاصہ یہ ہے کہ سنی کانفرنس کے آل انڈیااجلاس کی تاریخیں ماہ صفر میں نہ ہوں۔کیوں؟اس کاجواب بہرائچ میں یہ ملاکہ ماہ صفر کے دوسرے عشرے کے ختم ہونے تک سنیوں کابڑاطبقہ مجالس ذکرشہادت میں مشغول رہتاہے۔وہ شرکت کانفرنس سے محروم ہوجائیں گے۔اور جوعلمااس سلسلے میں مدعو ہوتے ہیں وہ بھی مجبور ہوجائیں گے۔گجرات والوں نے کہااور خود حضرت پیر صاحب علی پوری نے فرمایاکہ سخت

سردی کا زمانہ ہوگا، اجلاس کے لیے بہار کا زمانہ ہو۔ لاہور میں کہا گیا کہ الیکشن فتنہ جب تک ختم ہو جائے کانفرنس کے اجلاس دور دراز کے سنی نہ پہنچ سکیں گے۔ بنارس والوں کا خیال ہے کہ الیکشن کے سلسلے میں بے امنی بڑھتی جا رہی ہے اور بروقت ممکن ہے کہ جلسوں پر قانونی پابندی عائد کر دی جائے۔ لہٰذا بعد الیکشن کے اجلاس کیا جائے۔ سارے الیکشن ۱۵؍ مارچ تک ختم ہوں گے اور مارچ کا آخر یا اپریل کا اول زمانہ بنارس میں فصلی طور پر خوشگوار ہوگا۔

بہر حال صورت حال حاضر کر کے اراکین مجلس انتظامی کا فیصلہ جلد فرما کر اعلان عام فرما دیا جائے۔ تاکہ اس بارے میں ملک کو بے چینی کے ساتھ جو انتظار ہے وہ رفع ہو جائے۔ اس مقصد کے لیے رپورٹ حاضر ہے کہ حکم مناسب صادر فرمایا جائے۔

آپ کا۔ سید محمد غفرلہ

رضا کار سنی کانفرنس۔ ۱۶؍ ذی الحجہ ۶۴ھ

[دستی خطوط کی کاپی فقیر کے پاس محفوظ ہے]

محدث اعظم ہند کی کتاب پر صدر الافاضل کی تقریظ

محدث اعظم ہند کی کتاب ''التحقیق البارع فی حقوق الشارع'' پر صدر الافاضل نے درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''ہم پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض ہے۔ اور حضور کی اطاعت ہی اللہ کی فرماں برداری ہے: ''قال اللہ تعالیٰ

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شارع ہیں۔ احکام آپ کی مفوض ہیں پروردگار عالم نے آپ کو اختیار دیا ہے بکثرت احادیث اس پر دال ہیں۔ علمائے کرام وائمہ اعلام نے اس کی تصریحات فرمائی ہیں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مأۃ حاضرہ نے اپنی تصانیف میں اس مسئلے کو شرح وبسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ دیکھو سلطنت المصطفے اور الامن والعلی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد نعیم الدین

[کتاب: التحقیق البارع فی حقوق الشارع: مطبع: جید پریس دہلی۔ صفحہ: ۱۶]

صدرالافاضل کے ناخن تدبیر کی کرامت اور محدث اعظم ہند

سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس کے موقع پر ملک بھر کے اکابر علماو مشائخ مرادآباد میں تشریف فرما تھے۔اسی موقع پر امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے کوئی ایسا جملہ استعمال فرمایا جو بظاہر قابل رجوع تھا،علما کے درمیان اس تعلق سے چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔صدرالافاضل نے امیر ملت سے اس تعلق سے اس انداز میں بات کی کہ انہوں نے بخوشی اپنی بات سے رجوع کرلیا۔بعدہ جب اس معاملے میں محدث اعظم ہند سے ذکر کیا گیا تو آپ نے برجستہ فرمایا کہ ”یہ ایک عقدہ لم ینحل تھا جس کو **حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** کے ناخن تدبیر نے حل فرمادیا۔دراصل مبارک باد کے مستحق وہ ہیں۔“

اس پورے واقعے کے عینی گواہ علامہ عبدالمصطفی اعظمی نے اس واقعے کو تفصیل سے قلم بند فرمایا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پوراواقعہ انہیں کی زبانی یہاں نقل کردیا جائے۔ملاحظہ ہو:

”اجلاس آل انڈیا سنی کانفرنس کے موقع پر حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہ العزیز کی زبان سے کوئی ایسا جملہ نکل پڑا جو قابل رجوع تھا۔علمائے کرام میں کھلبلی مچ گئی۔ہر طرف اظہار بیزاری اور کانفرنس سے مقاطعے کی تیاری ہونے لگی،اتنے میں حضرت علیہ الرحمۃ نے مجھے اپنے کیمپ میں طلب فرمایا،وہاں اس وقت **حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ**،و حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی علیہ الرحمۃ، حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ مصروف مشورہ تھے۔مجھ سے حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آپ علامہ ازہری (شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی) کو ساتھ لے کر جائیے اور حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کو سنبھالیے۔خدانخواستہ اگر وہ کانفرنس سے تشریف لے گئے تو حضرت مفتی اعظم ہند سجادہ نشین بریلی شریف و حضرت مولانا ابراہیم رضا جیلانی میاں صاحب (شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف) بھی کانفرنس کا مقاطعہ فرمادیں گے۔

چناں چہ میں تو حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوکر مصروف گفتگو ہوگیا،ادھر محدث اعظم ہند و **حضرت صدرالافاضل** و حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہم الرحمۃ و دیگر علما نے کچھ اس انداز سے جب گفتگو فرمائی کہ حضرت امیر ملت علیہ الرحمہ نے فوراً اپنے کلمات سے رجوع فرمالیا اور پھر نہایت خوب صورتی کے ساتھ آل انڈیا سنی کانفرنس کا تاج صدارت بھی حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے زیب سر ہوگیا اور تمام اختلافات رفع دفع ہوگئے۔میں مبارک باد پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا کہ یہ ایک عقدہ لم ینحل تھا جس کو **حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** کے ناخن تدبیر نے حل فرمادیا دراصل مبارک باد کے وہ مستحق ہیں۔“

[ماہنامہ جام نور: اپریل ۲۰۱۱ء۔ محدث اعظم ہند نمبر۔ ص ۴۸]

محدث اعظم ہند کا تجویز کردہ نام "جمیعت علمائے پاکستان" اور صدر الافاضل کی تائید

پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد صدر الافاضل، محدث اعظم ہند اور دیگر علمانے پاکستان کا دورہ فرمایا۔ اور اسی دوران اہل سنت وجماعت کی ایک مستقل تنظیم کے قیام کے بارے میں علما میں مشورہ ہوا، تو اتفاق رائے سے معتبر ومستند علما کی ایک تنظیم تیار ہوئی۔ تنظیم کے نام کے سلسلے میں مختلف علمانے اپنی آرا پیش فرمائیں انہی میں سے محدث اعظم ہند کی بھی ایک رائے تھی وہ یہ تھی کہ ہندوستان میں بدمذہبوں کی ایک تنظیم "جمیعت علمائے ہند" کے نام سے ہے اس لیے یہاں اس کے مقابلے میں "جمیعت علمائے پاکستان" کے نام سے اہل سنت کی تنظیم ہونا چاہیے۔ آپ کی اس رائے سے علمانے خاص کر صدر الافاضل نے اتفاق فرمایا۔ صدر الافاضل اور محدث اعظم ہند کے اس پاکستانی دورے اور اس تنظیم کے حوالے سے "حیات محدث اعظم ہند کچھوچھوی" کے سوانح نگار ڈاکٹر سید مظاہر اشرف اشرفی لکھتے ہیں:

"تقریباً ۱۹۴۸ء میں حضرت محدث اعظم ہند اور **صدر الافاضل** حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین اشرفی مرادآبادی اور تاج العلماء محمد عمر نعیمی اشرفی پاکستان تشریف لائے.... مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علامہ مولانا صدیقی رحمۃ اللہ کے گھر پر میں والد صاحب کے ساتھ موجود تھا اس وقت مولانا صاحب افریقہ میں اپنے سفر اور تبلیغی دورے کے متعلق فرما رہے تھے اور کوئی صبح ۱۱ ربجے کا عمل تھا کہ اتنے میں دیکھا کہ حضرت محدث اعظم **ہند اور صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین** اشرفی اور تاج العلماء ایک ساتھ مولانا صاحب کے گھر تشریف لائے۔ ہم لوگوں کو وہاں موجود پاکران اکابرین نے مسرت کا اظہار فرمایا اور **حضرت صدر الافاضل** نے محبت اور شفقت سے میرے سر پر بوسہ دیا..... مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے بیرونی کمرے میں یہ سب اکابر تشریف فرما ہوئے۔ مسئلہ درپیش تھا کہ پاکستان میں تمام سنی علمائے کرام کی ایک تنظیم قائم کی جائے تاکہ یہ اہل سنت والجماعت حضرات کی صحیح رہنمائی کرے ایک نام یہ تجویز ہوا تھا کہ "کل پاکستان سنی کانفرنس" رکھا جائے تاکہ آل انڈیا سنی کانفرنس سے تسلسل قائم رہے۔ ایک نام یہ تجویز ہوا کہ جمیعت اہل سنت پاکستان رکھا جائے لیکن مذکورہ ہر دو اسما پر اختلاف ہوا۔ آخر حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہندوستان میں دیوبندی علما کی جماعت کا نام جمیعت علمائے ہند ہے تو کیوں نا اس کے مقابلے پر پاکستان علمائے اہل سنت کی جماعت کا نام جمیعت علمائے پاکستان رکھا جائے۔ اور پھر حضرت نے اس نام کی افادیت میں اپنے مخصوص انداز میں دلائل دیے۔ چناں چہ **حضرت صدر الافاضل علامہ مولانا سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ** نے سب سے پہلے اس نام سے اتفاق فرمایا اور پھر تمام اکابر اس نام سے متفق ہو گئے۔"

[حیات محدث اعظم ہند کچھوچھوی: مرتبہ سید مظاہر اشرف اشرفی: ص ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵]

بعد وصال روضہ نبوی پر صدرالافاضل کی حاضری اور محدث اعظم ہند کی گواہی

صدرالافاضل کا جب وصال ہوا، تو محدث اعظم ہند مدینہ منورہ میں روضہ سرکار پر حاضر تھے۔ اور بارگاہ نبوی میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کررہے تھے، کہ ناگاہ سامنے نگاہ پڑی تو دیکھا کہ صدرالافاضل بھی وہاں تشریف فرما ہیں۔ اور بارگاہ رسالت میں ہدیہ سلام پیش کررہے ہیں۔ سوچا کہ بعد سلام ملاقات کروں گا، مگر بعد میں صدرالافاضل نظر نہیں آئے۔ اور جب قیام گاہ پر پہنچے تو صدرالافاضل کے وصال کی خبر موصول ہوئی۔ پتہ چلا کہ صدرالافاضل بعد وصال فوراً بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت محدث اعظم سید محمد صاحب کچھوچھوی قدس سرہ جب حج کو روانہ ہوئے تو میرے **مرشد برحق صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہ** سخت بیمار تھے۔ مرض الموت میں تھے۔ اٹھارہ ذی الحجہ کو محدث صاحب بعد نماز فجر روضہ اطہر پر سلام پڑھ رہے ہیں دیکھا کہ سامنے صدرالافاضل کھڑے سلام عرض کررہے ہیں۔ محدث صاحب فرماتے تھے کہ مجھے خیال ہی نہ رہا کہ میں تو **صدرالافاضل** کو جاں بلب چھوڑ آیا ہوں میں نے خیال کیا کہ بعد سلام کے پوچھوں گا کہ آپ کب اور کون سے جہاز سے آئے۔ اور یہاں کہاں ٹھہرے ہیں؟ پلک جھپکا، **تو صدر الافاضل** اوجھل ہو چکے تھے۔ ڈیرے پر جاکر تار ملا کہ **حضرت صدرالافاضل** کا انتقال ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ روح نے جسم عنصری سے نکلتے ہی ایک قدم بڑھایا اور مدینہ منورہ پہنچی۔ یہ ہے فمستقر و مستودع''

[تفسیر نعیمی: جلد ۷، پارہ ۷۔ سورہ انعام۔ ص ۷۴۷]

اس واقعے کو سواد اعظم لاہور کے نائب مدیر مولانا قطب الدین نعیمی نے منظوم لکھا ہے۔ یہاں اس نظم کا نقل کرنا بے محل نہ ہوگا۔ احباب ملاحظہ فرمائیں اور لطف اندوز ہوں۔

جناب محدث کچھوچھہ کو واللہ
تھی صدر الافاضل سے بے حد محبت
مناسک حرم میں ادا کررہے تھے
ہوئی جب کہ صدر الافاضل کی رحلت
ہوا منکشف یہ بانوار باطن
کہ رخصت ہوئے آج دنیا سے حضرت
رہا طیبہ تک یہ غم دل کا عالم

نہ جینے کی پروا نہ کھانے کی رغبت
پریشان و حیراں تھے ہم راہی سارے
خدایا یہ کیوں ان کی بدلی ہے حالت
کھلا عقدہ جا کر مدینہ میں سب کو
کہ صدر الافاضل ہوئے آہ رخصت
سکوں آ گیا جب مواجہ میں شہ کے
نظر آئی صدر الافاضل کی صورت

[جام نور، محدث اعظم ہند نمبر: ص۳۹]

سنی کانفرنس میں محدث اعظم ہند کی کارکردگی

۱۹۲۵ء میں سنی کانفرنس کی بنیاد صدر الافاضل نے رکھی تھی۔ اس کانفرنس کا پہلا اجلاس جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں ۱۹۲۵ء میں ہوا تھا، جس میں محدث اعظم ہند نے بھی شرکت فرمائی۔ اور حضور اشرفی میاں کا لکھا ہوا خطبہ صدارت بھی آپ نے ہی پڑھا تھا۔ اس کے علاوہ سنی کانفرنس کے اکثر جلسوں، مجلسوں میں آپ نے شرکت فرمائی۔ اور سنی کانفرنس کی مختلف مجلسوں خاص کر بنارس کانفرنس منعقدہ ۲۷ تا ۳۰/ اپریل ۱۹۴۶ء میں آپ بحیثیت صدر شریک ہوئے اور آپ نے اس کانفرنس میں ایک تاریخی اور اہم خطبہ صدارت پیش فرمایا۔

الغرض سنی کانفرنس میں صدر الافاضل کے شانہ بشانہ چل کر آپ نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

اخبار دبدبہ سکندری رامپور کی درج ذیل خبر سے احباب اندازہ لگا سکتے ہیں ملاحظہ کریں:

”تمام جزوی وکلی انتظامات اجلاس کے لیے **حضرت قبلہ صدر الافاضل استاد العلماء جناب مولانا الحاج حکیم حافظ سید شاہ محمد نعیم الدین صاحب ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس** اور مجلس استقبالیہ کے صدر محترم فخر ملت امام المتکلمین حضرت سیدی جناب مولانا مولوی مفتی شاہ سید محمد صاحب محدث اعظم کچھوچھوی مدظلہم کی جس قدر تعریف کی جائے، کم ہے۔ بلکہ ہم کہے دیتے ہیں کہ ان دونوں ہندوستان کے اسلامی ملت کے مایہ ناز بزرگوں اور آپ کے دست و بازو وارا کین کرام کے محاسن انتظام وسعی ملی وجدوجہد دینی کی تعریف ہماری مقدرت سے باہر ہے۔“

[دبدبہ سکندری، ۱۰/ مئی ۱۹۴۶ء ص۳، بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، ص۲۳۹، ۲۴۰]

محدث اعظم ہند اور جامعہ نعیمیہ کا کتبہ

۱۳۵۱ھ میں جامعہ نعیمیہ کے ایک جلسے میں حضور محدث اعظم ہند نے جامعہ نعیمیہ کے لیے سنگ مرمر کے کتبہ کا وعدہ فرمایا تھا۔ ایک سال کے بعد وہ وعدہ آپ نے پورا فرمایا۔ سنگ مرمر پر مدرسہ کا نام کندہ کرا کے آپ نے کلکتہ سے منگوایا جسے حضور اشرفی میاں کے دست مبارک سے مس کرا کے علما کے ہاتھوں جامعہ نعیمیہ کے داخلی دروازے کے داہنی طرف نصب کر دیا گیا۔ ماہنامہ سواد اعظم میں ہے:

"جامعہ نعیمیہ ۱۳۵۱ھ میں جو جلسہ سالانہ منعقد ہوا تھا اس میں.... افتخار الملک راس الفضلا حضرت مولانا الحاج مولوی سید شاہ محمد صاحب محدث کچھوچھہ شریف دامت برکاتھم نے فرمایا کہ جامعہ نعیمیہ کا سنگین کتبہ تیار کرا کے نصب کرانا میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ یہ وعدہ حضرت موصوف کو یاد رہا۔ اور بغیر کسی یاد دہانی کے امسال کے جلسہ میں حضرت نے وہ کتبہ سنگ مرمر پر نہایت خوشخط اور واضح کندہ کرا کے کلکتہ سے منگایا۔ اور جلسے کے اخیر دن فخر المفاخر مقتدائے عارفین پیشوائے سالکین منبع الفیوض الروحانیہ فاتح الکنوز العرفانیہ شیخ المشائخ الکرام السید الجلیل من ابنا سید الانام علیہ وعلی آلہ واصحابہ الصلاۃ والسلام مرشدی و مرشد العالم جامع الطریقین مولانا الحاج السید الشاہ ابو احمد محمد علی حسین صاحب اشرفی جیلانی دامت برکاتھم کے دست مبارک سے مس کرا کر یہ کتبہ شریفہ مدرسہ عالیہ کے بلند دروازے کی داہنی جانب علمائے کرام و فضلائے عظام کے مبارک ہاتھوں نصب کیا گیا۔ مدرسہ عالیہ کا نام جامعہ نعیمیہ قرار پایا"

[ماہنامہ السواد الاعظم: شعبان المعظم ۱۳۵۳ھ ص ۲۱، ۲۲]

محدث اعظم ہند اور جامعہ نعیمیہ کے اجلاس

جامعہ کے سالانہ جلسہائے دستار بندی میں عموماً آپ تشریف لاتے تھے بلکہ جامعہ کے بہت سے جلسے آپ کی صدارت ہی میں ہوتے تھے۔ صدر الافاضل کے دور مبارک میں بھی آپ کو مدعو کیا جاتا اور اس کے بعد بھی آپ کو خصوصی دعوت دی جاتی تھی۔ آپ تاحیات جامعہ نعیمیہ کے جلسوں میں شریک ہوتے رہے۔ اس کے بہت سے شواہد زیر نظر کتاب میں مختلف مقامات پر احباب ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

جامعہ نعیمیہ کے حوالے سے محدث اعظم ہند کے تاثرات

صدر الافاضل کے وصال کے بعد جامعہ نعیمیہ مراد آباد، کے حالات ناساز گار ہو گئے۔ تو ایسے تنگ حالات میں محدث اعظم ہند نے جامعہ نعیمیہ کی سرپرستی فرما کر اسے حیات نو بخشی۔ ۲۰/ نومبر ۱۹۵۲ء میں آپ نے ۲۴/ رکنی کمیٹی بنائی۔ اور پھر اسی کے تحت جامعہ کا نظام از سر نو شروع فرمایا۔ آپ جامعہ نعیمیہ میں گاہے بگاہے تشریف لاتے اور

جامعہ کے حالات کا جائزہ لیتے تھے۔اور کبھی کبھی جامعہ کے حالات و معائنہ جات کو قلم بند بھی فرمادیا کرتے تھے۔ جامعہ کے حوالے سے آپ کے تاثرات پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ جامعہ نعیمیہ کے حق میں کس قدر مخلص اور ہمدرد تھے۔صدر الافاضل اور جامعہ نعیمیہ کے حوالے سے آپ کے بے لوث خلوص اور محبت وچاہت کو سمجھنے کے لیے آپ کے تحریر کردہ تاثرات و معائنہ جات کافی حد تک معاون ثابت ہوں گے۔احباب ''باب جامعہ نعیمیہ مرادآباد''میں تمام تاثرات ملاحظہ فرمائیں۔ہم یہاں فقط ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں۔ملاحظہ کریں:

''آج جس ادارہ کو ہم جامعہ نعیمیہ کہتے ہیں یہ ادارہ کا پہلا نام نہیں ہے۔اس کا ابتدائی نام تھا مدرسہ انجمن اہل سنت وجماعت،،وہ عہد بانی ادارہ کا مبارک عہد تھا۔اور ادارہ کی بنیاد فقر وفاقہ پر رکھی گئی تھی۔یہاں تک کہ بانی ادارہ کی عظیم شخصیت کی بدولت ایک علم صحیح اور عمل صالح میں ادارہ کا مقام اس قدر بلند ہو گیا کہ ایک اللہ کے بندے کی تحریک پر ادارہ کا نام جامعہ نعیمیہ ہو گیا۔

کیوں کہ یہ **حضرت نعیم الملت والحق والدین، استاذ العلماء صدر الافاضل قدس سرہ** کی کرامت، ہمت استقلال کا بلند و بالا نمونہ ہو چکا تھا۔اور ادارے سے اکتساب علم کرنے والے علمی اداروں کے بانی ہو چکے تھے۔اور نعیمی نسبت پر بجا طور پر اکابر علما ناز فرمانے لگے تھے اور ہیں۔اس کی تعمیری ترقیاں منظر عام پر تھیں۔اور فیوض کا اعتراف دشمنوں کے دل میں تھا۔اور بلا خوف رد کہہ سکتا ہوں کہ یہ ادارہ دنیائے سنت کا مرکز تھا۔تعمیری نقشے بلند تصورات کے ساتھ مرتب ہونے لگے تھے۔تعلیم وتدریس میں بے مثالی کا خطبہ ملک بھر میں زبان زد ہو گیا۔یہاں شمالی مغربی یوپی کے فضلے نہیں بلکہ صحیح طور پر صاحب فضائل فضلائے کرام پیدا ہونے لگے۔''

[روداد جامعہ نعیمیہ مرادآباد: ۱۰/ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ۔لغایتہ ۱۹/ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ۔
مطابق یکم جنوری ۱۹۵۸ء لغایتہ ۳۱/ دسمبر ۱۹۵۸ء۔ص ۵،۶]

باب ۸

مشاہیر تلامذہ و فیض یافتگان

لکھی ہے آپ نے تفسیر قرآن مبیں ایسی
ہے جملہ اہل سنت کے لیے جو باعث تسکیں
نعیمی جو مبلغ دین کے ہیں سارے عالم میں
ہیں سب ہی معتقد اُن کے ہیں اُن کے در کے خوشہ چیں

احمد مرزا قادری صابرؔ براری کورنگی

صدر الافاضل کی بارگاہ سے بے شمار طالبان علوم نبویہ نے اکتساب علم وکسب فیض کیا۔ بہت سے نامور علما و فضلا آپ کی بارگاہ فیض مآب سے مستفیض ہوئے۔ آپ نے بہت سے نامور تلامذہ چھوڑے۔ ہم یہاں چند نامور تلامذہ و مستفیضین بارگاہ کا تذکرہ کر رہے ہیں، جنھوں نے صدر الافاضل کے خوان علم سے خوب خوشہ چینی کی اور زمانے بھر میں شہرت پائی۔ سن پیدائش کے لحاظ سے ترتیب رکھی جا رہی ہے۔ قارئین ملاحظہ کریں:

تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی

تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی بن محمد صدیق ۲۷؍ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ نومبر؍ ۱۸۹۳ء کو محلہ خواجہ نگری مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ حافظ محمد حسین صاحب سے قرآن پاک پڑھا۔ ابتدائی کتابیں مولانا نظام الدین صاحب سے پڑھیں بعدہ صدر الافاضل کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی اور اکتساب فیض علوم روحانی بھی کیا۔ ۲۶؍ صفر ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۷؍ فروری ۱۹۱۱ء کو میدان شاہ بلاقی میں ایک عظیم الشان جلسے میں اعلیٰ حضرت کے مقدس ہاتھوں سے دستار بندی ہوئی۔

فراغت کے بعد وہیں صدر الافاضل کی بارگاہ میں ہی رہے اور جامعہ نعیمیہ میں مسند اہتمام و تدریس پر فائز ہوئے۔ ۱۹۵۱ء تک جامعہ نعیمیہ ہی میں رہے۔ مسند تدریس کے ساتھ اور بھی بڑی ذمہ داریاں آپ کو سونپ دی گئی تھیں۔ فتویٰ نویسی بھی فرماتے تھے، نعیمی پریس بھی آپ کے سپرد تھی، طباعت واشاعت کا سارا کام آپ کے ذمے تھا۔ اور خاص ایک بڑا کام ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد، کی ادارت کا تھا جو صدر الافاضل کے حکم سے آپ بخوبی نبھا رہے تھے۔ سنی کانفرنس میں نائب ناظم کے عہدے پر آپ کا تقرر تھا۔

۱۹۰۷ء میں حضور اشرفی میاں سے بیعت ہوئے۔ اور حضرت سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہوئی۔

حضور مفتی احمد یار خاں نعیمی علامہ غلامہ جیلانی میرٹھی، حضور حافظ ملت حضور مجاہد ملت وغیرہ بہت سے مشاہیر علمانے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ رسائل وجرائد میں مضامین کے علاوہ کچھ کتابیں بھی یادگار چھوڑیں۔

۱۹۳۸ء اور ۱۹۶۳ء دوبار حج وزیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ ترجمہ قرآن کنزالایمان کی پہلی اشاعت مطبع نعیمی سے صدر الافاضل کی سرپرستی اور آپ کی زیر نگرانی ہوئی۔ ۱۹۵۱ء کو کراچی تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ مخزن عربیہ بحر العلوم قائم کیا جو آج دار العلوم نعیمیہ کے نام سے مشہور ہے۔

۲۳؍ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۷، مارچ ۱۹۶۶ء، جمعرات کے دن وصال ہوا۔ گھر کے قریب ہی تدفین عمل میں آئی۔

صدرالافاضل اور تاج العلماء

صدرالافاضل کے تلامذہ وفیض یافتگان میں جو قربت صدرالافاضل سے آپ کو تھی وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ صدرالافاضل کی خدمت میں گزارا۔ سفر و حضر میں ساتھ رہے۔ ہر محاذ پر صدرالافاضل کی رفاقت حاصل رہی۔ سن شعور سے صدرالافاضل کی حیات مبارکہ تک صدرالافاضل کے ساتھ آپ کے اس مبارک سفر کی قدرے تفصیل پیش ہے۔ ملاحظہ کریں:

تاج العلماء بارگاہ صدرالافاضل میں

تاج العلماء نے اردو، فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا نظام الدین صاحب سے پڑھیں۔ اس کے بعد آپ کے نانا گرامی آپ کو صدرالافاضل کی بارگاہ میں لے گئے۔ صدرالافاضل کی عادت کریمہ تھی کہ جب کسی طالب علم کا داخلہ فرماتے تو اولاً خود امتحان لیتے تھے۔ صدرالافاضل نے آپ کا امتحان لیا۔ اتفاقاً کسی سوال کا جواب درست نہیں نکلا تو آپ نے فرمایا بیٹا کیا آپ کے استاذ نے یہی پڑھایا ہے۔ حضرت تاج العلماء نے عرض کیا کہ حضور استاذ محترم نے تو ٹھیک پڑھایا تھا مگر مجھے یہی یاد رہا۔

استاد کے تعلق سے آپ کا یہ حسن ادب صدرالافاضل کو بے حد پسند آیا۔ اور آپ نے تاج العلماء کو اپنے حلقہ تلامذہ میں شامل فرمالیا۔ تاج العلماء کے تلمیذ رشید علامہ جمیل احمد نعیمی لکھتے ہیں:

”بالکل ابتدائی بات ہے کہ جب کہ آپ کے نانا شیخ کرامت علی صاحب آپ کو لے کر **صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے علمی صلاحیت جانچنے کے لیے آپ سے کوئی سوال دریافت فرمایا: جس کا جواب مفتی صاحب موصوف اپنی صغر سنی کی وجہ سے درست نہ دے سکے، تو **صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** نے فرمایا کہ یہی تمہارے استاد نے پڑھایا ہے؟ تاج العلماء علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ استاد محترم نے تو صحیح پڑھایا تھا مگر مجھے یہی یاد رہا۔ استاد مکرم کا یہ ادب واحترام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا: **الدین کلہ ادب**۔ یعنی دین سارا کا سارا ادب کا نام ہے۔“

[مختصر تذکرہ تاج العلماء: مشمولہ کتاب بانیان سلسلہ نعیمیہ: ص۲۷]

تاج العلماء کی دستار بندی اور اہل سنت کے نام صدرالافاضل کا دعوت نامہ

۲۶ر صفر ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۷ر فروری ۱۹۱۱ء کو میدان شاہ بلاقی میں ایک عظیم الشان جلسے میں حضور اعلیٰ حضرت کے مقدس ہاتھوں سے تاج العلماء کی دستار بندی عمل میں آئی۔ اس جلسہ دستار بندی میں شرکت کے لیے

صدر الافاضل نے احباب اہل سنت کے نام ایک دعوت نامہ ارسال فرمایا، جس میں تاج العلماء کی دستار بندی کا ذکر فرمایا۔ دعوت نامہ پیش ہے ملاحظہ ہو:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداو مصلیاً

مکرم بندہ زاد عنایتہ!

السلام علیکم! مزاج شریف؟

مکلف ہو کہ بتاریخ ۲۵، ۲۶، ۲۷ر صفر ۱۳۲۹ھ بتقریب جلسہ دستار بندی مولوی محمد شفقت حسین و مولوی محمد عمر تشریف لاکر شرکت جلسہ فرمائیں۔ دُور دُور کے علما مدعو کیے گئے ہیں۔ ہر سہ روز وعظ ہوتا رہے گا۔ وقت تشریف آوری سے مطلع فرمائیں تاکہ ریل پر انتظام رہے۔ جلسہ حضرت شاہ بلاقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درگاہ میں ہوگا۔ والسلام۔

آپ کا نیاز مند: نعیم الدین از مراد آباد۔ ۱۵ر صفر ۱۳۲۹ھ

تاج العلماء کی جامعہ نعیمیہ میں تقرری بحیثیت مدرس و مہتمم

صدر الافاضل نے تاج العلماء کی دستار بندی کے بعد جامعہ نعیمیہ ہی میں آپ کی تقرری فرمادی۔ تدریس کے ساتھ جامعہ کے اہتمام وانتظام کی ذمہ داری بھی آپ کو سونپ دی۔ نومبر ۱۹۱۳ء کے رجسٹر کے حساب سے اسمائے عہدہ داران میں آپ کا نام تیسرے نمبر پر درج ہے۔ مدرس اول کے خانے میں صدر الافاضل کا اسم گرامی اور مدرس دوم کے خانے میں مولانا عماد الدین سنبھلی کا نام اور مدرس سوم کے خانے میں آپ کا نام نامی درج ہے۔

تنخواہ کے خانوں میں شرح مشاہرہ اور قدر واجب دو خانے تھے صدر الافاضل کی تنخواہ کی جگہ لوجہ اللہ لکھا ہوا ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ صدر الافاضل جامعہ میں فی سبیل اللہ خدمت ادا فرماتے تھے۔ مولانا عماد الدین صاحب کی تنخواہ بیس روپے اور تاج العلماء کی تنخواہ دس (۱۰) روپے لکھی ہوئی ہے۔

علاوہ ازیں تنخواہیں تقسیم کرنے کی ذمہ داری صدر الافاضل نے تاج العلماء کو سونپی ہوئی تھی اسی رجسٹر سے یہ بات بھی ظاہر ہے، کیوں کہ رجسٹر کے صفحے میں نیچے صدر الافاضل نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"مولوی محمد عمر صاحب مہتمم مدرسہ تنخواہیں تقسیم کریں۔

محمد نعیم الدین ۱۶ر نومبر ۱۹۱۳ء۔"

تاج العلماء نے اپنی عمر مبارک کا اکثر حصہ جامعہ نعیمیہ کی خدمت میں صرف فرمایا۔ بعد فراغت سے صدر الافاضل کے وصال کے دو سال بعد تک یعنی ۱۹۱۲ء سے ۱۹۵۱ء تک آپ جامعہ میں خدمات انجام دیتے رہے۔

اور پھر ملک کے حالات تبدیل ہونے نیز کچھ اور وجوہات کے سبب آپ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کو خیر آباد کہہ کر پاکستان کی طرف ہجرت فرما گئے۔ آپ نے جامعہ نعیمیہ کے لیے جو قربانیاں دیں اور جو خدمات ادا کیں اور آپ کے جامعہ نعیمیہ سے چلے جانے کے جو نقصانات ہوئے، انہیں الفاظ میں بیان کر پانا مشکل ہے۔ البتہ حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضاخاں بریلوی کے درج ذیل تاثر سے انہیں محسوس کیا جاسکتا ہے ملاحظہ ہو۔ مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا محمد عمر صاحب نعیمی کا مجبور ہو کر یہاں سے چلے جانا اور اس ادارے کو اس بے کسی کی حالت میں چھوڑنے پر مجبور ہو جانا۔ یہ بات اور بھی دل دکھاتی ہے۔''

[روداد جامعہ نعیمیہ مرادآباد: جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ تا جمادی الثانی ۱۳۷۷۔ ص ۵،۶]

ہم یہاں یہ بھی ذکر کر دیں کہ تاج العلماء جامعہ نعیمیہ سے جانے کے بعد دو مرتبہ جامعہ نعیمیہ میں تشریف لائے۔ پہلی بار مرادآباد سے جانے کے پانچ (۵) سال بعد شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ مطابق مارچ ۱۹۵۶ء۔ اور دوسری مرتبہ شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ مطابق فروری ۱۹۵۹ء کو۔ دونوں مرتبہ آپ نے جامعہ نعیمیہ سے متعلق اپنا معائنہ قلم بند فرمایا جو جامعہ نعیمیہ کی رودادوں میں شائع ہوا۔ ہم نے وہ دونوں معائنے جامعہ نعیمیہ کے باب میں نقل کر دیے ہیں۔ قارئین وہیں ملاحظہ کریں۔ ہم یہاں بس دو اقتباس پیش کر رہے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''یہ سب **حضرت صدرالافاضل قدس سرہ** کے اخلاص کا نتیجہ ہے، کہ اس دور پُر فتن میں جامعہ ایسی ترقی پر ہے۔''

اور لکھتے ہیں:

''۱۹۱۲ء سے ۱۹۵۱ء تک جامعہ کی خدمت اس فقیر نے انجام دی ایسے قدیم خادم کو جامعہ کی ترقی پر جو فرحت ہو وہ کم ہے طلبہ کی کثرت، نظام کی استواری، معیار تعلیم کی بلندی پر شکر الٰہی بجالاتا ہوں۔ **سیدی مولائی حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** کا خلوص اور ان کے خدام کی کوشش خصوصاً مولانا الحاج مولوی محمد یونس صاحب سلمہ کی سعی کا نتیجہ ہے جو جامعہ کی ترقی کا سبب ہے۔''

صدرالافاضل کے حکم پر مدرسہ عالیہ کلکتہ کا ترک عزم

صدرالافاضل نے تاج العلماء کو دستار فضیلت کے بعد جامعہ نعیمیہ کا مہتمم مقرر فرمادیا تھا۔ آپ جامعہ میں مہتمم بھی تھے اور شیخ الحدیث بھی۔ ایک موقع آیا کہ کلکتہ کے مدرسہ عالیہ سے تدریس کے لیے آپ کو مدعو کیا گیا اور احباب نے آپ کو وہاں کے لیے راضی بھی کر لیا۔ آپ نے جب وہاں جانے کا ارادہ فرمایا تو صدرالافاضل سے عرض کیا۔ جواباً صدرالافاضل نے فرمایا:

''مولانا! اگر آپ وہاں کثیر مشاہرہ کی وجہ سے چلے گئے، تو یہاں دین کی خدمت کرنے کے لیے کون آئے گا؟

آپ نے اپنے محسن و مربی استاد گرامی سے جب سے یہ سنا تو کلکتہ جانے کا ارادہ منسوخ فرمادیا۔ علامہ جمیل احمد نعیمی جو آپ کے مخصوص تلامذہ میں سے ایک ہیں وہ اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' مدرسہ عالیہ کلکتہ میں وائس پرنسپل کی جگہ خالی ہوئی، تو دنیاے سنیت کی فقید المثال ہستی لعل خان صاحب مرحوم کے بھتیجے اور فرزند نسبتی حاجی عبد العزیز خان صاحب نے مفتی صاحب موصوف کو اس جگہ کے لیے راضی کرلیا۔ لیکن جب مفتی صاحب موصوف نے صدر الافاضل سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا:

''مولانا اگر آپ وہاں کثیر مشاہرہ کی وجہ سے چلے گئے تو یہاں دین کی خدمت کرنے کے لیے کون آئے گا؟

ادھر آپ کی والدہ محترمہ نے بھی فرمایا:

''میاں اگر پتھر بھی ایک جگہ پڑا رہتا ہے تو نشان راہ بن جاتا ہے۔ تم نے عمر عزیز کے بیش تر سال اس ادارے کی خدمت میں صرف کیے ہیں لہٰذا یہیں رہنا زیادہ مناسب ہے۔ رہا دنیا کا سوال ؟ تو وہ تو آتی جاتی ہے قدرت کو اگر دینا ہے تو یہیں انتظام ہو جائے گا''۔

ان مشوروں کے بعد آپ نے وہاں جانے کا ارادہ ترک کردیا۔''

[مختصر تذکرہ تاج العلماء: مشمولہ کتاب بانیان سلسلہ نعیمیہ: ص۲۸]

تاج العلماء پر صدر الافاضل کا مشفقانہ اعتماد

آپ پر صدر الافاضل اس قدر بھروسہ اور اعتماد فرماتے تھے کہ اپنے داخلی و خارجی معاملات آپ کو سونپ دیا کرتے تھے۔ اپنے صاحبزاد گان کو بھی یہی سمجھاتے تھے کہ وہ آپ سے وابستہ رہیں۔ مدرسہ و مطبع کی آمد و خرچ کا سارا حساب آپ کو سونپ رکھا تھا۔ صدر الافاضل کے وصال کے وقت بڑے صاحبزادے علامہ ظفر الدین نعیمی نے عرض کیا کہ ان سب کا حساب کتاب مجھے بھی تو معلوم ہونا چاہیے تو صدر الافاضل نے آپ کے حوالے سے درج ذیل تاریخی جملے ارشاد فرمائے۔ مفتی غلام معین الدین نعیمی جو اس وقت وہاں موجود تھے لکھتے ہیں:

''اسی دوران علالت کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدی تاج العلماء قدس سرہ نے (جو کہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے مہتمم بھی تھے اور شیخ الحدیث بھی) جامعہ کا حساب و کتاب پیش کیا۔ حضرت نے اس وقت آپ کو ایک سند اعتماد و خوشنودی کار و اطمینان حساب و کتاب تحریر فرمادی۔ چناں چہ اس دوران میں حضرت کے بڑے صاحبزادے نے جو مدرسے کے متولی تھے، حضرت سے عرض کیا کہ حضور مجھے بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مدرسے کا کیا حساب و کتاب، اور کتنی رقم ہے؟

حضرت نے فرمایا: مولانا محمد عمر کی امانت، دیانت، محبت میری جانچی ہوئی ہے۔ تمہاری سب کی سعادت اسی میں ہے کہ ان کے قدم دھوکر پیوان کے کاموں میں دخیل نہ ہو یہ میرے معتمد اور مخلص ہیں‘‘۔

[حیات صدرالافاضل: مرتبہ مفتی غلام معین الدین نعیمی: ص ۳۴۵، ۳۴۶]

تاج العلما، صدرالافاضل کے وزیر خاص اور وکیل مطلق

یہ کہنا بالکل غلط نہ ہوگا کہ صدرالافاضل کی بارگاہ میں آپ کو وزیر و مشیر خاص کی اہمیت حاصل تھی۔ صدر الافاضل کے اکثر کاموں کی ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر ہوتی۔ مدرسے کی ذمہ داریاں ہوں یا صدرالافاضل کے گھریلو کام، جلسوں کی تاریخیں طے کرنی ہوں یا جلوس وغیرہ کی تیاریاں سب صدرالافاضل نے آپ کو سونپ رکھا تھا۔ صدرالافاضل کہیں تشریف لے جاتے تو آپ روداد سفر تیار کرتے کہیں کسی سے مکالمہ و مناظرہ ہوتا اور آپ موجود ہوتے ہوتے تو اسے قلم بند کر کے اخبارات ورسائل میں شائع کرانے کی ذمے داری خود لیتے۔ کسی فتوے یا مضمون کی سخت ضرورت ہوتی تو اصرار کر کے صدرالافاضل سے لکھوا لیتے اور اخبارات ورسائل میں شائع کراتے۔ صدرالافاضل کی تصانیف کی اشاعت میں خود کوشش کرتے۔ اگر صدرالافاضل کو لکھنے میں دقت یا الجھن محسوس ہوتی یا کسی کتاب وغیرہ کے املا کی ضرورت محسوس ہوتی تو آپ ہی اس خدمت پر مامور ہوتے تھے۔ طبیعت کی ناسازی کے سبب خط لکھنے میں صدرالافاضل زحمت محسوس فرماتے تو آپ خط املا کرتے یا کبھی صدرالافاضل کی طرف سے خود ہی جواب دے دیا کرتے تھے۔

اگر کوئی بدمذہب صدرالافاضل کے خلاف تحریراً و تقریراً یاوہ گوئی کرتا تو آپ صدرالافاضل کے دفاع میں جوابی کاروائی کرتے اور فریق مخالف کو مسکت و دنداں شکن جواب دیتے۔ اور اس کی شرانگیزی کا حد بھر سدباب فرماتے۔

کہیں کسی مقام پر صدرالافاضل کی ضرورت محسوس ہوتی تو درخواست پیش کرتے اور صدرالافاضل کے ساتھ خود بھی جانے کی کوشش کرتے۔ اور وہاں کے حالات قلم بند کرتے۔ صدرالافاضل کے جلسوں میں کی جانے والی تقریروں کو بھی قلم بند کرنے کی کوشش فرماتے۔ اگر کہیں کسی جگہ صدرالافاضل خود نہ جا پاتے تو آپ کو نمائندہ اور وکیل مطلق بنا کر بھیجتے۔ یہ ساری باتیں زیر نظر کتاب (سوانح صدرالافاضل) میں مختلف مقامات پر پڑھنے کو ملیں گی۔ ہم یہاں بس ایک اقتباس پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

آریہ سماجیوں کی طرف سے آئے دن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کوئی نا کوئی فتنہ ظاہر ہوتا رہتا تھا۔ اور مسلمانوں کی جانب سے ان پر مقدمات دائر کیے جاتے تھے۔ صدرالافاضل کے حکم پر جامعہ نعیمیہ سے ان

مقدمات کی پیروی کی جاتی تھی جس کو مناسب سمجھا جاتا اسے اس کام کے لے مقرر کر دیا جاتا تھا۔ اکثر آپ کا انتخاب ہوتا تھا۔

انہیں مقدمات میں سے ایک مقدمے میں آریوں کے خلاف آپ نے پیروی فرمائی اور اس میں بحمد اللہ کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ اس مقدمے میں آپ کی پیروی کے حوالے سے مفتی عبد الرشید خان نعیمی لکھتے ہیں:

''آریوں نے مسلمانوں کی زندگی نامی جو کتاب لکھی تھی جس میں اسلام پر بہت دل آزار حملے کیے گئے تھے اس کے خلاف مقدمے میں اسی مدرسہ کی طرف سے پیروی کی گئی۔ وہابی مدرسہ نے تو یہ کیا کہ آریوں کو جو کتابیں اپنی تائید میں پیش کرنا تھیں وہ کتابیں وہابی مدرسے سے انہیں بہم پہنچیں۔ مگر الحمد للہ ہمارے مدرسے نے اس وقت نمایاں خدمت انجام دی۔ اور حضرت مولانا مولوی محمد عمر صاحب نعیمی مہتمم مدرسہ خود کچہری میں موجود رہے۔ اور آپ کی جرح نے اُن آریوں کو پریشان اور لاجواب کر دیا جو عربی کے فاضل ہونے کے مدعی تھے۔ اور تمام غلط الزمات کے اغلاط کی۔ حضرت مولانا موصوف نے پردہ دری فرمادی۔ اس سعی کا یہ نتیجہ ہوا کہ آریہ کو شکست ہوئی۔ اور مقدمہ سزایاب ہوا۔'' [ماہنامہ السواد الاعظم: ذیقعدہ وذی الحجہ ۱۳۴۷ھ۔ ص ۱۷]

صدر الافاضل کا آپ پر کس قدر اعتماد تھا اس کی ایک مثال اور پیش ہے۔ صدر الاضل نے ایک سرکاری بیع نامے میں آپ کو مختار خاص نام زد کیا۔ اور آپ کی تمام تر کاروائیوں پر رضامندی کی مہر ثبت فرمائی۔ ملاحظہ کریں بیع نامہ سے درج ذیل اقتباس۔ صدر الافاضل لکھتے ہیں:

''اقرار معتبر کرتا ہوں میں مسمی **محمد نعیم الدین بن مولوی محمد معین الدین صاحب مرحوم** ساکن مرادآباد محلہ چوکی حسن خاں ناظم مدرسہ اہل سنت وجماعت مرادآباد، بحالت صحت نفس اثبات عقل ودرستی حواس خمسہ کہ من جملہ زر ثمن بیع نامہ راقم اقرار نواب مرشد علی خاں صاحب بن نواب حاجی مظفر علی خان صاحب مرحوم ساکن مرادآباد محلہ ڈیرہ موسومہ مقر مبلغ..... روپیہ ذمہ میں واجب الادا ہیں۔ جس کی بابت میں نے ایک اقرار نامہ بطور تملک..... بنام بائع موصوف کے تحریر و تکمیل کیا ہے۔ جس کی رجسٹری رجسٹرار مرادآباد میں ہوگی۔ چوں کہ میں اکثر سفر میں رہتا ہوں اور اس وقت بھی مجھے ضروری سفر در پیش ہے۔ اس لیے میں اپنی بجائے جناب مولوی محمد عمر صاحب بن شیخ محمد صدیق صاحب مرحوم ساکن مرادآباد محلہ کرولہ کو مختار خاص مقرر کر کے اختیار دیتا ہوں، کہ وہ دستاویز مذکور تحریر کر کے مقر کو دفتر رجسٹرار مرادآباد میں پیش کر کے رجسٹری کرادیں۔ اور جو امور ضروری متعلق رجسٹری پیش آئیں ان کو انجام دیں۔ جو کاروائی مختار خاص کی مجھے قبول و منظور ہوگی۔ اور مثل کہ ذات خاص میری متصور ہوگی۔ لہٰذا یہ مختار نامہ خاص تحریر کر دیا کہ سند ہو۔ فقط۔ تفصیل جائداد جو تملک مذکور میں لکھی ہے، ایک قطعہ اراضی موزای ۸۹۱ر موسومہ اراضی شیش محل واقع محلہ بازار دیوان مرادآباد۔ **المرقوم ۱۷ر نومبر ۱۹۳۰ء بقلم مقر تحریر..... بمقام بجنور۔**

صدرالافاضل کی کتابوں اور فتاوی پر تصدیقات وتائیدات

صدرالافاضل کے بہت سے فتاوی پر تصدیقات اور کتابوں پر آپ کی تائیدات ومقدمات موجود ہیں۔ یہاں چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ہدایت کاملہ بر قنوت نازلہ

حققہ **المحقق الکامل حضرت صدرالافاضل دام بالفضائل والفواضل** باقوی الدلائل فھو حق وصواب۔

کتبہ العبد المعتصم بذیل النبی الامی عمر النعیمی (مہر مفتی شرع محمد عمر)

[ص۱۵]

ایک شہر میں متعدّد مقامات پر نماز جمعہ کے حوالے سے صدرالافاضل کے ایک فتوے کے خلاف شاہی مدرسے کے مولوی فخرالدین نے ایک تحریر شائع کی۔ آپ نے صدرالافاضل کے فتوے کی تائید اور مولوی فخرالدین کے فتوے کی تردید میں ایک تحریر شائع فرمائی۔ ابتدائی سطور ملاحظہ ہو:

''**حضرت استادی صدرالافاضل مدظلہ العالی** کا فتوی حق وصحیح ہے۔ اس مختصر فتوے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا ایک حرف جنبش نہیں کر سکتا۔ اور کسی مخالف کو مجال نہیں ہے کہ وہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم کر سکے۔ الخ۔

کتبہ العبد المعتصم بذیل النبی الامی عمر النعیمی

[ماہنامہ السواد الاعظم: جمادی الاولی ۱۳۵۰ھ۔ ص۹]

حسام الحرمین کی تصدیق وتائید میں صدرالافاضل کے فتوے پر درج ذیل الفاظ میں تصدیق فرمائی۔

''ما اجاب به سیدی فھوحق صراح''

عمر النعیمی

صدرالافاضل کی رفاقت میں تاج العلماء کے اسفار

صدرالافاضل عموماً سفر میں رہتے تھے۔ مذہبی وسیاسی جلسوں، مشاورتی مجلسوں، میں صدرالافاضل کا خوب آنا جانا ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں مدارس میں امتحان لینے کے لیے بھی آپ کو بلایا جاتا تھا۔ دہلی، ہو یا بریلی شریف، اجمیر شریف ہو یا راجستھان وکلکتہ ہندوستان کا کون سا علاقہ ہے جہاں صدرالافاضل تشریف نہ لے گئے ہوں، اور آپ کے ساتھ تاج العلماء نہ رہے ہوں۔ عموماً تاج العلماء آپ کے ساتھ آپ کی خدمت کے لیے حاضر رہتے تھے۔ صدرالافاضل

کے ساتھ آپ کے بہت سے اسفار کا تفصیلی ذکر صدر الافاضل کے جلسوں وغیرہ اسفار کے ضمن میں کر دیا گیا ہے۔ یہاں ہم بس اجمالی طور پر آپ کے چند اسفار کا ذکر کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

سفر حج

۱۹۳۹ء مطابق ۱۳۵۷ھ میں صدرالافاضل نے جب دوسرا سفر حج فرمایا تو تاج العلماء بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اس سفر کی مفصل روداد ہم باب زیارت حرمین شریفین میں بیان کر آئے ہیں اس لیے یہاں اس تفصیل کو ترک کیا جاتا ہے۔

اجمیر شریف

۱۵ر محرم الحرام مطابق نومبر ۱۹۱۶ء کو صدرالافاضل کے ساتھ اجمیر شریف بار گاہ سلطان الہند عطائے رسول حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ میں حاضر ہوئے۔ اور پھر وہاں سے مدرسہ معینیہ پہنچے جہاں صدر الافاضل اور مولانا معین الدین اجمیری صاحب کے درمیان اذان ثانی خارج مسجد ہونے کے حوالے سے ایک علمی و معرکۃ الآرا مکالمہ ہوا، جس میں صدرالافاضل کا موقف درست ثابت ہوا۔ تاج العلماء نے اس مکالمے کو مکمل تحریر فرما کر اخبار دبدبہ سکندری میں شائع کرایا۔ ہم نے وہ مکالمہ اور اس سے متعلق تاثرات صدرالافاضل کے مکالمات کے باب میں پیش کر دیے ہیں ارباب ذوق وہیں ملاحظہ کریں۔

بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے صدرالافاضل اور تاج العلماء کی طلبی اور ایک غلط فہمی کا ازالہ

یوں تو بریلی شریف میں تاج العلماء نے کئی بار حاضری کا شرف حاصل کیا۔ البتہ صدرالافاضل کے ساتھ جانے کا ایک عجیب اتفاق پیش آیا۔ ہوا کچھ یوں کہ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں مرادآباد کے کسی مفتی عمر نامی غیر مقلد کا ایک فتوی پیش کیا گیا، اور اس کے رد کی درخواست کی گئی۔ اعلیٰ حضرت کو محسوس ہوا کہ کہیں یہ مفتی عمر نعیمی تو نہیں اس لیے آپ نے تردید سے قبل صدرالافاضل کے نام ایک تار دیا کہ آپ تاج العلماء کو ساتھ لے کر جلدی بریلی شریف پہنچو۔ صدرالافاضل کو جب تار موصول ہوا تو آپ تاج العلماء کو ساتھ لے کر بریلی شریف پہنچ گئے۔

اعلیٰ حضرت سے ملاقات فرمائی۔ اعلیٰ حضرت نے پوچھا کہ یہ فتوی کس نے لکھا ہے؟ صدرالافاضل نے فتوی ملاحظہ فرمایا۔ اور عرض کیا حضور! یہ فتوی غیر مقلد مولوی عمر کا ہے یہ اپنے عمر نہیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے جب صدر الافاضل سے یہ سنا تو آپ کو اطمینان حاصل ہوا۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی نے اس واقعے کو قاضی عبد النبی کوکب سے بیان فرمایا۔ ہم قارئین کے ذوق کے لیے یہاں نقل کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''ایک مرتبہ ان (اعلیٰ حضرت) کے پاس ''عمر'' نام کے کسی مولوی صاحب کا لکھا ہوا فتوی تصدیق کے لیے بھیجا گیا، فتوی غلط تھا اور اعلیٰ حضرت اس کی تردید لکھنا چاہتے تھے۔ مگر خیال گزرا کہ یہ عمر کہیں مراد آباد کے مولانا محمد عمر نعیمی نہ ہوں۔ اس لیے فتوی روک کر **حضرت صدرالافاضل مرحوم** کو ٹیلی گرام دیا، کہ مولانا عمر نعیمی کو ساتھ لے کر فوراً بریلی پہنچو، حضرت نے حکم کی تعمیل کی اور بریلی حاضر خدمت ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت فرمانے لگے: بھائی! آپ کے ہاں سے ایسے غلط فتوے لکھے جانے لگے ہیں، **حضرت صدرالافاضل**... نے فتوی دیکھا تو عرض کیا کہ اس فتوے کے لکھنے والے ہمارے مولانا عمر نعیمی نہیں ہیں۔ یہ اس نام کے دوسرے غیر مقلد صاحب ہیں جنہوں نے یہ فتوی لکھا ہے۔ یہ بات سن کر اعلیٰ حضرت نے الحمدللہ پڑھی۔ اور پھر اس فتوے کی تردید کے لیے قلم اٹھایا۔''

[حیات سالک: ص ۱۲۰]

لاہور، سہارنپور

صدرالافاضل ۲۶/ دسمبر ۱۹۱۲ء مطابق ۱۶/ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ کو انجمن نعمانیہ لاہور کے جلسے میں شرکت کے لیے عازم سفر ہوئے، تو تاج العلماء کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ دوران سفر سہارنپور کا اسٹیشن آیا، تو صدرالافاضل، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سے براہین قاطعہ کی عبارت باطلہ کی بابت تحقیق کرنے کے لیے وہیں اتر پڑے۔ مولوی خلیل احمد انبیھٹوی سے ملاقات ہوئی۔ اور عبارت متنازعہ سے متعلق ایک زبردست بحث ہوئی جسے تاج العلماء نے قلم بند فرما کر اخبار اہل فقہ اور اخبار دبدبہ سکندری میں شائع کرایا۔ قارئین مکالمات صدرالافاضل کے باب میں اس مکالمے کو پڑھ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں وصال سے چندماہ قبل آپ لاہور پاکستان تشریف لے گئے تھے اس میں بھی تاج العلماء آپ کے ساتھ تھے۔

صوبہ بنگال

فروری ومارچ/ ۱۹۴۶ء میں صدرالافاضل کی معیت میں صوبہ بنگال کے مختلف علاقوں کے دورے کیے۔

خیرآباد شریف ضلع سیتاپور

۲۷/ ربیع الاول شریف ۱۳۵۰ھ کو صدرالافاضل کے ساتھ خیرآباد شریف ضلع سیتاپور کے ایک اجلاس میں تشریف لے گئے۔ صدرالافاضل کے خطاب سے پہلے خود ایک گھنٹہ خطاب فرمایا۔

جام جودھ پور

جولائی ۱۹۳۶ء کو صدرالافاضل اور حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی کے ساتھ جام جودھ پور پہنچے۔

دھوراجی کاٹھیاواڑ

ستمبر۱۹۳۱ء میں صدرالافاضل کی معیت میں مدرسہ مسکینیہ دھوراجی کاٹھیاواڑ کے امتحان و جلسہ کے لیے تشریف لے گئے۔

فیروز پور پنجاب

ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ کو صدرالافاضل آریوں کی شرانگیزی کے سدباب کے انجمن خدام حنفیہ کی دعوت پر فیروز پور پنجاب تشریف لے گئے۔ ساتھ میں آپ کو اور شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں اور علامہ مختار صدیقی میرٹھی کو لے کر گئے۔ کشتے نمونہ از خروارے چند سفر اجمالاً ذکر کیے ہیں۔ تفصیل موجب تطویل ہے۔

تاج العلماء کے نام صدرالافاضل کا گرامی نامہ

عموماً تاج العلماء صدرالافاضل کے ساتھ ہی رہتے تھے، اس لیے خط و کتابت کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی البتہ کبھی کبھار ایسا موقع بھی آجاتا تاکہ صدرالافاضل کو خط لکھنے کی ضرورت محسوس ہوجاتی تھی۔ راقم الحروف نے تاج العلماء کے نام صدرالافاضل کے خطوط تلاش کرنے کی کافی کوشش کی لیکن تلاش بسیار کے بعد صرف ایک درج ذیل خط حاصل ہوا۔ خط میں صدرالافاضل نے حالات سفر بیان کیے اور پھر آخر میں تاج العلماء کو اہل خانہ کی خبر گیری کا حکم دیا۔ خط ملاحظہ ہو:

عزیز القدر سلمہ دعوات وافرہ و سلام مسنون!!!

میں اجمیر شریف میں جمعہ سے دوشنبہ تک چار روز منتظر رہا۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ دو ہفتہ تک راستہ درست ہونے کی امید نہیں۔ مجبوری کل ۲/ اگست بروز شنبہ کو اجمیر شریف سے جے پور آیا۔ ایک دن ویٹنگ روم میں رہا۔ سہ شنبہ ۳/ کہرے کی صبح ۱۱ بجے وہاں سے سوائی مادھوپور کے لیے روانہ ہوکر.... پہنچا تاکہ فرنٹیر میل سے براہ بڑودہ کاٹھیاواڑ جاسکوں۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ گنگاپور کے قریب سیلاب سے بڑی لائن بی بی ....نے جو گاڑی سوائی مادھوپور آتی ہے وہی صبح ۵ بجے واپس جاتی ہے۔ اس کے انتظار میں سوائی مادھوپور کے ویٹنگ روم میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ صبح ان شاء المولیٰ تعالیٰ یہاں سے روانہ ہوں گا اور بعونہٖ تعالیٰ کل چہار شنبہ.... میں گزار کر پھر شب کو بڑودہ پہنچوں گا۔ پھر معلوم نہیں کب گاڑی ملے کب زیرم کام پہنچوں۔ آرام سے ہوں۔ دعا چاہتا ہوں۔ بچوں کی خبر گیری رکھیے۔ ظفر و اختصاص سلمہما اور ان کے برادران و ہمشیر گان اور مظفر و توثیق اور آفتاب کو دعا۔ تمام احباب کو سلام مسنون۔ والدعاء۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

صدرالافاضل سے تاج العلماء کی محبت وعقیدت

صدرالافاضل سے تاج العلماء بے پناہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔اور کیوں نہ رکھتے صدرالافاضل بھی تو ہمیشہ اپنا سایہ شفقت آپ کے سر پر دراز رکھا کرتے تھے۔آپ پر اعتماد فرماتے۔آپ کے مشوروں کو قبول فرماتے۔ سفر وحضر میں اکثر اپنے ساتھ رکھتے۔آپ کے ہر دکھ درد میں شریک ہوتے۔صدرالافاضل کی نوازشات وعنایات ہی کا نتیجہ تھا کہ تاج العلماء آپ سے بے لوث محبت وعقیدت رکھتے۔ہم صدرالافاضل سے تاج العلماء کی عقیدت ومحبت کی دو چند مثالیں پیش کیے دیتے ہیں۔

جامعہ نعیمیہ کے مہتمم مولانا محمد یامین نعیمی سنبھلی نے اپنے تایا گرامی مولانا یونس نعیمی سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے حوالے سے بتایا کہ تاج العلماء کے معمولات میں سے تھا کہ جب آپ صبح کو اپنے گھر خواجہ نگری سے مدرسے کے لیے آتے تو راستے میں **صدرالافاضل** کی بارگاہ میں ضرور حاضری دیا کرتے تھے۔اور اس کے بعد ہی مدرسے میں تشریف لاتے تھے۔مدارس میں عموماً ایسا ہوتا کہ طلبہ ہی اساتذہ کی درس گاہ لگاتے ہیں مگر قربان جائیں تاج العلماء کی عقیدت اور حسن ادب پر کہ ہر روز آپ خود مہتمم ومدرس ہونے کے باوجود **صدرالافاضل** کی درس گاہ اپنے ہاتھوں سے لگاتے تھے۔

مہتمم جامعہ نعیمیہ مولانا یامین نعیمی اپنے والد گرامی حافظ محمد اصغر مرحوم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

کہ ایک بار گرمیوں کے موسم میں **صدرالافاضل** اپنی قیام گاہ میں آرام فرماتھے۔میرے والد گرامی اسی دوران **حضرت (صدرالافاضل)** کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، تو حضرت نے فرمایا کہ جاؤ! مولانا محمد عمر کو بلا کر لاؤ۔والد گرامی تیزی سے تاج العلماء کے در دولت پر پہنچے، تو دیکھا کہ حضرت دسترخوان پر بیٹھے ہیں اور کھانا شروع ہی کرنا چاہتے ہیں۔والد گرامی کو دیکھ کر تاج العلماء نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو والد گرامی نے **صدرالافاضل** کا حکم سنادیا۔تاج العلماء نے جیسے ہی سنا فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔اہلیہ نے عرض کیا کہ کھانا تو کھالیں، تھوڑی دیر کی تو بات ہے، مگر تاج العلماء یہ کہہ کر کہ اچانک بلاوا کسی ضروری کام کے سبب ہی ہوگا، اس لیے تاخیر مناسب نہیں ہے۔

تیز قدموں کے ساتھ جامعہ کی طرف چل دیے۔**صدرالافاضل** کی بارگاہ میں پہنچ کر بعد سلام سبب طلبی معلوم کیا تو **صدرالافاضل** نے فرمایا کہ مولانا! میں نے آپ سے کہا تھا کہ میرے ذاتی کتب خانے میں جتنی کتابیں ہیں وہ سب میں نے جامعہ کو دے دی ہیں، انہیں جامعہ کی لائبریری میں رکھوا دینا، مگر ابھی تک آپ نے یہ کام نہیں کیا۔ میرے بعد یہ کتابیں ضائع ہوسکتی ہیں یا وارثین میں تقسیم ہوجائیں گی۔کس کس کو سمجھاتے پھروگے کہ یہ کتابیں میں نے جامعہ کو وقف کردی تھیں۔اس لیے جتنی جلدی ہوسکے میرے گھر کی لائبریری سے کتابیں جامعہ کی لائبریری میں

منتقل کرادیں۔ تاج العلماء نے اب واپس گھر جانا مناسب نہ سمجھا۔ بھوکے رہتے ہوئے ہی فوراً حکم کی تعمیل میں لگ گئے۔ چند طلبہ کو ساتھ لیا اور کتابیں **صدرالافاضل** کے گھر سے جامعہ کی لائبریری میں منتقل فرمادیں۔

علاوہ ازیں صدرالافاضل کے وصال کے بعد جب آپ درس گاہ میں تدریس کے لیے بیٹھتے تو سبق شروع کرانے سے پہلے صدرالافاضل کی بارگاہ میں نذر عقیدت پیش فرماتے، آپ کی روح پر فتوح کے لیے ایصال ثواب فرماتے۔ اور اکثر صدرالافاضل کی اپنے اوپر عنایات ونوازشات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی شفقتوں، عنایتوں کی دہائی دیا کرتے تھے۔

علامہ جمیل احمد نعیمی رقم طراز ہیں:

"راقم الحروف جب زیر تعلیم تھا تو دوران درس مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ میں جوتیوں میں بیٹھنے کے لائق تھا مگر یہ **حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** کی کفش برداری کا صدقہ ہے کہ میں آج اس مسند درس وتدریس اور رشد وہدایت پر متمکّن ہوں۔ اس کے علاوہ راقم الحروف نے یہ بھی بارہا دیکھا ہے کہ اسباق شروع کرنے سے پہلے اپنے استاذ محترم کی روح پر فتوح کے لیے ایصال ثواب فرماتے اور اس کے بعد اسباق کا آغاز فرماتے۔ اللہ اللہ اس عقیدت ومحبت کی بھی کوئی انتہا ہے"۔

[مختصر تذکرہ تاج العلماء: مشمولہ کتاب بانیان سلسلہ نعیمیہ: ص۲۹]

تاج العلماء اور السواد الاعظم کی ادارت

صدرالافاضل کی سرپرستی میں مرادآباد سے ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء کو ایک مذہبی ماہنامہ "السواد الاعظم" جاری ہوا۔ جس کی ترتیب، طباعت واشاعت کی ذمے داری صدرالافاضل نے تاج العلما کو سونپی تھی۔ اخبار دبدبہ سکندری میں ماہنامہ السواد الاعظم کے حوالے سے تبصرہ وتعارف شائع ہوا جس کا ایک اقتباس پیش ہے ملاحظہ ہو:

"مکرمی جناب مولانا مولوی محمد عمر نعیمی مرادآبادی نے مطبع نعیمی مرادآباد سے اس نام کا ایک ماہواری رسالہ ماہ ربیع الآخر / ۱۳۳۸ھ سے چھاپنا شروع کیا ہے"

اور آپ خود لکھتے ہیں:

"رسالے کی ترتیب واشاعت کا کام میرے ہاتھ میں ہے لیکن اس رسالے کو یہ فخر حاصل ہے اور اسی لیے دنیا میں یہ قدر کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی سرپرستی **حضرت صدرالافاضل مدظلہ العالی** فرماتے ہیں۔"

[ماہنامہ السواد الاعظم: جمادی الاولیٰ وجمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ۔ ص۱۴]

تاج العلماء سنی کانفرنس کے نائب ناظم

سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ صدرالافاضل تھے۔ اور نائب ناظم تاج العلماء کو منتخب کیا گیا تھا۔ سنی کانفرنس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں ہم لکھ آئے ہیں، وہیں سے تاج العلماء کی بھی سنی کانفرنس میں خدمات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ صدرالافاضل کے حکم سے ۷؍شعبان ۱۳۶۴ھ کو سنی کانفرنس کا دستور بھی آپ نے ہی ترتیب دیا تھا، جو متعدّد بار شائع ہوا۔

کنزالایمان کی طباعت میں تاج العلماء کا کلیدی کردار

اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ کنزالایمان پر نظر ثانی کا کام صدرالافاضل کو سونپا تھا۔ اور جب نظر ثانی کا کام مکمل ہو گیا تو اعلیٰ حضرت نے طباعت کی ذمہ داری بھی صدرالافاضل کو دے دی۔ اب چوں کہ قرآن پاک کی طباعت ایک بڑا کام تھا جس میں حد درجہ احتیاط لازمی تھی اس لیے آپ نے یہ کام اپنے معتمد خاص تاج العلماء کو سونپ دیا۔ جسے تاج العلماء نے اپنے مشفق استاد کی نگرانی میں خوب اہتمام کے ساتھ طباعت کے تمام تر مراحل سے بحسن وخوبی گزار کر صدرالافاضل کے قائم کردہ نعیمی پریس مرادآباد سے شائع کیا۔ مطلب یہ کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ کنزالایمان صدرالافاضل کے زیر سرپرستی تاج العلمانے پہلی بار نعیمی پریس سے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ایسا ہی آپ کے صاحبزادے مفتی اطہر نعیمی نے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ [ماہنامہ جہان رضا لاہور: ستمبر اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۲۳]

صدرالافاضل کی علالت اور تاج العلماء کی خدمات

تاج العلماء صدرالافاضل کے مخصوص خدمت گزاروں میں سے ایک تھے۔ تدریس سے فراغت پاتے ہی آپ کی خدمت میں وقت گزارنا آپ کا معمول تھا۔ سفر وحضر میں عموماً آپ اپنے استاد کریم کے ساتھ رہتے تھے۔ صدرالافاضل چوں کہ بہت سفر فرماتے تھے اس لیے جسمانی سکون نہ مل پانے سے اکثر طبیعت علیل ہو جاتی تھی۔ اور تاج العلماء کی ذمہ داریاں مزید بڑھ جاتی تھیں۔ مثلاً خطوط کے جواب دینا، مضامین وفتاوی کی نقل واملا، ملاقاتیوں سے ملنا اور انہیں حضرت ناسازی طبیعت کی خبر دے کر ان کے معاملات کو خود نمٹانے کی کوشش فرمانا۔ اور کانفرنسوں، جلسوں میں نمائندگی کے لیے تشریف لے جانا۔ صدرالافاضل کی ناسازی طبع سے آپ بے چین ہو جاتے تھے اور جب بھی جہاں بھی موقع میسر آتا استاد کریم کے روبہ صحت ہونے کی دعا کرتے اور کراتے تھے۔ ہم یہاں اس حوالے سے اخبارات ورسائل اور خطوط سے دو چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں قارئین ملاحظہ کریں۔ ملک العلماء علامہ ظفرالدین بہاری قدس سرہ کے نام اپنے ایک گرامی نامے میں لکھتے ہیں:

''**حضرت صدرالافاضل مدظلہ العالی** کا مزاج ہمایوں بہت ناساز ہے، بخار ہر وقت رہتا ہے کسی وقت مفارقت نہیں کرتا۔ ضعف اس درجہ ہوگیا ہے کہ لیٹ کر نماز ادا فرماتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہم پر کرم فرمائے اور حضرت کو صحت تامہ کاملہ عطا فرمائے۔'' [خط کی کاپی فقیر کے پاس محفوظ ہے]

مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد نعیمی کے نام صدرالافاضل کی طرف سے خط لکھا تو اس میں آپ لکھتے ہیں:

''**حضرت** کا مزاج اچھا ہوگیا تھا، بخار اُتر گیا تھا، مگر صدر اشرف کے انتقال کا ایسا صدمہ ہوا کہ جاڑا آ کے بخار بڑھ گیا۔ اب اس وقت بخار اُتر جاتا ہے، رات کو ضرور ہوجاتا ہے۔ کمزوری اپنی انتہا کو پہنچی ہے۔ بخار جو کسی وقت مفارقت نہ کرتا تھا اس کا اُتر جانا طبیعت کے رُوبہ صلاح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔''

کاٹھیاوار کے دورے پر جب صدرالافاضل تشریف لے گئے تو طبیعت علیل ہوگئی اور پھر وہاں سے واپسی پر تو طبیعت زیادہ ہی بگڑ گئی۔ آپ چوں کہ اس وقت خدمت میں حاضر تھے اس لیے اس کی تفصیل آپ نے ماہنامہ السواد الاعظم میں شائع فرمائی۔ لکھتے ہیں:

''اس درمیان میں مزاج مبارک ناساز بھی ہوگیا بخار آنے لگا، مگر وعظ روز ہوتا رہا۔ بمشکل تمام اپنی ضروریات بتا کر ایک ہفتے کے بعد جب **حضرت** واپسی کے لیے تیار ہوئے تو حاجی سیٹھ ہاشم جمال صاحب ریاست گونڈل سے موٹر لے کر تشریف لے آئے۔ اور اپنے دولت خانے پر تشریف لے جانے پر اصرار کیا۔ سیٹھ صاحب موصوف سے **حضرت مدظلہ** کے دیرینہ تعلقات ہیں۔ جب انہوں نے کوئی عذر نہ سنا تو **حضرت** کو گونڈل تشریف لے جانا پڑا...... گونڈل پہنچتے ہی **حضرت** کے بخار نے شدت کی۔ اور نشست و برخاست دشوار ہوگئی۔ اس وقت **حضرت** نے وطن کی واپسی کا قصد فرمایا لیکن حاجی ہاشم صاحب اور ان کے بھائیوں نے ایسی حالت میں **حضرت** کو روانہ کرنا کسی طرح منظور نہ کیا۔ وہیں علاج شروع کیا اور ایسی خدمت کی جو ان کی محبت و عقیدت کے شایاں تھی۔ پانچ چار روز کے بعد بخار اتر گیا۔ اس درمیان میں سیٹھ عبداللطیف صاحب اور میاں عبدالرسول صاحب دھوراجی سے مزاج پرسی کے لیے پہنچے۔ افاقہ ہونے کے بعد **حضرت** گونڈل سے روانہ ہوئے۔ سیٹھ حاجی ہاشم صاحب نے راجکوٹ تک **حضرت** کو اپنے موٹر میں پہنچایا اور راجکوٹ سے ریل میں سوار کردیا۔ بخار تو اتر چکا تھا مگر ضعف بہت زیادہ تھا۔ دہلی کے احباب اسٹیشن پر حاضر ہو کر قیام کے لیے مصر ہوئے مگر غایت ضعف کے باعث **حضرت** نے ان سے معذرت کردی اور مرادآباد رونق افروز ہوگئے۔

یہاں آتے ہی بخار میں پھر شدت ہوگئی۔ اور بائیس روز تک ایک سو چار اور ایک سو پانچ ڈگری تک بخار رہا۔ اکثر اوقات **حضرت** اپنے خدام کو پہچان بھی نہ سکے۔ اطبا اکثر حاضر رہے۔ علاج میں بہت کوششیں کی گئیں کئی مسہل

دیے گئے مگر بخار کی شدت کم نہ ہوئی۔ حالت خطرناک ہوگئی تھی اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا کہ بائیس روز کے بعد بخار اترا۔ مدتوں غذا نہ ہوئی ضعف ونحافت انتہا کو پہنچ گئے۔ اور طاقت نشست و برخاست نہ رہی۔ ضعف کی یہ حالت ایک ماہ تک رہی۔ کھڑے ہونے میں قدم مبارک لرزتے تھے۔ اب بحمد للہ تعالیٰ مزاج مبارک صحیح ہے اور ضعف بھی بہت کم ہوگیا ہے۔ لیکن مرض چوں کہ شدید تھا ابھی تک تنفس پر اس کا اثر باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ ضیق نفس کو بھی دور فرمائے۔ اور مدت دراز تک اس وجود مبارک کا ظل عاطفت ہم نیاز مندوں کے سروں پر رکھے۔ اور مسلمانوں کو حضرت کے فیوض ظاہری و باطنی سے متمتّع فرمائے۔ آمین۔ میں بھی اس زمانے میں بیمار رہا اور ایسا بیمار کہ حضرت کی خدمت میں بھی بہت کم حاضر رہ سکا۔" [ماہنامہ السواد الاعظم: جمادی الاولیٰ و جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ۔ ص ۱۴ تا ۱۸]

مزید تفصیل باب (صدر الافاضل کی علالت و وصال) میں ملاحظہ فرمائیں۔

صدر الافاضل کی نماز جنازہ تاج العلماء نے ادا کرائی

صدر الافاضل کے آخری ایام علالت میں گزرے۔ اس موقع پر بھی تاج العلماء نے خدمت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ مگر چوں کہ مدرسے کی ساری ذمہ داریاں آپ کے اوپر تھیں اس لیے علامہ حکیم سید غلام معین الدین نعیمی اور مولانا یونس نعیمی سنبھلی وغیرہ کو آپ نے صدر الافاضل کی خدمت کے لیے چھوڑ رکھا تھا۔

البتہ گاہے بگاہے خود بھی حاضر ہو کر خدمت کا شرف حاصل کرتے رہتے تھے۔ صدر الافاضل نے جب آخری تحریر کا ارادہ فرمایا تو آپ ہی سے کاغذ قلم طلب فرمایا۔ اور جب وہ تحریر تاج العلماء نے دیکھی تو بے ساختہ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حکیم مفتی سید غلام معین الدین نعیمی لکھتے ہیں:

"یہ تحریر اتنی شکستہ اور غیر مانوس تھی کہ تحریر دیکھ کر تاج العلماء کے بے ساختہ آنسو نکل آئے اور فرمایا اللہ اکبر! یہ اس ہستی کی تحریر ہے جس کے بے شمار شاگرد ہر طرز تحریر میں کاتب و خوش نویس ہیں، آج ضعف نے یہ حال کر دیا کہ تحریر پڑھی بھی نہیں جاتی۔" [حیات صدر الافاضل: ص ۲۴۵]

بالآخر وہ دن آگیا کہ صدر الافاضل دنیا کو خیر آباد کہہ گئے۔ تاج العلماء کے ساتھ چند حضرات نے مل کر صدر الافاضل کو غسل دیا اور پھر جامعہ نعیمیہ کے صحن میں تاج العلماء نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس طرح تاج العلماء نے اپنے استاد کریم صدر الافاضل کی بے لوث و بے مثال خدمت انجام دی۔

صدر الافاضل کے تبحر علمی، خطیبانہ وقار، مجاہدانہ کردار سے متعلق آپ کے تاثرات

صدر الافاضل کے تبحر علمی، خطیبانہ شان، مناظرانہ مہارت اور مجاہدانہ کردار کو تاج العلماء نے بہت قریب سے ملاحظہ فرمایا ہے، اس لیے آپ کے تاثرات بلاشبہ اس معاملے میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ہم یہاں ایک

دو تاثرات نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔ آپ لکھتے ہیں:

"ملک نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ آج سرزمین ہند میں **حضرت موصوف** کے زبان و قلم کو اللہ تعالیٰ نے جو کمال دیا ہے اس کی نظیر موجود نہیں ہے، اس کا مخالفین کو بھی اعتراف ہے۔ غیر مسلموں کو بھی اقرار ہے۔ جہاں جس مجمع میں کسی مبحث پر تقریر فرمادی دل تسخیر کر لیے۔ اور بڑے بڑے نامدار افاضل اور شہرہ آفاق متبحر علما کو یہ کہتے سنا کہ جو مضامین **حضرت** نے بیان فرمائے ان سے کبھی کان آشنا نہ تھے۔ دلائل کے زور و قوت کا یہ عالم کہ مخالف کو سر اٹھانے کی تاب باقی نہیں رہتی۔ اور ہر صاحب علم و انصاف یہ کہنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ واجب التسلیم ہے۔ حسن بیان اور لذت کلام کا لطف تو سننے والوں ہی سے پوچھیے!

مزید رقم طراز ہیں:

"منقولات کو معقولات کے پیرایے میں بیان کرنا اور روایات کو عقلیات کے لباس میں جلوہ دینا کارے دارد۔ مشکل ہے اور اتنا مشکل کہ **حضرت صدر الافاضل مدظلہ** کے سوا آج تک ہم نے کسی دوسری زبان کو یہ کام انجام دیتے نہیں دیکھا۔ مگر **حضرت** کو اللہ تعالیٰ نے یہ ملکہ عطا فرمایا ہے کہ منقولات کو جب آپ عقلی پیرایے میں ادا فرماتے ہیں تو کٹے سے کٹا نیچری جو روایات پر اپنی کم علمی اور خشک دماغی سے تمسخر کرنے کا عادی ہوتا ہے وہ بھی گردن جھکا دیتا ہے..... ان کے لیے ایسے ہی علامہ کی ضرورت ہے کہ جو اسلامی روایات کو ایسے انداز سے ثابت کرے کہ تفلسف کے غریق بھی حق بجا پکار اٹھیں۔ اور ان کے اوہام کی ظلمتیں دلائل کی روشنی سے نیست و نابود ہو جائیں۔"

[السواد الاعظم: جمادی الاخریٰ ۱۳۵۳ھ۔ ص ۷،۸]

اور فرماتے ہیں:

حضرت صدر الافاضل مدظلہ العالی کی تقریر و تحریر کا آج تمام ملک میں شہرہ ہے اور اہل ذوق **حضرت** کے ایک ایک کلمہ کو بار بار مطالعہ کرتے ہیں اور **حضرت** کے رشحات قلم اہل علم کی مجلسوں کی زینت ہوتے ہیں۔

تقریر میں وہ تسخیر ہے کہ دشمن بھی مدح کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ قوت دلیل زور بیان کے سامنے کسی سرکش کی مجال نہیں کہ گردن اٹھا سکے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور افاضل جن کے علمی فیض کے احاطے بہت وسیع ہیں انہوں نے عام مجمعوں میں **حضرت صدر الافاضل** کا وعظ سن کر بے تکلف فرما دیا ہے کہ یہ حقائق یہ علوم یہ طرز بیان **حضرت صدر الافاضل** کے ساتھ خاص ہے۔ آج تک ان علوم سے کان آشنا نہ ہوئے تھے۔ قرآنی علوم کے بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ نے **حضرت** کی زبان مبارک کو ایک خاص منزلت عطا فرمائی ہے۔"

[ماہنامہ السواد الاعظم: ذیقعدہ و ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ ص ۱۴]

ابوالحسنات علامہ سید محمد احمد نعیمی

محدث الوری حضرت علامہ سید محمد دیدار علی شاہ الوری خلیفہ اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے ابوالحسنات علامہ سید محمد احمد نعیمی ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء کو محلہ نواب پورہ الور میں پیدا ہوئے۔ حافظ عبدالحکیم اور حافظ عبدالغفور صاحبان سے کلام پاک حفظ کیا۔ والد گرامی اور مرزا مبارک بیگ سے تعلیم حاصل کی۔ مشین سازی، رنگائی، کارپینٹری، گھڑی سازی، خیاطی اور ٹیلیفون کا کام بھی سیکھا۔ حکیم نواب حامی الدین صاحب سے مرادآباد میں طب کی تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت اور صدرالافاضل سے اکتساب علم وفیض کیا۔ اشرفی میاں سے بیعت وخلافت حاصل کی۔ ۱۹۲۰ء میں اَلور سے آگرہ آگئے۔ خطابت میں کافی شہرت حاصل ہوئی۔ درجنوں کتابیں تصنیف فرمائیں۔

۱۹۴۵ء میں پہلا حج کیا۔ جمعیۃ العلماء پاکستان کی بنیاد سے دم آخر تک آپ اس کے صدر رہے۔ بہت سی تحریکات میں حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت میں خاص حصہ رہا، اور اسی تحریک میں آپ کو جیل جانا پڑا۔ جیل میں ہی قرآن پاک کی تفسیر بنام ''تفسیر الحسنات'' تحریر فرمائی۔ اسی دوران اکلوتے بیٹے مولانا خلیل احمد صاحب کو تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے پر سزائے موت کی سزا سنائی گئی، بعد رہائی ان دُشواریوں اور تکالیف کے سبب ایک سال ہی حیات رہے۔ اور ۲/ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۰/ جنوری ۱۹۶۱ء بروز جمعہ راہی دارِ بقا ہوگئے۔ حضرت داتا گنج بخش ہجویری قدس سرہ کے احاطے میں تدفین ہوئی۔

جامعہ نعیمیہ میں داخلہ اور صدرالافاضل سے اکتساب علم

جامعہ نعیمیہ میں آپ نے چند سال تعلیم حاصل کی۔ مگر کس سن میں آپ جامعہ نعیمیہ میں پہنچے اور کب تک رہے یہ تفصیل راقم الحروف کو تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکی۔ البتہ فارغین و مستفیضین جامعہ، کے رجسٹر میں آپ کا نام شامل ہے، جس سے اتنا تو ثابت ہے کہ آپ نے جامعہ نعیمیہ میں رہ کر صدرالافاضل کی بارگاہ سے خوشہ چینی کی۔ بلکہ آپ نے خود اس بات کا ذکر اپنے ایک مضمون میں کیا ہے لکھتے ہیں:

''مجھے بھی **حضرت** سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ بلکہ تحصیل فن طب کے محرک **حضرت ممدوح** ہی تھے۔ اور انہیں کے مشورہ سے مجھے مرادآباد نواب حکیم حامی الدین احمد مرحوم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ میرا قیام **حضرت استاذ العلماء** کی خدمت میں تھا اور طب کی تعلیم لینے کے لیے محض نواب دو ماہ سے خاص قیام گاہ حکیم صاحب پر حاضری ہوتی تھی۔'' [ہفت روزہ سواد اعظم لاہور کا حیات صدرالافاضل نمبر: ۱۲، ۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹، ۲۶/ جون ۱۹۵۹ء۔ ص ۳۴]

ابوالحسنات اور صدرالافاضل کے فضائل وکمالات

صدرالافاضل سے آپ کا والہانہ ونیاز مندانہ ربط رہا ہے۔ آپ نے صدرالافاضل کی صحبت بابرکت میں رہ کر ان کے فضائل وکمالات کو بہت قریب سے مشاہدہ فرمایا۔ صدرالافاضل کے عالمانہ، فاضلانہ، قائدانہ، مناظرانہ، ادیبانہ، منصفانہ کردار کو خوب ملاحظہ کیا۔ اخلاق کریمانہ کا خوب حظ اٹھایا۔ اوصاف حمیدہ وخصائص جمیلہ سے خوب مستفیض ہوئے۔ تبھی تو درج ذیل تاریخی جملے آپ کے قلم کی زینت بنے۔ آپ فرماتے ہیں:

''میں **حضرت استادالعلماء** کے فضائل وفواضل میں اگر اخلاقیات پر عرض کروں تو ایک دفتر بن جائے۔ مختصر اتنا ہی عرض کر سکتا ہوں کہ **حضرت ممدوح** مجسمہ اخلاق نبوی تھے۔ دوست اور دشمن ہر ایک ممدوح کی طرف نظر احترام ڈالتا تھا۔ قوت بیاسیہ میں قدرت نے وہ بلند مقام ودیعت فرمایا تھا کہ میں نے بڑے بڑے انگریزی داں طبقے کے سرکشوں کو گردن جھکاتے دیکھا۔ قوت دلائل میں یہ دست گاہ حاصل تھی کہ معترض کے اعتراض کو سن کر ہم متحیر ہوتے تھے، کہ اس کا جواب کیا ہوگا۔ مگر **ممدوح** کے بے ساختہ الفاظ میں وہ راز ہوتے تھے کیا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ اعتراض **حضرت** کے علم میں تھا، اور اس کے جواب میں پوری تیاری فرمائی ہوئی تھی۔ غرض کہ مہمان نوازی، غریب پروری، احقاق حق پر بے باکی، ان تمام ہی صفات میں **حضرت** اپنی مثال آپ ہی تھے۔'' [مرجع سابق]

صدرالافاضل اور جامعہ نعیمیہ سے لگاو

آپ کو اپنے استاد گرامی اور اپنی مادر علمی سے بہت لگاو تھا۔ صدرالافاضل کی بارگاہ فیض میں اکثر حاضر ہوتے۔ جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسوں میں عموماً شرکت فرماتے۔ جہاں موقع ملتا صدرالافاضل کو خطاب کے لیے مدعو کرتے۔ راناڈھول پور کے ایک جلسے میں صدرالافاضل کو دعوت خطاب کے حوالے سے اپنی کوششوں کے تعلق سے آپ نے خود لکھا ہے۔ پورا واقعہ صدرالافاضل کے خطابات کے ضمن میں ملاحظہ کریں یہاں بس ایک اقتباس پیش ہے۔ رقم طراز ہیں:

'''''میں راناڈھولپور میں بلایا گیا، وہاں جلسہ کا نظام ہوا تو میری نظر سب سے پہلے **حضرت** کی ذات اقدس کی طرف گئی۔ عریضہ دعوت پیش کیا۔ بلا تامل تشریف آوری کا وعدہ فرمایا۔ جلسہ ہوا، **حضرت** کی پہلی تقریر نے راناڈھول پور کے آزاد طبقہ کو مسخر کیا۔.... پھر تقریر ہوئی تو میرا خیال اگر غلطی نہیں کرتا تو میں یہ کہوں گا کہ یہ تقریر اپنی جامعیت میں اپنی مثال آپ میں تھی۔'' [مرجع سابق: ص ۳۴، ۳۵]

مئی ۱۹۴۶ء جمادی الاولیٰ ۱۳۶۴ھ کو لاہور کی مسجد وزیر خاں آپ کی صدارت میں جلسہ ہوا جس میں صدر الافاضل نے شرکت فرمائی۔ اخبار الفقیہ نے لکھا ہے:۔

”لاہور پہنچ کر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد خطیب وزیر خاں مسجد لاہور کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں شرکت فرمائی۔“[الفقیہ:۲۱تا۲۸/مئی ۱۹۴۵ء ص۱۱،۱۲]

صدرالافاضل کی نوازشات

صدرالافاضل کی آپ پر بڑی شفقتیں رہی ہیں۔ دور طالب علمی میں آپ کو اپنے ساتھ اپنے گھر میں رکھا۔ کتابیں پڑھانے کے ساتھ فن طب کی طرف رہنمائی فرمائی۔ کبھی آگرہ تشریف لے جاتے تو آپ سے ضرور ملاقات فرماتے تھے۔ مارچ ۱۹۴۸ء میں پاکستانی آخری سفر میں بھی آپ سے ملاقات فرمائی۔ معین ملت علامہ غلام معین الدین نعیمی لکھتے ہیں:

”چناں چہ مارچ ۱۹۴۸ء میں آپ نے آل پاکستان کا طوفانی دَورہ فرمایا، حتیٰ کہ لاہور اسی غرض سے رونق افروزی ہوئی۔ حضرت ابوالحسنات صاحب قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور پاکستان سے جو اس وقت ”پنجاب سُنّی کانفرنس“ کے صدر اعلیٰ تھے، تبادلہ خیالات کیا۔ ملکی حالات استفسار فرمائے۔ پھر لاہور سے کراچی کا عزم کیا۔“ [حیات صدرالافاضل:ص۲۴۰]

سنی کانفرنس میں کلیدی کردار اور صدرالافاضل کے نوازش نامے

سنی کانفرنس میں آپ نے نمایاں کردار ادا فرمایا۔ صدرالافاضل کی تجویز سے پنجاب سنی کانفرنس کے صدر اعلیٰ منتخب ہوئے۔ صدرالافاضل نے آپ کے نام جو گرامی نامے ارسال فرمائے ان میں سے چار خطوط ہمیں دستیاب ہوئے۔ جن میں سے تین خط خود صدر الافاضل کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور ایک خط منشی دفتر سنی کانفرنس سے لکھوایا گیا ہے۔ ان خطوط میں کچھ باتیں ذاتیات سے متعلق ہیں اور اکثر باتیں سنی کانفرنس کے حوالے سے ہیں، یہ خطوط ہم نے تحریکات کے باب میں سنی کانفرنس کے ضمن میں نقل کردیے ہیں۔ وہیں سے مکمل ان کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ ہم بس یہاں ایک دو اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے صدرالافاضل کی آپ پر شفقت و محبت کا اندازہ ہو ملاحظہ کریں۔ صدرالافاضل لکھتے ہیں:

”حج و زیارت کی نعمتیں مبارک۔ تشریف آوری کی اطلاع کا منتظر ہی رہا، وقت پر خبر نہ ہوسکی۔ اب بھی دل آپ کے دیدار کا متقاضی ہے۔ سردی زیادہ ہے تنفس کا مرض ہے جس وقت بھی افاقہ ہوا اور موقع ملا آپ کے دید و برکات سے لطف اندوز ہونے کا قصد رکھتا ہوں۔“

مزید رقم طراز ہیں:

”اور آپ کی ملاقات یقیناً فائدہ بخش اور ضروری ہے۔ اور اس کی بہتر تدبیر یہ ہے کہ ۲،۳،۴/ شعبان اجلاس

بھی ہیں حضرت محدث صاحب تشریف فرما ہوں گے اور علما بھی ہوں گے آپ دونوں بھائی بھی تشریف لائیں تو بہت اچھا موقع گفتگو کے لیے ملے گا۔ سفر خرچ تشریف آوری کے لیے پیش کیا جائے گا۔“

[حیات صدر الافاضل: ص۱۸۵تا۱۸۸۔ ماہنامہ عرفات لاہور، بنام تذکرہ نعیم الدین مرادآبادی، جولائی، اگست، ۱۹۷۳ء ص۹، ۱۰، ۱۱]

ماہنامہ السواد الاعظم میں فقہی معمے

ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد کے شمارہ بابت ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ ص۱۱تا۱۵۔ پانچ صفحات پر مشتمل فقہی پہیلیوں کے جوابات شائع ہوئے، اس کے علاوہ کوئی مضمون وغیرہ ماہنامہ میں شائع نہیں ہوا۔

مفتی اعظم پاکستان ابوالبرکات سید احمد نعیمی

خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ دیدار علی شاہ الوری کے گھر بمقام الور ۱۳۱۶ھ میں پیدائش ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے اور مقامی مکتب میں حاصل کی۔ درس نظامی کی ابتدائی کتابیں والد صاحب سے ہی پڑھیں۔ اور پھر جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں تشریف لے گئے۔ وہاں رہ کر درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ بعدہ پھر والد گرامی سے علوم حدیث کی تجدید فرمائی۔ فراغت کے بعد والد گرامی کی نیابت میں آگرہ کی جامع مسجد میں مفتی وخطیب مقرر ہوئے۔ اور پھر ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں والد گرامی کے حکم پر جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اشرفی میاں سے بیعت ہوئے۔ اور آپ سے خلافت واجازت بھی حاصل کی۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت سے بھی شرف خلافت حاصل ہوا۔ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں حج وزیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

یہاں یہ بتانا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب نے آپ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ: ”سنیوں کے تاریخی رسالہ سواد اعظم مراد باد کا پہلا شمارہ آپ کی ادارت میں شائع ہوا۔“

[تذکرہ علماے اہل سنت وجماعت لاہور۔ ص ۳۲۰]

فقیر کی تحقیق کے مطابق یہ بات درست نہیں ہے۔ کیوں کہ اس رسالے کی مکمل فائل فقیر کے پاس موجود ہے۔ اس رسالے کی پہلی جلد کا پہلا نمبر بغور دیکھا کہیں پر بھی آپ کی ادارت کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ مدیر کے آگے مفتی محمد عمر نعیمی کا نام لکھا ہوا۔ اس تعلق سے تفصیل صدر الافاضل کی صحافتی خدمات کے باب میں ”ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد“ کے ضمن میں ملاحظہ کریں۔

۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کی بنیاد ڈالی۔ سنی کانفرنس اور دیگر دینی ومذہبی تحریکات میں خوب حصہ لیا۔ مفتی اعظم پاکستان کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ۲۰؍ شوال ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۴؍ ستمبر ۱۹۷۸ء بروز اتوار وصال ہوا۔ حزب الاحناف کی نئی عمارت گنج بخش روڈ، لاہور (پاکستان) میں تدفین عمل میں آئی۔

جامعہ نعیمیہ سے فراغت

نحو، صرف اور منطق کی ابتدائی کتابیں والد صاحب سے پڑھ کر درس نظامی کی تکمیل کے لیے جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخلہ لیا۔ جامعہ نعیمیہ کے فارغین کے رجسٹر کے حساب سے آپ کی فراغت جامعہ نعیمیہ سے ۲۰؍ شعبان ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۰؍ مئی ۱۹۱۹ء کو ہوئی۔

صدرالافاضل سے اکتساب علم

جامعہ نعیمیہ میں صدر الافاضل کی بارگاہ سے خوب استفاضہ واستفادہ کیا۔ شرح سلم، حمد اللہ، افق المبین، شرح ہدایۃ الحکمت، شمس بازغہ، شرح عقائد مع خیالی، صحاح ستہ اور مختلف علوم وفنون خاص کر فن مناظرہ، توقیت، فلکیات، فلسفہ اور فن طب کی اہم کتابیں صدر الافاضل سے پڑھیں۔

صدرالافاضل کی نوازشات

صدرالافاضل کی آپ پر بے پایاں شفقتیں اور نوازشات رہیں۔ صدرالافاضل نے آپ کو سراج اہل تقویٰ کا لقب عطافرمایا۔ ۱۴تا۱۶/ستمبر ۱۹۴۵ء مطابق ۶تا۸/شوال ۱۳۶۴ھ کو دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے سالانہ اجلاس میں صدرالافاضل نے شرکت فرمائی۔ اور آپ کو ''مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور سنی کانفرنس صوبہ پنجاب'' کا ناظم تجویز فرمایا۔ اوراسی اجلاس میں آپ کے صاحبزادے علامہ محمود رضوی صاحب کے سر پر دستار فضیلت رکھی اور اپنی استعمال شدہ ٹوپی بطور تبرک عطافرمائی۔

صدرالافاضل آپ کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں بریلی شریف لے کر گئے اور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے وابستہ کرایا۔ امام اہل سنت سے آپ کو سند خلافت واجازت حاصل ہوئی۔ اور جملہ اوراد ووظائف کی اجازت عطا ہوئی۔

علاوہ ازیں خود صدرالافاضل نے آپ کو کتب تفسیر وحدیث وغیرہ کی اسانید مبارکہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جو آپ خاص انہیں کو عطافرماتے تھے جن سے خوش ہوتے تھے۔ جیسا کہ معین ملت علامہ غلام معین الدین نعیمی نے لکھا ہے کہ صدرالافاضل نے بوقت وصال مجھ سے فرمایا:

''اب میں تجھ کو وہ چیز دیتا ہوں جو تجھے عمر بھر کے لیے کافی ہے چناں چہ کرم فرمایا اور عطافرمائی۔ یہ وہ چیز ہے جس کو آپ نے چند ہی افراد کو مرحمت فرمایا ہے۔ آپ فرماتے تھے ایک تو تیرے والد کو دیا ہے اور سید کو (یعنی مولانا ابوالبرکات صاحب مدظلہ کو)، مولوی احمد یار خان صاحب اور چند مخصوص لوگوں کو اور یہ میں اسی وقت دیتا ہوں جب میں اس سے بے حد خوش ہوتا ہوں۔''

[ہفت روزہ سواد اعظم لاہور کا حیات صدرالافاضل نمبر: ۱۲، ۱۹/ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ
مطابق ۱۹، ۲۶/جون ۱۹۵۹ء۔ ص ۳۰]

ابوالبرکات کے نام صدرالافاضل کے نوازش نامے

صدرالافاضل علماو مشائخ خاص کر تلامذہ سے سلسلہ مکاتبت قائم رکھتے تھے۔ابوالبرکات کے نام بھی آپ کے دو خط دستیاب ہوئے۔جن میں ذاتی معاملات وامور کے حوالے سے کچھ باتیں تحریر ہیں۔ایک خط خود آپ کا تحریر فرمودہ ہے اور دوسرا آپ کے حکم سے تاج العلماء نے تحریر فرمایا ہے۔دونوں خطوں کو پڑھنے سے استاد وشاگرد، مخدوم وخادم کے درمیان شفقت ومحبت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ہم نے دونوں خط مکتوبات کے باب میں نقل کر دیے ہیں قارئین وہیں پڑھ لیں۔

ابوالبرکات کا نیاز مندانہ کردار

صدرالافاضل کی شفقتوں، کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کو اپنے استاد گرامی سے خوب لگاؤ تھا۔صدرالافاضل کے ساتھ آپ کا مخلصانہ و نیاز مندانہ کردار اپنی مثال آپ تھا۔صدرالافاضل جب بھی لاہور تشریف لے جاتے عموماً آپ کے گھر ہی قیام فرماتے تھے۔بلکہ آپ نے دار العلوم حزب الاحناف کے پاس اپنا ایک مکان صدر الافاضل کے لیے ہی مخصوص کر رکھا تھا۔صدر الافاضل عموماً لاہور میں اسی مکان میں قیام فرماتے تھے۔

اور صدر الافاضل جتنے دن بھی وہاں ٹھہرتے آپ ان کی خدمت میں حاضر رہتے۔اپنے سارے کام، اپنی مصروفیات سب بھول جاتے۔بس استاد گرامی کی خدمت اور ان کی دل جوئی وخوشنودی میں لگے رہتے۔ٹرین وہوائی جہاز کے ٹکٹ کے لیے از خود کوشش فرماتے۔

صدرالافاضل کا آخری دورہ پاکستان جس کی تفصیل معین ملت حضرت غلام معین الدین نعیمی نے حیات صدرالافاضل میں بیان فرمائی ہے، اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ اس دورے میں بھی آپ کے یہاں قیام تھا۔ اور واپسی کے لیے ٹکٹ وغیرہ کا انتظام بھی آپ ہی نے کیا تھا۔معین ملت لکھتے ہیں:

”**آپ** کا قیام ہمیشہ حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے یہاں ہوتا تھا، اس سفر میں بھی **آپ** نے یہاں ہی قیام فرمایا۔سید صاحب قبلہ نے بے حد تگ ودو کر کے اسپیشل طیارے (ہوائی جہاز) میں دہلی کے لیے سیٹ ریزرو (reserve) کرائی اور **آپ** مراد آباد واپس تشریف لے گئے۔“ [حیات صدرالافاضل: ص۲۴۱]

ہم یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ صدر الافاضل کے خادم خاص محترم محمد افضل اشرفی ایڈوکیٹ لاہوری نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا کہ صدر الافاضل ۱۹۳۹ سے ۱۹۴۸ء تک یعنی آخری عمر تک ان کے مکان پر قیام فرماتے رہے۔ملاحظہ کریں ان کا بیان جو انہوں نے نوے سال کی عمر میں انٹرویو کے دوران دیا۔کہتے ہیں:

تقریباً ۱۹۳۹ء کے بعد سے ہمارے ہاں ٹھہرتے رہے۔ ہوا یہ کہ اندرون دہلی دروازہ حزب الاحناف کے قریب ایک چھوٹا سا مکان سید ابوالبرکات نے حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے لیے مخصوص کر رکھا تھا اس کے نچلے حصے میں آپ ٹھہرتے تھے۔ آپ کو بیماری کے باعث بار بار پیشاب آتا تھا۔ جس کی وجہ سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آنا جانا پڑتا اور بار بار اوپر آنے جانے سے کافی دقت ہوتی تھی۔ میرے والد صاحب نے ایک دن آپ کی دعوت کی جب آپ ہمارے گھر تشریف لائے تو میرے والد صاحب نے آپ کو پیش کش کی کہ آپ جب بھی لاہور آئیں تو ہمارے ہاں قیام کیا کریں۔ ہمارا مکان تقریباً ۲/ کنال پر تھا اور کمرے کے قریب ہی غسل خانہ وغیرہ بھی تھا اور وضو کی بھی سہولت تھی۔ لہٰذا حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے سید صاحب کے مشورے سے میرے والد صاحب کی پیش کش قبول کر لی اور ۳۹ء سے ۴۸ء تک آپ جب بھی لاہور آئے ہمارے ہی مکان کو شرف بخشا۔"

[ماہنامہ النعیمیہ لاہور: فروری ۲۰۰۴ء۔ ص ۳۰]

صدرالافاضل کی معیت میں ابوالبرکات کا سفر حج

۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں صدرالافاضل کے ساتھ حج و زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے۔ ۲۵/ جنوری کو صدرالافاضل کے ساتھ مرادآباد سے لاہور ایکسپریس سے کلکتہ تک جانے والے علما میں آپ بھی شامل ہیں۔ اس حج کی تفصیلی روداد صدرالافاضل کے سفر حج و زیارت کے ضمن میں ملاحظہ کریں۔

"مدرسہ اہل سنت" ابوالبرکات کی تجویز پر "جامعہ نعیمیہ" ہوا

۱۳۵۱ھ میں جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس میں آپ نے دوران تقریر مدرسہ اہل سنت وجماعت کا نام "جامعہ نعیمیہ" رکھے جانے کی تجویز پیش فرمائی جو باتفاق رائے منظور ہوئی۔ اور اس دن سے "مدرسہ اہل سنت وجماعت" کا عرفی نام "جامعہ نعیمیہ" مشہور ہو گیا۔

اس حوالے سے ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد میں درج تفصیل کا ایک اقتباس پیش ہے ملاحظہ کریں:

"فاضل جلیل مولانا سید احمد صاحب ناظم حزب الاحناف ہند لاہور نے جوش میں آکر ایک فاضلانہ تقریر کی اور مدرسہ کے کارہائے نمایاں بیان فرماتے ہوئے آپ نے تحریک کی کہ چوں کہ یہ مدرسہ اہل سنت کے مدارس میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور بہت سے مدارس اس کے ساتھ متعلق ہیں، اور اس کے فیض علمی نے ایک جہان کو معمور کر دیا ہے، اس لیے اب وقت آگیا ہے کہ اس مدرسے کا نام 'جامعہ نعیمیہ' رکھا جائے۔ اور پتھر پر کندہ کرا کر دروازہ پر نصب کیا جائے۔ مولانا کی اس تحریک پر عام مجمع نے خوشی کے ساتھ اتفاق کا اظہار کیا اور نعرہائے مسرت بلند کیے۔"

[ماہنامہ السواد الاعظم: صفر تا ربیع الآخر ۱۳۵۱ھ۔ ص ۴۲]

جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت وخطابت

جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسوں میں عموماً آپ تشریف لاتے تھے۔ زیرِ نظر کتاب میں جگہ جگہ جلسوں میں آپ کی شرکت کا ذکر بھی ملے گا۔ یہاں ان سب سے قطع نظر بس ایک جلسے میں شرکت وخطابت کے حوالے سے ماہنامہ السوادالاعظم میں شائع شدہ رپورٹ سے ایک اقتباس پیش ہے۔ ملاحظہ کریں:

”دوسری تقریر اہل سنت کے جلیل فاضل، حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور کی ہوئی۔ آپ نے وہابیت کی حقیقت کا انکشاف کیا، اور وہابیہ کے اغلاط کو ظاہر فرماکر ایسے زبردست دلائل سے تائید حق فرمائی کہ قلوب سے شکوک وشبہات کا گردوغبار بالکل زائل ہوگیا۔ عقائد اہل سنت کے براہین کے زوروقوت کے سامنے مخالفین کو بھی جائے چون وچرا باقی نہ رہی۔ ہر شخص حضرت مولانا کے عالمانہ مدلل بیان کی تعریف کرتا ہے۔“ [ماہنامہ السوادالاعظم مرادآباد: صفر تا ربیع الثانی، ۱۳۵۱ھ۔ ص ۳۳]

سنی کانفرنس اور ابوالبرکات

سنی کانفرنس میں آپ نے خوب حصہ لیا۔ صدرالافاضل کے حکم پر آپ پنجاب سنی کانفرنس کے ناظم مقرر تھے، موتمرالعلماء کی چالیس رکنی کمیٹی میں رکن بھی منتخب ہوئے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سنی کانفرنس کی سرگرمیوں میں کس قدر آپ نے حصہ لیا ہوگا۔

ماہنامہ السوادالاعظم میں قلمی حصہ

ماہنامہ السوادالاعظم مرادآباد میں آپ کے مضامین نہیں ملے۔ البتہ ذوالقعدہ ۱۳۳۹ھ ص ۱۱ تا ۱۵۔ تک فقہی معمے کے حوالے سے آپ کے لکھے ہوئے چار صفحات پر مشتمل فقہی پہیلیوں کے جوابات شائع ہوئے ہیں۔

نیز جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ کے صفحہ ۱۹ سے ۲۲۔ تک چار صفحات پر مشتمل، پیشانی پر قشقہ لگانے کے حوالے سے ایک زبردست مدلل ومفصل فتویٰ بھی موجود ہے، جس کے آخر میں آپ نے اپنا اسم گرامی لکھا ہے۔ جس میں خود کو نعیمی بھی لکھا ہے۔ رقم طراز ہیں:

”حررہ العبدالمذنب الراجی رحمۃ ربہ الصمد ابوالبرکات سید احمد غفرلہ الاحد الصمد الحنفی السنی الرضوی النعیمی المشہدی۔“

صدرالافاضل کے وصال پر تعزیتی تاثرات

صدرالافاضل کے وصال پر سخت صدمہ ہوا۔ اور ہونا بھی چاہیے تھا، کیوں کہ آپ صدرالافاضل کے چہیتے شاگردوں میں سے ایک تھے۔ علامہ نوراللہ نعیمی بصیرپوری کے نام اپنے ایک خط میں درد دل کا اظہار کچھ ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے لکھتے ہیں:

''۲۲/ اکتوبر ۱۹۴۸ء (۱۸/ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ) بروز جمعہ مبارکہ **حضرت صدرالافاضل قدس سرہ** اس دار فانی سے راہی ملک بقا ہوئے۔ اور ہمیشہ کے لیے ہم بے کسوں کو داغ مفارقت دے گئے۔ **حضرت** کے وصال سے دنیائے اہل سنت میں زبردست کمی واقع ہوگئی۔ ایسی مقدس و مقتدر ہستیاں اب کہاں دیکھنے میں آئیں گی۔ قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب کر دیا گیا ہے۔ اشک باری اور دل فگاری سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللهم اجرنی فی مصیبتی و اخلف لی خیرا منہا۔

دنیادار کے مرنے پر آسمان تک شور مچایا جائے اور عالم دین قدوۃ المسلمین کی وفات پر نام نہاد جمیعۃ العلماء کو اتنا بھی احساس نہ ہو جتنا معمولی آدمی کے مرنے کا ہوتا ہے۔ اغراض و مقاصد کچھ بتائے جاتے تھے، عمل برعکس ہو رہا ہے۔ مدارس اسلامیہ کا دار و مدار مختلف رقوم سے چلتا ہے۔ تمام مطالبات کو چھوڑ کر صدقات، چرم قربانی اور زکاۃ کی فراہمی پر زور دیا جاتا ہے اور تمام رقوم حکومت کے سپرد کر دی جاتی ہیں تاکہ حکومت خوش ہو۔ اور دنیا میں نام مشہور ہو جائے اور مدارس وغیرہ طلبہ، علما فضول اور درس و تدریس لغو و بے کار ہے، ان کو حکماً بند کر دیا جائے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون وحسبنا اللہ لدیننا وحسبنا اللہ لدنیانا وحسبنا اللہ لجمیع امورنا وھو المستعان وعلیہ التکلان۔

اس وقت دل و دماغ پر صدمات کا کافی اثر ہے۔ دو ذیعقدہ کو بمبئی میں مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حج کے ارادے سے آئے تھے۔ راستے میں بیمار ہوئے بمبئی میں انتقال فرمایا۔

فوقع اجرہ علی اللہ۔

(محررہ ۲۷/ اکتوبر ۱۹۴۸ء)

[رسائل و مناظرے ابوالبرکات: ۵۶۱، ۵۶۲]

قاضی احسان الحق نعیمی بہرائچی اور صدرالافاضل

نام ووطن

قاضی احسان الحق بن قاضی امیرالحق محلہ شیخیاپور بہرائچ میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدرسے میں حاصل کی۔

جامعہ نعیمیہ میں تکمیل علم اور سند ودستار فضیلت کا حصول

جامعہ نعیمیہ میں صدرالافاضل اور دیگر اساتذہ کی بارگاہ سے اکتساب علم کیا۔ اور ۶/ شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۰/ جون ۱۹۱۵ء کو جامعہ سے سند فضیلت حاصل کی۔ اور دستار سے نوازے گئے۔ آپ کی دستار فضیلت پر صدرالافاضل کے والد گرامی علامہ معین الدین نزہت مرادآبادی نے بذریعہ قطعہ تاریخ کہی اور خود اپنے ہاتھوں سے قطعہ قلم بند فرمایا۔

قطعہ تاریخ، دستار بندی فضیلت قاضی احسان الحق صاحب

سند یافتہ مدرسہ اہل سنت مولانا جناب محمد نعیم الدین مدظلہ العالی

قاضی احسان الحق از طلاب دین
چرخ او را فال فتح الباب گفت
چوں کہ فارغ شد ز تحصیل علوم
سال او نزہت **فضیلت یاب** گفت
۱۳۳۳ھ

از عجالہ طبع روشن محمد معین الدین نزہت مرادآبادی عفی عنہ

[نبیرہ صدرالافاضل سید انعام الدین منعم میاں دام ظلہ نے عکس قطعہ عنایت فرمایا]

ممتحن حضرات کا قاضی صاحب کی قابلیت وصلاحیت کا اعتراف

۱۹۱۵ء میں چند علما جامعہ نعیمیہ مرادآباد پہنچے تو انہوں نے اچانک جامعہ کے طلبہ کا امتحان لینے کی خواہش ظاہر کی جس کی اجازت دے دی گئی۔ طلبہ امتحان میں کامیاب ہوئے اور علما بہت متاثر ہوئے اور خاص کر قاضی صاحب

سے کافی متاثر ہوئے۔ اس روداد کو ایک جلسے میں صدر الافاضل اور ممتحن حضرات نے بیان کیا۔ تاج العلماء مفتی عمر نعیمی لکھتے ہیں:

"۲۰؍ فروری ۱۹۱۵ء کو انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد کا غیر معمولی اجلاس انجمن کے مکان میں بصدرات عالی جناب نواب حکیم حامی الدین خاں صاحب رئیس مراد آباد بوقت ۷؍ بجے شام منعقد ہوا۔

حضرت موصوف (صدر الافاضل) مدظلہ نے مدرسہ انجمن کے تعلیمی حالات بیان کیے۔ اور اسی ضمن میں یہ فرمایا: کہ آج تیسرا روز ہے کہ حضرت مولانا صوفی سید محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی تقریب سے بیرون جات سے بہت سے علما تشریف لائے تھے، جن میں سے جناب مولانا مولوی نظام الدین صاحب دہلوی اور جناب مولانا مولوی سید محمد ذکریا صاحب میرٹھی اور جناب مولانا مولوی حکیم محمد انوار صاحب پیلی بھیتی اور جناب مولانا مولوی عبد الحمید علی حیدر صاحب نرولوی صبح آٹھ بجے مدرسہ انجمن میں تشریف لائے۔ حضرات موصوفین نے تشریف آوری سے پیشتر مہتمم کو کوئی اطلاع نہیں دی تھی یکایک تشریف لائے۔

اور طلبہ کے امتحان کا شوق ظاہر فرمایا۔ چناں چہ اسی وقت معقول و منقول کی معرکۃ الآرا اور مشکل کتابوں کا امتحان لیا۔ اور جہاں جہاں سے چاہا دریافت فرمایا۔ یہ میں اپنی زبان سے بیان کرنا نہیں چاہتا کہ اس امتحان کا کیا نتیجہ رہا۔ اس جلسے میں وہ علما تشریف رکھتے ہیں بہتر ہو کہ خود بیان فرمادیں۔ یہ فرما کر حضرت موصوف مدظلہ بیٹھ گئے۔

جناب مولوی حکیم محمد انوار صاحب نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا کہ ہم لوگ یکایک بے اطلاع مدرسہ میں پہنچے۔ اور ہم نے حسب منشا **جناب مولانا مولوی حافظ حکیم قاری محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ ناظم انجمن** کی جماعت اولیٰ کا امتحان لیا۔ منطق کی وہ مشکل کتابیں جن کے لیے اساتذہ راتوں مطالعے میں عرق ریزی کرتے ہیں اس مدرسے کے طلبہ برزبان رکھتے ہیں۔ مجھے تو حیرت ہوگئی۔ اور میں امتحان لیتے وقت طلبہ سے جھجک جاتا تھا۔ اور کئی مرتبہ یہ خیال ہو گیا کہ اگر ان میں سے کوئی صاحب (غالب ہے کہ ممتحن صاحب نے یہ اشارہ مولوی قاضی احسان الحق صاحب متوطن بہرائچ کی طرف کیا) مجھ سے سوال کر بیٹھے تو مشکل ہوگی۔ معقولات کی مشکل ترین کتابوں میں یہ جماعت بیان مطلب کے لیے کتاب دیکھنے کی محتاج نہیں۔" [اخبار دبدبہ سکندری، یکم مارچ، ۱۹۱۵ء ص ۹]

جامعہ نعیمیہ سے شہزادہ قاضی نعیمی کی دستار فضیلت

قاضی صاحب کے شہزادے قاضی رضوان الحق نے بھی جامعہ نعیمیہ سے ہی تحصیل علم فرمائی۔ تیس سال کی عمر میں جامعہ کے اکتالیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۲؍ شعبان المعظم ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۹؍ مئی ۱۹۵۱ء منگل کے دن سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

تبلیغی دوروں، جلسوں، کانفرنسوں میں صدرالافاضل کے ساتھ شرکت

شدھی تحریک، سنی کانفرنس اور دیگر تحریکات کے سلسلے میں بنگال، بہار، آگرہ، متھرا، بلکہ ملک کے اکثر علاقوں میں صدرالافاضل کے ساتھ بہت سے تبلیغی دورے کیے، جلسوں کانفرنسوں میں شرکت کی، اور خطابت بھی۔ علاوہ ازیں بہت سے دوروں، جلسوں، کانفرنسوں کی روداد خود ہی قلم بند فرما کر شائع بھی کرتے رہے۔

گزشتہ ابواب میں صدرالافاضل کے دوروں، جلسوں، کانفرنسوں کے ضمن میں بہت سے دوروں، جلسوں اور کانفرنسوں کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اس لیے یہاں ان سے صرف قلم کرتے ہوئے بس اجمالی طور پر چند دوروں، کانفرنسوں جلسوں کا ذکر کیے دیتے ہیں جن میں آپ نے صدرالافاضل کے ساتھ شرکت فرمائی۔

بریلی شریف

بریلی شریف کے اجلاس اور اعلیٰ حضرت کے عرس میں اکثر آپ شریک ہوتے تھے۔ صدرالافاضل کے ساتھ بھی بہت بار آپ نے بریلی شریف کے جلسوں اور اعلیٰ حضرت کے عرس میں شرکت فرمائی۔ آپ کے خطابات بھی ہوتے تھے۔ متعدّد مقامات پر ضمناً ذکر کیا گیا ہے، اس لیے یہاں تفصیل سے بچتے ہوئے فقط ایک جلسے کی تاریخ پیش کی جا رہی ہے۔

۱۳۴۲ھ میں عرس رضوی کے موقع پر صدرالافاضل اور آپ کے خطابات ہوئے۔

(ملخصاً، دبدبہ سکندری، ۵/ نومبر ۱۹۲۳ء، ص ۹۔ ۱۰)

مرادآباد

”۵/ جنوری ۸/ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ کو مرادآباد محلہ ٹاؤن میں ذکر شہادت کے عنوان سے ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں آپ نے محبت اہل بیت کے حوالے سے تقریر کی اور آپ کے بعد صدرالافاضل نے شہادت کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ [مخبر عالم مرادآباد: ۸/ جنوری ۱۹۴۴ء ص ۸]

جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس

جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس میں عموماً آپ شریک ہوتے تھے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں بس ایک حوالے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۲۶ تا ۲۸/ شعبان ۱۳۵۰ھ جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس ہوئے۔ ان میں آپ شریک ہوئے اور خطاب بھی فرمایا۔ مفتی محمد عمر نعیمی لکھتے ہیں:

"دس بجے کے قریب **حضرت صدرالافاضل دامت برکاتھم** تشریف فرما ہوئے اس وقت جناب مولانا مولوی قاضی محمد احسان الحق صاحب نعیمی کی پرزور تقریر ہورہی تھی۔ اور مجمع بہت کیف حاصل کررہا تھا۔ **حضرت** کی تشریف آوری پر قاضی صاحب نے اپنی تقریر ختم کردی۔"

[السوادالاعظم: رجب وشعبان ۱۳۵۰ھ ص ۳۴]

آرہ بہار

آریوں کے خلاف ۱۹۲۴ء میں جماعت رضائے مصطفیٰ کا ایک وفد آرہ بہار پہنچا، جس میں صدرالافاضل کے ساتھ آپ بھی تھے۔ خود لکھتے ہیں:

"ایک وفد ۱۸؍ فروری ۱۹۲۴ء کو آرہ روانہ ہوا جس میں مرشدی مولانا سید شاہ ابو احمد علی حسین صاحب اشرفی سجادہ کچھوچھہ شریف اور **حامی دین وملت حضرت مولانا حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم** اور خاکسار ناظم مرکز وفود اسلام شامل تھے" [دبدبہ سکندری رامپور، ۱۷؍ مارچ ۱۹۲۴ء، ص ۶، ۷]

بہرال ضلع مالدہ بنگال

بہرال ضلع مالدہ بنگال میں سنی کانفرنس کے اجلاس منعقدہ ۲۰ تا ۲۲؍ مئی ۱۹۳۰ء میں صدرالافاضل کے ساتھ شریک ہوئے۔ صدرالافاضل کا خطاب ہوا اور آپ نے درج ذیل تجاویز پیش کیں جو متفقہ طور پر پاس ہوئیں۔

① یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کو کانگریس کی تحریکات سے علاحدہ رہنا ضروری ہے۔ مذہب کا یہی حکم ہے اور اقتصادی مصالح کا بھی یہی اقتضا ہے۔

② یہ جلسہ جمعیت العلماء (ہند) کی گمراہ کن پالیسی پر اظہار نفرت کرتا ہے، جو اس نے ہندوؤں کے اشارے سے مسلمانوں کو کانگرسی تحریکات کی تائید پر ابھارنے میں اختیار کر رکھا ہے۔ اور ظاہر کردینا چاہتا ہے کہ جمعیت العلماء صرف صرف چند خود غرض شخصیتوں کا نام ہے، جو کٹھ پتلی کی طرح بالکل ہندوؤں کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ جماعت مسلمانوں کی نمائندہ نہیں نہ مسلمان اس کو اعتماد کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

③ یہ جلسہ فلسطین کانفرنس بمبئی کی منظور شدہ تجاویز کی تائید کرتا ہے۔

[ماہنامہ السوادالاعظم مرادآباد: محرم الحرام ۱۳۴۹ھ ص ۳، ۴]

ایودھیا

۱۹۳۴ء میں جب بابری مسجد پر حملہ ہوا۔ سیڑھیاں، دیوار اور بیرونی دروازے وغیرہ توڑے گئے اور ضروری قیمتی سامان غائب کیے گئے تو صدرالافاضل وفد کے ساتھ معائنہ کے لیے تشریف لے گئے۔ اس سفر میں صدرالافاضل

کے ساتھ آپ بھی شریک تھے۔آپ لکھتے ہیں:

''۱۴؍ مئی ۱۹۳۴ء کو علماے اہل سنت کا ایک وفد بابری مسجد کے واقعہ ہائلہ کی تفتیش کے لیے زیر سیادت **حضرت صدر الافاضل واستاذ العلماء جناب مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ العالی** فیض آباد پہنچا، جس میں فقیر کاتب الحروف بھی شامل تھا۔

قاضی محمد احسان الحق نعیمی ناظم محکمہ تبلیغ آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآباد یوپی

[ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد: ربیع الآخر وجمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ ص ۴۲]

سیوان ضلع چھپرا

۱۱؍ سے ۱۴؍ مارچ ۱۹۲۴ء تک قصبہ سیوان ضلع چھپرا میں انجمن اشاعت الحق گشتی کے زیر اہتمام بارہواں عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا۔ آریوں سے مناظرہ ہوا جس میں صدر الافاضل کے ساتھ کئی علما نے شرکت فرمائی۔ آپ بھی اس جلسے میں صدر الافاضل کے ساتھ تھے۔ اور آریوں سے علما خصوصاً صدر الافاضل نے فیصلہ کن گفتگو فرمائی۔ اور نتیجہ میں مسلمانوں کو بحمد اللہ فتح نصیب ہوئی۔ [اخبار دبدبہ سکندری رامپور: ۳۱؍ مارچ ۱۹۲۴ء، ص ۴، ۵]

علاقہ ارتداد، آگرہ، متھرا، علی گڑھ، بندرابن

تحریک شدھی کے دوران علاقہ ارتداد خاص کر آگرہ وغیرہ میں صدر الافاضل کی معیت میں دورے کیے۔ تفصیل کے لیے تحریک شدھی کا باب ملاحظہ کریں۔

صدر الافاضل سے عقیدت مندانہ لگاو

صدر الافاضل سے آپ بے حد عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اور صدر الافاضل بھی آپ پر خوب مہربان رہا کرتے تھے۔ صدر الافاضل کی نوازشات و کرم نوازیوں اور آپ کی نیاز مندانہ محبتوں کے حوالے سے فقیر نے اکابر علما سے کافی کچھ سنا یہاں ان سب سے قطع نظر بحر العلوم کا لکھا ہوا واقعہ جو خود آپ کا بیان کردہ ہے یہاں نقل کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں:

''قاضی صاحب سے **حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ** کے وصال کے بعد کے بعد ملاقات ہوئی۔ (اس سے پہلے بھی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ نعیمی) بدقسمتی سے اس وقت **حضرت صدر الافاضل** کے اولاد واخیار اور دار العلوم نعیمیہ کے ارکان میں اختلاف اور مقدمہ بازی کی نوبت آگئی تھی قاضی جی اپنے دیگر خواجہ قاشوں کے خلاف صاحبزادگان کی حمایت میں تھے۔ اس ملاقات میں قاضی جی مرحوم نے مجھ سے رو رو کر بیان کیا۔ میرے ساتھی مجھے

طعنہ دیتے ہیں کہ قاضی تم نے **حضرت صدرالافاضل** کے مشن سے بغاوت کی ہے۔ لیکن میں کیا بتاؤں کہ میری زندگی کا رونگٹا رونگٹا **حضور صدرالافاضل** کے احسانات سے لدا ہوا ہے۔ میری غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ **حضرت** کی آنکھ بند ہوتے ہی میں ان لوگوں سے آنکھیں پھیر لوں جو **حضرت** کے دل کے ٹکڑے تھے۔ جن کو **حضرت** نے بڑے ناز و نعم سے پرورش کیا تھا۔ جس کے جی میں جو آئے آئے میں تو وہی کروں گا جو میرے ضمیر کا تقاضا ہے۔

مرحوم قاضی صاحب کے فیصلے سے ہر شخص کو اختلاف یا اتفاق کا حق حاصل ہے لیکن اس واقعے کے پیچھے **حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ** کی خورد نوازی کا جو عظیم الشان منظر نمایاں ہوتا ہے اس سے کسی کو انکار کی جرات نہ ہوگی۔" [مقدمہ اطیب البیان: ص۱۵۸]

جشن غسل صحت میں شرکت

۱۲/ جنوری ۱۹۳۱ء کو صدرالافاضل نے مسلسل کئی ماہ بیماری کے بعد غسل صحت فرمایا، تو اہل شہر کی طرف سے جلسہ و جلوس کا اہتمام کیا گیا آپ اس میں شامل تھے۔

[السواد الاعظم: شعبان و رمضان ۱۳۴۹ھ ص۶ تا۹]

سنی کانفرنس اور موتمر العلما کی رکنیت اور خدمات

آپ سنی کانفرنس کے محکمہ تبلیغ کے ناظم تھے۔ سنی کانفرنس میں آپ نے کلیدی کردار ادا کیا۔ مراد آباد اور ملک کے مختلف شہروں، قصبوں میں سنی کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کی اور خطابت بھی کی۔ بہت سے سنی کانفرنسوں کے اجلاس کی رودادیں لکھ کر ملک کے مشہور اخبارات و رسائل میں شائع کرائیں، سنی کانفرنس کے باب میں کچھ تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ مقام تفصیل کا نہیں ہے۔ موتمر العلماء جو علما و خواص کے لیے تشکیل دی گئی تھی اس میں بھی آپ کو رکنیت و شمولیت حاصل تھی۔

مکتوب گرامی صدرالافاضل بنام قاضی احسان الحق نعیمی

آپ کے نام صدرالافاضل کا ایک گرامی نامہ بھی ملتا ہے جو بشکل مراسلہ اخبارات میں آپ نے شائع کرایا۔ البتہ اس میں آپ کا نام حذف کر دیا گیا ہے۔ شاید اس لیے کہ وہ خط عام ہو اور سبھی استفادہ کر سکیں۔ اس مکتوب گرامی میں شدھی تحریک کے حوالے سے تبلیغی سرگرمیوں کی تفصیل ہے۔ ہم نے وہ مکمل خط شدھی تحریک کے ضمن میں نقل کر دیا ہے۔ یہاں بس ابتدائی سطر نقل کی جا رہی ہے جس سے آپ کے ساتھ صدرالافاضل کی مشفقانہ محبت کا اندازہ ہو۔ ملاحظہ ہو:

نوردل ودیدہ غازی مجاہد فی سبیلہ مولوی.......... سلمہ المولیٰ سبحانہ

[اخبار دبدبہ سکندری: ۲۸/ جنوری ۱۹۲۴ء، ص ۴،۵، اخبار الفقیہ امرتسر: ۲۰/ فروری ۱۹۲۴ء، ص ۹]

صدر الافاضل کے نام آپ کا خط

تلاش بسیار کے بعد صدر الافاضل کے نام آپ کا ایک خط دستیاب ہوا۔ جس میں غالباً جامعہ نعیمیہ یا پھر سنی کانفرنس کے چندے کی تفصیل درج ہے۔ ہم وہ خط یہاں من وعن نقل کر رہے ہیں۔ احباب ملاحظہ فرمائیں۔

مکتوب بنام صدر الافاضل

مخدومی زید مجدہ!

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ! مزاج گرامی!

عدیم الفرصتی کا عذر کسی طرح بھی قابل پذیرا نہیں ہوسکتا ہے، اس لیے اپنی کوتاہ قلمی پر اظہار افسوس کرتا ہوں۔ اور اس سے جو آپ کو تکلیف ہوئی اس کی معذرت کرتا ہوں۔

یہاں کی حالت کچھ اشارتاً پہلے عرض کر چکا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ جب سے میں آیا ہوں ایسی حالت یہاں کی کبھی نہیں دیکھی۔ باقی دینے والوں میں سب کم ایسے ہوں گے جنہوں نے..... بمشکل وصول ہوئے۔ بہت ایسے ہیں جنہوں نے بالکل انکار کر دیا۔ ایسی صورت میں نئے اشخاص کو بہم پہنچا کر رقم گزشتہ پورا کرنے کی کوشش آسان کام نہ تھا۔ اس کے لیے جتنی جدوجہد کرنی پڑی ہوگی، اس کا اندازہ جناب کو ضرور ہوگا۔ بہر حال جس قدر انسانی کوشش ممکن تھی کی گئی اور کی جارہی ہے۔ منشی عبد العزیز خاں صاحب نے جتنی کوشش فرمائی، اس سے زیادہ ناممکن ہے۔ کل ان شاء اللہ تعالیٰ یک صد روپیہ کا مزید بیمہ حاضر خدمت کروں گا۔ کچھ وعدے ہیں جو ۳/ مارچ تک پورے ہوں گے۔ اگر رقم موعودہ وصول ہوگئی، تو اشک شوئی ہوجائے گی۔

حاجی محبوب احمد صاحب تشریف لائے اور لے بھی گئے جس انتظام سے وہ آئے تھے میرے خیال میں آج تک کوئی شخص کلکتہ میں نہیں آیا...... اعلیٰ حضرت سے خطوط لائے۔ ایک حکیم صاحب کو ہمراہ لائے جن کے کچھ واقف حال لوگ کلکتہ میں تھے۔ ایک مولوی صاحب بھی ہمراہ آئے تھے جو کلکتہ میں کسی دوسرے مدرسے کی جانب سے بارہا چندہ کر چکے ہیں اور کچھ عرصے تک کلکتہ میں رہ بھی چکے ہیں اور لوگوں سے خوب واقف ہیں۔ دہلی کے بڑے بڑے تاجروں کے خطوط کلکتہ کے تاجروں کے نام لائے تھے اور ان کو مدرسے کے صدر مدرس اور متولی دہلی سے برابر کلکتہ کے تاجروں کے نام تار وخطوط بھجواتے رہے۔ ایسی صورت میں انہیں بہت بڑی کامیابی ہونی چاہیے مگر میں اندازہ کرتا ہوں کہ وہ رقم چندہ دو سو تک بھی نہ پہنچا سکے ہوں گے۔ رُوداد سال گزشتہ اور اشتہارات وغیرہ بھی وہ کافی مقدار میں

لائے تھے۔ اگر وہ آپ سے ملیں گے تو کلکتہ کے صحیح حالات ان سے معلوم ہوں گے۔

یہاں کچھ کام اول عشرہ میں اور کچھ آخر عشرہ میں ہونا ہے۔ بس ان دونوں کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ درمیان میں جو وقت تھا وہ بھی ضلع بھاگلپور میں صرف ہو گیا۔ وہاں سے مزید کیا بلکہ .....کے برابر رقم نہ وصول ہوئی۔ بعض لوگوں نے بعد عید بھیجنے کا وعدہ کیا ہے مگر میں اسے وعدہ ہی وعدہ سمجھتا ہوں۔ البتہ اس سے تو آج کی چرم قربانی کی تحریک کافی ہے۔ اگر اس موقع پر اپنا کوئی شخص آ گیا تو کیا عجب ہے کہ اچھی رقم مل جائے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ بقیہ رقم کے وصول کے لیے مجھے دو ایک روز کے لیے بھاگل پور پھر جانا چاہیے۔

شہر بھاگل پور میں قلت وقت کے باعث کوئی کام نہ کیا جا سکا۔ مولوی عبدالعزیز خاں صاحب نے مدراس، رنگون، حیدرآباد خطوط لکھے اور تاکید کی کہ تار ہی جواب ہے تاکہ میں وہاں جاؤں مگر اب تک کہیں سے جواب نہیں آیا اور نہ آیندہ اُمید۔ حاجی محمد علی صاحب.....کے پاس آپ کا خط انہوں نے مع.....کے بھیج دیا، تاہنوز جواب نہیں آیا۔ ان کا کچھ یہ ہی خیال تھا کہ خط کو میں لے کر بمبئی جاؤں۔ میں نے تمام باتیں ان کی رائے پر چھوڑ دی تھیں.....انہوں نے خط کا بھیجنا ہی مناسب سمجھا۔ اب براہ مہربانی مندرجہ ذیل اُمور کے جلد جواب روانہ فرمائیے۔

① ۳؍مارچ تک چوں کہ قیام ضروری ہے اس لیے ۳؍مارچ کے بعد میں کس طرف جاؤں۔؟

② آپ بنگال کا سفر فرمائیں گے یا نہیں؟ بصورت اول کن تاریخوں میں یہ سفر ہو گا۔؟

③ رانی گنج کا جلسہ ہو گا یا نہیں اگر ہو گا تو کب اور کن تاریخوں میں؟ میرا آئندہ پروگرام آپ کے جواب پر منحصر ہے۔

۴؍مارچ کو میں کلکتہ چھوڑ دوں گا بلا ضرورت بار خاطر مناسب نہیں ہے۔ میرے ذہن میں اس وقت یہ پروگرام ہے کہ یہاں سے سیلام گھوڑ دوڑوں وہاں سے ضلع مونگیر جاؤں۔ وہاں سے ضلع بھاگل پور واپس آؤں اور شہر میں ہی کچھ کوشش کروں یا پہلے بھاگلپور جاؤں پھر سیلام وغیرہ۔ میں آپ کے.....کی تغلیط کے خیال سے نہیں بلکہ اَمر واقعہ کے اظہار کے طور پر یہ گزارش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ جناب نے میرے کلکتہ پہنچنے کے متعلق جو تاریخ کا تعین فرمایا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ میرے خط میں تاریخ اور ڈاک خانہ کی مہر چار یا پانچ تاریخ کی ہوگی۔ میں نے بندھو کی بیوی کے جنازہ میں شرکت کی، جس کا میں نے خط میں ذکر بھی کر دیا تھا۔ اور یہ واقعہ ۴؍ تاریخ کا تھا۔ چوں کہ تاخیر سے میری پوری غفلت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے اتنا عرض کرنے کی جرأت کی گئی ورنہ جو آپ رائے قائم فرمائیں صحیح ہے۔ مکان کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ جناب نے بہرائچ بھی کوئی تاکیدی گرامی نامہ ارسال فرمایا تھا، مگر میں اس کے پہنچنے سے پہلے کلکتہ پہنچ گیا تھا۔ اس میں ذکر نہیں کہ میں یکم کو نہ پہنچ سکا، اور دو روز کی تاخیر ہو گئی۔ مگر آپ اسے باور فرمائیں کہ یہ تاخیر ناگزیر تھی۔ کثرت بارش نے بالکل جانا بند کر دیا تھا۔ اور اتنی بھی مہلت نہ ملی کہ میں شہر تک پہنچ سکتا۔

بہرحال عرض حال کے طور پر یہ عرض کر دیا اور وہ بھی بہت ڈرتے ڈرتے کہ خدانخواستہ یہ عرض حال خلاف مزاج نہ ہو۔ میں نے دوا ور کی۔.... کفارہ دے دیا ہے۔ جس کے عرض کے لیے ضرورت نہیں۔ آئندہ کے لیے پروگرام فوراً روانہ فرمائیں۔

ایک بات اور بھی عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ بھی بدرجہ مجبوری، وہ یہ ہے کہ نثارالحق وغیرہ کا خیال ہے کہ عبد الحق کا نکاح یکم اپریل سے مؤخر کر دیا جائے۔ اس کے نکاح میں کچھ عجب پیچیدگیاں پیدا ہوگئی ہیں جس کا علم جناب کو ہے۔ انہیں لکھ دیا ہے کہ اس مرض سے سبک دوشی حاصل کر لی جائے۔ اگر ممکن ہوا تو میں بھی شرکت کرلوں گا۔ اگر انہوں نے نکاح کا فیصلہ کر لیا تو پھر جیسی رائے ہوگی عمل کیا جائے گا۔ اور جو تاریخ آپ مناسب سمجھیں گے مقرر کر دی جائے گی۔ اس وقت صرف نکاح ہوگا۔ میری شرکت ایسی صورت میں کہ کام کا حرج ہو غیر لازمی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کام ملتوی کر دیا جائے آپ براہ مہربانی جلد سے جلد جواب روانہ فرمائیں تاکہ مجھے جواب خط کے انتظار میں زیادہ قیام نہ کرنا پڑے۔

کیا آپ اجازت دیں گے کہ آئندہ اگر کچھ ملے تو میں بھی مکان بھیج دوں۔ یا جیسی صورت آپ تجویز فرمائیں۔

یکم اپریل ۱۹۲۹ء سے جہاں تک مجھے یاد ہے مندرجہ ذیل رقوم مجھے وصول ہوئیں۔ آپ حسابات ملاحظہ فرمالیں۔ آخر ماہ ۲۹ء تک حساب.... ہے۔.... ۲۹ء میں جب میں رخصت پر آیا رخصت رعائتی ڈیڑھ ماہ فروری تک۔ بزمانہ اپریل ۲۹ء ۲۱ یوم بماہ اکتوبر ۱۴ یوم (علاوہ بلرام پور) بزمانہ علالت.... ۱۰ یوم۔

آپ بھی اپنے کاغذات نکال کر دیکھ لیں شاید ایک آدھ یوم کی کمی بیشی ہو۔ سال ۳۰ء کی رخصت ۳۰ء میں محسوب ہوگی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے ہر ایک بات کا کافی جواب دے دیا۔ خدمت گاران اعلیٰ حضرت سے آداب..... گزارش۔

آپ کا احسان نعیمی۔ ۲۶ر فروری ۲۶ء

وصال صدرالافاضل اور قاضی احسان الحق نعیمی

صدرالافاضل کی حیات مبارکہ میں اپنے اکثر ایام آپ نے صدرالافاضل کی صحبت و خدمت میں گزارے۔ آخری ایام میں بھی آپ صدرالافاضل کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ جنازے کے تعلق سے جب وصیت فرمائی تب بھی آپ موجود تھے۔ آخری شب پوری رات خدمت میں گزارنے کے لیے عرض کیا گیا مگر صدرالافاضل نے صرف اس لیے کہ شب بیداری سے تکلیف ہوگی منع فرمادیا۔ اور جب آپ نے کہا کہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی تو فرمایا مجھے تکلیف ہوگی۔ اخبار دبدبہ سکندری میں مفتی غلام معین الدین نعیمی کے حوالے سے لکھا ہے:

’’پھر عرض کی گئی کہ قاضی احسان الحق صاحب کی بہت تمنا ہے وہ حاضر رہیں۔ فرمایا: کہ تکلیف ہوگی۔ قاضی صاحب نے عرض کیا حضور مجھے کچھ تکلیف نہ ہوگی۔ ارشاد فرمادیا کہ مجھے تکلیف ہوگی۔‘‘

[اخبار دبدبہ سکندری: ۱۱ر نومبر ۱۹۴۸ء۔ ص۶]

غسل، نماز جنازہ اور تدفین میں بھی شامل رہے۔ اور مجلس سوئم میں بھی آپ شریک تھے۔ اور آپ نے خطاب بھی فرمایا۔ اخبار مخبر عالم میں سوئم کی خبر کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

’’حضرت مولانا مولوی شاہ قاضی احسان الحق نعیمی مفتی بہرائچ نے تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر کا مجمع پر ایسا اثر مرتب ہوا کہ مجمع کا ہر فرد آنسوؤں کا دریا بہا رہا تھا۔ ایک سکوت کا عالم چھایا ہوا تھا۔ ہر طرف سے نیاز مندوں کی عقیدت و نیاز مندی کی صدائیں آ رہی تھیں۔‘‘ [اخبار مخبر عالم مرادآباد: یکم رنومبر ۱۹۴۸ء۔ ص۱۱]

ماہنامہ السواد اعظم مرادآباد میں مضامین کی اشاعت

ماہنامہ السواد الاعظم مراداباد میں آپ کے بہت سے مضامین شائع ہوئے۔ آپ اپنے مضامین میں شریعت، سیاست، ملت کے سلگتے مسائل پر معقولات و منقولات کے پیرائے میں عام فہم الفاظ اور سلجھے انداز میں بحث فرماتے تھے۔ آپ کے لکھے مضامین پڑھے جانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ مقام اس کا متحمل نہیں کہ مضامین نقل کیے جائیں۔ ہاں البتہ ہم ان مضامین کے عناوین لکھ دیتے ہیں تاکہ قارئین عناوین پڑھ کر مذہب و ملت کے حوالے سے قاضی صاحب کے احساسات و جذبات کا اندازہ لگا سکیں۔ ملاحظہ ہو:

لباس: [جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ ص۱۱، ۱۰]

معراج النبی: [رجب المرجب ۱۳۴۵ھ۔ ص۳ تا ۷]

تبلیغ: [شعبان المعظم: ۱۳۴۵ھ۔ ص۶، ۷]

نجدی مظالم اور وہابیہ ہند: [شوال المکرم ۱۳۴۵ھ۔ ص۶، ۷]

فتنہ نجد اور حجاز میں مظالم کے طوفان: [ذوالقعدہ ۱۳۴۵ھ۔ ص۱۵]

آسمانی شہادت: [ذوالحجہ ۱۳۴۵ھ۔ ص۴ تا ۵]

مصالحتی کانفرنس: [ربیع الغوث ۱۳۴۶ھ ص۷، ۸]

امیر افغانستان اور دیوبندی ملا: [رجب و شعبان ۱۳۴۶ھ۔۔ ص۱۸، ۱۹]

مالوی کے قدموں پر محمد علی کا سر: [رجب و شعبان ۱۳۴۶ھ۔ ص۲۰]

بیبرہ مرادآباد میں دلدوز واقعات: [رجب المرجب: ۱۳۴۷ھ ص۷ تا ۱۰]

ہیئت کیا چیز ہے: [محرم وصفر ۱۳۴۸ھ۔ ص ۷، ۸]

بے دینی کا طوفان: [ربیع النور وربیع الغوث، ۱۳۴۸ھ ص ۱۳]

بنگال میں سنی کانفرنس کے اجلاس: [محرم الحرام: ۱۳۴۹ھ ص ۴ تا ۷]

مذہب اور ترقی: [شعبان ورمضان ۱۳۴۹ھ۔ ص ۱۰ تا ۱۲]

ہنود کی ستم رانیاں: [شوال وذیقعدہ ۱۳۴۹ھ۔ ص ۴ تا ۷]

ہندوؤں کی اشتعال انگیزی: [جمادی الاولیٰ وجمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ ص ۱۲، ۱۳]

وزیر کشمیر کی نسبت افسوسناک خبر: [رجب وشعبان ۱۳۵۰ھ۔ ص ۲۳، ۲۴]

ہندوؤں کی مسلم دوستی: [شوال وذیقعدہ ۱۳۵۰ھ۔ ص ۱۲، ۱۳]

گیارہوں شریف کی دھوم دھام: [ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ محرم ۱۳۵۱ھ۔ ص ۲۴]

وہابیہ کی نئی عیاریں: [محرم ۱۳۵۲ھ ص ۶، ۷]

مجالس ربیع الاول: [صفرو ربیع اولال: ۱۳۵۲ھ ص ۱۰ تا ۱۵]

حضرت صدر الافاضل مدظلہ: [صفرو ربیع النور ۱۳۵۲ھ۔ ۱۵ تا ۱۷]

اجین کا جلسہ: [صفرو ربیع النور ۱۳۵۲ھ۔ ۱۵ تا ۱۷]

اجودھیا میں ہندوؤں کی چیرہ دستیاں: [ربیع الثانی وجمادی الاولیٰ ۱۳۵۲۔ ۴۲]

سنیما اور گراموفون: [رجب وشعبان ۱۳۵۳ھ ص ۱۳ تا ۱۵]

اخبارات اور پریس: [رجب وشعبان ۱۳۵۳ھ ص ۱۵]

علامہ عبدالعزیز نعیمی

حضرت علامہ عبدالعزیز خان نعیمی کی ولادت اپنے آبائی وطن فتح پور ہسوہ میں ۱۹۰۰ء میں ہوئی۔آپ صاحب تسہیل المصادر مفتی عبدالرشید نعیمی کے بڑے بھائی ہیں اور ان سے پانچ سال بڑے ہیں۔دینی و دنیاوی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔درس نظامی کی ابتدائی عربی وفارسی کتابیں علامہ قطب الدین برہمچاری سے پڑھیں۔اور اس کے بعد جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخل ہوگئے۔یہیں سے فراغت ہوئی۔جامعہ نعیمیہ اور ملک کی دیگر مشہور درسگاہوں میں تدریسی خدمات انجام دیں۔حضور اشرفی میاں سے مرید ہوئے۔اور آپ سے شرف اجازت وخلافت بھی حاصل کیا۔علاوہ ازیں حضور مفتی اعظم ہند سے بھی سند اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔

امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی، حافظ ملت، مجاہد ملت، قاضی شمس الدین جونپوری صاحب قانون شریعت وغیرہ علمائے مشاہیر آپ کے مخصوص شاگردوں میں ہیں۔۱۹۶۱ء میں اپنے آبائی وطن فتح پور میں مستقل سکونت اختیار کی۔اور وہیں ایک مدرسہ عربیہ میں پڑھانا شروع کیا۔اور آخر وقت تک سلسلہ تدریس جاری رکھا۔تدریسی مصروفیات کے سبب تصنیف و تالیف کی طرف خاص توجہ ملتفت نہ ہوئی پھر بھی درج ذیل کتابیں تحریر فرمائیں۔

(۱) زیارت قبور (۲) عطیہ جامعہ (۳) احکام عقیقہ وختنہ (۴) اعمال عزیز۔

۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ مطابق ۸ر جون ۱۹۸۴ء جمعہ مبارکہ کے دن گیارہ بج کر ۵۵۔منٹ پر آپ کا وصال ہوا۔فتح پور ہسوہ ہی میں آپ کا مزار شریف ہے جو آج بھی مخلوق پر فیض افشانی کر رہا ہے۔

جامعہ نعیمیہ میں تحصیل علم وخدمت تدریس

غالباً ۱۹۱۸ء میں آپ نے جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا۔اور ۲۰ر شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۷ر مارچ ۱۹۲۴ء کو آپ کی دستار فضیلت ہوئی۔فراغت سے پہلے سے جامعہ نعیمیہ میں تدریسی مشق جاری تھی۔فراغت کے بعد باضابطہ بحیثیت مدرس مقرر کیے گئے۔فقیر کے اندازے کے مطابق قریب دس سال آپ نے جامعہ نعیمیہ کی مسند تدریس کو زینت بخشی۔اور اس دوران اپنے عہدہ تدریس کا خوب حق ادا کیا اور جامعہ کے فروغ میں ہر ممکن کوشش فرمائی۔آپ نے جامعہ نعیمیہ میں اپنے دور تدریس کے حوالے سے ایک دل چسپ واقعہ حضور حافظ ملت کے تعزیتی مضمون کے ضمن میں بیان کیا ہے۔پورا واقعہ تذکرہ حافظ ملت میں ملاحظہ کریں۔یہاں بس واقعے سے ایک اقتباس پیش ہے۔آپ لکھتے ہیں:

”پہلے جامعہ نعیمیہ کا نام مدرسہ اہل سنت تھا۔اور ایک عالی شان مکان میں بمشاہرہ سات روپے قائم ہوا۔

چند سال کے بعد مدرسہ کے لیے زمین خریدی گئی۔ خریدنے کے بعد تعمیری کام شروع ہوا۔ جب ایک کمرہ اور مسجد تعمیر ہوگئی تو مدرسہ کرایے کے مکان سے منتقل ہوکر اپنی عمارت میں آگیا۔ اوراس میں درس وتدریس ہونے لگی۔ شہر اوراطراف شہر میں مدرسہ اہل سنت کی کافی شہرت تھی۔ جب لوگوں نے یہ سنا کہ مدرسہ کی عمارت بن رہی ہے تو اسے دیکھنے کے لیے اپنے پرائے آنے لگے۔ اسی سلسلے میں ایک دن حافظ صاحب بھی آئے اور میں گلستاں پڑھا رہا تھا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگاکر سننے لگے۔ جب میں پڑھاکر فارغ ہوا اور وہ کھڑے ہیں تو میں نے اپنے پاس بلایا اور گفتگو شروع ہوئی۔ حالات دریافت ہوئے۔ پھراس پہلی ملاقات کے بعد میرے پاس برابر آنے لگے۔ چندروز کے بعد میں نے پڑھنے کے لیے کہا تو جواب دیا کہ وقت نہیں ہے کہ میں ملازم ہوں۔ میں نے کہا عصرومغرب کے درمیان یا مغرب وعشاء کے درمیان یا بعد عشاء بہرحال اس پر بخوشی راضی ہوئے۔ تعلیمی سلسلہ شروع ہوگیا۔ محنت ورغبت سے پڑھنے لگے جب صرف ونحو کی چند کتابیں ختم ہوئیں۔"

[ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کا حافظ ملت نمبر: ص ۲۳۰، ۲۳۱]

آپ کی تدریسی مہارت اور علمی صلاحیت ولیاقت کے حوالے سے آپ کے تلمیذ رشید علامہ غلام جیلانی میرٹھی جو جامعہ نعیمیہ میں آپ کے دور تدریس میں آپ کے پاس زانوے ادب کرچکے تھے، بیان کرتے ہیں:

"ابتدا ہی سے میلان طبع صرف ونحو کی جانب زیادہ تھا۔ خوش قسمتی سے استاد بھی ملے تو ایسے جو مسائل صرف ونحو کے حافظ تھے، یعنی استاذ معظم حضرت مولانا عبدالعزیز خان صاحب فتحپوری دامت برکاتہم جو آج کل جامعہ عربیہ ناگپوری میں مسند صدارت کی زینت ہیں۔ قوت حافظہ اتنی زبردست کہ اپنے زمانہ کا بوعلی سینا کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ یوں تو قدرت نے ذات گرامی صفات میں بہت سے اوصاف ودیعت فرمائے ہیں مگر ایک وصف ایسا ودیعت فرمایا ہے جو دور حاضر میں جماعت علما کے اندر معدوم یا کالمعدوم ہے وہ یہ کہ آپ اردو فارسی عربی انگریزی زبانوں کے علاوہ زبان سنسکرت کے بھی عالم ہیں الخ"

آپ نے فصول اکبری کے مسائل تاختم اوزان جمیع اور کافیہ کے مسائل مع عبارت تاختم بحث مرکبات بتدریج زبانی یاد کرادیے تھے۔ جن کو بروز پنجشنبہ بعد نماز عصر اپنی جاے قیام سے مدرسے میں قدم رنجہ فرماکر سنا بھی کرتے۔ اور فقیر روزانہ بعد نماز صبح کافیہ کا دورہ کیا کرتا تھا۔" [مقدمہ بشیر القاری: ۶ تا ۸]

صدرالافاضل کی آپ پر غایت شفقت

صدرالافاضل آپ پر بے حد مہربان تھے۔ آپ کو اہم علوم وفنون کی مختلف کتابیں پڑھائیں۔ ہنود کے چاروں ویدوں کا اپنی نگرانی میں مطالعہ کرایا۔ مشق افتانویسی بھی صدرالافاضل کے زیر تربیت رہ کر فرمائی۔ صدرالافاضل کی بارگاہ ہی سے تدریسی مہارت حاصل کی۔ صدرالافاضل کے حکم سے ہی جامعہ نعیمیہ میں تدریسی خدمت سرانجام

دی۔ دارالعلوم مسکینیہ دھوراجی، دادوں علی گڑھ اور مختلف مدارس میں صدرالافاضل کے حکم واجازت سے ہی تدریس کے لیے تشریف لے گئے۔ اور حد ادب اس قدر کہ صدرالافاضل نے جہاں بھیج دیا وہاں خواہ کتنی ہی دشواریاں پیش آئیں حکم واجازت کے بغیر مدرسہ چھوڑ کر نہیں آئے۔ آپ کا اپنے چھوٹے بھائی فقیہ اعظم ہند مولانا عبدالرشید نعیمی کے نام ارسال کردہ خط کے درج ذیل اقتباس سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ کریں آپ لکھتے ہیں:

''اہل خانہ کی طویل علالت، خانگی اخراجات کی وسعت، اور تنخواہ کی قلت، ان وجوہ سے اب تک بار قرض سے سبکدوش نہیں ہوسکا۔ یہاں تنخواہ بہت ہی کم ہے، بمشکل ضروریات زندگی پوری ہوتی ہیں۔ **حضرت صدرالافاضل، فخرالاماثل، دام ظلہم الاقدس**، کے ارشاد کی بنا پر یہاں پر قیام ہے۔ فکر میں ہوں کہ کسی ایسی جگہ تقرر کرایا جائے کہ جہاں کم از کم ضروری مصارف بآسانی پورے ہوسکیں۔''

[ماخوذ از غیر مطبوعہ خط کا عکس: بشکریہ نبیرہ فقیہ اعظم ہند مولانا عبدالعزیز ناگپور]

دارالعلوم مسکینیہ دھوراجی میں صدرالافاضل کے حکم سے ہی آپ تشریف لے گئے تھے۔ مولانا عبدالرشید نعیمی کے نام صدرالافاضل کے ارسال کردہ خط کا درج ذیل اقتباس جس پر شاہد ہے۔ ملاحظہ کریں:

''مولوی عبدالعزیز خاں صاحب سلمہ کو دھوراجی بھیج دیجیے۔ وہ ۵؍ شوال تک پہنچ جائیں۔ اور مجھ سے ملتے جائیں''

صدرالافاضل کی مولانا عبدالرشید نعیمی سے عموماً خط وکتابت رہتی تھی۔ ایک خط میں آپ تک سلام پہنچانے کے لیے یوں تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا عبدالعزیز خاں صاحب سلمہ سے سلام فرمادیجیے۔ والدعاء'' محمد نعیم الدین عفی عنہ''

شدھی تحریک میں صدرالافاضل کی ہم رکابی

بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں شدھی تحریک کے خلاف صدرالافاضل نے نمایاں طور پر محاذآرائی فرمائی۔ اس تحریک میں آپ کے ساتھ آپ کے کئی نامور تلامذہ محاذآرا رہے۔ جن میں مولانا عبدالعزیز نعیمی کا نام بھی نمایاں طور پر لیا جاتا ہے۔ ہم یہاں تفصیل سے قطع نظر بس ایک حوالہ پیش کیے دیتے ہیں۔ علامہ غلام جیلانی میرٹھی نعیمی لکھتے ہیں:

''بزمانہ ۱۹۲۳ء آگرہ کے مضافات میں راجپوتوں کے اندر فتنہ ارتداد کا طوفان برپا ہوا، جس کی روک تھام کے لیے بریلی شریف سے جماعت رضائے مصطفیٰ پہنچی۔ اور رکاب گنج میں اپنا دفتر قائم کیا، جس کے ناظم حضرت مولانا شاہ قاضی احسان الحق صاحب نعیمی مدظلہ العالی تھے۔ مرادآباد سے **استاذ العلماء قدس سرہ** بھی گاہے گاہے تشریف

لے جاتے۔ آپ کی ہم رکابی میں استاد محترم حضرت مولانا عبدالعزیز خان صاحب فتح پوری اور حضرت مولانا مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی بھی ہوتے تھے۔ چوں کہ یہ دورہ پندرہ پندرہ یوم اور کبھی اس سے بھی زیادہ ہوتا تھا۔"

[مقدمہ بشیر القاری:۸]

زوجہ صدرالافاضل کی وفات پر تعزیتی اجلاس

۱۹۴۴ء میں جب صدرالافاضل کی اہلیہ نے وفات پائی، تو آپ اس وقت دارالعلوم مسکینیہ میں صدر مفتی کی حیثیت سے فائز تھے۔ آپ کے ذریعے دھوراجی میں وفات کی خبر عام کی گئی اور پھر مدرسہ میں ایک تعزیتی اجلاس بھی منعقد کیا گیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیں۔ [اخبار الفقیہ: ۲۱، ۲۸ / اپریل ۱۹۴۴ء ص ۱۱]

جلسہ بریلی شریف میں صدرالافاضل کے ساتھ شرکت

۱۹۲۲ء میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے جب گائے کے ذبیحے پر پابندی عائد کی گئی، تو علمائے اہل سنت کا ایک جلسہ بریلی شریف بی بی جی مسجد میں بتاریخ ۲۶ / ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ / ۲۲ / ۲۳ جولائی ۱۹۲۲ء منعقد ہوا، جس میں صدرالافاضل کے ساتھ آپ نے بھی شرکت فرمائی۔

[روداد جلسہ جماعت رضائے مصطفی بریلی جولائی ۱۹۲۲ء بحوالہ تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ: ص ۱۱۳ تا ۱۱۷]

جلسے کی تفصیل صدرالافاضل کے جلسوں کے ضمن میں ملاحظہ کریں۔

مناظرہ مرزاپور میں صدرالافاضل نے بحیثیت مناظر بھیجا

فروری ۱۹۲۶ء میں مرزاپور کے غیر مقلدین سے مناظرے کے لیے صدرالافاضل نے آپ کو اور اجمل العلماء کو بحیثیت مناظر روانہ فرمایا۔ غیر مقلدین کو شکست ہوئی اور اہل سنت فتح و کامران ہوئے۔ مناظرہ کی تفصیل تذکرہ اجمل العلماء کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔ ہم یہاں بس ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں:

مولانا عبدالرشید نعیمی لکھتے ہیں:

"تاریخ مناظرہ ۲۱ / فروری یوم یکشنبہ مقرر کی۔ انجمن رضویہ جس کو قائم ہوئے چھ سات ماہ ہوئے اس نے بھی مرادآباد سے مناظر کی درخواست کی۔ چناں چہ **حضرت استاد العلماء امام المناظرین مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم العالیہ** نے مرادآباد سے مولانا مولوی عبدالعزیز خاں صاحب و مولانا مولوی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی کو روانہ کیا، جو تاریخ مناظرہ سے ایک روز قبل بیس فروری کی صبح کو مرزاپور پہنچے۔"

[اخبار الفقیہ: ۷ / اپریل ۱۹۲۶ء ص ۵، ۶]

سنی کانفرس میں کارکردگی

سنی کانفرنس میں آپ نے بھی خوب کردارادا کیا۔ آپ کے دوروں کی تفصیل حاصل نہ ہوسکی افسوس۔ ۱۹۳۹ء میں سنی کانفرنس کے لیے علما کی جو کمیٹی تشکیل دی گئی اس میں آپ بھی بحیثیت رکن منتخب ہوئے۔

ماہنامہ السوادالاعظم میں آپ کی کاوشیں

شوال ۱۳۳۸ھ کے شمارے میں آپ کی طرف سے چند اہم فقہی معموں کے جوابات شائع ہوئے۔ اس وقت آپ کا دور طالب علمی تھا۔ [ماہنامہ السوادالاعظم: شوال ۱۳۳۸ھ ص ۲۸]

ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ کے شمارے میں آپ کی طرف سے (۱۲) فقہی معمے بشکل سوالات شائع ہوئے۔ جس کے ذریعے طلبائے مدارس کو غور وفکر کی دعوت دی گئی۔ [ذی الحجہ: ۱۳۳۸ھ ص ۳۱]

اکتوبر ۱۹۲۰ء میں علمائے اہل سنت وجماعت اور علمائے دیوبند کے مابین ایک مناظرے کی روداد آپ نے تحریر فرمائی۔ مناظرے میں الحمدللہ اہل سنت کو فتح نصیب ہوئی تھی۔ [صفر ۱۳۳۹ھ ص ۳۳]

دور تدریس میں آپ نے اخلاق کے حوالے سے بعنوان ''خلق'' ایک مضمون تحریر فرمایا، جو ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ میں صفحہ ۸ و ۹ پر شائع ہوا۔ حسن خلق کے عنوان سے ایک اور مضمون تحریر فرمایا، جو جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ میں ص ۱۰ تا ۱۲۔ شائع ہوا۔

اجمل العلماء مفتی اجمل شاہ نعیمی سنبھلی

شہر سنبھل کے محلہ دیپا سرائے میں ۱۵ر محرم الحرام ۱۳۱۸ھ مطابق مئی ۱۹۰۰ء کو ایک معزز گھرانے میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کے والد ماجد مولانا محمد اکمل شاہ صاحب نے آپ کا اسم گرامی ''محمد اجمل'' تجویز فرمایا۔ چار سال چار مہینے چار دن ہونے پر والد ماجد ہی نے خود بسم اللہ پڑھائی۔ اور ابتدائی اردو، فارسی کتابیں بھی والد ماجد نے ہی پڑھائیں۔ کچھ کتابیں اپنے تایا گرامی سے پڑھیں۔ مولانا عماد الدین سنبھلی جو آپ کے تایا زاد بھائی تھے ان سے درس نظامی کی ابتدائی کتابوں سے شرح جامی تک کی کتابیں پڑھیں۔ بعدہ جامعہ نعیمیہ میں داخل ہو کر درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ حضور اعلیٰ حضرت سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اپنے قائم کردہ مدرسہ اجمل العلوم کے علاوہ کئی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ دو درجن سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ کئی نامور و مشہور تلامذہ چھوڑے۔ مذہبی و مسلکی، ملکی و ملی، سماجی و سیاسی بہت سی تحریکات میں خصوصی طور پر حصہ لیا۔ بدمذہبوں سے کئی کامیاب مناظرے کیے۔ ۲۸ر ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۸ر ستمبر ۱۹۸۳ء بدھ کے دن آپ عالم فنا سے عالم بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔

جامعہ نعیمیہ سے تحصیل علوم و فراغت

شرح جامی تک درس نظامی مکمل کرنے کے بعد آپ جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوئے اور یہاں رہ کر علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی۔ ۲۰ر شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۷ر مارچ ۱۹۲۴ء کو جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس میں سند و دستار سے نوازے گئے۔ اسی سال آپ کے ساتھ مولانا عبد العزیز نعیمی فتح پوری بھی فارغ ہوئے۔

دوران طالب علمی جامعہ نعیمیہ سے نکلنے والے رسالہ ماہنامہ ''السواد الاعظم'' صفر، ربیع الاول، رجب المرجب، ذوالقعدہ، ۱۳۳۹ھ کے شماروں میں آپ کی طرف سے فقہی معمے اور ان کے جوابات بھی شائع ہوئے۔

صدر الافاضل سے اکتساب علم و کسب فیض

صدر الافاضل سے درس نظامی کی کئی کتابوں کا درس لیا۔ فراغت کے بعد صدر الافاضل نے آپ پر خصوصی توجہات فرمائیں۔ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے۔ خارجی اوقات میں در دولت پر بلا لیتے۔ صدر الافاضل کی خصوصی نوازشات و توجہات کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو سال میں آپ نے مختلف علوم و فنون کے ساتھ فن افتا و مناظرہ میں کمال حاصل کر لیا۔ خطابت و تدریس میں ماہر ہو گئے۔ تفقہ فی الدین، سیاسی سوجھ بوجھ، اسلوب زبان، مناظرانہ مہارت، تدریسی کمال، منطقیانہ و فلسفیانہ تدبر و تفکر اور صوفیانہ رنگ ڈھنگ استاد گرامی کی بارگاہ سے حاصل ہوئے۔

جامعہ نعیمیہ میں بحیثیت مدرس وممتحن

اندازے کے مطابق ۱۳۴۲ھ میں فراغت کے بعد جو دو سال آپ نے جامعہ نعیمیہ میں صدرالافاضل سے فن افتا وغیرہ علوم وفنون کی تحصیل کے لیے گزارے۔ انہیں دو سالوں میں آپ نے تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔ اس کے بعد ۱۳۴۴ھ میں آپ نے خود سنبھل میں مدرسہ قائم فرما کر وہیں درس وتدریس شروع فرمادی تھی۔

جامعہ نعیمیہ میں کبھی کبھار بحیثیت ممتحن بھی تشریف لاتے تھے۔ جامعہ نعیمیہ کے طلبہ کی قابلیت وصلاحیت اور امتحان میں بہتر کارکردگی اور مدرسین ومنتظمین کے عمدہ انتظام واہتمام اور تعلیمی نظم ونسق کے حوالے سے آپ کا ایک معائنہ دستیاب ہوا جسے ہم نے جامعہ نعیمیہ کے باب میں درج کردیا ہے۔ اس معائنے سے بس ایک اقتباس یہاں پیش کررہے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

”میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے نمبر دینے کے لیے بخل سے کام لیا ہے اور ان کی قابلیت سے کم نمبر دیے ہیں۔ جامعہ کے طلبہ کی عمومی تعلیمی حالت بہتر بلکہ بہت بہتر ہے۔ اور یہ خصوصاً مدرسین کی تندہی اور محنتوں کا ثمرہ ہے۔ اور عموماً منتظمین جامعہ کی سعی اور توجہ کا نتیجہ ہے۔ اگر جامعہ کے منتظمین کی توجہ اس کی طرف ایسی ہی رہی تو یہ جامعہ ہندوستان کے مدارس میں عنقریب خاص امتیازی شان حاصل کرلے گا۔“

[روداد جامعہ نعیمیہ مرادآباد: یکم ربیع الاول ۱۳۷۲ھ لغایتہ ۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ۔ مطابق ۲۰/ نومبر ۱۹۵۲ء تا ۳۱/ دسمبر ۱۹۵۴ء۔ ص ۱۵، ۱۶]

صدرالافاضل کی بارگاہ سے وابستگی

تعلیم کے ابتدائی دور سے صدرالافاضل کی ظاہری حیات تک صدرالافاضل کی بارگاہ سے وابستہ رہے۔ اکثر جامعہ نعیمیہ آتے رہتے۔ اور اکثر سنبھل میں صدرالافاضل کو جلسہ وغیرہ کے لیے بلاتے رہتے۔

صدرالافاضل سے محبت اس قدر کہ اگر کبھی اطلاع مل جاتی کہ صدرالافاضل کی طبیعت علیل ہے تو سارے کام چھوڑ چھاڑ کر مرادآباد استاد گرامی کے در دولت پر حاضر ہو جاتے۔

مفتی چراغ عالم صاحب سنبھلی نے فقیر سے بیان فرمایا کہ سن ۱۹۴۰ء کی بات ہے صدرالافاضل عرس اعلیٰ حضرت میں ہر سال حاضر ہوتے اور آپ کا خصوصی خطاب ہوتا تھا۔ مگر اس سال ناسازی طبع کی وجہ سے درمیان عرس ہی میں قبل قل واپسی کرنی پڑی۔ اجمل العلماء کو جب خبر ہوئی تو عرس سے فارغ ہوتے ہی مجھے اور مولانا مختار سنبھلی اور مولانا مصطفیٰ علی کو ساتھ لے کر صدرالافاضل کی عیادت کے لیے مرادآباد پہنچ گئے۔ اسی مجلس میں صدرالافاضل کے حکم سے مولانا مختار سنبھلی صاحب نے وہ کلام جو عرس اعلیٰ حضرت میں پڑھا تھا، سنایا۔ صدرالافاضل خوب محظوظ ہوئے۔

صدرالافاضل جب رو بہ صحت ہوئے اور غسل صحت فرمایا تو بہت سے تلامذہ، خلفا، مریدین و معتقدین نے حاضر ہوکر گل ہائے عقیدت و محبت پیش کیے۔ اجمل العلماء نے اپنے مہربان استاد گرامی کے غسل صحت پر منظوم کلام بطور ہدیہ تہنیت پیش کیا۔ جسے ہم نے صدرالافاضل کی علالت و وصال کے باب میں نقل کر دیا ہے قارئین پورا کلام وہیں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں ایک دو شعر پیش ہیں: ؎

مبارک باد دینے کے لیے ہم آج جاتے ہیں
بتقریب سرور غسل صحت پھول لاتے ہیں
کہاں ہیں میرے حضرت کے فدائی آج حاضر ہوں
قدم بوسی کریں ہم ان کو یہ مژدہ سناتے ہیں
کہاں ہیں جان قرباں کرنے والے میرے آقا پر
بشارت تہنیت کی دیں کہ جشن اب ہم مناتے ہیں
کدھر ہیں وہ کہ جو افسردہ خاطر تھے پریشاں تھے
نکالیں آج سب ارمان جو دل میں سماتے ہیں
خدایا ان کا ظل عاطفت ہم پر رہے دائم
کہ اس چشمے سے اجملؔ فیض سب سنی اٹھاتے ہیں

صدرالافاضل کی سفر حج سے واپسی اور اجمل العلماء کا ہدیہ تہنیت

صدرالافاضل کے حج سے واپسی پر تلامذہ، و معتقدین و مریدین کی طرف سے جلسہ و جلوس کا اہتمام ہوا۔ بہت سے شعرا نے ہدایائے تہنیت نے پیش کیے۔ اجمل العلماء نے بھی تین تہنیتی عمدہ کلام آپ کی واپسی حرمین شریفین پر تحریر فرمائے۔ جنہیں ہم نے صدرالافاضل کے سفر حج کے باب میں نقل کر دیا ہے۔ احباب وہیں ملاحظہ فرما کر محظوظ ہوں۔

اجمل العلماء کا حج اور صدرالافاضل کی نصیحت

احقر سے مفتی چراغ عالم سنبھلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اجمل العلماء نے جب سفر حج کا ارادہ فرمایا تو مشفق و مہربان استاد سے اجازت و ملاقات کے لیے مرادآباد تشریف لے گئے۔

صدرالافاضل سے عرض کیا کہ حضور سفر حج کا ارادہ ہے۔ صدرالافاضل نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا: کہ پہلے مدینہ منورہ حاضری دینا اس کے بعد مکہ معظمہ جانا۔ آپ نے عرض کیا حضور علما تو پہلے مکہ معظمہ جانے کو افضل

بتاتے ہیں۔ صدر الافاضل نے فرمایا:

افضل یہی ہے۔ البتہ انفع وہ ہے جو میں نے بتایا۔ وجہ پوچھے جانے پر فرمایا: کہ اگر کل قیامت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھ لیا کہ میرا در کیوں چھوڑ کر گئے؟ گھر والوں کے لیے۔ بیوی بچوں کے لیے؟ تو کیا جواب دو گے۔ البتہ مدینہ منورہ پہلے جاکر پھر مکہ معظمہ جاؤ گے تو عرض کر سکتے ہو کہ فرض کی ادائیگی کے لیے مدینہ منورہ سے گئے تھے۔

علاوہ ازیں صدر الافاضل نے اس موقع پر دو سو (۲۰۰) روپے آپ کو یہ کہہ کر دیے کہ یہ رقم مدینہ منورہ کے غربا و فقرا میں بانٹ دیں۔

صدر الافاضل کی معیت میں تبلیغی دورے

اجمل العلماء نے صدر الافاضل کے ساتھ بہت سے تبلیغی دورے فرمائے۔ بہت سے جلسوں میں شرکت فرمائی۔ ہم یہاں دو چند کا ذکر کیے دیتے ہیں۔

مختلف اضلاع بسلسلہ انسداد فتنہ ارتداد

شدھی تحریک میں صدر الافاضل کے ساتھ مختلف اضلاع میں تبلیغی دورے کیے۔ تفصیل نہیں ملتی البتہ علامہ غلام جیلانی میرٹھی کے درج ذیل بیان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

”بزمانہ ۱۹۲۳ء آگرہ کے مضافات میں راجپوتوں کے اندر فتنہ ارتداد کا طوفان برپا ہوا جس کی روک تھام کے لیے بریلی شریف سے جماعت رضائے مصطفیٰ پہنچی۔ .... مراداباد سے استاد العلماء قدس سرہ بھی گاہے گاہے تشریف لے جاتے۔ آپ کی ہم رکابی میں استاد محترم حضرت مولانا عبد العزیز خان صاحب فتح پوری اور حضرت مولانا مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی بھی ہوتے تھے۔ چوں کہ یہ دورہ پندرہ پندرہ یوم اور کبھی اس سے بھی زیادہ ہوتا تھا۔“

[مقدمہ بشیر القاری:۸]

سنبھل

مدرسہ اجمل العلوم سنبھل کے جلسوں میں عموماً آپ تشریف لے جاتے تھے۔ ہم یہاں چند جلسوں کا اجمالی ذکر کیے دیتے ہیں۔

۵،۶ر نومبر ۱۹۳۶ء مطابق ۱۹،۲۰ر شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ بروز جمعرات، جلسہ میں صدر الافاضل کی تشریف آوری ہوئی، فضیلت علم کے عنوان سے خطاب ہوا۔ اور آٹھ طلبہ کے سروں پر صدر الافاضل کے مقدس ہاتھوں سے دستار بندی ہوئی۔ [ماہنامہ اہل سنت سنبھل: رمضان المبارک، ۱۳۵۵ھ، ص ۴۱]

اور ۱۰، ۱۱/ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم واقع مسجد جبو نخان سنبھل میں ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں صدرالافاضل نے شرکت فرمائی اور خطاب فرمایا۔[اخبار الفقیہ:۲۱/ اکتوبر ۱۹۳۸ء، ص ۱۱]

مسجد جہان خاں کے کسی معاملے میں اجمل العلوم سے کسی کی گروپ کی مقدمہ بازی ہوگئی۔ بفضل اللہ آپ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ جشن کی شکل میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ صدرالافاضل کو مدعو کیا گیا۔ آپ نے کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔ آپ نے اپنے خطاب میں حروف مقطعات کی آسان وعام فہم تشریح کی اور بدمذہبوں کے باطل عقائد ونظریات کی تردید کے ساتھ اہل سنت کے عقائد ونظریات بیان فرمائے۔ اس جلسے کے حوالے سے یہ تفصیل احقر کو مفتی چراغ عالم صاحب سنبھلی سے حاصل ہوئی۔

دین نگر مرادآباد

۲۰، ۲۱/ اپریل ۱۹۴۷ء کو دین نگر مرادآباد میں آپ کی صدارت میں سنی کانفرنس کے اجلاس میں صدرالافاضل نے شرکت فرمائی اور خطاب بھی۔

[ماخوذ دبدبہ سکندری:۳۰/ اپریل ۱۹۴۷ء ص ۴۔ بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس: ص ۱۸۶]

سنی کانفرنس میں خدمات

سنی کانفرنس میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ بہت سے تبلیغی دورے فرمائے۔ سنی کانفرنس کے بہت سے جلسوں میں شرکت وخطابت فرمائی۔ چند اجلاس حسب ذیل ہیں۔

جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں تا ۶/ شعبان المعظم ۱۳۶۴ھ ۱۴ تا ۱۷/ جولائی ۱۹۴۵ء کے اجلاس میں شریک ہوئے۔

[اخبار الفقیہ امرت سر:۲۱ تا ۲۸/ جولائی ۱۹۴۵ء ص ۱۲۔ اخبار دبدبہ سکندری:۲۵/ جولائی ۱۹۴۵ء۔ ص ۱۰]

جامعہ نعیمیہ میں سنی کانفرنس کے اجلاس منعقدہ ۱۷ تا ۱۹/ جون ۱۹۴۷ء مطابق رجب ۱۳۶۶ھ میں آپ نے شرکت فرمائی۔[اخبار دبدبہ سکندری:۲۳/ جون ۱۹۴۷ء۔ ص ۷]

۵ تا ۷/ جولائی ۱۹۴۶ء مطابق شعبان المعظم ۱۳۶۵ھ کو مدرسہ اجمل العلوم میں آپ کے زیر اہتمام سنی کانفرنس کے اجلاس ہوئے۔[اخبار دبدبہ سکندری:۲۲/ جولائی ۱۹۴۶ء ص ۷]

دین نگر مرادآباد میں ۲۱/ اپریل ۱۹۴۷ء مطابق ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ کو سنی کانفرنس کے اجلاس ہوئے۔ یہ اجلاس آپ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس میں عربی درس نظامی میں کانگریس کی دخل اندازی کے حوالے سے تجاویز پاس ہوئیں۔[اخبار دبدبہ سکندری:۳۰/ اپریل ۱۹۴۷ء۔ ص ۴]

فروری ۱۹۴۶ء میں مقام پالی راجستھان کے اجلاس میں شریک ہوئے اور عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور سنی کانفرنس کی اہمیت وضرورت کے حوالے سے خطاب فرمایا۔[اخبار دبدبہ سکندری:۱۱/مارچ۱۹۴۶۔ص۶]

موتمر العلماء کی رکنیت

حجۃ الاسلام کے حکم سے جامعہ نعیمیہ میں علما کی ایک مخصوص تنظیم بنام موتمر العلماء کا وجود عمل میں آیا، جس میں اجمل العلماء بھی رکن تجویز کیے گئے۔

مناظرہ مرزاپور میں بحکم صدر الافاضل اجمل العلماء مناظر

۱۹۲۶ء میں مرزاپور کے غیر مقلدین کی فتنہ پروری کے نتیجے میں اہل سنت اور غیر مقلدین کے علما کے مابین مناظرہ طے پایا۔ غیر مقلدین نے اپنے علما کو مدعو کیا تھا۔ اور اہل سنت نے صدر الافاضل کو اطلاع بھیجی کہ مناظرہ کی تاریخ ۲۱/ فروری ۱۹۲۶ء طے ہوگئی ہے۔ مناظرین کی ضرورت ہے۔ صدر الافاضل نے اپنی طرف سے اجمل العلوم اور مولانا عبد العزیز خاں کو بحیثیت مناظر ایک روز قبل ہی روانہ فرمادیا۔ اجمل العلماء وہاں پہنچے البتہ تاریخ مقررہ پر غیر مقلدین کی طرف سے کوئی مناظر مولوی مقابلے کے لیے نہیں پہنچا۔ انتظار کی مدت ختم ہوئی تو جشن کی شکل میں اجلاس رکھا گیا جس میں علما کے خطابات ہوئے۔ اجمل العلماء کی بھی تقریر ہوئی۔ اس جلسے کی مکمل روداد مفتی عبد الرشید نعیمی فتح پوری نے تحریر فرمائی اور اخبار الفقیہ میں شائع کرائی۔ ہم یہاں اس کی اہمیت کے پیش نظر من وعن نقل کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں:

”مرزاپور میں انجمن رجبیہ کی طرف سے رجبی شریف کا جلسہ تھا، جس میں جناب مولوی احمد حسین خاں صاحب رامپوری مدعو تھے۔ ان کے اثنائے بیان میں غیر مقلدین کی طرف سے ایک رسالہ مصنفہ مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرت سری، جس میں ننگ اسلام ابن سعود کے افعال انہدام مساجد ومقابر واہانت مقامات مقدسہ وآثار متبرکہ کو سراہا گیا ہے، بھیجی گئی۔ جس سے غیر مقلدین کو اہل سنت کا چھیڑنا اور عام مسلمانوں کی دل آزاری مقصود تھی۔ مولانا موصوف نے کہا کہ کاغذی گھوڑے دوڑانے سے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ اگر تم میں ہمت ہے سامنے آؤ! اور اپنی جماعت میں جسے سب سے بڑا جانتے ہو اسے بلالو! اور اپنا مسلمان ہونا ثابت کرو۔ تم ہر سنی کو بدعتی اور مشرک کہتے پھرتے ہو تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ تمہیں بدعتی ودائرہ اسلام سے خارج ہو۔

مولانا کے اس ارشاد پر غیر مقلدین نے آمادگی ظاہر کی۔ اور جابجا بنارس دہلی امرت سر اپنے علما کو بلانے کے لیے خط لکھے۔ اور مولانا سے چند روز کی مہلت طلب کرکے تاریخ مناظرہ ۲۱/ فروری یوم یکشنبہ مقرر کی۔

انجمن رضویہ جس کو قائم ہوئے چھ سات ماہ ہوئے اس نے بھی مرادآباد سے مناظر کی درخواست کی۔ چناں چہ **حضرت استاد العلماء امام المناظرین مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم العالیہ** نے

مرادآباد سے مولانا مولوی عبدالعزیز خاں صاحب و مولانا مولوی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی کو روانہ کیا۔ جو تاریخ مناظرہ سے ایک روز قبل بیس (۲۰) فروری کی صبح کو مرزا پور پہنچے۔ اسٹیشن پر معزز میزبان استقبال کے لیے موجود تھے، جو اپنے ان محترم مہمانوں کو نہایت عزت و شان کے ساتھ موٹر پر سوار کر کے قیام گاہ پر لے گئے۔ یہ عجیب وقت تھا وہابیوں میں کھلبلی مچ گئی۔ یا تو اظہار آمادگی تھا، مقابلہ کی ڈینگیں ماری جارہی تھیں، یا تمام لوہے سرد ہوگئے، گریز و فرار کے کونے جھانکنے لگے۔ یا پولیس المدد یا حاکم الغیاث سے ہر غیر مقلد استغاثہ و استعانت لغیر اللہ کر رہا تھا۔ یکشنبہ کی شب پہاڑ تھی۔ جن لوگوں پر انہوں نے مذہب کی بنیاد رکھی تھی، ان میں سے کسی نے بے کسی میں ہاتھ نہ بٹایا۔ آڑے وقت میں بجز پیٹھ دکھانے کے کوئی کام نہ آیا۔ جو قسمت کا مارا آ پھنسا اس نے اقرار پر فرار کو ترجیح دی اپنی عزت و آبرو حیلہ و گریز میں دیکھی۔ عجیب منظر تھا بے چاروں نے ڈرتے کانپتے خدا خدا کر کے رات کاٹی۔

یکشنبہ آیا۔ مقام مناظرہ پر تمام سنی حضرات پہنچ گئے۔ جن سے ٹھیک نو بجے مناظرہ طے پایا تھا غیر مقلدین کی طرف سے میدان صاف تھا۔ مولوی ابوالقاسم صاحب بنارسی و مولوی محمد صاحب دہلوی پہلے ہی روانہ ہو چکے تھے۔ باقی ماندہ مولوی صاحبان میں سے کسی کو جرأت نہ تھی کہ سامنے آتا۔

غرض غیر مقلدین کی طرف سے مناظرے میں کوئی بچہ تک نظر نہ آتا تھا۔ اہل سنت حق کی اس نمایاں فتح اور باطل کی شکست پر شاداں و فرحاں تھے۔ الحمد للہ کہ غیر مقلدین کا بطلان سب پر ظاہر ہو گیا۔ اور ان کی مجبوری عالم آشکار ہو گئی، اور مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ غیر مقلدین قیامت تک سامنے آنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔

پھر عید گاہ میں جلسہ ہوا، جس میں جناب مولانا مولوی اجمل شاہ صاحب و جناب مولانا مولوی احمد حسین خاں صاحب کی تقریریں ہوئیں۔ شام کو واسیل گنج میں جلسہ ہوا۔ اور اس میں ثابت کیا گیا کہ غیر مقلدین جو اپنے کو عامل بالقرآن والحدیث کہتے ہیں در حقیقت یہ منکر قرآن و حدیث ہیں۔ ائمہ اربعہ خصوصاً امام الائمہ سراج الامۃ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا و سب و شتم ان کا شیوہ ہے۔ یہی گالی، کوسے، اکابر اسلام و اسلاف کرام کی شان میں گستاخیاں، بے باکیاں، افترا، بہتان ان کا عمل ہے۔ اس کو وہ عمل بالقرآن والحدیث کس منہ سے کہتے ہیں۔ مجمع ان کے ان اقوال پر نفرت کر رہا تھا۔ افسوس غیر مقلدین ائمہ دین کی شان میں بے ادبیاں کر کر کے مسلمانوں میں آئے دن جھگڑے پیدا کرتے رہتے ہیں۔ کاش ان صاحبوں کوئی اور شغل ہوتا۔

عبدالرشید مدرسہ انجمن اہل سنت و جماعت مرادآباد

[الفقیہ: ۷/اپریل ۱۹۲۶ء ص ۵،۶]

مدرسہ اجمل العلوم اور صدر الافاضل

۸ر صفر المظفر ۱۳۴۴ھ بروز ہفتہ اجمل العلماء نے سنبھل کی مشہور مسجد جہان خاں میں '' اسلامیہ حنفیہ'' کے نام سے درس نظامی کا ایک مدرسہ قائم فرمایا۔ اور مسلسل کئی سالوں تک لوجہ اللہ یہاں اہتمام وتدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔

اور پھر ۱۳۴۹ھ میں صدر الافاضل کی سرپرستی میں سنبھل کے باشعور، بارسوخ، معتمد اور مخیر حضرات کی ایک کمیٹی تشکیل پائی۔ صدر الافاضل نے مدرسے کا نام اجمل العلماء کے نام سے ''مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم'' تجویز فرمایا۔ آج پوری دنیائے سنیت میں یہ مدرسہ اسی نام سے مشہور ہے۔

ہمیں یہ تفصیل مدرسہ ''اجمل العلوم'' کی ایک روداد سے حاصل ہوئی۔ ہم وہ تفصیل یہاں من وعن نقل کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''۱۳۴۴ھ میں علامہ اجل مفتی ہند حضرت مولانا الحاج قاری محمد اجمل صاحب نے یہاں علمی ذوق وشوق کو مدنظر رکھتے ہوئے درس نظامی کا دارالعلوم جاری کیا۔ جس کا نام 'مدرسہ اسلامیہ حنفیہ' رکھا۔ یہاں کی تاریخی مسجد جہان خاں میں شروع کر دیا۔ کئی سال برابر مفتی صاحب موصوف نے اس مدرسے میں لوجہ اللہ بلاکسی تنخواہ کے درس دیا۔ مقامی طلبہ کی خود تعداد کافی تھی۔ پھر ہندوستان کے ہر طرف سے طلبہ کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مدرسے کے جلسے شروع ہوئے۔ اس میں دستار بندیاں عمل میں آئیں۔ پھر ۱۳۴۹ھ میں **حضرت صدر الافاضل، صدر المدرسین، امام المناظرین، استاذ العلماء، سند الفضلاء، حضرت مولانا مولوی حافظ حکیم الحاج محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہ العزیز** نے خود تشریف لاکر اپنی سرپرستی میں اس مدرسے کی باقاعدہ ایک کمیٹی بنائی۔ اور اس کے اراکین شہر کے عمائدین کو منتخب کیا اور اس کا نام بجائے ''مدرسہ اسلامیہ حنفیہ'' کے ''مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم'' تجویز فرمایا۔''

[روداد مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم سنبھل: از یکم جنوری ۱۹۶۳ء تا ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۵، ۶]

جامعہ نظامیہ حیدرآباد کا تقرر اور صدر الافاضل کا مفید مشورہ

اجمل العلماء اجمل العلوم میں نظم واہتمام اور تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں شعبہ تدریس کے عہدہ صدارت اور ریاست حیدرآباد کے منصب قضا کے لیے والی ریاست نظام حیدرآباد کی جانب سے پیش کش ہوئی۔ پانچ سو روپے ماہوار مشاہرہ، عمدہ کھانا، رہائش کے لیے بہترین مکان اور گھر وغیرہ کے اخراجات کے لیے مارکیٹ کی قریب سود کا نیں، مزید بہت سی سہولتیں فراہم کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ اجمل العلماء نے از خود کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ بلکہ اس سلسلے میں والی ریاست نظام کا موصولہ خط اپنے کرم فرما استاد ومربی صدر الافاضل کی

بارگاہ میں پیش کردیااور مشورہ طلب کیا۔ جواب میں صدرالافاضل نے فرمایا:

”یہ درست ہے کہ حیدرآباد میں آپ فارغ البالی اور خوش حالی کے ایام گذاریں گے۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ وہاں آپ سنیت کا کام بڑے پیمانے پر کرسکتے ہیں۔ مگر میری نظر میں سنبھل واطراف میں آپ کی خدمت کی زیادہ ضرورت ہے۔ لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے وطن مالوف میں رہ کر ہی دین وسنیت کا کام انجام دیں۔“

[شیخ العلماء شخصیت اور کارنامے: ص۸۶،۸۷]

اجمل العلماء نے صدرالافاضل کے اس مفید وکارآمد مشورہ کو بسر وچشم قبول کیا۔ اور والی ریاست حیدرآباد کو جوابی خط لکھ کر معذرت پیش کردی۔ اور اجمل العلوم ہی میں تاحیات انتظام، اہتمام اور تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

صدرالافاضل کی کتاب سوانح کربلا اجمل العلماء نے منظوم کی

تاریخ کربلا کے حوالے سے صدرالافاضل کی بہت ہی مشہور ومستند کتاب ”سوانح کربلا“ عوام وخواص میں بہت مقبول ہے۔ اجمل العلماء نے اس پوری کتاب کو جو کہ نثر میں ہے منظوم کلام کی شکل میں منتقل فرمایا۔ یہ کلام دستیاب نہیں ہوا، البتہ اس کا ذکر آپ کے مخصوص شاگرد مفتی چراغ عالم صاحب سنبھلی کے ایک مضمون میں ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اور آپ نے حضرت صدرالافاضل کی تصنیف کردہ سوانح کربلا کو نثر سے نظم میں منتقل کیا۔“

[مقدمہ فتاوی اجملیہ: ج۱ص۲۷]

صدرالافاضل کے فتاوی پر تائیدات

کفار ومشرکین سے محبت ومودت کی حرمت کے حوالے سے صدرالافاضل کے فتوے پر اجمل العلماء نے درج ذیل الفاظ میں تصدیق فرمائی ہے:

”مسلمانوں کو کانگریس کی شرکت اور کفار کی محبت ومودت اور مسلم نما غداروں کی اطاعت اور ایسی صریح آیات واحادیث کی مخالفت اور کفر کی حمایت اور بے ضرورت مصائب وتکالیف میں ڈالنے کی جسارت ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(مولانا مولوی) محمد اجمل (صاحب) غفرلہ ناظم مدرسہ اسلامیہ حنفیہ سنبھل ضلع مرادآباد۔

[مسلمان اور کانگریس، اتحاد مسلم پر شریعت اسلام کا حکم مبین: ص۳۰]

شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بارگاہ میں ایک رافضی کی گستاخی کے حوالے سے صدرالافاضل کے فتوی مبارکہ پر اجمل العلماء نے درج ذیل الفاظ میں تصدیق فرمائی۔

”جواب بلاشبہ حق وصواب اوردرست وصحیح ہے، کہ واقعی شخص مذکور گمراہ وضال اور تبرائی رافضی ہے۔ صحابہ کرام سے عداوت رکھتا ہے۔ اوراہل سنت وجماعت کے نزدیک اہل بیت کرام اور صحابہ عظام دونوں کے ساتھ محبت والفت اوران کی تکریم وتعظیم کمال ایمان کے لیے ضروری ہے۔ اور جوان میں سے ایک گروہ کے ساتھ بغض وعداوت رکھے اس کا دوسرے گروہ سے دعوی محبت والفت کرنا غلط ہے۔ علامہ علی قاری شرح شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

ومن یکون من الخوارج فی بغض اهل البیت فانه لاینفعه حینئذ حب الصحابة ولا من الروافض فی بغض الصحابة فانه لاینفعه حینئذ حب اهل البیت۔

بالجملہ شخص مذکوراہل سنت وجماعت سے خارج ہے۔ یہ جب تک باعلان توبہ نہ کرے اس سے سلام وکلام سے پرہیز کیا جائے اور میلاد شریف ہرگز نہ پڑھوایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل الفقیرالی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرستہ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل۔

[فتاوی اجملیہ: ج۱ص ۳،۴]

صدرالافاضل کی نمازہ جنازہ اورتیجے وغیرہ تقریبات میں اجمل العلماء کی شرکت

صدرالافاضل کے وصال کی خبر پاکر آپ پر سکتہ ساطاری ہوگیا تھا۔ استاد گرامی کے داغ مفارقت سے قلب وذہن متاثر ہوگئے تھے۔ آپ فوراً سنبھل سے مرادآباد پہنچے اور نماز جنازہ وتدفین میں شرکت فرمائی۔ اورتیجے وچالیسویں کی تقریبات میں بھی شریک ہوئے۔

مفتی چراغ عالم صاحب سنبھلی نے مجھ سے فرمایا: کہ

”میں کسی وجہ سے صدرالافاضل کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرسکا تھا۔ لیکن حضرت حاضر ہوئے تھے۔ البتہ تیجہ وغیرہ دوسری تقریبات میں حضرت کے ساتھ میں بھی پہنچا تھا۔“

مناقب بقلم اجمل العلماء درشان صدرالافاضل

اجمل العلوم نے صدرالافاضل کے وصال پر چند منظوم کلام لکھے جنہیں ہم یہاں پیش کیے دیتے ہیں۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں: ؎

آہ نصیب نے یہ کیا نقشہ غم دکھا دیا
بیٹھے بٹھائے قلب پر تیر الم لگا دیا
اہل سنن کے مقتدا اہل ولا کے پیشوا
دین متیں کے رہنما حق نے جنہیں ولا دیا
خدمت دیں تھی جن کی خو ایسی تھی جن کی گفتگو
علم کی مہکی جس سے بو سر خفی سکھا دیا
جس نے کیے ہزارہا عالم دین مصطفی
جس نے بدوں کو بر ملا عابد حق بنادیا
حضرت شہ نعیم دیں نائب شاہ مرسلیں
ہند میں جس نے بایقیں دین نبی جِلا دیا
آج یہ دور پر خطر اور یہ چھپ گیا قمر
کس سے کہیں کہ لے خبر ہائے ہمیں مٹا دیا
کون سے در پہ جائیں ہم کس کو سنائیں حال غم
ناک میں آگیا ہے دم رنج نے دل ہلا دیا
ہجر نے لیں وہ چٹکیاں درد نے کیں وہ سختیاں
اڑ گئیں دل کی دھجیاں قلب حزیں دکھا دیا
گرچہ ہمیں ہے اضطراب رنج سے دل ہوا کباب
ہم نے تو آپ کو جناب قصہ دل سنا دیا
کیجیے جود اور نوال اب بھی ہو ہم پہ وہ کمال
در پہ جو آیا خستہ حال روتا ہوا ہنسا دیا
آؤ نعیمیو! ادھر مانگو دعا جھکا کے سر
دیکھو تو شاہ نے ادھر دست عطا بڑھا دیا
در پہ ہے اجملؔ غلام مانگتا ہے ہر ایک کام
کہہ دو کہ اب ہے فیض عام ہم نے تجھے دیا دیا

[دیوان اجملی، قلمی: ص ۲۳، ۲۴]

نعیمی چادر

ہم نعیمی ہیں چڑھاتے ہیں نعیمی چادر
نذر کے واسطے لاتے ہیں نعیمی چادر
حضرت صدر افاضل کے در والا پر
کس عقیدت سے چڑھاتے ہیں نعیمی چادر
بھیک لینے کے لیے اپنے سخی داتا سے
سر پہ کس جذبے سے لاتے ہیں نعیمی چادر
آج اس بزم نعیمی میں نعیمی عشاق
نغمہ دور سے گاتے ہیں نعیمی چادر
فیض لینے کے لیے کسب ضیا کی خاطر
اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں نعیمی چادر
نعمتیں لوٹنے آئے ہیں نعیمی در سے
اپنی تقدیر لڑاتے ہیں نعیمی چادر
یہ لطافت سے اٹھی آتی ہے خود ہی اجملؔ
لوگ کہتے ہیں اٹھاتے ہیں نعیمی چادر

[دیوان اجملی قلمی: ص۳۱]

صدر العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی

تعارف

صدر العلماء امام النحو، حضرت علامہ سید غلام جیلانی، بن حضرت علامہ سید غلام فخر الدین بن علامہ حکیم سید سخاوت حسین سہسوانی، قدست اسرارہم، کی ولادت باسعادت سن ۱۹۰۰ء کے آس پاس رمضان المبارک کی گیارہ تاریخ کو مقام ریاست دادوں علی گڑھ میں ہوئی۔ درجہ چہارم تک کی تعلیم مکمل فرماکر اپنے عم محترم حضرت علامہ سید غلام قطب الدین برہمچاری کے حکم پر جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوئے۔ اور شرح جامی تک کی تعلیم وہاں حاصل کر کے صدر الافاضل اور اساتذہ کی مصروفیت کے سبب اسباق ناغہ ہونے کی وجہ سے مدرسہ معینیہ میں چلے گئے اور پھر بریلی شریف آ گئے۔ بریلی شریف منظر اسلام سے ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں فضیلت سے فارغ ہوئے۔ سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ حضور اشرفی میاں سے شرف بیعت حاصل کیا۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ اور اس کے علاوہ مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء میں سفر حج و زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے۔ مختلف تنظیمات و تحریکات میں حصہ لیا۔ درجن بھر مشہور زمانہ، کتابیں تحریر فرمائیں۔

خصوصی اساتذہ میں صدر الافاضل، علامہ عبد العزیز خاں اور صدر الشریعہ کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ حافظ ملت، شارح بخاری، بحر العلوم، جیسے قدآور تلامذہ چھوڑے۔ ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ ۸/ مئی ۱۹۷۸ء دوشنبہ کے دن وصال فرمایا۔ شہر میرٹھ میں مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔ اللہ درجات بلند فرمائے۔ اور ہمیں ان کے فیوض و برکات سے نوازے۔ آمین۔

جامعہ نعیمیہ میں آمد

صدر العلماء نے درجہ چہارم تک تعلیم مکمل کر کے اپنے عم مکرم حضرت علامہ سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری بدایونی کی معرفت جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخلہ لیا۔ اور وہاں آمد نامہ وغیرہ فارسی و عربی کی ابتدائی کتابوں سے تعلیمی سفر شروع فرمایا۔ اور کافیہ و ملا جامی جیسی علم نحو کی دقیق کتابوں کی تکمیل فرمالی۔ اور پھر اساتذہ کرام خاص کر صدر الافاضل کی سیاسی و مذہبی سرگرمیوں میں مصروفیت کے سبب اسباق ناغہ ہوجانے سے تعلیمی نقصان ہوتے دیکھ مدرسہ معینیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے۔

جامعہ نعیمیہ میں آنے سے لے کر وہاں کی تعلیمی سرگرمیوں نیز بمجبوری جامعہ نعیمیہ چھوڑنے تک کی روداد آپ

خود بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”درجہ چہارم میں کامیاب ہونے کے بعد عم معظم حضرت مولانا شاہ سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری علیہ رحمۃ الباری نے اپنے ہم راہ لے جاکر مدرسہ انجمن اہل سنت بازار دیوان مرادآباد میں داخل کردیا، جو آج کل بنام جامعہ نعیمیہ موسوم ہے۔ یہاں پر آمد نامہ سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ اور چند سال میں کافیہ تک رسائی ہوئی، جس کے متعلق طلبہ میں مشہور تھا ؎

کافیہ کافیست باقی درد سر
جو نہ سمجھے اس کو وہ ہے بوم وخر

اللہ تعالی کا یہ فضل عظیم ہوا کہ طبیعت میں شوق تحصیل پیدا فرمادیا تھا۔ کبھی قسر قاسر کی ضرورت پیش نہ آئی۔ یہ شوق تحصیل ہی کا اثر ہے کہ دن کا یاد کردہ سبق رات کو سوتے میں زبان پر جاری ہوجائے۔ چناں چہ ایک مرتبہ محلہ کسرول میں جناب منشی علی حسن صاحب مرحوم پینشنر انسپکٹر پولیس ریاست رامپور کے مکان پر بعد نماز عشاء طلبا ے مدرسہ کے ساتھ آیت کریمہ کے ختم میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ پڑھتے پڑھتے آنکھ لگ گئی اور بجاے آیت کریمہ دن کا یہ سبق زبان پر باآواز بلند جاری ہوگیا کہ ”قال اصل میں قَوَل تھا، واو متحرک ماقبل اس کا مفتوح واو کو الف سے بدلا قال ہوگیا“ پہلو میں دائیں بائیں بیٹھے طلبہ مسکرا رہے تھے، کہ اتنے میں انسپکٹر صاحب مرحوم ٹہلتے ہوئے تشریف لے آئے۔ سن کر ٹھہرے اور متعجّب ہوکر بیدار کیا، کہ آیت کریمہ کی بجاے پنج گنج کا ختم ہورہا ہے۔ موجودہ دور میں حالات طلبہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ دنیاے تحصیل کی کایا پلٹ ہوگئی۔ مولیٰ تعالی کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ ناچیز پر بیکراں فضل فرمادیا تھا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ شکر ادا نہیں ہوسکتا ؎

من شکر چوں کہ ہمہ نعمت تو ام
نعمت چہ گونہ شکر کند بر زبان خویش

ابتدا ہی سے میلان طبع صرف ونحو کی جانب زیادہ تھا۔ خوش قسمتی سے استاد بھی ملے تو ایسے جو مسائل صرف ونحو کے حافظ تھے۔ یعنی استاد معظم حضرت مولانا عبد العزیز خان صاحب فتحپوری دامت برکاتہم، جو آج کل جامعہ عربیہ ناگپوری میں مسند صدارت کی زینت ہیں۔ قوت حافظہ اتنی زبردست کہ اپنے زمانے کا بوعلی سینا کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ یوں تو قدرت نے ذات گرامی صفات میں بہت سے اوصاف ودیعت فرمائے ہیں۔ مگر ایک وصف ایسا ودیعت فرمایا ہے جو دور حاضر میں جماعت علما کے اندر معدوم یا کالمعدوم ہے، وہ یہ کہ آپ اردو فارسی عربی انگریزی زبانوں کے علاوہ زبان سنسکرت کے بھی عالم ہیں الخ“

آپ نے فصول اکبری کے مسائل تاختم اوزان جمیع اور کافیہ کے مسائل مع عبارت تاختم بحث مرکبات

بتدریج زبانی یاد کرادیے تھے۔ جن کو بروز پنجشنبہ بعد نماز عصر اپنی جائے قیام سے مدرسہ میں قدم رنجہ فرماکر سنا بھی کرتے۔ اور فقیر روزانہ بعد نماز صبح کافیہ کا دورہ کیا کرتا تھا۔ رمضان المبارک کی تعطیلات میں مکان پہنچ کر باقی ماندہ کافیہ کی اس طرح تکمیل کی، کہ دوپہر تک شرح جامی سامنے رکھ کر کافیہ کی عبارت کا ایک حصہ حل کر کے بعد نماز ظہر اس کو زبانی یاد کرلیتا۔ اور بعد نماز فجر کافیہ لے کر دور کے واسطے میل بھر مسافت تک جانا معمول میں داخل تھا۔..... بفضلہٖ تعالیٰ اس رمضان المبارک میں فقیر پورے کافیہ کا حافظ ہوگیا۔

بزمانہ ۱۹۲۳ء آگرہ کے مضافات میں راجپوتوں کے اندر فتنہ ارتداد کا طوفان برپا ہوا، جس کی روک تھام کے لیے بریلی شریف سے جماعت رضائے مصطفی پہنچی۔ اور رکاب گنج میں اپنا دفتر قائم کیا، جس کے ناظم حضرت مولانا شاہ قاضی احسان الحق صاحب نعیمی مدظلہ العالی تھے۔ مراداباد سے **استاد العلماء قدس سرہ** بھی گاہے گاہے تشریف لے جاتے۔ آپ کی ہم رکابی میں استاد محترم حضرت مولانا عبدالعزیز خان صاحب فتح پوری اور حضرت مولانا مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی بھی ہوتے تھے۔ چوں کہ یہ دورہ پندرہ پندرہ یوم اور کبھی اس سے بھی زیادہ ہوتا تھا۔ اس لیے اسباق کا ناغہ برداشت نہ ہوسکا۔ اور بترغیب جناب حافظ ضمیر حسین صاحب مرادآبادی یہ طے پایا کہ دارالخیر اجمیر شریف چلا جائے۔ چناں چہ مذکورہ بالا رمضان المبارک کے بعد مراداباد سے ۷ر نفر پر مشتمل ایک قافلہ زیر سرپرستی امیر قافلہ جناب حافظ ضمیر حسین صاحب مرادآبادی روانہ ہوا۔" [مقدمہ بشیر القاری: ۶ تا ۸]

بارگاہ صدر الافاضل سے تحصیل علم واکتساب فیض

صدر الافاضل کی بارگاہ میں رہ کر آپ نے خوب علمی استفادہ اور اکتساب فیض فرمایا۔ گلستاں، قدوری، قال اقول کے ابتدائی حصے صدر الافاضل سے پڑھے۔ تفحص وجستجو کا مادہ آپ کو حضرت ہی کی بارگاہ سے حاصل ہوا۔ خارجی اوقات میں خدمت کے بہانے حاضر ہوکر خوب علمی تشنگی بجھاتے۔ اور صدر الافاضل بھی آپ کے تحصیل علم میں حد درجہ ذوق وشوق کو دیکھتے ہوئے اپنی توجہ خاص آپ کی طرف منعطف فرماکر آپ پر خصوصی نوازشات فرماتے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آپ کے اندر پوشیدہ استعداد کو اجاگر اور آپ کی خفتہ علمی صلاحیت و قابلیت کو بیدار کرنے میں صدر الافاضل کا کلیدی کردار رہا ہے۔ بلکہ یہ کہنا بھی مبالغہ نہیں ہوگا کہ صدر العلماء کی فکر کو بلندی، ذہن ودماغ کو قوت وتوانائی، حوصلوں کو جلا، طبیعت میں تحقیق، تفحص وجستجو کا مادہ، قلب میں علمی ذوق وشوق اور روح کو ایمانی حرارت، صدر الافاضل اور اساتذہ جامعہ ہی کی عطا ہے۔ اور یہ انہی کا فیضان تھا جس کی وجہ سے آپ کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ آپ کی علمی عبقریت اور آفاقی شہرت میں صدر الافاضل اور اساتذہ جامعہ نعیمیہ نے جو کلیدی کردار ادا کیا وہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہنے میں راقم حق بجانب ہے کہ علمی حلقے میں امام النحو جیسے خطاب جلیل سے آپ کی شہرت وپذیرائی، جامعہ نعیمیہ ہی کے فیضان کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔ نحوی صلاحیت اور علم نحو میں ملکہ آپ کو جامعہ ہی سے حاصل ہوا۔ جامعہ نعیمیہ

میں داخل ہونے کے بعد دیگر علوم سے قطع نظر علم نحو کی جانب آپ کا طبعی میلان، جامعہ میں رہ کر نحوی کتب خصوصًا کافیہ جو علم نحو کی اہم کتاب ہے اس کا حفظ اور شرح جامی سامنے رکھ کر کافیہ کے مسائل دقیقہ کو حل کر لینا اس کا واضح ثبوت ہے کہ جامعہ میں علم نحو پر آپ عبور حاصل کر چکے تھے۔

نیز مدرسہ معینیہ میں داخل ہونے کے بعد مدرسہ کے بہترین مدرس معین المدرسین حضرت العلام غلام علی صاحب معینی کا شرح جامی میں افعال ناقصہ کی بحث پڑھاتے وقت کسی عبارت کے مطلب کی جانب ذہن کے ملتفت نہ ہونے پر آپ کو طلب کر کے اس عبارت کی وضاحت چاہنا اور آپ کا اس عبارت کا مطلب بیان کر کے استاد محترم سے تحسین وآفریں حاصل کرنا، جامعہ نعیمیہ میں آپ کی بہترین تربیت، اساتذہ جامعہ نعیمیہ کی خصوصی توجہات اور جامعہ نعیمیہ سے علم نحو پر مکمل مہارت حاصل کر لینے کا ہی ثمرہ ونتیجہ تھا۔ میرے ان دعووں پر خود آپ کی تحریر شاہد ہے۔ ملاحظہ کریں۔ آپ لکھتے ہیں:

”**امام المفسرین، رئیس المناظرین، استاذ العلماء، حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہ** سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا۔ گلستاں قدوری قال اقول کے ابتدائی حصے آپ سے پڑھے۔ طبیعت میں تفحص اور جستجو کا مادہ آپ ہی کی خدمت سے پیدا ہوا تھا۔ دوپہر کو بعد طعام جب قیلولہ فرماتے، تو پاے مبارک دبانے کی خدمت میرے سپرد تھی۔ اس وقت کسی پڑھے ہوئے مسئلہ پر اعتراض کر کے فرماتے: کہ جواب سوچو اور تلاش کر کے لاؤ! جواب تک فہم کی رسائی نہ ہوئی، تو کتب متعلقہ کی چھان بین کرتا، کبھی جواب مل جاتا اور کبھی نہ ملتا، تو اتا پتہ بتا کر اشارہ فرماتے۔ اس پر اگر ذہن کی رسائی ہوگئی فبہا۔ ورنہ صراحتًا جواب بیان فرمادیا کرتے تھے۔ اس طرح مشکلات کے استخراج کی استعداد پیدا ہوگئی۔ عربی مکالمہ اور عربی انشا پردازی کی تمرین بھی آپ ہی نے کرائی تھی“

[مقدمہ بشیر القاری: ص۷]

صدر الافاضل کے ساتھ ممبئی کے سفر کا دلچسپ واقعہ

دور طالب علمی میں صدر الافاضل کے ساتھ ممبئی کا سفر کیا، جس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ آپ صدر الافاضل کے چہیتوں اور لاڈلوں میں شامل تھے۔ اس سفر میں ایک دل چسپ واقعہ پیش آیا جسے آپ نے تفصیل سے اپنی خود نوشت میں بیان فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں۔

”**استاذ معظم حضرت صدر الافاضل علامہ سید شاہ نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہ** کبھی کبھی فقیر کو اپنی ہم رکابی کا شرف عطا فرماتے۔ چناں چہ ایک مرتبہ بمبئی کے سفر میں بحیثیت خادم ہم رکاب تھا، اور آپ کے دیرینہ مخلص دوست حافظ امیر حسین صاحب مراد آبادی مرحوم آپ کی مرافقت میں تھے، سیٹھ ابراہیم صاحب مرحوم کے یہاں

قیام فرمایا، جو لکڑی کا کاروبار کرتے تھے۔ایک دن کتابیں خریدنے کے ارادے سے کسی کتب فروش کی دکان پر تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر پان طلب فرمایا، میں نے جیب سے ڈبیا نکال کر پیش کی اور بٹوے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ ندارد تھا، راستے میں کسی نے نکال لیا یا کسی طرح جیب سے نکل کر گر پڑا، میری اس بے احتیاطی پر غصہ ہو کر کرخت لہجے میں فرمایا (دفان ہو) یہ سن کر شیطانی غیرت پیدا ہوئی اور میں چل دیا۔ چلتے چلتے اسٹیشن سامنے آیا دوپہر کا وقت ہو چکا تھا، بھوک لگ رہی تھی۔ ایک خونچہ والا نظر پڑا، اس سے ایک آنے کے ابلے ہوئے چنے خرید کر بقول ملا دوپیازہ (تغارِ خدا) کو بھرا۔

ٹہلتے ٹہلتے ایک مسجد میں پہنچا جہاں کتب خانہ بھی تھا، چھوٹے استنجے سے فراغت پاکر کتب خانے میں داخل ہوا، اور محافظ صاحب سے فہرست کتب طلب کی، انہوں نے فرمایا: کس فن کی کتاب دیکھنا چاہتے ہیں چوں کہ علم نحو کی جانب طبعی رغبت تھی اس لیے خواہش ظاہر کی کہ علم نحو کی کتابیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے فہرست کھول کر سامنے رکھ دی، اس میں فوائد ضیائیہ کا ایک حاشیہ نظر سے گزرا، طلب کرنے پر انہوں نے نکال کر دیا، جب مطالعہ کیا تو اس میں ایک مشہور اعتراض اور اس کا جواب دونوں تھے۔

مشہور اعتراض یہ ہے کہ (الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد) میں (الکلمۃ) کو مبتدا قرار دینا درست نہیں، اس لیے کہ (الکلمۃ) الف لام حرف تعریف اور (کلمۃ) اسم سے مرکب ہے۔ ان میں اول غیر مستقل اور ثانی مستقل ہے، اور مستقل اور غیر مستقل سے مرکب غیر مستقل ہوتا ہے، اور غیر مستقل محکوم علیہ نہیں ہوتا، تو مبتدا بھی نہ ہوگا۔ کیوں کہ ہر مبتدا محکوم علیہ ہوتا ہے، لہٰذا (الکلمۃ) کو مبتدا قرار دینا درست نہ ہوا؟

جواب یہ مذکور تھا کہ حرف تعریف عارض ہے اور (کلمۃ) معروض ہے، اور مجموعہ مبتدا نہیں حتی کہ اعتراض لازم آئے۔ بلکہ مبتدا صرف معروض ہے۔

استاذ معظم میری وجہ سے پریشان ابھی بازار ہی میں تشریف فرما تھے، قیام گاہ پر مراجعت نہ فرمائی تھی۔ اور حافظ صاحب مرحوم تلاش میں مصروف۔ تقریباً دو گھنٹے مطالعہ کرنے کے بعد نماز ظہر ادا کر کے بازار کی طرف رخ کیا، حافظ صاحب مرحوم نے کہیں دور سے دیکھ لیا با آواز بلند جیلانی! جیلانی! کہتے ہوئے دوڑ پڑے، مرحوم طویل قامت، دراز ریش اور بھاری بھرکم انسان تھے ان کے دوڑنے کا منظر عجیب جاذب نظر تھا، دکان دار اور راہ گیر محو تماشہ ہو گئے آواز سننے پر میں نے پلٹ کر دیکھا کہ بے تحاشہ بھاگے چلے آرہے ہیں، میں ٹھہرا، قریب آکر کچھ دیر دم لیا، پھر فرمایا:

حضرت مولانا تمہاری وجہ سے پریشان ہیں، اب تک کھانا بھی نہیں کھایا ہے، بازار ہی میں موجود ہیں۔ انہوں نے تو غصے میں فرمادیا تھا تم سچ مچ چلے آئے۔ چلو! اور ملاطفت کے ساتھ فرمائش کرتے اپنے ساتھ لے گئے۔“

[مقدمہ بشیر القاری: ص ۷، ۸]

صدرالافاضل وغیرہ اساتذہ کا ذکر خیر

آپ اکثر طلبہ کے درمیان اپنے اساتذہ خاص کر صدرالافاضل کا ذکر خیر فرماتے رہا کرتے تھے۔ایک دن فرمایا:
"**حضور صدرالافاضل** وحضرت صدرالشریعہ ہمارے استاد تھے،جن کا پورے ہندوستان میں کوئی جواب نہیں تھا۔ان کے زمانے نے ان جیسا آفتاب علم وفضل نہیں دیکھا۔ان کے شاگردوں کا بھی یہی حال تھا۔یہ مولوی سردار احمد(محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری رضوی)یہ مولوی حبیب الرحمن(مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمن قادری رضوی اڑیسوی)یہ مولوی یزدانی(حضرت علامہ غلام یزدانی اعظمی)یہ حافظ صاحب(حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز مرادآبادی ثم مبارکپوری)یہ مولوی شمس الدین(شمس العلماء حضرت قاضی شمس الدین احمد جعفری رضوی جونپوری)یہ مولوی رفاقت حسین(مفتی اعظم کانپور حضرت مفتی رفاقت حسین مظفرپوری)یہ مولوی محمد سلیمان(حضرت علامہ محمد سلیمان بھاگلپوری)میرے ان ساتھوں کا بھی کوئی جواب نہیں۔لائے زمانہ ان ساتھیوں کا جواب،میرے ان ساتھیوں کا کوئی جواب نہیں تو پھر اساتذہ کرام کا جواب کوئی کہاں سے لاسکتا ہے؟۔"
[شارح بخاری نمبر،کنزالایمان دہلی:اپریل ۲۰۱۱ء۔ص ۹،۸]

پیدائش کے سلسلے میں صدرالافاضل سے یک گونہ مشابہت

صدرالافاضل اور صدرالعلماء کی پیدائش کے معاملے میں ایک طرح کی مشابہت پائی جاتی ہے،وہ یہ کہ صدرالافاضل کی ولادت سے قبل چار بھائی وصال فرما چکے تھے۔اور پھر والد گرامی نے منت مانی کہ اگر بچہ طبعی عمر کو پہنچا تو دین کے لیے وقف کردوں گا،اللہ پاک نے منت پوری فرمائی۔اور آپ کی ولادت ہوئی اور آپ کے عظیم قائد ورہنما بن کر تادم حیات دین کی خدمت کرتے رہے۔
یوں ہی صدرالعلماء کی ولادت سے قبل چار بہنیں پیدا ہوئیں آپ کے والد گرامی نے منت مانی کہ اگر فرزند پیدا ہوا تو وسیع پیمانہ پر گیارہویں شریف کی نیاز پیش کی جائے گی،اللہ پاک نے منت پوری فرمائی اور آپ پیدا ہوئے۔
بحرالعلوم علامہ عبدالمنان اعظمی،تاج العلماء مفتی عمر نعیمی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:
"پیدائش کے سلسلے میں حضرت صدرالعلماء اپنے استاد گرامی اور مخدوم ومطاع حضرت استاذالعلماء مولانا سید نعیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یک گونہ مشابہت رکھتے ہیں۔حضرت مولانا محمد عمر صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
"**استاذالعلماء** سے قبل آپ کے چار بھائی کم عمری میں ہی حفظ مکمل کرکے اللہ کو پیارے ہوگئے تھے،جس سے والد گرامی کو سخت قلق تھا۔**استاذالعلماء** کی ولادت کے وقت آپ کے والد نے بھی منت مانی یا اللہ اگر یہ بچہ عمر طبعی

کو پہنچا، تو میں اس کو خدمت اسلام کے لیے وقف کردوں گا۔" [مضامین بحر العلوم: ج۲ص۱۰۸]

صدرالافاضل کی شفقت

صدرالافاضل آپ پر بہت شفیق و مہربان رہا کرتے تھے۔ آپ کو اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے، جلسوں میں لے جاتے، تعلیمی اوقات کے علاوہ بھی آپ کو پڑھاتے، اور آپ پر خصوصی توجہات فرماتے تھے۔ آپ خود صدر الافاضل کی اپنے اوپر شفقتوں، محبتوں کا ذکر اپنی محفلوں میں کیا کرتے تھے۔ بحر العلوم علامہ عبدالمنان اعظمی جو آپ کے مخصوص تلامذہ میں سے ایک تھے، ان سے ایک بار صدرالافاضل کی شفقت و محبت کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان فرمایا جو پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے، ملاحظہ ہو۔ بحر العلوم لکھتے ہیں:

"ایک حیرت انگیز واقعے کو حضرت صدر العلماء نے بھیگی پلکوں کے ساتھ مجھ سے خود بیان کیا، فرماتے ہیں: میری شادی اس وقت ہو چکی تھی، پہلے فرزند کی ولادت کی خبر مرادآباد میں بذریعہ خط موصول ہوئی۔ **حضرت صدر الافاضل صاحب** کے مصاحبین میں ایک حاجی صاحب تھے جو آپ کی بزم میں ذریعہ تفریح تھے، انہوں نے مجھے چھیڑنا شروع کیا، جیلانی! تمہارے فرزند ہوا ہے مٹھائی کھلاؤ۔ ایک دن **حضرت** کی بزم میں بھی انہوں نے یہی کہنا شروع کیا، آواز ان کی دھیمی تھی مگر مقصد ان کا یہ تھا کہ **حضرت صدرالافاضل** بھی سن لیں۔

حضرت نے پوچھا کیا ہے؟ حاجی صاحب! انہوں نے عرض کی حضور جیلانی میاں کے گھر میں صاحبزادے تولد ہوئے ہیں، میں ان سے اس کی مٹھائی مانگ رہا ہوں۔ **حضرت** نے ہنس کر فرمایا: حاجی صاحب آپ بوڑھے ہو گئے مگر آپ کو بات کا سلیقہ نہیں آیا۔ دادا کی موجودگی میں آپ پوتے کی خوشی کی شیرینی اس کے والد سے مانگتے ہیں۔ آپ کو مجھ سے کہنا چاہیے تھا۔ حضرت آپ کے پوتا آیا ہے، ہم لوگوں کو خوشی کی سوغات ملنی چاہیے۔ جیب سے دس روپے کا نوٹ نکالا اور فرمایا جاؤ مٹھائی لاؤ! اتنا کہنے کے بعد حضرت صدر العلماء نے گلوگیر آواز میں کہا عبدالمنان! جب تک میں زندہ رہوں گا **حضور صدرالافاضل** کی اس شفقت کی لذت بھول نہیں سکتا۔"

[مضامین بحر العلوم: ج۲ص۱۱۲]

صدرالافاضل کا آپ پر اعتماد اور آپ کی صدرالافاضل سے عقیدت

صدرالافاضل آپ پر بہت اعتماد فرماتے۔ اور آپ بھی خوب عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ فراغت کے بعد صدرالافاضل کے حکم پر آپ تاج المدارس، جائس ضلع رائے بریلی میں تدریس کے لیے تشریف لے گئے۔ اور پھر ایک سال کے بعد کرنال کے مدرسہ میں۔ اور وہاں ڈیڑھ سال گزار کر دارالعلوم احسن المدارس کانپور تشریف لے گئے۔
اسی دوران صدرالافاضل کے سفر حج و زیارت کی خبر سن کر آپ مرادآباد تشریف لائے۔

جب آپ پہنچے تو وہاں مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ کے لیے ایک مدرس کی ضرورت کو لے کر کچھ لوگ آئے ہوئے تھے۔ آپ کے پہنچتے ہی صدر الافاضل نے فرمایا "آہا، آہا" لو یہ آ گئے۔ اور پھر صدر الافاضل نے آپ کو میرٹھ جانے کا حکم دے دیا۔ حالاں کہ آپ کانپور میں مدرس تھے مگر صدر الافاضل کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سارے اعذار کو پس پشت ڈال کر میرٹھ تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ جنوری ۱۹۳۶ء کا ہے۔ اس وقت سے تادم حیات آپ میرٹھ کے مدرسہ اسلامیہ میں ہی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس واقعے کو آپ کے صاحبزادے گرامی وقار حضرت مولانا سید محمد یزدانی صاحب نے اپنی کتاب "حضور صدر العلماء ایک تاریخ ساز شخصیت" میں بیان کیا ہے، ہم وہ پورا واقعہ یہاں نقل کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"حضرت مولانا امیر الدین صاحب علیہ الرحمہ مدرس مدرسہ حافظیہ سعیدیہ سے **معلوم ہوا کہ استاذ العلماء حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ** زیارت حرمین شریفین کو جانے والے ہیں، نظر بر آں بغرض حصول زیارت **استاذ معظم** کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت صدر العلماء کے مراد آباد پہنچنے سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل مخدوم ومعظم حضرت مولانا محمد حسین صاحب علیہ الرحمہ طلسمی پریس فرستادہ چھوٹی سرکار قدس سرہ بغرض انتخاب صدر مدرس مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرپھ پہنچ چکے تھے۔

چناں چہ حضرت صدر العلماء کو دیکھتے ہی **حضرت صدر الافاضل** نے مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت مولانا موصوف سے فرمایا: "آہا، آہا" (یعنی میرٹھ کی مسند صدارت کے لیے ہم نے انہیں منتخب کر دیا) لو یہ آ گئے، انہیں لے جاؤ۔ بس اتنا ہی فرمایا، حضرت صدر العلماء سمجھ نہ سکے کہ کیا ماجرہ ہے، اور دوسری گفتگو شروع ہو گئی۔ بعد فراغت طعام حضرت مولانا موصوف نے بالتفصیل قصہ سنایا۔ حضرت صدر العلماء نے عرض کیا، میں تو کانپور میں ہوں، اور وہاں آئے بھی چند ماہ ہوئے ہیں، میں کیسے جا سکتا ہوں؟ فرمایا آپ کے استاذ معظم حکم دے چکے ہیں، کیا حکم عدولی کیجیے گا؟ جس کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ بالآخر ان کے ساتھ چھوٹی سرکار کی خدمت میں تشریف لے گئے یہاں رنگ ہی کچھ اور تھا۔ دو تین دن میں دل مانوس ہو گیا۔" [حضور صدر العلماء ایک تاریخ ساز شخصیت: ص ۴۰]

یہاں ہم اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ شہزادہ گرامی نے اپنے اس مرتبہ سوانح میں میرٹھ میں صدر العلماء کا آغاز تدریس ۱۹۳۵ء سے شمار کیا ہے حالاں کہ یہ بات خود موصوف کے بیان کردہ واقعے کے مطابق نہیں ہے۔ موصوف گرامی نے صدر الافاضل کے حج کے موقع پر میرٹھ جانے کی بات تحریر فرمائی ہے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ صدر الافاضل ۱۹۳۶ء میں سفر حج کے لیے تشریف لے گئے تھے اس سے پہلے سفر حج کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔ (تفصیل صدر الافاضل کے حج کے باب میں قارئین پڑھ سکتے ہیں) تو پھر سن ۱۹۳۵ء کیسے درست ہو گی؟ اس لیے درست یہی ہے کہ صدر العلماء ۱۹۳۶ء میں میرٹھ تشریف لے گئے تھے۔

صدرالافاضل کی نماز جنازہ وفاتحہ سوئم میں شرکت

صدرالافاضل کی نماز جنازہ میں ملک بھر کے مشائخ، علماوفضلا نے شرکت فرمائی۔آپ بھی شریک نماز جنازہ ہوئے۔اور تیسرے روز فاتحہ سوئم میں بھی شرکت فرمائی۔

سنی کانفرنس میں خدمات

صدرالافاضل کی قائم کردہ تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس میں آپ نے خوب خدمات انجام دیں۔ سنی کانفرنس کے مختلف جلسوں، کانفرنسوں میں شرکت فرمائی۔ہم دو چند کانفرنسوں، کا ذکر یہاں کیے دیتے ہیں۔

مرادآباد

۱۴تا۱۷/جولائی ۱۹۴۵ءکوجامعہ نعیمیہ مرادآباد میں سنی کانفرنس کے صوبائی اجلاس میں آپ نے شرکت فرمائی۔ان ایام میں جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس بھی ہوئے۔

[اخبار دبدبہ سکندری:۲۵/جولائی ۱۹۴۵ء ص ۱۲۔اخبار الفقیہ امرت سر:۲۱تا۲۸/جولائی ۱۹۴۵ء ص ۱۲]

نیز ۱۷تا۱۹/جون ۱۹۴۷ءکوجامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر سنی کانفرنس کا ایک خصوصی اجلاس ہوا۔ان جلسوں میں بھی آپ نے شرکت فرمائی۔[اخبار دبدبہ سکندری:۲۳/جون ۱۹۴۷ء ص ۷]

علی گڑھ

ریاست دادوں ضلع علی گڑھ میں ۳/مئی ۱۹۴۶ءکوسنی کانفرنس کا ایک جلسہ ہوا،جس میں آپ نے سنی کانفرنس اغراض ومقاصد اور اہمیت وافادیت کے حوالے سے بہت ہی عمدہ خطاب فرمایا۔خطاب میں آپ نے لوگوں کوسنی کانفرنس سے وابستہ ہوکر اسے کامیاب کرنے کی اپیل کی۔اوراس کی ایک شاخ میرٹھ میں تشکیل دینے کی بات رکھی،جس پرلوگوں نے خوشی کے ساتھ رضامندی ظاہر فرمائی۔چناں چہ آپ کے حکم پر سنی کانفرنس علی گڑھ کی ایک مجلس منتظمہ منتخب ہوئی۔

[اخبار دبدبہ سکندری:۲۰/مئی ۱۹۴۶ء ص ۷،۸۔بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس:ص ۱۵۲]

دین نگر ضلع مرادآباد

۲۰،۲۱/اپریل ۱۹۴۷ءکوضلع مرادآباد کے قصبہ دین نگر میں سنی کانفرنس کے اجلاس ہوئے۔جن میں آپ شریک ہوئے۔آپ کا خطاب بھی ہوا۔اس اجلاس میں یوپی اسمبلی کے بعض کانگریسی اراکین کی طرف سے عربی مدارس

کے قدیم نصاب میں دخل اندازی کے خلاف احتجاج ہوااور درج ذیل تجویز پاس ہوئی۔

''قدیم نصاب میں دخل اندازی کیے بغیر اگر علمائے اہل سنت کچھ اضافہ کرنا چاہیں توان کو اختیار ہے''

جلسہ میں نصاب تعلیم میں اضافہ سے متعلق جن علما کا انتخاب ہوا، ان میں آپ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔

[اخبار دبدبہ سکندری ۳۰/اپریل ۱۹۴۷ء ص ۴۔ بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، ص ۱۸۶ تا ۱۸۸]

موتمر العلماء کی رکنیت

سنی کانفرنس کے علاوہ علما کی ایک تنظیم بنام موتمر العلماء'' قائم ہوئی۔ اس تنظیم کے تحت مرادآباد میں ۳/اکتوبر اور ۴/اکتوبر ۱۹۳۹ء کو دوروزہ اجلاس ہوئے۔ جس میں صدرالافاضل کے علاوہ چالیس (۴۰) اراکین مقرر ہوئے۔ اس میں آپ بھی شامل رہے۔ اور اس میں آپ کا نام اس طرح درج ہوا۔

''حضرت مولانا مولوی سید غلام جیلانی صاحب صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ''

[مطبوعہ اہل سنت برقی پریس مرادآباد ص ۲]

جامعہ نعیمیہ سے آپ کا لگاو

اپنے مادر علمی جامعہ نعیمیہ سے آپ بے حد لگاو رکھتے تھے۔ اسی لیے تادم حیات جامعہ نعیمیہ میں آنے جانے کا سلسلہ جاری رہا۔ ہفتہ عشرہ میں جامعہ نعیمیہ آنا معمول میں شامل تھا۔ جامعہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلا کام صدرالافاضل کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کا تھا۔ اس کے بعد کار دیگر۔ جامعہ نعیمیہ کے حوالے سے کئی دل چسپ واقعات پڑھنے اور سنے جانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا محمد یامین صاحب مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے حکم پر فقیر نے حضرت کی یادداشت کے مطابق کچھ دو چند واقعات قلم بند کیے تھے جن کو یہاں بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ ہو۔ مہتمم صاحب نے فرمایا:

''حضرت کے متعلق جو باتیں فی الحال میرے حافظے میں ہیں وہ بیان کرتا ہوں۔

جامعہ نعیمیہ میں آپ ہر عشرہ پندرہ دن میں تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ جب جامعہ میں تشریف لاتے تو پہلے جامعہ میں موجود چبوترہ پر اپنا سامان رکھتے، وضو فرماتے اور **حضور صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** کے مزار پر انوار پر حاضری کا شرف حاصل فرماتے۔ فاتحہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد **حضور صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** کی درس گاہ جسے مہمان خانے کی حیثیت حاصل تھی، آپ وہاں قیام فرماتے اور وہیں آپ سب سے ملاقات فرماتے۔

حضرت العلام مولانا محمد یونس صاحب قبلہ نعیمی علیہ الرحمۃ سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ بھی آپ سے ملاقات کے لیے آتے اور زیادہ تر وقت آپ کے پاس ہی گزارتے۔

جامعہ نعیمیہ کے کنویں کی صفائی اور صدرالافاضل کا دست کرم

مہتمم صاحب فرماتے ہیں:

" حضرت مولانا یونس صاحب اور حضرت صدرالعلماء کے مابین دوستانہ گہرے مراسم تھے۔ دونوں حضرات کے درمیان دوران طالب علمی ہی سے سلسلہ محبت مربوط تھا۔ مولانا یونس صاحب قبلہ کبھی کبھی زمانہ طالب علمی میں صدرالعلماء کے ساتھ اپنی رفاقت کے واقعات سناتے رہتے تھے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ

"مولانا غلام جیلانی میرے ہم سبق ساتھیوں میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ میرے ہم خیال تھے۔ مولانا کو اکتساب علم کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ وقت کو کبھی ضائع نہیں فرماتے۔ خارجی اوقات میں مسجد و مدرسہ کی صفائی وغیرہ کا بہت خیال رکھتے تھے۔

حضور صدرالافاضل علیہ الرحمۃ کی قیام گاہ کے قریب ایک کنواں تھا جس کا پانی گندہ ہو چکا تھا۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ آج جمعرات ہے بعد نماز ظہر اس کنویں کی صفائی کریں گے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے ظہر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد کنویں کی صفائی کے لیے ہم دونوں تیار ہو گئے۔ کنواں کافی بھیانک تھا، اس کو دیکھنے ہی سے دہشت محسوس ہوتی تھی۔ خیر مولانا نے مجھ سے کہا کہ میں رسی پکڑتا ہوں تم کنویں میں اتر جاؤ! میں راضی ہو گیا، اور رسی کے ذریعے کنویں میں اترنے لگا۔ لیکن جیسے جیسے میں اندر اترتا جارہا تھا کنویں کی تاریکی سے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوتی جارہی تھیں۔ اور آخر کار میری قوت برداشت نے جواب دے ہی دیا۔ میں نے بلند آواز سے کہا: جیلانی مجھے اوپر کھینچو! مولانا نے مجھے بہت کھینچنے کی کوشش کی۔ لیکن بہترین صحت کے مالک ہونے کے باوجود بھی وہ مجھے اوپر نہ کھینچ سکے۔ میں شور مچا رہا تھا کہ یکایک میری آواز **حضور صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** کی سماعت سے ٹکرائی۔

حضور صدرالافاضل علیہ الرحمۃ نے اپنی نشست گاہ سے نکل کر دیکھا۔ اور مولانا کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: کیا بات ہے جیلانی؟ مولانا نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا: حضور کنویں میں (مولانا) یونس ہیں۔ **حضور صدرالافاضل** فوراً تیز قدموں سے کنویں کے قریب آئے۔ اور مولانا کے ہاتھوں سے رسی لے کر ایک ہی جھٹکے میں مجھے کنویں سے باہر کھینچ لیا۔ اور آئندہ ہمیں ایسا نہ کرنے کی تنبیہ فرماتے ہوئے آپ اپنی نشست گاہ کی جانب تشریف لے گئے۔ کافی دنوں تک یہ واقعہ اساتذہ وطلبہ کے مابین موضوع گفتگو بنا رہا۔"

جامعہ نعیمیہ میں آپ کا معمول

مہتمم صاحب فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد یونس صاحب چوں کہ میرے استاد بھی تھے اور رشتے میں تایا بھی لگتے تھے، اس لیے

میں زیادہ تر انہیں کی خدمت میں رہتا تھا۔ اور جب حضرت صدر العلماء تشریف لاتے تو حضرت کی خدمت پر مجھے ہی مامور کیا جاتا تھا۔ حضرت کو کھانا وغیرہ بھی میں ہی کھلایا کرتا تھا۔ آپ کھانے میں کبھی تکلف نہیں فرماتے جو کچھ سامنے آتا بصد شوق تناول فرماتے۔ آپ شیریں پسند بہت تھے۔ میٹھی چائے میں مزید ایک بڑا چمچ شکر ڈالنا آپ کا معمول تھا۔ آپ کئی کئی روز جامعہ میں قیام فرماتے۔ اور جب واپس تشریف لے جاتے تو اپنی یادیں چھوڑ جاتے۔ بڑے آپ کے طرز ادب و تعظیم کو موضوع سخن بناتے۔ احباب آپ کے دوستانہ مراسم پر تبصرہ فرماتے اور چھوٹے آپ کے مشفقانہ طرز عمل کو یاد کر کے محظوظ ہوتے۔ احقر سے حضرت کافی محبت فرماتے تھے اور ہمیشہ شفقت و محبت سے پیش آتے۔"

صدر العلماء کی شفقت و مروت

مہتمم صاحب فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ میرا دہلی جانا ہوا۔ اتفاق سے جامع مسجد کے قریب میں نے دیکھا کہ حضرت کھڑے ہوئے ہیں، میں نے فوراً خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ سلام و دعا کے بعد حضرت نے میرے آنے کے متعلق پوچھا: میں نے عرض کیا: حضور کتابوں کے سلسلے میں آیا تھا۔ فرمایا کھانا کھالیا۔ میں نے کہا جی۔ حضرت نے فرمایا بھٹیاروں میں کھایا ہوگا؟ میں نے اثبات میں گردن ہلادی۔ بھٹیاروں میں چوں کہ بہت سستا کھانا ملتا تھا پچیس پیسے میں آدمی شکم سیر ہو جاتا تھا۔ اور کھانا بھی اچھا ہوتا تھا۔ اس لیے میں زیادہ تر وہیں کھایا کرتا تھا۔

حضرت نے فرمایا آؤ میرے ساتھ میں کھانا کھلواؤں گا۔ میں نے بہت منع کیا، لیکن حضرت کے شفقت و محبت آمیز اصرار پر مجبوراً ہو گیا اور حضرت کے ساتھ چل دیا۔ تھوڑی دور پر ہی ایک بڑا مشہور ہوٹل تھا۔ حضرت کے ساتھ میں نے اس ہوٹل میں کھانا کھایا، کھانے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نے فرمایا: چلو میں تمہیں برف کی ٹکی کھلواتا ہوں۔ حضرت کو ٹھنڈی چیزوں کا بہت شوق تھا۔ شدت کی گرمی ہوتی یا کڑکتی ٹھنڈ گھڑے کا ٹھنڈا پانی پینا آپ کی عادت میں شامل تھا۔ خیر حضرت نے برف کی دو ٹکی لیں، ایک مجھے دی اور دوسری خود لی۔ جب میں فارغ ہو گیا تو اور لینے کو کہا۔ میں نے باصرار منع کیا تو حضرت نے خود اپنے لیے ایک اور ٹکی لی۔"

صدر العلماء کا کمال احتیاط

مہتمم صاحب مزید فرماتے ہیں:

"جب حضرت خورد و نوش سے فارغ ہو گئے تو میں نے عرض کیا حضرت دہلی کس لیے آنا ہوا؟ حضرت نے فرمایا اپنی کتاب "نظام شریعت" کی طباعت کے سلسلے میں آیا ہوں اور بہت جلد ان شاء اللہ میری کتاب منظر عام پر آجائے گی۔ میں نے چوں کہ اس وقت تدریس کے علاوہ خارجی اوقات میں کتابوں کی تجارت کا کام شروع کر رکھا تھا۔

اس لیے تھوڑی دیر میں نے حضرت سے حضرت کی کتاب کے متعلق تجارتی انداز میں تبادلہ خیال کیا اور پھر حضرت سے دعائیں لے کر رخصت ہوا۔ اور جس کام کے لیے دہلی گیا تھا اس کو سرانجام دیا۔

کچھ دنوں کے بعد پتہ چلا کہ حضرت کی کتاب مستطاب نظام شریعت مارکیٹ میں آگئی ہے۔ میں نے حضرت سے رابطہ کیا اور چند عدد نظام شریعت طلب کیں۔ حضرت چوں کہ اپنی تصانیف کے سلسلے میں کافی محتاط رہتے تھے اس لیے خود ہی اپنی کتابوں کی طباعت کراتے خود ہی تجارت فرماتے تھے۔ مستقل کوئی دوکان نہیں تھی بلکہ مدرسہ عربیہ میرٹھ میں آپ اپنے حجرہ شریفہ میں کتابیں رکھتے اور تاجرین کتب کے مطالبے پر کتابیں ان کے پتے پر ارسال فرمادیا کرتے تھے۔ حضرت نے چند عدد نظام شریعت میرے پتے پر بھی ارسال فرمادیں جو چند روز کے اندر ہی مجھے موصول ہوگئیں، ان کتابوں کی مجموعی قیمت تین سو پندرہ روپے سترہ پیسے تھی میں نے تین سو پندرہ روپے کا منی آرڈر حضرت کے نام روانہ کردیا۔ جب حضرت کو یہ رقم مل گئی تو حضرت نے میرے نام ایک نامہ ارسال فرمایا جسے نصیحت نامے سے موسوم کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ حضرت نے اس خط میں دیگر تمام باتوں سے قطع نظر درج ذیل نصیحت آمیز جملہ جو آج تک میری رہنمائی کررہا ہے۔ کچھ اس انداز میں تحریر فرمایا:

''مطلوبہ رقم تین سو پندرہ روپے سترہ پیسوں میں سے تین سو پندرہ روپے وصول ہوئے اور سترہ پیسے آپ پر باقی رہے۔''

میں نے دوسرے روز سترہ پیسہ کا منی آرڈر حضرت کے نام ارسال کیا۔ حضرت نے سترہ پیسے وصول ہونے کے بعد پھر مجھے ایک خط تحریر فرمایا جس میں دعاؤں سے نوازتے ہوئے سترہ پیسے کی وصولیابی کی اطلاع فراہم فرمائی۔ یہاں یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ حضرت کا مجھ سے سترہ پیسے کا مطالبہ کرنے سے مبادا یہ نتیجہ نہ اخذ کیا جائے کہ حضرت نے مجھ سے اتنی شفقت ومحبت کے باوجود سترہ پیسے کی حقیر رقم کا مطالبہ کرکے پیسوں کو رشتہ محبت پر ترجیح دی۔ ہرگز نہیں! بلکہ حضرت نے اس حقیر رقم کا مطالبہ کرکے تجارت میں خصوصاً پیسوں کے لین دین میں احتیاط سے کام کرنے کی نصیحت کے علاوہ اور بھی بے شمار کارآمد، مفید نصیحتیں عطا فرمائیں جو آج تک میری رہنمائی فرمارہی ہیں۔

مزید برآں کہ شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے تجارت کا کام کرنا ایک مشکل امر ہے۔ احقر نے صدر العلماء کے اندر یہ خصوصیت دیکھی کہ شریعت کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے، احتیاط کا دامن مضبوطی سے تھام کر نہایت ہی خوش اسلوبی سے آپ تجارت کا کام سرانجام دیتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی اسی نہج پر چلنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے کہا حضرت آپ نے کتابوں کی قیمت زیادہ کردی ہے تو مزاحیہ لب ولہجہ میں فرمایا: ''میاں زکوۃ کا پیسہ اسی سے تو نکالنا ہوتا ہے'' حضرت کے اس جملہ سے کئی مفہوم اخذ کیے جاسکتے ہیں جنہیں اہل علم حضرات ہی جانیں گے اور محظوظ ہوں گے۔''

یہ باتیں مہتمم صاحب نے فقیر کو ۱۰؍ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ۔ بروز شنبہ، بیان فرمائیں۔

شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں رضوی

شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ مولانا محمد حشمت علی خاں بن حضرت حافظ محمد نواب علی خان، لکھنوکی سر زمین پر۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی نے آپ کا نام محمد حشمت علی اور علامہ ہدایت رسول رامپوری علیہ الرحمۃ نے محمد صدیق تجویز فرمایا۔ اور آپ کو شہرت شیر بیشہ اہل سنت کے لقب سے حاصل ہوئی۔

دس سال کی عمر شریف میں حفظ قرآن مکمل فرمایا۔ گیارہ سال کی عمر شریف میں روایت حفص کا امتحان دے کر اعلیٰ نمبروں سے پاس ہوئے۔ تیرہویں سال میں قراءت سبعہ سے فارغ ہوئے۔ دیوبندی جماعت کے مدرسہ فرقانیہ میں تحصیل علم کے لیے گئے اور دیوبندی علما سے متاثر ہوگئے، لیکن امام اہل سنت کی کتاب تمہید ایمان کا مطالعہ کرنے کے بعد دیوبندیت کی طرح رجحان سے توبہ کی اور ۱۳۳۵ھ میں لکھنوٴ کے ایک جلسے میں حضور حجۃ الاسلام اور حضور صدر الشریعہ سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ حضور حجۃ الاسلام سے امام اہل سنت سے بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ ابھی صدر الشریعہ سے وکالتاً بیعت ہوجائیں اور جب بریلی شریف آئیں تو امام اہل سنت سے تجدید بیعت کرلیں۔ اس طرح آپ نے حجۃ الاسلام کے حکم سے صدر الشریعہ کی وکالت میں امام اہل سنت کی بیعت حاصل کی۔ اور جب بریلی شریف حاضر ہوئے تو تجدید بیعت کرلی۔ ۱۳۳۶ھ میں بریلی شریف منظر اسلام میں داخلہ لیا۔ اور یہاں علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل فرمائی۔ امام اہل سنت کے فیوض و برکات سے خوب مستفیض ہوئے۔

۱۳۳۸ھ میں ہلدوانی میں دیوبندی جماعت کے مولوی یاسین خام سرائی سے مناظرہ کے لیے امام اہل سنت نے آپ کا انتخاب فرمایا۔ آپ اس مناظرہ سے فتح و کامران واپس ہوئے۔ امام اہل سنت نے خوش ہوکر آپ کو اپنا روحانی بیٹا قرار دیا اور پانچ روپے ماہوار مقرر کیا جو آپ کو تاحیات خاندان امام اہل سنت سے ملتا رہا۔ ۱۳۴۰ھ شعبان میں منظر اسلام سے سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ حجۃ الاسلام نے اپنا جبہ مبارکہ پہنا کر آپ کو خلافت کے شرف سے مشرف فرمایا۔ مدرسہ منظر اسلام اور دیگر مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ جماعت رضائے مصطفیٰ اور دیگر سنی تنظیموں اور تحریکوں میں شامل رہے۔ شدھی تحریک وغیرہ تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آریوں، وہابیوں دیوبندیوں سے بہت سے معرکۃ الآرا مناظرے کیے۔ بہت سی کتابیں تحریر فرمائیں۔ سیکڑوں تبلیغی دورے فرمائے۔ سید العلماء مولانا سید آل مصطفیٰ مارہروی، مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا جیلانی بریلوی اور بہت سے نامور تلامذہ یادگار چھوڑے۔

۸/ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ مطابق ۳/ جولائی ۱۹۶۸ء اتوار کے دن آپ کا وصال ہوا۔ پیلی بھیت میں آپ کی تدفین ہوئی۔ ہر سال تاریخ مقررہ پر عرس کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔

صدرالافاضل سے تحصیل علم وکسب فیض

جامعہ نعیمیہ کی قدیم روداد بابت نومبر ۱۹۵۲ء تا ۳۱؍ دسمبر ۱۹۵۴ء۔ میں نیز مسموعی راویات کے مطابق آپ جامعہ نعیمیہ میں تحصیل علم کے لیے حاضر ہوئے۔ اور صدرالافاضل کی بارگاہ میں زانوے ادب طے کرکے شرف تلمذ حاصل کیا۔ البتہ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کس سن میں آپ جامعہ میں زیر تعلیم رہے۔ آپ کے حقیقی چھوٹے بھائی محبوب ملت مولانا محبوب علی خاں کی لکھی ہوئی کتاب ''سوانح شیر بیشہ سنت'' جو شیر بیشہ اہل سنت کے وصال کے سال ہی لکھی گئی۔ جس کا تاریخی نام ''مشاہدہ مولانا حشمت علی'' (۱۳۸۰ھ) ہے۔ اس میں شیر بیشہ کے اساتذہ میں صدرالافاضل کا اسم گرامی بھی ذکر کیا گیا ہے۔

صدرالافاضل کے ہاتھوں دستار بندی

امام اہل سنت قدس سرہ کے وصال کے سال یعنی ۱۳۴۰ھ میں منظر اسلام سے آپ کی فراغت ہوئی۔ مدرسہ کے سالانہ اٹھارہویں اجلاس منعقدہ ۲۲ تا ۲۴؍ شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۱ تا ۲۳؍ اپریل ۱۹۲۲ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار کو علماے کرام کے مقدس ہاتھوں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ اس موقع پر صدرالافاضل بھی شریک رہے، خطابت بھی فرمائی اور دیگر علما کے علاوہ آپ نے بھی شیر بیشہ اہل سنت کی اپنے ہاتھوں سے دستار بندی فرمائی۔ تفصیل کے لیے اخبار دبدبہ سکندری ۸؍ مئی ۱۹۲۲ء ص ۴،۵،۶۔ اور سوانح شیر بیشہ اہل سنت مرتبہ محبوب ملت مولانا محبوب علی قادری ص ۴۷۔ ملاحظہ فرمائیں۔

صدرالافاضل کی معیت میں مناظرانہ سرگرمیاں

صدرالافاضل نے بہت سے مناظرے فرمائے کچھ مناظروں میں آپ بھی صدرالافاضل کے ساتھ رہے۔ کچھ مناظرانہ معاملات میں آپ نے صدرالافاضل کا خوب دفاع بھی کیا۔ آریہ سماجی پنڈتوں خاص کر پنڈت شردھانند، ستیہ پال کے خلاف صدرالافاضل کی مناظرانہ کاروائیوں میں صدرالافاضل کے دفاع میں پنڈتوں کو چیلنج کیا اخبارات واشتہارات میں تحریر چیلنج شائع کرائی۔ یہاں ان تحریروں سے صدرالافاضل سے متعلق اقتباسات پیش ہیں۔ لکھتے ہیں:

''ماسٹر بلدیو پرشاد اور پنڈت رامچندر صاحب دہلوی **حضرت صدرالافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب قبلہ مدظلہم العالی** کے مقابل جس طرح لاجواب ہوئے اور مجمع عام میں اپنے عجز کے اقرار کیے وہ منظر ہزارہا آدمیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

تمام بریلی کے وہ لوگ جو اس جلسے میں شریک تھے جانتے ہیں کہ ماسٹر بلدیو پرشاد کے تمام رفقا ان کی نازک

حالت دیکھ کر ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے تھے۔ اوران بیچارے کی یہ حالت تھی ہمت ہارے ہوئے کئی کئی منٹ کے بعد اٹھتے تھے، جس پر مضحکہ ہورہا تھا۔ اور پنڈت رامچندر صاحب تو ایسے عاجز ہوئے کہ انہوں نے ہزار ہا آدمیوں کے مجمع میں صاف اقرار کیا کہ "وید سرچشمہ علوم نہیں ہے اور وید کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت نہیں پیش کر سکتا" کیا یہی **حضرت صدرالافاضل** کی زک ہے کیا اسی کو حضرت استاذ العلماء کی شکست فاش کہتے ہیں اگر زک اور شکست فاش کے یہی معنی ہیں تو ایسی زک اور شکست فاش آپ ہمیں ہزار بار دیجیے... اس لیے ۲۰؍ستمبر ۱۹۲۳ء کو پنڈت شردھانند صاحب بریلی میں مناظرہ کے لیے تشریف لائیں اور ہمارے چیلنج کے مطابق حقانیت وید کے ثبوت پیش کریں۔ تعلیوں کی ضرورت نہیں۔ میدان مناظرہ میں باطل کا راز فاش ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اس تاریخ میں **حضرت سیدی صدر الافاضل استاذ العلماء جناب مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ مدظلہم العالی** بھی بریلی میں تشریف فرما ہوں گے آپ کو چاہیے کہ پنڈت شردھانند کی تشریف آوری کی اطلاع ایک ہفتہ قبل بذریعہ رجسٹری آپ دیں۔"

[اخبار دبدبہ سکندری: ۱۰؍ستمبر ۱۹۲۳ء، ص ۸]

دوسرے اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں:

"**حضرت سیدی صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مدظلہم العالی** نے پنڈت شردھانند کو مناظرہ کا چیلنج دیا وہ بذریعہ رجسٹری پنڈت.... اگرچہ آپ کے سماج بھر میں کوئی بھی **حضرت استاذ العلماء مدظلہ العالی** کے مقابل آنے کے قابل نہیں...... ہماری طرف سے ۲۰؍ستمبر مناظرہ کے لیے مقرر ہے **حضرت استاذ العلماء مدظلہ العالی** اس تاریخ کو بریلی تشریف فرما ہوں گے... اگر تاریخ مذکور پر پنڈت شردھانند مناظرے کے لیے حاضر نہ ہوئے تو ویدک دھرم کی شکست فاش اور آریہ سماج کا فاحش فرار ہوگا"

[مرجع سابق: ۱۷؍ستمبر ۱۹۲۳ء، ص ۸، ۹]

آگرہ، فیروز پور اور دیگر متاثرہ علاقوں میں آریوں کے خلاف محاذ آرائی میں صدرالافاضل کے ساتھ ساتھ رہے۔ تفصیل صدرالافاضل کے مناظروں کے باب میں ملاحظہ کریں۔

وہابی، دیوبندی بدمذہبوں سے صدرالافاضل نے بہت سے مناظرے فرمائے۔ کچھ ایسے مواقع بھی پیش آئے کہ مدمقابل آپ کے شایان شان نہ تھا، تو آپ کے تلامذہ میدان میں نکل کر آئے۔ حرمین شریفین کے مقامات مقدسہ و مآثر متبرکہ کے انہدام و بے حرمتی کے خلاف جب آپ نے والی نجد عبدالعزیز ابن سعود کو دعوت مناظرہ دی تو غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امرت سری نے مناظرے کے لیے آمادگی ظاہر کی۔ جواب میں مفتی محمد عمر نعیمی اور شیر بیشہ اہل سنت نے صدرالافاضل کے دفاع میں کارروائی کی۔ تفصیل صدرالافاضل کے مناظروں کے باب میں گزر چکی ہے۔

ہم یہاں شیر بیشہ اہل سنت کی دفاعی تحریروں میں سے صدرالافاضل کے تعلق سے عقیدت آمیز اقتباس نقل

کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں۔ آپ رقم طراز ہیں:

"**حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء جناب مولانا مولوی حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی دامت برکاتھم** نے نجدی کو اعلان دیا کہ وہ علما باطل پر ہیں اور اس کے اعتقاد میں حق پر ہوں تو ہم ان سے مناظرہ کے لیے تیار ہیں ہم سے مناظرہ کرلیں اور جب تک مناظرہ ہو نجدی اس قسم کے افعال سے باز رہیں۔ اس پر جناب مولوی ثناء اللہ امرت سری نے ایک رجسٹری **حضرت ممدوح** کی خدمت میں بھیجی جس میں مناظرے کی استدعا کی ہے لطف یہ ہے کہ نہ آپ کو نجدی نے وکیل کیا نہ آپ کے قبول وعدول کو اپنا قبول وعدول مانا نہ آپ کے ہار جانے پر اپنے افعال سے تائب ہونے اور ان کی تلافی کرنے کا قابل اطمینان ذمہ لیا۔ مگر آپ ہیں کہ خود ساختہ وکیل اور مناظرہ بھی کس سے کرنا چاہتے ہیں ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

پادرہ متعلقہ بڑودہ کی شرمناک شکست جسے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے اور جس مناظرہ کی تحریریں میری اور آپ کی دونوں قلم بند ہیں اب کس ہمت پر مناظرے کا اعلان کر رہے ہیں جس سے آپ نے مناظرے کا ارادہ کیا ہے اس کے ایک طالب علم سے بھی آپ کو مجال گفتگو نہیں میں آپ کی خدمت کے لیے پھر حاضر ہوں"

خاک پائے حضرت استاد العلماء مدظلہم العالی

فقیر ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ

[اخبار الفقیہ: ۱۴/ اکتوبر ۲۶ء ص ۷۔ السواد الاعظم مرادآباد، جمادی الاولی ۱۳۴۵ھ، ص ۵]

مذکورہ اقتباس صدر الافاضل سے آپ کی عقیدت ووارفتگی کا بڑا ثبوت ہے۔ آپ نے اس تحریر کے ذریعہ جس نیاز مندی وعقیدت کیشی کا اظہار کیا ہے اس سے اندازہ لگا پانا کوئی مشکل نہیں ہے کہ صدر الافاضل کا آپ کے دل میں کیا مقام واحترام رہا ہوگا۔

ادری، لاہور اور ملک کے مختلف شہروں میں وہابیوں دیوبندیوں کے خلاف صدر الافاضل کے بہت سے مناظروں میں شیر بیشہ اہل سنت بھی حاضر خدمت رہے ہیں۔ یہ صدر الافاضل کا آپ پر اعتماد و بھروسے کا بڑا ثبوت اور صدر الافاضل سے آپ کی عقیدت ونیاز مندی کی بڑی مثال ہے۔

مرادآباد میں دیوبندی مقرر کے مقابل صدرالافاضل کی طرف سے آپ کا انتخاب

مرآدباد میں دیوبندی جماعت کا ایک مزاحیہ اور لفاظ مقرر عطاء اللہ شاہ بخاری دس روزہ پروگرام کے لیے دیوبندی جماعت کی طرف سے مدعو کیا گیا۔ صدرالافاضل کا اس کے مقابلہ پر آنا آپ کے شایان شان نہیں تھا۔ ایسے لفاظوں کے لیے تو آپ کے تلامذہ ہی کافی تھے۔ صدرالافاضل نے شیر بیشہ اہل سنت کو خط لکھا اور پندرہ روزہ پروگرام کا اعلان کرادیا۔ آپ صدرالافاضل کے حکم پر مرادآباد حاضر ہوئے اور اپنے خطابات سے مولوی عطاء اللہ کی تقریروں کو بے اثر کردیا۔ مولانا محبوب علی خان قادری تحریر فرماتے ہیں:

”مرادآباد میں احراری لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی کا دس روزہ پروگرام مقرر ہوا اور پوسٹر شائع ہوا۔ **حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ** نے اس کے مقابل حضرت شیر بیشہ سنت کو خط بھیجا اور آپ کے پندرہ روزہ پروگرام کا پوسٹر شائع کرایا۔ حضرت کو خط ملا اور تاریخ مقررہ پر آپ مرادآباد پہنچ گئے۔ اور عطاء اللہ جیسے پھکڑباز، لطیفہ گو کی تقریروں کو اپنی حق بیانی سے بفضلہٖ تعالیٰ بعون حبیبہٖ علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلاۃ وادوم التحیۃ بالکل ناکام بنایا۔ ان کے پنڈال میں سناٹا چھا گیا۔ دیوبندی سخت پریشان ہوئے تو یا کوتوال الغیاث، یا کلکٹر المدد کے وظیفے پڑھنے لگے ؎

یارسول اللہ کہنا جس دھرم میں شرک تھا
المدد یا کوتوال ان کا وظیفہ ہوگیا

جب حکومت کی طرف سے بھی ناکام ہوئے۔ اور حضرت شیر بیشہ سنت کے پرامن جلسوں پر کوئی پابندی نہ لگی تو بخاری دیوبندی کو ۵، ۶۔ بیانوں کے بعد ہی کسی بیماری کا بہانہ کرکے مرادآباد سے بھاگنا پڑا۔ اور حضرت نے پندرہ روز کا پروگرام کرکے مراجعت فرمائی۔“ [سوانح شیر بیشہ سنت: ص ۹۰]

صدرالافاضل کے سفر حج میں ہمرکابی

صدرالافاضل کے پہلے سفر حج بتاریخ ۲۵/ جنوری ۱۹۳۶ء بروز ہفتہ مرادآباد سے صدرالافاضل کی ہم رکابی میں جانے والے علما و احباب میں شیر بیشہ اہل سنت بھی تھے۔ یہ صدرالافاضل کا پہلا سفر حج تھا اور آپ کا بھی۔ آپ کے تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ہم نے اس سفر حج کی تفصیل صدرالافاضل کے حج کے باب میں بیان کردی ہے۔

الصوارم الہندیہ میں صدرالافاضل کا فتویٰ

شیر بیشہ اہل سنت نے ۱۳۴۵ھ میں حسام الحرمین کی تصدیق و تائید میں ہندوپاک کے علمائے کرام کے فتاوی کتابی شکل میں جمع فرمائے۔ صدرالافاضل کا فتویٰ بھی شامل کتاب کیا گیا۔ امام اہل سنت کے تذکرے میں وہ فتویٰ نقل

کردیا گیا ہے قارئین وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

شیر بیشہ اہل سنت کی طرف سے کی گئی سنی کی تعریف پر صدر الافاضل کی تائید

ایک موقع پر صدر الافاضل نے آپ سے سنی کی تعریف تحریر کرنے کا حکم دیا جسے آپ نے تحریر فرمایا۔ صدر الافاضل نے تحریر ملاحظہ فرمائی تو خوش ہوئے اور تائیدی دستخط بھی فرمائے۔ حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد نعیمی ناظم دارالعلوم حزب الاحناف دہلی دروازہ لاہور، کے حوالے سے مفتی علی حسن رضوی میلسی نے اس واقعے کو اپنے الفاظ میں قلم بند کیا ہے جسے یہاں بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ کریں:

"فقیر کو اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار اپنی کتاب "اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ" مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابو البرکات سید احمد قادری رضوی سے ملاقات ہوئی۔ ان دنوں ایک شخص نے حضرت شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمۃ کے خلاف پمفلٹ شائع کیا تھا۔ فقیر نے حضرت علامہ سید احمد علیہ الرحمۃ سے تذکرہ کرکے کچھ وضاحت اور تفصیل معلوم کرنا چاہی تو حضرت ابوالبرکات نے فرمایا کہ یہ لوگ مولانا حشمت علی اور ان کی عظمت کو کیا جانیں، یہ فرما کر پرانی فائلوں اور خطوط کے تھیلے کھولنا شروع کیے اور کاغذ نکال کر فرمایا، میرے اس دار الحدیث میں **حضرت صدر الافاضل** تشریف لائے اور اوپر مسجد حزب الاحناف کے کمرے میں حضرت شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب علیہ الرحمۃ قیام فرما تھے۔ جب **حضرت صدر الافاضل** کو یہ معلوم ہوا کہ آپ یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں تو علامہ سید ابو البرکات صاحب سے فرمایا۔ یہ بڑے سنی بنے پھرتے ہیں ذرا ان سے سنی کی تعریف تو لکھوا دو۔

حضرت قبلہ سید ابوالبرکات صاحب مولانا حشمت علی صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ **حضرت صدر الافاضل** فرماتے ہیں ذرا سنی کی تعریف تو لکھ دو! سید صاحب نے کاغذ فقیر کو دکھاتے ہوئے فرمایا مولانا حشمت علی صاحب نے فرمایا: ہاں لاؤ! لکھتا ہوں۔ اس کے بعد شیر بیشہ اہل سنت نے بڑی جامع مدلل اور محقق انداز میں سنی کی تعریف تحریر فرما کر حضرت علامہ سید ابوالبرکات کو عنایت فرمادی۔ بعدہ انہوں نے **حضرت صدر الافاضل قدس سرہ** کو پیش کی۔ **حضور صدر الافاضل قدس سرہ** نے کمال فرحت و مسرت سے فرمایا! ہاں ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک ہے۔ لاؤ! میں بھی اس پر تصدیق و تائید کرتا ہوں۔ چناں چہ **حضور صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** نے اس پر تائید و تصدیق فرما کر دستخط کر دیے۔"

[تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت: ص ۱۴۹، ۱۵۰]

سنی کانفرنس اور شیر بیشہ اہل سنت

سنی کانفرنس کے حوالے سے تفصیل قدرے تلخ ہے۔ اور یہ تفصیل کا محل نہیں ہے اسی لیے بس چند ضروری باتیں عرض کی جاتی ہیں۔ تحریک سنی کانفرنس میں ملک بھر کے علما و مشائخ شریک رہے۔ کانفرنس کے پہلے اجلاس

منعقدہ ۱۹۲۵ء سے آخری واہم اجلاس ۱۹۴۶ء تک اجمیر شریف، بریلی شریف، کچھوچھہ شریف اور دیگر خانقاہوں ومدارس کے مشائخ وعلما سنی کانفرنس کی کامیابی کے لیے کوشاں رہے۔ لیکن مسلم لیگ کے تعلق سے کچھ باتوں کو لے کر مشائخ مارہرہ شریف اور چند علما جن میں آپ بھی شامل تھے سنی کانفرنس سے بیزار تھے۔ کچھ کتابیں بھی اس حوالے سے آپ نے تحریر فرمائیں۔ اوران کے جوابات بھی تحریر کیے گئے۔ مگر خاطر خواہ کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ صدرالافاضل سے آپ نے ادب آمیز انداز میں معروضات پیش کیے، جس کے لیے صدرالافاضل نے مرادآباد یا بریلی شریف بیٹھ کر معاملہ سلجھانے کی تجویز رکھی اور اس سلسلے میں تاج العلماء محمد میاں مارہروی اور صدرالافاضل کے مابین خط وکتابت بھی ہوئی۔ (یقیناً آپ سے بھی خط وکتابت ہوئی ہوگی مگر افسوس کہ دستیاب نہیں ہوئی۔) مگر صلح وصفائی کی کوئی سبیل نہیں نکل سکی۔ اور معاملہ مزید الجھتا چلا گیا۔ ملک تقسیم ہوگیا۔ اور ۱۹۴۸ء میں صدرالافاضل کا وصال ہوگیا۔

شیر بیشہ اہل سنت کا اپنے موقف سے رجوع

اس کے بعد عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر حضور مفتی اعظم ہند کے کاشانہ مبارکہ پر ذمہ دار علما ومشائخ کی موجودگی میں شیر بیشہ اہل سنت نے اپنے موقف سے رجوع فرمایا۔ چوں کہ آپ کا یہ اختلاف صرف صدرالافاضل تک نہ تھا بلکہ مشائخ بریلی شریف وکچھوچھہ شریف سے بھی تھا اس لیے آپسی گلے شکوے دور کیے گئے۔ اور ایک دوسرے سے معانقہ ومصافحہ کے ذریعہ اتحاد واتفاق قائم کیا گیا۔ اس موقع پر حضور محدث اعظم ہند نے پانچ روپے کی شیرینی منگوا کر صدرالافاضل اور صدرالشریعہ کی ارواح کو خصوصی طور پر نیاز پیش کی۔ شیر بیشہ اہل سنت نے بھی اس موقع پر صدرالافاضل اور صدرالشریعہ کی بارگاہوں میں ایصال ثواب کیا۔ اس طرح یہ طویل اختلاف ختم ہوا۔

شیر بیشہ اہل سنت کے رجوع کی یہ تفصیل یوں تو علما میں مشہور ہے البتہ فقیر کو اس مجلس کے عینی گواہ حضرت مولانا چراغ عالم سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ نے خود بیان فرمائی۔ اور آخر میں یہ بھی فرمایا کہ یہ بزرگوں کے اختلافات خلوص پر مبنی ہوتے تھے۔ ان سے نصیحتیں اخذ کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں فقیر کو خانقاہ نعیمیہ میں موجود نوادرات سے آپ کا تحریری رجوع نامہ بھی حاصل ہوا، جسے یہاں نقل کرنا بے محل وبے فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ رجوع نامہ اصل کے مطابق ہے۔ جسے مفتی نثار کانپوری نے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ کریں:

رجوع نامہ

”باسمہ تعالیٰ!

میں کیا کہوں کہ مجھے کتنا افسوس ہے اور کیسی شدید ندامت ہے اس پر کہ میں نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں اپنے احباب واصحاب اہل سنت بلکہ اکابر اعضائے خصوصی سنی کانفرنس کی نسبت غلط فہمی سے وہ کہا جو ہرگز ہرگز نہ

کہنا تھا۔اور برس ہا برس تک ترک تعلق رکھا۔مگر جب بریلی حاضر ہوا تو میری غلط فہمیوں کے بادل چھٹ گئے۔اور جنہیں میں مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بالکل مخالف سمجھ گیا تھا انہیں اس الزام شنیع سے بالکل پاک،صاف پایا۔ وللہ الحمد تعالیٰ۔

میں غلط فہمیوں میں مبتلا اپنے اکابر ہی سے بعض پر،اعتماد وعقیدت کی بنا پر ہوا تھا۔مجھے اس عقیدت نے اوروں سے ملنے اور تحقیق حال کا موقع ہی نہ دیا۔میری نیت ہرگز ہرگز بری نہ تھی۔میرے جذبات حمایت مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ واتباع احکام شرعیہ واعلیٰ حضرت قدس سرہ کی برکت وصحبت کا صدقہ۔۔۔۔۔یہی درس دیا ہے کہ کوئی بھی اپنا بزرگ وعزیز ہو مگروہ اور غیر اس بارے میں برابر ہیں۔مجھے جتنا افسوس ہے،ہے ہی مگر اس کی مسرت بھی ہے کہ میرے ان اکابر سے بعض نے باوجود میری اس شدت وغلط فہمی کے میرے اس جذبے کو سراہا اور صاف کہہ دیا کہ اس میں اسی کی قدر ہے کہ اس نے ہماری بھی رعایت نہ کی۔مجھے اندھیرے میں رکھا گیا تھا۔اس کی ظلمت میں مجھ سے جو کچھ ہوا،ہوا۔جو کچھ میں نے کہا،کہا۔میں اپنے ان معتمد علیہ بزرگ سے اب بھی ویسی ہے عقیدت رکھتا ہوں اور ان کا عذر میری نظر میں انہوں نے غلط بیانی اور اخباری خبروں پر اعتماد فرمالیا۔انہوں نے جذبہ حمایت مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ میں ایسا کیا۔وہ جن کو معتمد علیہ سمجھتے تھے انہوں نے ان پر اعتماد فرمالیا۔غرض اب ان سب باتوں سے جو میں نے تقریروں میں کہیں تحریروں میں لکھیں اپنے احباب واکابر اعضائے خصوصی سنی کانفرنس کی نسبت ان کا منشا میرا غلط فہمی میں مبتلا ہو جانا تھا۔میں ان سے رجوع کرتا ہوں اوران تحریروں کی اشاعت اب سے بند کرتا ہوں۔میری محبت ان احباب سے میری عقیدت ان اکابر سے اب بھی وہی ہے اور ویسی ہی رہے گی۔

نقل دستخط مولانا حشمت علی صاحب

عبید الرضا محمد حشمت علی رضوی غفرلہ

نقل مطابق اصل۔ **نثار احمد غفرلہ**۔نقل مطابق اصل ہے۔۔۔۔۔۔۔(دستخط ہیں کسی کے)

شہزادہ اجمل العلماء کا بیان

شیر بیشہ اہل سنت کے اس رجوع کے حوالے سے شہزادہ اجمل العلماء مولانا محمد اول شاہ،کا بیان بھی قابل ملاحظہ ہے۔ہم یہاں پورے مضمون سے چند اہم اقتباسات پیش کررہے ہیں۔وہ لکھتے ہیں:

”مولانا حشمت علی خاں نے اپنی اس کتاب سے رجوع کرلیا تھا۔تفصیل اس کی یوں ہے کہ مولانا حشمت علی خاں میرے والد صاحب کے بہت عزیز دوست تھے۔اور انہیں ہمیشہ بھائی کہہ کر پکارتے تھے لیکن جب انہوں نے مسلم لیگ کی مخالفت کی تو تمام سنی علمانے متفقہ طور پر ان کا بائیکاٹ کردیا۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ

اللہ علیہ کے صاحب زادے قبلہ مفتی اعظم ہند تو ان سے اس حد تک ناراض تھے کہ انہوں نے مولانا حشمت علی سے ملنا بھی بند کر دیا تھا اور انہیں بریلی شریف میں عرس کے موقع پر تقریر کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ اب ان کی کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ وہ بریلی شریف جاتے تو مزار شریف پر حاضری دے کر خاموشی سے واپس چلے جاتے۔ اس بائیکاٹ میں میرے والد محترم بھی شریک تھے۔ کیوں کہ اس وقت موقع ایسا تھا کہ تمام دیوبندی مولوی تحریک ....کی مخالفت کر رہے تھے۔ اور اس کے برعکس تمام سنی علما و مشائخ...... سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔

مولانا حشمت علی خاں کی مسلم لیگ پر تنقید کے جواب میں والد صاحب نے ۵۰۔۶۰۔ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ”رضوی تیشہ بر خفاے شیر بیشہ، ہفتاد سوالات بر صاحب چہاردہ جہالات “لکھی۔ جب یہ کتاب شائع ہو گئی تو ایک روز مولانا حشمت علی کسی کام کے سلسلے میں سنبھل آئے۔ والد صاحب نے اپنی کتاب دے کر مجھے مولانا حشمت علی خاں کے پاس بھیجا میں نے جب یہ کتاب مولانا حشمت علی خاں کو دی تو انہوں نے سوال کیا آپ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا۔ میں اپنا تعارف کرانے نہیں آیا۔ اس کتاب کا جواب لینے آیا ہوں۔ دراصل مجھے خود ان کی لکھی ہوئی کتاب کا بہت افسوس تھا۔ اور میں ان سے زیادہ گفتگو نہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن انہوں نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا میں نے دوبارہ وہی جواب دیا۔ پھر ان کے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص نے انہیں بتایا کہ یہ مولانا اجمل شاہ صاحب کے صاحب زادے ہیں۔ یہ سن کر وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے مجھے گلے لگا لیا۔ اور کہنے لگے آپ تو ہمارے بھتیجے ہیں اس کے بعد انہوں نے پوری کتاب میری موجودگی میں پڑھی۔

اور پھر اگلے روز وہ والد صاحب کو ملنے کے لیے تشریف لائے اس موقع پر میں بھی موجود تھا۔ تھوڑی دیر تک بحث و تمحیص کے بعد مولانا حشمت علی خاں تحریری طور پر اپنی کتاب سے رجوع کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور انہوں نے معافی نامہ لکھ کر دے دیا اور یہ معاہدہ طے پایا کہ مولانا حشمت علی خاں اپنی کتاب کی تمام کاپیاں تلف کر دیں گے۔ اور آئندہ اس کی اشاعت نہیں کریں گے۔ اور مولانا اجمل شاہ صاحب اس کے رد میں لکھی ہوئی کتاب کی تمام کاپیاں تلف کر کے آئندہ اس کی اشاعت نہیں کریں گے۔

اس معاہدے کے فوراً بعد بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کا عرس تھا۔ والد صاحب مولانا حشمت علی خاں کو لے کر بریلی شریف گئے۔ میں بھی ان کے ہم راہ تھا۔ والد صاحب نے حضرت قبلہ مفتی اعظم کو بتایا کہ مولانا حشمت علی خاں نے اپنی کتاب سے رجوع کر لیا ہے اور معافی نامہ بھی لکھ دیا ہے۔ حضرت مفتی اعظم نے یہ سن کر مولانا حشمت علی خاں کو ملاقات کی اجازت دے دی۔ مولانا حشمت علی، مفتی اعظم کے قدموں پر گر پڑے اور مفتی اعظم نے انہیں معافی دے دی۔ اور پھر مولانا حشمت علی خاں کا بائیکاٹ ختم کر دیا گیا۔ اور عرس کے موقع پر ان کی تقریر بھی ہوئی۔

مولانا حشمت علی خاں کا معافی نامہ میرے والد صاحب کے پاس سنبھل میں محفوظ تھا۔ میں ۱۹۵۹ء میں پاکستان آ گیا تھا

اور اس کے چار سال بعد والد صاحب ۱۸؍ستمبر ۱۹۶۳ء کو سنبھل میں انتقال فرما گئے۔ اب وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ معافی نامہ میرے بھائیوں کے پاس محفوظ ہوگا یا نہیں۔ بہر حال خدا اور رسول کے علاوہ اقبال احمد، ساجد علی خاں (داماد حضرت مفتی اعظم ہند) اور مولانا سید مصطفیٰ علی سنبھلی اس واقعے کے عینی شاہد ہیں۔"

[ماہنامہ فیضان فیصل آباد: ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۸ء۔ ص ۴۱]

جامعہ نعیمیہ میں آپ کی حاضری وخطابت

تحصیل علم کے بعد بھی جامعہ نعیمیہ میں آپ کا خوب آنا جانا رہا۔ جامعہ نعیمیہ کے جلسوں میں بھی آپ شریک ہوتے تھے اور خطاب بھی فرماتے تھے۔ ہم یہاں ایک جلسے میں آپ کی شرکت وخطابت کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۳۵۳ھ میں جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس تین روزہ اجلاس منعقدہ ۱۰، ۱۱، ۱۲؍رجب المرجب میں آپ نے شرکت فرمائی اور خطابت بھی۔ مفتی محمد عمر نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ و مدیر ماہنامہ السواد الاعظم نے اس اجلاس کی تفصیلی روداد تحریر فرمائی۔ ہم روداد سے آپ کے حوالے سے اقتباس پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

"علما کی کثیر تعداد شریک جلسہ ہوئی۔ ان میں سے ان مخصوص حضرات کے اسمائے گرامی لکھے جاتے ہیں جن کی آمد شہر اور اہل شہر کے لیے سبب برکت وعزت ہے۔......... شیر بیشہ سنت کاسر شوکت وہابیت عالم ذیشان فاضل نوجوان مولانا الحافظ القاری المولوی ابوالفتح محمد حشمت علی خاں صاحب رضوی دام فضلہم...... مولانا ابوالفتح، غضنفر سنت، مولوی حافظ قاری حشمت علی خاں صاحب قادری رضوی کا زور بیان مشہور ہے۔ آپ کی زبردست تقریر شہرہ آفاق ہے۔ جس مسئلے پر بحث کرتے ہیں دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں۔ ماشاء اللہ تازہ علم ہے اور خوب وسیع معلومات ہیں۔ مناظرانہ انداز بیاں کا لطف اور دوبالا کر دیتا ہے۔ آپ کی تقریر پر مجمع تحسین وآفرین کی صدا سے گونجتا تھا۔"

[ماہنامہ السواد الاعظم: رجب وشعبان ۱۳۵۳ھ۔ ص ۱۸]

علاوہ ازیں صدر الافاضل کے وصال کے بعد بھی آپ جامعہ نعیمیہ میں آتے جاتے رہے ہیں۔ عرس کی تقریبات اور سالانہ جلسوں میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔

السواد الاعظم میں آپ کا قلمی حصہ

ماہنامہ السواد الاعظم میں آپ کے مضامین شائع نہیں ہوئے۔ البتہ رجب ۱۳۳۸ھ میں ص ۷ سے ۱۱ تک آپ کے تحریر کردہ فقہی معمے اور ان کے جوابات اور ص ۲۷؍ پر فقہی معمے بشکل سوالات آپ کی طرف سے شائع ہوئے۔ اور جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ کے شمارے میں مولوی ثناء اللہ امرت سری کو صدر الافاضل کے مقابلہ پر آنے کے جواب میں چیلنج مناظرہ پر مبنی جوابی تحریر شائع ہوئی۔

مولانا یونس نعیمی سنبھلی اور صدر الافاضل

مولانا محمد یونس سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد، ۱۹۰۱ء میں محلہ دیپا سرائے سنبھل کے ایک دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی ابرار حسین صاحب، حافظ قرآن، متبع شرع اور صوفی صفت شخص تھے۔ اپنے والد کے حکم سے ۱۹۱۱ء میں آپ نے جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخلہ لیا اور پھر تادم حیات وہیں کے ہو کر رہ گئے۔

آپ نے جامعہ نعیمیہ میں درس و تدریس کی خدمت انجام دی نیز آپ جامعہ کے عہدہ اہتمام پر بھی فائز ہوئے۔ علاوہ ازیں ۱۹۶۳ء سے تادم حیات آپ مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم سنبھل کے متولی و ناظم اعلیٰ بھی رہے۔ دار العلوم غریب نواز غوثیہ بلاری کی سرپرستی بھی فرمائی اور دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کی پانچ رکنی مجلس علما کے اہم رکن بھی تھے۔

شعبان ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۸؍ستمبر ۱۹۷۳ء منگل کے دن آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے وصال پر پاسبان ملت علامہ مشتاق نظامی کی ادارت میں نکلنے والے ماہنامہ ''پاسبان'' میں شائع شدہ خبر ہم یہاں نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ احباب ملاحظہ کریں:

ایک ستارہ اور ڈوب گیا

نومبر کا شمارہ مرتب ہو گیا تھا کہ اچانک حضرت مولانا مفتی محمد حبیب اللہ صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ ۱۸؍ستمبر ۷۳ء کو حضرت مولانا محمد یونس صاحب نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد کا وصال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ہم نے کچھ لکھنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ تازہ ڈاک سے ماہنامہ المیزان موصول ہوا اور اسی کو ہم نے شریک اشاعت کر لیا۔ (ادارہ)

موت العالِم موت العالَم

اس خبر وحشت اثر نے غم و اضطراب کی ایک برقی رو ساری آبادی پر مسلط کر دی، دفتر ''المیزان'' دفتر آل انڈیا الجمعیۃ الاشرفیہ اور خانوادہ اشرفیہ کے ہر خرد و کلاں سب کے سب تاب غم نہ لا سکے۔ ۱۲؍ستمبر کو ایصال ثواب کی محفل منعقد کی گئی اور دنیا نے کھلی آنکھوں سے دیکھا۔ عالِم کی موت عالَم کی موت ہوتی ہے۔

قوم اپنی اس تیرہ بختی پر جس قدر آنسو بہائے کم ہے کہ وہ اپنے ان اکابر علما کے سائے سے محروم ہوتی جا رہی ہے جن کا وجود قومی خدمات کے لیے وقف تھا۔ اور جن کی شخصیت، بصیرت و حکمت، فکر و تدبر، اعتدال و میانہ روی اور خلوص وللّٰہیت سے عبارت تھی، حضرت مہتمم صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ان ہی بزرگ علما کے قبیل سے تھے جنہوں نے اپنی خدمات کو سر بازار نیلام نہیں کیا اور نہ ان سے کسی مادی مفاد کو وابستہ رکھا۔ وہ سکون و سکوت کے ساتھ جامعہ

نعیمیہ کا بوجھ اٹھائے رہے۔ اور اس لازوال میراث کی بقا واستحکام کے لیے فقیرانہ زندگی اختیار کر لینا توگوارا کر لیا مگر کاسہ گدائی لے کر کسی صاحب ثروت کے در پہ دستک نہ دی۔ انہیں حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کا یہ قول ہمیشہ یاد رہا:

"قناعت وتوکل کی یہ منزل کم ہی لوگوں کے نصیب میں ہوتی ہے"

مولانا مرحوم نام ونمود سے بھی دور ہی رہا کرتے تھے۔ اور خدمات کی نمائش کرنے والوں کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے **شفیق استاد حضرت صدر الافاضل مولانا الحاج شاہ محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی قدس سرہ** سے بہت کچھ سیکھا۔ اور اسے اپنی زندگی سے ہم آہنگ کیا تھا۔ ان کے مجلسی مذاکرے، افہام وتفہیم کا انداز، میل جول کے طریقے، نشست وبرخاست کا اہتمام سب پر حضرت صدر الافاضل کا عکس دکھائی دیتا تھا۔ ایسے کتنے لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر بزرگوں کی یاد تازہ ہو جائے۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور ملت اسلامیہ کو ان کا بدل عطا کرے۔ آمین۔"

[ماہنامہ پاسبان الہ آباد: نومبر ۱۹۷۳ء۔ ص ۴۰]

جامعہ نعیمیہ سے آپ کی فراغت

جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے سالانہ دستار بندی کے اجلاس منعقدہ ۲۰ تا ۲۲ / شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۳ تا ۲۵ / فروری ۱۹۲۷ء بروز بدھ تا جمعہ میں آخری روز یعنی ۲۲ / شعبان مطابق ۲۵ / فروری جمعہ کے دن آپ کی دستار بندی ہوئی۔ اور آپ سند فضیلت سے نوازے گئے۔ اس اجلاس میں صدر الافاضل کے علاوہ محدث اعظم ہند اور مولانا حکیم اسرار الحق رئیس امروہہ کے خصوصی خطابات ہوئے۔ اس جلسے میں صدر الافاضل کی تقریر کافی مؤثر ثابت ہوئی۔ جلسے میں موجود طلبہ، علما، عوام سب آپ کی تقریر سے بے حد متاثر تھے بلکہ سب کی آنکھیں جذبات میں اشک بار ہو گئی تھیں۔ اس تقریر کا تفصیلی ذکر ہم نے صدر الافاضل کی خطابت کے باب میں کر دیا ہے احباب وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی اور فقیہ اعظم ہند مفتی عبد الرشید خاں نعیمی فتح پوری بھی آپ کے ساتھ ہی سند ودستار فضیلت سے نوازے گئے۔ اس موقع پر جامعہ سے نکلنے والے رسالہ "السواد الاعظم" میں فقہی معمے کے کالم میں محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد خاں جو اس وقت مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں زیر تعلیم تھے، کی طرف سے کیے گئے فقہی معموں کے جوابات آپ کی طرف سے شائع ہوئے۔ یہاں وہ فقہی معمے اور ان کے جوابات نقل کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں:

فقہی معمے

① وہ کون مسلم عاقل بالغ ہے کہ اس کو نماز نہ ادا کرنی لازم اور نہ قضا واجب ؟

② وہ کیا صورت ہے کہ ادا کرنا دو واجب اور قضا چار ؟

③ وہ کون سی نماز ہے کہ آج اس کا ادا کرنا لازم ہے اور کل اس کی قضا واجب نہیں ؟ (علاوہ صلاۃ عید وجنازہ وجمعہ کے)

④ (الف) وہ کون سی تکبیر ہے علاوہ چھ تکبیرات عیدین کے، کہ اس کے ترک سے سجدہ سہو لازم آتا ہے۔؟
(ب) اور وہ کون سی تکبیر ہے کہ جس کے عوض اللہ جل واعظم کہا تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔؟

⑤ وہ کون موزہ ہے کہ تین انگل کی مقدار پھٹا ہے اور بدن اتنا بھی ظاہر ہوتا ہے مگر پاؤں دھونا لازم نہیں ؟

⑥ وہ کیا صورت ہے کہ متنفل نے چار رکعت کی نیت کی، پھر پہلے شفع میں نماز کو فاسد کر دیا۔ اب اس پر قضا چار رکعت ہی واجب ہیں۔

⑦ وہ کیا صورت ہے کہ نفل کی نیت سے نماز قصداً شروع کی پھر فاسد کر دی اور اب اس پر قضا لازم نہیں ؟

⑧ وہ کیا صورت ہے کہ قضا پڑھنے والے کی نماز ادا پڑھنے والے کے پیچھے صحیح ہے۔

⑨ وہ کون ہے کہ جس نے آیت سجدہ کی تلاوت کی مگر اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ؟ نہ حال میں نہ استقبال میں (علاوہ حیض ونفاس والی عورت وکافر ومجنون وجنبی کے)

(مولوی سردار احمد صاحب طالب علم مدرسہ اہل سنت بریلی)

[ماہنامہ السواد الاعظم: شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ ص ۲]

فقہی معموں کے جواب

① جو عورت صاحب حیض یا نفاس ہو اس کو کسی نماز کا نہ ادا کرنا لازم نہ قضا واجب۔ عالمگیری میں ہے:
یسقط عن الحائض والنفساء الصلاۃ فلا تقضی۔

② جو شخص اول وقت میں مسافر تھا آخر وقت میں مقیم ہو گیا اس پر قصر کی وجہ سے دو رکعت نماز لازم تھی اب مقیم ہونے کی وجہ سے چار۔ عالمگیری میں ہے:

لوکان مسافرفی اول الوقت ان صلی صلاۃ السفر ثم اقام فی الوقت لایتغیر فرضہ وان لم یصل حتی اقام فی آخر الوقت ینقلب فرضہ اربعاً وان لم یبق من الوقت الاقدر ما سیع بعض الصلاۃ۔

③ وہ نماز فرض جو کسی عورت نے آخر وقت میں شروع کی پھر حائض ہوگئی اس پر یہ نماز لازم تھی اب اس کی قضا واجب نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

لو افتتحت الصلاۃ فی آخر الوقت ثم حاضت لا یلزم قضاء ھذہ الصلاۃ۔

④ وہ نماز عید کے رکوع ثانی کی تکبیر ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لو ترك تكبيرة الركوع الثاني في صلاة العيد وجب عليه السهو۔

(ب) ترک تکبیر بعد القراءۃ قبل القنوت سے بھی سجدہ سہو لازم آتا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

ترك تكبيرة التي بعد القراءة قبل القنوت سجد للسهو لانها بمنزلة تكبيرات العيدين۔

نماز عید کی تکبیر افتتاح میں لفظ تکبیر کی رعایت ضروری ہے۔ عالمگیری میں ہے:

تجب رعاية لفظ التكبير في الافتتاح حتى يجب سجود السهو إذا قال: الله أجل أو أعظم في صلاة العيد دون غيرها۔

⑤ جس موزے میں ٹخنہ سے اوپر تین انگشت سے زیادہ پھٹن ہو مسح جائز ہے۔ کبیری میں ہے:

كذا الخرق الكبير اذا كان فوق الكعب لا يمنع، الخ۔

⑥ جو سنت قبل ظہر یا قبل جمعہ یا بعد جمعہ ہیں اگر کسی نے شروع کر کے پہلے شفع میں فاسد کر دیا چار ہی کی قضا لازم آئے گی۔ کبیری میں ہے:

اما اذا شرع في الاربع التي قبل الظهر او قبل الجمعة او بعدها ثم قطع في الشفع الاول او الثاني يلزم الاربع۔

⑦ وہ نفل جو کسی شخص نے اس گمان سے شروع کر دیے کہ اس پر لازم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ لازم نہیں ہیں پس فاسد کر دیا اب ان کی قضا نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

وإن شرع في النافلة على ظن أنها عليه ثم تبين أنها ليست عليه فأفسدها لم يقض كذا في الزاهدي

⑧ وہ نماز ظہر ہے اگر شافعی نے ایک مثل کے بعد حنفی امام کی اقتدا کی شافعی کی قضا اور حنفی کی ادا اور یہ جائز ہے۔ لوجود الشرائط۔

⑨ اگر کسی شخص نے رکوع یا سجدہ میں آیت سجدہ تلاوت کی اس پر سجدہ تلاوت لازم نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

ولو قرأ القرآن في الركوع أو السجود لا يلزمه سجود التلاوة

(مولوی محمد یونس متعلم مدرسہ اہل سنت وجماعت مرادآباد)

[ماہنامہ السواد الاعظم: شوال المکرم ۱۳۴۵ھ ص۱۶]

صدرالافاضل کا آپ کے ساتھ مشفقانہ سلوک

صدرالافاضل آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ اور آپ پر اعتماد بھی فرماتے تھے۔ عموماً اپنے ساتھ رکھتے۔ اور آپ کے اخراجات بھی کافی حد تک آپ ہی برداشت فرماتے۔ آپ کی بیماری میں علاج کی ذمے داری بھی آپ ہی اٹھاتے تھے۔ آپ پر اعتماد بھی بہت فرماتے تھے۔ صدرالافاضل کی عادت کریمہ تھی کہ جب اہل خانہ میں سے کسی کو خط بھیجتے تو اپنے چہیتے شاگردوں، اور دیگر احباب کو دعا و سلام ضرور پیش فرماتے، بڑے صاحبزادے مولانا ظفر الدین نعیمی کے نام اپنے ایک خط میں جو آپ نے دھوراجی سے لکھا تھا: اس میں مولانا یونس نعیمی کا بھی ذکر ملتا ہے۔

آپ نے خط میں تحریر فرمایا: مولوی یونس سلمہ..... کو سلام۔

علاوہ ازیں فقیہ اعظم ہند مفتی عبد الرشید نعیمی فتح پوری کے نام اپنے ایک خط میں آپ کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے صدرالافاضل لکھتے ہیں۔

''مولوی محمد یونس بیمار ہیں ان کی صحت بہت خراب ہوگئی ہے علاج ہو رہا ہے۔''

صدرالافاضل کے آخری ایام اور آپ کا خادمانہ کردار

آپ نے صدرالافاضل کی بارگاہ میں رہ کر تعلیم بھی حاصل کی اور بارگاہ کے مؤدب خادم بن کر خدمت کا شرف بھی حاصل کیا۔ صدرالافاضل کے آخری ایام میں آپ بھی خدمت گزاروں میں تھے۔ تدریس سے موقع پاتے ہی حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے تھے۔ آخری شب میں آپ صدرالافاضل کی خدمت میں مامور تھے۔ تاج العلماء نے عرض کیا تھا کہ حضور مجھے اجازت دی جائے کہ میں آج رات یہیں حاضر رہوں؟ فرمایا، نہیں شاہ جی (مولانا غلام معین الدین نعیمی) کافی ہیں۔ پھر آپ نے عرض کی شاہ جی کے ساتھ کوئی دوسرا ہونا ضروری ہے۔ یا تو مجھے اجازت دیں اور اگر مجھے اجازت نہیں تو کم از کم مولانا محمد یونس صاحب کی خواہش ہے کہ ان کو اجازت دے دی جائے؟ فرمایا، ہاں وہ اگر رہنا چاہیں تو باہر برآمدہ میں رہ سکتے ہیں۔ اس طرح آپ کو حضرت کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہو گیا تھا۔

مخدوم میاں مفتی غلام معین الدین نعیمی فرماتے ہیں:

''پھر بصد ہزار نیاز عرض کیا گیا کہ حضور مولانا مولوی محمد یونس صاحب ہی کو اجازت عطا فرما دیں ارشاد فرمایا کہ مولوی یونس صاحب رہ سکتے ہیں۔ پھر **اعلیٰ حضرت** نے نام بنام سب کو رخصت فرما دیا، یہ حضرت مولانا مولوی محمد یونس صاحب کی خوش قسمتی ہے کہ **اعلیٰ حضرت** نے ان کو اپنی آخری خدمت سے نوازا۔''

[اخبار دبدبہ سکندری: ۱۱ر نومبر ۱۹۴۸ء ص ۶]

اور اسی رات صدرالافاضل عدم سے بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔ آخری غسل دینے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔

صدرالافاضل کی رفاقت میں سفرحج

ذوالحجہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں صدرالافاضل کے ساتھ آپ نے سفرحج فرمایا۔ ۲۵؍ جنوری ۱۹۳۶ء کو مرادآباد سے لاہور ایکسپریس میں انٹر کے ڈبے میں صدرالافاضل کے ساتھ کلکتہ کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں سے ۳۰؍ جنوری کو جدہ کے لیے بذریعہ جہانگیر جہاز روانہ ہوئے۔ اور ۲۳؍ مارچ کو مرادآباد واپسی فرمائی۔ اس دوران صدرالافاضل نے اپنا اور اپنے قافلہ کا انتظام اور امانتیں وغیرہ آپ ہی کی تحویل میں دے دی تھیں۔ اس سفرحج کی مکمل روداد صدرالافاضل کے سفرحج و زیارت کے باب میں ملاحظہ کریں۔

جامعہ نعیمیہ میں بحیثیت مدرس و مہتمم

فراغت کے بعد صدرالافاضل کے حکم سے جامعہ ہی میں آپ کا تقرر ہوگیا۔ اور آپ بحیثیت مدرس جامعہ میں خدمت انجام دینے لگے۔ اور پھر چند سالوں بعد آپ نائب مہتمم مقرر کردیے گئے۔ ۲۰؍ نومبر ۱۹۵۲ء میں محدث اعظم ہند کی سرپرستی میں ۲۴؍ ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں باتفاق ممبران وعلما آپ کو کمیٹی کا مہتمم قرار دیا گیا۔ جامعہ کی روداد میں اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے ہم ایک اقتباس پیش کررہے ہیں۔

”۲۰؍ نومبر ۱۹۵۲ء کو ۲۴؍ ممبران کی انتظامیہ کمیٹی کی تشکیل بموجودگی حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی عمل میں آئی۔ اور بالاتفاق حضرت مولانا الحاج محمد یونس صاحب نعیمی سنبھلی مدرسہ جامعہ نعیمیہ (جنہوں نے **حضرت صدر الافاضل قدس سرہ** کی ہی کی خدمت میں رہ کر ۱۰؍ سال تک تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد حضرت نے انہیں یہیں کے خدمات تدریس پر مامور فرمایا۔ چناں چہ آں موصوف تیس سال سے جامعہ نعیمیہ میں مدرس بھی رہے اور **حضرت** کے مشیر و کار و منظم کار بھی رہے۔ حضرت کو آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ حتیٰ کہ سفرحج میں بھی حضرت نے اپنا اور اپنے قافلے کا انتظام وانصرام ورقوم مولانا موصوف ہی کی تحویل میں رکھیں اور جملہ عمارت موقوفہ جامعہ نعیمیہ بھی انہیں کے انتظام سے تعمیر ہوئے) کو کمیٹی کا مہتمم اور حاجی محمد ظہور صاحب نعیمی چچھے والوں کو خزانچی منتخب کیا گیا۔“

[روداد جامعہ نعیمیہ مرادآباد: از یکم ربیع الاول ۱۳۷۲ھ لغایتہ ۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ۔
مطابق ۲۰؍ نومبر ۱۹۵۲ء تا ۳۱؍ دسمبر ۱۹۵۴ء۔ ص ۷]

جامعہ نعیمیہ میں آپ کی خدمات اور اکابر کے تاثرات

صدرالافاضل اور تاج العلماء کے بعد آپ ہی تھے، جنہوں نے جامعہ نعیمیہ کی ترقی میں بے لوث جد و جہد فرمائی اور جامعہ کو بام عروج پر پہنچانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ بات مبالغہ آرائی پر محمول نہ کی جائے۔ کیوں کہ جب

صدرالافاضل کے وصال کے بعد تاج العلماء نے بھی چند سالوں ہی میں جامعہ کو خیر آباد کہہ دیا، تب جامعہ بہت ہی نازک دور سے گزر رہا تھا۔ ایسے نازک دور میں آپ ہی نے اسے سہارا دیا اور اپنی بے لوث خدمات سے اس کو شاہراہ ترقی پر گامزن فرمایا۔ علمائے کرام کے درج ذیل تاثرات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جامعہ نعیمیہ کے پچاس سالہ جوبلی جشن کے موقع پر محدث اعظم ہند جامعہ نعیمیہ کے حوالے سے آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"جامعہ زندگی کے آخری سانس لے رہا تھا، کہ **حضرت صدرالافاضل** کی کھلی ہوئی کرامت ظاہر ہوئی اور ماہی امراض شدیدہ کے بطن سے حضرت مولانا محمد یونس صاحب ظاہر ہوئے اور ان کی بیکسی و بیماری سے متاثر **حضرت صدرالافاضل** سے وہ فیض یافتہ جو عہد مبارک میں صرف جامعہ کا نام سن کر خوش ہو جاتے تھے اور کارآمد نہ تھے۔ ان کا ایک جتھا دیوانہ وار مولانا محمد یونس صاحب کے گرداگرد جمع ہو گیا۔ اور عمر بھر کی غفلت کا کفارہ ادا کرنے میں لگ گیا۔ اس برات میں کوئی دولھا ہے، کوئی ہر ایک کا بھائی جان ہے، کوئی لطافت ذہنیت میں الطف ہے، کوئی نام اور کام دونوں میں جامعہ کا عاشق ہے۔ غرض جو ہے وہ اپنے آپ ہی مثال ہے۔ ان مستوں نے مولانا محمد یونس کے بازو کو وہ قوت دی کہ بالکل خرق عادت کے طور پر آج جامعہ کی پنجاہ سالہ عدیم المثال جوبلی منائی جا رہی ہے اس کا مشرقی حصہ دو منزلہ ہو چکا ہے۔ اور بے حد جاذب نظر ہے۔ طلبہ سارے ملک کے جمع ہیں، جو جامعہ کے رضا کار بھی نظر آ رہے ہیں یہ سوچتے جاتے ہیں۔ اور مولانا محمد عمر صاحب مہتمم اول مولانا محمد یونس مہتمم دوم کو دیکھ دیکھ کر فرط مسرت کے آنسو نچھاور کر رہے ہیں اور گویا انا خیر من یونس کا رد بلیغ فرما رہے ہیں۔ ادھر مولانا یونس کو دیکھیے کہ اپنی بیماری بھولے ہوئے ہیں۔ شکر الٰہی کے جذبے میں سرشار، دل کی گہرائیوں میں وفور تشکر میں سجدہ کناں نظر آ رہے ہیں۔ ایک ایک کا منہ اس طرح تک رہے ہیں کہ وہ اپنے کو الگ کر کے صرف **حضرت صدرالافاضل** کی کرامت کا یقین دلا رہے ہیں۔ اس جوبلی میں ملک کے ہر صوبے کا نمائندہ نظر آ رہا ہے۔

کیا ان چشم دید واقعات میں اس کی شہادت موجود نہیں کہ یہ جامعہ پچاس سال میں وہاں پہنچا جہاں ایک صدی سے کم میں کوئی علمی دینی ادارہ نہیں پہنچا۔ سیکڑوں اکابر علما یہاں سے نکل کر فیض رساں ہیں۔ اس کا نظام مضبوط ہے۔ اس کے اراکین اہل عزائم ہیں۔ مدرسین کارکردگی کا شاہکار رکھتے ہیں۔ صدرالمدرسین کے مدارک اور خدمات کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ طلبہ میں سعادت کی روح دوڑی ہوئی ہے۔ پھر ہم کیوں نہ یقین کریں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ۲۵ سال کے بعد جب ڈائمنڈ جوبلی ہوگی تو جامعہ دینی تعلیم کی یونیورسٹی ہو چکا ہوگا۔

فقیر۔ ابوالحامد محمد غفرلہ، اشرفی جیلانی

[روداد جامعہ نعیمیہ مرادآباد: یکم رجب المرجب ۱۳۷۹ھ۔ لغایتہ ۲۲/ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ۔
مطابق یکم جنوری ۱۹۶۰ء۔ لغایت ۳۱/ دسمبر ۱۹۶۱ء۔ ص۵]

تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی ۱۸؍شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ میں جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے سالانہ اجلاس میں شریک ہوئے، توآپ نے جامعہ نعیمیہ کے حوالے سے ایک قیمتی تاثر تحریر فرمایا جس میں آپ نے مولانا یونس نعیمی کی خدمات کو سراہتے ہوئے فرمایا:

''۱۹۱۲ء سے ۱۹۵۱ء تک جامعہ کی خدمت اس فقیر نے انجام دی ایسے قدیم خادم کو جامعہ کی ترقی پر جو فرحت ہو وہ کم ہے طلبہ کی کثرت، نظام کی استواری، معیار تعلیم کی بلندی پر شکر الٰہی بجالاتا ہوں۔ **سیدی مولائی حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** کا خلوص اور ان کے خدام کی کوشش خصوصاً مولانا الحاج مولوی محمد یونس صاحب سلمہ کی سعی کا نتیجہ ہے جو جامعہ کی ترقی کا سبب ہے۔

(عمر نعیمی)

[روداد جامعہ نعیمیہ مرادآباد: یکم رجب المرجب ۱۳۷۹ھ۔ لغایتہ ۲۲؍رجب المرجب ۱۳۸۱ھ۔
مطابق یکم جنوری ۱۹۶۰ء۔ لغایت ۳۱؍دسمبر ۱۹۶۱ء۔ ص ۷]

جامعہ نعیمیہ کے حوالے سے تاثرات وگزارشات

آپ نے جامعہ نعیمیہ کے حوالے سے کئی اہم اور نایاب اپیلیں، درخواستیں اور گزارشات تحریر فرمائیں۔
جنہیں ہم نے جامعہ نعیمیہ کے باب میں نقل کردیا ہے۔ یہاں ان کا نقل کرنا تکرار کا سبب ہوگا۔ ہم یہاں بس صدر الافاضل اور جامعہ نعیمیہ کے حوالے سے دو اقتباس پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔ آپ لکھتے ہیں:

''جامعہ نعیمیہ مرادآباد علوم دینیہ کا بہت بڑا مشہور دینی ادارہ ہے۔ اپنی عمر کے انچاسویں سال کو پہنچ چکا ہے۔
جامعہ سے صدہا بڑے بڑے فضلا وحفاظ پیدا ہوئے، جو ملک کے ہر صوبہ اور اکثر شہر وقصبات وقریات میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور بعض بڑے بڑے دینی مدارس اور ادارے قائم کرکے ملک وملت کو فیض یاب کررہے ہیں۔
اس کے **بانی حضرت استاد العلماء فخر الاماثل صدر الافاضل مولانا مولوی مفتی الحاج شاہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہ العزیز** تھے جن کے فضل وکمال اور علم وعمل سے ہندوستان وپاکستان ہی نہیں بلکہ دوسرے ممالک بھی واقف وباخبر ہیں۔''

[روداد جامعہ نعیمیہ مرادآباد: ۱۰؍جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ ۱۹؍جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ۔ مطابق یکم جنوری ۱۹۵۸ء لغایۃ ۳۱؍دسمبر ۱۹۵۸ء]

اور فرماتے ہیں:

''جو مسلک امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی بقا واشاعت کا ضامن، امام المشائخ اعلیٰ

حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے فیوض روحانیہ کا آئینہ دار **استاذ العلماء حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب علیہ الرحمۃ** کی زندہ جاوید یادگار ہے۔“

[روداد جامعہ نعیمیہ: از یکم جولائی ۱۹۷۷ء تا ۳۰؍جون ۱۹۷۸ء]

جامعہ کے سالانہ دستار بندی کا اہتمام

جامعہ کے مہتمم ہونے کے حیثیت سے جامعہ کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کے مبارک کاندھوں پر تھیں۔ جامعہ نعیمیہ کے سالانہ دستار بندی کا اہتمام وانتظام بھی آپ ہی کو کرنا ہوتا تھا۔ کون سے علما مدعو ہونے ہیں کسے دعوت خطابت دینی ہے یہ سب آپ کی ذمے داری تھی۔ فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی عبد الرشید فتح پوری کے نام آپ کے ایک خط (یہ خط مفتی حبیب اللہ صاحب نعیمی نے آپ کی طرف سے تحریر فرمایا) میں جامعہ کے سالانہ جلسہ کے حوالے سے کچھ باتیں ایسی بھی تحریر ہیں جو آج کل کے اصحاب اہتمام ومنتظمین جلسہ اور مدرسین علما کے لیے بہت ہی کارآمد ہیں۔ اس لیے احقر مناسب سمجھتا ہے کہ یہاں وہ خط من وعن نقل کر دیا جائے۔ احباب ملاحظہ فرمائیں اور محظوظ ہوں۔

۷۸۶

برادر گرامی منزلت زاد لطفکم وحبکم!

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ۔ ثم السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ!

بفضلہٖ تعالیٰ یہاں ہر طرح خیریت ہے ہم سب لوگ بعافیت ہیں۔ اب میرے قوی اور میری صحت کمزور ہوگئی ہے دعاؤں کا متمنّی ہوں۔ اس لیے اب کام زیادہ نہیں ہوتا۔ پھر جامعہ نعیمیہ اور اجمل العلوم کی نظامت کا کام بھی بے حد مشکل ہے۔ اس دور میں کسی بھی خدمت گزار شخص کو مخالفین چین سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ طرح طرح سے بلاوجہ پریشان کرنا چاہتے ہیں۔ ان امور کے باعث عرصے سے کوئی خیریت نامہ روانہ نہ کرسکا۔ آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے خود خیریت دریافت فرمائی۔ اچھے عالم وحافظ اور خصوصًا قاری کی بڑی قلت ہے۔ ملتے نہیں اور ملتے بھی ہیں تو بڑے نخرے، پھر ضلع کے آدمی دور دراز علاقوں میں جانا پسند نہیں کرتے۔ راجکوٹ و ویسکھا پٹم کے لیے فی الحال کوئی قابل عالم وحافظ وقاری نظر میں نہیں ہیں، مگر خیال رکھوں گا اگر کوئی مناسب آدمی ملے تو مطلع کروں گا۔ جن حافظ وقاری کا میں نے ذکر کیا تھا وہ دور نہیں جانا چاہتے۔ اب وہ ہلدوانی کی جامع مسجد میں مولانا قاری غلام محی الدین صاحب کی جگہ پہ امامت کر رہے ہیں۔ عالم، حافظ، قاری ضرور ہیں مگر مقرر نہیں۔ ان اوصاف کے جامع کی ضرورت ہے۔ ایسے افراد عنقا ہوتے جا رہے ہیں۔

مولانا حافظ قاری سعید اختر صاحب نعیمی مقام وڈاک خانہ بھوجپور ضلع مرادآباد، مولانا حافظ قاری عبد الغفور صاحب نعیمی ہی جامعہ مسجد ہلدوانی ضلع نینی تال میں ہیں۔ حضرات مدرسین جامعہ نعیمیہ خصوصًا مولانا حافظ محمد ہاشم صاحب سلمہ اور راقم الحروف اور دوسرے اساتذہ وغیرہم سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ ہم آپ سالانہ جلسے کے لیے متفقہ طور پر شعبان کی تاریخیں طے کر لیں تاکہ دونوں مقاموں کے جلسوں میں حضرات کچھوچھہ مقدسہ خصوصًا حضور سجادہ نشین کی شرکت ہو سکے۔ اور ہمیں آپ کو کوئی دقت نہ ہو۔ سال گزشتہ آپ کے یہاں حضرت صاحب نہ جا سکے۔ اور امسال آپ کے یہاں کا وعدہ فرما چکے ہیں میرے یہاں آنے کی بابت معذرت فرما رہے ہیں۔ میں کوشش میں ہوں کہ یہاں کے لیے بھی کوئی (تاریخ) عنایت فرما دیں۔ تاکہ اپنا کوئی بزرگ تو ہو جو شریک جلسہ ہو کر خیر وبرکات کا ذریعہ ہو۔ اور اہل سنت کو خوشی ہو۔ براہ کرم اس پر غور فرما کر کوئی مناسب حل نکالنے کی کوشش ضرور کی جائے۔ ۱۲۔ والسلام مع الاکرام۔

منجانب: مولانا الحاج محمد یونس صاحب نعیمی اشرفی مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد

بقلم محمد حبیب اللہ غفرلہ نعیمی اشرفی

مورخہ ۱۵۔۸۔۷۳ء۔ چہار شنبہ۔ ۱۵/ رجب ۱۳۹۳ھ بدھ۔

[دستی خط کا عکس: نبیرہ فقیہ اعظم مولانا عبد العزیز صاحب سے موصول ہوا۔ اللہ پاک ان کو جزا دے۔ آمین]

صدر الافاضل کی کتاب مسائل عیدین کی طباعت واشاعت

عیدین وقربانی کے مسائل پر صدر الافاضل کے ترتیب کردہ رسالے کو ۱۳۶۷ھ میں آپ نے برقی پریس رامپور سے شائع کرایا۔

صدر الافاضل کے فتوے کی تصدیق

ہمیں صدر الافاضل کی کتاب ''ہدایت کاملہ بر قنوت نازلہ'' جو ایک فتوے پر مشتمل ہے اس پر درج ذیل تصدیق ملی۔

ما اجاب بہ سیدی فھو حق

محمد یونس مدرس جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔

[ص۱۵]

قاری عبداللطیف صابری نعیمی

عارف باللہ حضرت مولانا حافظ قاری شیخ محمد عبد اللطیف صابری نعیمی المعروف صابری بلبل کی ولادت ۱۹۰۲ء میں سیکری شریف ضلع مظفر نگر کے ایک دین دار گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد شیخ محمد عمر صدیقی اور دادا شیخ محمد شمس الدین پیر جی نہایت ہی متقی پرہیز گار تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے سیکری شریف ہی میں حاصل کی۔ اور پھر میرٹھ کے مدرسے میں حفظ وقراءت اور درس نظامی کی تعلیم مکمل کی۔ دیوبندی مدرسین سے بھی پڑھائی کی۔ دوران درس ان سے اکثر عقائد اہل سنت کے حوالے سے بحث ہو جایا کرتی تھی اور وہ آپ کے دلائل کے سامنے عاجز ہو جاکرتے تھے۔ علاقے میں دیوبندیت کا ماحول تھا لیکن آپ اپنے جدامجد کی تعلیمات کے مطابق مذہب اہل سنت وجماعت پر گامزن تھے۔ اور پوری زندگی مذہب اہل سنت وجماعت کے فروغ اور خدمت میں گزاری۔ صدر الافاضل سے شرف بیعت وخلافت حاصل کیا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مولانا عبد المعبود چشتی سے بھی مجاز وماذون تھے۔ حیات پاک کا اکثر حصہ آستانہ صابر پاک میں گزارا۔ بارہا چلہ کشی کی۔ تقوی، پرہیز گاری، دین داری اور شریعت کی پاسداری میں اپنی مثال آپ تھے۔ علما سے خوب لگاؤ رکھتے۔ فرض نمازوں کے علاوہ تہجد وغیرہ سنن ونوافل یومیہ کے خوب پابند تھے۔ علاقے میں دیوبندیت کی اکثریت کے باوجود ببانگ دہل ان کے باطل نظریات، فاسد عقائد اور گمراہ کن تعلیمات کے خلاف ہمیشہ آواز حق بلند فرماتے رہتے۔ دیوبندیت کے خلاف اہل سنت وجماعت کی مناظرانہ سرگرمیوں میں بھی خوب حصہ لیتے تھے، بلکہ خود بھی مناظرے فرماتے اور ہمیشہ فتح یاب ہوتے تھے۔ صوفیانہ وفقیرانہ مزاج تھا۔ کم گو اور حق گو تھے۔ سخاوت میں مشہور تھے۔ غریبوں کی خوب امداد فرماتے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ سے اپنے تو اپنے غیر بھی خوب متاثر تھے۔ ۸۷/سال کی عمر شریف میں ۹/دسمبر ۱۹۸۹ء مطابق ۹/جمادی الاولی ۱۴۱۰ھ اتوار کی رات ۱۱/بج کر ۲۵/منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ آپ کے وصال پر ارباب علم ودانش کے بہت سے تعزیت نامے اخبارات ورسائل میں شائع ہوئے۔ ماہنامہ حجاز جدید دہلی میں درج ذیل تعزیت نامہ شائع ہوا:

حضرت قاری عبداللطیف صاحب نعیمی صابری کا انتقال پر ملال

”یہ خبر پوری دنیائے سنیت میں نہایت غم واندوہ کے ساتھ سنی جائے گی کہ بتاریخ ۱۰/دسمبر ۱۹۸۹ء بشب اتوار بمقام سیکری ضلع مظفر نگر یوپی، سیدنا حضور صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے خاتم الخلفاء، بلبل صابر شیخ طریقت حضرت علامہ حافظ قاری عبداللطیف صاحب نعیمی صابری اپنے محبوب حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف

اپنے وقت کے درویش کامل، صوفی باصفا اور شریعت وطریقت کے بہت ساری خوبیوں کے حامل تھے۔ سینکڑوں علما اور دسوں ہزار عوام وخواص نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ اورآپ کے صاحبزادہ اکبر حضرت قاری لطف الرحمٰن صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اوراپنے وطن مالوف قصبہ سیکری ہی میں مدفون ہوئے۔

محمد مناظر حسین رضوی

سکریٹری اکرمی جمیعت الطلبہ مدرسہ اکرم العلوم لال مسجد مرادآباد

[ماہنامہ حجاز جدید دہلی: فروری ۱۹۹۰ء۔ ص۸۷]

ماہنامہ قاری میں درج ذیل تعزیتی تحریر شائع کی گئی:

یادگار اسلاف حضرت مولانا قاری عبداللطیف چشتی صابری نعیمی علیہ الرحمۃ کا انتقال پر ملال

انتہائی رنج وغم کے ساتھ یہ اندوہناک خبر شائع کی جارہی ہے کہ پیکر زہد وتقوی مظہر صفات عارفاں عامل شریعت وطریقت یادگار اسلاف امت حضرت مولانا قاری عبداللطیف صاحب چشتی صابری نعیمی سیکری علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے بے پناہ عقیدت مندوں کو روتا وبلکتا چھوڑ کر مورخہ ۹/ دسمبر ۱۹۸۹ء کی شب میں اپنے معبود حقیقی سے وصل فرماگئے۔ حضرت کے انتقال پر ملال کے ساتھ ہی زمانہ حال کے علم وعمل اور زہد وتقوی کی ایک تاریخ کا باب اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔ اس اندوہناک حادثہ کی خبر پر کو سن کر عقیدت مند ہزاروں کی تعداد میں سیکری میں جمع ہوگئے۔ اور ۱۰/ دسمبر کی شام کو جلوس جنازہ میں کم وبیش ۲۵۰۰۰/ ہزار فرزندان توحید نے اپنے اشک بار آنکھوں کے ساتھ خدا کے اس ولی کامل کے آخری دیدار کے لیے شرکت کی اور نماز جنازہ ادا کی۔ حضرت کے خلف وجانشین جناب حافظ لطف الرحمٰن صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت کی خانقاہ میں آپ کو سپرد رحمت پروردگار کیا گیا۔ ۱۹/ جنوری ۱۹۹۰ء کو حضرت کی فاتحہ چہلم ادا کی جائے گی۔ ادارہ قاری کے واجب الاحترام چیرمین حضرت اقدس شیخ طریقت علامہ مفتی محمد میاں ثمر دہلوی نقشبندی مجددی قادری چشتی زینت مسند سجادہ خانقاہ مسعودیہ مظہریہ مسجد شاہی فتح پوری دہلی ودیگر ارکان بورڈ کے ساتھ ہی راقم الحروف بھی اس عظیم سانحہ پر اظہار افسوس کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں حضرت مرحوم کے درجات کی بلندی کے لیے دعاگو ہے۔ اور حضرت کے جانشین جناب حافظ لطف الرحمٰن صاحب کی خدمت میں اظہار تعزیت پیش کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ مولائے کریم حضرت کے پسماندگان اور متعلقین کے ساتھ ہی تمام عقیدت مندوں ووابستگان کو اس سانحہ عظیم پر صبر کی طاقت وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شریک غم: محمد میاں مظہری (ایڈیٹر قاری دہلی)

[ماہنامہ قاری دہلی: جنوری ۱۹۹۰ء۔ ص۸۷]

صدرالافاضل سے شرف بیعت وخلافت

آپ ایک بہترین قاری تھے۔ ایک مرتبہ میرٹھ میں کسی موقع پر آپ سے لوگوں نے تلاوت قرآن کی فرمائش کی۔ آپ نے جب قرآن پاک کی تلاوت کی تو مجمع بے خود ہو گیا۔ پورے شہر میں آپ کی آواز اور انداز کے چرچے ہونے لگے۔ اسی موقع پر کچھوچھہ شریف کے سجادگان حضرات سے بھی ملاقات ہوئی۔ جنہوں نے خانقاہ شریف میں آنے کی فرمائش کی جس پر وعدہ کر لیا گیا۔ کچھ دنوں بعد حسب وعدہ آپ جب کچھوچھہ شریف پہنچے۔ تورسول نما......کی بارگاہ میں خانقاہ شریف میں حاضر ہوئے۔ مزار شریف پر حاضری کے بعد سجادہ نشین سے آپ نے مرید کرنے کی فرمائش کی۔ صاحب سجادہ نے ایک رات کی مہلت طلب کی اور پھر بزرگوں کی رہنمائی کے بعد مشورہ دیا کہ آپ کا حصہ حضور صابر پاک قدس سرہ کے یہاں ہے آپ وہاں جائیں۔

آپ وہاں سے رخصت ہو کر کلیر شریف صابر پاک کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ابھی درگاہ شریف میں حاضر ہی ہوئے تھے کہ اچانک دو لوگوں سے آپ کی ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے آپ سے فرمائش کی کہ آپ انہیں مرید فرمالیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں خود ابھی تک کسی کا مرید نہیں ہوا ہوں تو بھلا آپ کو کیسے مرید کرلوں؟ انہوں نے کہا کہ اگر آپ نے مرید نہیں کیا تو ہم لوگ نانوتوی صاحب کے خلیفہ سے مرید ہو جائیں گے۔ آپ نے استغفراللہ پڑھتے ہوئے فرمایا کہ ہرگز نہیں یہ حرکت مت کرنا ورنہ دنیا وآخرت برباد ہو جائے گی، تو انہوں نے کہا تو پھر آپ ہی مرید فرمالیں۔ جب کافی منع کرنے کے بعد بھی وہ دونوں نہیں مانے تو آپ نے مجبوراً انہیں مرید فرمایا۔ وہ مرید ہو کر کچھ دور چلے اور پھر اچانک غائب ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے مزار شریف پر حاضری دی۔ اور عرض گزار ہوئے کہ حضور مجبوری میں ایسا کرنا پڑا۔ حضور کرم فرمائیں اور کوئی مرد قلندر عطا کریں تاکہ میں بھی شرف ارادت حاصل کرسکوں۔

اسی دوران کچھ غنودگی طاری ہوئی اور آپ نے صابر پاک کے دیدار کا شرف حاصل کیا۔ صابر پاک نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا: کہ آپ مرادآباد میرے بیٹے نعیم الدین کے پاس چلے جاؤ! آپ کا حصہ وہیں ہے۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے۔ اور آستانہ پاک سے رخصت ہو کر لکسر سے ٹرین کے ذریعے مرادآباد پہنچے۔ اسٹیشن سے باہر نکلے تو ایک تانگہ والا آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ آپ قاری عبداللطیف سیکری سے آئے ہیں۔ آپ حیرت میں تھے کہ یہ بندہ کون ہے جو مجھے نام سے جانتا ہے! خیر آپ نے فرمایا کہ ہاں میں ہی ہوں۔ کیا بات؟ تانگے والے نے کہا چلیے بیٹھیے! میں آپ ہی کو لینے آیا ہوں۔ آپ تانگے میں بیٹھے اور محو حیرت بنے اپنے مرشد کی بارگاہ کی طرف چل دیے۔ دیوان بازار کاشانہ صدرالافاضل پر پہنچے، حجرہ مبارکہ میں حاضری دی، سلام عقیدت پیش کیا، جواب ملتے ہی صدرالافاضل کی طرف سے

نام لے کر فرمایا گیا کہ آؤ میاں بیٹھو! یہ سنتے ہی مزید حیرت بڑھ گئی۔ صدر الافاضل نے رسم میزبانی ادا فرمائی۔ اتنے میں نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ آپ صدر الافاضل کے ساتھ مسجد پہنچے۔ وضو سے فارغ ہوئے سنتیں ادا کیں اور پھر صدر الافاضل کے حکم سے نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد صدر الافاضل آپ کو ساتھ لے کر جامعہ نعیمیہ میں اپنی مخصوص نشست گاہ میں پہنچے جہاں پہلے ہی سے صدر الافاضل کے بہت سے مریدین و معتقدین جمع تھے۔ صدر الافاضل نے بر سر مجمع آپ کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرمایا اور تمغہ اجازت و خلافت سے بھی نوازا۔ اور پھر سلوک و معرفت کے اسباق پڑھانے لگے۔ اور اسی دوران فرمایا کہ قاری صاحب وہ جو آستانہ صابر پاک میں دو لوگ آپ سے مرید ہونے آئے تھے وہ رجال غیب سے تھے اور آپ کا امتحان لینے آئے تھے، جس میں آپ کامیاب ہو گئے۔ یہ سن کر آپ مزید صدر الافاضل کے معتقد ہو گئے۔ اور پھر آپ بہت سی نوازشات و عنایات اور دعاؤں کے ساتھ اپنے مرشد گرامی کی بارگاہ سے رخصت ہوئے۔

جامعہ نعیمیہ سے آپ کا لگاو

آپ اپنے مرشد گرامی کی یادگار جامعہ نعیمیہ سے بے حد لگاو رکھتے تھے۔ صدر الافاضل کی حیات ظاہری میں بھی اور بعد وصال بھی جامعہ نعیمیہ کے جلسوں میں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ کا خطاب بھی ہوتا اور شہزادگان صدر الافاضل آپ سے جلسے کے اختتام پر دعا بھی کراتے تھے۔ ماہنامہ قاری دہلی میں ہمیں جامعہ نعیمیہ کے ایک جلسے میں آپ کی شرکت و خطابت کی درج ذیل تفصیل ملی۔ ملاحظہ کریں:

”مجمع جلسہ گاہ میں پہنچ گیا اور خلیفہ **حضرت صدر الافاضل** مرد حق آگاہ حضرت قاری عبداللطیف صاحب صابری نعیمی کے نورانی اور عرفانی بیان کا اعلان ہوا۔ حضرت قاری صاحب کے اندر ظاہراً کوئی عالمانہ کروفر، فاضلانہ تمکنت اور عارفانہ جاہ و جلال نہیں ہے۔ لیکن اپنی بے انتہا سادگی اور عاجزی وانکساری کی وجہ سے مغربی یوپی میں مقبول انام ہیں بلکہ یہاں کے علما و مشائخ موصوف کو زندہ ولی اور عارف باللہ مانتے ہیں۔ اور اسی انداز سے ملتے ہیں جو ایک ولی کامل کی بارگاہ میں حاضری کا ہوتا ہے۔ موصوف نے مثنوی مولائے روم اور واقعات صوفیا کی روشنی میں نہایت عارفانہ اور صوفیانہ تقریر فرمائی۔ اور سامعین ان کی تقریر سے کافی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ بالآخر موصوف نے اپنی تقریر دل پذیر کے بعد دعا فرمائی۔ اور نہایت خشوع و خضوع اور رقت انگیز پیرائے میں سامعین نے آمین کہا۔“

[ماہنامہ قاری دہلی: نومبر ۱۹۸۶ء۔ ص ۶۰]

مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن نعیمی

۸؍محرم الحرام ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۶؍مارچ ۱۹۰۴ء۔ بروز شنبہ دھام نگر ضلع اڑیسہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ چار سال کی عمر شریف میں والد ماجد جناب ملا عبد المنان عرف منا میاں رحلت فرما گئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ میں حاصل کی۔ اور اس کے بعد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، مدرسہ معینیہ اجمیر شریف، میں مختلف علوم وفنون کی تکمیل فرمائی۔ اور یہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔

جامعہ نعیمیہ مرادآباد، مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں تدریسی خدمات انجام دی۔ بعد میں الہ آباد ہی میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جسے جامعہ حبیبیہ کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔ ۱۳۴۱ھ میں ۱۹ سال کی عمر میں پہلا حج کیا۔ اور اس کے بعد متعدّد مرتبہ سفر حج وزیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے۔ حق بیانی واستقامت فی الدین کے سبب آٹھ بار ملکی وغیر ملکی جیلوں میں قید وبند کی صعوبتیں اٹھانی پڑیں۔ مذہبی وملی سیاسی وسماجی بہت سی خدمات نمایاں طور پر انجام دیں۔ بدمذہبوں سے بہت سے مناظرے کیے اور فتح حاصل کی۔ ملکی وغیر ملکی بہت سے تبلیغی دورے فرمائے۔ ۱۳؍مارچ ۱۹۸۱ء مطابق ۶؍جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ ممبئی میں وصال فرمایا دو دن بعد ۱۶؍مارچ کو دھام نگر اڑیسہ میں تدفین عمل میں آئی۔

جامعہ نعیمیہ میں داخلہ

۱۳۴۲ھ میں آپ مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں داخل ہوئے اور دو سال وہاں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۳۴۴ھ میں جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخلہ لیا اور یہاں دو سال رہ کر علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی۔ جامعہ نعیمیہ کی روداد مطبوعہ ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں جامعہ سے فارغ التحصیل علما کی فہرست میں آپ کا نام بھی شامل ہے۔ نام اس طرح لکھا ہے۔

”حضرت مولانا الحاج مفتی حبیب الرحمٰن صاحب بالیسری مفتی اڑیسہ وصدر آل انڈیا سنی تبلیغ سیرت“

[روداد جامعہ نعیمیہ مرادآباد: ۲۰؍نومبر ۱۹۵۲ء تا ۳۱؍دسمبر ۱۹۵۴ء۔ ص ۹]

۱۳۹۹ھ میں مدینہ منورہ کے وہابی قاضی عبد العزیز سے مباحثے کے دوران کیے گئے سوال میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ آپ نے تعلیم کہاں سے حاصل کی ہے۔ تو آپ نے تین مدارس کے نام لیے ان میں سے ایک نام ”جامعہ نعیمیہ مرادآباد“ بھی تھا۔

صدرالافاضل سے شرف تلمذ

صدرالافاضل سے فن حدیث کی کتابیں خاص کر بخاری شریف باضابطہ پڑھی۔علم طب بھی آپ کی بارگاہ میں رہ کر حاصل کیا۔اس کے علاوہ بھی علوم وفنون کی تحصیل فرمائی۔

صدرالافاضل سے جملہ اسانید ومرویات کی اجازت

صدرالافاضل کوآپ کے استاد شیخ الکل مولانا محمد گل قدس سرہ کے توسط سے علمائے عرب خصوصاً علمائے حرمین شریفین سے تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ علوم وفنون کی اجازت حاصل تھی۔آپ نے اپنی تمام اسانید ومرویات کو عربی زبان میں ترتیب دیااور ''الکتاب المستطاب المحتوی علی الاسانید الصحیحہ'' کے نام سے شائع فرمایا۔آپ ان اسانید کی اجازت اپنے مخصوص تلامذہ کو عنایت فرماتے تھے۔مجاہد ملت کو بھی آپ نے ان علوم، فنون، اوراد، اذکار اور وظائف کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔مجاہد ملت کو ان اجازات کا سلسلہ سند بہت محبوب وپسند تھا۔آپ کے شاگرد خاص مولانا عاشق الرحمٰن صاحب اس تعلق سے رقم طراز ہیں:

''**حضرت صدرالافاضل** نے حضور مجاہد ملت کو جمیع علوم دینیہ وفنون عقلیہ واذکار واوراد واوفاق واعمال وغیرہ کی اجازت کلیہ عطا فرمائی۔حدیث شریف کی جس سند میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کا توسط ہے، اس کے مقابل حضور مجاہد ملت، **حضرت صدرالافاضل قدس سرہ** کی سند کو ترجیح دیتے تھے۔اور یہ فرماتے تھے کہ اس سند میں کوئی ناپسندیدہ شخص واسطہ نہیں ہے۔'' [حیات مجاہد ملت کے چند ادوار سابقہ: ص ۵۲]

صدرالافاضل کے منہ بولے بیٹے

یوں تو صدرالافاضل کی شفقتیں تمام تلامذہ پر عام تھیں۔البتہ کچھ تلامذہ پر مخصوص نوازش ہوتی تھی۔انہیں میں سے ایک مجاہد ملت تھے۔صدرالافاضل نے آپ کو اپنا متبنیٰ بنایا ہوا تھا۔حضرت مولانا عاشق الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

''سرکار مجاہد ملت قدس سرہ بطور فخر فرمایا کرتے تھے کہ ''**حضرت صدرالافاضل قدس سرہ** نے مجھے متبنیٰ بنایا ہے''[حیات مجاہد ملت کے چند ادوار سابقہ: ص۱۹]

صدرالافاضل کی آپ پر شفقت ومحبت

صدرالافاضل آپ پر خوب شفقت فرماتے تھے۔تعلیمی معاملات ہوں یا پھر ذاتی آپ کی رائے کا لحاظ

فرماتے اورآپ پراعتماد فرماتے تھے۔ آپ کے شفقت و محبت آمیز اعتماد کی ایک بڑی مثال یہی ہے کہ ایک موقع پرآپ نے فرمایا:

''یہاں تو صرف انہوں نے تین کو تیرایا ہے قیامت کے دن پتہ نہیں کتنوں کو تیرائیں گے''

دراصل ہوا یہ تھا کہ ایک بار آپ نے اپنے چند تلامذہ کے ساتھ مرادآباد کی مشہور ڈھیلا ندی بغیر کسی سہارے کے پار کی، اور ساتھ والوں کو بھی پار کرائی۔ اس واقعے کے عینی گواہ آپ کے مخصوص شاگرد مولانا عبدالرب نعیمی مرادآبادی نے اس کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں:

''جامعہ نعیمیہ میں میرے ساتھ دیگر طلبہ بھی تھے۔ ان میں مولانا نظام الدین بلیاوی جواب الٰہ آباد میں رہتے ہیں اور مولانا عبدالقدوس بھدرک، اڑیسہ، مولانا مسعودالحسن موضع اکاضلع مرادآباد وغیرہم۔

ایک روز مولانا مسعودالحسن صاحب کے یہاں یعنی اکّا حضرت تشریف لے گئے۔ ساتھ میں، میں بھی تھا اور بھی دو طلبہ ساتھ تھے۔ مرادآباد سے اکّا جاتے وقت راستے میں ایک ندی پڑتی ہے، اس کا نام ہے ڈھیلا ندی۔ ویسے تو خشک رہتی ہے مگر جب بارش ہو جائے تو اس کی باڑھ قابل دید ہوتی ہے۔ پہاڑ سے پانی آتا ہے اور اتنی تیزی سے بہتا ہے کہ قدم ٹھیک سے جم بھی نہیں پاتے۔ بہرحال ہم لوگ حضرت کے ساتھ اکّا پہنچ گئے۔ اتفاق کی بات کہ رات کو اتنی بارش ہوئی کہ جس کا حساب نہیں۔ صبح حضرت نے فرمایا چلنے کی تیاری کی جائے لوگوں نے کہا: حضور! ڈھیلا ندی میں کافی پانی ہے۔ دوپہر تک پانی کم ہو جائے تو جانا بہتر ہے کیوں کہ نہ تو یہاں کشتی مل سکتی ہے نہ ہی بغیر کشتی کے جاسکتے ہیں۔ کشتی اس لیے نہیں ہے کہ یہاں مستقل پانی نہیں رہتا۔ بارش ہوتی ہے ایک آدھ دن میں پانی بہ جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں **(حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہ) اپنے** استاد سے وعدہ کر کے آیا ہوں کہ صبح آجاؤں گا۔ اور شام کو مجھے اڑیسہ بھی جانا ہے۔

لوگوں نے کہا کہ اس وقت ندی پار کرنا تو ناممکن ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ چلو دیکھیں تو ندی کتنی ہوئی ہے۔ کچھ لوگ حضرت کے ساتھ ندی کے کنارے آئے کچھ بیٹھے رہے یہ سوچتے ہوئے کہ حضرت ابھی واپس تشریف لائیں گے۔ ندی دیکھنے کے بعد حضرت ہم سب لوگوں کے ساتھ کنارے پہنچے دیکھتے کیا ہیں کہ ندی اپنے شباب پر ہے۔ کوئی اندازہ نہیں کتنا پانی ہے۔ اور پانی اس قدر تیز رفتاری سے بہ رہا ہے کہ نیچے بالو بھی ساتھ دوڑ رہا تھا۔ بہرحال کنارے کھڑے ہو گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شہر میں دودھ پہنچانے والا دودھیا آیا اس کے پاس لکڑی میں بندھی ہوئی سوکھی ہوئی دو لوکیاں تھیں وہ ان کے ذریعے ہمارے سامنے ندی پار کر گیا۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا عبدالرب! ایک گاؤں میں رہنے والا معمولی دودھیا ندی پار کر جائے اور عبدالرب کنارے کھڑا رہے یہ تو بہت محرومی کی بات ہے۔ میں نے کہا حضور! اس کے پاس تو سوکھی ہوئی لوکیاں تھیں ان کے ذریعہ ندی پار کر گیا۔ ہمارے پاس تو کچھ نہیں ہے۔

حضرت نے فرمایا: کہ میں کھڑے ہوکر تیرنا جانتا ہوں۔ چلو تم لوگ میرا ہاتھ پکڑلو! میں آپ لوگوں کو کھینچ کر لے جاؤں گا۔ میں نے کہا کہ حضور میں آپ ہی ہاتھ پکڑوں گا۔ حضرت نے فرمایا یہ بہت ڈرپوک ہے۔ چلو میں اس کا ہاتھ پکڑتا ہوں اور تم لوگ اس کا ہاتھ پکڑو۔ اسی طرح ہم تینوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑلیا اور حضرت پانی میں اتر گئے۔ پانی حضرت کی صرف ناف تک رہا اور ہم لوگ کنارے پہنچ آئے۔ اگرچہ ندی میں ہاتھی ڈباؤ سے بھی زیادہ پانی تھا۔ لیکن حضرت کے صرف ناف تک ہی رہا۔ بہر حال ہم لوگ بآرام مدرسہ پہنچ گئے۔ حضرت فوراً **مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ** کے کمرے میں پہنچے۔ ساتھ میں بھی تھا۔ اب **حضرت صدر الافاضل** کی نظر دیکھیے۔ مجھ کو دیکھتے ہی فرماتے ہیں:

کہ عبد الرب! ڈھیلا ندی کیسے پار کیا؟ میں نے کہا کہ حضور آج تو بچ ہی گئے۔ آج تو ہمارے حضرت نے تیر ادیا۔ میں نے کیا دیکھا کہ **حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے اور انہوں نے فرمایا: کہ عبد الرب! یہاں تو انہوں نے صرف تین کو تیرایا ہے قیامت کے دن پتہ نہیں کتنوں کو تیرائیں گے ؟"

[ماہنامہ اشرفیہ کا مجاہد ملت نمبر: ص ۲۰۳ تا ۲۰۵]

مذکورہ بالا واقعے سے جہاں صدر الافاضل کی شفقت آمیز محبت و اعتماد کا پتہ چلتا ہے وہیں مجاہد ملت کے خلوص و وفا اور استاد سے والہانہ عقیدت کا پتہ بھی چلتا ہے کہ استاد سے کیے ہوئے وعدے کو وفا کرنے کے سلسلے میں جان کو جوکھم میں ڈال کر استاد کی بارگاہ میں وقت پر حاضر ہوئے۔

گھوسی مناظرہ میں صدر الافاضل کے وکیل

۱۳۵۲ھ میں گھوسی اعظم گڑھ میں اہل سنت اور دیوبندی جماعت کے مابین یہ طے پایا، کہ صدر الافاضل اور اشرفعلی تھانوی کے درمیان مناظرہ کرایا جائے تاکہ یہ روز روز کے جھگڑے ختم ہوجائیں۔ دونوں طرف اس طور پر دعوت دی گئی کہ یا تو خود آئیں یا کسی کو وکیل بناکر مناظرہ کے لیے بھیجیں۔ فریقین میں سے کوئی نہ آیا یا کسی وکیل کو نہ بھیجا تو خود اس کی شکست تسلیم کی جائے گی۔ تاریخ مناظرہ ۶/ شوال ۱۳۵۲ھ طے ہوئی۔

صدر الافاضل کا چوں کہ تجربہ ہوچکا تھا کہ اشرفعلی تھانوی یا کوئی بھی دیوبندی مناظر عموماً مقابلے کے لیے آتا ہی نہیں ہے، اس لیے آپ نے اولاً مجاہد ملت اور مولانا عبد الحفیظ صاحب کو بطور وکیل مناظرہ کے لیے بھیجا۔ اور حکم دے دیا کہ اگر تھانوی صاحب خود آئیں، تو مجھے فوراً اطلاع دی جائے تاکہ میں پہنچ سکوں۔ اور اگر ان کا کوئی وکیل آئے تو پھر تم ان سے مناظرہ کرلینا۔ مجاہد ملت اور مولانا عبد الحفیظ دونوں حضرات تاریخ مقررہ پر گھوسی مناظرہ میں پہنچ گئے مگر اشرفعلی تھانوی اور ان کی طرف سے کوئی وکیل مناظرہ گاہ میں نہیں پہنچا۔ وقت مناظرہ تک عوام و خواص سب نے انتظار کیا مگر جب کوئی نہ پہنچا تو گاؤں والوں کی طرف سے حسب معاہدہ دیوبندی جماعت کی شکست تسلیم کی گئی اور ہمیشہ کی

طرح اہل سنت کے فتح و کامیابی پر جشن منایا گیا۔ہم نے اس مناظرے کی تفصیلی روداد اسی گاؤں کے ایک سنجیدہ مزاج، انصاف پسند مولانا عبدالاحد نعیمی جو کہ اس مناظرہ کے عینی گواہ تھے اور اس مناظرے سے پہلے دیوبندی جماعت سے وابستہ تھے، کے حوالے سے صدرالافاضل کی مناظرانہ سرگرمیوں میں پیش کردی ہے۔یہاں بس مجاہد ملت کے حوالے سے روداد سے ایک اقتباس پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ملاحظہ ہو:

”چناں چہ باتفاق فریقین یہ قرار پایا کہ قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں مولوی اشرف علی تھانوی **اور حضرت عظیم البرکت صدرالافاضل مولانا مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی** کے درمیان مناظرہ ہوجائے۔فریقین کو اختیار ہے کہ خود آئیں یا اپنا قائم مقام بھیج دیں۔اگر کوئی فریق نہ آئے یا اپنا قائم مقام نہ بھیجے تو یہ اس کی ناقابل انکار شکست ہوگی۔اس مناظرہ کی تاریخ ۶ر شوال ۱۳۵۲ھ مقرر ہوئی۔اور یہ معاہدہ تحریری ہوگیا۔اور اس پر فریقین کے دستخط ہوگئے۔ہر فریق نے اپنے اپنے علما کو اطلاع دے دی۔تمام ضلع میں شہرت ہوگئی۔وقت مقررہ پر ضلع کے ہزارہا آدمی مناظرہ دیکھنے کے لیے گھوسی میں جمع ہوگئے۔

حضرت صدرالافاضل مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب قبلہ دامت برکاتھم کی طرف سے دو قائم مقام حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب صدر مدرس منظر حق ٹانڈہ ضلع فیض آباد، حضرت مولانا الحاج مولوی محمد حبیب الرحمن صاحب صدر مدرس مدرسہ عالیہ اہل سنت و جماعت مرادآباد رونق افروز ہوئے۔ان دونوں صاحبوں کے پاس حضرت کی طرف سے وکالت کی مہری و دستخطی سندیں تھیں اور **صدرالافاضل مدظلہ** نے فرمادیا تھا کہ اگر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا کوئی وکیل آئے تو ان دونوں صاحبوں میں سے کوئی صاحب مناظرہ کریں اور اگر مولوی اشرف علی صاحب خود آئیں تو مجھے تار دیجیے، میں خود آکر مناظرہ کروں گا۔

مناظرے کی تاریخ پر **حضرت صدرالافاضل مدظلہ العالی** کی طرف سے تو بجاے ایک کے دو وکیل موجود تھے مگر کوئی اشرف علی کا نہ نام لیوا تھا نہ پانی دیوا۔نہ خود تشریف لائے نہ کسی کو وکیل بنا کر بھیجا....ایک ایک شخص نے وہابیہ کا عجز اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

علماے اہل سنت کے جلسے ہوتے رہے۔حق کا علم بلند ہوا، وہابیت باطلہ کی سخت ذلت و رُسوائی ہوئی۔وہابیہ نے بہت پیچ و تاب کھائے۔اور خدا جانے کتنے تار مولوی اشرف علی کے پاس بھیجے، آدمی روانہ کیے۔کیا کیا تجویزیں کیں مگر ایک کارگر نہ ہوئی۔**پیشواے اہل سنت حضرت صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ** کے نام سے ان کا دل لرزتا تھا کیا مجال تھی وہ آنے کی جرأت کرتے...بالآخر علماے اہل سنت تاریخ مناظرہ گزار کر میعاد انتظار پوری فرما کر اپنی فتح کا اعلان کر کے تشریف لے گئے۔الخ“

[السواد الاعظم، بابت ماہ ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ۔ص ۲۰ تا ۲۲]

صدرالافاضل سے آپ کی محبت ووارفتگی

یوں تو ہر شاگرد اپنے استاد سے محبت کرتا ہے البتہ کچھ تلامذہ کی محبتیں لائق مثال ہوتی ہیں۔ انہیں میں سے ایک آپ کی محبت تھی۔ آپ بھی اپنے استاد محترم سے بے حد و بے لوث محبت فرماتے تھے۔ جس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ مولانا شاہد القادری لکھتے ہیں:

مولانا الحاج نعیم اللہ خان چھپروی.... جامعہ نعیمیہ میں سبھی آپ کو ''نعیم'' کہہ کر پکارتے اور بلاتے تھے۔ حضور مجاہد ملت کو ناگوار گزرا۔ کیوں کہ **صدرالافاضل** کا نام بھی **محمد نعیم الدین** تھا اور نعیم، نعیم پکارنا **صدرالافاضل** کی بے ادبی محسوس ہوتی تھی۔ لہٰذا حضور مجاہد ملت نے فرمایا! ماشاء اللہ آپ حج سے مشرف ہو چکے ہیں اس لیے آج سے ہم سبھی آپ کو ''الحاج'' کہا کریں گے۔ اسی دن سے آپ کا عرفی نام ''الحاج'' اتنا مقبول ہوا کہ لوگ آپ کو ''مولانا الحاج'' کے نام سے زیادہ جانتے پہچانتے ہیں۔'' [افکار مجاہد ملت: ص۸۶]

شہزادگان صدرالافاضل اور مجاہد ملت

آپ صدرالافاضل سے تو بے پناہ محبت فرماتے ہی تھے، شہزادوں سے بھی خوب لگاو رکھتے تھے۔ صدرالافاضل کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ظفرالدین نعیمی آپ کے مخدوم زادے ہونے کے ساتھ آپ کے خصوصی شاگرد بھی تھے، اور وہ آپ کا خوب لحاظ فرماتے تھے۔ صدرالافاضل کے دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا اختصاص الدین نعیمی آپ کے شاگرد نہیں تھے البتہ ان کا آپ سے بے تکلفانہ لگاو تھا۔ مولانا عاشق الرحمٰن صاحب تلمیذ خاص مجاہد ملت نے اس حوالے سے ایک دل چسپ واقعہ بیان کیا ہے، جس کا یہاں نقل دینا دل چسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ کریں:

''رامپور میں پڑھنے کے زمانے میں بندہ مرادآباد جایا کرتا تھا اور جامعہ نعیمیہ کے اس وقت کے مدرسین کرام کے علاوہ **حضرت صدرالافاضل قدس سرہ** کے فرزند حضرت مولانا محمد اختصاص الدین صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملتا تھا۔ آپ نے ایک بار بندہ سے فرمایا ہے کہ ''بھائی صاحب (حضرت مولانا محمد ظفرالدین صاحب) حضرت مجاہد ملت کے تلمیذ ہونے کی وجہ سے ان سے بہت ڈرتے تھے، لیکن میں منہ لگا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت مجاہد ملت سے میں اس طرح بات کر رہا تھا کہ بھائی صاحب نے ناپسند کیا۔ اس پر میں نے کہا آپ حضرت کے شاگرد ہیں لیکن میں شاگرد نہیں ہوں بلکہ استادزادہ ہوں۔ اس پر حضرت مجاہد ملت نے مجھے گلے سے لگالیا۔''

[حیات مجاہد ملت کے چند ادوار سابقہ: ص۶۰،۶۱]

جامعہ نعیمیہ میں تدریسی خدمات

فراغت کے بعد آپ نے جامعہ نعیمیہ میں چندسال تدریسی خدمات انجام دیں۔اوروہ بھی بغیر تنخواہ ومعاوضہ فقط لوجہ اللہ۔راقم کے اندازے کے مطابق ۱۳۵۰ھ سے ۱۳۵۳ھ کی درمیانی مدت میں آپ نے جامعہ نعیمیہ میں بحیثیت صدرالمدرسین قیام فرمایا۔ منطق وفلسفہ سے آپ کو خاص شغف تھا اس لیے عموماً منطق وفلسفہ کی کتابوں کا درس دیتے تھے۔البتہ اس کے علاوہ فنون کی کتابیں بھی بخوبی پڑھاتے تھے کبھی کوئی مدرس لمبی چھٹی کرجاتے تو صدر الافاضل کے حکم سے آپ ان کی کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔

اس حوالے سے ایک دل چسپ واقعہ آپ کے خاص شاگرد مولانا نظام الدین بلیاوی صاحب کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے، جسے پروفیسر ڈاکٹر شاہد اختر صاحب، صدر شعبہ اردو ہگلی محسن کالج، نے حسب ذیل الفاظ میں لکھا ہے ملاحظہ ہو:

"میں منطق وفلسفہ میں شہرت سننے کے بعد **حضرت** کی بارگاہ تک پہنچا اور پہلے ہی دن ان سے طے کرلیا کہ میں آپ سے صرف منطق وفلسفہ پڑھوں گا حضرت نے فرمایا آپ یہی دو فن پڑھیے۔چناں چہ اجمیر شریف کے بعد مرادآباد آنا ہوا۔جامعہ نعیمیہ کے کوئی مدرس کہیں طویل رخصت پر چلے گئے تھے۔طلبہ کا شدید نقصان دیکھتے ہوئے **حضور صدرالافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ** نے اطلاع بھیجی کہ ہدایہ، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے ذمہ کردی جائے۔ چناں چہ مولانا نظام الدین صاحب فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ ہدایہ مجاہد ملت کے پاس کردی گئی تو میں اس غرض سے مجاہد ملت کے پاس گیا کہ چلو دیکھیں منطق وفلسفہ کے امام تو ہیں فقہ کس طرح پڑھاتے ہیں۔چناں چہ ہدایہ کے پورے سبق میں بیٹھا رہا اور یہ اثر لے کر اٹھا کہ منطق وفلسفہ کے ہی امام نہیں ہر فن کے امام ہیں۔درس گاہ سے اٹھنے کے بعد حضرت کی قیام گاہ پر گیا اور قدموں کو پکڑ کر خوب رویا، اور اپنی غلطی کی معافی چاہی کہ مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے عرض کیا تھا کہ میں صرف منطق وفلسفہ پڑھوں گا مجھے اپنے قدموں میں رکھ لیجیے اب میں سب کچھ آپ ہی سے پڑھوں گا۔" [سہ ماہی تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر: ص ۸۷]

جامعہ نعیمیہ میں طلبہ کے ساتھ فیاضانہ سلوک

اللہ پاک کے فضل سے آپ مالی اعتبار سے بہت مضبوط تھے۔زمین دار ومال دار گھرانے سے آپ کا تعلق تھا۔اس لیے آپ ہمیشہ اپنے مال کو فی سبیل اللہ خرچ کرتے رہتے تھے۔جامعہ نعیمیہ میں رہتے ہوئے بہت سے غریب ونادار طلبہ کی کفالت وذمہ داری آپ نے اپنے اوپر لے لی تھی۔یہی نہیں بلکہ ان غریب طلبہ کے اہل خانہ کو بھی حسب ضرورت عطا فرماتے رہتے تھے۔آپ کے شاگرد رشید مولانا عبدالرب صاحب مرادآبادی بھی ایک

غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کی والدہ محنت ومزدوری کرکے آپ کو پڑھا رہی تھیں ۔ مجاہد ملت کو جب خبر ہوئی توآپ کی تعلیم وطعام وغیرہ کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی۔ مولانا عبدالرب صاحب نے مجاہد ملت کی مرادآباد تشریف آوری ،لوجہ اللہ تدریسی خدمات،، مرادآباد میں آپ کی مقبولیت ،اپنی غربت وکسمپرسی اور مجاہد ملت کی فیاضی کاذکر قدرے تفصیل سے کیا۔ یہاں اس کا بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں:

''حضور مجاہد ملت مرادآباد تشریف لائے۔اور جامعہ نعیمیہ میں درس وتدریس کا کام انجام دینے لگے۔ حضرت کی شان نرالی تھی بغیر کسی معاوضہ کے درس وتدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ مرادآباد میں حضرت کی شخصیت سے بچہ بچہ واقف ہوگیا۔ حضرت کے لوگ اتنے فریفتہ ہوگئے کہ حضرت کے پاس بیٹھنا فخر سمجھنے لگے۔ مرادآباد کے حکام پر حضرت کا بہت اثر تھا۔ وہاں ایک جج تھا اس کا ایک یکہ تانگہ مخصوص تھا، اس پر اور کوئی سواری نہیں کرسکتا تھا وہ یکہ حضرت کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ اوراس جج نے حضرت سے کہا کہ حضور آپ کو جب بھی جس وقت بھی کہیں جانے کی ضرورت پڑے یکہ حاضر ہے۔ مرادآباد کے اطراف میں بھی حضرت کی مقبولیت کم نہ تھی ۔ ہر طرف رئیس اڑیسہ کہلاتے تھے۔ قصبوں،دیہاتوں کے سبھی لوگ حضرت کی شخصیت سے مرعوب تھے۔

اسی دوران میں نے مدرسہ نعیمیہ میں داخلہ لے لیا۔اور حضرت کی خدمت میں رہنے لگا۔ تعلیم شروع ہوگئی۔ میری والدہ ہر جمعہ کو مجھ سے ملنے آتی تھیں ۔ میرا سرپرست اس وقت میری والدہ کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ والد گاؤں کے کافی بڑے آدمی تھے ۔خاندان بھی کافی بڑا تھا۔ مشیت الٰہی میرے والد کا انتقال اس وقت ہوگیا جب میری عمر صرف چھ سال کی تھی تو خاندان والوں نے بیوہ ماں کو بہت پریشان کیا۔ یہاں تک کہ زمین گھر وغیرہ سب سے الگ کردیا۔ میری دو بہنیں ایک مجھ سے بڑی ایک مجھ سے چھوٹی، ہم تین بچوں کو لے کر ادھر ادھر پریشان تھیں ۔ اسی بستی میں ایک جھونپڑی میں وقت گزارنے لگیں ۔ والدہ کسی دوسرے کے یہاں جاکر اس کی چکی چلاتیں وہ کچھ آٹا پیسے وغیرہ دیتا اس سے ہم تین بچوں کا گذارا ہوتا...... اسی دوران میرا داخلہ جامعہ نعیمیہ میں ہوگیا۔ اور میں حضرت کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنے لگا۔ حضرت کی شان ہی نرالی تھی۔ تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ اس کے علاوہ کئی ایسے لڑکے تھے جو حضرت کے خرچ سے پڑھ رہے تھے۔ اوران کو حضرت پیسہ دیتے تھے لیکن کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی۔ حضرت مجھ پر خاص توجہ فرماتے تھے اوراپنے بہت قریب رکھتے تھے۔ ایک دن معلوم کرنے لگے کہ یہ عورت جو تم سے ملنے آتی ہے کون ہے ؟ میں نے والدہ کے بارے میں اوراپنے گھر کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ حضرت بغور سنتے رہے اور حضرت کے تیور بدلتے گئے بعد میں حضرت نے فرمایا: کہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا اس بات کو تم کیوں چھپاتے رہے۔ خیر اب تم گھر جاؤ!

اوراپنی والدہ سے میرا سلام بول دینا اور کہنا کہ کل میں ان کے گھر پر آرہا ہوں۔

میں حضرت کے حکم پر گھر پہنچا وہاں والدہ مرحومہ نے بتایا کہ حضرت کل ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں۔ والدہ مرحومہ نے سنا اور کہنے لگیں: کہ تم نے شاید گھر کا حال حضرت سے بیان کر دیا ہے، میں نے کہا ہاں یہی بات ہے۔ خیر ساری بستی والوں کو معلوم ہو گیا کہ فلاں بیوہ کے یہاں حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب رئیس اڑیسہ تشریف لا رہے ہیں۔ بستی کا عالم یہ تھا کہ بڑے بڑے سرمایہ دار یہ چاہتے کہ حضرت میرے یہاں قدم رکھ دیں۔ گاؤں والے اس بات پر یقین کرنے کو تیار ہی نہیں تھے کہ اتنی بڑی شخصیت ایک بیوہ کے گھر آئے گی۔ جس کے پاس نہ گھر ہے نہ در۔ اگر آئے بھی تو وہ بیٹھیں گے کہاں؟ لوگوں نے سوچا شاید اس طرف سے کہیں دوسری جگہ جانا ہوگا اور اس لڑکے نے زور دیا ہوگا کہ حضور میرے گھر بھی چلیں گے تو حضرت نے ہاں کر لی ہوگی۔ ہمارے یہاں کے ایک صاحب نے اپنے گھر میں حضرت کے لیے انتظام کر لیا کہ اگر آئیں تو میں اپنے یہاں ٹھہراؤں گا۔ اس بیوہ کے پاس کیا بیٹھیں گے۔

بہر حال دوسرے دن حضرت اسی جج والے یکہ سے میری بستی دین نگر پور جو شہر مرادآباد سے صرف چودہ کلومیٹر سنبھل روڈ پر ہے پہنچے۔ لوگ دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ اور یہ خبر پوری بستی میں بجلی کی طرح پھیل گئی۔ حضرت میرے یہاں ٹوٹی ہوئی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ وہ صاحب بھی تشریف لائے جنہوں نے حضرت کے قیام کا انتظام کیا تھا۔ کہنے لگے حضور میرے یہاں چلیں! سارا سامان آپ کے لیے ٹھیک ہے۔ وہاں آرام سے بیٹھیے گا۔ حضرت نے بہت ہی ناخوش لہجے میں جواب دیا کہ میں یہاں ان کا مہمان ہوں تمہارا نہیں جب تک یہاں ہوں ان کے یہاں کھاؤں گا، رہوں گا۔ پھر حضرت نے ہمارے خاندان والوں کو بلایا ان سے فرمایا: کہ مجھ کو جانتے ہو سب نے کہا حضور آپ کو کون نہیں جانتا۔ پھر حضرت نے ہمارا معاملہ پیش کیا اور کہا کہ اگر تم لوگوں نے جلد ہی ان کی زمین اور گھر خالی نہیں کیا تو اچھا نہیں ہوگا۔ جب ان لوگوں کو ڈرایا دھمکایا تو انہوں نے زمین میں پیداوار کا آدھا حصہ دینے کا وعدہ کیا اور مکان خالی کرنے کا۔ پھر حضرت نے والدہ مرحومہ کو کچھ روپے دیے اور فرمایا کہ ہر ماہ میں تم کو خرچ دیتا رہوں گا۔ تم گھر میں رہو! کسی کی چکی چلانے کی ضرورت نہیں۔ پھر حضرت مجھ کو لے کر مرادآباد تشریف لے آئے۔ پھر کیا تھا زمین کی پیداوار بھی ملنے لگی مکان خالی ہو گیا۔ جب تک فصل نہیں کٹی حضرت والدہ مرحومہ کو ہر ماہ روپے دیتے رہے۔ میرا تو کل خرچ اٹھاتے ہی تھے۔ پھر والدہ سے حضرت نے فرمایا: کہ اس لڑکے کو مجھے دے دو۔ والدہ نے فرمایا ایک ہی بیٹا ہے چاہے آپ اپنے پاس رکھیں یا میرے پاس رہنے دیں۔ بہر حال حضرت نے میری پڑھائی لکھائی شادی وغیرہ کی ساری ذمہ داری نبھائی۔" [ماہنامہ اشرفیہ کا مجاہد ملت نمبر: ص ۲۰۰ تا ۲۰۳]

صدر الافاضل بھی آپ کی سخاوت وفیاضی سے کافی متاثر تھے اور آپ کی فیاضی کا ذکر خیر فرماتے رہتے تھے۔ مولانا شاہ ابوالبخت محمد عبد الوحید فریدی بنارسی خانقاہ نوریہ بنارس کے سجادہ نشین لکھتے ہیں:

”**سیدی وسندی ومولائی حضور صدرالافاضل قدس سرہ العزیز** کی بنارس میں تشریف آوری ہوگئی۔ مجھ سے میرا پورا پورا حال پوچھا۔ سب کچھ من وعن سنادیا۔ فرمایا:

کہ تم میرے ساتھ چلو میں چلا گیا، شب وروز قدموں میں حاضر رہا کرتا تھا۔ تذکروں کے دوران ایک مرتبہ حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی آگیا، **میرے حضرت** کی چشمہائے مبارک میں نمی آگئی۔ اور فرمایا کہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کا عجیب حال تھا، ان کے والد ماجد رئیس تھے۔ دو سو روپے ماہوار آتا تھا جس طالب علم کے پاس کپڑا نہ ہوتا مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اس کا کپڑا بنوادیتے۔ جس کی جاگیر نہ ہوتی اس کے لیے ہوٹل میں کھانا کھانے کا انتظام کرتے۔ فرماتے کھاؤ اور پڑھو! پندرہ سولہ طالب علموں کے کھانے کا بندوبست کردیا کرتے تھے۔

حضرت اس واقعہ کو فرماتے جاتے اور آنکھوں سے اشک جاری رہتے۔ فقیر کو ان کی زیارت کا شوق ہوا تو فرمایا:

”اگر دو سال قبل آگئے ہوتے تو دیکھ لیا ہوتا۔ ان کو گئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔“

[ماہنامہ اشرفیہ کا مجاہد ملت نمبر: ص ۱۹۰، ۱۹۱]

جامعہ نعیمیہ کے حوالے سے تاثرات

جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے پچاس سالہ جشن کے موقع پر جامعہ نعیمیہ سے روداد شائع ہوئی۔ جس میں جامعہ نعیمیہ کے حوالے سے مجاہد ملت کا قیمتی تاثر شائع کیا گیا۔ جامعہ نعیمیہ کے باب میں اسے ملاحظہ کریں۔ ہم بس ایک اقتباس پیش کررہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

خدا کا شکر ہے کہ **حضرت استاذ محترم صدرالافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کے جامعہ نعیمیہ کی نئی بہار دیکھنا نصیب ہوا..... بالآخر حضرت کا خلوص رنگ لاکر رہا۔ اور امید افزا حالات سے مدرسہ مزین ہونے لگا۔“

[روداد جامعہ نعیمیہ مرادآباد: ۲۰/ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ لغایت ۳۰/ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ۔
مطابق یکم جنوری ۱۹۵۹ء لغایتہ ۳۱/ دسمبر ۱۹۵۹ء۔ ص ۱۰]

مرتضیٰ در بھنگی کو مجاہد ملت کا چیلنج مناظرہ اور طلبائے جامعہ نعیمیہ

صفر ۱۳۵۰ھ میں مرادآباد کی دیوبندی جماعت کی طرف سے تین روزہ اجلاس ہوئے، جن میں مولوی مرتضیٰ در بھنگی اور مولوی اسمعیل سنبھلی کی خصوصی تقریریں ہوئیں۔ اجلاس میں اہل سنت کے خلاف بہت زہر افشانی کی گئی۔ اور مناظرہ کی بات بھی رکھی گئی۔ نتیجہ میں جامعہ نعیمیہ سے چند طلبہ اجلاس میں بات کرنے کے لیے بھیجے گئے۔ مگر لاکھ کوششوں کے باوجود مولوی مرتضیٰ در بھنگی اور دوسرے دیوبندی مولوی بات کرنے کو تیار نہیں ہوئے۔ آخر میں مجاہد ملت کی طرف سے در بھنگی کو چیلنج مناظرہ کی تحریر دی گئی مگر اس پر بھی کوئی جواب مخالف جماعت کی طرف سے نہیں

دیا گیا۔اوراس طرح عوام اہل سنت اور طلباے جامعہ نعیمیہ فتح وکامران ہوکرواپس ہوئے اور بشکل جلوس صدرالافاضل کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔اس مناظرانہ کارروائی کی تفصیل حضرت مولانا آل حسن نعیمی سنبھلی کے تذکرے میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔یہاں بس مجاہد ملت سے متعلق اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

”فتح کا اعلان کرتے وقت مولوی محمد ذاکر حسین صاحب نے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کے ہاتھ میں مناظرے کا چھپا ہوا چیلنج دیا،جو فاضل جلیل مولانا الحاج جناب مولوی حبیب الرحمن صاحب قادری اشرفی کی جانب سے تھا۔اس چیلنج کو دیکھ کر وہابیہ کے مناظر اعظم پر جو گزری ہوگی اس کو انہیں کا دل جانتا ہوگا۔“

[السواد الاعظم:شوال وذیقعدہ ۱۳۵۰ھ۔ص۲۱،۲۲]

سنی کانفرنس اور مجاہد ملت

سنی کانفرنس میں مجاہد ملت کی کیا کارکردگی رہی اس تعلق سے کوئی تفصیل نہیں ملی۔البتہ صدرالافاضل کے نام مولانا سید عبدالسلام باندوی کے ایک خط میں آپ کا ذکر ملتا ہے،جس میں صدرالافاضل سے مجاہد ملت کو سنی کانفرنس میں حصہ لینے سے متعلق تاکید کے لیے کہا گیا ہے۔خط کا اقتباس ملاحظہ ہو:

”علماے اہل سنت بالخصوص نعیمی اشرفی اکثر وبیشتر سنی کانفرنس کی تبلیغ سے قطعی غافل ہیں،ان کو خصوصیت کے ساتھ ہدایت ہونی چاہیے..... حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کو بھی ایک خط اڑیسہ لکھنا چاہیے ..... <u>**حضور**</u> کے لکھنے سے بے حد اثر ہوگا۔فقط۔“

[مکاتیب صدرالافاضل:مرتبہ محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی۔ص۱۷۶]

محدث اعظم پاکستان، علامہ سردار احمد خاں

تعارف

محدث اعظم پاکستان ابوالفضل علامہ سردار احمد بن چودہری میراں بخش دیال گڑھ ضلع گورداس پور میں ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ ہائی اسکول، بٹالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ لاہور میں F.A کے امتحانات کی تیاری کے لیے پہنچے اسی دوران مرکزی انجمن حزب الاحناف، لاہور، میں منعقدہ جلسے میں شرکت ہوئی۔ جلسہ میں شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ اس ملاقات نے آپ کو اس قدر متاثر کیا کہ آپ عصری تعلیم چھوڑ کر دینی تعلیم کے حصول کے لیے بریلی شریف پہنچ گئے۔ اور پھر وہاں سے مدرسہ معینیہ اجمیر شریف، چلے گئے۔ حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند اور صدر الشریعہ کی بارگاہ فیض سے خصوصی طور پر اکتساب علم کیا۔ مدرسہ منظر اسلام سے فراغت پائی۔ اور یہیں خدمت تدریس پر مامور ہوگئے۔ مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف وغیرہ مدارس میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔

بہت سے نام وَر تلامذہ چھوڑے، چند اہم کتابیں تصنیف فرمائیں، تبلیغی میدان میں نمایاں کارنامے انجام دیے۔ علمائے وہابیہ ودیابنہ سے مناظرے بھی کیے۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان آگئے، وزیر آباد اور ساروکی میں کچھ عرصہ گزارا، پھر لائل پور تشریف لے گئے، اور وہاں مدرسہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام قائم کیا اور درسِ حدیث میں مصروف ہوگئے۔ ۱۹۴۵ء اور ۱۹۵۶ء میں دوبار سفر حج کیا۔ یکم شعبان ۱۳۸۲ھ ۲۹/ دسمبر ۱۹۵۱ء جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب کو کراچی میں وفات پائی، شاہین ایکسپریس کے ذریعہ جسدِ مبارک لائل پور لایا گیا۔ سنی رضوی جامع مسجد لائل پور میں تدفین ہوئی۔

صدر الافاضل کی آپ پر شفقتیں اور آپ کی نیاز مندی

آپ پر صدر الافاضل کی غایت شفقت و محبت کی بات بہت مشہور ہے۔ صدر الافاضل آپ پر بے حد شفیق و مہربان اور آپ کے بہت ہی ہمدرد تھے۔ یہ الگ بات کہ آپ صدر الافاضل کے تلامذہ کی فہرست میں شامل نہیں مگر صدر الافاضل کی ذات گرامی سے آپ خوب مستفید و مستفیض ہوئے ہیں۔ اور صدر الافاضل کی بھی آپ پر خوب نوازشات رہی ہیں۔ ایک بار آپ سے پوچھا گیا کہ آپ صدر الافاضل کے شاگرد ہیں؟ تو آپ نے بہت ہی پیارا جواب عطا فرمایا۔ علامہ حسن رضوی میلسی کے حوالے سے ہم یہاں سوال وجواب نقل کر رہے ہیں ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:

''فقیر کواچھی طرح یاد ہے ،میں نے ایک بار مظہر صدر شریعت ،سیدی وسندی ، حضرت قبلہ محدث اعظم پاکستان، حضرت علامہ ابوالفضل، محمد سرداراحمد صاحب قادری چشتی قدس سرہ......سے بذریعہ عریضہ معلوم کیاتھا،غالبًا یہ ۱۹۵۳ء یا۱۹۵۴ء کاواقعہ ہے ،کہ کیاآپ **حضور صدرالافاضل** کے شاگرد ہیں ؟تواس کاجواب حضرت سیدی محدث اعظم پاکستان نے تحریر فرمایاتھاکہ

''فقیر حضور صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ امجد علی اعظمی رضوی مصنف بہار شریعت قدس سرہ، کاشاگرد ہے۔ مگر **حضور صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** کااپنے استاذوں کی طرح احترام کرتا ہے اگرچہ **حضور صدرالافاضل** فقیر کے استاذ نہیں مگروہ اپنے اساتذہ کی طرح انتہائی شفیق ومہربان رہے ہیں۔اور ہم لوگوں پر زیادہ شفقت وعنایت فرماتے رہے ہیں''

[تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدرالافاضل:ص۱۴۱]

آپ کے وصال کی افواہ اور صدرالافاضل کا اہتمام ایصال ثواب

تحریک پاکستان کے وقت آپ کے وصال کی (جھوٹی) خبر اخبارات میں چھپی توصدرالافاضل کوسخت صدمہ پہنچا۔آپ نے فرمایادل نہیں مانتامگرہمارے مذہب میں زندہ ووفات یافتہ سب کے لیے ایصال ثواب کیاجاسکتا ہے۔اس لیے صدرالافاضل نے باقاعدہ قرآن خوانی وغیرہ کااہتمام فرمایااورایصال ثواب کیا۔بعد میں جب خبر کی تکذیب ہوئی، توبریلی شریف جاکرآپ سے ملاقات فرمائی۔اورآپ کی پیشانی کابوسہ لے کراپنی مسرت کااظہار فرمایا۔یہ واقعہ علامہ حسن علی میلسی کے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔لکھتے ہیں:

''تحریک پاکستان کے زمانے میں ایک بار حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی شہادت کی خبر اخبارات میں چھپ گئی۔اس خبر اندوہ اثر سے **حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ** کوبہت صدمہ ہواآپ نے اپنی طرف سے جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں ختم قرآن عظیم وایصال ثواب کاانتظام کیا۔**حضور صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** فرماتے تھے کہ اگرچہ میرا دل نہیں مانتاکہ مولاناسرداراحمد کے ساتھ ایساہواہے مگرچوں کہ ہمارے عقیدے میں زندہ اوروصال فرمانے والے سب کے لیے ایصال ثواب جائز ہے، لہٰذامولاناسرداراحمد کے لیے فاتحہ خوانی ضرور کی جائے گی۔کچھ عرصے کے بعد جب اس غلط خبر کی تردید اخبارات میں چھپی تو**حضور سیدناصدرالافاضل** بنفس نفیس خود محدث اعظم پاکستان سے ملنے کے لیے بریلی شریف تشریف لے گئے۔حضرت محدث اعظم پاکستان مسجد بی بی جی میں مدرسہ مظہراسلام کے دارالحدیث میں محو مطالعہ تھے ،**حضور صدرالافاضل** آہستہ اچانک تشریف لائے۔اورالسلام علیکم کہہ کر محدث اعظم پاکستان کی پیشانی مبارک کوچوم لیا۔اور بہت خوشی کااظہار فرمایا۔کہنے لگے:بس میں تمہیں دیکھنے کے لیے آیاتھا۔اور ابھی واپس جاتاہوں۔''[تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدرالافاضل:ص۱۴۵]

محدث اعظم کی مناظرانہ کامیابی پر صدر الافاضل کا اظہار مسرت

محرم الحرام ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء کو پرانا شہر بریلی شریف کی مرزائی جامع مسجد میں ، آپ سے دیوبندی مولوی منظور نعمانی کا چارروزہ مناظرہ ہوا، جس میں بحمد اللہ تعالیٰ آپ کو فتح و کامیابی نصیب ہوئی۔اس موقع پر ملک بھر کے علماو مشاہیر نے مبارک بادی کے خطوط ارسال فرمائے۔صدر الافاضل کو جب آپ نے خط کے ذریعے اس کامیاب مناظرے کی خبر دی تو صدر الافاضل کو بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے آپ کے نام دعائیہ تہنیت نامہ ارسال فرمایا۔اور پھر بریلی شریف حاضر ہوئے تو آپ سے بالمشافہ ملاقات کرکے مبارک باد دی اور دعاؤں سے نوازا۔ہم یہاں صدر الافاضل کا آپ کے نام تہنیتی شفقت نامہ نقل کررہے ہیں:

عزیزی جناب مولانا سلمہ !!!وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ!

محبت نامہ ملا۔ الحمد و المنة ذلك فضل الله يوتيه من يشاء ۔

مولیٰ سبحانہ آپ کو ہمیشہ حمایت دین اور دفع مفاسد بے دینی میں سرگرم اور کامیاب رکھے۔خوب میدان مارا۔جزاك المولى۔آپ کی اس فتح و کامیابی سے دل بہت مسرور ہوا،اور آپ کے لیے دعائیں۔والدعا۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

غالباً صدر الافاضل کا درج ذیل گرامی نامہ بھی اسی حوالے سے ہے ملاحظہ کریں:

عزیز مکرم سلمہ !وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ!

مبارک نصرت الٰہی دائماً مقارنِ حال رہے۔آمین

مولیٰ سبحانہ کی تائید سے ہمیشہ آپ دشمنان دین پر غالب رہیں گے اس فتح سے بڑی مسرت ہوئی۔آپ نے اطلاع دے کر میرے قلب کو راحت پہنچادی۔مولیٰ سبحانہٗ اس کی جزا عطا فرمائے۔حضرت مفتی اعظم کی خدمت میں میرا سلام عرض کردیجیے۔والسلام۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

(پتہ:بریلی مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی صاحبہ بملاحظہ
عالم جلیل فاضل نبیل مولانا مولوی سردار احمد صاحب سلمہ)

جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس میں آپ کی دعوت

آپ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں عموماً حاضر ہوا کرتے تھے۔اور جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں بھی

اکثر شریک ہوتے تھے۔ صدر الافاضل بھی آپ کو خصوصی دعوت کے ذریعہ یاد فرماتے تھے۔ صدر الافاضل کے درج ذیل گرامی نامے جس پر گواہ ہیں۔

صدر الافاضل کا نوازش نامہ، بنام محدث اعظم

عزیزی مولانا سلمہ !السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ!

مدرسے کا جلسہ یکم اکتوبر اور دوم سوم، روز یک شنبہ دوشنبہ سہ شنبہ کو منعقد ہوگا۔ آپ کی تشریف آوری سے مجھے دلی مسرت ہوگی۔ یکم اکتوبر کو آپ مرادآباد پہنچ جائیں۔ میں بیمار ہوں اگر دو ایک روز میں قابل سفر ہو سکا تو حضرت مولانا محمد رضا خان صاحب مدظلہ کی مزاج پُرسی کے لیے بریلی حاضری کا عزم رکھتا ہوں، اس صورت میں وہاں آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔ والسلام۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

(پتہ: بریلی شریف محلہ سوداگراں بمطالعہ عزیز گرامی مرتبت جناب
مولانا مولوی محمد سردار احمد سلمہ صدر المدرسین مدرسہ رضویہ)

دوسرا نوازش نامہ

عزیز مکرم مولانا المحترم سلمہ: السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ!

محبت نامہ ملا۔ آپ شنبہ کا دن تو بریلی شریف میں خرچ کیجیے۔ شام کو میل سے ۶ بجے واپسی انٹر لے کر تشریف لائیے۔ یکشنبہ دوشنبہ یہاں قیام فرمائیے۔ سہ شنبہ کو صبح ۶ بجے میل سے سوار ہو کر ۱/۲ بجے بریلی شریف پہنچ جائیے۔ اس صورت میں آپ کے دو روز خرچ ہوں گے اور ہمیں تین شب مل جائیں گی۔

حضرت مفتی اعظم دام مجد ہم کی خدمت میں میرا اسلام مسنون تمنائے اشتیاق دیدار عرض کر دیجیے اگر شانِ کریمی کرم فرمائے اور اس وقت رونق افروز کر کے مشرف کریں، تو عجب دل نوازی ہو۔ والسلام۔

معذرت ذکر مصارف تشریف آوری پر پیش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ المولی الکریم۔

محمد نعیم الدین

صدر الافاضل اور محدث اعظم، جلسوں میں شرکت

صدر الافاضل کے ساتھ آپ نے بہت سے جلسوں میں شرکت کی ہے۔ ہم دو چند جلسوں کا ذکر کیے دیتے ہیں۔ جامعہ حمیدیہ رضویہ مدن پورہ بنارس کے سالانہ جلسہ دستار بندی منعقدہ ۲۰، ۲۱، ۲۲ر شعبان ۱۳۵۹ھ مطابق

۲۳، ۲۴، ۲۵/ستمبر ۱۹۴۰ء کو صدرالافاضل کے ساتھ آپ بھی شریک تھے۔ اس اجلاس میں صدرالافاضل کے خطاب نایاب سے پہلے آپ نے تقریر فرمائی۔ جلسے کی تفصیل صدرالافاضل کے جلسوں کے ضمن میں ملاحظہ کریں۔

نیز اپریل ۱۹۴۴ء میں بھاگل پور اور فیض آباد کے جلسوں میں ایک ساتھ شرکت کرنے کے لیے صدرالافاضل نے آپ کے نام درج ذیل گرامی نامہ ارسال فرمایا۔ جس میں دونوں مقامات پر ایک ساتھ دونوں حضرات کی شرکت کا ذکر اور سفر کی قدرے تفصیل تحریر ہے۔ گرامی نامہ ملاحظہ کریں:

گرامی نامہ صدرالافاضل بنام محدث اعظم

احب الاعزا و اعز الاحباء، مولانا سردار احمد صاحب، سلمکم المولیٰ تعالیٰ و اید کم دینہ المتین!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کی مساعی جمیلہ اور خدمات دینیہ معلوم کر کے قلب کو سرور بے انداز حاصل ہوا ہے۔ اور دعائیں کیا کرتا ہوں۔ بھاگل پور کے سلسلے میں، میں نے ایک روز فیض آباد کے لیے بھی مقرر کیا ہوا ہے۔ اگر اہل فیض آباد نے اس کو کافی سمجھا تو ۱۲/اپریل گزار کر پنجشنبہ کی شب میں دہرہ دون ایکسپریس سے روانہ ہوں گا۔ اسی ٹرین میں آپ بریلی سے سوار ہوں اور ایک روز فیض آباد کو فیض آباد بنا کر ۱۴/اپریل کو فیض آباد سے روانہ ہوں۔ اور ان شاء المولیٰ الکریم ۲۱/ربیع الآخر ۱۵/اپریل روز شنبہ کو قبل دوپہر بھاگل پور پہنچیں۔ اگر فیض آباد جانا نہ ہوا، تو مراد آباد سے ۱۳/اپریل گزار کر شب جمعہ میں دہرہ ایکسپریس سے سوار ہوں گا۔ جناب اسی ٹرین سے بریلی اسٹیشن پر فقیر کی ہمراہی فرمائیں۔ اس صورت میں جناب کو اطلاع دوں گا، فیض آباد جانا نہیں ہے۔ پہلی صورت میں اطلاع کا انتظار نہ فرمائیں اور شب پنج شنبہ کو بریلی اسٹیشن پر تشریف لے آئیں۔ حضرت مفتی اعظم دامت برکاتہم کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیجیے اور یہ بھی کہ ۲/ربیع الآخر شریف کو میرے اہل خانہ نے اس دارِ فانی سے رحلت کی ان کے لیے دعاے مغفرت فرمادیں۔ والسلام۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ۔ محررہ ۴/اپریل ۱۹۴۴ء

(پتہ: بریلی شریف محلہ بہاری پور مدرسہ مظہر اسلام حامی سنت ناصر ملت حنفیہ مولانا مولوی سردار احمد صاحب صدر المدرسین مدرسہ رضویہ سلمہ ملاحظہ فرمائیں)

صدرالافاضل اور محدث اعظم کی مکاتبت

صدرالافاضل نے آپ کے نام اور آپ نے صدرالافاضل کے نام کئی خطوط تحریر فرمائے۔ ہمیں جو دستیاب ہوئے ان میں سے چند خطوط ہم نے تحریکات کے باب میں سنی کانفرنس کے ضمن میں نقل کر دیے ہیں۔ باقی خطوط یہاں نقل کیے جاتے ہیں ملاحظہ کریں:

(۱)

صدرالافاضل غالباً مدرسہ مظہرالاسلام کے سالانہ اجلاس میں تشریف نہ لے جاسکے جس کے لیے آپ سے درج ذیل خط میں اظہار افسوس فرماتے ہوئے روبہ صحت ہونے پر پہنچنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ خط ملاحظہ کریں:

عزیزی مولانا سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ!

آپ کا محبت نامہ ملا۔ اور میں اس موقع پر پہنچنا بہت ضروری سمجھتا تھا۔ لیکن علالت کی وجہ سے سفر کے قابل نہیں ہوں۔ اس کا افسوس ہے۔ طبیعت درست ہونے پر ان شاء المولی تعالیٰ کوشش کروں گا۔ والسلام۔

حضرت صدرلافاضل مدظلہ

کاتب الحروف کا سلام مسنون قبول فرمائیں۔ **بقلم محمد عمر نعیمی**

(پتہ: بمطالعہ عزیزی عالم یلیمی فاضل لوذعی مولانا مولوی سردار احمد صاحب سلمہ
محلہ بہاری پور مسجد بی بی صاحبہ مرحومہ بانس بریلی)

صدرالافاضل نے ترجمہ قرآن کی اشاعت اور چند باتوں کے حوالے سے درج ذیل خط تحریر فرمایا:

عزیزی مولانا سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ!

آپ کا محبت نامہ ملا بفضلہ تعالیٰ وہ بچہ اب اچھا ہے۔ آپ کی محبت کا شکریہ کہ آپ نے ترجمۃ القرآن کی اشاعت میں سعی فرمائی۔ مگر افسوس ہے قرآن کی کوئی قسم سوائے دوم کے باقی نہیں ہے اس لیے اس ارشاد کی تعمیل نہیں ہو سکتی۔ قسم دوم کے لیے ارشاد فرمائیں بھیجا جاسکتا ہے۔ والسلام۔

حضرت صدرالافاضل مدظلہ

از مرادآباد کی معروضات
(پتہ: بخدمت جناب مولانا مولوی سردار احمد صاحب سلمہ محلہ بہاری پور مسجد بی بی صاحبہ بانس بریلی)

مرادآباد کے ایک جلیل القدر صوفی، صدرالافاضل کے استاد بھائی جناب مولانا سید محمد حسین مرادآبادی علیہ الرحمۃ کی سنیت کے حوالے سے کچھ افواہیں پھیلائی گئیں کہ وہ دیوبندیوں کے تعلق سے نرم رویہ رکھتے ہیں، انہیں اچھا جانتے ہیں۔ آپ نے صوفی صاحب کے مسلک و نظریات سے متعلق تحقیق حال کے لیے صدرالافاضل کی بارگاہ میں درج ذیل نیاز نامہ ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت اقدس وملاحظہ اشرف فخر اہل سنت حامی سنت ماحی بدعت استاذ العلماء صدر الافاضل حضرت مولانا مولوی حافظ قاری محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی دامت برکاتہم العالیہ

مؤدبانہ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ حضرت زبدۃ الاصفیا، زین الفقرا، مولانا مولوی صوفی شاہ محمد حسین صاحب قبلہ مرادآبادی زید مجد ہم کا کیا مسلک تھا؟ وہابیہ غیر مقلدیہ ووہابیہ دیوبندیہ کے عقائد باطلہ اور اقوال کاسدہ جو ان کی کتابوں مثلاً تقویۃ الایمان، حفظ الایمان، براہین قاطعہ وغیرہ میں منقول ہیں حضرت قبلہ صوفی صاحب قدس سرہ کا ان کے متعلق کیا مختار تھا؟ فاتحہ وعرس ومیلاد شریف وگیارہویں شریف ودیگر اُمور مستحسنہ کرتے تھے یا نہیں اور ایسی مجالس میں شرکت فرماتے تھے یا نہیں ؟

حضور والا چوں کہ صوفی صاحب قبلہ کے استاد بھائی ہیں اور طویل زمانے تک حضرت ممدوح کی صحبت میں رہے ہیں، لہٰذا **حضور والا**، حضرت ممدوح قدس سرہ کے احوال واقوال سے زیادہ واقف ہیں ۔ سوال مذکور کے متعلق وضاحت سے جواب تحریر فرمائیں ۔ بعض لوگ جو ناواقف ہیں یا معاندہیں وہ حضرت صوفی صاحب قبلہ کی طرف یہ جھوٹی نسبت کرتے ہیں کہ وہابیہ کو اچھا جانتے ہیں برا نہیں کہتے تھے ۔ لہٰذا خادم نے سوال مذکور کے جواب کی تکلیف دی تاکہ ان لوگوں کا جھوٹ واضح ہو جائے ۔ والسلام ۔ ۲۲/ ماہ مبارک رمضان ۵۹ھ

خادم ناچیز فقیر محمد سردار احمد غفرلہ قادری چشتی ۔ از قصبہ دیال گڑھ ضلع گورداسپور پنجاب

جواب خط بقلم صدر الافاضل

صوفی سید محمد حسین مرادآبادی کی بابت آپ کے درج بالا خط کے مندرجات کا بہت ہی ایمان اور اطمینان بخش جواب صدر الافاضل نے تحریر فرمایا۔ صدر الافاضل کا گرامی نامہ پیش ہے، ملاحظہ کریں اور محظوظ ہوں:

خلیل ایمانی وروحانی عالم ربانی مولانا المولوی سردار احمد صاحب سلمہ المولیٰ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

حضرت مولانا صوفی سید شاہ محمد حسین صاحب مرادآبادی قدس سرہ ایک عارفِ کامل تھے ۔ اس فقیر کو آپ کی خدمت بابرکت میں عرصہ دراز تک پابندی سے حاضری دینے کا شرف حاصل ہے ۔ حضرت ممدوح سے بہت فیض پایا ہے ۔ ہم اُستادی کی نسبت بھی ہے مگر عقیدت ونیاز مندی کی نسبت جو ذریعہ فیض ہے، وہی قابل فخر ہے ۔ زمانہ طلب علم میں بھی یہ فقیر حضرت کی خدمت میں حاضری کا التزام رکھتا تھا ۔ اور اپنے ہر شعبہ زندگی کو ان کے منشا کے مطابق بنانے میں کامیابی سمجھتا تھا ۔ سنیت کی نعمت پر اس فقیر کو استحکام حضرت کی بدولت حاصل ہوا ۔ وہابیہ

غیر مقلدیہ اور تمام بدمذہبوں کا حضرت صوفی صاحب بے دریغ رَد فرماتے تھے۔

وہابیہ کے علما بھی حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کی خدمت میں بہ غرض مناظرہ پہنچے اور شرمندہ ہو کر واپس ہوئے۔ زبانیں بند ہوگئیں اور جواب نہ آیا۔ بشیر الدین قنوجی اور سرمایہ فخر شاگرد و تلطف حسین، صوفی صاحب کے مقابلے میں نہایت ذلیل ہوئے۔ مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ پر بحث تھی، صوفی صاحب کی گفتگو نے لاجواب کر دیا۔

حفظ الایمان اور براہین قاطعہ و تحذیر الناس کے مصنفین کو صوفی صاحب بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور جاہل، گمراہ فرماتے تھے۔ تقویت الایمان اور اس کے مصنف کو بدمذہبی کی خرافات کا بانی اور عیار، دنیا طلب فرماتے تھے۔ میں نے ان کی زبان مبارک سے سنا کہ اسمٰعیل دہلوی نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زمانہ پایا، اُن کی قرابت پر فخر بھی ہے انہیں کے مرید سید احمد سے مرید بھی ہے مگر وہ شاہ صاحب سے مرید نہ تھا، اس سے اس کا مقصد حاصل نہ ہوتا تھا۔ ایک جاہل سید احمد کو پھانسا اور اس کو پیر بنا کر اپنی بدمذہبی کو رواج دیا۔

فاتحہ، عرس، گیارہویں شریف، میلاد شریف، توشہ، سفر برائے زیارت قبور، تو صوفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایسے معمولات ہیں جن پر تمام عمر عمل رہا۔ خود اپنے مکان پر اپنے پیر کا ہمیشہ عرس کیا کرتے۔ بغیہ شریف کے عرس اور میلاد شریف میں شریک ہوتے۔ دُور دُور عرسوں میں تشریف لے جاتے۔ کلیر شریف ہر سال حاضر ہوتے، اور وہاں ایک بڑا شاندار کیمپ (Camp) آپ کا ہوتا۔ کثرت سے لوگوں کو عرس میں ساتھ لے جاتے، جانے کی ترغیب دیتے، بے استطاعت لوگوں کے مصارف کی خود کفالت فرماتے۔ عرس کلیر شریف میں ہی بیمار ہوئے اسی مرض میں وصال فرمایا۔

یہ باتیں ایسی ہیں جو لاکھوں آدمیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں اور وہ لوگ ابھی زندہ ہیں۔ فاتحہ آپ کے یہاں ہر ہفتہ لازمی ہوتی تھی۔ اور اس سے زیادہ بھی ہو جاتی تھی۔ جو اس فقیر کا مسلک ہے وہی صوفی صاحب قدس سرہ کا مسلک تھا۔ میں ان کے حکم سے وعظ کہتا، رَدِ وہابیہ کرتا وہ تشریف فرما رہتے۔ جامعہ نعیمیہ کی بنیاد صوفی صاحب کی امداد اور ان کے ارشاد پر رکھی گئی۔ اس کے تمام جلسوں میں صوفی صاحب شرکت فرماتے، وہابیہ کی تدابیر اشاعت بدمذہبی کے خلاف صوفی صاحب ہی کی راہ پر عمل ہوتا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے ممتاز خلیفہ مولوی محمد صدیق مرادآبادی کو مسجد بغیہ شریف کی امامت سے علاحدہ کرنے میں صوفی صاحب قدس سرہ نے زور اور قوت سے کام لیا اور انہیں نکال کر چھوڑا۔ صوفی صاحب اہلِ باطل کے ساتھ قلبی عداوت کے ساتھ عملی مقابلہ بھی فرماتے تھے اور ان کو ذلیل کرتے تھے۔ اگر اس کی تفصیل کی جائے تو ایک کتاب طبع ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کی وہی راہ تھی جس پر وہ مجھے چلا گئے۔ اللہ تعالیٰ اسی راہ پر میرا بھی خاتمہ فرمائے۔ اور ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھائے آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وسید رسلہ

مولانا محمد ن المصطفیٰ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ والسلام خیر ختام۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ۔۲۹؍رمضان مبارک ۱۳۵۹ھ

لاؤڈاسپیکر پر فتوی اور صدرالافاضل کی تصدیق

لاؤڈاسپیکر پر نماز کے عدم جواز پر آپ کے ایک تفصیلی فتوے کی صدرالافاضل نے درج ذیل الفاظ میں تصدیق وتائید فرمائی۔

''حامدا ومصلیاً ومسلماً! امام کی قراءت سنانے کے لیے لاؤڈاسپیکر کا استعمال درست نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت مجیب سلمہ نے تحریر فرمایا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ المعتصم بحبل المتین محمد نعیم الدین المرادآبادی غفرلہ

[رویت ہلال ولاؤڈاسپیکر پر نماز: نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور۔ صفحہ:۱۱]

سنی کانفرنس اور محدث اعظم پاکستان

سنی کانفرنس میں آپ نے اہم کردار نبھایا۔ سنی کانفرنس کے بہت سے اجلاس میں آپ نے شرکت فرمائی۔ صدرالافاضل نے آپ کو سنی کانفرنس بنارس کے مرکزی اجلاس منعقدہ ۱۹۴۶ء اپریل کا جو دعوت نامہ ارسال فرمایا اس میں آپ کی شرکت کو کانفرنس کی روح بتایا ہے۔ لکھتے ہیں:

''مولانا المکرم سلمہ!

بنارس سنی کانفرنس کے اجلاس ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، اپریل ؍۱۹۴۶ء کو ہوں گے۔ آپ کی شرکت اس کانفرنس کی رُوح ہے۔ ۲۶؍اپریل کی شام یا ۲۷؍دن میں بنارس رونق افروز ہوجایئے۔ مصارف سفر کے لیے حاضر کیے جائیں گے۔ حضرت مفتی اعظم دام مجدہ اور بریلی سنی کانفرنس کے اراکین کی خدمت میں بھی میری طرف سے التجائے شرکت کے لیے عرض کردیجیے۔ جواب کا انتظار ہے۔ والسلام۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

از بنارس کینٹ اسٹیشن ڈیری (پتہ: بریلی محلہ بہاری پور مسجد بی بی صاحبہ مرحومہ مدرسہ مظہر الاسلام بملاحظہ عالم جلیل مولانا الحاج مولوی سردار احمد صاحب صدر المدرسین مدرسہ مذکورہ)

[مکاتیب صدرالافاضل: مرتبہ احقر نعیمی]

علاوہ ازیں علمائے کرام کی جمعیت ''موتمر العلماء'' میں آپ بھی بحثیت رکن شامل تھے۔

قاضی شمس الدین جونپوری

مصنف قانون شریعت، حضرت قاضی شمس الدین جعفری شہر جونپور کے محلہ میر مسرت میں ۲۸؍ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ ۵؍مارچ ۱۹۰۵ء کو پیدا ہوئے۔ جونپور ہی کے مدرسہ حنفیہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے انگلش میں بی اے فائنل کیا۔ درس نظامی کے لیے جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوئے۔ صدر الافاضل وغیرہ اساتذہ جامعہ سے کسب علم اور اکتساب فیض کیا۔ اور پھر تحریک شدھی کے دوران صدر الافاضل کے مصروف ہونے کے سبب اسباق ناغہ ہونے لگے، اس لیے مدرسہ معینیہ اجمیر میں صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی کی بارگاہ میں پہنچ کر چند سال وہاں اور پھر صدر الشریعہ کے ساتھ بریلی شریف آکر علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی۔

۱۳۵۲ھ میں منظر اسلام سے سند فراغت اور حجۃ الاسلام وغیرہ علمائے اہل سنت کے مقدس ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ دس سال کی عمر میں امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت سے شرف بیعت حاصل ہوا۔

جامعہ نعیمیہ مرادآباد، منظر اسلام بریلی شریف، جامعہ اشرفیہ مبارکپور، منظر حق، فیض آباد، اور بھی کئی مشہور مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ سنی کانفرنس وغیرہ اہم تحریکات میں خوب حصہ لیا۔ بدمذہبوں سے مناظرے و مباحثے کیے۔ متعدّد کتابیں تحریر فرمائیں، خاص کر قانون شریعت جسے قبولیت عام و خاص حاصل ہے۔ نامور تلامذہ یادگار چھوڑے۔ یکم محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۳۰؍اکتوبر ۱۹۸۱ء جمعہ کی شب میں وصال ہوا، جونپور میں مدفون ہوئے۔

صدر الافاضل سے عقیدت مندانہ رابطہ

آپ کو صدر الافاضل سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ آپ صدر الافاضل سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ صدر الافاضل کے تبحر علمی اور خدمات جلیلہ سے بہت متاثر تھے۔ احقر نے اکابر علما سے سنا کہ جامعہ نعیمیہ میں بھی خوب آنا جانا تھا۔ جامعہ کے سالانہ اجلاس میں بھی تشریف لے جاتے تھے۔ سنی کانفرنس میں اہم خدمات انجام دیں۔ اس سلسلے میں صدر الافاضل کے نام آپ کا ایک تفصیلی خط دستیاب ہوا جسے ہم نے تحریکات کے باب میں سنی کانفرنس کے ضمن میں نقل کر دیا ہے۔ وہیں ملاحظہ کریں۔

افسوس کہ ہمیں صدر الافاضل اور جامعہ نعیمیہ کے حوالے سے آپ کے روابط و تعلقات سے متعلق تفصیلی حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

فقیہ اعظم ہند مفتی عبدالرشید نعیمی فتحپوری

تعارف

فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالرشید خان صاحب نعیمی قدس سرہٗ کی ولادت ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۵ر نومبر ۱۹۰۵ء کو کان پور اور الہ باد کے درمیان جی ٹی روڈ پر واقع ضلع فتح پور کے ایک گاؤں ہسوہ کے زیدون محلہ میں ہوئی۔

آپ کا تعلق یوسف زئی پٹھان خاندان سے تھا۔ آپ کے والد گرامی محترم منشی عظیم داد خاں صاحب مرحوم فتح پور کے مشہور زمین داروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں حاصل کی، مناظر ہند حضرت علامہ سید قطب الدین صاحب سہسوانی سے بھی ابتدا میں شرف تلمذ حاصل کیا۔ ۱۹۲۰ء میں جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوئے، وہاں رہ کر آپ نے صدر الافاضل اور دیگر اساتذہ سے اِکتساب علم فرمایا۔

۲۲ر شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۵ر فروری ۱۹۲۷ء میں جامعہ نعیمیہ سے سند فضیلت و دستار سے نوازے گئے۔ حضور اشرفی میاں سے شرف ارادت و تمغہ خلافت حاصل ہوا۔

جامعہ نعیمیہ مرادآباد، جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف اور جامعہ عربیہ ناگپور وغیرہ ملک کے متعدّد مشہور و معروف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ دوبار ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء، اور ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء میں حج بیت اللہ وزیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ آپ نے مذہبی، ملی، سیاسی، سماجی، اَدبی، علمی ہر میدان میں کارنامہ ہائے نمایاں انجام دیے۔ جامعہ عربیہ ناگپور کا قیام آپ کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔

بہت سے نام وَر تلامذہ چھوڑے۔ متعدّد کتابیں تحریر فرمائیں جن میں تسہیل المصادر، کو زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی، اور یہ کتاب اکثر مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب ہے۔

۹ر ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۴ر دسمبر ۱۹۷۴ء بعد نماز عصر آپ دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ دوسرے روز بقر عید کے دن بعد نماز ظہر آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اور مومن پورہ مرکزی قبرستان میں واقع اولیا مسجد سے متّصل آپ مدفون ہوئے۔ آپ کا آستانہ آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

جامعہ نعیمیہ میں حصول تعلیم اور دستار فضیلت

آپ کے برادر کبیر حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز خان نعیمی جامعہ نعیمیہ میں پہلے سے داخل تھے لہٰذا آپ بھی

۱۹۲۰ء میں جامعہ نعیمیہ میں داخل ہو گئے۔ وہاں رہ کر آپ نے صدر الافاضل اور دیگر اساتذہ سے اکتساب علم فرمایا۔

۲۲/ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۵ فروری ۱۹۲۷ء میں جامعہ نعیمیہ سے سند فضیلت و دستار سے نوازے گئے۔ اسی سال آپ کے ساتھ مفتی احمد یار خاں نعیمی اور مفتی محمد یونس نعیمی سنبھلی سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی بھی فراغت ہوئی۔ آپ نے اپنی دستار فضیلت کے موقع پر جلسے میں تقریر بھی فرمائی۔ آپ کے استاد گرامی مفتی محمد عمر نعیمی نے السواد الاعظم میں آپ کی تقریر کا ذکر فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

"**حضرت قبلہ (صدر الافاضل) مدظلہ العالی** کی اس تقریر کے بعد طلبہ کی طرف سے مولوی عبدالرشید فتح پوری نے اٹھ کر برجستہ و برمحل تقریر کی، جس میں مدرسہ اور اساتذہ اور خصوصیت کے ساتھ **حضرت موصوف** کا شکریہ ادا کیا۔ اور اظہار کیا کہ، درحقیقت آپ کے الطاف و عنایات وہ تھے کہ ہم والدین کی محبتوں کو بھول گئے۔ اور ہمیں فراق کے کلمے بہت شاق گزرے۔ ہم عاقبت میں بھی آپ کے دامنوں کے ساتھ وابستہ رہنے کے آرزو مند ہیں۔ تمام ہدایات پر جان و دل سے عامل رہیں گے۔ اور فرماں برداری میں کبھی قصور نہ ہوگا۔

یہ تقریر مولوی عبدالرشید صاحب نے ایسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ فرمائی، کہ ہر شخص آفرین کہہ رہا تھا۔"

[ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد، رمضان، ۱۳۴۵ھ ص ۱۳، ۱۴]

اپنی مادر علمی جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے متعلق آپ کا درج ذیل تاثر قابل مطالعہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

"ہندوستان بھر میں گنتی کے چند مدرسے بڑے مدرسے کہلانے کے مستحق ہیں۔ ان میں سے ایک ہمارا مدرسہ ہے، جس کا نام "مدرسہ اہل سنت و جماعت (جامعہ نعیمیہ) مرادآباد" ہے۔..... راجپوتانہ میں جب ارتداد کا سیلاب امڈا تو اس وقت سب سے پہلے میدان میں آنے والا یہی مدرسہ اور اس کے سرپرست و طلبہ تھے، جنہوں نے اپنے سرگرم مساعی سے میدان ارتداد میں آریوں کی کوششوں کو ناکام کر دیا اور ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ اسلام کے ولولے دلوں میں پیدا کیے۔ اسی مدرسے کی سرگرمیوں نے ملک کی دوسری جماعتوں کو ابھارا اور انہیں میدان عمل میں لا کر خدمت اسلام کے لیے کھڑا کر دیا۔" [مرجع سابق: ذوالقعدہ ۱۳۴۷ھ ص ۱۵، ۱۷]

صدر الافاضل سے اکتساب علم وفیض

جامعہ نعیمیہ میں رہ کر آپ نے صدر الافاضل سے خوب استفادہ کیا۔ مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔ بارگاہ میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے فرمائیں۔ آپ نے علوم مروجہ کی تکمیل خصوصاً جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے فرمائی۔ اساتذہ میں کئی نام اور بھی شامل ہیں مگر صدر الافاضل سے سب سے زیادہ مستفید و مستفیض ہوئے۔

صدرالافاضل کی نوازشات کا بیان

اپنے خصوصی کرم فرما اور استاد گرامی صدرالافاضل، کی بے لوث خدمات اور فیوض و نوازشات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''یہ تمام فیوض **حضرت صدرالافاضل دامت برکاتھم** کے وجود مبارک کے ہیں۔ اور اس مدرسے کے لیے سب سے زیادہ قابل فخر یہی ہے کہ اس کو **حضرت ممدوح** کی سرپرستی کی عزت حاصل ہے۔ **حضرت موصوف** نے مدرسے کے لیے اپنا وقت و مال اور سب کچھ وقف کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ **حضرت** کی ذات مبارک کو مدت ہائے دراز تک مسلمانوں کے سروں پر سایہ فگن رکھے۔ اور آپ کی برکات سے مسلمانوں کو مستفیض فرمائے۔'' [مرجع سابق]

تسہیل المصادر کی شہرت میں صدرالافاضل کا مشفقانہ کردار

آپ کی کتاب تسہیل المصادر ہند و پاک میں بہت مشہور، فارسی ادب کی بنیادی کتاب ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہند و پاک کے اکثر مدارس میں یہ کتاب نصاب میں داخل ہے۔ مگر راقم یہاں وضاحت کر دے کہ ملک کے نصاب تعلیم میں اس کتاب کی شمولیت صدر الافاضل کی کرم نوازی کی وجہ سے ہے۔ مولانا سید عبدالواحد صاحب انسپکٹر تعلیم بریلی شریف کے نام صدرالافاضل کے درج ذیل خط سے جس کی شہادت ملتی ہے۔ آپ نے سید صاحب کو تحریر فرمایا:

مکرم محترم زاد الطافہ! بخدمت گرامی مکرمی مولانا الحاج السید عبدالواحد صاحب، انسپکٹر تعلیم زاد الطافہ بریلی!

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ!!!

مولانا عبدالرشید خاں صاحب سلمہ جے پور کے ہیں۔ تشریف لاتے ہیں۔ انہوں نے بچوں کی تعلیم کے لیے ایک ابتدائی قاعدہ تصنیف کیا ہے جس کی خوبی آپ ملاحظہ سے معلوم فرمائیں گے۔ اگر آپ کے ماتحت مدارس میں یہ رائج ہو جائے تو مولانا موصوف کی حوصلہ افزائی ہو گی۔ اپنی خیریت شریفہ سے مطلع فرمائیں۔ والسلام۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ [دستی خط]

صدرالافاضل کا شفقت آمیز تاثر

صدرالافاضل اپنے چھوٹوں پر بہت شفیق رہتے تھے۔ فقیہ اعظم کے حوالے سے صدرالافاضل کا درج ذیل تاثر پڑھ کر اس کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:

مبسملا وحامدا ومصلیا!

حقیقت امر یہ ہے کہ جامعہ اوراس کے بانی عزیزی مولوی محمد عبدالرشید صاحب سلمہ اس سے مدجہا زیادہ مدح وثنا کے مستحق ہیں جتنا ہم اپنی زبان سے کہیں یا قلم سے لکھیں۔ جوایثار مولانا موصوف نے دیا اوراپنے آپ کو مٹاکر جس حیرت انگیز طریقے پر جامعہ کو اس قلیل عرصے میں ترقی کی منزل پر پہنچایا کوئی معائنہ نویس اس کو پوری طرح ادا نہیں کرسکتا۔ مولیٰ سبحانہ، مولانا کے عمروحیات وجاہ واثر میں برکت فرمائے اورروزافزوں ترقیاں عطا کرے۔ آمین۔"

محمد نعیم الدین عفی عنہ المعین ۱۹ر صفر ۱۳۶۳ھ

[حیات فقیہ اعظم ص۶]

صدرالافاضل کے گرامی نامے بنام فقیہ اعظم ہند

آپ کے نام صدرالافاضل کے سات (۷) گرامی نامے دستیاب ہوئے۔ ہر خط شفقتوں، محبتوں، کی ایک دستاویز ہے۔ صدرالافاضل آپ سے کس قدر شفقت ومحبت فرماتے تھے ان گرامی ناموں سے ظاہر ہے۔

آپ کی بیماری پر صدرالافاضل کی فکرمندی، اور علاج ومعالجے کی طرف رہنمائی، صحت وشفایابی کے لیے دوائیں تجویز کرنا اور تدبیریں تحریر فرمانا یہ ایسی باتیں ہیں جو یقیناً صدرالافاضل کی آپ پر شفقتوں، عنایتوں کی گواہی دیتی ہیں۔ قارئین کرام خطوط پڑھنے کے لیے مکتوبات ومراسلات کا باب ملاحظہ کریں۔

ماہنامہ السوادالاعظم میں نگارشات

ماہنامہ "السوادالاعظم" مرادآباد میں آپ کا ایک مضمون بعنوان "اسلامی مدارس" شائع ہوا۔ اور فقہی معمے کے کالم کے تحت آپ کی طرف سے دس پہیلیوں کے جوابات شائع ہوئے۔ انہیں یہاں بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ماہ جمادی الاخری ۱۳۴۵ھ ص ۱۹، میں درج ذیل جواب طلب سوالات "فقہی معمے" کے نام سے پیش کیے گئے۔

① وہ کون موزوں پر مسح کرنے والا شخص ہے جس کو مدت مسح گزرنے پر بھی موزوں پر مسح کرنا جائز ہے؟
② وہ کون موزہ ہے جس پر مسح کرنے کے بعد موزے کو پاؤں سے نکالا تو پاؤں دھونا نہیں چاہئے؟
③ وہ کون موزے ہیں جن کو طہارت کاملہ پر پہنا اور نکالا بھی نہیں مگر پاؤں دھونے واجب ہیں؟
④ وہ عورت ہے جس کے بچہ پیدا ہونے کے بعد ہی خون جاری ہونے پر بھی وہ صاحبہ نفاس نہیں؟
⑤ وہ کون آیت تامہ ہے جس کا پڑھنا جنب کو بے نیت دعا جائز ہے؟

⑥ وہ کون وضو کرنے والا معذور ہے جو اس وضو سے دوسرے وقت کی ادا نماز پڑھ سکتا ہے؟

ان سوالات کے جوابات جو سب سے پہلے موصول ہوئے۔ اور رسالہ "السواد الاعظم" میں، رجب المرجب ۱۳۴۵ھ کو شائع ہوئے۔ وہ فقیہ اعظم کے تھے۔ اس وقت حضرت جامعہ نعیمیہ میں زیر تعلیم تھے۔

مفتی محمد عمر نعیمی لکھتے ہیں:

"فقہی معموں کے جواب کئی جگہ سے موصول ہوئے لیکن مولوی عبدالرشید صاحب متعلم مدرسہ اہل سنت مراد آباد کے جواب سب سے پہلے موصول ہوئے۔ طبع کیے جاتے ہیں۔"

جوابات بھی پیش ہیں ملاحظہ فرمائیں:

① جس کو موزہ اتارنے سے سردی کے باعث پاؤں ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہو مدت سے زیادہ مسح کر سکتا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

ولو خاف من نزع خفیه علی ذهاب قدمیه من البرد جاز له المسح وان طالت المدة هكذا فی بحر الرائق

② دو تہ والے موزہ کی ایک تہ اتار دینے سے پاؤں دھونے یا مسح کا اعادہ ضروری نہیں۔ ہندیہ میں ہے۔

واذا مسح علی خفین ذی طاقین فنزع احد الطاقین لایعید المسح علی الطاق الاخر۔

③ اگر موزے میں پانی بھر کر پاؤں کا زیادہ حصہ دھل گیا تو مسح جاتا رہا در مختار میں ہے۔

وينتقض أيضا بغسل أكثر الرجل فيه لو دخل الماء خفه، هٰكذا فی الهنديه۔

④ جس عورت کے زخم شکم کے باعث ولادت ناف سے واقع ہوگئی اس کا خون نفاس نہیں۔ عالمگیری میں ہے۔

ولو ولدت من قبل سرتها بأن كان ببطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها تكون صاحبة جرح سائل لا نفساء، هٰكذا فی الظهیر والتبیین۔

⑤ جنب کو آیت مبارکہ بسم الله الرحمن الرحیم، کا بہ نیت ثنا۔ اور متوحش خبر پر انا لله وانا الیه راجعون، یا ایسی ہی کسی چھوٹی آیت کا عادةً پڑھ دینا جائز ہے۔ کبیری میں ہے۔

لو سمع خبرا سارا الحمد لله او رخبر سؤ فقال انا لله وانا الیه راجعون وكذا قراءة بسم الله الرحمن الرحیم علی وجه الثناء لا علی قصد القرآن یجوز۔ عالمگیری میں ہے۔

ولا تحرم قراءة آية قصيرة تجری علی اللسان عند الكلام كقوله تعالى ﴿ثم نظر﴾ أو ﴿ولم يولد﴾ هكذا فی الخلاصة۔

⑥ جس صاحب عذر نے عید کی نماز کے لیے وضو کیا اسی وضو سے ظہر پڑھ سکتا ہے۔

ہندیہ میں ہے۔لو توضأ المعذور لصلاۃ العید له أن یصلی الظهر به۔

ناچیز عبد الرشید فتحپوری

[ماہنامہ ''السواد الاعظم ''میں، رجب المرجب، ۱۳۴۵ھ ص ۲]

سنی کانفرنس کے اجلاس میں شرکت وخطابت

سنی کانفرنس میں آپ نے نمایاں کردار ادا فرمایا۔ ہم یہاں سنی کانفرنس کے جلسوں، کانفرنسوں میں آپ کی شرکت کے تعلق سے چند حوالے پیش کررہے ہیں۔

مرادآباد

۱۷تا۱۹/ جون ۱۹۴۷ء کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے سالانہ جلسوں کے ساتھ سنی کانفرنس کا بھی جلسہ ہوا۔ ان اجلاس میں آپ نے شرکت فرمائی۔ [اخبار دبدبہ سکندری: ۲۳/ جون ۱۹۴۷ء۔ ص ۷]

دین نگر مرادآباد

۲۰، ۲۱/ اپریل ۱۹۴۷ء کو دین نگر ضلع مرادآباد میں درس نظامی میں کانگریس کی دخل اندازی کے خلاف سنی کانفرنس کے اجلاس ہوئے، جن میں آپ نے شرکت فرمائی۔ اور جن لوگوں کو درس نظامی میں ترمیم کا حق تھا ان کی فہرست میں آپ کا اسم گرامی بھی درج ہے۔ [اخبار دبدبہ سکندری: ۳۰/ اپریل ۱۹۴۷ء۔ ص ۴]

ناگ پور

۲۲/ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو ناگ پور میں آپ کی صدارت میں سنی کانفرنس کا جلسہ ہوا۔ آپ کا خطاب بھی ہوا۔ اور اس میں زکاۃ بل کے تعلق سے صدر الافاضل کی تجویز کردہ قرارداد کو منظور کیا گیا۔

[اخبار الفقیہ امرت سر: ۷، ۱۴/ نومبر ۱۹۴۶ء ص ۱۲]

صوبہ سی پی وبرار

۲۲/ جنوری ۱۹۴۶ء کو جامعہ عربیہ ناگ پور صوبہ سی پی وبرار میں آپ کی زیر صدارت سنی کانفرنس کا ایک جلسہ ہوا، جس میں آپ نے شرکت فرمائی اور سنی کانفرنس کی اہمیت وافادیت کو بیان فرمایا۔ اس اجلاس میں باتفاق علما صوبہ سی پی وبرار کے لیے سنی کانفرنس کی ایک جمعیت منتظمہ منتخب ہوئی، اس جمعیت میں آپ کو صدر منتخب کیا گیا۔

[اخبار دبدبہ سکندری: ۱۵/ فروری ۱۹۴۶ء۔ بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس: ص ۱۰۸]

جبل پور

۱۲؍ جنوری ۱۹۴۶ء کو جبل پور میں مولانا سید محمد عبد الرب صاحب مفتی اعظم سی پی، کے مکان واقع دلیا ہی روڈ جبل پور، میں سنی کانفرنس کا جلسہ ہوا جس میں آپ بھی شریک ہوئے۔

[اخبار الفقیہ امرت سر: ۷، ۱۴؍ نومبر ۱۹۴۶ء ص ۱۲۔ اخبار دبدبہ سکندری: ۲۳؍ جنوری ۱۹۴۶ء ص ۶۔ بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس: ص ۱۰۳]

سنی کانفرنس کی تجویز اور مجلس مسائل نکاح میں آپ کا انتخاب

بنارس کانفرنس میں منعقدہ ۲۷ تا ۳۰؍ اپریل ۱۹۴۶ء میں بہت سی تجاویز پاس ہوئیں۔ جن میں ایک تجویز نکاح وغیرہ کے مسائل کے حل کے لیے علما کی ایک مجلس تشکیل دینے کے حوالے سے پاس ہوئی۔ اس مجلس میں آپ کا اسم گرامی بھی شامل کیا گیا۔ [تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس: ص ۲۵۸]

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں بن محمد یار خاں، نعیمی قدس سرہ شوال ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء کو مدینۃ الاولیاء بدایوں شریف کے قصبہ اجھیانی محلہ قلعہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ اس کے بعد بدایوں شریف، مینڈھو علی گڑھ، مرادآباد، میرٹھ وغیرہ مختلف مدارس میں رہ کر درس نظامی کی تعلیم مکمل فرمائی۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے اسماے فارغین کے رجسٹر کے مطابق ۱۳۴۵ھ میں آپ کی جامعہ نعیمیہ سے فضیلت سے فراغت ہوئی۔ فراغت کے بعد جامعہ نعیمیہ کے علاوہ ہندوپاک کے کئی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دی۔ بدمذہبوں، غیر مسلموں سے بہت سے کامیاب مناظرے فرمائے۔ پچاس سے زیادہ علمی و تحقیقی کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سے جاء الحق، رسائل نعیمیہ، تفسیر نعیمی، شان حبیب الرحمن اور مراۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، کو خاصی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ صدر الافاضل سے شرف بیعت اور خصوصی شرف تلمذ حاصل کیا۔

۳؍ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو لاہور پاکستان کے ''میو اسپتال'' میں وصال فرمایا۔ مفتی اعظم علامہ سید ابوالبرکات احمد نعیمی نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔ گجرات پنجاب میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی اور صدر الافاضل

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی صدر الافاضل کے مخصوص تلامذہ و مریدین میں سے ایک ہیں۔ آپ کی کامیابیوں، ترقیوں میں صدر الافاضل کا بڑا کردار رہا۔ صدر الافاضل کی مشفقانہ تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ کو اہل سنت و جماعت میں اس قدر شہرت حاصل ہوئی۔ اور آپ ہمیشہ سربلند و فتح مند رہے۔

بارگاہ صدر الافاضل میں حاضری

اندازے کے مطابق ۱۳۴۱ھ میں آپ جامعہ نعیمیہ مرادآباد پہنچے۔ اور بارگاہ صدر الافاضل میں پہلی بار حاضری کا شرف حاصل کیا۔ صدر الافاضل نے آپ سے چند سوالات کیے جس کے آپ نے اطمینان بخش جواب دیے۔ اسی دوران صدر الافاضل نے چند اہم باتیں بھی بیان فرمائیں جو آپ کے لیے بہت نافع و مفید ثابت ہوئیں۔ اور آپ ان کلمات جمیلہ سے خوب محظوظ ہوئے۔ وہ ابتدائی گفتگو جو آپ سے صدر الافاضل نے فرمائی ہم قاضی عبد النبی کوکب کی مرتبہ حیات سالک کے حوالے سے قارئین کی نذر کرتے ہیں، ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

صدر الافاضل نے دریافت فرمایا:

مولانا! کون سے اسباق پڑھتے ہیں آپ؟

مفتی صاحب نے اپنے اسباق بتائے تو **صدر الافاضل** فرمانے لگے:

کیا آپ ان اسباق کا امتحان دے سکتے ہیں؟

مفتی صاحب امتحان کے لیے تیار تھے۔ چناں چہ **صدر الافاضل** سوالات کرتے گئے اور مفتی صاحب جوابات دیتے گئے۔ آخر میں بعض سوالات مفتی صاحب نے بھی **حضرت صدر الافاضل** پر کیے اور ان کے شافی جوابات حاصل کیے۔ مفتی صاحب نے اپنے سامنے علم وحکمت کا دریا موجزن پایا تو ادھر **صدر الافاضل قدس سرہ** نے بھی اس نوعمر مگر فاضل طالب علم میں جوہر قابل تاڑ لیا ع۔ لم وفلسفہ کی طویل اور دقیق گفتگو کے بعد **صدر الافاضل** نے فرمایا:

بھئی مولانا! علم کے ساتھ حلاوت علم بھی ہو تو استقامت عطا ہوتی ہے، اور انشراح صدر کی دولت ملتی ہے۔

مفتی صاحب نے دریافت کیا، حلاوت علم سے مراد؟ **حضرت** نے جواب میں فرمایا:

حلاوت علم تو حضور علیہ السلام کی ذات سے نسبت قائم رکھنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ یہ باتیں مفتی صاحب کو اپنے دل ودماغ کی گہرائیوں میں اترتی محسوس ہو رہی تھیں۔"

[حیات سالک: ص۲۹]

دیوبندیت سے متعلق حکیم الامت کی خوش فہمی کا ازالہ

صدر الافاضل کی بارگاہ میں حاضری سے قبل آپ چند سال مینڈھو علی گڑھ میں دیوبندی مدرسے میں متعلم تھے، جہاں آپ نے دیوبندی مولویوں سے درس نظامی کی چند کتابیں پڑھیں، جس سے آپ کو لگا کہ یہ بہت علم والے ہوتے ہیں۔ اور اہل سنت میں ان کے مقابل باصلاحیت محقق علما نہیں پائے جاتے، مگر جب صدر الافاضل کی بارگاہ میں حاضری دی تو آپ کو علم وحکمت اور تحقیق وتدقیق کے وہ باب وا ملے جواب تک آپ کے لیے بند تھے۔ صدر الافاضل نے آپ کے طبعی میلان کو پرکھ لیا اور اسی انداز میں تربیت واصلاح کا آغاز فرمایا۔ نیز آپ کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتاب مستطاب "العطایا القدیر فی حکم التصویر" پڑھنے کو عنایت فرمائی، جسے پڑھ کر دیابنہ مولویوں کے حوالے سے آپ کی ساری خوش فہمی زائل ہو گئی۔ اس بات کا ذکر کرتے ہوئے آپ خود فرماتے ہیں:

"میں اعلیٰ حضرت کے ایک رسالے "العطایا القدیر فی حکم التصویر" سے بہت متاثر اور مستفید ہوا۔ یہ رسالہ مجھے **صدر الافاضل** نے عطا کیا۔ چوں کہ میری طالب علمی دیوبندی مکتب فکر کے اساتذہ سے متاثر تھی، اس لیے میرے ذہن میں یہی بات بیٹھی ہوئی تھی، کہ علمی تحقیق صرف علمائے دیوبند کی تالیفات میں ہی ملتی ہے۔ جب میں نے مذکورہ رسالے کا مطالعہ کیا تو میں اس کے لکھنے والے کے تبحر علمی اور دقت نظر کے کمال کا گرویدہ ہو گیا۔ سچ یہ ہے کہ اسی ایک رسالے نے میری ذہنی اور اعتقادی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔" [حیات سالک: ص۱۱۸]

حکیم الامت پر صدر الافاضل کی توجہ خاص

اس میں دو رائے نہیں کہ صدر الافاضل نے حکیم الامت کو اپنی خصوصی نوازشات سے خوب نوازا تھا۔ صدر الافاضل کی آپ پر توجہ خاص کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب صدر الافاضل و دیگر اساتذہ کی چند اہم مصروفیات کے سبب کچھ اسباق کا ناغہ ہوا تو آپ جامعہ سے جانے لگے، جب صدر الافاضل کو اس کی خبر ہوئی تو فوراً آپ کو بلوایا۔ اور وعدہ فرمایا کہ ان شاء اللہ اب آپ کے اسباق ناغہ نہیں ہوں گے۔ اور پھر صدر الافاضل نے خاص آپ کی وجہ سے ماہر درس وتدریس علامہ مشتاق احمد کانپوری کو جامعہ نعیمیہ میں بحیثیت مدرس ۸۰ رروپے ماہوار پر مقرر فرمایا۔ یہی نہیں بلکہ علامہ مشتاق کانپوری کے ساتھ چند طلبہ ساتھ آئے تھے ان کے اخراجات بھی صدر الافاضل نے اپنے ذمے لے لیے۔ جیسا کہ خود حکیم الامت ۵/ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو اپنی گفتگو کے دوران فرماتے ہیں:

”**حضرت صدر الافاضل قدس سرہ** نے محض میرے ان اسباق کے لیے کانپور سے مولانا مشتاق احمد مرحوم کو بلوالیا۔ اس دور میں ان کا مشاہرہ ۸۰/ روپے مقرر ہوا۔ اور ان کے ساتھ آنے والے چند طلبہ کے جملہ اخراجات بھی حضرت نے برداشت کیے۔“ [حیات سالک: ص۱۰۶]

حکیم الامت کو صدر الافاضل سے شرف تلمذ و بیعت

آپ نے صدر الافاضل سے درس نظامی کی اہم کتابوں کے اہم اسباق اور ادق مباحث پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ صدر الافاضل ہی سے شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ کو ان نسبتوں پر اس قدر فخر تھا کہ عموماً تصانیف میں جہاں جہاں صدر الافاضل کا ذکر فرمایا

”استادی، ولی نعمت، مرشدی، مرشد برحق، مرشد کامل“

کے ساتھ ذکر فرمایا۔ دو چند مثالیں پیش کیے دیتے ہیں ملاحظہ ہو۔

اپنی کتاب ”اسرار الاحکام“ کے خاتمے میں صدر الافاضل کو ”ولی نعمت“ تحریر کیا ہے:

”جو کوئی اس رسالے سے فائدہ اٹھائے وہ مجھ فقیر بے نوا کے لیے حسن خاتمہ کی دعا کرے، کہ اسی لالچ میں یہ محنت کی ہے۔ رب تعالیٰ اسے قبول فرماکر میرے لیے توشہ آخرت وصدقہ جاریہ بنائے۔ اور **میرے ولی نعمت حضرت صدر الافاضل قدس سرہ العزیز** کے سایے میں مجھے اور تمام اہل سنت کو رکھے۔“

احمد یار خان نعیمی عفی عنہ

[اسرار الاحکام، مشمولہ رسائل نعیمیہ: ص۳۹۱]

صدر الافاضل کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے صدر الافاضل کو "میرے مرشد برحق" تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان حضرت بایزید بسطامی نے ایک بار تین سال تک پانی نہ پیا، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ نے ایک بار انتیس دن کچھ نہ کھایا اور کسی کام میں فرق نہ آیا۔ یہ واقعہ مجھے **میرے مرشد برحق صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب**، نے فرمایا"

[مراۃ المناجیح: ج۳ ص۱۸۴۔ نفلی روزوں کا بیان]

اسی میں ایک مقام پر اور، صدر الافاضل کو "میرے مرشد" تحریر کیا ہے۔

"حدیث کا یہ مطلب **میرے مرشد مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی** نے خواب میں مجھ کو بتایا"

[مرجع سابق: ج۸ ص۱۷۶۔ معجزات کا بیان]

دیوان سالک میں صدر الافاضل کی منقبت کے حاشیے میں صدر الافاضل کو "مرشد برحق" لکھا ہے:

"**حضرت مرشد برحق** سید بھی تھے اور بے مثل عالم دین بھی۔ علمائے دین جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سید اولاد۔" [دیوان سالک: ص۳۸]

نیز اپنی کتاب مستطاب "سلطنت مصطفیٰ در مملکت کبریا جل وعلا" کے خاتمے میں قارئین سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے صدر الافاضل کا ذکر کیا اور صدر الافاضل کو "ولی نعمت اور مرشد برحق" تحریر فرمایا۔ لکھا ہے:

"جو کوئی اس رسالے سے فائدہ اٹھائے وہ مجھ فقیر بے نوا کے لیے خاتمہ بالخیر کی دعا کرے اور دعا کرے کہ رب تعالیٰ فقیر کی ان کتب کو قبول فرمائے اور میرے لیے توشہ آخرت اور صدقہ جاریہ بنائے اور **میرے ولی نعمت، مرشد برحق، صدر الافاضل مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ دام ظلہ** کا سایہ مجھ پر اور تمام اہل سنت پر قائم رہے۔ آمین یارب العٰلمین۔...... یہ کتاب **حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** کی مبارک زندگی میں لکھی گئی تھی۔ اس وقت یہ دعا کی گئی۔ ۱۸/ ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ کو حضرت نے اپنے رب کی رحمت میں آرام فرمایا۔ اب یوں دعا کیجیے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے معمور فرمائے اور ان کے برکات سے ہمیں مستفید فرمائے۔ آمین۔

احمد یار خاں نعیمی اشرفی

[سلطنت مصطفیٰ۔۔۔ ص۶۸]

اپنی کتاب "اسلامی زندگی میں صدر الافاضل کی کتاب "کتاب العقائد" کا ذکر کرتے ہوئے صدر الافاضل کو "مرشدی" لکھا ہے:

"کتاب العقائد مصنفہ **حضرت مرشدی واستادی مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب دام ظلہم**"
[اسلامی زندگی: ص ۳۲]

اسی کتاب میں صدر الافاضل کے حوالے سے ایک واقعہ قلم بند کرتے ہوئے صدر الافاضل کو "ولی نعمت اور مرشد برحق" لکھا ہے۔ ملاحظہ کریں:

"**میرے ولی نعمت مرشد برحق حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب قبلہ دام ظلہم** نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم ریل میں سفر کر رہے تھے کہ ایک اسٹیشن سے ایک صاحب سوار ہوئے جو بظاہر ہندو معلوم ہوتے تھے گاڑی میں جگہ تنگ تھی ایک لالہ جی سے ان کا جگہ لینے کا جھگڑا ہو گیا۔ لالہ جی کے ساتھی زیادہ تھے اس لیے لالہ جی نے ان حضرت کو خوب پیٹا مسلمان مسافر بیچ بچاؤ میں زیادہ نہ پڑے کیوں کہ سمجھتے تھے کہ ہندو آپس میں لڑ رہے ہیں ہمارا زیادہ زور دینا خلافِ مصلحت ہے۔ بے چارے شامت کے مارے پٹ کٹ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے جب اگلے اسٹیشن پر اترے تو انہوں نے کہا السلام علیکم تب معلوم ہوا کہ یہ حضرت مسلمان ہیں تب ہم نے افسوس کیا اور ان سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے فیشن نے آپ کو اس وقت پٹوایا۔" [اسلامی زندگی: ص ۸۵،۸۶]

اسی کتاب میں صدر الافاضل سے وظائف و اعمال کی اجازت کے حصول کا ذکر کرتے ہوئے صدر الافاضل کو "مرشد برحق" لکھا ہے۔ لکھتے ہیں:

"ہمارے بعض دوستوں کی فرمائش تھی کہ کتاب کے آخر میں فائدہ مند وظیفے اور اعمال روزانہ پڑھنے کے بھی اور متبرک تاریخوں اور بڑی راتوں کے بھی بیان کر دیے جائیں۔ کیونکہ لوگ ان سے بے خبر ہیں۔ میں مسلمانوں کے فائدے کے لیے وہ اعمال جو کہ بفضلہ تعالیٰ سو فیصد کامیاب ہیں اور جس کی مجھ کو **میرے ولی نعمت، مرشد برحق، حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ** کی طرف سے اجازت ہے خاص لوجہِ اللہ بتاتا ہوں اور سنی مسلمانوں کو ان کی اجازت دیتا ہوں۔" [اسلامی زندگی: ص ۱۲۷]

اخبار الفقیہ میں اپنے ایک مضمون میں صدر الافاضل کو "مرشدنا" لکھا ہے:

حضرت، صدر الافاضل، فخر الاماثل، سید الفضلاء، استاد العلماء، مولانا و استادنا و مرشدنا مولانا الحافظ الحکیم الحاج السید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ دام ظلہم کی کیسی ہستی ہے۔" [اخبار الفقیہ: جون، جولائی ۱۹۴۰ء]

اگر تلاش کیا جائے تو اس طرح کے مزید حوالے پیش کیے جاسکتے ہیں۔

ان تمام حوالوں سے بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ آپ صدر الافاضل کے شاگرد رشید ہونے کے ساتھ ان کے مرید صادق بھی تھے۔

حکیم الامت کی جامعہ نعیمیہ سے فراغت

۲۲؍ شعبان ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۵؍ فروری ۱۹۲۷ء کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد کا سالانہ اجلاس ہوا، جس میں چودہ (۱۴) طلبہ کی فراغت کا اعلان ہوا۔ لیکن دستار بندی صرف تیرہ (۱۳) طلبہ کی ہوئی۔ اور اسماے فارغین کے رجسٹر میں بارہ (۱۲) نام درج ہوئے۔ جن میں پہلا نام حکیم الامت کا درج ہے۔ آپ کے ساتھ فراغت پانے والوں میں فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی عبد الرشید نعیمی اور جامعہ نعیمیہ کے سابق مہتمم مفتی محمد یونس نعیمی سنبھلی کا نام بھی رجسٹر میں درج ہے۔ تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کے قول کے مطابق آغاز مدرسہ (یعنی ۱۳۱۱ھ) سے ۱۳۴۵ھ تک (۱۲۸) طلبہ فارغ ہوئے۔ جیساکہ آپ نے لکھا ہے:

”اس سال کے فارغ طلبہ مل کر اس مدرسے کے کل سندیافتوں کی ۱۲۸۔ تعداد ہوگی“

[السواد الاعظم: شعبان ۱۳۴۵ھ۔ ص ۴]

فقیر نے جب رجسٹر دیکھا اور فارغین کی تعداد کا حساب لگایا تو ۱۳۴۵ھ تک ۱۲۸، فارغین کے نام ملے۔ جن میں حکیم الامت کا نام بھی شامل ہے۔

علاوہ ازیں کچھ سوانح نگار حضرات نے حضرت کی سن فراغت ۱۳۳۴ھ لکھی ہے، راقم کے نزدیک وہ محل کلام ہے۔ ۱۳۲۴ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، جیساکہ آپ کے تاریخی نام ”منظور حسین“ سے ظاہر ہے۔ اس تاریخی نام سے سن ولادت ۱۳۲۴ھ برآمد ہو رہی ہے۔ اور اس تاریخی نام کا ذکر خود آپ سے منقول ہے۔ جیساکہ حیات سالک میں قاضی عبد النبی کوکب نے اس کا ذکر کیا ہے۔ تو پھر ۱۳۳۴ھ میں دستار فضیلت کا مطلب دس سال کی عمر میں آپ کی فراغت ہوئی۔ حالاں کہ تمام سوانح نگار حضرات اس پر متفق ہیں کہ آپ بیس (۲۰) سال کی عمر شریف میں فارغ ہوئے۔ اس لیے جامعہ نعیمیہ کے قدیم رجسٹر کے حساب سے آپ کا جو سن فراغت ہے (۱۳۴۵ھ) وہی درست ہے۔ بعض سوانح نگار حضرات نے سن فراغت ۱۳۴۴ھ لکھی ہے وہ بھی فقیر کے نزدیک درست نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

صدر الافاضل کے حکم سے جامعہ نعیمیہ وغیرہ مدارس میں تدریسی خدمات

حکیم الامت نے جب جامعہ نعیمیہ سے فراغت پائی، تو صدر الافاضل نے جامعہ نعیمیہ ہی میں آپ کو خدمت تدریس پر مامور کر دیا۔ جہاں آپ نے چند سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ اور اسی درمیان میں جب دھوراجی گجرات کے مدرسہ مسکینیہ کے لیے صدر المدرسین کی ضرورت پیش آئی اور صدر الافاضل سے استدعا کی گئی تو صدر الافاضل نے آپ کو مدرسہ مسکینیہ جانے کا حکم دے دیا۔ آپ جب دھوراجی پہنچے تو لوگ آپ کی کم عمری کے

سبب آپ سے مانوس نہیں ہوئے۔ البتہ جب آپ نے مسند تدریس سنبھالی اور مدرسے کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لیا، تو منتظمین وغیرہ آپ کی خداداد قابلیت وصلاحیت دیکھ کر عش عش کرا ٹھے۔ اور آپ کی محنت اور بے لوث خدمتوں کو دیکھ کر پر امید ہوگئے اور پھر جلد ہی ان کی امیدیں برآئیں۔ اور ۲۸ر ستمبر ۱۹۳۱ء مطابق جمادی الاولی ۱۳۵۰ھ کو مدرسے میں پہلا جلسہ دستار بندی منعقد ہوا، جس میں صدرالافاضل خصوصی طور پر مدعو کیے گئے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

۹ر سال تک آپ نے مدرسہ مسکینیہ میں مسند صدارت پر گزارے۔ اور بہت سے اصحاب علم وفضل قوم کو عطا کیے۔ اور پھر بوجوہ چند آپ وہاں سے اپنے آبائی وطن او جھیانی ضلع بدایوں شریف آگئے۔ چند دن گزارے۔ اسی دوران کچھوچھہ شریف کے مدرسے میں ایک مدرس کی ضرورت پڑی، اشرفی میاں نے صدر الافاضل سے ایک مدرس کا مطالبہ فرمایا، تو صدر الافاضل نے آپ کو کچھوچھہ شریف بھیج دیا۔ لگ بھگ تین برس آپ نے وہاں تدریسی خدمات انجام دیں اور اس کے بعد آپ اپنے گھر واپس آگئے۔ اسی دوران صدر الافاضل نے آپ کو جامعہ نعیمیہ میں تدریس کے لیے طلب کر لیا قریب ایک سال جامعہ نعیمیہ میں رہے۔ پھر صدرالافاضل نے آپ کو علامہ سید ابوالبرکات کی معرفت بھکی گجرات کے سید جلال الدین شاہ کے مدرسے میں بھیج دیا۔ مگر وہاں بھی آب و ہوا آپ کے موافق نہ ہوئی، تو وہاں سے وطن مراجعت کا ارادہ فرمایا، لیکن وہیں حضرت ولایت شاہ کے صاحبزادے علامہ محمود شاہ صاحب کو جب اطلاع ملی، تو انہوں نے اپنے مدرسے "انجمن خدام الصوفیہ" میں آپ کی تقرری فرمادی۔ اور پھر وہاں آپ نے چند سال گزار کر "دارالعلوم خدام الرسول" میں تدریسی خدمات انجام دی۔ اور پھر آخری ایام میں "مدرسہ غوثیہ نعیمیہ" میں تدریس وتصنیف کا کام کیا۔

حکیم الامت کی طرف سے "التحقیقات لدفع التلبیسات" کا دفاع

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی کتاب حسام الحرمین کے جواب میں دیوبندی جماعت کے سرخیل مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے علمائے حرمین شریفین کے حوالے سے ایک فرضی تقریظات وتصدیقات پر مشتمل کتاب "التلبیسات لدفع التصدیقات" جس کا مشہور نام المھند ہے، چھاپی، جس کی تردید میں صدرالافاضل نے ۱۳۳۲ھ میں کتاب "التحقیقات لدفع التلبیسات" تحریر فرمائی، جس میں دیوبندی جماعت کے سارے مکر وفریب کھول کر رکھ دیے۔

اس کتاب کا کوئی جواب دیوبندی عالموں کی طرف سے شائع نہیں ہوا، مگر بدیع الزماں خاں فتحپوری نامی ایک غیر معروف شخص نے اس کتاب مستطاب کی تردید میں ایک مضمون لکھا جو کانپور کے اخبار "شحنہ طریقت" کے ستمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۳۹ء کے پرچوں میں شائع ہوا۔

مضمون علمی وتحقیقی بحث سے بالکل خالی اور بے سروپا باتوں پر مشتمل تھا، جس کے جواب کی قطعًا ضرورت

نہیں تھی۔ مگر عوامی سطح پر اس مضمون کی اشاعت کے بعد اس کے جواب کا نہ آنا بہت سے لوگوں کی غلط فہمی کا سبب بن سکتا تھا۔ اس لیے حکیم الامت نے اس کے جواب کی ذمے داری اپنے اوپر لی اور مضمون کا مدلل، مفصل اور مسکت جواب بنام ''دوائرالدوران علی بدیع الزمان'' تحریر فرمایا۔ اور از خود بغرض اشاعت ''شحنہ شریعت کانپور'' کے نام ارسال فرمایا۔ مگر اخبار شحنہ شریعت نے مضمون کی اشاعت نہ کی۔ بعدہ آپ نے وہ جواب ہندوستان کے مشہور اخبار ''الفقیہ، امرت سر'' کو ارسال فرمایا۔ اخبار الفقیہ نے آپ کے مضمون کو پانچ قسطوں میں شائع کیا۔

پہلی قسط ۱۴؍ جون ۱۹۴۰ء صفحہ ۳، ۴۔ دوسری قسط ۲۱، ۲۸؍ جون ۱۹۴۰ء صفحہ ۵، ۶۔ تیسری قسط، ۷؍ جولائی ۱۹۴۰ء صفحہ ۷۔ چوتھی قسط ۱۴؍ جولائی ۱۹۴۰ء صفحہ ۷ تا ۱۰۔ پانچویں قسط، ۲۱، ۲۸؍ جولائی ۱۹۴۰ء صفحہ ۶ تا ۸۔

آپ نے اپنے اس مضمون میں صدرالافاضل کے حوالے سے جو سطور رقم فرمائیں وہ پڑھے جانے کے قابل ہیں۔ ان سطور سے آپ کی صدرالافاضل سے والہانہ عقیدت و محبت اور وارفتگی خوب واضح ہے۔

ہم مضمون میں صدرالافاضل کے حوالے سے درج اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''رسالہ مبارکہ ''التحقیقات لدفع التلبیسات'' مصنفہ **حضرت صدرالافاضل فخرالاماثل حامی دین متین ماحی شرور مفسدین استادی و مرشدی مولانا المولوی الحافظ الحاج الحکیم سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآباد دامت برکاتھم**''

اور ایک جگہ لکھتے ہیں:

''**حضرت صدرالافاضل، ناصر دین، ناشر سنن سید المرسلین، کاسر فتن مفسدین، استادی، مرشدی، استادالعلماء، مولانا، الحافظ، الحاج حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب دام ظلھم**''

آخر میں فرماتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے کو پہچانا نہیں، کہ آپ کتنے پانی میں ہیں۔ تھوڑی بہت تواریخ دیکھ کر اپنے آپ کو مفتی شرع تصور کر بیٹھے۔ اس پر آپ نے غور نہ فرمایا، کہ **حضرت صدرالافاضل فخرالاماثل سید الفضلاء استادالعلماء مولانا و استادنا و مرشدنا مولانا الحافظ الحکیم الحاج السید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ دام ظلھم** کی کیسی ہستی ہے۔ ان کے مقابل آنے سے آپ کو شرم کرنی چاہیے تھی۔ اس وقت **حضرت** کے صدہا تلامذہ و خدام ملک کے اطراف و اکناف میں اسلام کی خدمات جلیلہ انجام دے رہے ہیں۔ اور ایک خلق خدا ان سے مستفیض ہو رہی ہے۔ اور اگر تلامذہ کے تلامذہ کی تعداد پر نظر کی جائے تو ہزاروں سے متجاوز ہے۔

آپ بجائے ان کے کہ اپنے کو عالم سمجھ کر ان کے کلام حق ترجمان پر تنقید کرتے اگر ان سے فیوض و برکات حاصل کرتے تو آپ کو وہ نعمتیں اس نعیم کے ہاتھوں ملتیں جو آخرت تک کام آتیں۔ اور یقین کریں کہ حضرت کے

معمولی شاگرد سے گفتگو کرنے کے لائق آپ کی قابلیت نہیں۔"

الحاصل آپ کے اس مضمون کے جواب میں کوئی مضمون فریق مخالف کی طرف سے شائع نہیں ہوا۔ اس مضمون کے آخر میں آپ نے مولوی بدیع الزماں اوران کے ہمنواؤں کو مناظرہ کا چیلنج بھی دیا تھا۔ لیکن کوئی سامنے نہیں آیا۔ ہاں البتہ شحنہ شریعت کے فروری ۱۹۴۱ء کے پرچے میں یہ کھلا ہوا جھوٹ چھاپا گیا، کہ مولانا بدیع الزماں خاں کے مضمون کا اب تک کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ حکیم الامت نے اس خبر کی اشاعت کے بعد فوراًاس کی تردید فرمائی اور "رہزن طریقت المسمیٰ شحنہ شریعت کی حقیقت" کے عنوان سے ایک مختصر تحریر لکھی جو اخبار الفقیہ ۱۴/ اپریل ۱۹۴۱ء کے پرچے میں شائع ہوئی، جس میں آپ نے لکھا کہ مضمون کا جواب لکھ کر شحنہ شریعت میں بغرض اشاعت بھیجا گیا تھا اسے کیوں نہیں چھاپا گیا؟ ۱۳/ اپریل ۱۹۴۰ء کو ایک خط شحنہ شریعت کے منیجر کے نام بھیجا گیا اس کا جواب کیوں نہیں دیا گیا؟

علاوہ ازیں اخبار الفقیہ میں اس کا جواب قسط وار شائع ہو چکا ہے اس کے باوجود یہ کہنا کہ جواب نہیں لکھا گیا کیا یہ جھوٹ اور فریب نہیں ہے؟

حکیم الامت کا نکاح صدر الافاضل نے پڑھایا

فراغت کے بعد حکیم الامت کا نکاح ہوا۔ اوجھیانی میں نکاح کی تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب نکاح میں بہت سے علما و فضلا نے شرکت کی۔ صدر الافاضل بھی تشریف لے گئے تھے۔ اور آپ ہی نے نکاح پڑھایا۔

حکیم الامت کو صدر الافاضل کے صدقہ ایمان وعلم کی دولت حاصل ہوئی

دیوبندی مدرسے میں زیر تعلیم رہنے سے آپ کا عقیدہ وعمل دونوں متاثر ہو گئے تھے۔ حالاں کہ آپ کے اہل خانہ وخاندان متصلب سنی تھے۔ مگر آپ مینڈھو علی گڑھ کے دیوبندی مدرسہ میں گئے تو آپ کا تصلب ختم ہو چکا تھا۔ آپ اپنے دیوبندی اساتذہ سے کافی مانوس اور متاثر تھے۔ لیکن جب صدر الافاضل کی بارگاہ میں پہنچے تو آپ کو اس بارگاہ سے ایمان وعلم کی دولت از سر نو میسر آئی۔ صدر الافاضل کی بارگاہ میں اپنے لکھے ہوئے قصیدہ کے درج ذیل شعر ؎

آپ کے سائے میں گر آئے مگس ہو وے ہما
آپ کی چشم کرم سے مس بھی بن جائے طلا

کے تحت لکھتے ہیں:

"خود میرا اپنا واقعہ ہے کہ جب میں مینڈو سے مرادآباد پڑھنے آیا۔ تو نہ دین ومذہب ٹھیک تھا نہ اعمال، کیوں

کہ دیوبندیوں کی صحبت ملی تھی۔ اسی ذات کے صدقے سے مجھے ایمان ملا اور علم سے قلب منور ہوا۔"
[دیوان سالک: ص ۳۸]

"میرے پاس جو کچھ ہے صدر الافاضل کا عطا کردہ ہے"

حکیم الامت کی کامیابیوں و ترقیوں میں صدر الافاضل کا بہت اہم رول رہا۔ صدر الافاضل حکیم الامت کی ہر محاذ پر رہنمائی فرماتے، حکیم الامت بھی اپنے اہم کام بغیر صدر الافاضل کے مشورہ و حکم کے نہیں کرتے تھے۔ جب بھی کوئی مشکل درپیش ہوتی، کوئی پیچیدہ مسئلہ سامنے آجاتا، کوئی مذہبی و مسلکی، علمی و تحقیقی الجھن پیش آتی، یا کوئی ذاتی معاملہ دردِ سر بنتا، تو آپ صدر الافاضل کی طرف ہی رجوع فرماتے۔ اس تعلق سے بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں مگر ہم یہاں بس ایک مثال پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

حکیم الامت کے پاس افریقہ سے ایک سوال آیا کہ کنواری گائے کا دودھ پینا حلال ہے یا حرام؟ آپ کو تلاش بسیار کے باوجود اس کا کوئی جزئیہ نہیں ملا۔ تو آپ نے صدر الافاضل کی بارگاہ کی طرف رجوع کیا۔ صدر الافاضل نے جواب دلیل کے ساتھ عطا فرمایا۔ آپ خود اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک بار غالباً افریقہ سے میرے پاس سوال آیا، کہ کنواری گائے جو ابھی نر کے پاس نہ پہنچی ہو دودھ دینے لگے وہ دودھ حلال ہے یا حرام؟ مجھے اس کا جزئیہ نہ ملا۔

میں نے **حضرت سیدی مرشدی مولانا صدر الافاضل محمد نعیم الدین صاحب قبلہ قدس سرہ** کو عریضہ لکھا۔ جواب آیا کہ حلال ہے۔ اور ام معبد کے واقعہ سے حضرت نے استدلال فرمایا: کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنواری سوکھی بکری سے معجزانہ طور پر دودھ دوہا اور پیا بھی پلایا بھی۔ یہ واقعہ ہجرت کی راہ میں پیش آیا"
[تفسیر نعیمی: جلد ۸، پارہ ۸، سورہ انعام، ص ۲۰۰]

الحاصل آپ کو جب بھی کوئی مشکل درپیش ہوتی تو آپ اپنے مرشد و استاد گرامی صدر الافاضل کی طرف ہی رجوع فرماتے تھے۔ اور صدر الافاضل کی نوازشات و عنایات سے خوب مستفیض ہوتے تھے۔ اور اسی لیے آپ اپنی ترقیوں، کامیابیوں کو صدر الافاضل کی عطا تسلیم کرتے اور فرماتے تھے کہ

"میرے پاس جو کچھ ہے صدر الافاضل کا عطا کردہ ہے"

[حیات سالک: ص ۸]

خواب میں بھی صدر الافاضل رہنمائی فرماتے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور و بشر سے متعلق مسئلے میں دو حدیثوں کے درمیان تطبیق کی صورت آپ کو صدر الافاضل نے خواب میں بیان فرمائی جسے آپ نے اپنی کتاب ''مراۃ المناجیح''میں تحریر فرمایا ہے۔ہم یہاں اسے نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔احباب ملاحظہ کریں۔آپ لکھتے ہیں:

''روایت ہے حضرت جابر نے فرمایا کہ ہم خندق کے دن کھدائی کر رہے تھے کہ ایک سخت پتھر سامنے آگیا تو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔عرض کیا کہ یہ پتھر خندق میں پیش آگیا ہے تو فرمایا: ہم اتریں گے حضور اٹھے حالاں کہ آپ کا پیٹ پتھر سے بندھا ہوا تھا۔ہم تین دن تک اس طرح رہے تھے کہ کوئی چکھنے کی چیز نہیں چکھی تھی۔پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لی پتھر پر ماری تو پتھر ریگ رواں بن گیا۔پھر میں اپنی بیوی کی طرف گیا میں نے کہا کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بھوک دیکھی ہے۔تو انہوں نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع جو تھے اور ہمارے پاس بکری کی پٹھیا تھی میں نے اسے ذبح کیا۔میری بیوی نے جو پیسے حتی کہ ہم نے گوشت ہانڈی میں ڈالا۔پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔میں نے آپ سے چپکے سے سرگوشی کی عرض کیا یارسول اللہ!ہم نے اپنا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع جو پیسے ہیں۔حضور سرکار آپ اور آپ کے ساتھ چھوٹی جماعت تشریف لائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمادیا کہ اے خندق والو جابر نے کھانا تیار کیا ہے۔چلو!پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اپنی ہانڈی نہ اتارنا اور اپنے آٹے کی روٹی پکانا شروع نہ کرنا حتی کہ میں آجاؤں۔پھر حضور تشریف لائے، تو حضور کے سامنے آٹا پیش کیا حضور نے لعاب دہن ڈالا اور دعاے برکت کی۔پھر ہماری ہانڈی کی طرف توجہ فرمائی اس میں لعاب ڈالا پھر فرمایا کہ روٹی پکانے والی کو بلا جو تمہارے ساتھ روٹی پکائے۔اور اپنی ہانڈی سے شوربا نکالو اور اسے نہ اتارو!مجاہدین ایک ہزار تھے، میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ ان سب نے کھایا۔حتی کہ کھانا چھوڑ دیا اور لوٹ گئے۔حالاں کہ ہماری ہانڈی جیسی تھی ویسی ہی جوش مار رہی تھی اور ہمارا آٹا پکایا جارہا تھا جیسا کہ تھا۔(مسلم،بخاری)

(شرح) یہ پتھر ایسا تھا جس میں کدال کام نہیں کرتی تھی اور کھدائی میں رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی۔جو مشکل کام کسی سے نہیں ہوسکتا تھا وہ کام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے کرتے تھے اسی لیے حضرات صحابہ کرام مشکلات میں حضور انور کی طرف رجوع کرتے تھے۔یعنی تمام صحابہ کرام نے اور خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔اور خندق کی کھدائی کا کام تھا، خالی پیٹ کدال اٹھانا مشکل تھا، اس لیے حضور انور نے پیٹ شریف پر پتھر باندھ رکھا تھا تاکہ پیٹ کے بوجھ سے کدال چلانا آسان ہوجائے۔خیال رہے کہ اگر حضور انور

صلی اللہ علیہ وسلم عادتاً کچھ نہ کھائیں اس لیے کہ کھانا موجود نہ ہو تب حضور اقدس پر بھوک کے آثار نمودار ہوتے تھے لیکن اگر عبادتاً نہ کھاتے روزے کی نیت سے تو خواہ کتنا ہی عرصہ نہ کھاتے مطلقاً ضعف نہ ہوتا تھا۔ اس کے متعلق ارشاد ہے "یطعِمنِی و یسقِینِی" مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ حضور انور نور بھی ہیں بشر بھی، روزے میں نورانیت کی جلوہ گری ہوتی تھی اور عادتاً نہ کھانے میں بشریت کا ظہور، دیکھو عیسیٰ علیہ السلام پہلے بھی کھاتے پیتے تھے اور قریب قیامت آسمان سے آکر بھی کھائیں گے پئیں گے۔ کیوں کہ آپ بشر ہیں۔ مگر آسمان پر قریباً دو ہزار سال سے گئے ہوئے ہیں بغیر کھائے پیے موجود ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا نور ہیں، اسی حالت میں حضور انور نے کدال سے وہ سخت پتھر توڑا۔ حدیث کا یہ مطلب **میرے مرشد مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی** نے خواب میں مجھ کو بتایا۔"

[مراۃ المناجیح: ج۸ ص۱۷۶۔ معجزات کا بیان]

حکیم الامت کی دو کتابوں کی اشاعت پر صدر الافاضل نے اعلیٰ حضرت کا جبہ بطور انعام عطا فرمایا

سنی دنیا میں حکیم الامت کی یوں تو اکثر کتابیں مشہور و مقبول ہوئیں، البتہ جاء الحق اور شان حبیب الرحمن کو خاصی مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ نے جب یہ دونوں کتابیں تصنیف فرمائیں تو اہل علم نے ان کو خوب پسند فرمایا۔ محدث علی پوری پیر جماعت علی شاہ نے آپ کو خوشنودی مزاج کا تمغہ اور خلعت و انعام سے نوازا۔ وہیں صدر الافاضل کو جب یہ کتابیں پیش کی گئیں، تو صدر الافاضل نے بھی آپ کو انعام سے سرفراز فرمایا۔ صدر الافاضل نے بطور انعام آپ کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کا ملبوس جبہ مبارکہ عطا فرمایا۔ تفصیل اخبار الفقیہ کی درج ذیل خبر میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ خبر سید فضل شاہ صاحب خطیب جامع مسجد گندم منڈی شہر گجرات پنجاب کے نام سے شائع کی گئی۔ وہ لکھتے ہیں:

"یہ خبر بڑی مسرت سے سنی جائے گی، کہ مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نے دو کتابیں "جاء الحق وزہق الباطل" اور "شان حبیب الرحمن" تصنیف کی ہیں، جن کی اہل سنت کو اس وقت بہت ضرورت تھی۔ اس سے قبل جب شاہ طریقت حضرت قبلہ سرکار علی پوری دامت برکاتھم القدسیہ کی خدمت میں پیش کی گئیں، تب حضور قبلہ عالم ....نے خلعت و انعام سے مصنف کو نوازا۔ اس مرتبہ علی پور شریف میں جلسے کے موقعہ **پر حضرت صدر الافاضل سلطان شریعت مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مدظلہم مراد آبادی** کی خدمت عالی میں بطور نذرانہ حاضر کی گئیں تو **حضرت ممدوح** نے اس کے انعام میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خاں صاحب مجدد مأۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ملبوس شریف جبہ حضرت صاحب کو عطا فرمایا۔ ہم مولانا احمد یار خاں صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا جبہ **حضرت صدر الافاضل مدظلہم** کے مبارک ہاتھوں سے ملنے کو نہایت نیک فال اور علامت قبولیت سمجھتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ مولا تعالیٰ ان کتب کو قبول فرمائے۔ اور مسلمانوں کے لیے ان کو نافع

بنادے اوران ہر دو ہستیوں کا سایہ دراز فرمادے آمین۔

العبد المسکین سید فضل شاہ صاحب خطیب جامع مسجد گندم منڈی شہر گجرات پنجاب

[اخبار الفقیہ:۲۱،۲۸ر مئی ۱۹۴۳ء ص۱۱]

صدرالافاضل کے حکم سے حکیم الامت نے قوالی ترک فرمائی

حکیم الامت کو قوالی سننے کا بہت شوق تھا، لیکن صدرالافاضل نے جب منع فرمایا تو آپ نے تاحیات قوالی نہیں سنی۔ اس تعلق سے ایک واقعہ بہت ہی مشہور ہوا جسے خود حکیم الامت نے مولانا عبدالحکیم شرف قادری اور مولانا غلام رسول سعیدی کو سنایا۔ ہم یہاں اس کو علامہ شرف قادری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے لکھا:

''جن دنوں حضرت مفتی صاحب میو ہسپتال میں تھے، راقم الحروف اور مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوئے، حضرت مفتی صاحب نے دوران گفتگو فرمایا:

''میں جامعہ نعیمیہ میں مدرس تھا، میں اور مولانا مفتی امین بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے شوق سے قوالی سنا کرتے تھے ایک دن قوال نے یہ شعر پڑھا ؎

کچھ پاس نہیں ہے میرے کیا نذر کروں میں تیرے
اک ٹوٹا ہوا دل ہے اور گوشہ تنہائی

یہ شعر سنناتھا کہ مفتی امین الدین صاحب نے جو کچھ پاس تھا قوال کو پیش کر دیا۔ **حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ** نے بلاکر باز پرس کی اور فرمایا:

''یا تدریس ہوگی یا قوالی، حضرت کے اس ارشاد پر میں نے عرض کی میں تدریس چھوڑ سکتا ہوں قوالی نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ سنتے ہیں **حضرت صدرالافاضل** جلال میں آگئے اور فرمایا:

احمد یار خاں! میں تمہیں حکماً کہتا ہوں کہ قوالی سننا چھوڑ دو۔ چناں چہ اس کے بعد آج تک میں نے کبھی قوالی نہیں سنی۔'' [تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان: ص۵۸]

حکیم الامت کی مناظرانہ سرگرمیوں میں صدرالافاضل کا مشفقانہ کردار

آپ کو اپنے ابتدائی دور سے ہی فن مناظرہ میں مہارت حاصل تھی۔ آپ نے صدرالافاضل کی مناظرانہ سرگرمیوں کو بہت قریب سے دیکھا اور صدرالافاضل سے بہت کچھ اس حوالے سے سیکھا تھا۔ آپ نے یوں تو بہت سے مناظرے کیے مگر چند مناظرے وہ ہیں جن میں صدرالافاضل بنفس نفیس آپ کے ساتھ موجود رہے۔ اور آپ کی

پشت پناہی فرماتے رہے۔ ہم یہاں ایک دو مناظروں کا ذکر کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۱۹۲۸ء میں دینا نگر پنجاب میں غیر مقلدین کی ریشہ دوانیاں زوروں پر تھیں، جن کے سدباب کے لیے صدر الافاضل کو مدعو کیا گیا تھا۔ صدر الافاضل اپنے ساتھ آپ کو لے کر دینا نگر پہنچے۔ صدر الافاضل کے پہنچتے ہی غیر مقلدین کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ ان کی تمام تعلیاں، زبان درازیاں، خوش فہمیاں اور ریشہ دوانیاں ختم سی ہوگئیں۔ اہل سنت کو آئے دن گالیاں دینے والوں کی زبانیں بند ہوگئیں۔ مناظرے کی رٹ لگانے والے بار بار اصرار کے باوجود مناظرے سے راہ فرار اختیار کرنے لگے۔ لیکن صدر الافاضل نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ میدان مناظرہ میں آئیں۔ مجبوراً ایک گھنٹے کی قید لگا کر شیر پنجاب کہے والے جانے والے غیر مقلدین کے پیشوا و سردار مولوی ثناء اللہ امرت سری میدان مناظرہ میں پہنچے۔ جہاں صدر الافاضل کے حکم سے آپ مناظرے کو تیار تھے۔ مناظرہ ہوا اور صدر الافاضل کی مشفقانہ رہنمائی کے طفیل آپ مناظرے میں کامیاب ہوئے۔ ماہنامہ السواد الاعظم کے حوالے سے اس مناظرے کی تفصیل پیش ہے۔ ملاحظہ ہو:

دینا نگر (پنجاب) کے مناظرے میں غیر مقلدین کی شکست، شیر پنجاب کا فرار

''دینا نگر میں بتاریخ ۱۴۔۱۵ دسمبر غیر مقلدین کے جلسے تھے، جن میں جابجا کے مشہور غیر مقلدین تقریر کرنے کے لیے آئے تھے۔ انہیں تاریخوں میں انجمن حنفیہ کے جلسوں میں **حضرت صدر الافاضل اُستاد العلماء مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم تشریف** لے گئے تھے۔ آپ کے ہم راہ آپ کے نوعمر شاگرد فاضل نوجوان جناب مولانا احمد یار خان صاحب سلمہ تھے۔ غیر مقلدین پہلے سے تو بہت شور مچا رہے تھے مگر حضرت کے ورود کے بعد سب لوہے ٹھنڈے پڑ گئے اور اہل سنت کے بہت اصرار کے بعد مشکل ایک گھنٹہ گفتگو کے لیے دیا۔ غیر مقلدین کی طرف سے مولوی ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری مباحث تھے۔ اور احناف کرام کی طرف سے فاضل نوجوان جناب مولانا احمد یار خان صاحب۔

فاضل نوجوان نے مطالبہ کیا تھا کہ غیر مقلدین، مقلدین کو مشرک کہتے ہیں تقویۃ الایمان میں ان پر شرک کے حکم دیے گئے۔ حجاز کی مقدس سرزمین میں نجدیوں نے ہزار ہا پرستاران توحید کو شرک ہی کا الزام لگا کر شہید کر ڈالا۔ ہندوستان کے غیر مقلدوں وہابیوں نے نجدیوں کی تائید کی انہیں غازی کہا۔ لہٰذا آج تم ہمارے سامنے آکر مقلدین کے شرک کا ثبوت دو۔ شیر پنجاب میں جرأت نہ تھی وہ شرک کا ثبوت دیتے۔ بار بار کے اصراروں کے بعد بھی وہ شرک کی تعریف تک نہ کر سکے۔ اثنائے گفتگو میں یا رسول اللہ پکارنے کو شرک کہا۔

لیکن آیت یا احادیث سے دلیل کا مطالبہ کرنے کے بعد کوئی ثبوت اس کا نہ دے سکے۔ آیہ: فاذکروا اللہ الایہ، پڑھی۔ مولانا نے فرمایا: کہ ذکر کا امر یا رسول اللہ کہنے کے شرک کو کب مستلزم ہے۔ جب کچھ جواب نہ بن پڑا تو وقت

ختم ہونے کا عذر کر کے شور مچادیا۔ اور اس طرح جان بچائی۔ اہل سنت کی طرف سے دو روز بعد تک برابر اصرار کیا گیا کہ اپنے کسی مناظر کو تو سامنے پیش کرو۔ مگر ایک گھنٹے کی گفتگو اُن میں ایسی ہیبت پیدا کر چکی تھی، کہ وہ آمادہ نہ ہو سکے۔ اور غیر مقلدین کے علما ان تحریرات کے دوران ہی میں سب کے سب تشریف لے گئے۔ باوجودیکہ لکھ دیا گیا تھا کہ کوئی صاحب تشریف نہ لے جائیں۔ تمام مسلمانوں نے غیر مقلدین کے مشہور مناظر کی کمزوری دیکھی اور بار بار منادیوں کے ساتھ غیر مقلد کی اس شرمناک شکست کا اعلان کیا گیا۔ الحمد للہ رب العلمین۔''

[ماہنامہ السواد الاعظم: رجب ۱۳۴۷ھ۔ ص ۱۸]

حکیم الامت کے مدرسے میں صدر الافاضل بحیثیت ممتحن وخطیب

حکیم الامت صدر الافاضل کے حکم سے ہی مدرسہ مسکینیہ دھوراجی میں بحیثیت صدر المدرسین تشریف لے گئے تھے۔ ستمبر ۱۹۳۱ء میں مدرسے کے سالانہ امتحان اور پہلے جلسہ دستار بندی کے لیے صدر الافاضل کو دعوت دی گئی۔ تاج العلماء کو ساتھ لے کر صدر الافاضل مدرسہ مسکینیہ تشریف لے گئے۔ جہاں حکیم الامت نے آپ کا شایان شان استقبال کیا۔ اور خوب مخلصانہ خاطر تواضع کی۔ تفصیل صدر الافاضل کے جلسوں و اسفار کے باب میں ملاحظہ کریں۔ ہم یہاں آپ کے حوالے سے بس ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں۔ تاج العلماء رقم طراز ہیں:

''مولانا مولوی مفتی احمد یار خان صاحب کا فیض

کاٹھیاوار کے باشندے جناب مولانا مولوی مفتی احمد یار خان صاحب سلمہ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ اور مولانا موصوف کی جتنی تعریف اور قدر کی جائے وہ کم ہے۔ انہوں نے اس تاریک سرزمین کو علمی انوار سے جگمگا دیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کاٹھیاوار میں طلبہ علوم دینیہ سے فراغ کی سند پائیں۔ نو عمر طالب علم مولانا کی عرق ریزی سے اس منزل پر پہنچ گئے کہ ان کی عمر کے لحاظ سے ان کی قابلیت حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے۔ اور اس عمر کے ایسے قابل طلبہ ہندوستان کے علمی مرکزوں میں بہت کم ملیں گے۔ مولانا کی قابلیت، محنت اور عرق ریزی کی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ یہی نہیں کہ ان کا فیض دینیات تک ہی محدود رہا ہو بلکہ منطق وریاضی وغیرہ فنون کی اعلیٰ کتابوں میں طلبہ نے موشگافیاں کر کے اپنے اس قابل استاد کے فیض کا نمونہ دکھا دیا۔ کاٹھیاوار کے لوگ جو صاف اردو بولنے میں قادر نہیں ہیں ان کے فرزند مشکل ترین علمی مباحث میں اپنی لیاقت و ذہانت کے جوہر دکھا رہے تھے۔ تمام علما جو اس امتحان میں شریک تھے طلبہ کی لیاقت کی تعریف کر رہے تھے اور مجمع دیکھ رہا تھا کہ سوالات حل کرنے میں طلبہ کو ذرا بھی سراسیمگی نہ ہوئی۔''

[ماہنامہ السواد الاعظم: جمادی الاولیٰ و جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ۔ ص ۱۶]

مفتی آل حسن نعیمی سنبھلی

۲۰؍ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ مطابق یکم اگست ۱۹۰۷ء جمعرات کے دن سنبھل کے محلہ دیپا سرائے میں شیخ محمد حسین کے یہاں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے آباواجداد حضرت سید سالار مسعود غازی قدس سرہ کے ساتھ سنبھل آئے تھے اور یہیں کے ہوکے رہ گئے۔ مذہبی تعلیم مقامی مکتب میں حاصل کرتے ہوئے دنیاوی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے اور اچھی پوزیشن میں مڈل پاس کرلیا۔ سرکاری ٹیچرس کی نوکری کے لیے کوشش کی۔ البتہ دوسال عمر کم ہونے کے سبب نوکری نہیں ملی۔ اوراسی دوران آپ نے اجمل العلماء مفتی اجمل حسین نعیمی سنبھلی کی بارگاہ میں رہ کر درس نظامی کی تعلیم شروع کردی۔ نحو، صرف، منطق اورادب کی ابتدائی کتابیں اجمل العلماء سے پڑھیں۔ اور پھر جامعہ نعیمیہ میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔

جامع اشرف کچھوچھہ شریف، دارالعلوم نقشبندیہ علی پور شریف جامعہ عربیہ ناگپور، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، دارالعلوم شاہ عالم احمدآباداوراجمل العلوم سنبھل، اہل سنت کے ان مشہور مدارس میں ۲۹؍ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ بدمذہبوں سے بہت سے مناظرے کیے۔ حضرت سید احمد اشرف جیلانی کچھوچھوی سے بیعت ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے۔ بہت سے فتاوی اور چند کتابیں تحریر فرمائیں۔ شاعری کا بھی شوق تھا حسن تخلص تھا۔ مذہبی وملی معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ بہت سے نامور تلامذہ یادگار چھوڑے۔ ۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ ۸؍ جولائی ۲۰۰۳ء کو آپ کا وصال ہوا۔ اور سنبھل کی سرزمین پر ہی تدفین عمل میں آئی۔

جامعہ نعیمیہ میں بغرض تعلیم داخلہ اور فراغت

مولانا یونس نعیمی سنبھلی سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے حکم اورانہیں کی معرفت سے ۴؍ جولائی ۱۹۲۷ء مطابق ۳؍ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ بروز دوشنبہ، سترہ سال کی عمر شریف میں جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں آپ کا داخلہ ہوا۔ اوراسی مدرسے سے فارغ التحصیل ہوئے۔ جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۵ تا ۲۷؍ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ، مطابق ۱۴ تا ۱۶؍ دسمبر ۱۹۳۳ء۔ بروز جمعرات تا ہفتہ، کے موقع پر سند ودستار فضیلت سے نوازے گئے۔

صدرالافاضل کی بارگاہ سے اکتساب علم وکسب فیض

جامعہ نعیمیہ میں دوران تعلیم صدرالافاضل سے بخاری شریف وغیرہ حدیث وفقہ کی کتابیں پڑھیں۔
علاوہ ازیں صدرالافاضل کی خدمت میں رہ کر اچھی تربیت کے ساتھ مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل

کی۔ خود ایک مقام پر لکھتے ہیں:

”یہ خادم آل حسن نعیمی سنبھلی بھی انہیں کا فیض یافتہ ہے۔ کہاں تک ان کے شاگردوں کی تفصیل لکھی جائے۔“ [عکس مضمون]

جامعہ نعیمیہ میں بحیثیت مدرس

صدرالافاضل کے حسب الحکم مختلف اداروں میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ صدرالافاضل کے وصال کے بعد ۱۹۵۷ء سے ۱۹۵۸ء تک ایک سال اپنی مادر علمی جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں تدریس کے لیے تشریف لائے۔ ایک سال تک خدمت تدریس انجام دی۔ اور اس کے بعد کچھ ضروریات کی وجہ سے جامعہ سے مستعفی ہو گئے۔ آپ کے آنے سے قبل جامعہ نعیمیہ کی روداد میں آپ کی آمد کی اطلاع درج کی گئی۔ اس میں لکھا گیا کہ

”ان شاء اللہ تعالیٰ بعد عید ماہ شوال المکرم سے حضرت مولانا محمد آل حسن صاحب سنبھلی نعیمی (جو سات سال جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف اور ۵ سال دارالعلوم نقشبندیہ علی پور سیداں پنجاب اور ۷ سال جامعہ عربیہ ناگپور میں صدر مدرس رہ چکے ہیں) بھی جامعہ میں تشریف لے آئیں گے۔“

[روداد جامعہ نعیمیہ مرادآباد: از یکم ربیع الاول ۱۳۷۲ھ لغایتہ ۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ء
مطابق ۲۰/ نومبر ۱۹۵۲ء تا ۳۱/ دسمبر ۱۹۵۴ء۔ ص ۱۱]

اور جب آپ جامعہ نعیمیہ میں ایک سال رہ کر چلے گئے تو اس کا ذکر بھی جامعہ کی روداد میں درج ذیل الفاظ میں کیا گیا:

”۱۹۵۷ء میں درجات عربیہ کی تعلیم کو مزید ترقی و فروغ دینے کی غرض سے حضرت مولانا مولوی محمد آل حسن صاحب کا تقرر عمل میں آیا تھا۔ بعدہ مولانا موصوف ۱۹۵۸ء میں اپنی ضروریات کی بنا پر جامعہ کی خدمت سے معذور رہے۔“

[مرجع سابق: ۲۰/ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ لغایت ۳۰/ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ۔
مطابق یکم جنوری ۱۹۵۹ء لغایت ۳۱/ دسمبر ۱۹۵۹ء۔ ص ۵]

صدرالافاضل کی علالت وصحت اور مفتی آل حسن نعیمی

صدرالافاضل کی طبیعت علیل ہو جانے پر عموماً آپ کے تمام تلامذہ و معتقدین بے چین، بے قرار اور غمگین ہو جاتے تھے۔ اور صحت و شفا کے لیے تدبیروں کے ساتھ دعائیں بھی کرتے اور عوام وخواص سے دعاؤں کی درخواست بھی کرتے تھے۔ آپ بھی صدرالافاضل کے انہیں عقیدت مندوں میں سے ایک تھے، جو صدرالافاضل کی ذرا سی

ظاہری پریشانی پر بے حد پریشان ہو جاتے تھے۔ اور جب معاملہ زیادہ سخت ہو تو پھر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کس قدر بے چین و پریشان ہو جاتے ہوں گے۔ آپ کی طرف سے شائع ہوئی اخبار الفقیہ کی درج ذیل خبر سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ کریں:

''سنی دنیا میں **حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم سید شاہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی دامت برکاتھم العالیہ** کی علالت سے بڑی تشویش پیدا ہو گئی تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ آخر رمضان شریف سے حضرت بیمار ہوئے اور ذیابیطس کے مرض نے شدت کی ضعف و نحافت انتہا کو پہنچ گئی۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ مزاج مبارک مائل الصحت ہے۔ شدائد مرض دور ہو چکے ہیں۔ صحت ترقی کر رہی ہے۔ اور امید ہے کہ بکرمہ تعالیٰ ہفتہ عشرہ میں صحت تامہ حاصل ہو جائے۔ حضرات کرام اہل سنت کی تسکین خاطر کے لیے حالات کی اطلاع الفقیہ میں شائع کی جا رہی ہے۔ اور حضرت موصوف الصدر دامت برکاتھم العالیہ کے معتقدین و متوسلین و محبین سے دعاے صحت و توانائی کی استدعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے وجود باوجود سے ہمیں اور تمام اہل سنت کو مدتہاے دراز تک متنفع اور فیض یاب رکھے آمین۔

آل حسن سنبھلی عفی عنہ

[اخبار الفقیہ: ۷، ۱۴ر دسمبر ۱۹۴۴ء ص ۱۰]

جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ میں صدر الافاضل کی آمد اور مفتی آل حسن نعیمی

۱۳۵۵ھ جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں سرکار کلاں کی دستار بندی کے موقع پر اجلاس ہوا جس میں صدر الافاضل بھی تشریف لے گئے۔ پورے اجلاس کی تفصیلی روداد مفتی آل حسن نعیمی صاحب صدر مدرس جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف نے قلم بند فرمائی اور اخبار الفقیہ میں شائع ہوئی۔ اس میں آپ نے صدر الافاضل کا ذکر خیر ان الفاظ میں کیا ہے۔

''**عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء امام المناظرین صدر المفسرین صدر الافاضل فخر الاماثل مولانا مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی دامت برکاتھم العالی**..... یہ دستار مبارک فاضل نوجوان کے سر پر آپ کے جد امجد اعلیٰ حضرت مد ظلہم الاقدس نے خود اپنے دست اقدس سے سر پر باندھی۔ پھر **حضرت صدر الافاضل دامت برکاتھم العالی** نے پوری کی۔''

[مرجع سابق: ۲۸ر اگست ۱۹۳۶ء، ص ۱۵]

مفتی آل حسن نعیمی کا مناظرہ اور صدر الافاضل کی نوازشات

صفر ۱۳۵۰ھ میں مرادآباد کے وہابیوں کی طرف سے تین روزہ جلسے ہوئے، جس میں مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی اور مولوی اسمعیل سنبھلی کو بلایا گیا۔ مولوی مرتضی حسن دربھنگی اور دیگر دیوبندی مقررین نے علمائے اہل سنت خاص کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلاف خوب زہر افشانی کی۔ مولوی دربھنگی نے ازراہ تکبر یہ جھوٹ بھی بولا کہ میں تیس سال سے علمائے اہل سنت سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں مگر کوئی میرے مقابل آنے کو تیار نہیں۔ جامعہ نعیمیہ میں جب یہ خبر پہنچی کہ مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی اور دیوبندی مولوی اپنی تقریروں میں مناظرے کی خواہش ظاہر کر رہے ہیں، تو مدرسے کے طلبہ نے آپس میں مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ چل کے ان سے مناظرہ کر لیا جائے۔

باتفاق رائے مولانا آل حسن سنبھلی جو اس وقت متوسط جماعت کے طالب علم تھے مناظر قرار پائے۔ مولانا موصوف چند طلبہ کو لے کر وہابیہ کے جلسے میں پہنچ گئے، اور مناظرے کے لیے آمادگی ظاہر کی۔ مولوی دربھنگی اور سنبھلی کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو، حواس باختہ ہو کر ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ گویا مناظرے سے فرار کی صورتیں نکالنے لگے۔ ہر طور کہا گیا کہ آپ اپنے اعتراضات رکھیے اور مناظرے کے لیے تیار ہو جائیے! مگر وہ اس قدر مبہوت ہو چکے تھے کہ مناظرے کی ہمت نہ کر سکے۔ بعد میں اسٹیج پر چڑھ کر مولوی دربھنگی اور مولوی سنبھلی کے درمیان میں کھڑے ہو کر مولانا ذاکر حسین نعیمی نے لوگوں کے سامنے وہابیہ کے عجز اور اہل سنت کی فتح کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان پر بھی وہابیہ خاموش رہے اور پھر موقع پاتے ہیں ایک ایک کر کے وہاں سے نکلنے لگے۔ اور اہل سنت کی طرف سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اور اہل سنت مولانا آل حسن نعیمی کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر جلوس کی شکل میں فتح کا اعلان کرتے ہوئے اور خوشی مناتے ہوئے صدر الافاضل کے در دولت پر پہنچ گئے۔ بھیڑ اس قدر زیادہ تھی کہ صدر الافاضل نے برابر کی مسجد میں پہنچنے کا حکم دیا۔ مجمع مسجد پہنچ گیا مسجد بھی اس جم غفیر سے پر ہو گئی لوگ سڑک پر کھڑے ہو گئے۔

صدر الافاضل نے فرط محبت میں فاتح دیوبندیت وہابیت مولانا آل حسن نعیمی سنبھلی کو گلے سے لگایا اور پانچ روپے عطا کیے۔ اور خوب دعاؤں سے نوازا۔ اور پھر ایک مختصر خطاب فرمایا، جس میں آپ نے فرمایا کہ اللہ کی شان ہے کہ جامعہ نعیمیہ کے متوسط طالب علم نے وہابیوں کے تیس سالہ مشاق مناظر کو شکست دی اور عاجز و رسوا کیا۔ تقریر کے بعد اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں نیاز پیش کی گئی۔

اس مناظرے کی تفصیلی روداد مولانا مسعود دہلوی اور مولانا مستجاب الدین سنبھلی کی طرف سے سواد اعظم میں شائع ہوئی۔ موقع و محل کی مناسبت بھی ہے اور اس مناظرے کی تفصیل عام بھی نہیں ہے اس لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس پوری مناظرانہ تفصیل کو من وعن نقل کر دیا جائے۔ قارئین ملاحظہ کریں:

وہابیہ کی شرمناک شکست، بے اصل بہتانوں کا ذلیل ترین انجام
مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی اور مولوی محمد اسمعیل سنبھلی کی حیرت ناک بے بسی ودرماندگی
مولوی ابوالقاسم ومولوی ابوالوفا شاہجہانپوری کا مضطربانہ فرار

مرادآباد محلہ شیدی سرائے میں ایک بہت اونچا عجب طرح کا اسٹیج بناکر وہابیہ نے تین روز کے جلسوں کا اعلان کیا۔ پہلے روز کے جلسے میں مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے بڑے تفاخر کے ساتھ اپنی شان مناظرانہ کا اظہار کیا اور ظاہر فرمایا کہ میں تیس برس سے علمائے اہل سنت کے درپے ہوں۔ کوئی میرے مقابل مناظرے کے لیے نہ آسکا۔ اس کے بعد شاہجہان پوری مولویوں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ کی ذات گرامی پر بہت سے افترا کیے۔ اور اعلان کیا کہ یہ جلسہ تین روز تک ہوگا، ہم مناظرے کے لیے تیار ہیں۔ اس جلسے میں علمائے اہل سنت کی شان میں بہت بدزبانی کی گئی۔ اور بہت دل آزار الفاظ استعمال کیے گئے۔

اگلے روز ۲۳؍ صفر المظفر کی شب میں پھر جلسہ ہوا۔ اس روز اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر بہت سے جھوٹے بہتان اٹھائے۔ کمال یہ کیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتابیں ہاتھ میں لے کر مجمع کے سامنے کیں اور اپنے اکاذیب کی نسبت کہا کہ وہ ان میں درج ہیں جو شخص چاہے آئے اور دیکھ لے۔ مجمع میں کثرت سے وہابی تھے اور کچھ عام دنیادار لوگ تھے۔ وہابیوں کو اطمینان تھا کہ جلسے میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے، جو تصدیق چاہے اور کتاب ہاتھ میں لے کر مولوی صاحب کی دروغ بیانی کا پردہ فاش کرے۔ جہاں تک ہوسکا کذب وبہتان کو نہایت تک پہنچادیا۔ اور وہابی مولوی صاحب کی تقریر اول سے آخر تک بہتانوں سے بھری تھی۔ لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ خبر ضرور اہل سنت تک پہنچے گی اور وہ ان حوالوں کی تصدیق کا مطالبہ کریں گے۔ اس اندیشے سے شاہجہان پوری مولوی صاحبان اسی رات میں فریفر فراراً فھو فار، ہوگئے۔ یافُریفر فرارا فھو مفرور کردیے گئے۔

اگرچہ ابھی تک جلسے کی ایک تاریخ باقی تھی اور مناظرے کا اعلان کرنے کی وجہ سے کم ازکم اس تاریخ تک انہیں حاضر رہنا ضروری تھا، مگر جانتے تھے کہ جھوٹ کی سند کہاں سے لائیں گے اور مخالف سامنے آیا تو اس کو اپنی اکاذیب کا ثبوت کس طرح دکھائیں گے۔ بے چاروں کو ناچار فرار کرنا پڑا۔ اگلے روز مدرسہ اہل سنت میں اس جلسے کی اطلاع پہنچی، طلبہ نے مناظرے کی تیاری کی اور مولوی محمد آل حسن صاحب سنبھلی متعلم مدرسہ عالیہ اہل سنت مناظرے کے لیے آمادہ ہوئے۔ یہ خبر وہابیہ کو پہنچی تو چھوٹے سے بڑے تک کانپ گئے۔ اور جلسہ گاہ چھوڑ کر سرائے پختہ میں جلسہ کا اعلان کیا۔ دس بجے شب کے مولوی محمد آل حسن صاحب مع چند طلبہ کے جلسہ گاہ میں پہنچ کر طالب مناظرہ ہوئے۔

اورانہوں نے گذشتہ جلسوں میں وہابیہ کے اٹھائے ہوئے بہتانوں کی تصدیق چاہی حوالے طلب کیے۔ مولوی مرتضی حسن صاحب کرسی پر بیٹھے تھے۔ مولوی محمد آل حسن صاحب کی تقریر سے سناٹا چھا گیا اور وہابیہ کے یہ جنگی مناظر جو تیس سال کی مشق کا دعوی فرمایا کرتے تھے، صم بکم عمی فھم لا یعقلون، ہوگئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ایک جسم بے جان ہے جو حرکت سے محروم ہو چکا ہے۔ تعلیاں کرنے والی زبان ساکت محض ہے، ایک حرف منہ سے نہ نکل سکا۔ ممکن ہے دو چار گہرے سانس لیے ہوں یا چپکے چپکے سرد آہیں کھینچتے رہے ہوں۔ وہابی بھی اپنے اس مایہ ناز مناظر کی بے بسی دیکھ کر پریشان تھے۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب سنبھلی کو اپنے اس بزرگ کی امداد کا خیال آیا اور آپ کو دیکھ کر اٹھے اٹھ کر کھڑے تو ہو گئے مگر ہمت گفتگو آپ میں بھی نہیں تھی۔ فرمانے لگے کہ آپ فساد کے لیے آئے ہیں۔ بلا اجازت بولنے کا حق نہیں ہے۔ مولوی محمد آل حسن صاحب نے نہایت اطمینان سے فرمایا جناب! گھبرائیں نہیں۔ فساد انگیزی تو یہ ہے کہ پیشوایان اسلام پر بہتان اٹھائے جائیں، افترا کیے جائیں۔ آپ کی طرف سے گزرے ہوئے جلسوں میں مناظرے کا عام اعلان کیا گیا ہے۔ میں مناظرے کے لیے حاضر ہوں۔ اور آپ صاحبوں سے آپ کے دعووں کے ثبوت چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ اگر اجازت کی ضرورت ہے تو میں آپ سے طالب اجازت ہوں، آپ اجازت دیجیے۔ شہر کے لوگ نہایت پریشان ہیں۔ گزرے ہوئے دو دنوں میں آپ صاحبوں نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا ثبوت پیش کر کے مطمئن کیجیے۔ مناظرے کی دعوت دینے کے بعد انکار کر جانا آپ کے عجز کی دلیل ہے۔ لیکن وہابی مولوی صاحبان اس قدر گھبرا گئے تھے کہ وہ ایک منٹ کے لیے بھی گفتگو کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ اور انہوں نے نہایت گھبراہٹ کے ساتھ فرمایا کہ اجازت نہیں ہے۔

پھر مولوی محمد آل حسن صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب اس وقت مناظرے سے پہلوتہی کرنا اس کی دلیل ہے کہ آپ نے دو روز تک علمائے اہل سنت پر جو بہتان اٹھائے ہیں وہ کذب محض اور افترائے خالص ہیں۔ اور اس جھوٹ کے لیے کوئی سند و ثبوت آپ کے پاس نہیں ہے۔

اس مضمون پر مولوی محمد آل حسن صاحب نے موثر اور دل چسپ تقریر کی۔ ہزار ہا مسلمانوں کا مجمع تھا، جو مولوی محمد آل حسن صاحب کے ساتھ اتفاق کر رہا تھا۔ ہر طرف سے صدائیں بلند ہو رہی تھیں کہ ضرور مناظرہ کر کے ہماری حیرانی کو رفع کیجیے۔ آپ نے ہمیں پریشانی میں ڈال دیا ہے۔ مگر وہاں کس میں دم تھا جو دو منٹ بھی ٹھہر سکتا۔ مولوی محمد اسمعیل صاحب بھی مناظر در بھنگی کی امداد نہ کر سکے۔ اور ہمت ہار کر بیٹھ رہے۔ کانوں میں باتیں ہونے لگیں اور آپس میں مشورے کرنے لگے کہ اس مناظرے سے کس طرح جان بچائی جائے۔ مولانا محمد آل حسن صاحب کی تقریر ہو رہی ہے اور وہابی علم برداران مناظرہ میں سے کسی صاحب میں مجال دم زدن نہیں ہے۔ آخر انہوں نے یہ تدبیر کی کہ اپنے ایک معتقد خاص کو کھڑا کر دیا جس نے یہ کہا کہ حضرات ہم مناظرہ کرنا نہیں چاہتے۔ لہٰذا جلسہ برخاست۔

اس پر مولوی حافظ محمد ذاکر حسین صاحب وہابی علما کی نشست گاہ پر پہنچے اور وہاں جاکر انہوں نے مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی محمد اسمٰعیل سے کہا کہ ہم لوگ آپ کی دعوت پر آئے ہیں آپ کو مناظرہ سے انکار کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ آپ کے اس وقت کے اعراض سے مجمع آپ کی طرف سے بہت برا اثر لے رہا ہے اور لوگوں کو یقین ہو چکا ہے کہ آپ اپنی صداقت کا ثبوت دینے سے عاجز ہیں۔ لہٰذا آپ مناظرے کے لیے کھڑے ہو جائیے! مگر وہابی علما ایسے حواس باختہ اور مبہوت ہو چکے تھے، انہیں کسی طرح ہمت نہ ہوئی۔ اور انہوں نے مولوی محمد ذاکر حسین صاحب سے بھی مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا۔

تب مولوی محمد ذاکر حسین صاحب نے مولوی مرتضیٰ حسن اور مولو لوی محمد اسمٰعیل صاحب کے درمیان میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ حضرات! میں نے بہت کوشش کی۔ لیکن وہابی مولوی صاحبان کسی طرح مناظرے کی ہمت نہیں کرتے۔ لہٰذا میں اہل سنت کی فتح کا اعلان کرتا ہوں مجمع سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور مسلمانوں نے مولانا محمد آل حسن صاحب کو اٹھا لیا اور کشتی مارنے والے پہلوان کی طرح کاندھوں پر بٹھا لیا، چاروں طرف سے ان پر پھول برسائے گئے، ہار گلے میں ڈالے گئے۔ اہل سنت کی اس فتح مبین پر خوشیاں مناتے اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ایک عظیم الشان جلوس کے ساتھ بازار سے گزرتے ہوئے، **حضرت قبلہ امام المناظرین فخر العلماء صدر الافاضل مولانا مولوی حافظ محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم العالیہ** کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ فتح کا اعلان کرتے وقت مولوی محمد ذاکر حسین صاحب نے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کے ہاتھ میں مناظرہ کا چھپا ہوا چیلنج دیا جو فاضل جلیل مولانا الحاج جناب مولوی حبیب الرحمن صاحب قادری اشرفی کی جانب سے تھا اس چیلنج کو دیکھ کر وہابیہ کے مناظر اعظم پر جو گزری ہوگی اس کو انہیں کا دل جانتا ہوگا۔ بارہ بجے شب کے یہ جلوس شان و شوکت کے ساتھ **حضرت قبلہ صدر الافاضل مولوی حافظ محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم العالیہ** کے مکان پر حاضر ہوا۔ مجمع اس قدر کثیر تھا کہ **حضرت موصوف** کے مکان پر گنجائش نہ تھی۔ اس لیے **حضرت موصوف** کو قریب کی مسجد میں تشریف آوری کی تکلیف گوارا کرنا پڑی۔ مسجد بھر گئی اور باقی مجمع سڑک میں کھڑا رہا۔ اس

وقت **حضرت صدر الافاضل موصوف** مذکور الصدر کو کیفیت مناظرہ سنائی گئی۔ **حضرت موصوف** نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور مولوی محمد آل حسن صاحب کو گلے سے لگایا۔ اور پانچ روپے انعام عنایت فرمایا۔ اور دعائیں دیں۔ نعت شریف ہوئی اس کے بعد **حضرت صدر الافاضل دامت برکاتھم العالیہ** نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ اللہ کی شان ہے سنی مدرسے کے ایک متوسط طالب علم نے وہابیوں کے مناظر اعظم اور سی سالہ مشاق کو اس طرح عاجز اور رسوا کر دیا، باطل کا انجام فضیحت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر قائم رکھے۔ اور مخالفین کو چشم بینا عطا فرمائے۔ اور قبول حق کی توفیق دے۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مبارک کو فاتحہ پڑھ کر ایصال ثواب

کیا گیا۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔

مسلمانوں کو اس فتح کی ایسی خوشی ہوئی کہ رات کے دو بجے تک جا بجا یہی تذکرے کرتے رہے۔ اس جلسے کے اختتام کے وقت منشی نیاز اللہ صاحب سوداگر ساکن محلہ چوکی حسن خاں نے ۱۵ر صفر المظفر کی شب کے لیے اس فتح کی مبارک باد میں ایک عام جلسہ کی دعوت دی۔ اس کے بعد اور حضرات نے بھی جلسے کی استدعائیں کیں، لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عرس شریف میں شرکت کی وجہ سے دوسرے جلسے سردست ملتوی کیے گئے۔ اس کے بعد ایک جماعت نے مدرسہ عالیہ اہل سنت کے طلبہ کی طرف سے اس خوشی میں مولوی محمد آل حسن صاحب اور ان کے احباب کو جلسہ چائے کی دعوت دی۔ لہ الحمد ولہ المنۃ۔''

المشتہر مسعود احمد دہلوی۔ مستجاب الدین احمد سنبھلی

[ماہنامہ السواد الاعظم: شوال وذیقعدہ ۱۳۵۰ھ۔ ص ۱۹ تا ۲۲]

موتمر العلماء میں رکنیت

سنی کانفرنس کے ارکان عوام وخواص سبھی تھے۔ حجۃ الاسلام کے حکم سے علما کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا نام موتمر العلماء رکھا گیا۔ اور ۴۱ر اراکین میں آپ کو بھی شامل کیا گیا۔

السواد الاعظم میں مضمون نگاری

ماہنامہ السواد الاعظم میں دو تحریریں آپ کی شائع ہوئیں۔ ایک عرس کے تعلق سے ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ محرم ۱۳۵۱ھ صفحہ ۲۰ سے ۲۴۔ تک چار صفحات پر مشتمل۔ اور دوسری تحریر وہابیت کی حقیقت کھل گئی، کے عنوان سے رمضان وشوال ۱۳۵۳ھ ص ۱۲،۱۱۔ پر۔

مولانا آل حسن نعیمی کے صاحبزادگان پر صدر الافاضل کی شفقت

صدر الافاضل جب سنبھل تشریف لے جاتے تو آپ کے گھر بھی تشریف لے جاتے۔ آپ کے اہل خانہ پر خوب نوازشات فرماتے۔ بچوں کے سروں پر دست شفقت رکھتے، دعائیں دیتے۔ ایک بار تشریف لے گئے تو آپ کے ایک صاحبزادے جن کا نام محمد انذار ہے کہیں باہر تھے جب آپ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ''آؤ میاں انذار تمہارا ہی تھا انتظار'' اور پھر اپنی آغوش محبت میں لے کر خوب شفقتوں سے نوازا۔ مفتی چراغ عالم صاحب نے فقیر کو یہ بات بتائی۔

مفتی اعظم کانپور، مفتی رفاقت حسین کانپور

حضرت امین شریعت، مفتی رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور، کی ولادت یکم جنوری ۱۹۰۸ء۔ یکم ربیع الاول ۱۳۲۶ھ بروز جمعرات ضلع مظفر پور کے گاؤں بھوانی پور میں ہوئی۔

ناظرہ قرآن وار دو و فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے نانا محترم سے حاصل کی۔ انگریزی تعلیم چار کلاس تک ہوئی۔ بعدہ عارض پور کے مدرسے میں داخل ہو کر مولانا طاہر سے درس نظامی کا آغاز کیا۔ ان کے انتقال کے بعد غیر دانستہ طور پر آپ کے جد امجد نے کلیانی محلہ مظفر پور میں غیر مقلدین کے مدرسہ احمدیہ میں داخل کرادیا۔ علم الصیغہ وغیرہ کچھ کتابیں وہاں پڑھیں۔ اور جب دادا کو علم ہوا کہ یہ بدمذہبوں کا مدرسہ ہے تو اگلے سال آپ کے دادا نے آپ کو مدرسہ عزیزیہ بہار میں داخل کرادیا۔ یہاں آپ نے شرح وقایہ وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ پھر مدرسہ حنفیہ جونپور چلے گئے مشکاۃ شریف ونور الانوار وغیرہ کتابیں یہاں پڑھیں۔ پھر دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف پہنچ گئے۔ اور یہیں علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی۔

اساتذہ میں صدر الشریعہ کے علاوہ مولانا عبد الحی افغانی وغیرہ ممتاز علما کے نام آتے ہیں۔ منظر اسلام بریلی شریف، مدرسہ محمدیہ جائس، احسن المدارس کانپور اور دار العلوم شاہ عالم احمد آباد ملک کے مشہور اداروں میں تدریسی خدمات انجام دی۔

حضور اشرفی میاں سے مرید ہوئے اور آپ سے شرف خلافت بھی حاصل کیا۔ حجۃ الاسلام اور صدر الشریعہ سے بھی اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔ دو مرتبہ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۵ء میں حج و حاضری حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ مذہبی و مسلکی بہت سی نمایاں خدمات انجام دیں۔ چند اہم کتابیں تصنیف فرمائیں۔ بہت سے نام ور تلامذہ یادگار چھوڑے۔ ۳؍ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹؍ جنوری ۱۹۸۳ء کو بروز بدھ وصال فرمایا۔ آبائی وطن مظفر پور میں تدفین ہوئی۔

صدر الافاضل اور جامعہ نعیمیہ سے تعلق

مشہور یہ ہے کہ آپ نے جامعہ نعیمیہ میں بھی تعلیم حاصل کی ہے۔ اور صدر الافاضل آپ کے اساتذہ میں ہیں۔ مگر تحقیق بسیار کے باوجود بھی فقیر کو ایک بھی معتبر صراحت نہیں ملی جس سے آپ کا صدر الافاضل سے شرف تلمذ اور جامعہ نعیمیہ میں تعلیمی قیام ثابت ہو۔ آپ کے صاحبزادے عالی وقار مولانا محمود رفاقتی نے "سوانح رفاقتی" میں آپ کے تعلیمی دور کو کافی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہاں اساتذہ میں صدر الافاضل کا نام اور تعلیمی مدارس میں جامعہ نعیمیہ کا

بالکل بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ بلکہ موصوف نے امین شریعت کے معاصرین کے باب میں صدر الافاضل کا ذکر کیا ہے، جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی صدر الافاضل کے استاد اور جامعہ نعیمیہ کے مادر علمی ہونے کے قائل نہیں تھے۔ علاوہ ازیں جامعہ نعیمیہ کی قدیم رودادوں میں بھی صدر الافاضل کے مشہور تلامذہ میں علامہ غلام جیلانی میرٹھی، حافظ ملت اور آپ کے چند اور ہم درس حضرات کے اسمائے گرامی تحریر ہیں مگر آپ کا اسم گرامی درج نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہاں اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ آپ صدر الافاضل کے بہت معتقد و مداح اور آپ کی خدمات دینیہ سے خوب متاثر تھے۔

مفتی عتیق الرحمٰن خان نعیمی

حضرت علامہ مفتی عتیق الرحمٰن خان نعیمی بن ضیاء اللہ خان کی ولادت موضع اکڑہرا، پوسٹ ڈھبروا، ضلع سدھارتھ نگر میں ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسے میں پائی۔بعدہ مدرسہ دارالہدیٰ یوسف پور سدھارتھ نگر، مدرسہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس، احسن المدارس کانپور، شمس العلوم بدایوں شریف، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میرٹھ وغیرہ مختلف مدارس میں علوم مروجہ کی تحصیل فرمائی۔

غالباً ۱۳۴۶ھ میں درس نظامی وافتاوغیرہ سے فارغ ہوئے۔مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میرٹھ میں دستاربندی کی رسم ادا کی گئی۔مدرسہ ضیاء الاسلام گورکھپور، مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف اور جامعہ انوارالعلوم تلسی پور بلرام پور، اور دیگر مشہور مدارس میں درس وتدریس کی خدمت انجام دی۔بہت سے نامور تلامذہ یادگار چھوڑے۔ملک کے مختلف مقامات پر سو سے زیادہ مدارس قائم فرمائے، جن میں سے جامعہ انوارالعلوم تلسی پور بلرام پور اور جامعہ اہل سنت امدادالعلوم مٹہنا سدھارتھ نگر کو خاصی شہرت حاصل ہوئی۔

دو مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے۔صدرالافاضل سے مرید ہوئے۔اور تمغہ خلافت سے مشرف ہوئے۔بدمذہبوں سے خاص کر علاقائی غیر مقلدین سے بہت سے معرکۃ الآرا مناظرے کیے اور ہمیشہ فتح یاب ہوئے۔اسی وجہ سے اہل علم میں سلطان المناظرین کے لقب سے شہرت ہوئی۔درجن بھر کے قریب علمی وتحقیقی کتابیں تحریر فرمائیں۔اور بہت سے مقالات، مضامین اور فتوے لکھے۔۲۰؍محرم الحرام ۱۴۰۴ھ مطابق اکتوبر ۱۹۸۳ء رات دس بج کر دس منٹ پر وصال فرمایا۔

جامعہ نعیمیہ میں تحصیل علم

فقیر کی تحقیق کے مطابق ۱۳۴۱ھ سے ۱۳۴۳ھ کے درمیان آپ جامعہ نعیمیہ میں بغرض تحصیل علم داخل ہوئے۔کچھ مدت یہاں تعلیم حاصل کر کے میرٹھ چلے گئے۔اور وہاں اندازاً ۱۳۴۵ھ یا ۱۳۴۶ھ میں آپ دستار وسند فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کے سوانح نگار حضرات نے آپ کی فراغت اور دستار فضیلت ۱۳۲۸ھ ذکر کی ہے، جو بالکل غیر مناسب ہے۔کیوں کہ تمام سوانح نگار حضرات اس پر متفق ہیں کہ آپ اپنے استاد گرامی علامہ مشتاق کانپوری کے ساتھ جامعہ نعیمیہ پہنچے تھے۔اور پھر حضرت کے ساتھ ہی میرٹھ چلے گئے اور وہیں دستار بندی ہوئی۔توجب یہ ثابت ہو گیا تو یہ معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ علامہ مشتاق کانپوری کس سن میں جامعہ نعیمیہ تشریف لائے۔ہم نے جامعہ نعیمیہ کے

باب میں مدرسین جامعہ نعیمیہ کے تذکرے کے ضمن میں علامہ مشتاق کانپوری کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کو صدرالافاضل نے حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی کے تعلیمی نقصان کے سبب جامعہ نعیمیہ میں مقرر کیا تھا۔ اور حکیم الامت کا جامعہ میں تعلیمی دورانیہ ۱۳۴۱ھ سے ۱۳۴۵ھ تک ہے۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ آپ نے بھی اسی دوران جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کی تھی۔ علاوہ ازیں بعض تذکرہ نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ جامعہ نعیمیہ میں حکیم الامت سے آپ کی کسی مسئلہ پر علمی بحث بھی ہوئی ہے۔ ۱۳۲۸ھ ماننے کی بنیاد پر یہ واقعہ بھی بالکل بے بنیاد ہو جائے گا۔ کیوں کہ اس وقت حکیم الامت کی عمر شریف چار سال تھی۔ چار سال کے بچے سے علمی بحث ومباحثہ چہ معنی دارد؟۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صدرالافاضل سے شرف ارادت وخلافت

جامعہ نعیمیہ میں آپ نے صدرالافاضل کی بارگاہ سے اکتساب علم کیا یا نہیں اس تعلق سے کوئی تفصیل دستیاب نہیں ہوئی۔ مگر ہاں امکان ضرور ہے کہ آپ حد درجہ علمی ذوق رکھتے تھے۔ جامعہ میں صدرالافاضل سے اکتساب علم نہ کیا ہو یہ بعید از قیاس ہے۔ ویسے دور طالب علمی کے علاوہ آپ نے اکتساب علم وکسب فیض خوب کیا ہے جیسا کہ علما سے سننے میں آیا۔

صدرالافاضل سے ہی آپ نے شرف بیعت حاصل فرمایا۔ ۱۹۴۶ء میں آپ نے اپنے قائم کردہ مدرسہ انوار العلوم کے سہ روزہ سالانہ اجلاس میں صدرالافاضل کو مدعو کیا۔ صدرالافاضل تشریف لائے اور آپ کی خدمات کو ملاحظہ فرمایا تو خوشی کا اظہار فرمایا اور خوش ہو کر اپنے حلقہ ارادت میں آپ کو داخل فرمایا۔ نیز عنایت ونوازش یہ بھی فرمائی کہ اسی موقع پر آپ کو تمغہ خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ یہ بہت کم ہوا کہ صدرالافاضل نے از خود کسی کو مرید کر کے بغیر طلب خلافت عطا فرمائی ہو۔ بلا شبہہ آپ کی خدمات سے صدرالافاضل بہت متاثر ہوئے اسی لیے یہ نوازشات وعنایات بے پایاں آپ کو عطا ہوئیں۔

مولانا نور الصفا نعیمی چاٹگامی

علامہ سید محمد نور الصفا نعیمی کی پیدائش ۵/ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو مریم نگر رنگونیہ چاٹگام بنگلہ دیش میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت علامہ سید راحت اللہ نقشبندی کے قائم کردہ ''مدرسہ نور العلوم''میں حاصل کی۔ متوسطات تک کی کتابیں والد گرامی سے پڑھ کر مرادآباد جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوئے اور درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ علوم مروجہ خاص کر علم حدیث واصول حدیث میں خوب کمال حاصل کیا۔ والد ماجد سے مرید ہوئے۔ اور شرف اجازت وخلافت حاصل کیا۔ مزید اشرفی میاں اور صدر الافاضل سے بھی تمغہ خلافت حاصل ہے۔ زیارت حرمین شریفین، بیت المقدس، بغداد معلی، اور بہت سے مقدس مقامات پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ درجن بھر کتابیں تصنیف فرمائیں، جس میں ''نور المغیث فی اصول الحدیث'' کی خوب مقبولیت ہوئی۔ بہت سے نامور شاگرد پیدا کیے۔

بدمذہبوں سے بہت سے مناظرانہ معرکے کیے۔ مذہبی وملی خوب خدمات انجام دیں۔ ۷/ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۰/مئی ۱۹۹۳ء بروز اتوار وصال ہوا۔ اپنے آبائی وطن مریم نگر رنگونیہ چاٹگام بنگلہ دیش میں مدفون ہوئے۔

جامعہ نعیمیہ میں تحصیل علم اور فراغت

آپ کے والد ماجد حضرت علامہ سید راحت اللہ نقشبندی صدر الافاضل کے قریب ترین احباب میں سے تھے۔ مدرسہ امدادیہ میں علامہ محمد گل خاں کی بارگاہ میں رہ کر ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ جیساکہ خود آپ نے لکھا ہے:

''قد صحب **قدس سرہ، صدر الافاضل سیدی مولانا محمد نعیم الدین المرادآبادی** فی غفران الشباب فی ایام التحصیل فی المرادآباد دھراً طویلاً یبحثان الاظھار الحق وکان بینھما حبا شدیداً من اللہ تعالیٰ وکثیراً یحضر فی حضرت مولانا محمد گل کابلی ایضا یحبہ''

(یعنی علامہ راحت اللہ قدس سرہ مرداآباد میں دوران طالب علمی صدر الافاضل کے ساتھی رہے۔ دونوں حضرات احقاق حق فرماتے رہتے تھے۔ دونوں کے مابین لوجہ اللہ خوب محبت تھی۔ حضرت مولانا محمد گل کابلی کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ وہ بھی محبت فرماتے تھے۔)'' [نور المغیث فی اصول الحدیث: ص۴۵]

آپ اپنے والد ماجد کے حسب حکم مرادآباد جامعہ نعیمیہ میں اندازے کے مطابق ۱۹۲۸ء میں داخل ہوئے۔ قریب دوسال تعلیم حاصل کر کے فارغین جامعہ کے قدیم رجسٹر کے مطابق ۲۲/شعبان ۱۳۵۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۳۲ء میں سند فضیلت اور ۲۸/شوال ۱۳۵۰ھ مطابق ۷/مارچ ۱۹۳۲ء کو دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

صدرالافاضل سے اکتساب علم وکسب فیض

آپ کو صدرالافاضل سے شرف تلمذ کے ساتھ شرف اجازت وخلافت بھی حاصل ہے۔ آپ نے اپنے استاد وشیخ مجازی سے صحاح ستہ اور دیگر کتب تفسیر وفقہ وغیرہا کا درس لیا۔ علوم ظاہری کے سوا علوم باطنی کے اسباق بھی پڑھے۔ صدرالافاضل کی بارگاہ میں آپ نے قریب دو سال کا عرصہ گزارا۔ اس درمیان آپ نے صدرالافاضل کی خوب خدمت کی۔ صدرالافاضل کی کفش برداری بھی آپ کے حصے میں رہی۔ نیز صدرالافاضل جب کتابوں کا مطالعہ فرماتے یا فتوی نویسی فرماتے تو اس وقت آپ حاضر رہتے اور جب کسی کتاب کو اٹھالانے کا اشارہ ملتا تو فوراً عجلت کے ساتھ اٹھا کر پیش کر دیا کرتے تھے۔ الغرض خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ یہی وجہ رہی کہ صدرالافاضل کی آپ پر بہت شفقتیں اور نوازشات رہیں۔ آپ کے ذوق اور طلب کو دیکھتے ہوئے آپ کی درخواست پر صدرالافاضل نے صرف دو گھنٹے میں اصول حدیث کے حوالے سے ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ نیز کتب احادیث وتفاسیر وغیرہ کی اسانید جو صدرالافاضل کو اپنے استاد گرامی کے توسط سے علمائے حرمین شریفین سے حاصل ہوئیں وہ بھی آپ کو عطا فرمائی گئیں۔ آپ اپنی کتاب ”نورالمغیث فی اصول الحدیث“ میں اس کی کچھ تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”انی خدمته منذ سنتین لیلاً ونهاراً بها قال لی ما فعلت لما فعلت وما لم افعل لما فعلت وکتب لی رسالة فی ساعتین المسمیٰ ”بمیزان النفس“ ما یری شوقی بحصول علم الحدیث نقش لی اسم الذات وامرنی ان انظر الیه ومنعنی عن مسمیرزم رحمة الله علیه ونفعنا الله ببرکاته فی الدین والدنیا والآخرة“

[نورالمغیث فی اصول الحدیث: ص ۴۲]

یعنی دو سال تک رات ودن میں نے ان کی خدمت کی، کبھی میرے کیے کام پر انہوں نے یہ تک نہیں کہا کہ تونے یہ کیوں کیا؟ اور جو کام میں نہیں کر سکا ان پر کبھی یہ نہیں کہا کہ تونے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ علم حدیث کی تحصیل میں میرا شوق دیکھ کر انہوں نے میرے لیے ۲/گھنٹے میں ایک رسالہ بنام "میزان النفس" تحریر فرمادیا. میرے لیے اسم ذات (اللہ) کا نقش تیار فرمایا اور مجھے اسے دیکھنے کا حکم دیا اور مسمیرزم سے مجھے منع فرمایا. اللہ کی ان پر رحمت ہو اور اللہ عزوجل دین, دنیا اور آخرت میں ان کی برکتوں سے ہمیں نفع اندوز فرمائے“

مزید لکھتے ہیں:

””واضح ہو کہ بندہ عبد المصطفیٰ محمد نورالصفا نے ...... کتب ستہ ودیگر تفاسیر وفنونات کی سند **فخر المحدثین، عمدة المفسرین، زبدة المتکلمین مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی** سے حاصل کی۔ وہ مجاز ہیں اپنے شیخ مولانا محمد گل سے وہ اپنے شیخ خاتم المحققین سید محمد الکتبی الخطیب المدرس فی المسجد الحرام سے وہ اپنے شیخ السید محمد الکتبی سے، وہ اپنے شیخ

الخطیب والامام والمدرس بالمسجد الحرام سے وہ اپنے شیخ والد مفتی الاحناف بلدۃ الحرام السید محمد بن حسین الکتبی سے وہ اپنے شیخ خاتم المحققین مولانا السید احمد الطحطاوی المحشی لدر المختار رحمۃ اللہ تعالیٰ سے،

و سندہ مذکور بالتفصیل فی مسانیدہ المطولة المشهورة المعروفة فی دیار العرب والعجم خصوصاً فی المدرسة الأزهر الواقعة فی بلدة مصر"۔ [مرجع سابق: ص،۴۶]

سرکار کلاں مختار اشرف نعیمی کچھوچھوی

حضرت علامہ سید محمد مختار اشرف بن مولانا ابو محمود سید شاہ احمد اشرف اشرفی کچھوچھوی کی ولادت ۲۶؍ جمادی الآخرۃ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۲؍ مئی ۱۹۱۴ء بدھ کے دن ہوئی۔ تاریخی نام بمطابق سن ہجری ۱۳۳۳ ''محمد مختار'' اور بمطابق سن عیسوی ۱۹۱۴ ''محمد مختار اشرف'' تجویز ہوا۔ سرکار کلاں کے لقب سے شہرت پائی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی کی۔ اور پھر مولانا عماد الدین سنبھلی اور مولانا عبد الرشید نعیمی سے درس نظامی کی میزان سے شرح وقایہ تک کی کتابیں پڑھیں۔ جامعہ نعیمیہ میں بھی تحصیل علم فرمایا۔ ۱۳۵۵ھ میں جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں دستار فضیلت ہوئی۔ جد امجد حضور اشرفی میاں قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل ہوا۔ اور ۲۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ کو جد امجد سے تمغہ خلافت پا کر جانشین مقرر ہوئے۔ چار مرتبہ حج وزیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ آپ نے بہت سے تبلیغی دورے فرمائے۔ جامع اشرف اور ملک کے کئی مشہور مدارس کی سرپرستی فرمائی۔ بہت سے نامور خلفا یادگار چھوڑے۔ ۲۱؍ نومبر ۱۹۹۶ء مطابق ۹؍ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ بروز جمعرات دن کے ایک بجے آپ نے وصال فرمایا۔ کچھوچھہ شریف میں بزرگوں کے مزارات کے پاس آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ کا مزار شریف آج بھی مرجع خلاق بنا ہوا ہے۔

جامعہ نعیمیہ میں صدر الافاضل سے اکتساب علم

جامعہ نعیمیہ میں آپ نے چند سال رہ کر صدر الافاضل سے اکتساب علم فرمایا۔ علم حدیث وغیرہ علوم کی مختلف کتابیں پڑھیں۔ کتب حدیث، تفسیر، فقہ، عقائد وغیرہ کی اسانید مروجہ صحیحہ جو صدر الافاضل کو اپنے استاد گرامی حضرت علامہ گل خاں کابلی سے حاصل ہوئیں ان کی اجازت صدر الافاضل نے آپ کو عنایت فرمائی۔

جامعہ نعیمیہ میں آپ کتنے سال زیر تعلیم رہے اس سلسلے میں راقم کو کوئی تفصیل نہ مل سکی۔

صدر الافاضل کے ہاتھوں آپ کی دستار فضیلت

جامعہ نعیمیہ کی قدیم روداد بابت ربیع الاول ۱۳۷۲ھ مطابق نومبر ۱۹۵۲ء میں، جامعہ نعیمیہ کے چند مشہور فارغین کے نام لکھے گئے ہیں جن میں آپ کا اسم گرامی بھی مسطور ہے۔ البتہ دستار فضیلت پانے والوں کے رجسٹر میں آپ کا نام فقیر کو نظر نہیں آیا۔ ہاں البتہ جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں آپ کی دستار فضیلت کا ذکر ملتا ہے۔ ممکن ہے جامعہ اشرفیہ میں اپنے جد امجد کے مقدس ہاتھوں دستار فضیلت کی خواہش کے سبب جامعہ نعیمیہ سے چلے گئے ہوں۔ جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں ۲۱؍ جمادی الاولی ۱۳۵۵ھ کو آپ کی دستار فضیلت ہوئی۔ دستار فضیلت کے اجلاس میں

صدرالافاضل بھی شریک ہوئے۔ اورآپ کی دستار بندی بھی فرمائی۔ اس اجلاس کی مکمل روداد صدرالافاضل کی اجلاس میں شرکت وخطابت کے باب میں ملاحظہ کریں۔

یہاں بس ایک اقتباس پیش ہے۔

"یہ دستار مبارک فاضل نوجوان کے سرپر آپ کے جدامجد اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے خود اپنے دست اقدس سے سرپر باندھی۔ پھر **حضرت صدرالافاضل دامت برکاتھم العالی** نے پوری کی۔"

[اخبارالفقیہ: ۲۸/۱۲ر اگست ۱۹۳۶ء، ص ۱۵]

صدرالافاضل اور سرکارکلاں کے مابین رابطہ محبت وعقیدت

صدرالافاضل سے آپ کو بے پناہ عقیدت ومحبت تھی۔ آپ صدرالافاضل کا خوب احترام ولحاظ فرماتے تھے۔ اکثر محفلوں میں اپنے استاد کا تذکرہ کرتے اور کمالات وفضائل بیان فرماتے تھے۔ صدرالافاضل کے شاگرد ہونے کو تمغہ امتیاز تصور کرتے اور فخریہ بیان کیا کرتے تھے کہ:

"میں **صدرالافاضل** کا شاگرد ہوں، ان کی نوازشات بے شمار ہیں۔ میرا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کے سامنے بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہوجاتا تھا۔ اگر وہ آج ہوتے تو جو لوگ دقاق وقت اور محقق ومفتی زمانہ بنے بیٹھے ہیں سب کی چوکڑی بند ہوجاتی" [سرکارکلاں بحیثیت مرشد کامل: ص ۷۹]

کبھی صدرالافاضل کی دوراندیشی ورہنمائی کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں فرماتے:

"سچ فرمایا تھا **حضور صدرالافاضل** نے اور شاید اسی وقت کے لیے فرمایا تھا کہ "ایک وقت آئے گا کہ لوگ جہالت ونفسانیت سے غلط فتوے دے کر لوگوں کو گمراہ کریں گے ایسے وقت میں آپ کسی فتوے پر بہت سوچ سمجھ کر دستخط کیجیے گا۔" [مرجع سابق: ص ۸۰]

عرس کی محفلوں میں جہاں ملک کے دیگر مشاہیر علماومشائخ کو مدعو کرتے وہیں صدرالافاضل کو بھی دعوت شرکت وخطابت پیش فرماتے۔ صدرالافاضل تشریف بھی لے جاتے۔ اور عرس کی تقریب اوراہتمام وانتظام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ صدرالافاضل کی آپ پر خوب نوازشات رہی ہیں۔ صدرالافاضل آپ کے استاد تھے پھر بھی مخدوم زادے کی حیثیت سے آپ کا خوب لحاظ فرماتے۔ کسی محفل میں آپ تشریف لے آتے تو صدرالافاضل آپ کے ساتھ شفقت آمیز سلوک فرماتے تھے۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے دوران آپ لاہور کے لیے تشریف لے گئے۔ جس ٹرین میں آپ سوار تھے اس ٹرین پر بلوائیوں نے حملہ کردیا۔ شدہ شدہ جب ٹرین کے حملہ کی خبر آپ کے اہل خانہ تک پہنچی تو سب بے چین

و بے قرار ہو گئے۔ اسی دوران صدرالافاضل کو حضور اشرفی میاں نے خواب میں زیارت سے مشرف فرماکر آپ کے محفوظ و مامون ہونے کی خبر دی۔ خواب سے بیدار ہو کر صدرالافاضل نے آپ کے اہل خانہ تک خبر پہنچائی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، مولانا مختار اشرف محمد میاں صاحب، محفوظ ہیں۔ اور پھر اس کے چند روز کے بعد حضور محدث اعظم ہند کا خط صدرالافاضل کو موصول ہوا جس میں آپ کے گھر بخیر وعافیت پہنچنے کی اطلاع دی گئی تھی۔ آپ کے اس مشکل ترین سفر کی قدرے روداد محدث اعظم ہند کے صدرالافاضل کے نام مکتوب میں درج ہے۔ جو تذکرہ محدث اعظم ہند میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

خانگی معاملات میں صدرالافاضل کا اختیار

آپ کے خانگی و خانقاہی معاملات بلکہ پورے خاندان کے خانگی معاملات میں صدرالافاضل کو بڑا دخل تھا۔ خانقاہ کے حوالے سے خاندان میں جب کچھ بدمزگی ہوگئی تو محدث اعظم ہند نے خط کے ذریعہ آپ کو فیصل کی حیثیت سے چند سطور لکھنے کی فرمائش کی، جس کا تعلق سرکار کلاں سے تھا۔ ہم خط سے ضروری اقتباس پیش کیے دیتے ہیں۔ محدث اعظم ہند تحریر فرماتے ہیں:

"ان ہوش رُبا خطروں میں ایک بات ایسی ہوئی کہ جو ہمارے خاندان کے سخت ترین خطرہ کا علاج ہے اور وہ مقدمہ خانقاہ ہے کہ کس طرح فیصلہ ثالثی میں آیا اور انہیں ایک دوسرے سے اس قدر دُور اور حالات ایسے کہ فیصلہ ثالثی مکمل حاصل بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر لاہور میں فیصلہ میں منیر صاحب مل گئے۔ انہوں نے فیصلہ بھی لکھ دیا اور بہت غنیمت لکھا۔ اب ہم خاندانی خطرات سے کانپ کانپ اُٹھتے ہیں۔ وہ کتنا آسان ہو گیا اب اشارہ گیا کہ حضرت اپنے قلم سے عبارت ذیل تحریر فرمادیں:

"مجھے فیصلہ مندرجہ بالا سے پورا پورا اتفاق ہے کہ مکان متنازعہ کو مولانا سید شاہ مختار اشرف سجادہ نشین فریق اول کے قبضہ میں بحیثیت متولی دے دیا جائے اور سید شاہ مصطفی اشرف صاحب کو ہدایت کردی جائے کہ وہ ہبہ نامہ رجسٹر شدہ و مبلغ دو ہزار روپیہ رسید دے کر مجھ سے وصول فرمالیں۔ مبلغ ۵ .... صوفی صابر اللہ صاحب کو میری طرف سے دے دیا جائے، میں نے عثمان کو دے دیا ہے۔"

[مکاتیب صدرالافاضل: مرتبہ، محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ۔ ص ۱۹۵]

فقط آپ کا سید محمد غفرلہ اشرفی جیلانی

جامعہ نعیمیہ سے آپ کا تعلق ولگاو

جامعہ نعیمیہ کی سرپرستی مشائخ بریلی شریف وکچھوچھہ شریف کو حاصل رہی۔ پہلے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت اور حضوراشرفی میاں قدست اسرارھما جامعہ نعیمیہ کی سرپرستی فرماتے رہے۔ ان دونوں بزرگوں کے وصال کے بعد حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند اور محدث اعظم ہند سرپرست ہوئے۔ اور محدث اعظم ہند کے وصال کے بعد آپ سرپرست قرار پائے۔ جامعہ نعیمیہ چوں کہ آپ کا مادر علمی تھا اور آپ کے استاد گرامی کی عظیم یادگار بھی، اس لیے آپ کو جامعہ سے بہت لگاو تھا۔ جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسوں کے علاوہ بھی جامعہ میں آپ کی آمد و رفت بکثرت رہا کرتی تھی۔ جامعہ سے متعلق داخلی وخارجی معاملات میں آپ کو مکمل دخل حاصل تھا۔

جامعہ نعیمیہ کی قدیم رودادوں میں جامعہ نعیمیہ کے حوالے سے آپ کے چند تاثرات ومعائنہ جات اور جامعہ کی خدمت وتعاون پر مشتمل اپیلیں شائع ہوئیں۔ جنہیں جامعہ نعیمیہ کے باب میں ملاحظہ کریں۔ یہاں ان تاثرات سے بس ایک اقتباس پیش ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

”**حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ** کی روحانی توجہ اور اعلیٰ حضرت سیّدی وجدی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ اس نازک دور میں نہایت شان دار وکامیاب مدرسہ چل رہا ہے۔

سیّد محمد مختار اشرف سجّادہ نشین

[۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ لغایتہ ۹؍ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۵۷ء لغایتہ ۳۱؍ دسمبر ۱۹۵۷ء۔ ص۷]

سنی کانفرنس میں آپ کی خدمت

سنی کانفرنس میں آپ نے بھی حصہ لیا۔ افسوس تفصیلات معلوم نہ ہوسکیں۔ علما کی مخصوص موتمر میں آپ بھی رکن منتخب کیے گئے تھے۔

فقیہ اعظم پاکستان مفتی نوراللہ نعیمی

فقیہ اعظم پاکستان مفتی نوراللہ نعیمی بن مولانا ابوالنور محمد صدیق چشتی ۱۶/ رجب ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۰/ جون ۱۹۱۴ء کو موضع سوجیکی ضلع اوکاڑہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی اور جد امجد حضرت مولانا احمد دین صاحب سے حاصل کی۔ بعدہٗ حضرت مولانا فتح محمد جیبوی محدث بہاول نگری اور دیگر اساتذہ سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی۔ ۱۹۳۳ء میں دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں داخلہ لیا۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری اور ان کے چھوٹے صاحب زادے ابوالبرکات سید احمد قادری سے دورہ حدیث پڑھا۔ ۲۳/ نومبر ۱۹۳۳ء/ ۶/ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ کو دستار فضیلت وسند سے نوازے گئے۔ مختلف علوم وفنون پر مہارت حاصل تھی۔

۱۹۴۰ء میں حزب الاحناف کے جلسوں میں صدرالافاضل سے شرف ملاقات حاصل ہوا، اور ذات والاصفات سے متاثر ہو کر مفتی اعظم ابوالبرکات کے مشورے سے صدرالافاضل سے بیعت ہوئے، اور حضرت سے سلاسل حدیث کی اسانید اور مختلف اوراد ووظائف وغیرہ کی اجازت حاصل کی۔ علاوہ ازیں اپنے استاد گرامی مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب الوری سے بھی سلاسل طریقت اور اسناد حدیث وغیرہ کی اجازت حاصل ہوئی۔

فراغت کے بعد آپ نے متعدد مدارس میں تدریس کی خدمت انجام دی۔ ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں دیپال پور تحصیل کے ایک قصبہ فرید پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسے کی بنیاد ڈالی۔ اور وہیں درس نظامی کی تدریس کی خدمت انجام دینے لگے۔ آپ کی علمی شہرت عام ہوئی، اور تشنگان علوم نبویہ کی تعداد میں اضافہ ہوتا دکھائی دیا تو آپ نے محسوس کیا کہ اس کے لیے ایک بڑا مدرسہ ہونا چاہیے، لہٰذا آپ نے ۱۹۴۵ء/ ۱۳۶۴ھ میں بصیر پور میں مدرسہ قائم کیا۔ بہت سے نامور تلامذہ چھوڑے اور مشہور زمانہ "فتاوی نوریہ" کے علاوہ کئی گراں مایہ کتب قوم کو ورثے میں عطا فرمائیں۔

مذہبی وملی وسماجی وسیاسی معاملات میں حد بھر حصہ لیا۔ اندازاً بیس (۲۰) مرتبہ حرمین طیبین کی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۷۹ء/ ۱۳۹۹ھ میں عراق وشام حلب وغیرہ شہروں میں انبیاے کرام، صحابہ کرام، اولیاے کرام کے مزاراتِ مقدسہ پر حاضری دی۔ مذہبی تحریکات میں بھی حصہ لیا اور نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ فرمایا۔ یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ/ ۱۵/ اپریل ۱۹۸۳ء جمعہ کے دن دوپہر میں وصال ہوا۔ ۱۶/ اپریل کو نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کے مشرقی حصہ میں تدفین عمل میں آئی۔

مفتی نوراللہ نعیمی اور صدرالافاضل

فقیہ اعظم پاکستان علامہ نوراللہ نعیمی کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ صدرالافاضل کی نسبت نے آپ کو شہرتوں کی عظیم بلندیوں پر فائز کردیا ہے۔ صدرالافاضل کے مریدین و مستفیضین میں آپ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔

صدرالافاضل سے شرف بیعت

آپ کو صدرالافاضل سے شرف ارادت حاصل ہے۔ اسی لیے آپ نعیمی مشہور ہوئے۔ انجمن حزب الاحناف لاہور کے جلسوں میں صدرالافاضل بکثرت شریک ہوتے تھے۔ فقیہ اعظم موصوف نے پہلی بار انجمن کے جلسے میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔ ۹/ شوال المکرم ۱۳۵۹ھ (۱۹۴۰ء) کی تاریخ تھی۔ نماز عصر کے بعد آپ نے صدرالافاضل سے ملاقات کی اور اپنے استاد گرامی علامہ ابوالبرکات سید احمد نعیمی کے حکم سے، صدرالافاضل کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ صدرالافاضل سے اپنے مرید ہونے کا ذکر خود آپ نے اپنی بیاض میں فرمایا ہے، آپ نے لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ المتعال و الصلوٰۃ و السلام علی حبیبہ المفضال، واھب الآلاء و الآمال، قاسم نِعَم المعطی ذی الجلال، و علیٰ آلہ و صحبہ ذوی الکمال، و ابنہ صاحب البھجۃ و الجمال و بعد فقد فزت بحمد ربی بنعمۃ بیعۃ الارادۃ فی حضرت اعلی الحضرت استاذ الاساتذہ، جھبذ الجھابذۃ، مجمع الفضائل و منبع الفواضل، بدر الکامل و صدر الافاضل، حضرت مولانا محمد نعیم الدین، متع اللہ تعالیٰ المسلمات و المسلمین بطول بقائہ و تقفیۃ آلائہ و اجراء نعمائہ و ابقاء عطائہ بعد صلوٰۃ العصر یوم الاحد تسعۃ شوال سنۃ تسع و خمسین بعد ﴿ثلاث مائۃ و﴾ الالف، و الحمد للہ الحمید، اوّلاً و آخراً ظاھراً و باطنا و صلی اللہ علی محبوبہ و مطلوبہ و آلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ اجمعین و سلم فی کل وقت و حین۔

الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ الحنفی القادری النعیمی نورہ اللہ ربہ القوی۔

خط سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے ۹/ شوال المکرم ۱۳۵۹ھ بروز اتوار بعد نماز عصر صدرالافاضل کی بارگاہ سے شرف بیعت و ارادت حاصل فرمایا۔

مولانا! آپ کا وظیفہ درس وتدریس ہے

صدرالافاضل سے جب آپ نے شرف بیعت حاصل کیا تو بہت سے احکام ومشورے آپ کو پیرومرشد نے عنایت کیے۔ انہیں میں سے ایک اہم حکم اور مشورہ درس وتدریس سے وابستگی کا تھا جس کی تعمیل آپ آخر وقت تک کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا تھا: ''**مولانا! آپ کا وظیفہ درس وتدریس ہے**''

صدرالافاضل سے تمغہ خلافت کا حصول

سن ۱۳۶۱ھ میں رمضان المبارک کی چھٹیوں میں آپ مرادآباد حاضر ہوئے اور صدرالافاضل کی بارگاہ ناز میں رہ کر آپ نے طریقت ومعرفت کے اصول سیکھے اور حقیقت کے اسرار ورموز سے واقفیت حاصل کی۔

اور جب صدرالافاضل نے آپ کی لوح قلب کو نور شریعت سے روشن وتابناک اور ذہن عالی کو شراب طریقت ومعرفت سے سرشار پایا تو آپ کو تمغہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور یوں آپ شرف بیعت کے دوسال بعد صدرالافاضل کے مجاز وماذون قرار پائے۔

ثبت نعیمی کی اجازت

انہیں ایام میں صدرالافاضل نے آپ کو ''ثبت نعیمی'' کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ثبت نعیمی، کتب احادیث وتفاسیر وغیرہ کی اسانید کا مجموعہ ہے، جو صدرالافاضل کو آپ کے استاد گرامی علامہ گل خاں کابلی کے توسط سے حاصل ہوئیں۔ اور انہیں علماے عرب خاص کر علماے حرمین شریفین سے حاصل ہوئیں تھیں۔ صدرالافاضل نے فقیہ اعظم موصوف کو دستخط ومہر سے مزین ثبت عطا فرمائی۔ آپ کی سند پر صدرالافاضل کی دستخط ومہر کے ساتھ یہ تحریر لکھی ہوئی ہے۔

''قد اجزت بھٰذا الثبت مولانا الفاضل المولی محمد نور اللہ بن المولوی محمد صدیق.....

محمد نعیم الدین عفی عنہ۔ ۱۷ر رمضان مبارک ۱۳۶۱ھ''

فقیر نے چند سال قبل حضرت کے صاحبزادے علامہ حبیب اللہ نوری مدظلہ سے اس ثبت کی کاپی حاصل کر کے اس پر تحقیقی کام کیا اور چند سال قبل اس کی اشاعت کرادی۔

ثبت نعیمی سے متعلق اگر تفصیل درکار ہو تو قارئین صدر الافاضل کے سلسلہ سند کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔ علاوہ ازیں صدرالافاضل نے آپ کو اوراد ووظائف، اشغال واعمال کی اجازت بھی عطا فرمائی۔

صدرالافاضل کی بارگاہ میں فقیہ اعظم کا خط

فقیہ اعظم نے شرف ارادت کے حصول کے ایک سال بعد صدرالافاضل کے نام ایک عربی خط ارسال فرمایا۔ ممکن ہے اس سے قبل بھی خطوط بھیجے ہوں گے اور اس کے بعد بھی لیکن وہ خطوط دستیاب نہیں ہیں۔ بس ایک خط ہی دستیاب ہوا ہے، ہم وہ یہاں نقل کرتے ہیں۔ خط کو پڑھنے کے بعد قارئین محسوس کرسکتے ہیں کہ فقیہ اعظم کو اپنے مرشد گرامی سے کس درجہ محبت وعقیدت تھی۔ خط میں آپ نے نہایت ہی انکسارانہ انداز میں مرشد گرامی کی بارگاہ میں اپنے حالات ومعروضات پیش کیے ہیں۔ خط ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من الفقیر المھجور، مستوھب النور، الیٰ حضرت واھب النور و السرور و الحبور، صدر الصدور، رجائی وعطائی، نعمائی و آلائی، ابقی الباقی بقائہ، و اجری علینا نعمائہ۔

السلام علیکم و علی من لدیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

المزاج المقدس الاقدس الانفس۔

اما بعد! حمد محمود الکل، و الصلوۃ و السلام علی مودود الکل، مقصود الکل، الموجود عند الکل، المسعود منہ الکل، ان المملوك بحمدہ تعالیٰ متصدد تحصیل اقبال القلب الیٰ خالق القلب و الھدی، و فالق الحب و النوی، جل و علا، و توجہ الفؤاد الیٰ سید السداد و سید العباد فی المبدء و المعاد، صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم الی الابد الآباد، و التوسل و الابتھال الیٰ سید السادات، جامع البرکات، مجمع البحرین و غوث الثقلین، الغوث الاعظم، صلی اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ صاحب الجد الافخم و علیہ و سلم، و ھٰذا لان المملوك قد تحقق عندہ انہ خطاء مذنب ظالم لنفسہ، عاص کثیر العصیان فی بوادی الضلال حیران، فرأی ان لا حیٰوۃ و لا نجاۃ الا بالاقبال و التوجہ و التوسل و الابتھال وحصول ھٰذا المامول بعنایتکم العلیٰی و رأفتکم العظمٰی۔

فالمسئول بل محصول المقول یا سیدی و یا سندی ان لا تنسوا المملوك اصلا، بل توجھوا الیہ توجھا بلیغا، لان نفس المملوك امارۃ ضرارۃ تزین الذنوب و تحسن العیوب، فالمملوك متحیر لانہ لا عطیتخلص من مکائدھا مما یری وعطیتیقن ان مالا یری اکثر من ان تُریٰ او تحطی علیٰ ان الشیطان اللعین یعینھا، و الزمان زمان الھلاك و البوار و الخسران، کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل فیہ مومنا و یمسی کافرا و یمسی مومنا و یصبح کافرا فالغوث الغوث، و النصر النصر، و النظر النظر الی ماء و مدر، حتّٰی یحصل الاقبال و التوجہ و التوسل و الابتھال، فیصیر المحبوب المطلوب متجلیا و ھو الرضا الذی لا سخط بعدہ ابداً ابدا، و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم، و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و سندنا الرؤف الرحیم و آلہ و صحبہ و ابنہ الکریم، و حفاظ شرعہ القویم و سلم تسلیما بعد کل تسلیم۔

الملتجی اللاشئ النور النعیمی الفرید فوری نورہ النور الغفور القوی

۱۲-۹-۱۳۶۰ھ (دسمبر ۱۹۴۱ء)

فقیہ اعظم کے نام صدر الافاضل کے نوازش نامے

صدر الافاضل کی طرف سے آپ کے نام بھیجے گئے دو خط ہی ہمیں دستیاب ہوئے۔ایک عربی اور ایک اردو میں ہے۔اور ایک خط صدر الافاضل کے خلف اکبر علامہ ظفر الدین نعیمی کی طرف سے بھی بھیجا گیا جس میں صدر الافاضل کی ناسازی طبیعت کا ذکر کیا گیا ہے۔ہم نے تینوں خط مکتوبات و مراسلات کے باب میں نقل کر دیے ہیں۔وہیں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

حافظ ملت عبدالعزیز مبارکپوری

حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری، قصبہ بھوج پور مرادآباد میں ۱۸۹۴ء دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں تکمیل حفظ قرآن فرمایا۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد، مدرسہ معینیہ اجمیر شریف اور منظر اسلام میں تعلیم حاصل کی۔ اور ۱۹۳۲ء میں منظر اسلام میں دستار بندی ہوئی۔

حضور اشرفی میاں سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ صدرالشریعہ کے حکم سے مبارک پور مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ بعدہ مدرسے کی تعمیر جدید کے ذریعہ مدرسہ کو فروغ دیا۔ مذہبی و مسلکی سرگرمیوں میں خوب حصہ لیا۔ چند اہم کتابیں تحریر فرمائیں۔ بہت سے علما و فضلا یادگار چھوڑے۔ یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۱؍ مئی ۱۹۷۶ء دوشنبہ کو وصال فرما گئے۔

حافظ ملت جامعہ نعیمیہ میں

آپ ۱۹۲۱ء میں جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوئے۔ اور تین سال تک جامعہ نعیمیہ میں زیر تعلیم رہے۔ صدرالافاضل اور دیگر اساتذہ جامعہ کی بارگاہ میں رہ کر زانوے ادب طے کیے۔ شرح جامی اور قطبی تک درس نظامی کی کئی اہم کتابیں یہیں رہ کر مکمل کیں۔ صدرالافاضل اور دیگر اساتذہ کی شدھی تحریک میں مصروفیت کے سبب تعلیمی نقصان ہوتا دیکھ کر آپ ۱۹۲۴ء کو مدرسہ معینیہ اجمیر شریف کے لیے رخصت ہوگئے۔ اور صدرالشریعہ و دیگر مدرسین کی باگارہ میں رہ کر تحصیل علوم فرمایا۔ مدرسہ معینیہ کے آخری سال ۱۹۳۲ء مطابق ۱۳۵۱ھ میں امتحان کے لیے مشاہیر علما بغرض امتحان مدعو کیے گئے جن میں صدرالافاضل بھی تھے۔

جامعہ نعیمیہ سے آپ کا تعلیمی آغاز کس طرح ہوا اس کا ذکر آپ کے وصال کے بعد آپ کے استاد گرامی علامہ عبدالعزیز خاں نعیمی فتح پوری نے اپنے ایک تعزیتی مضمون میں جس انداز میں کیا ہے اسے یہاں بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ تحریر فرماتے ہیں:

”شہر اور اطراف شہر میں مدرسہ اہل سنت کی کافی شہرت تھی۔ جب لوگوں نے یہ سنا کہ مدرسہ کی عمارت بن رہی ہے تو اسے دیکھنے کے لیے اپنے پرائے آنے لگے۔ اسی سلسلہ میں ایک دن حافظ صاحب بھی آئے اور میں گلستاں پڑھا رہا تھا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگا کر سننے لگے۔ جب میں پڑھا کر فارغ ہوا اور وہ کھڑے ہیں تو میں نے اپنے پاس بلایا اور گفتگو شروع ہوئی۔ حالات دریافت ہوئے، پھر اس پہلی ملاقات کے بعد میرے پاس برابر آنے لگے۔ چند روز کے بعد میں نے پڑھنے کے لیے کہا۔ تو جواب دیا کہ وقت نہیں ہے، کہ میں ملازم ہوں۔ میں نے کہا عصر و مغرب کے

درمیان یا مغرب وعشاء کے درمیان یا بعد عشاء۔ بہر حال اس پر بخوشی راضی ہوئے۔
تعلیمی سلسلہ شروع ہوگیا۔ محنت ورغبت سے پڑھنے لگے۔ جب صرف ونحو کی چند کتابیں ختم ہوئیں تو میں نے ملازمت چھوڑ دینے کے لیے کہا، تو اپنی غریبی کا حال بیان کر کے کہا کہ والد صاحب سے اجازت لینی پڑے گی۔ اور اجازت کے لیے آپ کو بھوج پور چلنا پڑے گا۔ میں نے کہا: کہ مناسب ہے، میں ضرور چلوں گا۔ تاریخ اور دن مقرر ہوا۔ مرادآباد سے روانہ ہو کر بھوج پور پہنچے۔ حافظ صاحب کے والد ماجد سے ملاقات ہوئی۔ حافظ صاحب کے پڑھنے کے حالات اول سے آخر تک سنائے۔ سن کر خوشی ظاہر کی۔ پھر اپنی مفلسی اور پریشانی سنائی۔ میں نے کہا کہ انہیں پڑھائیے ان شاء المولیٰ غیبی کرم ہوگا۔ بہر حال میری درخواست بطیب خاطر منظور کی اور مستقل پڑھنے کی اجازت دی۔ روانگی کے وقت مجھے دو روپے پیش کیے۔ میں نے لینے سے انکار کیا تو میرے نہ لینے سے رونے لگے۔ میں نے ان کے رونے کی وجہ سے پھر لے لیا۔ یہ میرے لیے پہلی نذر تھی۔
مرادآباد پہنچ کر جامعہ نعیمیہ میں داخل ہو کر روز وشب پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ اور یوماً فیوماً ترقی کرنے لگے۔ حسن اتفاق کہ جتنے ہم سبق تھے سب ہی صاحب عقل وفہم تھے۔ جیسے مولانا مولوی سید غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمۃ مولانا مولوی شمس الدین صاحب جونپوری وغیرہما۔ صرف، نحو، منطق فقہ میں ہوشیار ہوئے۔ پھر حافظ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے مرادآباد سے اجمیر شریف کا قصد کیا۔ میری رائے اور اجازت سے جامعہ نعیمیہ سے رخصت ہو کر اجمیر شریف پہنچے۔"

[ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کا حافظ ملت نمبر: ص ۲۳۰، ۲۳۱]

بارگاہ صدر الافاضل سے اکتساب فیض

صدر الافاضل سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ صدر الافاضل کی شفقتوں محبتوں سے خوب متاثر تھے۔ جامعہ نعیمیہ میں رہ کر صدر الافاضل کی بارگاہ سے خوب استفادہ کیا۔ صدر الافاضل آپ کے مشفق اساتذہ میں سے ایک تھے۔ صدر الافاضل کی حیات مبارکہ میں بھی بارگاہ میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور بعد وصال بھی صدر الافاضل کی بارگاہ اور مادر علمی جامعہ نعیمیہ سے رابطہ ختم نہیں کیا۔ بلکہ اساتذہ جامعہ نعیمیہ ودیگر ذمہ داران علما جنہوں نے حافظ ملت کو جامعہ نعیمیہ میں خود دیکھا، ان سے سنا گیا کہ حافظ ملت اکثر جامعہ نعیمیہ تشریف لاتے تھے۔ پہلے استاذ العلماء صدر الافاضل کے مزار پر انوار پر حاضری دیتے اور بہت دیر تک فاتحہ خوانی فرماتے۔ اس کے بعد اپنے اساتذہ، خصوصاً مفتی محمد یونس نعیمی سے ملاقات فرماتے۔ عرس صدر الافاضل میں حاضری معمول میں شامل تھی۔

جامعہ اشرفیہ صدرالافاضل کی کرامت

کبھی کبھی صدرالافاضل آپ سے فرماتے کہ عبدالعزیز! تم سے ایک بڑا کام لیا جائے گا۔ آپ اس کو نہیں سمجھ پاتے۔ لیکن جب جامعہ اشرفیہ کی جدید تعمیر کا سنگ بنیاد رکھا گیا، تو آپ سمجھے کہ صدرالافاضل کے فرمان کا یہ مطلب ہے۔ آپ نے خود ایک مرتبہ عرس صدرالافاضل میں حاضر ہو کر صدرالافاضل کی اس کرامت کو بیان فرمایا۔

مفتی شعبان علی نعیمی نے اس واقعے کو شہزادہ صدرالافاضل، مفتی اختصاص الدین نعیمی، مفتی نذیرالاکرم نعیمی، مولانا ظہور احمد نعیمی، قدست اسرارھم، کے حوالے سے لکھا ہے۔ ملاحظہ کریں:

"حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ **حضرت صدرالافاضل رضی اللہ عنہ** کی بڑی عزت فرماتے تھے۔ اور حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ بھی بڑی شفقتوں سے نوازتے تھے۔ اور اگر کبھی **حضرت صدرالافاضل رضی اللہ عنہ** انتہائی خوشی کے عالم میں ہوتے اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ سامنے سے گزرتے تو بعد سلام وکلام **حضرت صدرالافاضل رضی اللہ عنہ** ارشاد فرمایا کرتے: عبدالعزیز! تم سے ایک بہت بڑا کام لیا جائے گا۔

حضرت صدرالافاضل رضی اللہ عنہ کی یہ پیش گوئی صیغہ راز میں اس وقت تک رہی جب تک کہ الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ نہیں رکھا گیا۔ جامعہ کی بنیاد کے بعد ماہ ذالحجہ کی ۱۸/ تاریخ کو عرس صدرالافاضل میں خود حاضر ہو کر بر سر ممبر بیان فرمایا کہ:

آج میں حضرت کی کرامت پر روشنی ڈالوں گا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی انتہائی شستہ اور شگفتہ تقریر ہو رہی تھی، دوران تقریر جامعہ نعیمیہ میں حصول علم نیز **حضرت صدرالافاضل** سے سلام وکلام اور پیش گوئی کا ذکر کر کے فرمانے لگے **حضرت** کی پیش گوئی کے موقع بہجت و سرور کا منتظر اب تک رہا، لیکن جس طمطراق سے **حضرت** پیش گوئی فرماتے تھے اس طرح کے مظاہر میری سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ سوچتا تھا بہت بڑا کام سے اگر مراد صدر مدرسی ہے تو بہت اچھے اچھے صدر مدرس ہندوستان میں موجود ہیں ہیں میری یہ کیا خصوصیت؟ اور اگر مراد شیخ الحدیثی ہے تو بھی پیش گوئی بعید از قیاس معلوم ہوتی تھی اس لیے کہ نہ جانے کتنے شیخ الحدیث موجود ہیں۔ اور اگر پیری و مریدی و شیخوخت مراد ہے تو بھی **حضرت** کی پیش گوئی سمجھ سے بالاتر لگتی تھی اس لیے کہ بے مثال و بے مثیل شیوخ اس وقت موجود تھے۔

مسلمانو! آج جب کہ عبدالعزیز الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھ کے آیا ہے، تو اس یقین کے ساتھ آیا ہے کہ **حضرت صدرالافاضل رضی اللہ عنہ** کی پیش گوئی کا مظہر اور مشار علیہ یہی الجامعۃ الاشرفیہ ہے۔ یہ **حضرت صدرالافاضل رضی اللہ عنہ** کی دور بینی کی کھلی ہوئی کرامت ہے، جسے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔"

[تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت: ص ۳۳۵،۳۳۶]

صدرالافاضل کی شفقتیں

صدرالافاضل خاص کر اپنے تلامذہ کا بہت خیال فرماتے تھے۔ بہت شفقت سے پیش آتے تھے۔ حافظ ملت فراغت کے بعد جب بھوج پور ہی میں تھے کسی مدرسے میں تشریف نہ لے گئے تھے، تو جامعہ نعیمیہ میں اساتذہ سے ملاقات کی غرض سے آمد و رفت رہتی تھی۔ اسی دوران صدرالافاضل نے آپ سے فرمایا تھا کہ تدریس کی خدمت انجام دیں۔ جامعہ ہی میں آجائیں یا کہیں اور چلے جائیں۔ صدرالافاضل چوں کہ اپنے تلامذہ کا عموماً کسی مدرسے وغیرہ میں تقرر کرادیا کرتے تھے، خالی نہیں بیٹھنے دیتے تھے، اس لیے آپ نے حافظ ملت سے بھی فرمایا، مگر حافظ ملت کا میلان ملازمت کی طرف نہیں تھا۔ اسی لیے معذرت طلب کرلیا کرتے تھے۔

ایک مولانا صاحب نے حافظ ملت سے پوچھا کہ صدرالافاضل نے آپ کو جامعہ نعیمیہ وغیرہ میں ملازمت کے لیے کہا تو آپ نے ٹھکرا کیوں دیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ ملازمت نہیں کرنا چاہتا تھا بس یہی وجہ تھی۔ اور ہاں آپ نے جو لفظ ٹھکرانا استعمال کیا ہے یہ بے ادبی ہے۔

حافظ ملت کا یہ آخری جملہ ان لوگوں کے لیے درس عبرت ہے، جو علما و مشائخ کی بارگاہ کا لحاظ نہیں رکھتے۔ جنہیں بڑے چھوٹے کی امتیاز نہیں ہے۔ جو حد ادب سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ انہیں یہ بھی خیال نہیں رہتا کہ شاگرد و معتقد سے استاد کے شفقت آمیز مطالبے طلب خیرات کے لیے نہیں ہوتے جن کو ٹھکرایا جاسکے۔ ان مطالبوں کی یا تو تعمیل ہوتی ہے یا بمجبوری عذر خواہی۔ صدرالشریعہ نے بھی آپ کو تدریس کے لیے مبارک پور بھیجنا چاہا تو آپ نے یہ کہ کر منع فرمادیا کہ میں ملازمت نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ صدرالشریعہ نے فرمایا میں ملازمت کے لیے نہیں دین کی خدمت کے لیے تمہیں وہاں بھیجنا چاہتا ہوں یہ سن کر آپ منع نہ کرسکے۔

کیا یہاں بھی ٹھکرانا کہا جائے گا ہر گز نہیں۔ اگر اسے ٹھکرانا کہا گیا تو حافظ ملت بے ادب شاگرد کہلائے جائیں گے۔ معاذاللہ۔ حافظ ملت اپنے اساتذہ کے بہت ہی مؤدب و معتقد تھے۔

جامعہ نعیمیہ سے لگاو

آپ کو اپنی مادر علمی جامعہ نعیمیہ، سے بے حد لگاو تھا۔ اکثر جامعہ میں تشریف لاتے۔ بلکہ سالانہ دستار بندی میں تو تاحیات تشریف لائے۔ طلبہ کی سندوں پر نام وغیرہ لکھنے کی ذمہ داری آپ نے لی ہوئی تھی۔ سندوں کا سارا کام عموماً آپ ہی کرتے تھے۔ مولانا یونس نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ چوں کہ آپ کے استاد گرامی تھے اس لیے ان کی خدمت میں بھی بہت آنا جانا رہا کرتا تھا۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے گولڈن جوبلی یعنی پچاسویں سالگرہ پر بڑے پیمانے پر اجلاس کا انعقاد ہوا۔ سید مظفر حسین کچھوچھوی، وغیرہ علما نے خود اپنے ہاتھوں سے گڈھے کھودے۔ ضعیف العمر اشخاص اور چند

معتبر و مستند علما سے راقم نے سنا کہ آپ نے بھی مٹی کھودی اور دوسرے کاموں میں خوب حصہ لیا۔اور کیوں نہ لیتے کہ استاد گرامی اور دیگر مشائخ کام کر رہے تھے تو یہ بات بعید از قیاس ہے کہ آپ آرام میں رہے ہوں۔آپ نے بھی اپنے اساتذہ کے ساتھ اس عظیم الشان اجلاس میں خدمت انجام دی۔

حافظ ملت سنی کانفرنس کے حوالے سے

صدرالافاضل کی قائم کردہ تنظیم ''آل انڈیا سنی کانفرنس''میں بھی آپ نے خوب حصہ لیا۔مبارک پور میں سنی کانفرنس،کی مجلس قائم کی۔اوراطراف میں اس کی شاخیں قائم فرمائیں۔قریب ڈھائی ہزار سنی مسلمان اس تنظیم سے مربوط کیے۔ہم یہاں چند سنی کانفرنسوں کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں ملاحظہ ہو۔

دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

۲۰/ نومبر ۱۹۲۰ء مطابق ۱۹/ ذوالحجہ ۱۹۶۴ھ کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں آپ کی صدارت میں سنی کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا۔چند اہم تجاویز پاس ہوئیں۔اور ایک مجلس منتظمہ تشکیل دی گئی،جس میں آپ کو صدر منتخب کیا گیا۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے مدرس مولانا عبدالمصطفی اعظمی نے جو اس کانفرنس مبارک پور کے ناظم تھے اس اجلاس کی روداد پر مشتمل ایک خط صدرالافاضل کے نام ارسال فرمایا۔جسے ہم نے سنی کانفرنس کے باب میں نقل کر دیا ہے۔پورا خط قارئین وہیں ملاحظہ فرمائیں۔یہاں ایک اقتباس پیش ہے:

''آج بتاریخ ۱۹؍ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ بروز یکشنبہ بوقت ۹ بجے دن دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں سنی مسلمانوں کا ایک جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ صدرالمدرسین مدظلہ العالی منعقد ہوا،جس میں مبارکپور و مضافات کے ذمہ دار سنی مسلمان شریک ہوئے۔''

مبارک پور، جامع مسجد

۱۹۴۶ء ۸/ اکتوبر جمعہ کے دن مبارک پور کی جامع مسجد میں زکاۃ ایکٹ کی مخالفت میں سنی کانفرنس کا جلسہ منعقد ہوا،جس میں علما کے خطابات ہوئے۔آپ نے بھی اس جلسہ میں خطاب فرمایا۔اور زکاۃ ایکٹ کی خرابیوں کو بیان کیا۔[اخبار الفقیہ امرت سر:۷ تا ۱۴/ نومبر ۱۰۴۶ء ص ۱۲]

بنارس

۱۱/ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو پیلی کوٹھی بنارس میں محدث اعظم ہند کی صدارت میں سنی کانفرنس کا جلسہ ہوا۔آپ نے اس جلسے میں سنی کانفرنس کی ضرورت،اہمیت اور اہل سنت کے آپسی اتفاق و اتحاد پر عمدہ خطاب فرمایا۔سامعین

خوب متاثر ہوئے۔[دبدبہ سکندری: ۲۴؍اکتوبر ۱۹۴۵ء، بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس: ص۷۷]

مدن پورہ بنارس

نومبر ۱۹۴۵ء کو حاجی جلال الدین صاحب کے مکان مدن پورہ میں سنی کانفرنس بنارس کی تیاری کے سلسلے میں ایک جلسہ ہوا، جس میں صدر الافاضل اور دیگر علما کے ساتھ آپ نے بھی شرکت فرمائی۔

[اخبار دبدبہ سکندری: ۵؍نومبر ۱۹۴۵ء ص۶،۷۔ اخبار الفقیہ امرت سر: ۲۱ تا ۲۸؍نومبر ۱۹۴۵ء ص۶،۷۔ بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس: ص۶۷]

موتمر میں رکنیت

سنی کانفرنس کے ارکان میں علما کے علاوہ عوام بھی شامل تھی۔ اسی لیے صدر الافاضل کی تجویز پر خاص علما کے لیے ایک تنظیم بنام "موتمر العلماء" حجۃ الاسلام کے ذریعہ قائم کی گئی۔ جس میں ۱۴؍علما ارکان منتخب ہوئے۔ اس میں آپ کا اسم گرامی بھی مسطور ہے۔

سنی کانفرنس سے استعفا

قطع نظر اس سے کہ غیر منقسم ہندوستان کے علما و مشائخ کی اکثریت سنی کانفرنس کے ساتھ تھی۔ سنی کانفرنس کے تعلق سے چند وجوہات کی بنیاد پر کچھ علما مخالف بھی ہوگئے تھے۔ انہیں اسباب کے مد نظر آپ بھی اپریل ۱۹۴۶ء ۱۳؍جمادی الاولی ۱۳۶۵ھ کو مستعفی ہوگئے۔ صدر الافاضل کے نام اپنے ایک خط میں آپ نے سنی کانفرنس سے مستعفی ہونے کی وجوہات بیان کی ہیں۔ نیز آپ نے سنی کانفرنس میں اپنی خدمات کا بھی ذکر فرمایا۔

علاوہ ازیں سنی کانفرنس کے حوالے سے اپنے تحفظات بھی پیش فرمائے۔ ہم وہ خط یہاں نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ خط من وعن پیش ہے ملاحظہ کریں:

بہ عالی خدمت حضرت صدر الافاضل صاحب قبلہ دامت برکاتہم

سلام مسنون عرض ہے!

اس دور فتن میں سنی کانفرنس کی نئی زندگی سے روحانی مسرت تھی۔ بڑی امید تھی کہ یہ خالص دینی مذہبی جماعت کانگریس، لیگ، احرار وغیرہ سب سے بے تعلق اور علاحدہ رہ کر اہل سنت کی تنظیم کرے گی۔ اور تمام بے دینوں بدمذہبوں سے مسلمانان اہل سنت کو علاحدہ اور محفوظ رکھتے ہوئے ان کی صحیح رہنمائی فرمائے گی۔ اس لیے یہ خادم اپنے عقیدت مندانہ جذبات کے ساتھ سنی کانفرنس کی خدمت کے لیے تیار ہوا۔ حسب الحکم **حضور والا** مبارک

پور میں ضلع سنی کانفرنس قائم کی، اطراف میں اس کی شاخیں پھیلائیں، نہایت توجہ سے کام ہوا۔ چناں چہ ڈھائی ہزار سنی مسلمان باضابطہ اس کے ممبر بنائے۔ مگر جب سے ہندوستان میں الیکشن کو دور شروع ہوا، کارکنان سنی کانفرنس نے لیگ کی حمایت شروع کردی۔ منفرداً و مجتمعاً ہر طرح لیگ کی تائید کرتے رہے۔ بڑے بڑے عمائد کانفرنس نے پوری طاقت سے لیگ کا ورک کیا۔ چناں چہ ان کی محنتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ لیگ کی ۹۰ / فیصد کامیابی کا سہرا سنی کانفرنس کے سر ہے۔ کارکنان سنی کانفرنس کی اس لیگ نوازی سے خادم متاثر ضرور تھا۔ تاہم اس کی تعبیر کرتا تھا اور اس کو ان حضرات کی شخصی اور مقامی خصوصیات پر محمول کرتا تھا، یہ خیال کرتا تھا کہ سنی کانفرنس کا مقصد لیگ کی تائید نہیں ہے، اس لیے امید ہے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس میں اس کی تلافی ہوجائے گی۔

مگر بنارس کے اجلاس کا دعوت نامہ آیا تو اس میں بھی مقاصد سنی کانفرنس میں پاکستان اور لیگ شامل ہے۔ اگرچہ پاکستان کی تفسیر بایں الفاظ ہے ”آئین شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر ایک آزاد با اختیار حکومت کا مطالبہ“لیکن سنی کانفرنس کی طرف سے یہ الفاظ پاکستان کے لیے صرف دعائیہ ہوسکتے ہیں، بطور مطالبہ ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ پاکستان لیگ کا مطالبہ ہے جو تمام مسلمانوں کی واحد نمائندگی کی مدعی ہے۔ اور سنی کانفرنس نے اپنی تائید سے لیگ کے اس دعوے کو حکومت برطانیہ سے منوا دیا ہے۔ لہٰذا اگر سنی کانفرنس کی تائید وحمایت سے بالفرض پاکستان ملا بھی تو لیگ کو ملے گا، اور وہ لیگی پاکستان ہوگا۔ اس کی تشریح مسٹر جناح نے بارہا کی ہے کہ پاکستان میں حکومت الٰہیہ ہرگز قائم نہیں ہوسکتی۔ پاکستان ایک جمہوری اسٹیٹ ہوگا جس میں غیر مسلموں کا بھی حکومت میں حصہ ہوگا۔ لیگی اخبار تنویر ۱۲/ اپریل میں ہے:

قائد اعظم نے کہا ہے کہ پاکستان میں کٹھ ملاؤں کی حکومت نہیں ہوگی۔ لہٰذا اب پاکستان کی وہ تفسیر جو سنی کانفرنس کر رہی ہے کیا معنی رکھتی ہے۔ اگر کوئی معنی ہوسکتا ہے تو یہ کہ اس تفسیر سے مسلمان متاثر ہوکر حمایت پاکستان میں زیادہ سے زیادہ قربانیاں پیش کریں اور بس۔ اس طرح لیگ کی تائید میں دینی امور کی قید، اس قید کی عملی حقیقت آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علمائے کرام کے متفقہ فیصلہ سے ظاہر ہوجاتی ہے۔ الیکشن کے لیے فیصلہ یہ تھا (مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین وممبران اس کی تائید کرسکتے ہیں) اس فیصلہ میں لیگی نمائندگی کی تائید مقید ہی تھی کہ اگر لیگ نے سنی نمائندہ کو منتخب کیا ہے تو اس کی سنی کانفرنس کے اراکین وممبران تائید کریں گے۔ مگر عملاً یہ قید بالکل ہی نظر انداز کردی گئی۔ اور غیر سنی نمائندوں کی بڑی قوت کے ساتھ تائید کی گئی۔ بڑے بڑے عمائد سنی کانفرنس یہ جانتے ہوئے کہ یہ نمائندہ ہرگز سنی نہیں ہے اس کا ورک کیا اور نہایت عرق ریزی سے اس کی تائید کی۔ لہٰذا عمائدین سنی کانفرنس کے اس عمل نے ثابت کردیا کہ سنی کانفرنس کے متفقہ فیصلے میں سنی کی قید احترازی نہ تھی، تو اب لیگ کی تائید میں یہ دینی امور کی قید علیٰ ہذا القیاس۔

نیز لیگیوں نے جب تقریراً و تحریراً شور مچایا اور عوام سنیوں کو دھوکہ دیا کہ سنی کانفرنس چوں کہ لیگ کی تائید کرتی ہے، لہذا سنی مسلمان لیگ کو کامیاب بنائیں، تو میں نے ایک مختصر مضمون بہ عنوان ''غلط فہمی کا ازالہ'' الفقیہ، میں بھیجا، جس کا حاصل یہی تھا کہ سنی کانفرنس نے صرف سنی نمائندے کی تائید طے کی ہے، سنی کانفرنس مطلقاً لیگ کی مؤید نہیں، تو اولاً اس مضمون کو بے اثر کرنے کے لیے اسے گمنام چھاپا، پھر سنی کانفرنس سے اس بے اثری کو بھی برداشت نہ کر سکی، بلکہ اٹاوہ سنی کانفرنس سے اس کی بڑی مبسوط تردید شائع ہوئی۔ اس پر مرکز کے سکوت نے اور واضح کر دیا کہ فیصلے میں سنی کی قید احترازی نہ تھی۔ ایسی صورت میں عملاً لیگ کی تائید مطلق ہی رہ جاتی ہے۔ اور عملی طور پر ان قیود کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ پھر ان باریکیوں کو عوام بے چارے کیا سمجھیں۔ ان کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ سنی کانفرنس کے مشاہیر علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ لیگ کی تائید میں شائع ہو گیا تو پھر کیا تھا جھک پڑے، جس کے زہریلے نتائج مذہب پر اس قدر اثر انداز ہوئے کہ تصلب فی الدین کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ان کی خوش عقیدگی لیگ سے اس قدر بڑھی کہ خواہ قادیانی ہو، یا رافضی، دیو بندی ہو یا خارجی، اگر وہ لیگی ہے تو سنی مسلمان اس کی تعظیم و توقیر کے لیے تیار ہیں۔

مبارک پور کے سنی اپنی مذہبی خصوصیت میں ممتاز تھے، مگر لیگ کی خوش عقیدگی نے ان سے مرتد اشرف علی تھانوی کے خلیفہ ظفر احمد تھانوی کا استقبال کرایا، اس کا لیکچر سنوایا، اس کے پیچھے نماز پڑھوائی، اس کے پیر کے موزے دھلوائے، غرض کہ بڑی دھوم سے اس کی تعظیم و تکریم کرائی، اس کی صفائی میں کہتے ہیں کہ ہم مذہباً ظفر احمد تھانوی کو نہیں مانتے، صرف سیاسی رہنما ہونے کی حیثیت سے مانتے ہیں۔ اگر مسلمانان مبارکپور پر لیگ کا بھوت نہ سوار ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ یہ ہیں لیگ کی تائید کے زہریلے نتائج۔

لہذا جب کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں بھی لیگ کی تائید ہو رہی ہے تو اب میرے نزدیک کسی تاویل کی گنجائش نہ اس کی تلافی کی امید باقی۔ اس لیے سنی کانفرنس کی خدمت سے معذور ہو کر نہایت افسوس کے ساتھ اس تحریر کو بطور استعفا پیش کر رہا ہوں۔ اور نہایت ہی ادب سے مخلصانہ عرض کرتا ہوں کہ اگر سنی کانفرنس نے لیگ سے اپنی علاحدگی اور بیزاری کا اعلان کر دیا تو میں بسر و چشم اس خدمت کے لیے حاضر ہوں۔

فقط عبد العزیز عفی عنہ، ۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۶۵ھ

[محدث اعظم ہند، حیات، افکار، کارنامے، ماہنامہ جام نور: اپریل ۲۰۱۱ء۔ ص ۱۰۲ تا ۱۰۴]

مفتی حبیب اللہ نعیمی

عمدۃ المحققین حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ نعیمی بن نور محمد قدس سرہ کا تعلق فتح پور ضلع بھاگل پور سے ہے۔ ۱۹۱۷ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم فتح پور میں ہی حاصل کی۔ بعدہ ۱۹۲۸ء میں مدرسہ اشرفیہ نظامیہ، فتح پور داخلہ لیا اور شرح جامی تک وہاں پڑھائی کی۔ جامعہ نعیمیہ سے درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ اور یہیں آخر وقت تک تدریسی خدمت انجام دی۔ بہت سے نامور تلامذہ یادگار چھوڑے۔ بے شمار فتاوی تحریر فرمائے۔ آپ کے فتاوی کی چار جلدیں بنام ''حبیب الفتاوی'' ماضی قریب میں شائع ہوئی ہیں۔ سرکار کلاں سے شرف بیعت حاصل ہوا۔ ۸/ جمادی الاولی ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۰/ مئی ۱۹۷۵ء منگل کے دن غروب آفتاب کے وقت آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگئے۔ جامعہ نعیمیہ کے صحن میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آپ کے مخدوم زادے اور تلمیذ رشید حضرت مولانا سید اظہار اشرف کچھوچھوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور جامعہ نعیمیہ کے اندر صدر دروازے کے قریب آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

جامعہ نعیمیہ میں تحصیل علم وفراغت

آپ فتح پور میں درس نظامی کی چند جماعتیں پڑھ کر ۲۸/ شوال المکرم ۱۳۵۶ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۳۸ء کو جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوئے۔ اور جامعہ نعیمیہ کے قدیم رجسٹر کے مطابق ۱۹/ شعبان ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۱/ ستمبر ۱۹۴۱ء۔ بائیس سال کی عمر میں آپ سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

جامعہ نعیمیہ میں منصب تدریس

فراغت کے بعد صدر الافاضل کے حکم واجازت سے جامعہ نعیمیہ ہی میں آپ کا تقرر ہوگیا۔ ابتدا میں ۵/ روپے مشاہرہ مقرر ہوا۔ اور ۱۹۴۵ء میں ۳۵/ روپے ہوگئے۔ ابتدا میں شرح جامی تک کے طلبہ کو پڑھاتے تھے۔ مطبخ کا انتظام بھی آپ کو سونپ دیا گیا تھا۔ تاج العلماء کے جامعہ سے تشریف لے جانے کے بعد آپ شیخ الحدیث اور عہدہ قضا وافتا پر فائز کردیے گئے۔ ۱۹۴۵ء میں آپ کو نائب مہتمم بنایا گیا۔ اور پھر استاد گرامی مفتی محمد یونس نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے وصال ۱۹۷۵ء کے بعد آپ کو عہدہ اہتمام بھی تفویض کردیا گیا۔

۱۹۴۱ء سے آخر حیات تک جامعہ نعیمیہ میں درس وتدریس، فتوی نویسی اور عہدہ اہتمام کی تمام ترذمے داریاں بخوبی انجام دیں۔

صدرالافاضل سے اکتساب علم وکسب فیض

صدرالافاضل آپ کے بے حد شفیق و مہربان استاد تھے۔آپ نے صدرالافاضل کی بارگاہ میں رہ کر صحیح بخاری، تفسیر بیضاوی، قاضی مبارک، حمد اللہ، صدرا، شمس بازغہ، شرح عقائد، خیالی وغیرہ کئی علوم وفنون کی اہم کتابیں پڑھیں۔ علوم مروجہ کے علاوہ بھی مختلف علوم وفنون میں آپ نے صدرالافاضل سے خوب استفادہ کیا۔صدرالافاضل کی صحبت فیض سے ہی تدریس وافتا پر ملکہ حاصل ہوا۔اورآپ ایک باکمال مدرس، ماہر مفتی اور تجربہ کار مہتمم ہوئے۔

صدرالافاضل کی آپ پر کریمانہ نظر

اہل بھاگل پور کی دعوت پر ایک جلسے میں آپ تشریف لے گئے، توفتح پور کے مدرسہ اشرفیہ نظامیہ بھی رونق افروز ہوئے۔مدرسے کے ایک عظیم مدرس مولاناعظیم بخش کی درس گاہ میں پہنچے، مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔خدمت میں جو طلبہ حاضر تھے ان میں ایک آپ بھی تھے۔صدرالافاضل کی نگاہ کرم آپ کی طرف منعطف ہوئی توآپ نے نام پوچھا؟ بتایا گیا ”محمد حبیب اللہ“صدرالافاضل نے آپ کواپنی آغوش محبت میں بٹھایااور فرمایاواقعی تم اللہ کے حبیب ہو۔پھر استاد محترم جناب عظیم بخش سے صدرالافاضل نے فرمایاکہ یہ بچہ مجھے دے دیں۔انہوں نے جواب دیاکیوں نہیں۔اوراس کے بعد آپ صدرالافاضل کے حکم سے جامعہ نعیمیہ میں حاضر ہوگئے۔صدرالافاضل نے آپ کی تعلیم مکمل ہوجانے کے بعد آپ کوکہیں اور تدریس کے لیے نہ بھیج کر جامعہ نعیمیہ میں مدرس منتخب فرمایا۔یہ صدرالافاضل کی آپ پر غایت شفقت ومحبت کی بڑی شہادت ہے۔

صدرالافاضل اور جامعہ نعیمیہ سے آپ کا تعلق ولگاو

صدرالافاضل سے آپ کوبے پناہ محبت وعقیدت تھی۔صدرالافاضل کی ظاہری حیات میں زیادہ تر وقت صحبت میں گزارتے تھے۔اور بعد وصال بھی صبح وشام مزار شریف پر حاضر ہوکر فاتحہ خوانی فرماتے تھے۔
صحن مزار شریف کی جاروب کشی فرماتے تھے۔یہی نہیں بلکہ اکثراوقات صدرالافاضل کااسم گرامی وردزبان رہتاتھا۔اٹھتے بیٹھتے ”میرے حضرت“کہہ کہہ کرپکارتے تھے۔صدرالافاضل کی لکھی کتابیں مطالعے میں رکھتے۔صدر الافاضل کی لکھے نعتیہ کلام گنگناتے اور طلبہ سے سنتے۔محفلوں میں اکثراپنے مربی ومحسن کاتذکرہ خیر فرماتے۔درس گاہ میں طلبہ کواستاد گرامی کے علمی واقعات سناتے۔

یہ صدرالافاضل سے محبت وعقیدت کاہی اثر تھاکہ ۱۹۳۸ء میں آپ جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوئے اور پھر جامعہ نعیمیہ چھوڑ کر نہیں گئے۔آج بھی اپنے محسن گرامی کی بارگاہ میں بحیثیت دربان حاضر رہ کر حق صحبت اداکررہے ہیں۔کئی

باردیگر مدارس اہل سنت سے معقول مشاہرہ پردعوت تدریس وصدرات پیش کی گئی مگر آپ نے یہ کہہ کر منع فرمادیا کہ:

"**حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** کامرہون منت رہوں گا۔ **حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** کاروحانی فیض اوررب کریم کافضل ہے کہ تھوڑی تنخواہ میں بحسن وخوبی گذاراہوجاتاہے۔"

[مقدمہ، حبیب الفتاوی: ج۱ص۵۴]

صدرالافاضل کے عشق میں اس قدر سرشاراور محبت میں اس درجہ سرمست تھے کہ آخری وقت میں اپنی گفتگومیں فرماتے ہیں کہ:

"بے حد دھوپ ہے ، **حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** اور حضرت مولانامحمد یونس صاحب علیہ الرحمۃ چھتری لگائے ہوئے آرہے ہیں۔"[مرجع سابق: ص۲۲]

سنی کانفرنس میں صدرالافاضل کی خدمت

سنی کانفرنس میں صدرالافاضل کے قدم درقدم ساتھ رہنے والے تلامذہ میں آپ بھی تھے۔آپ نے بھی سنی کانفرنس میں خوب جدوجہد فرمائی۔سنی کانفرنس کے آخری اجلاس بنارس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مولانا سید ارشاد حسین نعیمی

مولانا سید محمد ارشاد حسین نعیمی بن مولانا سید سجاد حسین کی ولادت ۶/ صفر المظفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۹/ نومبر ۱۹۱۹ء قصبہ شیش گڑھ ضلع بریلی، میں ہوئی۔ ۱۹۲۴ء میں رسم بسملہ والد گرامی نے کرائی۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ بعدہ جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوئے۔ اور وہیں درس نظامی کی مروجہ کتابیں پڑھیں اور سند فضیلت حاصل کی۔ حضور اشرفی میاں سے شرف بیعت حاصل تھا۔ ۱۳۷۰ھ میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔

طب اور وہابیہ و دیابنہ سے مناظرانہ سرگرمیوں میں زیادہ مصروف رہے۔ تصنیف و تالیف میں بھی خاص حصہ لیا۔ ڈیڑھ سو کے قریب کتابیں یادگار چھوڑیں۔ ملک کے مشہور اخبارات و رسائل میں اکثر مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔ مذہبی، ملی، سیاسی، سماجی ہر جہت سے خدمات انجام دیں۔ بہت سے تبلیغی دورے بھی فرمائے۔ ۲۱/ ربیع الآخر ۱۳۸۱ھ مطابق ۳/ ستمبر ۱۹۶۱ء رات بارہ بجے وصال ہوا۔ اپنے آبائی وطن شیش گڑھ ہی میں مدفون ہوئے۔

جامعہ نعیمیہ سے حصول تعلیم اور دستار فضیلت

۱۹۳۱ء میں جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخلہ لیا۔ اور قریب نو سال تک جامعہ نعیمیہ میں رہ کر علوم مروجہ کی تحصیل فرمائی۔ جامعہ نعیمیہ کے تیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۱/ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۶/ اگست ۱۹۴۰ء میں سند فضیلت و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

بارگاہ صدر الافاضل سے اکتساب علم وکسب فیض

آپ صدر الافاضل کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ درس نظامی کی مخصوص کتابیں آپ نے صدر الافاضل سے پڑھیں۔ درس نظامی کی تعلیم کے دوران ہی صدر الافاضل کی بارگاہ میں رہ کر فن طب کی مروجہ کتابیں پڑھیں، ۲۵/ ذوالحجہ ۱۳۵۳ھ کو صدر الافاضل سے سند طب حاصل کی۔ سند پر صدر الافاضل کی دستخط کے ساتھ تاریخ بھی مرقوم ہے۔

صدر الافاضل سے شرف اجازت وخلافت

آپ کو صدر الافاضل کی بارگاہ سے تمغہ خلافت بھی حاصل تھا۔ صدر الافاضل نے ۲۰/ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ کو سند خلافت آپ کو عنایت فرمائی۔

صدرالافاضل کی آپ پر نوازشات

صدرالافاضل کی آپ پر بہت شفقتیں اور نوازشات رہی ہیں۔ سند فضیلت، سند طب تمغہ خلافت کے علاوہ صدرالافاضل نے آپ کو اپنے مجموعہ مرویات واسانید کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ کے گھر بھی خوب آنا جانا تھا۔ آپ کے خانگی معاملات میں صدرالافاضل رہنما و مشیر کی حیثیت رکھتے تھے۔ اہل خانہ کی خوشی وغم میں برابر شریک رہتے تھے۔ اور آپ بھی اپنے دینی و دنیاوی مسائل کے لیے صدرالافاضل کی بارگاہ ہی سے عموماً رجوع کیا کرتے تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت علامہ سید سجاد حسین علیہ الرحمۃ سے صدرالافاضل کا گہرا رابطہ تھا۔ صدرالافاضل کے خلف اکبر حضرت مولانا میاں علامہ ظفرالدین نعیمی کے بیٹے کی پیدائش پر سید سجاد حسین نے کئی تاریخی قطعات تحریر فرمائے جو ہم نے مولانا میاں کے تذکرے میں نقل کر دیے ہیں۔

صدرالافاضل کے گرامی نامے

آپ اپنے دینی و دنیاوی معاملات میں صدرالافاضل کی جانب رجوع کرتے تھے اور صدرالافاضل بھی خوب رہنمائی فرماتے تھے۔ آپ کے نام صدرالافاضل کے سات (۷) نوازش نامے دستیاب ہوئے، جو ہمیں آپ کے صاحبزادہ عالی وقار سید آباد شاہ صاحب شیش گڑھی نے عنایت فرمائے۔ صدرالافاضل کے ان مفاوضات عالیہ میں خورد نوازی کا عنصر وافر مقدار میں موجود ہے۔ ذاتیات، خانگی معاملات، اور بہت سی، خاص باتوں پر مشتمل یہ خطوط پڑھے جانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ احباب مکتوبات و مراسلات کے باب میں مطالعہ فرمائیں۔

علاوہ ازیں صدرالافاضل کے گرامی ناموں میں آپ کے خطوط کا ذکر بھی ملتا ہے، مگر افسوس وہ خطوط ہمیں دستیاب نہیں ہوئے۔

منقبت ببارگاہ صدرالافاضل

صدرالافاضل کی بارگاہ میں بطور نذر درج ذیل منقبت تحریر فرمائی۔ ملاحظہ کریں۔ اور محظوظ ہوں:

نعیم دین متیں مولوی نعیم الدین
غنیم غنچہ دیں مولوی نعیم الدین
زمانہ کہتا ہے صدر الافاضل اصناف
کہ منتخب ہو تمہیں مولوی نعیم الدین
ہم اپنے دل میں کریں کیوں نہ اب مرادآباد
ہیں اس مکاں میں مکیں مولوی نعیم الدین

خدا طفیل محمد عمر دراز کرے
تمہیں دعائیں ملیں مولوی نعیم الدین
مری مدد پہ ارشاد آپ کا ہر دم
خدا تمہارا معیں مولوی نعیم الدین

[جذبہ دل حصہ اول، مطبع چشتی پریس دہلی: ص ۱۷]

مفتی اعظم راجستھان

مفتی اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی کی پیدائش ۱۹؍دسمبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ کو اتر پردیش کے شہر امروہہ کے موضع شیونالی میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں شیونالی میں حاصل کی اور اس کے بعد سنبھل کے مشہور ادارہ مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم میں داخل ہو کر اجمل العلماء کی بارگاہ سے اکتساب علم وکسب فیض کیا۔ ۱۹۴۳ء میں فضیلت سے فارغ ہو کر سند ودستار فضیلت حاصل کی۔ اس کے بعد افتا کا کورس بھی یہیں رہ کر مکمل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں خصوصی طور پر صدر الافاضل، اجمل العلماء، مفتی محمد حسین نعیمی سنبھلی، علامہ مصطفی علی، مفتی تقدس علی اور منشی سید حشمت علی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

اجمل العلماء سے شرف بیعت حاصل تھا۔ مفتی اعظم ہند، محدث اعظم ہند، قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین مدنی اور سرکار کلاں سید مختار اشرف کچھوچھوی سے مجاز وماذون تھے۔

۱۹۴۴ میں دڑھیال کے ایک مدرسے سے تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۵ء میں مدرسہ محافظ الاسلام پالی راجستھان تقرر ہوا۔ چند سال بعد مدرسہ اسحاقیہ جودھپور تشریف لے گئے اور تاحیات اسی ادارے سے وابستہ رہے۔ ۱۹۶۳ء میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

دار العلوم اسحاقیہ جودھ پور راجستھان، دار العلوم اہل سنت فیضان اشفاق ناگور راجستھان، دار العلوم اہل سنت فیضان اشرف باسنی ناگور راجستھان، دار العلوم ہاشمیہ سبحان گڑھ راجستھان، دار العلوم رضویہ جے پور راجستھان، سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور راجستھان، سنی تبلغی جماعت شیرانی آباد ناگور راجستھان، اور اس کے علاوہ راجستھان اور بیرون راجستھان بہت سے مدارس اور تنظیموں کی قیادت وسربراہی فرمائی۔

علاوہ ازیں ماہنامہ ماہ طیبہ جودھ پور، نیک خاتون کوٹہ، لیس کوٹہ، صراط مستقیم اودے پور اور ماہنامہ بہار مدینہ چتور گڑھ وغیرہ سنی جرائد ورسائل کی سرپرستی فرمائی۔

کئی اہم کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اور دسیوں رجسٹروں پر مشتمل فتاوی نیز ہندوستانی سنی رسائل وجرائد میں بہت سے مضامین ومقالات بہت سے علما کی کتب پر دعائیہ کلمات وتقریظات اور تاثرات تحریر فرمائے۔ بہت سے نام ور شاگرد چھوڑے۔ ۹؍ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۵؍اکتوبر ۲۰۱۳ء بروز سہ شنبہ دن کے تین بجے سرزمین جودھ پور میں آپ کا وصال ہوا۔

صدر الافاضل سے شرف لقاو تلمذ

صدر الافاضل سے آپ کو شرف ملاقات حاصل ہے بلکہ شرف تلمذ بھی حاصل ہے۔ ایک انٹرویو میں جب آپ سے پوچھا گیا کہ کیا صدر الافاضل سے براہ راست ملاقات حاصل ہے؟ تو جواب میں آپ نے فرمایا:

جی ہاں! بہت بار ملاقات کی ہے۔

یوں ہی جب آپ سے آپ کے ان مشفق و متبحر اساتذہ کرام کے بارے میں جن سے آپ متاثر تھے، پوچھا گیا تو جواباً آپ نے فرمایا:

"میرے مشفق اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں، **حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی**"

[معارف مفتی اعظم راجستھان: ص ۳۲۵]

اس میں شک نہیں کہ آپ اپنے استاد گرامی صدر الافاضل سے بے حد متاثر تھے۔ درج ذیل سوال جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: شاہ اجمل صاحب وہ **حضرت علامہ صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** سے بہت متاثر تھے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ **صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** کی جو تحریک تھی اسی تحریک کے پیش نظر مفتی اجمل صاحب نے آپ کو پالی بھیجا ہو؟

جواب: اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ یہ بات ضرور ہے کہ **حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** کی ذات اور شخصیت سے نہ صرف میں بلکہ ہر سنی عالم متاثر تھا۔ جیسا کہ میں نے سنا ہے کہ اہل جودھپور نے کئی مرتبہ **حضرت صدر الافاضل** کو آنے کی دعوت دی مگر کثرت مشاغل کی وجہ سے وہ یہاں نہیں آسکے۔"

[مرجع سابق: ص ۴۱۳]

آپ کا خواب اور صدر الافاضل کی تعبیر بیانی

ایک بار آپ نے ایک خواب دیکھا، صدر الافاضل سے تعبیر معلوم کی تو صدر الافاضل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے دین کا کام لے گا۔ اور یہی ہوا کہ آپ نے پوری زندگی دین کے کاموں میں ہی صرف فرمائی۔ ہم یہاں آپ کا وہ مبارک خواب جسے خود آپ نے بیان فرمایا ہے نقل کرتے ہیں ملاحظہ کریں:

"جب میں پالی میں تھا اس وقت میں نے ایک خواب دیکھا اور اس کی تعبیر بھی **حضرت صدر الافاضل** ہی نے نکالی۔ خواب یہ دیکھا کہ نصیبہ جاگا، رات کے آخری حصے میں اللہ رب العزت کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ جیسے ہی میں اندر حاضری کے لیے آگے بڑھا، تو ایک آواز آئی۔ مڑ کر دیکھا تو **حضرت صدر الافاضل** وہاں نظر آئے۔ میں نے یہ سمجھا کہ اس توسل سے ہی میں آگے پہنچا ہوں۔ اصل مزار شریف پر حاضری

ہوئی۔ میں اور میرے ساتھ ایک جم غفیر، میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کون لوگ تھے، چوں کہ میں ان کو جانتا نہیں تھا۔ اب اس کی تعبیر یہ نکل رہی ہے کہ اس وقت جو لوگ میرے ساتھ ہیں وہ خواہ اساتذہ دار العلوم ہوں یا باسنی کے احباب ہوں یا شیرانی اور جودھ پور اور پالی کے احباب ہوں، سب اس وقت میرے ساتھ تھے۔

ہم نے مزار شریف کو صاف کیا، کس چیز سے صاف کیا یہ نہیں بتا سکتا۔ اور ایک ایسی نورانیت میں نے وہاں محسوس کی جسے میں اپنے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا ہوں۔ ایک عجیب کیف و سرور کا عالم تھا۔ بہر حال مزار شریف کی حاضری کے بعد ہم سب باہر آئے، فجر کی اذان ہو رہی تھی کہ آنکھ کھل گئی۔

میں نے اس دن کا خواب لکھ کر **حضرت صدرالافاضل** کی خدمت میں ارسال کیا۔ ایک ہفتے کے اندر **حضرت صدرالافاضل** کا جواب آیا۔ مبارک ہو، مبارک ہو! اللہ تعالیٰ آپ سے اور آپ کے ان رفقا سے جو آپ کے ساتھ ہیں، دین کا کام لے گا۔"

میں محسوس کرتا ہوں کہ آج جو کچھ دین کا کام ہو رہا ہے یہ اسی خواب کی تعبیر ہے۔"

[مرجع سابق: ۴۱۳، ۴۱۴]

اس خواب کے بعد سے صدر الافاضل سے آپ کی عقیدت اور بڑھ گئی اور آپ نے خود کو نعیمی کہنا اور کہلوانا شروع کر دیا۔ مولانا شاہد علی مصباحی اس خواب کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس خواب کے بعد سے حضور مفتی اعظم راجستھان کے دل میں **حضرت صدر الافاضل** کی عقیدت گہری ہو گئی اور آپ نے خود کو **حضرت صدر الافاضل** کی طرف منسوب کیا اور اپنے نام کے ساتھ لفظ نعیمی لکھنے لگے۔"

[مرجع سابق: ۳۷۳]

جامعہ نعیمیہ میں حضرت امام حسین کی تشریف آوری

آپ نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی اکبر نے شہر مرادآباد میں نزول اجلال فرمایا، اور فرماتے ہیں کہ جامعہ نعیمیہ کے جلسے میں شرکت کرنا ہے۔ آپ نے اجمل العلماء کے ساتھ صدر الافاضل کی بارگاہ میں حاضری دے کے خواب بیان کیا تو آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور بارگاہ امام حسین میں نیاز عقیدت پیش کی۔ ملاحظہ فرمائیں آپ فرماتے ہیں:

"میں نے دوران تعلیم خواب دیکھا کہ حضرت سیدنا امام عالی مقام اور آپ کے صاحب زادے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرادآباد تشریف لائے۔ اور حضرت امام عالی مقام فرما رہے ہیں کہ جامعہ نعیمیہ کے جلسے میں شرکت کرنی ہے۔ (حالاں کہ وہاں کوئی جلسہ نہیں تھا۔) نیند کھلی تو استاد المکرم حضرت اجمل العلماء سے عرض کیا کہ

آپ فوراً مجھے لے کر مرادآباد جامعہ نعیمیہ پہنچے۔اور وہاں **صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** کے سامنے خواب کا واقعہ بیان فرمایا۔ میرے اس خواب کو سن کر **حضرت صدر الافاضل** خوش ہوئے۔ دعائیں دیں اور اپنی جیب خاص سے مٹھائی منگا کر امام عالی مقام کی نذر دلائی اور تقسیم فرمایا۔" [مرجع سابق: ص ۴۷۲]

جودھپور میں صدر الافاضل کے حکم سے دائمی قیام

دسمبر ۱۹۴۸ء میں آپ جودھپور تشریف لے گئے۔ ایک معمولی سے مکتب میں تدریس اور مسجد کی امامت کے لیے آپ کا تقرر ہوا تھا۔ مدرسے کی کوئی مستقل عمارت نہ ہونے کے سبب مسجد کے حجرے میں آپ نے تدریسی فرائض انجام دیے۔ ۱۹۵۵ء میں حضور مفتی اعظم ہند اور حضور محدث اعظم ہند علیہما الرحمۃ اس مدرسے میں تشریف لے گئے۔ تو آپ نے ان دونوں بزرگوں سے تنخواہ اور دیگر معاملات میں لاحق ہونے والی پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے مدرسہ چھوڑ کر جانے کی بات کی تو جواب میں حضور محدث اعظم ہند نے آپ کو سمجھاتے ہوئے رکنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی فرمایا:

مولانا سنیے! آپ کو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں، یہ **حضرت صدر الافاضل** کا حکم ہے۔ آپ رہیے۔" [مرجع سابق: ص ۴۱۵]

صدر الافاضل کی خطابت سے آپ بہت متاثر تھے

صدر الافاضل کے زور خطابت کے بارے میں کون نہیں جانتا۔ پورے ملک میں آپ کا انداز بیان اور طرز خطابت کی مثالیں پیش کی جاتی تھیں۔ جو ایک بار سنتا وہ بار بار سننے بلکہ ہر بار سننے کی خواہش رکھتا۔ یہی کچھ حال آپ کا بھی ہوا۔ جیسا کہ ایک سوال کے جواب میں آپ خود فرماتے ہیں:

"میں اگر متاثر ہوں تو ان کی ایک تقریر سے متاثر ہوں، اس وقت غالباً ہدایۃ النحو پڑھتا تھا۔ وہ مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم کے جلسے میں تشریف لائے تھے۔ اس تقریر کی لذت میں آج بھی محسوس کرتا ہوں۔ افسوس کہ وہ تقریر ریکارڈ نہیں ہو سکی۔ ڈیڑھ گھنٹہ بولے، ایسے نکات بیان کیے جو آج تک میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔ اس کے بعد تو میرا یہ حال ہو گیا کہ جہاں جہاں ان کی تقریر ہوتی میں سننے کے لیے پیدل وہاں جاتا تھا۔" [مرجع سابق: ص ۴۱۴]

صدر الافاضل سے متعلق تاثرات

"**صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ السامی** علم و فن کے بحر ذخار تھے۔ خدائے تبارک و تعالیٰ نے آپ کو بے شمار فضائل و محاسن سے آراستہ فرمایا تھا۔ چاہے وہ علمی لیاقت ہو یا فقہی بصیرت یا

سیاسی وسماجی بصیرت ہوسب میں اپنی مثال آپ تھے۔میں جہاں آپ کے علم وفضل، زہدوورع، سے متاثرہوں وہیں پرآپ کی ''سنی یکجہتی واتحاد'' سے بہت زیادہ متاثرہوں۔آپ نے ہی علماے بدایوں وعلماے فرنگی محل کوعلماے بریلی سے ملایا۔یہ آپ کاوہ عظیم الشان اور لاجواب کارنامہ ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیاجاسکتاآپ حضرت سیدناامام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔حالاں کہ آپ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضاقدس سرہ السامی کے شاگرد نہ تھے۔آپ حضرت علامہ سید محمد گل صاحب قبلہ کے شاگرد خاص تھے۔پھر بھی اعلیٰ حضرت سے بہت محبت والفت رکھتے تھے ۔کوئی ہفتہ ایسانہ ہوتا تھاجس میں آپ بارگاہ رضا میں حاضر نہ ہوتے ہوں۔''

[معارف مفتی اعظم راجستھان:ص۳۸۴]

مجاہد دوراں سید مظفر حسین کچھوچھوی

حضور اشرفی میاں کے برادر کبیر و مرشد مجازی حضرت علامہ سید شاہ اشرف حسین کے گھر ۱۳۴۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی عمر سات سال ہوئی تو والد ماجد کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ ابتدائی دور بہت تنگی و عسرت سے گزرا۔ مدرسہ اشرف العلوم کچھوچھہ شریف میں رسم بسملہ ادا کی گئی۔ ابتدائی تعلیم بھی اسی مدرسے میں اساتذہ کرام خصوصاً صدر المدرسین مفتی عبدالرشید نعیمی سے حاصل کی۔ اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ نعیمیہ مرادآباد تشریف لے گئے اور وہیں سے فارغ ہوئے۔ تین بار حج بیت اللہ و زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ خطابت و سیاست کی طرف توجہ مائل تھی اس لیے اسی کو ترجیح دیتے ہوئے دونوں میدانوں میں خوب زور آزمائی فرمائی۔ ملک بھر میں مذہبی و سیاسی خوب جلسے اور کانفرنسیں کیں۔ بہت سے مذہبی و رفاحی مدارس، اداروں، تنظیموں کی سرپرستی فرمائی۔ سیاست کی تعلیم چوں کہ سرزمین مرادآباد سے حاصل کی تھی اس لیے باضابطہ سیاسی سفر بھی یہیں سے شروع فرمایا۔

۱۹۶۲ء میں مرادآباد سے ری پبلکن پارٹی کی طرف سے لوک سبھا کے الیکشن میں کھڑے ہوئے اور اچھی پوزیشن سے کامیابی حاصل کر کے پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ پارلیمنٹ کے ممبروں میں آپ سب سے کم عمر کے ممبر تھے۔ ممبر بننے کے بعد آپ نے پارلیمنٹ میں مسلم مسائل پر بے باکی سے آواز اٹھانا شروع کی۔ اور پھر یہ آواز تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی اور آپ کی خدمات کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ بابری مسجد، نسبندی وغیرہ بہت سے مذہبی و ملی مسائل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اور ان خدمات کی پاداش میں کئی بار قید و بند کی صعوبتیں بھی اٹھانا پڑیں۔ مگر آپ کے پائے ثبات پر ذرا سا بھی فرق نہ پڑا۔ بلکہ یہی کہتے رہے ؎

آج مسرور ہوں میں قید کی تنہائی ہے
میں نے تو حق و صداقت پہ سزا پائی ہے
شکوہ دار و رسن باعث رسوائی ہے
میں نے ہر حال میں جینے کی قسم کھائی ہے
لائے زنداں میں مجھے اہل جفا تو لیکن
ہر کڑی طوق و سلاسل کی بھی گھبرائی ہے
میرے مشرب سے مجھے کون ہٹا سکتا ہے
یہ اسیری بھی مری سنت آبائی ہے
تو مظفرؔ کو مقید نہ سمجھنا صیاد

یہ جہاں بیٹھ گیا انجمن آرائی ہے

الغرض آپ کی مکمل حیات مذہب و مسلک کی نشر و اشاعت اور مذہبی و ملی سرگرمیوں میں گزری۔ آخری ایام میں ضعف و نقاہت اور مختلف امراض نے آگھیرا۔ ۹؍رجب المرجب ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۰؍نومبر ۱۹۹۷ء بروز دوشنبہ مبارکہ لکھنؤ میں وصال فرمایا۔ اور اپنے آبائی وطن کچھوچھہ مقدسہ میں اپنے بزرگوں کے درمیان مدفون ہوئے۔

جامعہ نعیمیہ میں داخلہ

آپ درس نظامی کی تعلیم مدرسہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں حاصل کر رہے تھے۔ صدر المدرسین مفتی عبد الرشید نعیمی آپ کے مخصوص اساتذہ میں تھے۔ آپ اہم کتابیں انہیں کے پاس پڑھتے تھے۔ لیکن اچانک کسی وجہ سے مفتی صاحب مدرسہ سے ناگپور تشریف لے گئے۔ اور کچھ دنوں بعد مدرسہ عارضی طور پر بحران کا شکار ہو گیا۔ جس کے سبب اکثر اساتذہ و طلبہ بھی مدرسہ چھوڑ گئے، تو آپ تعلیمی نقصان کے سبب بہت پریشان ہوئے۔ اس دوران مفتی عبد الرشید نعیمی نے آپ کو کافی سہارا دیا اور اپنے ساتھ اپنے مادر علمی جامعہ نعیمیہ مرادآباد لے گئے اور وہاں داخلہ کرا دیا۔ اس تعلق سے آپ کا خود کا بیان پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''سب سے زیادہ اگر میرے اوپر کسی کا احسان عظیم ہے تو وہ حضرت مولانا عبد الرشید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الجامعہ ناگپور کی ذات گرامی تھی۔ میرے دور افلاس میں حضرت مولانا موصوف نے نہ صرف میری تعلیم و تربیت کا خیال رکھا بلکہ ایک حد تک خاموشی کے ساتھ مختلف بہانے سے مالی امداد بھی فرمایا کرتے تھے۔ مولانا موصوف کے احسانات عظیمہ سے اگر میں سبکدوش ہونا چاہوں تو نہیں ہو سکتا۔ اب ایک ایسا وقت آیا کہ حضرت محمد میاں کی تعلیم ختم ہو گئی۔ اور ایک مختصر وقفے کے بعد ہی مدرسہ ہذا بھی ناگہانی بحران کا شکار ہو گیا۔ اور علما کا قافلہ کچھوچھہ مقدسہ سے رخصت ہو کر مختلف مدارس میں چلا گیا۔ اب ہم لوگوں کی تعلیم ادھوری رہ گئی۔ خاندان و بیرون طلبہ اپنے والدین کے مشورے سے مختلف مدارس میں، نیز کچھ جامعہ نعیمیہ مرادآباد چلے گئے۔ رہا میں تو میں کہاں جاتا۔؟ اور کس کے مشورے سے؟ اور اگر جاتا بھی تو میرے اخراجات کا بار کون برداشت کرتا؟ اس وقت مجھ جیسے نادار مفلس کے سامنے وقت کا یہ ایک بہت بڑا اہم سوال تھا جس کے حل کی بظاہر کوئی شکل نظر نہیں آتی تھی لیکن یہاں بھی قدرت نے رحم فرمایا...... میرے استاد محترم حضرت شیخ الجامعہ نے ایک دن میری والدہ محترم سے فرمایا: کہ مظفر ہونہار بچہ ہے۔ اگر آپ اس کو ہمیں دے دیں تو ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ اس خانوادے کے ایک مفلس و نادار بچے کی کچھ خدمت کر دیں۔ یہ سن کر میری والدہ محترمہ کی باچھیں کھل گئیں۔ اگرچہ ان کو میری جدائی گوارا نہیں تھی مگر میرے مستقبل کے پیش نظر والدہ محترم کو میری جدائی کا غم برداشت کرنا پڑا۔ اور میں اپنے اساتذہ کے ہم راہ جامعہ نعیمیہ مردآباد چلا گیا۔'' [نسیم حجاز: ص ۱۰، ۱۱]

جامعہ نعیمیہ کے رجسٹر میں آپ کا داخلہ نمبر ۶۴۴۔ ہے۔ داخلہ تاریخ ۱۱/ اپریل ۱۹۳۹ء لکھی ہوئی ہے۔ داخلہ کے وقت لیاقت کے خانے میں درجہ ''ثانیہ'' درج ہے۔ اور عمر شریف ۱۸/ سال درج ہے۔

جامعہ نعیمیہ میں تعلیمی سفر اور فراغت

جامعہ نعیمیہ میں آپ نے صدرالافاضل، مولانا وصی احمد محدث سہسرامی اور مفتی احمد یار خاں نعیمی وغیرہ اساتذہ کرام کی درسگاہوں میں رہ کر علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی۔ آپ جامعہ نعیمیہ میں کتنے سال رہے اس کی تفصیل دستیاب نہ ہو سکی۔ البتہ آپ کی تحریر سے اس قدر ثابت ہے کہ آپ کی فراغت جامعہ نعیمیہ سے ہوئی ہے۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:

''جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے بعد فراغت ۱۳/ شعبان المعظم کو گھر آیا۔'' [نسیم حجاز: ص ۱۳]

فقیر کے اندازے کے مطابق ۱۹۴۴ء یا ۱۹۴۵ء میں آپ کی فراغت ہوئی۔

صدرالافاضل سے اکتساب علم

صدرالافاضل کی بارگاہ سے بھی آپ نے خوب علمی استفادہ کیا۔ خارجی وقت میں صدرالافاضل کی بارگاہ میں رہ کر اکتساب علم فرماتے تھے۔ آپ خود لکھتے ہیں:

''**حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ** جن ایام میں مرادآباد تشریف رکھتے تھے، تو شب میں مجھ کو اور مولانا حبیب اللہ صاحب بھاگلپوری کو ''تفسیر بیضاوی شریف'' کا درس دیا کرتے تھے۔'' [مرجع سابق: ص ۱۲]

آپ پر صدرالافاضل کی عنایات ونوازشات

دوران طالب علمی آپ پر صدرالافاضل کی بہت شفقتیں رہیں۔ علاقے میں اکثر جلسوں میں آپ کو ساتھ لے جاتے تاکہ آپ کے اندر مذہبی، شرعی، سیاسی، سماجی ہر میدان میں کام کرنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے اور آپ کے لیے ترقیوں کی راہیں ہموار ہو جائیں۔ آپ خود لکھتے ہیں:

''حضرت مرادآباد کے قرب وجوار یا قریبی اضلاع میں جب کسی جلسے میں تشریف لے جاتے تو اکثر وبیشتر مجھے ہمراہ لے جاتے تھے، تاکہ میرے اندر میدان میں کام کی کرنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔'' [مرجع سابق]

آپ کی سیاسی قائدانہ ترقی اور صدرالافاضل

اس میں مبالغہ نہیں کہ آپ اپنے دور میں مسلمانوں کے عظیم سیاسی رہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ اغیار پر

آپ کا رعب ودبدبہ مسلمانوں کی شان وشوکت کو مزید ترقی بخشتا تھا۔ پارلیمنٹ اور دیگر سیاسی مجلسوں میں بے باکی اور جرات مندی کے ساتھ مسلمانوں کے حق میں آواز اٹھایا کرتے تھے۔ یہ اظہار حق کا جذبہ، یہ بے باکی اور اسلامی وملی مسائل پر سیاسی آواز اٹھانے کا حوصلہ بلامبالغہ آپ کو صدر الافاضل کی بارگاہ سے حاصل ہوا تھا۔ جس کی شہادت خود آپ کے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔ آپ لکھتے ہیں:

"بہر حال میری مذہبی وسیاسی زندگی کا آغاز آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۴۶ء بنارس سے ہوا۔ کیوں کہ اس میں ہر اعتبار سے بہت نمایاں کام **حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ** ومولانا عبد العلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت مولانا عبد الحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں کرتا رہا۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کی پہلی میٹنگ فروری ۴۶ء میں ہوئی جس میں اہل بنارس نے **حضرت (صدر الافاضل)** سے فرمایا کہ ۱۱؍مارچ ۴۶ء کو بنارس میں الیکشن ہے اپنے علما میں سے کسی ایسے شخص کو منتخب کیا جائے جو بابا خلیل داس کے مقابلے میں ہمارے نمائندے عبد الشکور پہلوان کو کامیاب کرا سکے۔

حضرت صدر الافاضل کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی ان کے حکم سے عبد الشکور پہلوان کی طرف سے بنارس ومرزا پور پر مشتمل حلقہ کا ورک کیا۔ اور بحمد اللہ عبد الشکور پہلوان بابا خلیل داس کے مقابلے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح سے میری سیاسی زندگی کا آغاز ہوا۔ **حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** کی دور بین نگاہیں جیسے میرے اندر یہ صلاحیتیں دیکھ رہی تھیں جو یہ کام میرے سپرد کیا اور پھر ایک زمانہ وہ بھی آیا کہ اپنے وطن میں بلا کر مجھے پارلیمنٹ کی ممبری سے نواز دیا۔ آج آپ حضرات مجھ کو سرزمین ہندوستان کی پارلیمنٹ سے لے کر میدان تقریر وسیاست میں جو کچھ دیکھ رہے ہیں اس میں **حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** ومیرے اساتذہ نیز میرے ہم عصر علما کا کرم میرے ساتھ شامل حال رہا ہے۔"

[مرجع سابق: ص ۱۴، ۱۵]

جامعہ نعیمیہ اور فن خطابت وشاعری

آپ ایک بہترین خطیب اور باکمال وقادر الکلام شاعر تھے۔ آج بھی آپ کی خطیبانہ شان اور شاعرانہ عظمت کے خطبے پڑھے جاتے ہیں۔ آپ کی تقریر پر تنویر سے جہاں خفتہ دل بیدار ہوتے وہیں بیمار روح کو شفا اور بے قرار دلوں کو چین وقرار نصیب ہوتا تھا۔ اور آپ کی شاعری ایمان افروز، جذبہ انگیز، وجد آفریں اور انقلاب پرور ہوا کرتی تھی۔ آپ کا یہ خطیبانہ عروج اور شاعرانہ کمال وارتقا سب جامعہ نعیمیہ کی دَین ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

"حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن طلبہ کی میٹنگ کی اور طلبہ کے لیے ہر پنجشنبہ کو تقریری پروگرام شروع کرادیا۔ اور اپنی نگرانی میں یہ پروگرام چلاتے رہے آج میں اس میدان میں تھوڑی یا بہت جو

شہرت کا مالک ہوں یہ مفتی صاحب کا احسان عظیم ہے۔ایک دن حضرت نے جامعہ کے صحن میں تشریف رکھتے ہوئے طلبہ سے فرمایا کہ ایک پنجشنبہ کو تقریر پروگرام ہوا کرے گا اور دوسرے پنجشنبہ کو مشاعرہ، تاکہ تم لوگوں کو تقریر کے ساتھ ساتھ اشعار کہنے کا بھی سلیقہ آجائے۔ چناں چہ ایک پنجشنبہ کو مشاعرہ کی پہلی نشست حضرت کے زیر نگرانی ہوئی اور طرح دی گئی۔ مصرع طرح، ع

زمانے نے زمانے بھر میں کب ایسا حسیں دیکھا

اس میں چند ہی طلبہ نے حصہ لیا، جس میں سب سے اچھی نعت حضرت مفتی صاحب کی دوسری مولانا سید امیر اشرف صاحب کچھوچھوی کی اور تیسری میری تھی۔ اس طرح طلبہ میں اشعار کہنے کا ذوق پیدا ہوگیا۔......بہر حال میں نے اپنے استاد محترم کے حکم پر تقریر کرنے واشعار کہنے کی مشق جاری رکھی۔ اکثر وبیشتر حضرت استاد محترم سے اصلاح لیتا رہتا تھا۔" [مرجع سابق: ۱۲، ۱۳]

جامعہ نعیمیہ سے آپ کا عقیدت مندانہ لگاو

اپنے استاد گرامی کی یادگار اور اپنے مادر علمی جامعہ نعیمیہ سے آپ بے حد لگاو رکھتے تھے۔ ہفتہ، عشرہ میں تشریف لاتے رہتے تھے۔ کئی کئی روز جامعہ میں قیام فرماتے۔ سالانہ اجلاس میں عموماً تشریف لاتے تھے۔ فقیر نے اساتذہ سے سنا کہ جامعہ نعیمیہ کے گولڈن جبلی کے موقع پر جلسہ گاہ کی تزئین وزیبائش میں آپ کا خوب ہاتھ رہا ہے۔ خود اپنے ہاتھوں سے آپ نے بلیاں گاڑیں، جس کا اثر عوام وخواص پر یہ ہوا کہ کام کے لیے بھیڑ جمع ہوگئی اور جو کام پورے دن میں ہوتا آپ کی مخلصانہ تدبیر سے چند گھنٹوں میں ہی ہوگیا۔

مفتی محمد حسین نعیمی سنبھلی

مفتی محمد حسین نعیمی بن تفضل حسین کی ولادت ۱۸/ رجب المرجب ۱۳۴۱ھ مطابق ۶/ مارچ ۱۹۲۳ء بروز منگل، شہر سنبھل مراد باد میں ہوئی۔ بچپن ہی میں والدین وفات پا گئے۔ بڑی بہن فاطمہ اور بہنوئی حضرت مفتی محمد یونس نعیمی سنبھلی سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد نے پروش وتربیت فرمائی۔ ابتدائی کتابیں سنبھل ہی میں پڑھیں بعد میں جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوئے اور وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ فراغت کے بعد مدرسہ حزب الاحناف لاہور میں تدریسی خدمت پر مامور ہوئے۔ چند سالوں دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔ تحریک ختم نبوت میں نمایاں طور پر حصہ لیا۔ ردوہابیت ورد قادیانیت کے علاوہ پاکستانی مذہبی وسیاسی سرگرمیوں میں خوب حصے دار رہے۔ اوران تحریکات میں جدوجہد کے سبب کئی بار جیل بھی جانا پڑا۔

استاذ گرامی صدرالافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی اوراپنے مادر علمی جامعہ نعیمیہ مرادآباد، کی نسبتوں سے تبرک حاصل کرنے کے لیے لاہور میں ایک عظیم الشان عربی مدرسہ بشکل یونیورسٹی ”جامعہ نعیمیہ“ کے نام سے قائم کیا۔ جسے زمانے بھر میں خوب شہرت حاصل ہوئی۔ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۶/ مارچ ۱۹۹۸ء بروز جمعہ وصال فرمایا۔ اور جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں تدفین عمل میں آئی۔

جامعہ نعیمیہ سے حصول تعلیم ودستار فضیلت

۱۹۳۳ء میں اپنے تایا حضرت مفتی محمد یونس نعیمی صاحب کے حکم سے جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخلہ لیا۔ اور غالباً پہلی جماعت سے دورہ حدیث تک مکمل درس نظامی کی تعلیم جامعہ نعیمیہ میں ہی حاصل کی۔ جامعہ نعیمیہ کے رجسٹر فارغین کے حساب سے ۴/ ذوالقعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۳/ نومبر ۱۹۴۳ء بروز بدھ تینتیسویں (۳۳)سالانہ اجلاس میں آپ سند ودستار سے نوازے گئے۔

بارگاہ صدرالافاضل سے اکتساب علم وکسب فیض

تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی، مفتی محمد یونس نعیمی، مولانا وصی احمد سہسرامی اور دیگر اساتذہ جامعہ نعیمیہ کے علاوہ صدرالافاضل سے بھی کسب علم فرمایا۔ صدرالافاضل سے کتب حدیث کے ساتھ علم الکلام کی شرح عقائد وخیالی، منطق کی قاضی، حمداللہ اور فلسفہ کی صدرہ اور شمس بازغہ وغیرہ منطق وفلسفہ کی مختلف کتابیں پڑھیں۔ خود فرماتے ہیں:

”مجھے ۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۳ء تک علوم وفنون اسلامیہ عربیہ کی عظیم درس گاہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں بحیثیت

ایک طالب علم کے رہنے کا شرف حاصل ہے۔ اس عرصے میں بالخصوص **حضرت سیدی وسندی، ملجائی وماوائی صدرالافاضل، فخرالاماثل سید محمد نعیم الدین صاحب فاضل مرادآبادی قدس سرہ العزیز**، کی ذات گرامی سے استفادہ کیا ہے۔ اوران کی بابرکت صحبت میں رہ کربے پایاں فیض سے دامن مراد بھرا ہے۔ مجھ پراور میرے رفیق محترم جناب مولانا مفتی محمد حبیب اللہ صاحب بہاری جو آج کل جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دے رہے ہیں، پرخاص شفقتیں اور رحمتیں تھیں۔

بحمدہٖ تعالیٰ ہم دونوں رفیقوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ حدیث شریف کے علاوہ ملاحسن، قاضی مبارک، حمداللہ، منقوی، صدرا، اقلیدس، **حضرت قدس سرہ** نے خاص طور پر پڑھائی ہیں۔ فنون کی کتابوں کی پرمغز مدلل تقاریر زبانی کیا کرتے تھے۔ جس کتاب پر تقریر فرماتے تو گمان ہوتا تھا کہ شاید **حضرت** اس کتاب کے مصنف ہیں جو کتاب کی گہرائیوں اور عبارت کے اشارات ومالہ وماعلیہ کی وضاحت فرمارہے ہیں۔ میں نے ایسا قابل جامع اور کامل استاد ومدرس نہیں پایا۔"

[ہفت روزہ سواد اعظم لاہور کا حیات صدرالافاضل نمبر: ۱۹، ۱۲/ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹، ۲۶/جون ۱۹۵۹ء۔ ص ۳۵، ۳۶]

صدرالافاضل کی بارگاہ میں دوران درس اکثر آپ سوالات کرتے رہتے تھے۔ ایک بار فلسفے کی کسی کتاب کا درس جاری تھا کہ اسی دوران آپ نے صدرالافاضل سے کوئی سوال پوچھ لیا، سوال انداز کچھ الگ تھا جس پر صدرالافاضل نے مزاحاً فرمایا:

"محمد حسین تم مولوی کیوں بنے تم کو تو تھانیدار ہونا چاہیے تھا۔"

[ماہنامہ النعیمیہ۔ فروری ۲۰۰۴ء۔ ص ۱۰۷]

بحکم صدرالافاضل جامعہ حزب الاحناف میں تقرری

جامعہ حزب الاحناف لاہور میں تدریس کے لیے ایک ماہر وقابل باصلاحیت مدرس کی ضرورت تھی۔ صدر الافاضل کی بارگاہ میں حضرت ابوالبرکات سید احمد نعیمی نے فرمائش کی تو صدرالافاضل نے جامعہ حزب الاحناف لاہور کے لیے آپ کا انتخاب فرمایا۔ اورآپ صدرالافاضل کے حکم سے تدریسی خدمات انجام دینے کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔ مختصر المعانی، ہدایہ اور جلالین وغیرہ مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھانا شروع کیں، پانچ سال آپ اس مدرسے میں مدرس رہے۔ اس کے بعد دارالعلوم نعمانیہ تشریف لے گئے۔ آپ خود فرماتے ہیں:

"جب میں جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے فارغ ہوا، توسید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر **قبلہ صدرالافاضل** نے جامعہ حزب الاحناف لاہور میں بطور مدرس میرا انتخاب فرمایا۔ اور تدریس کے لیے مجھے بھیج دیا۔ اور حزب

الاحناف میں میری تدریس کا آغاز ہوا۔ سید ابوالبرکات حمۃ اللہ علیہ نے میرا ماہانہ وظیفہ ۱۵؍ روپے مقرر فرمایا۔ اور قبلہ سید صاحب نے مجھے مختصر المعانی، ہدایہ اور جلالین وغیرہ کتب پڑھانے کو دیں۔ چناں چہ میں جب پڑھاتا تو سید صاحب چھپ کر میرے طریقہ تدریس اور انداز تقریر کو سنتے جس کا مجھے کوئی علم نہ ہوتا۔ جب مہینہ گزر گیا تو سید صاحب نے طے شدہ ۱۵؍ روپے کی بجائے دس روپے بڑھا کر ۲۵؍ روپے دیے۔ میرے پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ میں آپ کے درس کو چھپ کر سنتا رہا ہوں۔ آپ کو بہترین مدرس پایا، تو میں نے خوش ہو کر آپ کے وظیفہ میں اضافہ کر دیا۔"

[مرجع سابق: فروری ۲۰۰۴ء۔ ص ۱۰۷]

صدرالافاضل سے والہانہ عشق

صدرالافاضل کی بارگاہ سے آپ کو والہانہ لگاؤ تھا۔ یہ صدرالافاضل سے جذبہ عشق و محبت کی کارفرمائی کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ نے اپنے تعمیر کردہ مدرسے کا نام اپنے مخدوم و استاذ گرامی صدرالافاضل کے نام سے جامعہ نعیمیہ رکھا تھا۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے صدرالافاضل کی یادگار کے طور پر ایک ماہوار رسالہ "العرفات" جاری کیا، جس کے سرورق پر صدر الافاضل کا اسم گرامی یادگار کے خانے میں درج ہوتا تھا۔

صدرالافاضل کے خصائص وفضائل پر تاثرات

نوسال مسلسل آپ نے صدرالافاضل کے شب و روز دیکھے ہیں۔ ان کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، تدریس، تبلیغ، خطابت، سخاوت اور اخلاق کریمانہ کو بخوب ملاحظہ کیا ہے۔ اسی لیے آپ صدرالافاضل کی ذات سے بے حد متاثر تھے۔ آپ کے لکھے ہوئے درج ذیل تاثرات سے اس کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"**حضرت** علوم و فنون مروجہ کی مہارت کاملہ کے علاوہ سخاوت، اخلاق، سیاست، تقریر اور جذبہ تبلیغ میں ہم عصروں سے فوقیت رکھتے تھے۔ بے شمار تصانیف، ہزار ہا تلامذہ، دارالعلوم جامعہ نعیمیہ مرادآباد، تفسیر خزائن العرفان، آسمانی کرہ آپ کی خاص یادگاریں ہیں۔ جن سے **آپ** کی عظیم شخصیت کا پتہ چل سکتا ہے۔ اس فن کے اکثر استادوں کا فیصلہ ہے کہ اتنا جامع اور کامل کرہ آج تک دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا۔

اخلاق: **حضرت** خلق عظیم کے مظہر تھے، مصاحبین پروانہ وار نثار ہونے کا جذبہ رکھتے تھے۔ تلامذہ والہانہ محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ یہ بات کسی استاد کے شاگردوں میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ آپ کے کریمانہ اخلاق کے یگانے گرویدہ اور بیگانے معترف ہیں۔ **آپ** کی خدمت عالیہ میں دیگر مقامات سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد بکثرت علمائے کرام آتے تھے۔ اور تعلیم و تدریس، تبلیغ و افتا کے طور طریق سیکھتے اور علمی و روحانی فیض حاصل کرتے تھے۔ آپ ان کو مختلف تبلیغی خدمات پر مامور فرما کر بھیجتے رہتے تھے۔ **آپ** کی ذات بالاصفات بہت زیادہ فیض رساں تھی۔

سخاوت: میں نے نو سال مرادآباد میں رہ کر کبھی کسی سائل کو خالی واپس جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بلکہ میری آنکھوں نے ایسا بھی دیکھا ہے کہ سائلوں کو بدن کے کپڑے تک دے دیتے ہیں۔ متعدّد غربا، بیوائیں اور یتامی آپ کی داد و دہش سے پلتے اور جیتے تھے۔ ہر غریب و نادار کو سہارا دیتے اور جس کو سہارا دیا وہ ضرور کسی مرتبہ کو پہنچ جاتا تھا۔
دین متین کی تبلیغ کا اتنا وافر جذبہ رکھتے تھے کہ فی زمانہ تبلیغ کے لیے جتنے ذرائع درکار ہیں **آپ** نے تمام ہا اختیار فرمائے۔
علمی، تبلیغی کثیر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ السواد الاعظم رسالہ جاری فرمایا، ملک میں اہل سنت کا کوئی بڑا جلسہ نہیں ہوا، جس میں **حضرت** کی شمولیت ضروری نہ سمجھی جاتی ہو۔ آپ کی تقریر دل پذیر سے مستفیض ہونے کے لیے دور دور سے شائقین جلسہ گاہ میں پہنچتے تھے۔ کامل مبلغین کی بڑی جماعت تیار کی۔ دار العلوم قائم فرمایا۔ دشمنان دین سے کثیر مناظرے کیے۔ بالخصوص کفار اور آریہ دھرم کے پنڈتوں سے مناظرے کرنے میں خصوصی امتیازی شان رکھتے تھے۔ تبلیغ کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو **آپ** نے اختیار نہ فرمایا ہو۔
آپ کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ **آپ** کے پروردہ اور فیض یافتہ فلک سنت پر چاند اور سورج کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ اور نور مصطفیٰ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی ضیا باری سے اہل سنت کے دلوں اور ایمانوں کو منور فرما رہے ہیں۔
پاک و ہند کا کوئی گوشہ نہیں، جہاں **حضرت** کے تلامذہ تبلیغ دین متین میں مصروف نہ ہوں۔ **حضرت** کے صاحبزادگان بھی تبلیغی دورے فرماتے ہیں۔ اور **حضرت** کے فیض سے مخلصین اہل سنت کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔
حضرت کے خلوص پر قائم ہوا دار العلوم جامعہ نعیمیہ مرادآباد آج بھی مخلصین کے تعاون اور حضرت سیدی وسندی مولانا الحاج محمد یونس صاحب مدظلہ العالی کے اہتمام سے روز افزوں ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ دور دراز کے طلبہ تعلیم سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔"

[ہفت روزہ سواد اعظم لاہور کا حیات صدر الافاضل نمبر: ۱۹، ۱۲/ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ
مطابق ۲۶، ۱۹/ جون ۱۹۵۹ء۔ ص ۳۶]

مخدوم میاں مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

علامہ حکیم مفتی سید معین الدین نعیمی ۲۳؍ دسمبر ۱۹۲۳ء کو شہر مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ عرفی نام مخدوم میاں تھا۔ آپ کے والد صوفی سید صابر اللہ اشرفی بہت ہی دین دار اور پرہیز گار تھے۔ حضور اعلیٰ حضرت جب ۱۹۱۱ء میں مراد آباد تشریف لائے تو آپ نے اعلیٰ حضرت کی پالکی کو اپنے کاندھوں پر اٹھانے کا شرف حاصل کیا اور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے دعاؤں کا صلہ عنایت ہوا۔ جس پر آپ کو بہت ناز و فخر تھا۔

آپ کا خاندان صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخواہ) میں آباد تھا۔ بعد میں وہاں سے کراچی اور پھر وہاں سے مراد آباد آباد ہوا۔ آپ مشہور صوفی بزرگ حضرت کاکا صاحب کی نسبت سے کاکا خیل کہلائے۔ ۲۳؍ واسطوں سے حضرت امام حسین کے توسط سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے ۱۹۴۴ء میں سند طب اور ۱۹۴۵ء میں سند فضیلت حاصل ہوئی۔ ۱۹۴۷ء میں نکاح ہوا۔ سنی کانفرنس اور بہت سی مذہبی و سیاسی تحریکات میں حصہ لیا۔ ہفت روزہ اخبار سواد اعظم لاہور سے جاری کیا۔ پچاس سے زیادہ کتابیں تالیف و تصنیف فرمائیں ۔ بہت سے مقالات و مضامین لکھے۔ بالآخر اڑتالیس سال کی عمر شریف میں ۱۲؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ مطابق ۴؍ اگست ۱۹۷۱ء بدھ کے دن تین ساڑھے تین بجے دن کے آپ کا وصال ہوا۔ لاہور کے میانی قبرستان میں مولانا اعجاز ولی رضوی کے مزار کے پاس آپ مدفون ہیں۔ کتبہ پر آیت کریمہ ’’ادخل الجنۃ فقد فاز‘‘ تحریر ہے جس سے آپ کی سن وفات ۱۳۹۱ء برآمد ہوتی ہے۔

صدر الافاضل اور مخدوم میاں

صدر الافاضل کی بارگاہ سے مخدوم میاں کی وابستگی بہت ہی مشہور ہے۔ آپ ہی کیا آپ کے اہل خانہ بھی صدر الافاضل کے بہت ہی معتقد اور محب تھے۔ آپ کے والد گرامی صوفی صابر اللہ شاہ صدر الافاضل اور ان کے والد گرامی سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ صدر الافاضل کے والد گرامی کے اسم گرامی معین الدین کی نسبت سے ہی آپ نے اپنے صاحبزادے کا نام غلام معین الدین تجویز فرمایا۔ صدر الافاضل نے کنز الایمان کی پہلی اشاعت کے وقت کتابت کی صحت کے سلسلے میں آپ کو ذمہ داری سونپی تھی۔ آپ بغیر ناغہ بعد نماز عصر صدر الافاضل سے ملاقات کے لیے ضرور آتے تھے۔ مخدوم میاں اپنے والد گرامی کے ساتھ ایام طفولیت میں صدر الافاضل کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اور صدر الافاضل آپ پر خوب شفیق و مہربان تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں:

’’راقم الحروف نے **حضرت اقدس** (صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی) **قدس سرہٗ** کی آغوش رحمت و

شفقت میں پرورش پائی ہے۔ میرے والد ماجد صوفی صابر اللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی **حضرت اقدس** سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے اور کوئی بھی خانگی اَمر **حضرت** سے مخفی نہ تھا، کوئی بیمار ہو، یا کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہو، سب میں صرف **حضرت** ہی پر اعتماد تھا اور ہے۔ احوال ماحول کے تابع ہوتے ہیں، قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس کے والد جس پر اس قدر اعتماد و عقیدت رکھتے ہوں- لازمی والدین کی شفقت اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ اس کی اولاد بھی ان پر جان نثار کرے، جس پر یہ قربان ہیں۔ چناں چہ میری خورد سالی میں برابر میرے والد ماجد مجھے اپنے ہم راہ **حضرت** کی خدمت میں لے جاتے تھے۔"

[حیات صدر الافاضل: حصہ پنجم: ص۲۳۶]

مخدوم میاں بغرض تعلیم بارگاہ صدر الافاضل میں

مخدوم میاں کے والد گرامی نے ۱۹۳۳ء میں یعنی دس سال کی عمر شریف میں آپ کو صدر الافاضل کی بارگاہ تک پہنچا دیا۔ آپ نے جامعہ نعیمیہ سے اردو فارسی کی تعلیم شروع کی۔ اور ۱۹۳۶ء سے عربی کتابوں کے اسباق شروع ہوئے اس درمیان آپ نے صدر الافاضل سے خوب اکتساب علم اور کسب فیض کیا۔ آپ لکھتے ہیں:

"حتیٰ کہ جب ۱۹۳۳ء میں جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں اُردو فارسی کی میری تعلیم شروع ہوئی تو روزانہ بعد نماز عصر دربار اقدس کی حاضری معمول ہوگئی۔ پھر جب ۱۹۳۶ء میں میرے اسباق عربی کے شروع ہوئے تو اور زیادہ حاضری کا موقع ملتا رہا۔" [مرجع سابق]

جامعہ نعیمیہ سے سند طب اور سند فضیلت کا حصول

جامعہ نعیمیہ میں آپ نے درس نظامی کی تکمیل کی۔ صدر الافاضل سے بہت سی عربی وفارسی کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل کیا، ساتھ ہی طب و حکمت کی تعلیم بھی صدر الافاضل کی بارگاہ میں رہ کر حاصل کی۔

۱۹ر شعبان المعظم ۱۳۶۱ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۴۱ء کو جامعہ نعیمیہ کے بتیسویں (۳۲) سالانہ اجلاس کے موقع پر سند طب سے نوازے گئے۔ اور تیسرے سال جامعہ نعیمیہ کے پینتسیوں (۳۵) سالانہ اجلاس میں ۸ر شعبان المعظم ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۸ر جولائی ۱۹۴۵ء بدھ کے دن صدر الافاضل کے مبارک ہاتھوں سے فضیلت کی دستار سر پر رکھی گئی اور سند فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ یہ تفصیل جامعہ نعیمیہ کے اسمائے فارغین کے رجسٹر میں درج ہے، فقیر کے پاس اس کی کاپی محفوظ ہے۔ اور خود آپ نے اپنی خود نوشت میں لکھا ہے:

"غرض کہ بیماری کے بعد ۱۹۴۵ء میں میری دستار بندی حضرت نے فرمائی اور میری حاضری پھر بدستور سابق شبانہ روز آستانہ قدس میں شروع ہوگئی" [مرجع سابق: ص۲۳۹]

صدر الافاضل سے شرف بیعت و خلافت

مخدوم میاں کو صدر الافاضل سے شرف ارادت اور تمغہ خلافت حاصل تھا۔ آپ لکھتے ہیں:

''وصال مبارک سے ایک ماہ قبل میں نے عرض کیا کہ **حضور** نے مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میں جب تجھ سے بہت خوش ہوں گا تو تجھ کو ایسی چیز دوں گا جو تجھے ہمیشہ کے لیے کافی ہوگی، **حضور** مجھ سے جو غلطیاں ہوئی ہوں ان کو معاف فرماتے ہوئے اب اگر کرم فرمادیں تو زہے نصیب۔ آپ نے فرمایا مجھے اپنا وعدہ یاد ہے لیکن میں دیکھتا تھا کہ تجھ میں اس کی طلب ہے یا نہیں۔ اب میں تجھ کو وہ چیز دیتا ہوں جو تجھے عمر بھر کے لیے کافی ہے چناں چہ کرم فرمایا اور عطا فرمائی۔ یہ وہ چیز ہے جس کو آپ نے چند ہی افراد کو مرحمت فرمایا ہے۔ آپ فرماتے تھے ایک تو تیرے والد کو دیا ہے اور سید کو (یعنی مولانا ابوالبرکات صاحب مدظلہ کو)، مولوی احمد یار خان صاحب اور چند مخصوص لوگوں کو اور یہ میں اسی وقت دیتا ہوں جب میں اس سے بے حد خوش ہوتا ہوں۔ ۸/ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ کو میں نے عرض کیا کہ **حضور** اگر مجھے سلسلہ کے فیوض سے بہرہ ور فرمادیں تو نجات کی ضمانت ہو جائے۔ آپ نے اشارہ فرمایا، میں چارپائی پر داہنی جانب دو زانو بیٹھا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور داخل سلسلہ فرما کر اپنے تمام اوراد و اشغال اور سلاسل کا ماذون و مجاز فرمایا اور صبح کو ایک مثال (سند اجازت) اور چند مخصوص اشغال مرحمت فرمائے۔'' [مرجع سابق: ۲۴۴]

مخدوم میاں پر صدر الافاضل کی کرم نوازی و اعتماد

صدر الافاضل مخدوم میاں سے بہت محبت و شفقت فرماتے تھے۔ اگر یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ تاج العلماء کے بعد صدر الافاضل کی نگاہ میں سب سے زیادہ معتمد و لائق التفات آپ ہی تھے۔ یوں تو آپ اپنے تمام تلامذہ پر نگاہ شفقت و محبت فرماتے تھے مگر چند پر آپ کی خصوصی نوازشات رہا کرتی تھیں انہی میں سے ایک مخدوم میاں تھے۔

اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ جب کسی کو سند حدیث وغیرہ عنایت فرماتے تو اس میں عموماً ''اخ العزیز'' تحریر فرماتے تھے مگر جب مخدوم میاں کو سند حدیث وغیرہ عطا کی تو اس پر ''ولدی الاعز'' تحریر فرمایا۔ آپ کے ہم سبق ساتھی شہزادہ تاج العلماء مفتی محمد اطہر نعیمی اس حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''مولوی نذیر الاکرم اور مولوی غلام معین الدین کی دستار بندی مجھ (راقم الحروف) سے پہلے ہوئی۔ اس کی وجہ میری کوتاہی نہیں بلکہ مراد آباد بورڈ سے مولوی کا امتحان مع انگریزی تعلیم کی وجہ مشغولیت رہی۔ **صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہ** اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسی شفقت فرماتے جو والدین سے نہیں ملتی تھی۔ جب اپنے عام شاگردوں کو سند حدیث دیتے تو عام شاگردوں کے لیے ''اخ العزیز فلاں بن فلاں'' لکھتے لیکن جب

اپنے خاص شاگردوں کو سند دیتے تو ”ولدی الاعز فلاں بن فلاں“ تحریر فرماتے۔ مولانا غلام معین الدین اور مولوی نذیر الاکرم کی سندوں میں ”ولدی الاعز“ تحریر فرمایا ہے۔“

[مفتی سید غلام معین الدین نعیمی، حیات وخدمات: ص ۱۳۲]

مخدوم میاں پر صدر الافاضل کی شفقت، اعتماد کی حد تک تھی۔ آپ اپنے اہم کاموں میں مخدوم میاں کو شریک فرماتے اور بہت سے اہم کام خود انہیں کو سونپ دیا کرتے تھے۔

تفسیر خزائن العرفان کی دوسری طباعت واشاعت کے سلسلے میں صدر الافاضل نے آپ پر اعتماد فرماتے ہوئے اس کی طباعت واشاعت کی ذمے داری خاص کر آپ کو سونپی تھی جس کی وجہ اعتماد کے علاوہ یہ بھی تھی کہ آپ صدر الافاضل کے طرز تحریر اور رسم خط سے خوب واقف ہو گئے تھے۔ آپ خود لکھتے ہیں:

”جب حضرت قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر قرآن کریم کی دوبارہ طباعت شروع کرائی تو اپنے ہمراہ تصحیح اصل مسودہ ترجمہ وتفسیر کے لیے نظر کرم اس فقیر پر فرمائی۔ ۱۹۴۰ء سے مستقل مجھے اپنے دربار میں باریاب رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ روز بروز حضرت کی نظر کرم زیادہ ہوتی رہی، حتیٰ کہ تفسیر کی طباعت کے دوران میں ۱۹۴۱ء میں جب کہ حبس بول کا عارضہ شدید صورت اختیار کر چکا تھا، اور یہ دوسرا حملہ تھا جو ۱۹۲۸ء کے بعد شدت کے ساتھ ہوا۔ تین روز مسلسل حبس بول رہا۔ ڈاکٹر آتے تھے، پیشاب نکالنے کی کوشش کرتے تھے مگر کامیاب نہ ہوتے تھے، یہاں تک کہ قریب قریب ڈاکٹر مایوس ہو چکے تھے۔

اس شدت مرض میں آپ نے اپنے بڑے فرزند ارجمند حضرت مولانا حکیم سید ظفر الدین احمد صاحب کو بلایا، اس وقت دوسرے صاحب زادگان اور مخصوص نیاز مندان بھی حاضر تھے، اور حضرت سیدی استاذی تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد قدس سرہٗ تو برابر حاضر رہتے ہی تھے اور ازدیاد و شدت مرض نے بے چین کر رکھا تھا، ان تمام حضرات کی موجودگی میں فرمایا:

”مولانا میاں (یعنی بڑے صاحب زادے) قرآن کریم کی طباعت مکمل نہیں ہوئی ہے، تصحیح کا کام شاہ جی (یعنی راقم الحروف، آپ ہمیشہ ”شاہ جی“ ہی سے یاد فرماتے تھے) سے ہی مکمل کرانا، چوں کہ یہ میری طرز تحریر اور رسم خط سے خوب واقف ہو گئے ہیں۔ میں تو ان کو جو دیتا تھا یہ اپنی سعادت مندی سے لے لیتے تھے، لیکن تم ان کو ہر حال میں راضی رکھنے کی کوشش کرنا اور شاہ جی کے ساتھ گجرات سے (حضرت مولانا مفتی) احمد یار خان (صاحب نعیمی مدظلہ) کو بلا لینا، یہ دونوں تفسیر کی طباعت کی تصحیح کر لیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو شفا عطا فرمائی اور حضرت اقدس نے اس خادم کے ساتھ خود ہی اس تفسیر کی مکمل تصحیح کی۔“

[حیات صدر الافاضل: ص ۲۳۶، ۲۳۷]

ایک بار جب آپ موتی جھرہ اور فالج کے اثر سے بیمار ہوگئے ،دوسال بستر علالت پر رہے ۔اس دوران صدرالافاضل نے آپ کی خوب دل جوئی فرمائی عموماًروزانہ مزاج پرسی کے لیے تشریف لاتے اوردعاؤں سے نوازجاتے۔بلکہ جب مرض میں افاقے کی کوئی سبیل نظر نہیں آئی توخود صدرالافاضل نے ایک قیمتی نسخہ تجویز فرمایا جس کا یومیہ خرچ نوروپے تھا۔لیکن یہ بھی صدرالافاضل نے اپنے ذمہ کرم پر لیا۔اور ساڑھے تین ماہ تک مسلسل اس نسخہ کے استعمال سے مخدوم میاں صحت یاب ہوگئے۔اور پھر بارگاہ صدرالافاضل میں حاضری شروع کردی۔خود مخدوم میاں اس روداد کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں ملاحظہ ہو:

”اسی دوران میں َمیں بیمار ہوگیا،اور میری بیماری نے اتنی شدت وطوالت اختیار کی کہ دوسال بستر پر پڑا رہا۔ سات مرتبہ موتی جھرہ نکلی،اس کے بعد فالج گرا،مرض نے شدت اختیار کی۔ **حضرت** کے کرم کا یہ حال تھا کہ پڑھا رہے ہیں،طلبہ سامنے ہیں۔آپ نے فرمایا،”چلو شاہ جی کو دیکھ آئیں“۔

اس طرح جب تک میں بیمار رہا،ہفتہ میں کئی کئی بار،بسا اوقات روزانہ غریب خانہ پر تشریف لاتے اور مجھے تسلی وتشفی دیتے،اس سلسلہ تشریف آوری میں کبھی ایسا نہ ہوا کہ دس پانچ روپے میرے تکیہ کے نیچے نہ رکھ دیے ہوں جب شہر کے بڑے بڑے اطبا وحکما مجھے جواب دے چکے تو **حضرت** نے فرمایا،اب ایک نسخہ ہے جو شروع کراتا ہوں، اللہ تعالیٰ کو زندگی بخشنی ہوئی تو آرام آجائے گا،لیکن وہ نسخہ بے حد قیمتی ہے فی خوراک اس کی قیمت تین روپے ہوتی ہے اور دن میں ایسی تین خوراکیں دینی ہوں گی،لیکن یہ **حضرت قدس سرہٗ** واقف تھے کہ والد صاحب کا سلسلہ روزگار میری علالت کی وجہ سے ختم ہو چکا تھا،اب گھر اور بیماری کا خرچ صرف **حضرت قدس سرہٗ** کے کرم خسروانہ پر تھا۔خود ہی فرمایا،یہ دوا دیتے رہو،کوئی فکر نہ کرو۔

چناں چہ **حضرت** نے اس کو شروع فرمادیا،ساڑھے تین مہینے تک مسلسل نو روپے روز کی دوا دی جاتی رہی، اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا، **حضرت** کی دعاے شفقت نے درجہ قبولیت پایا۔دوا کے استعمال سے دن دُونی رات چوگنی صحت عود کرتی رہی،یہاں تک کہ میں اس قابل ہوگیا کہ سواری میں بیٹھ کر آستانہ قدسی کی حاضری دے سکتا۔اس ضعف وناتوانی کے دَور میں جب بھی میں بارگاہ میں حاضر ہوا، **حضرت** اپنا وہ گاؤ تکیہ جو **حضرت** کے لیے خاص تھا، نکال کر میری کمر کے پیچھے لگادیا جاتا۔میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی تو اسی وقت ختم ہوگئی تھی،اب باقی جتنی بھی میری حیات ہے وہ **حضرت قدس سرہٗ** کی دعاؤں کے نتیجہ میں ہے،اس لیے آپ کی حیات طیبہ میں یا بعد میں جس قدر بھی تحدیث نعمت کی جائے کم اور بہت کم اور میری وسعت اختیار سے بالا ہے۔“

[مرجع سابق:ص۲۳۸،۲۳۹]

مخدوم میاں کی شادی اور صدر الافاضل کا مشفقانہ کردار

آپ پر صدر الافاضل کی شفقتوں کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ صدر الافاضل نے از خود آپ کے لیے اپنے ایک ہم جماعت مولانا کی صاحبزادی سے نکاح کا پیغام بھیجا۔ اور چوں کہ اس وقت آپ کے گھریلو مالی حالات بہتر نہ تھے اس لیے شادی کے اخراجات بھی آپ ہی نے برداشت فرمائے۔ ۴؍ شوال ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۱؍ اگست ۱۹۴۷ء کو شادی کی تاریخ مقرر ہوئی۔ صدر الافاضل کے حکم سے تاج العلماء نے نکاح پڑھایا۔ آپ خود اپنی شادی کی قدرے روداد بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"قیام پاکستان کے بعد آپ نے اپنے ایک ہم جماعت مولانا سید محمد مہدی علی صاحب مرحوم کی صاحب زادی کے لیے میرا خطبہ دیا۔ بھلا جہاں **حضرت** خود پیام بھیجیں کسی کو کیا انکار ہو سکتا تھا، چناں چہ ۲۱؍ اگست ۱۹۴۷ء مطابق ۴؍ شوال ۱۳۶۵ھ کو میری شادی ہوئی اور **حضرت** مع اپنے ان تمام حاضرین محفل اور میرے مخدوم اساتذہ کرام مدظلہم شریک برات ہوئے، بہ تعمیل حکم حضور، تاج العلماء سیدی واستاذی حضرت مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی قدس سرہٗ نے عقد کیا اور خطبہ نکاح پڑھا۔" [مرجع سابق: ص ۲۳۹، ۲۴۰]

تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کے صاحبزادے مفتی محمد اطہر نعیمی جو آپ کے ہم سبق ساتھیوں میں سے ہیں وہ آپ کی شادی کے حوالے سے اپنی یادداشت تحریر فرماتے ہیں:

"مجھے یہ یاد نہیں کہ موصوف کی شادی تقسیم ہند سے پہلے ہوئی یا بعد میں - اتنا یاد ہے کہ **صدر الافاضل** نے مولوی غلام معین الدین کے والد سے کہا کہ بیٹے کی شادی کرو۔ صوفی صاحب نے کم مائیگی کا عذر کیا تو **صدر الافاضل** نے فرمایا: اطمینان رکھو اس کی شادی کا انتظام میں کروں گا۔ اور منشی سید مہدی علی مرحوم کی بیٹی سے رشتہ طے کر دیا۔ یہاں یہ بات توجہ طلب ہے کہ بعض نکتہ چینیوں نے منشی صاحب (سید مہدی علی) سے کہا کہ بیٹی کی شادی سیدوں میں کر رہے ہو تو مہدی علی صاحب نے کہہ دیا کہ یہ رشتہ صدر الافاضل نے طے کیا ہے۔ **صدر الافاضل** کی روحانیت کے قربان! جس کا اظہار برسوں بعد ہوا کہ لڑکے والوں کا تعلق خاندان کاکاخیل سے تھا اور کاکا صاحب کے بارے میں عوام واقف نہ تھے۔ اسی لیے مولوی غلام معین الدین مرحوم پہلے اپنے نام کے ساتھ "کاکاخیل" لکھتے تھے، پاکستان آنے کے بعد جب یہ معلوم ہوا کہ کاکا صاحب کا تعلق سادات سے تھا تو سید لکھنا شروع کر دیا جس پر لوگوں نے کہا تھا کہ صوفی صابر حسین نے پاکستان آکر ذات بدل لی لیکن حقیقت میں **صدر الافاضل** نے پہلے ہی سیدوں کا رشتہ سیدوں میں طے کر لیا تھا۔"

[مفتی سید غلام معین الدین نعیمی، حیات وخدمات: ص ۱۳۲، ۱۳۳]

صدرالافاضل کی آخری تحریر اور آخری دستخط مخدوم میاں کے حق میں

صدرالافاضل نے اپنی ظاہری حیات میں آخری تحریر جو سپرد قرطاس کی وہ مخدوم میاں کے حق میں تھی۔ ہوا یوں کہ مخدوم میاں کے کانوں میں تکلیف تھی آپ بار بار کان کی طرف ہاتھ لے جاتے تھے۔ صدرالافاضل کی طبیعت پر آپ کی یہ تکلیف بار گزری تو اشارے سے کاغذ طلب فرمایا۔ اور اس پر ڈاکٹر کے یہاں جانے کا حکم تحریر فرمایا۔ آپ خود لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کے غلام پر کرم کی جھلک ایک اور ملاحظہ فرمائیے۔ وصال شریف کے دو روز قبل یعنی سہ شنبہ کی رات کو میرے سوتے میں سے کان کی تکلیف اور درد کی بے چینی کو ملاحظہ فرمایا۔ چوں کہ میرے کان میں بہت شدت سے درد ہوتا تھا اس لیے بار بار بے چینی سے سوتے میں کان پر ہی ہاتھ جاتا تھا۔ صبح کو بعد نماز فجر مجھ سے قلم طلب فرمایا میں نے جلدی سے حضرت تاج العلما مد ظلہ سے قلم لے کر اور ایک کاغذ لے کر حاضر ہوا کیوں کہ آواز بند ہو گئی تھی زیادہ گفتگو کی طاقت نہیں تھی اس لیے لیٹے لیٹے ہی اپنے کمزور و نحیف دست مبارک سے حسب ذیل تحریر ارقام فرمائی۔

"یہ جو تم دوا کان کے لیے استعمال کرتے ہو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ کان کی سوزش میں کمی کی جگہ ترقی ہے حتی کے سوتے میں بھی سوزش کا یہی حال رہتا ہے تو کان کیوں خراب کرتے ہو۔ ہدایت نبی (سہواً مشتاق نبی کی جگہ ہدایت نبی تحریر فرمادیا) کو ایک روپیہ نذر کرو اور کان دکھاؤ! تاکہ معلوم ہو کہ اندر دانے ہیں یا کیا؟ ضرورت ہو تو کان دھوئیں ورنہ کان خراب ہوتا جاتا ہے۔"

اتنی طول طویل تحریر اس غلام کے لیے عاقبت کے لیے سند مغفرت ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ عالم دین کی خدمت اور اس کی اس قدر توجہ اور کرم رائیگاں نہیں جاتا ہے۔ اس تحریر کے بعد نہ تو کوئی تحریر لکھائی نہ کسی کاغذ پر دستخط فرمائے۔ یہ سب سے آخری تحریر ہے۔ فقیر نے بحفاظت تامہ محفوظ رکھ دی ہے۔"

[اخبار دبدبہ سکندری: ۱۱/ نومبر ۱۹۴۸ء۔ ص۶]

مزید اس تحریر کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"یہ تحریر اتنی شکستہ اور غیر مانوس تھی کہ تحریر دیکھ کر تاج العلماء کے بے ساختہ آنسو نکل آئے۔ اور فرمایا اللہ اکبر! یہ اس ہستی کی تحریر ہے جس کے بے شمار شاگرد ہر طرز تحریر میں کاتب و خوش نویس ہیں، آج ضعف نے یہ حال کر دیا کہ تحریر پڑھی بھی نہیں جاتی۔ یہ تحریر بھی آخری تحریر ہے جو میرے حق میں لکھی گئی۔ اس کے بعد آپ نے کوئی حرف نہیں لکھا۔ یہ تحریر بھی **آپ** کے تبرکات میں میرے پاس محفوظ ہے۔" [حیات صدرالافاضل: ص۲۴۵]

یوں ہی صدرالافاضل کے آخری دستخط بھی آپ کے ہی حق میں ہوئے۔

صدرالافاضل نے ایام وصال میں آپ کو اپنی بیاض خاص عطا فرمائی اور فرمایا کہ اسے نقل کرلو بعد میں یہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہوگی۔ تو آپ نے اسے ایک ہفتے میں نقل فرمایا اور جب اصل بیاض واپس دی تو عرض کیا:

کہ حضور لوگ اسے سرقہ نہ سمجھ لیں، اس لیے اس نقل پر دستخط فرمادیں۔ تو آپ نے اس بیاض پر دستخط فرمائے۔ یہ دستخط صدرالافاضل کے آخری دستخط تھے جو مخدوم میاں کے حق میں ہوئے۔

آپ خود لکھتے ہیں:

”وصال سے دو ہفتے قبل آپ نے مجھ سے فرمایا، شاہ جی تم نے میری بیاض خاص کی نقل کرلی ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں!، فرمایا نقل کرلو، پھر تم کو دیکھنی بھی نصیب نہ ہوگی (چناں چہ یہی ہوا کہ اس کا دیکھنا بھی میسر نہیں) میں نے جلد از جلد اس کو نقل کر کے ایک ہفتہ قبل پیش خدمت کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور اس پر دستخط فرمادیں۔ چوں کہ زمانے نے دیکھا ہے کہ میں خدمت اقدس میں ہر وقت باریاب رہتا ہوں، کہیں کوئی یہ بدگمانی نہ کرے کہ میں نے خود خفیہ نقل کی ہے۔ اس بات پر آپ مسکرائے اور دستخط فرمادیے۔ یہ وہ آخری دستخط ہیں کہ اس کے بعد آپ نے دستخط ہی نہیں کیے اور اس خادم کے پاس موجود ہیں۔“ [مرجع سابق: ص۲۴۴،۲۴۵]

صدرالافاضل کی تحریروں پر تصدیق و تائید

صدرالافاضل کی درج ذیل کتاب پر آپ کی تائید پائی جاتی ہے۔

ہدایت کاملہ بر قنوت نازلہ:

ھذا ھو الحق والحق بالاتباع احق

کتبہ المسکین غلام معین الدین النعیمی

[ص۱۵]

سنی کانفرنس کی سرگرمیاں اور صدرالافاضل کی رفاقت میں پاکستانی دورے

صدرالافاضل کی قائم کردہ تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس کی سرگرمیوں میں آپ نے خوب حصہ لیا۔ صدرالافاضل نے آپ کو تنظیم کا منتظم و منصرم مقرر فرمایا تھا۔ دفتر آل انڈیا سنی کانفرنس میں آنے والے خطوط اور اس میں ہونے والی آمد و خرچ کا حساب کتاب آپ کے ذمہ تھا۔ اور گاہے بگاہے سنی کانفرنس کی سرگرمیوں کے سلسلے میں صدرالافاضل کے ہونے والے دوروں میں آپ بھی ساتھ ہوتے تھے۔ آخری ایام میں صدرالافاضل نے پاکستانی دورے فرمائے۔ تو اس میں بھی آپ کو ساتھ رکھا۔ یہ تفصیل خود مخدوم میاں نے تحریر فرمائی ہے ملاحظہ فرمائیں:

”اسی دوران میں تحریک پاکستان شروع ہوگئی۔ آپ نے سُنّی کانفرنس کی تنظیم تیز تر فرمائی اور ملک میں دَورے شروع کر دیے۔ لہٰذا اس خادم کو مرکزی دفتر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا منصرم مقرر کیا۔ تمام مراسلات و مواصلات، تحصیل و ترسیل زر سب اس خادم کے سپرد ہوئی اور جب ملک میں **حضرت** کے دَورے قیام پاکستان کے سلسلہ میں شروع ہوئے تو اس خادم کو اپنی خدمت میں ساتھ رکھا، حتیٰ کہ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس ہوئی اور اگست ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان ہوا.... لیکن اس کے کچھ عرصے بعد **حضرت قدس سرہٗ** کے مرض ذیابطیس نے ترقی کی اور جسم روز بروز گھلتا رہا، صحت جواب دیتی رہی۔ آپ نے خیال فرمایا کہ میرا آفتاب عمر بر سر کوہ ہے اور یہ شمع علم و عرفاں گُل ہونے والی ہے تو وہ روپیہ جو سُنّی کانفرنس کا ہے اس کو کسی ایسی جگہ خرچ کرانا چاہیے جو سُنّی کانفرنس کا مقصد اصلی ہے۔

چناں چہ مارچ ۱۹۴۸ء میں آپ نے آل پاکستان کا طوفانی دَورہ فرمایا، حتیٰ کہ لاہور اسی غرض سے رونق افروزی ہوئی۔ حضرت ابوالحسنات صاحب قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور پاکستان سے جو اس وقت ”پنجاب سُنّی کانفرنس“ کے صدر اعلیٰ تھے، تبادلہ خیالات کیا۔ ملکی حالات استفسار فرمائے۔ پھر لاہور سے کراچی کا عزم کیا۔ اسٹیشن پر مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب میرٹھی مرحوم، مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی اور دیگر احباب و نیاز مندان برائے استقبال حاضر آئے۔ مولانا عبدالحامد صاحب اپنی کار کے ذریعے اسٹیشن کراچی شہر سے حضرت علامہ مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی کے دولت کدہ پر لے گئے۔ شام کو ایک کاٹھیاواری سیٹھ (جن کو مدنی کہتے ہیں ان کا نام اس وقت یاد نہیں) کے یہاں ایک منزل مکان خالی کرا کے قیام کرایا۔ آپ نے وہاں شہر کے علما و عمائدین اہل سنت کو بلایا۔

اس سفر میں حضرت محدث اعظم مولانا الشاہ ابوالمحامد سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی، حضرت سید مولانا مفتی صاحبداد خان صاحب، حضرت مولانا عبدالسلام صاحب باندوی اور دیگر احباب اہل سنت کے مشورے سے طے پایا کہ ایک ادارہ تبلیغ قائم کیا جائے جس کے تحت سندھ کے علاقہ میں دَورہ کر کے سندھی مسلمانوں میں تبلیغ مذہب ہو، جب مبادیات طے ہوگئیں تو آپ نے حاجی محمد ابراہیم صاحب مانکڑا سیٹھ کاٹھیاوار کو دو ہزار روپیہ سُنّی کانفرنس کا دیا اور فرمایا یہ رقم کام شروع کرنے کے لیے ہے، لیکن یہ رقم کم نہ ہو، اس کو پورا کرتے رہنا تمہارا کام ہے۔ اس تبلیغی ادارے کے صدر مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی مقرر کیے گئے اور ان کی صواب دید پر تحصیل رقم موقوف رکھی گئی۔

جب یہ تمام کام ختم کر چکے تو حضرت نے ارادہ فرمایا کہ بغداد شریف، نجف اشرف، کربلائے معلی، بیت المقدس اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت فرمائیں۔ کراچی تو آ ہی گئے ہیں چناں چہ پاسپورٹ اور سیٹیں سب مکمل ہو چکی تھیں لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ مرض نے انتہائی شدت اختیار کر لی اور اب تپ و لرزہ بھی شروع ہوگیا۔

بالآخر زیارتوں کا سفر ترک فرمادیا اور لاہور واپس تشریف لے آئے۔ لاہور آنے کے بعد مرض نے خطرناک صورت اختیار کرنی شروع کردی، مسلسل غذا کے نہ پہنچنے سے ضعف و نقاہت کا استیلا ہونا لازمی تھا چوں کہ آپ کا قیام ہمیشہ حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے یہاں ہوتا تھا، اس سفر میں بھی آپ نے یہاں ہی قیام فرمایا۔ سید صاحب قبلہ نے بے حد تگ و دو کر کے اسپیشل طیارے (ہوائی جہاز) میں دہلی کے لیے سیٹ ریزرو (reserve) کرائی اور آپ مراد آباد واپس تشریف لے گئے۔"

[حیات صدر الافاضل: ص۲۳۹ تا ۲۴۱]

پاکستان کے آخری دورے سے واپسی کے بعد صدر الافاضل نے پاکستانی علما سے کیے گئے وعدے کے مطابق پاکستان کے لیے اسلامی دستور ترتیب دینے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن گیارہ دفعات ہی تحریر کر سکے تھے کہ پیغام اجل آپہنچا اور آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ صدر الافاضل کے ہاتھ سے لکھے ہوئے اس نامکمل دستور کا مسودہ مخدوم میاں کے پاس محفوظ تھا جسے بعد میں آپ نے حیات صدر الافاضل میں شائع کیا۔ ہم یہاں وہ مسودہ آپ کے حوالے سے نقل کر دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"غرض کہ **حضرت صدر الافاضل قدس سرہ** مراد آباد پہنچنے کے بعد علالت کے باوجود پاکستان کے علما و زعما سے کیے گئے "اسلامی دستور" کی تدوین و ترتیب کے وعدے کے ایفاء کا عزم مصمم فرمایا مختلف ممالک اسلامیہ اور ترکی کی خلافت عثمانیہ کے دساتیر و قوانین کی کتابیں جمع فرمائیں۔ اور پاکستان کے لیے اسلامی دستور کے خاکے کے لیے ذیل کے چند دفعات رقم فرمائے۔ جو کہ **حضرت صدر الافاضل قدس سرہ** کے اپنے دست مبارک کے تحریر کردہ ہیں اور اصل تحریر میرے پاس محفوظ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ ومن اتبعہ ووالاہ

تعریف: آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی تصریحات کے مطابق پاکستان سے وہ آزاد اسلامی حکومت مراد ہے، جو ہندوستان کے اندر شریعت مطہرہ کے مطابق فقہی اُصول پر قائم کی جائے گی۔

{۱} اس حکومت کا فرماں رَوا، ایک سُنّی امیر ہو گا۔

{۲} اس امیر کو مسلمانانِ اہل سنت کی اکثریت منتخب کرے گی۔

{۳} وہ امیر دین دار اور مدبّر اہل اسلام کی ایک جماعت کو شوریٰ کے لیے منتخب کرے گا۔

{۴} جماعتِ شوریٰ امیر کے ماتحت ہوگی۔

{۵} جماعتِ شوریٰ کی تجاویز، امیر کی منظوری کے بعد مکمل سمجھی جائیں گی۔

{۶} امیر، جماعت شوریٰ کے مشورہ سے ایک وزیر اعظم کا انتخاب کرے گا۔
{۷} یہ وزیر جملہ اُمور داخلہ وخارجہ کے نظم ونگرانی کا کفیل ہوگا۔
{۸} وزیر اعظم، محکمہ جات سلطنت کے لیے جدا جدا وزیر نامزد کرکے امیر سے منظوری حاصل کرے گا۔
{۹} امیر کی منظوری کے بعد یہ وزرا اپنے اپنے محکمہ کا کام ہاتھ میں لیں گے اور حسب ضرورت عہدہ دار اور محکمے مقرر کریں گے۔
{۱۰} محصولات، شرع کے مطابق فقہ کی رہنمائی سے مقرر کیے جائیں گے۔
{۱۱} غیر مسلم رعایا کو معاہد بنایا جائے گا اور انہیں امن دیا جائے گا اور ان کے جان ومال کی حفاظت حکومت کے ذمے ہوگی۔

حضرت صدرالافاضل قدس سرہٗ پاکستان کے لیے اسلامی دستور کے سلسلے میں مذکورہ گیارہ دفعات ہی لکھنے پائے تھے کہ علالت نے غلبہ کیا، یہاں تک کہ ماہِ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں اس جہانِ فانی سے عالم بقا کی جانب رحلت فرما ہو گئے اور یہ دستوری خاکہ مرتب نہ فرما سکے۔

کاش کہ **حضرت قدس سرہ** اپنی حیات مبارکہ میں پاکستان کے لیے ایک اسلامی دستوری خاکہ مرتب فرما کر عنایت کر سکتے تو تاریخ اسلام میں ایک عظیم دستاویز کا اضافہ ہوتا۔ اور اسلام پسند حلقوں کے لیے ایک اہم اور بلاشک وریب خالص اسلامی ضابطہ وقوانین ہاتھ آجاتا لیکن مشیت ایزدی میں کس کو چارہ ہے۔''

[مرجع سابق: ص ۱۹۴ تا ۱۹۶]

مخدوم میاں کا صدرالافاضل سے عقیدت مندانہ لگاو اور محبتانہ ربط

آپ صدرالافاضل سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ صدرالافاضل سے وارفتگی عشق اور غایت محبت ہی تھی کہ آپ تادم حیات صدرالافاضل کی یادوں میں مست رہے۔ اسے عشق سے ہی تعبیر کیا جائے گا کہ آپ نے اپنی زندگی کے ہر اہم حصے میں صدرالافاضل کی ذات کو شامل رکھا۔ بیٹے کی پیدائش ہوئی تو نام نعیم الدین رکھا۔ کتابیں لکھیں تو اس میں اپنے مرشد برحق کی نسبتیں باقی رکھیں۔ جیسے

''نعیم البیان فی تفسیر القرآن'' قرآن پاک کی تفسیر ہے۔
''نعیم الکلام فی حدیث خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم'' احادیث کی شرح ہے۔
نعیم رسالت: اہل سنت کے عقائد ومعمولات پر تین سو احادیث کا مجموعہ ہے۔
مناعم النبوۃ: مدارج النبوۃ مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، کا ترجمہ ہے۔

النعمۃ العظمیٰ: الخصائص الکبریٰ کا ترجمہ ہے۔
ریاض نعیم: صدرالافاضل کے منتشر و نادر غیر مطبوعہ حمدیہ ونعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔
حیات صدرالافاضل: صدرالافاضل کی اولین معتبر و مستند سوانح ہے۔
فتاوی صدرالافاضل: صدرالافاضل کے فتاوی کا مجموعہ ہے۔
افاضات صدرالافاضل: صدرالافاضل کے مقالات ومضامین کا مجموعہ ہے۔
تبرکات صدرالافاضل: صدرالافاضل کی نادر تحریروں کا مجموعہ ہے۔
سواداعظم: ہفت روزہ اخبار جو صدرالافاضل کے جاری کردہ ماہنامہ ''السواد الاعظم'' کی یادگار ہے۔
اس ماہنامے کے اغراض ومقاصد جو آپ نے تحریر فرمائے تھے ان میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا:
''**صدرالافاضل حضرت مولانا الحاج حکیم مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ** کے تبلیغی مشن کو کامیاب کرنا۔''

الغرض اپنے ہر کام میں اپنے مرشد برحق، استاد مکرم کو شامل رکھا، اسی لیے ہر محاذ پر کامیابی ملتی چلی گئی۔ صدرالافاضل کے کاشانہ مبارکہ میں خوب آپ کی آمد ورفت تھی اہل خانہ کے خورد ونوش کا انتظام آپ کے سپرد تھا۔ آپ خود فرماتے ہیں:

''۱۹۴۳ء میں چوں کہ اماں جی (یعنی والدہ شہزادگان **حضور صدرالافاضل**) کا انتقال ہوچکا تھا۔ اور آپ اپنے دونوں بڑے صاحب زادوں اور ان کے گھربار کے اخراجات کے خود متکفل تھے۔ اور تمام نفوس کا خرچ خود ہی برداشت فرماتے تھے، اس لیے گھر کے خورد نوش کا انتظام اس خادم کے سپرد تھا۔ آستانے سے ہر ایک چیز دونوں وقت دونوں صاحب زادوں کے گھر جاتی تھی، مہمانوں وغیرہ کا کھانا ایک وقت بڑے صاحبزادے کے یہاں اور ایک وقت منجھلے صاحب زادے حضرت مولانا محمد اختصاص الدین احمد صاحب نعیمی کے یہاں پکتا تھا۔''

[مرجع سابق: ص۲۳۹]

صدرالافاضل کے ایام مرض ووصال اور مخدوم میاں کی خدمات

یوں تو آپ نے تقریباً آٹھ (۸) سال مسلسل صدرالافاضل کی خدمت میں گزارے۔ سفر وحضر میں ساتھ رہے۔ لیکن آخری دنوں میں بہت زیادہ خدمت کا شرف حاصل کیا۔ شب وروز صدرالافاضل کی خدمت میں حاضر رہتے کھانا، پانی، دوا، غذا، لباس، وغیرہ سارے کام آپ ہی کرتے۔ اگر آپ کچھ دیر کے لیے غیر حاضر ہوجاتے تو اس دوران اگر کوئی اور غذا وغیرہ کے لیے عرض کرتا تو آپ منع فرمادیتے اور فرماتے شاہ جی ''کو آنے دو۔ آپ خود لکھتے ہیں:

”علالت کے زمانے میں **حضرت** مجھے بعد مغرب گھر جانے کی اجازت مرحمت فرماتے تھے۔ اور میں ایک گھنٹہ یا کچھ کم و بیش میں واپس آجاتا تھا۔ اگر میرے گھر جانے تک کچھ غذا ملاحظہ نہیں فرمائی ہے تو جب تک میں واپس نہیں آتا تھا میرا انتظار فرماتے رہتے۔ غذا کے لیے جو بھی عرض کرتا، فرماتے شاہ جی کو آنے دو۔“

[مرجع سابق: ص ۲۴۴]

یہی نہیں بلکہ جو حضرات بغرض ارادت حاضر ہوتے تو صدر الافاضل کی نیابت کا حق آپ ہی ادا کرتے تھے۔ وہ اس طرح کہ صدر الافاضل ضعف و نقاہت کے سبب اس قدر تیز نہ بول پاتے کہ لوگوں تک آواز پہنچے تو مخدوم میاں آپ کے منہ کے قریب کان کر لیتے اور جو آپ سے سنتے وہ لوگوں کو خود اپنی آواز میں سنا دیتے اور اس طرح لوگ صدر الافاضل سے مخدوم میاں کی وساطت سے شرف ارادت حاصل کر لیتے تھے۔ آپ نے خود لکھا ہے:

”اس کے بعد مریدین کا ایک تانتا بندھنا شروع ہو گیا، ایک جماعت آتی تھی داخل سلسلہ ہو کر جاتی تھی کہ دوسری جماعت آجاتی۔ خدا معلوم کہاں کہاں سے لوگ آتے تھے۔ آخری ایام میں چوں کہ ضعف و نقاہت سے آواز بالکل پست ہو گئی تھی، جماعت کو بآواز تلقین نہیں کی جا سکتی تھی تو یہ خادم **حضرت** کے لب ہائے مبارک کے پاس اپنے کان لے جاتا، آپ ارشاد فرماتے: اور میں اس کا اِعادہ کرتا۔ اور مرید اس کو کہتے جاتے تھے، حتیٰ کہ رحلت سے ایک گھنٹہ قبل تک یہی سلسلہ رہا۔“ [مرجع سابق: ۲۴۳، ۲۴۴]

صدر الافاضل کے وصال سے چند روز قبل آپ نے صدر الافاضل کے حوالے سے ایک مبارک خواب دیکھا جس میں خلفاے اربعہ حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، صدر الافاضل کا انتظار فرما رہے ہیں۔ آپ نے اپنا خواب صدر الافاضل کو سنایا تو صدر الافاضل کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور فرمایا کہ میرا انتظار ہے اب میں جا رہا ہوں۔ آپ نے یہ خواب خود تحریر فرمایا ہے آپ بیان کرتے ہیں:

”اسی دوران میں ایک شب حضرت کے سرہانے تکیہ پر سر رکھے ہوئے لیٹا تھا، کچھ غنودگی سی طاری ہو گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ؛

”ایک نہایت عالی شان بقعہ نور کمرہ ہے، چاروں طرف قالین پر گاؤ تکیے لگے ہوئے ہیں، ایک طرف حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونق افروز ہیں، ایک طرف حضرت سیدنا عثمان ذو النورین، ایک طرح حضرت سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ مشکل کشا، ایک طرف حضرت ابو ہریرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تکیہ لگائے رونق افروز ہیں۔ آخر میں ایک کونہ پر ایک نشست خالی ہے، کمرے کے دروازہ پر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں کہ ایک طرف سے سفید عمامہ باندھے سفید ململ کی اچکن پہنے **حضرت قدس**

سرہٗ **(صدر الافاضل)** آرہے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا تمہاری نشست اندر خالی ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ میرے لیے یہی بڑی سعادت ہے کہ جوتیوں میں ہی جگہ مل جائے۔ مگر حضرت فاروق اعظم ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے، **حضرت** نے عرض کیا، الامر فوق الادب۔ اس خالی نشست میں آپ کو لے جاکر بٹھایا گیا، آپ ابھی پورے بیٹھے بھی نہیں تھے کہ میری آنکھ کسی وجہ سے کھل گئی۔ صبح کو سیدی استاذی تاج العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی قدس سرہٗ کی موجودگی میں اپنا خواب بیان کیا۔ سن کر **حضرت** کے خوشی میں آنسو نکل آئے۔ فرمایا، میرا انتظار ہے، اب میں جارہا ہوں۔ یہی اس کی تعبیر ہے۔ حضرت تاج العلماء نے عرض بھی کیا کہ یہ خواب حضور کی صحت کی طرف اشارہ کررہا ہے۔ مگر آپ نے پھر یہی فرمایا، نہیں۔ میرا انتظار ہے۔" [مرجع سابق: ۲۴۲، ۲۴۳]

الغرض مخدوم میاں نے صدر الافاضل کے آخری ایام میں صدر الافاضل کی خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں فرمایا۔ آپ رات بھر جاگ کر صدر الافاضل کی خدمت کرتے تھے۔ آپ کے علاوہ کسی کو قریب رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ آپ خود لکھتے ہیں:

"مراد آباد پہنچنے کے بعد تو حالات دن بدن مایوس کن ہوتے چلے گئے۔ شہر کے بڑے بڑے حکیم وڈاکٹر آتے رہے، اپنے فن کے کمال دکھاتے رہے، مگر جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہ ہوا۔ حتیٰ کہ جب آپ کی نشست و برخاست بھی متعذر ہوگئی تو آپ نے چارپائی جنوباً و شمالاً کرادی تاکہ رُو بقبلہ ہوکر نماز اَدا کی جاسکے۔

اس دوران میں مَیں مسلسل راتوں کو جاگتا تھا اور کسی کو قریب رہنے کی اجازت نہ تھی۔ میرا ہمیشہ کا معمول رہا ہے کہ کبھی **حضرت** کے سامنے نہیں لیٹا اور نہ کبھی چار زانو بیٹھا۔ ہمیشہ میں آستانہ پر کسی دیوار یا ستون کی اَوٹ میں رات کو لیٹتا تھا تاکہ مجھے **حضرت** لیٹے ہوئے نہ دیکھیں۔ چناں چہ اس بیماری کے زمانہ میں بھی اگر غنودگی نے بہت مجبور کیا تو چارپائی کے پیچھے سرہانے گاؤ تکیہ پر سر رکھا، کچھ نیند لے لی۔ **حضرت** اگر کروٹ بھی لیتے تھے تو میں بیدار ہوجاتا تھا۔"

[مرجع سابق: ۲۴۱، ۲۴۲]

صدر الافاضل کے ایام مرض کے اہم واقعات اور وصال و بعد وصال کے تفصیلی حالات آپ نے تحریر فرمائے ہیں اور سن وفات پر مشتمل تاریخی کلام و قطعات لکھے ہیں جو ہم نے صدر الافاضل کی علالت و وصال کے باب میں نقل کر دیے ہیں قارئین وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

صدر الافاضل کی اولین سوانح "حیات صدر الافاضل"

صدر الافاضل کی حالات زندگی اور دینی خدمات پر مشتمل سب سے پہلی کتاب "حیات صدر الافاضل" ہے جسے آپ نے تالیف فرمایا۔ اس طرح آپ کو صدر الافاضل کی اولین سوانح لکھنے کا شرف حاصل ہے۔ علمی حلقے میں اس

کتاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ اور آج تک صدرالافاضل پر لکھنے والوں کے لیے یہ کتاب اصل ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔

ریاض نعیم اور دیگر افاضات صدرالافاضل کی اولین اشاعت

صدرالافاضل کا مجموعہ کلام ''ریاض نعیم'' جو ناقص وادھورا تھا کسی میں مقطع نہیں تھا تو کہیں مصرعہ ثانیہ غائب تھا صدرالافاضل سے آپ نے درخواست پیش کی کہ اسے مکمل کر دیا جائے۔ صدرالافاضل نے آپ کے عریضے پر توجہ فرمائی اور ادھورے جتنے کلام تھے مکمل کر کے آپ کو سونپ دیے۔ اور صدرالافاضل کے وصال کے بعد جب آپ لاہور میں اشاعتی سرگرمیوں میں مصروف ہوئے تو آپ نے صدرالافاضل کے مجموعہ کلام کی اولین اشاعت فرمائی۔

علاوہ ازیں صدرالافاضل کے مقالات ونوادرات، غیر مطبوعہ فتاوی ومصنفات کی اولین اشاعت کا سہرا بھی آپ کے سر جاتا ہے۔

منقبت درشانِ صدرالافاضل

مخدوم میاں نے صدرالافاضل کی تاریخ وصال سے متعلق کئی اہم تاریخی قطعات ومنظوم کلام تحریر فرمائے قارئین صدر الافاضل کے وصال کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔ ہم یہاں بس ایک منقبت پیش کر رہے ہیں جو مخدوم میاں نے صدرالافاضل کی بارگاہ میں بطور خراج عقیدت پیش کی ہے ملاحظہ ہو:

منیب حضرت خیر الوریٰ صدر الافاضل ہیں
ہمارے رہنما و پیشوا صدر الافاضل ہیں
شریعت میں طریقت میں حقیقت میں ہدایت میں
امام اصفیا و اتقیا صدر الافاضل ہیں
سفینہ اہل سنت کا نہ ہو محفوظ کیوں باد مخالف سے
کہ اس کے پاسبان و ناخدا صدر الافاضل ہیں
مٹائی کفر کی ظلمت، منور کر دیا دل کو
نرالی شان کے یہ رہنما صدر الافاضل ہیں
فقاہت میں مقام اعلیٰ، سیاست میں درخشندہ
تکلم میں امام و پیشوا صدر الافاضل ہیں
خمیدہ سر مشائخ اور افاضل ہو گئے دَر پر
سبھی کے مقتدا و رہنما صدر الافاضل ہیں

معین الدین نعیمی تجھ کو مشکل کوئی کیوں گھیرے
ترے جب حامی و مشکل کشا صدر الافاضل ہیں

[مرجع سابق: ص۲۵۶، ۲۵۷]

صدر الافاضل سے متعلق اجمالی تاثرات

صدر الافاضل سے متعلق آپ کے درج ذیل تاثرات پڑھے جانے کے لائق ہیں۔ آپ رقم طراز ہیں:
"**اعلیٰ حضرت سرتاج اہل سنت تاج المفسرین راس المتکلّمین صدر الافاضل استاد العلماء سیدی و مولائی مرشدی مولانا الحاج حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنی لازالت شموس فیضانہ** جو چمنستان معرفت کے عندلیب میدان شریعت کے شہسوار علم وفضل کے آفتاب نور وعرفان کے ماہتاب زمانہ حاضرہ کے لیے بے مثال ادیب، دور پر فتن کے بے نظیر مناظر وخطیب، مذہب سنیت کے مہکتے پھول......کے در بے بہا، عالم کے مرجع، جہان کے مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کی ذات والا صفات عالم سنیت کے لیے ایک بہار اور دین مستقیم کے لیے عماد وبنیاد تھی۔ ان کا وجود قدسی جہاں کے لیے رحمت تھا۔ خاص کر سنیوں کے لیے نعمت عظمیٰ تھا جن کی ذات کریم دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز رہی۔ عمر شریف کا کوئی حصہ خدمت دین مستقیم سے خالی نہیں۔ ہر آن ذکر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق یاد الٰہی میں محو تھا۔"

[اخبار دبدبہ سکندری: ۱۱ر نومبر ۱۹۴۸ء۔ ص۵]

فخرملت مفتی نذیرالاکرم نعیمی

فخرملت خطیب ایشیاویورپ علامہ نذیرالاکرم نعیمی شہر مرادآباد میں مولانا محمد ظہوراحمد نعیمی کے گھر ۲۹؍صفر المظفر ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹؍ستمبر ۱۹۲۵ء دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے۔ مقررہ وقت پر رسم بسملہ ادا کی گئی۔ والد گرامی سے قرآن شریف اور اردو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ قاری محمد اقبال مرحوم کے پاس تکمیل حفظ قرآن کیا۔ اور پھر جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخل ہو کر درس نظامی کا آغاز کیا۔ اور یہیں علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی۔ ۱۹۴۵ء میں دستار بندی ہوئی۔

صدرالافاضل کے ساتھ تبلیغی دوروں میں شرکت کرتے رہے۔ خطابت وطبابت سے خاص شغف تھا۔ پہلا حج صدرالافاضل کی رفاقت میں کیا۔ سنی کانفرنس کے آخری مراحل میں صدرالافاضل کی خدمت میں رہ کر خوب خدمت انجام دی۔ حضور اشرفی میاں سے شرف بیعت حاصل تھا۔ اور اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔ علاوہ ازیں مفتی اعظم ہند، صدرالافاضل اور علامہ ضیاء الدین مدنی کی بارگاہوں سے بھی تمغہ اجازت وخلافت حاصل ہوا۔ شاعرانہ ذوق بھی طبیعت پر غالب تھا۔ دو سو سے زائد نعتوں پر آپ کا نعتیہ دیوان جس پر گواہ ہے۔ علاقے کی مذہبی وسیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ مدارس میں بحیثیت ممتحن مدعو کیے جاتے تھے۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ، فضیلت والوں اور دیگر جماعتوں کے طلبہ کا امتحان لینے کے لیے بھی تشریف لے جاتے تھے۔

۱۸؍محرم الحرام ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۷؍نومبر ۱۹۸۰ء جمعرات کے دن صبح کے وقت آپ اس دنیائے فانی سے دار بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔ مرادآباد کی مشہور لال مسجد کے پیچھے آپ کا مزار شریف ہے۔ جہاں ہر سال وصال کی تاریخ میں بہت ہی سادا انداز میں آپ کے عرس کی تقریب منائی جاتی ہے۔

جامعہ نعیمیہ سے تعلیم وفراغت اور بارگاہ صدرالافاضل سے اکتساب علم وفیض

۱۴تا۱۷؍جولائی ۱۹۴۵ء مطابق ۵تا۸؍شعبان المعظم کو جامعہ نعیمیہ کے پینتیسویں سالانہ اجلاس میں آخری روز یعنی ۸؍شعبان المعظم ۱۳۶۴ھ بروز بدھ آپ کی دستار بندی ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر شریف فارغین کے رجسٹر میں ۱۹؍سال لکھی ہوئی ہے۔ جامعہ نعیمیہ کے مقرر اساتذہ کرام کے علاوہ آپ نے خصوصی طور پر صدرالافاضل سے اکتساب علم کیا۔ مروجہ کتابوں کے سوا فقہ وافتا اور طب کی اہم کتابیں صدرالافاضل سے پڑھیں۔ صدرالافاضل سے والہانہ محبت تھی۔ اپنے شب وروز صدرالافاضل کی خدمت میں گزارے، اور خوب کسب فیض فرمایا۔ صدرالافاضل سے اپنی مقدس نسبت پر بڑا فخر فرماتے تھے۔ ایک نعت پاک کے مقطع میں جس کا اظہار بھی کیا ہے فرماتے ہیں: ؎

نعیمی ہوں اسی نسبت پہ مجھ کو ناز ہے اکرمؔ

مجھے سب کچھ ملا ہے حضرت صدر الافاضل سے

فخرملت کا فقہی عجوبہ بموقع دستار بندی

فخر ملت نے اپنی دستار فضیلت کے موقع پر ایک بجلی کے بورڈ پر فقہی و منطقی معمے لکھ کر ان کو بلبوں سے مزین کر دیا، جوابات دینے پر ان بلبوں کے جلنے سے غلط اور صحیح کا اندازہ ہوجاتا تھا۔ اس پہیلی بورڈ نے سب کی توجہ اپنی طرف کر دی تھی۔ طلبہ، عوام اور خواص سبھی اس بورڈ سے بہت متاثر تھے۔ علمائے کرام آپ کو داد و تحسین سے نواز رہے تھے، تو طلبہ و عوام اس کو سلجھانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ آپ کے استاد گرامی تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی نے ان اجلاس کی روداد لکھتے ہوئے اس بجلی والے پہیلی بورڈ کا بھی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ یہاں اس کا بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ تاج العلماء تحریر فرماتے ہیں:

”۱۴،۱۴،۱۵،۱۶،۱۷ر جولائی ۱۹۴۵ء جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے سالانہ جلسہ ہائے دستار بندی کے ساتھ سنی کانفرنس کے اجلاس بھی منعقد کیے گئے تھے۔ شب میں جامعہ کے جلسے ہوتے تھے، جن میں ملک کے بہترین فاضل بڑے دلکش پیرایے میں اپنی روح پرور تقریروں سے تسخیر قلوب فرماتے تھے۔ جامعہ کا وسیع میدان اور عالی شان مکان سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہوتا تھا اور وہ علما کے ایمان افروز کلام سے مست نظر آتے تھے۔ مجمع جھوم جھوم جاتا تھا۔ مرحبا تحسین کے نعروں کی آواز دور تک پہنچتی تھی۔ عجب بہار کا وقت تھا اخیر روز پندرہ فارغ التحصیل قابل طلبہ کی دستار بندی ہوئی۔ جنہوں نے معقولات و منقولات میں ممتحنین سے تحسین و آفرین کے انعام پائے ان طلبہ میں زیادہ تعداد پردیسیوں کی تھی جو یوپی، پنجاب، بنگال کے رہنے والے تھے اور تین طالب علم مرادآباد کے رہنے والے تھے۔

اگرچہ سارے ہی طلبہ اپنی قابلیتوں کے اعتبار سے تعریف کے مستحق ہیں۔ لیکن مولوی حاجی حافظ محمد نذیر الاکرم نے ایک ایسا علمی عجوبہ پیش کیا جس سے طبقہ علما بہت ہی محظوظ ہوا اور اس نے ان کی ذہانت اور ذوق علمی کی خوب داد دی۔ یہ اعجوبہ ایک خوشنما بورڈ تھا، جس پر ایک طرف فقہی اور منطقی مشکل ترین سوالات درج تھے۔ ایسے مشکل کہ علما کو بھی ان کے حل کرنے کے لیے فرصت اور غور کی ضرورت ہو دوسری طرف ان سوالات کے جوابات درج تھے۔ ایک ایک سوال کے کئی کئی جواب دو تین غلط اور ایک صحیح۔ اس بورڈ میں بجلی کے تار فٹ کیے گئے تھے۔ ایک تار کی گھنڈی سوال کے اوپر رکھی جاتی تھی اور دوسرے تار کی گھنڈی جوابات پر، جواب کی گھنڈی جب صحیح جواب پر رکھی جاتی تھی بورڈ میں روشنی ہوجاتی تھی اور جب غلط جواب پر رکھی جاتی تھی تو بورڈ روشن نہ ہوتا۔ مولانا محمد نذیر الاکرم کی اس ایجاد اور ان کی طباعی اور ذہانت کی ناظرین بار بار داد دیتے تھے یہ جلسے بڑی شان و شکوہ کے ساتھ ہوئے۔“

[اخبار الفقیہ: ۲۱،۲۸ر جولائی ۱۹۴۵ء ص ۱۲، دبدبہ سکندری: ۳۰ر۱۳ اگست ۱۹۴۵ء]

فخر ملت پر صدر الافاضل کی غایت شفقت

آپ پر صدر الافاضل کی بڑی شفقتیں اور مروتیں رہیں۔ دستار بندی کے موقع پر جو مسرت وشادمانی اہل خانہ کو تھی اس سے کہیں زیادہ خوشی صدر الافاضل کو تھی۔ مدرسے کے جلسہ دستار بندی سے فارغ ہو کر صدر الافاضل نے آپ کی فراغت کے سلسلے میں اپنے دولت کدے پر بھی ایک محفل کا اہتمام فرمایا اور اس میں پھر ایک بار اپنے مقدس ہاتھوں سے دستار بندی کی رسم ادا فرمائی۔ صدر الافاضل نے آپ کے عالم دین ہونے پر اجمیر شریف بارگاہ خواجہ میں نیاز عقیدت پیش کرنے کی منت مانی تھی ،ان سرگرمیوں سے نمٹنے کے بعد صدر الافاضل آپ کو اپنے ساتھ لے کر اجمیر شریف حاضر ہوئے اور منت پوری فرمائی۔

صدر الافاضل فارغین علما کو جو سند عنایت فرماتے تھے اس میں عموماً نام سے پہلے ”اخ العزیز“ تحریر فرماتے۔ البتہ جن پر زیادہ مہربان ہوتے ،اور جو آپ کی باگارہ مقبول ہوتے ان کے نام سے پہلے ”ولدی الاعز“ لکھا کرتے تھے۔ آپ کی سند میں بھی صدر الافاضل نے ”ولدی الاعز“ ہی تحریر فرمایا تھا۔ ان تمام باتوں سے آپ پر صدر الافاضل کی غایت شفقت ومحبت کا پتہ چلتا ہے۔

صدر الافاضل کا پہلا حج اور فخر ملت

۱۳۵۴ھ میں صدر الافاضل نے پہلا حج کیا۔ توکئی مشاہیر علما صدر الافاضل کے ساتھ اس سفر حج میں شریک رہے۔ فخر ملت کے والد گرامی مولانا ظہور احمد نعیمی اور خود آپ بھی اس سفر میں صدر الافاضل کے ساتھ تھے۔ جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں:

”راقم الحروف کے والد ماجد اوران کے عم مکرم وغیرہم شریک سفر تھے۔ فقیر راقم الحروف کو بھی نعلین برداری کا شرف حاصل تھا۔“ [ماہنامہ پاسبان الہ آباد کا مجد دنمبر: نومبر، دسمبر ۱۹۵۵۔ ص ۷۳]

صدر الافاضل کے حج سے متعلق کئی اہم دل چسپ واقعات جو آپ کے چشم دید تھے ہم نے صدر الافاضل کے حج کے ضمن میں نقل کر دیے ہیں، قارئین وہیں ملاحظہ کریں۔

سنی کانفرنس میں فخر ملت کی سرگرمیاں

تحریک سنی کانفرنس کے آخری مراحل میں آپ بھی سنی کانفرنس کا ایک اہم حصہ بن گئے تھے۔ فراغت کے بعد ہی ۳۱/ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو صدر الافاضل نے آپ کو سنی کانفرنس مرادآباد کی شہری کمیٹی کا ناظم مقرر فرمادیا۔ اور آپ کے والد ماجد مولانا ظہور احمد نعیمی کو اس کمیٹی کا خازن تجویز فرمایا۔

[ماخوذ دبدبہ سکندری: ۲۶/ نومبر ۱۹۴۵ء ص ۶، بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس: ص ۶۹]

سنی کانفرنس سے متعلق تبلیغی دوروں میں کئی بار صدرالافاضل کے ساتھ شریک سفر رہے۔ فروری ۱۹۴۶ء کو بنگال کے دورے پر صدرالافاضل آپ کو بھی اپنے ساتھ سفر میں لے گئے۔ جون ۱۹۴۶ء میں صدرالافاضل کے ساتھ ریاست اودے پور، میواڑ، راجپوتانہ، چتوڑاوراردگرد کے علاقوں میں کئی اہم تبلیغی دورے کیے۔ کئی جلسوں میں خطابات بھی ہوئے۔ نومبر ۱۹۴۵ء میں ضلع مین پوری میں صدرالافاضل کے ساتھ دورے میں شریک رہے۔ تحریری طور پر بھی سنی کانفرنس میں نمایاں حصہ لیا۔ سنی کانفرنس سے متعلق آپ کی کئی دفاعی تحریریں اخبار دبدبہ سکندری واخبارالفقیہ میں شائع ہوئیں۔ یہاں تفصیل مطلوب نہیں اس لیے بس اشارے پر اکتفا کیا ہے۔

فخرملت کے والدماجداور صدرالافاضل

فخرملت کے والدماجد مولانا محمد ظہوراحمد نعیمی صدرالافاضل کے خاص فیض یافتہ تھے۔ صدرالافاضل سے بے حد محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ صدرالافاضل سے علم توقیت ونجوم میں خوب استفادہ کیا اور مہارت حاصل کی۔ آپ نے اوقات صوم وصلاۃ کا دائمی نقشہ صدرالافاضل کی زیر نگرانی ترتیب دیا اور صدرالافاضل کی تصدیق کے بعد اسے شائع کرایا۔

مطبع اہل سنت برقی پریس مرادآباد سے پانچویں بار طبع شدہ نسخہ فقیر کے پاس ہے۔ اس میں سرورق پر لکھا ہوا ہے: اوقات صوم وصلاۃ کا دائمی نقشہ۔

مصدقہ: **حضرت صدرالافاضل مولانا الحاج حافظ حکیم مولوی سید محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ۔**

مرتبہ محمد ظہوراحمد نعیمی غفرلہ۔

ملک العلماء سے بھی آپ نے بذریعہ خطوط علم توقیت میں استفادہ کیا۔ ملک العلماء کے نام اپنے خطوط میں صدرالافاضل کا بھی ذکر خیر کرتے تھے۔ جس کا ذکر ہم نے ملک العلماء کے تذکرے میں کیا ہے۔ ۱۹۵۳ء میں جامعہ نعیمیہ کی جو مستقل کمیٹی تجویز کی گئی اس میں آپ خازن منتخب کیے گئے۔

۲۳؍شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۵؍اکتوبر ۱۹۷۰ء پیر کی رات میں آپ کا وصال ہوا۔

صدرالافاضل کے کمالات پر فخرملت کے تاثرات

فخرملت صدرالافاضل کی بارگاہ کے مخصوصین ومقربین میں سے ایک تھے۔ آپ کو صدرالافاضل سے بے حد لگاؤ تھا۔ تعلیمی دور کے بعد بھی صدرالافاضل کی رفاقت میں رہنے کا شرف حاصل ہے۔ صدرالافاضل کے معمولات و مصروفیات کو بہت قریب سے دیکھنے کا شرف حاصل ہے۔ سفروحضر، مدرسہ وگھر ہر جگہ آپ صدرالافاضل کے ساتھ رہے ہیں۔

صدرالافاضل کی ذات گرامی اور خصائص وفضائل کے حوالے سے آپ کے تاثرات یقیناً مبنی بر صداقت اور پڑھے جانے کے قابل ہیں۔ ہمیں جو تاثرات دستیاب ہوئے ان تاثرات کے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں ملاحظہ کریں۔ رقم طراز ہیں:

"**حضرت صدرالافاضل فخر الاماثل استاد العلماء مرجع الفضلاء امام المناظرین رئیس المتکلّمین مولانا الحاج حافظ قاری حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہ العزیز** کی ذات گرامی دنیائے اسلام کی ان عظیم المرتبت شخصیتوں میں ہے جنہیں ملت اسلامیہ کا ستون اور دین حق کا امام کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

[ماہنامہ پاسبان الہ آباد کا مجدد نمبر: نومبر، دسمبر ۱۹۵۵ء۔ ص ۶۹]

اور فرماتے ہیں:

"غرض ہر علم وفن میں **آپ** کو کمال حاصل تھا۔ فلسفہ و منطق کے ادق اور دشوار ترین عقدوں کو اشاروں میں حل کر دینا، شریعت وطریقت کے پیچیدہ مسائل کو آسانی سے سلجھا دینا آپ کی ایک معمولی بات تھی۔ مخالفین بھی آپ کی قابلیت کا لوہا مانے ہوئے تھے۔ اور پر زور الفاظ میں اس کا اعتراف کرتے تھے۔..... **آپ** کی تقریر بھی اگرچہ اس میں اشعار وغیرہ کی رنگینی نہیں ہوتی تھی لیکن دلکشی اور جاذبیت کا یہ عالم تھا کہ تقریر کا ایک جملہ بھی چھوڑنے کو کسی کا دل گوارا نہیں کرتا تھا۔ معلوم یہ ہوتا تھا کہ علم وعرفان کی بارش ہو رہی ہے فیض کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ جس موضوع پر تقریر فرماتے تھے حقائق واسرار کے دریا بہا دیتے تھے۔ ایک ایک لفظ سامعین کے دلوں میں اترتا ہوا چلا جاتا تھا۔

اسی لیے ہر جگہ لوگ آپ کی تقریر سننے کے لیے اس طرح مشتاق اور بے تاب رہتے تھے جس طرح پیاسا پانی کے لیے۔...... اللہ تبارک وتعالیٰ نے **حضرت** کو مناظرے میں ایسا ملکہ تامہ عطا فرمایا تھا کہ مخالف دم زدن میں ان کہی بول اٹھتا تھا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو مناظر عیسائیوں سے مناظرے کی مہارت رکھتے ہیں وہ آریوں سے مناظرہ نہیں کر سکتے، جو آریوں سے مناظرے میں ماہر ہوتے ہیں وہ قادیانیوں وہابیوں وغیرہم سے مناظرہ نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ **حضرت صدرالافاضل قدس سرہ** ہی کی خصوصیت تھی کہ اگر عیسائیوں کا کوئی مایہ ناز مناظر سامنے آتا تو تھوڑی ہی دیر میں لاجواب ہو گیا۔ آریوں کا بڑے سے بڑا مناظر مقابلے پر آیا تو دم زدن میں خاموش ہو کر فرار ہوا۔ وہابیوں، غیر مقلدوں، قادیانیوں وغیرہم کو تو کبھی مقابلے پر آنے کی جرأت فی نہ ہوئی ہمیشہ نام سن کر ہی بھاگ گئے۔"

[ماہنامہ پاسبان الہ آباد کا مجدد نمبر: نومبر، دسمبر ۱۹۵۵ء۔ ص ۷۲، ۷۳]

مولانا یامین نعیمی سنبھلی

حضرت علامہ مولانا محمد یامین نعیمی بن حافظ اصغر حسین، سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد، کی ولادت ماہ جمادی الآخرۃ ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۷/ جولائی ۱۹۳۹ء بروز جمعرات، کو شہر سنبھل کے محلہ دیپا سرائے میں ہوئی۔ اپنے تایا محترم مفتی محمد یونس نعیمی مہتمم جامعہ مرادآباد کے حکم سے انہیں کے ساتھ ۱۹۴۳ء میں چار سال کی عمر میں جامعہ نعیمیہ مردآباد پہنچے اور دینی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ اور یہیں سے ۱۹۶۱ء میں فضیلت سے فارغ ہوئے۔ ۲/ اکتوبر ۱۹۶۲ء۔ مطابق جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ء کو مدرسہ انجمن اہل سنت قصبہ بلاری مرادآباد سے سلسلہ تدریس شروع کیا۔ اور مسلسل گیارہ سال تک مدرسے میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۲ھ میں شادی ہوئی۔ سرکار کلاں حضرت سید شاہ محمد مختار اشرف کچھوچھوی سے مرید ہوئے۔ دو بار حج وزیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۷۳ء میں جامعہ نعیمیہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۵ء میں نائب مہتمم اور ۱۹۷۶ء میں مہتمم مقرر ہوئے۔ اور آخر عمر تک اس عہدے پر فائز رہے۔ لگ بھگ ۴۸/ سال جامعہ نعیمیہ کی خدمت میں گزارے۔ شہر سنبھل ودہلی میں کتب خانہ نعیمیہ اور جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں کتب خانہ اشرفیہ قائم فرمایا۔ ترجمہ قرآن کنز الایمان، تفسیر خزائن العرفان، فتاوی رضویہ، تصانیف صدر الافاضل اور علماے اہل سنت کی بہت سی کتابوں کی طباعت واشاعت فرمائی۔ مفتی اعظم باسنی مفتی ولی محمد راجستھان، مفتی محمد سلیمان نعیمی، مولانا اکبر علی نعیمی جیسے بہت سے نامور تلامذہ یادگار چھوڑے۔ اتوار کی شب، ۲۸/ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۱/ اپریل ۲۰۲۱ء۔ کو آپ کا وصال ہوا۔ مفتی محمد سلیمان نعیمی برکاتی نائب مفتی ومدرس جامعہ نعیمیہ مرادآباد نے نماز پڑھائی۔ سنبھل کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

جامعہ نعیمیہ میں تعلیم، تدریس اور اہتمام

۱۹۴۵ء میں باضابطہ جامعہ نعیمیہ میں داخلہ ہوا۔ اپنے تایا مفتی محمد یونس نعیمی سنبھلی سے خصوصی تربیت پائی اور درس نظامی کی بہت سی کتابیں حضرت سے ہی پڑھیں۔ ان کے علاوہ مفتی محمد عمر نعیمی، محدث سہسرام علامہ وصی احمد سہسرامی، مفتی طریق اللہ نعیمی، مفتی حبیب اللہ نعیمی، مولانا قاضی محمد حسین مرادآبادی، قاری علی حسین بستوی سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ جامعہ نعیمیہ ہی میں ربیع الآخر ۱۳۸۱ھ مطابق ۹/ اکتوبر ۱۹۶۱ء۔ کو دستار وسند فضیلت سے نوازے گئے۔

شوال ۱۳۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۳ء۔ کو آپ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں خدمت تدریس پر مامور ہوئے۔ ۲/

جون ۱۹۷۵ء نائب مہتمم مقرر ہوئے۔ اور ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۷۶ء۔ کو مستقل مہتمم بنا دیے گئے۔ اور تاحیات تدریس و اہتمام کے عہدے پر فائز رہے۔

اس تعلق سے خود آپ کا تحریری بیان ملاحظہ کریں۔ آپ لکھتے ہیں:

"۱۹۴۵ء میں جب تایا محترم حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ نعیمیہ میں داخل کرایا تو اس وقت احقر کی عمر چھ برس تھی۔ تایا محترم اس وقت جامعہ ہذا میں مدرس تھے اور حضرت مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم تھے۔ ۱۹۵۲ء میں تایا محترم مہتمم بنائے گئے۔ ۱۹۶۱ء میں احقر دستار فضیلت سے سرفراز ہوا۔"

[تقریظ بر کتاب، صدر الافاضل اور فن شاعری: ص ۱۱]

اور فرماتے ہیں:

"حضرت عم محترم کے انتقال کے بعد ۱۹۷۳ء میں جب جامعہ نعیمیہ واپسی ہوئی" [اطیب البیان: ص ۲۸]

مزید فرماتے ہیں:

"۱۹۷۳ء میں تایا صاحب کا انتقال ہوا اور حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم بنائے گئے۔ ۱۹۷۶ء میں جامعہ کے سرپرست سرکار کلاں حضور سید مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ العزیز نے احقر کو مختار عام بنایا۔ احقر نے معذرت کے ساتھ کہا کہ حضور میں اس ذمے داری کو سنبھالنے کا اہل نہیں ہوں۔ حضور سرکار کلاں نے ارشاد فرمایا گھبراتے کیوں ہو؟ ذمے داری دینے والا تو اہل ہے۔ حضور سرکار کلاں کا فرمان عالی شان کس قدر معنی خیز تھا یہ آج سمجھ میں آتا ہے۔ یقیناً صدر الافاضل سے نسبت کا فیضان اور حضور سرکار کلاں کا ہی روحانی تصرف ہے کہ اس ذمے داری کو سنبھالتے ہوئے چالیس برس سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا، لیکن حق تو یہ ہے کہ ادا نہ ہوا۔"

[تقریظ بر کتاب، صدر الافاضل اور فن شاعری: ص ۱۱]

جامعہ نعیمیہ کی ترقی میں آپ کا مخلصانہ مجاہدانہ کردار

آپ نے اپنے دور اہتمام میں جامعہ کی ترقی کے لیے جان توڑ کوششیں فرمائیں۔ بوسیدہ عمارت کی مرمت، تعمیر نو، جامعہ کی مغصوبہ زمینوں، دکانوں اور مکانوں کی بازیافت، تعلیمی نظم و نسق، میں آپ کا کلیدی کردار رہا ہے۔ جامعہ کی بہت سی عمارتوں، مکانوں، دکانوں پر کرایے داروں نے غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا، کسی بھی طرح ان عمارتوں کو خالی کرنے یا ان کا کرایہ دینے کو تیار نہیں تھے ایسی صورت میں سوائے قانونی چارہ جوئی کوئی سبیل نہیں بچی تھی۔ نتیجتاً آپ نے ان تمام مغصوبہ عمارتوں کی بازیابی کے لیے گورنمنٹ کچہریوں کی طرف رخ کیا اور جب ایک بار کورٹ کچہری سے واسطہ پڑا تو پھر سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا۔ روز مرہ کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے کے معمولات کی طرح کچہری پہنچنا بھی معمول بن گیا۔ آپ کی یہی جد و جہد اور کوششیں کار فرما تھیں کہ جامعہ کی بہت سی زمینیں مکانات وغیرہ جبری

قید سے چھوٹ کر جامعہ کی تحویل میں آگئیں۔ کچھ مکان و دکان ایسے بھی تھے جن کے غاصب مالی اعتبار سے مضبوط اور سیاسی لحاظ سے بہت طاقت ور تھے، انہوں نے آپ کو اور آپ کے رفقائے کار خصوصاً مبلغ جامعہ نعیمیہ محترم مولانا محمد رفیق نعیمی صاحب کو ڈرانے دھمکانے اور مالی لالچ دے کر بہکانے کی ناپاک کوششیں بھی کیں مگر بے سود رہیں، آپ اور آپ کے رفقائے کار نے ہمت نہیں ہاری اور حکمت عملی و قانونی چارہ جوئی کے سہارے ان غاصبوں سے عمارتیں واپس لے کر ہی دم لیا۔ اگر دیکھا جائے تو جامعہ کے حق میں آپ کی تمام تر خدمات میں سے یہ خدمت بہت ہی اہم ہے اور کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

الغرض جامعہ نعیمیہ کی خدمت کو آپ اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتے تھے۔ درج ذیل تاثر سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

" اللہ تعالیٰ کا بے پناہ فضل و کرم اور احسان ہے کہ آقائے نامدار تاجدارِ دوعالم رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل احقر کو **فخر الاماثل صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ** کے قائم کردہ ادارے جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی خدمت کرنے کا موقع عطا فرمایا۔"

بارگاہ صدر الافاضل سے اکتساب فیض

جب آپ جامعہ نعیمیہ پہنچے تو یہ آپ کی عمر اور تعلیم کا ابتدائی دور تھا اور صدر الافاضل کی عمر کا آخری دور۔ صدر الافاضل کی تبلیغی مصروفیات بہت تھیں اس لیے درس و تدریس کا سلسلہ کافی حد تک موقوف تھا، اس لیے آپ نے باقاعدہ صدر الافاضل سے درسی کتابیں تو نہیں پڑھیں البتہ گاہے بگاہے صدر الافاضل کی بارگاہ میں پہنچ کر خدمت کا شرف حاصل کرتے ہوئے اکتساب علم اور کسب فیض خوب کیا۔ صدر الافاضل بھی آپ سے خوب خوش رہتے اور آپ کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ صدر الافاضل کی اس مشفقانہ محبت سے بے حد متاثر تھے اور اسی کا اثر تھا کہ آپ نے اپنی پوری زندگی صدر الافاضل کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے ان کے افکار و نظریات کی نشر واشاعت، ان کے تعلیمی و تعمیری منصوبوں کی تکمیل اور قومی و ملی ادھورے خواب پورا کرنے میں گزار دی۔

صدر الافاضل کی تصنیفات کی طباعت واشاعت آپ کا اولین ہدف

صدر الافاضل کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں کی طباعت واشاعت کے حوالے سے آپ بہت فکر مند رہتے تھے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مصنفات صدر الافاضل کی نشر واشاعت آپ کا اولین ہدف تھا۔ اور اپنے اس ہدف کی تکمیل کے لیے آپ نے پوری زندگی وقف کر رکھی تھی۔ صدر الافاضل کی کتابوں کی نشر واشاعت سے متعلق آپ کی مخلصانہ دل چسپی ولگن اور بے لوث خدمات کا اندازہ خود آپ کی تحریر سے لگایا جاسکتا ہے، آپ خود فرماتے ہیں:

”**فخرالاماثل سیدی صدرالافاضل** کا شمار اپنے دور کی عبقری شخصیات میں ہوتا ہے۔ جامعہ نعیمیہ کے قیام کے علاوہ آپ نے تصنیف و تالیف کے ذریعے جو خدمات انجام دی ہیں وہ بھی ملت کا اہم سرمایہ ہیں۔ اس سرمایے کا تحفظ ہماری ذمے داری ہے۔ لہذا اہتمام کی ذمے داری سنبھالنے کے بعد دیگر منصوبوں کے علاوہ **صدرالافاضل** کی تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتب کی اشاعت احقر کی پہلی ترجیح تھی۔ کئی نادر و نایاب کتب حاصل کر کے انھیں شائع بھی کرایا۔“

[صدر الافاضل اور فن شاعری: ص۱۱،۱۲]

یہ بھی ملاحظہ کریں۔ فرماتے ہیں:

”۱۹۵۷ء میں جب میں جامعہ نعیمیہ میں زیر تعلیم تھا اسی وقت سے **حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** کی تصنیفات شائع کرنے کا ارادہ تھا۔ لیکن اپنی بے سروسامانی اور کم ہمتی و ناتجربہ کاری اور تنہائی حائل راہ بن جاتی تھی۔ ۲/ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو جب میرا تقرر بحیثیت مدرس میرے مربی خاص اور استاد مکرم عم محترم حضرت علامہ الحاج مولانا محمد یونس صاحب مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد نے مدرسہ انجمن اہل سنت بلاری ضلع مرادآباد میں کر دیا، تو وہاں پہنچ کر...... انجمن فروغ ملت بلاری وجود میں آئی۔ اور اس کے ماتحت بہت سی کتابیں شائع کی گئیں۔........ **حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** کے چند رسائل بھی شائع کیے گئے۔

التحقیقات، اسواط العذاب، زاد الحرمین، کتاب العقائد، بحمدہ تعالیٰ کتاب العقائد کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور برابر شائع ہو رہی ہے۔ اور کثیر مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب کر دی گئی ہے۔ اور غالباً ۱۹۶۶ء میں الکلمۃ العلیاء شائع ہوئی۔ وہ بھی بہت زمانے کے بعد چھپی تھی اس لیے وہ بھی بڑی قدر کی نظر سے دیکھی گئی۔........ ”اطیب البیان“ بھی شائع کی تھی لیکن افسوس کہ اس کی شایان شان اشاعت نہ ہو سکی تھی۔ اب بحمدہٖ تعالیٰ **حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** کی وہ معرکۃ الآرا تصنیف........ اب انتہائی شان و شوکت اور دیدہ زیب کتابت کے ساتھ اس عظیم کتاب کو ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔“ [اطیب البیان: ص۲۸،۲۹]

یہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

”امسال اس تاریخ ساز ادارے کے قیام کو سو سال مکمل ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں احقر کی دلی خواہش رہی کہ **حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ** کی نایاب تصنیفات کو دوبارہ منظر عام پر لایا جائے۔ نیز حالاتِ حاضرہ کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ان کتب پر تخریج اور حاشیہ نگاری کے ساتھ ان کی ترتیب بھی جدید انداز میں کر دی جائے تاکہ دورِ جدید کے قارئین کو مطالعے میں آسانی میسر ہو۔“

مزید فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کا بے پناہ فضل و کرم اور احسان ہے کہ اس نے اپنے پیارے حبیب سرور کائنات، مختار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل **عالم اسلام کی عبقری شخصیت، فخر الاماثل صدر الافاضل، صاحب تفسیر خزائن العرفان حضور سید محمد نعیم الدین قادری مراد آبادی قدس سرہ العزیز بانی جامعہ نعیمیہ مراد آباد** کی تصنیفات و تالیفات کو جدید رنگ و آہنگ کے ساتھ شائقین تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی۔

در حقیقت سرکار کلاں حضور سید محمد مختار اشرف اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے جس دن سے جامعہ نعیمیہ کے اہتمام کی ذمہ داری احقر کے سپرد فرمائی تھی اسی دن سے **سیدی صدر الافاضل قدس سرہ** کی تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ کمیاب و نایاب کتب کی اشاعت احقر کی پہلی ترجیح تھی۔ اور الحمد للہ بفیضان **صدر الافاضل** اس سلسلے میں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ بہت سے ایسے رسائل تھے جو نایاب تھے، تلاش و تجسس کے بعد انہیں شائع کیا۔ اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ کئی مختصر مگر اہم رسائل مکرر وسہ کرر اشاعت کے بعد اب بھی بآسانی دستیاب نہیں ہو پاتے نیز چند ورقی رسالوں کو محفوظ رکھنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے یہ منصوبہ بنایا کہ ان چھوٹے چھوٹے رسائل کو ایک جلد میں یکجا کر دیا جائے تو زیادہ محفوظ رہ سکتے ہیں" [رسائل صدر الافاضل: ص۶]

خزائن العرفان مع کنز الایمان کی از سر نو طباعت

امام اہل سنت کے ترجمہ قرآن "کنز الایمان" پر صدر الافاضل کی تفسیر "خزائن العرفان" دنیائے سنیت میں خوب مشہور و مقبول ہے۔ صدر الافاضل کے دور مبارک میں طباعت واشاعت ہوئی اور پھر اس کے بعد بہت سالوں تک ترجمہ و تفسیر کا اشاعتی سلسلہ موقوف ہو گیا۔ مہتمم صاحب نے ترجمہ و تفسیر کی طباعت واشاعت کی شدت سے ضرورت محسوس کی اور از سر نو ترجمہ و تفسیر کی طباعت واشاعت کا ارادہ کر لیا جو جلد ہی پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ یعنی مدتوں بعد صفر المظفر ۱۴۰۷ھ مطابق اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ترجمہ قرآن "کنز الایمان کے تفسیر خزائن العرفان" مکمل شان کے ساتھ دوبارہ منظر پر آ گئی۔

اس سلسلے میں آپ نے جس قدر محنت اور کد و کاوش فرمائی اس کا قدرے بیان آپ کی درج ذیل تحریر میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"ایک زمانے سے میری تمنا تھی کہ قرآن شریف ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی اور تفسیر **حضرت صدر الافاضل علیہما الرحمہ فاضل مراد آبادی**، علمائے اہل سنت کی نگرانی میں کتابت کی تمام غلطیوں کو درست کرا کر شائع کیا جائے۔ لیکن یہ کام میری بساط اور طاقت سے بہت زیادہ تھا۔ نہ علمی صلاحیت اور نا ہی سرمایہ اس تمنا اور خواہش کا اظہار جب میں نے حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری مفتی اعظم بریلی شریف سے کیا تو موصوف قبلہ نے اپنا اور حضرت علامہ قاضی عبد الرحیم صاحب بستوی مفتی مرکزی دار الافتاء بریلی شریف کا درست کیا ہوا نسخہ اور کثیر رقم مرحمت فرمائی۔ اور دعا فرمائی۔ جس کی بدولت یہ قرآن شریف آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ

کام شروع ہوگیا اور تقریباً ایک سال مسلسل حضرت علامہ الحاج محمد مبین الدین صاحب قبلہ شیخ الشیوخ جامعہ نعیمیہ مرادآباد نے چند بار اس کو پڑھا اور کتابت کی غلطیوں کو درست فرمایا۔اس کے علاوہ کثیر علمائے کرام اور اہل ثروت حضرات نے تعاون فرمایا۔''

صدر الافاضل کی خدمات کے حوالے سے آپ کے گراں قدر تاثرات

صدر الافاضل کی خدمات جلیلہ اور علمی وعملی کارکردگیوں سے آپ بے حد متاثر تھے،اسی لیے اپنی زندگی کو اسی نہج پر گزارنے کی کوشش کرتے رہے۔یہاں آپ کے دو چند تاثرات نقل کیے جاتے ہیں،ملاحظہ کریں۔فرماتے ہیں:

''**فخر الاماثل سیدی صدر الافاضل** کا شمار اپنے دور کی عبقری شخصیات میں ہوتا ہے۔جامعہ نعیمیہ کے قیام کے علاوہ آپ نے تصنیف و تالیف کے ذریعے جو خدمات انجام دی ہیں وہ بھی ملت کا اہم سرمایہ ہیں۔''

[صدر الافاضل اور فن شاعری:ص۱۱]

ایک جگہ آپ صدر الافاضل کی علمی وعملی بے لوث خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اور ساتھ ہی صدر الافاضل پر شایان شان کام نہ ہو پانے پر افسوس جتاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اہل سنت کے خواص ہوں یا عوام...کون ہے جو **صدر الافاضل** کو نہیں جانتا؟
ان کی خدمات کا کون منصف مزاج معترف نہیں؟

صدر الافاضل ایک ہمہ جہت عالم گیر اور عبقری شخصیت کے مالک تھے۔علمی وعملی ہر میدان میں ان کی خدمات پائی جاتی ہیں...قلم کے عظیم شہ سوار تھے...بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں...ہزاروں فتاوی تحریر فرمائے...اور دَور کے حالات کے تناظر میں اور وقت کے تقاضوں کے مطابق مضامین لکھے جو مختلف اخبار و رسائل کی زینت بنے۔ وصال تک مسلسل قلمی سفر جاری رہا...بعد وصال آپ کے فیض یافتگان نے آپ کے مشن کو فروغ دیا اور اپنے اپنے حصہ کا کام کر کے حق نیابت ادا کر کے وہ بھی رخصت ہوتے چلے گئے مگر **صدر الافاضل** کی حیات وخدمات پر شایان شان کام نہ ہو سکا۔''[تقریظ بر مقالات صدر الافاضل،مرتبہ احقر العباد نعیمی:ص۸]

صدر الافاضل کی قائدانہ،مدبرانہ،مفکرانہ،مخلصانہ،مصلحانہ،دانشورانہ،صلاحیتوں اور خدمات جلیلہ کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''**حضرت صدر الافاضل** ایک زبردست قائد تھے۔سیاسی،مذہبی وسماجی باتوں پر بڑی غائرانہ نظر رکھتے تھے۔اور ان کی اصلاح کے لیے ہمہ دم کوشش کرتے رہتے تھے۔ان کی زبردست کوشش تھی کہ سارے متحدہ ہندوستان کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اور اس سلسلے میں آپ برابر ہندوستان بھر کا دورہ کرتے رہتے

تھے۔ ان کی اس لگن اور جدوجہد نے مسلمانان اہل سنت کو کافی حد تک ایک جگہ اکٹھا کر دیا۔ **صدرالافاضل** دوسرے سیاسی رہنماؤں کی چالوں کو سمجھتے تھے اور بروقت وہ مدبرانہ جواب دیتے تھے کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ **صدر الافاضل** ایک تجربہ کار مدرس اور زبردست تبحر علمی رکھتے تھے اور بڑی خانقاہوں اور مدرسوں پر ان کی نظر تھی۔ چناں چہ اپنے شاگردوں کو علمی اور عملی فیضان سے مالامال کر کے ان کو مدرسوں اور خانقاہوں میں بھیجتے تھے تاکہ ان کی سست روی کو دور کر کے زبردست متحرک ہو کر ان میں علمی اور عملی روح پیدا کر کے ان کو کامیاب بنائیں۔“

[سہ ماہی سواد اعظم دہلی: اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۲ء۔ ص ۵۹]

باب
۹
حج وزیارت حرمین شریفین
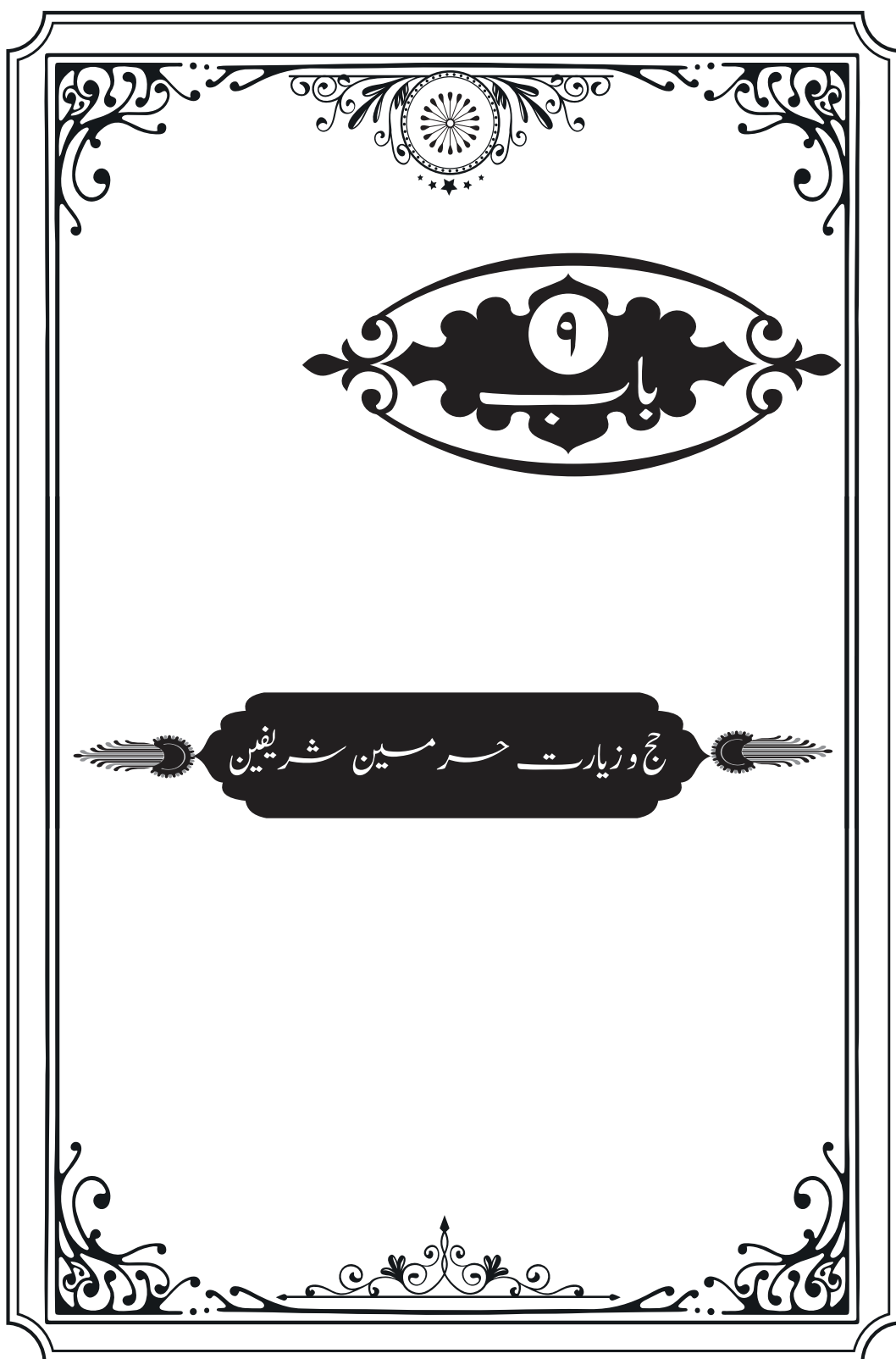
حضرت صدر الافاضل، فاضل ہندوستاں
عالم اسلام کو تھی جس قربت بیکراں

مولانا سید قطب الدین اشرفی کچھوچھوی

صدرالافاضل کا سفرحج

مدینے کے عاشق مدینے چلا چل
مدینے کے رستے میں کعبے ملیں گے (صدرالافاضل)

صدرالافاضل دو مرتبہ سفر حج وزیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے۔ پہلی بار ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۹۳۹ء مطابق ۱۳۵۷ھ میں۔ ہم یہاں بالترتیب دونوں سفروں کا تفصیلی بیان قلم بند کرتے ہیں۔

پہلے سفرحج کی روداد

آپ نے پہلا سفر حج ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں فرمایا۔ آپ کے اس مبارک سفر میں روانہ ہونے سے قبل غیر مقلدین نے بڑی شدومد سے آپ کے اس سفر کی مخالفت کی۔ جس کا تفصیلی ذکر تحریکات کے باب میں تحریک التوائے حج کے ضمن میں آئے گا۔ قارئین وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کے سفر حج کو روانہ ہونے سے قبل بنگال کے چند ذمے دار حضرات نے سعودی حکومت کو ایک مکتوب ارسال کیا۔ حضرت علامہ مولانا نذیر الاکرم نعیمی، جو خود اس سفر میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر تھے، وہ تحریر فرماتے ہیں:

”آغاز سفر سے پہلے صوبہ بنگال کے بعض ذمے دار حضرات نے حکومت سعودیہ کو یہ تار دیا تھا، کہ ہندوستان کے اکابر ومشائخ کی ایک جماعت سفر حج کے لیے آرہی ہے، جن کے عقائد تمہارے عقائد کے خلاف ہیں۔ اور جو تمہارے ناپاک عقائد کی بنا پر تمہیں خارج از اسلام جانتے ہیں۔ وہ اپنی نمازیں بھی تمہاری جماعت سے الگ پڑھیں گے۔ دیگر ارکان حج بھی تمہارے تابع ہو کر نہ ادا کریں گے۔ اس لیے حکومت سعودیہ ان کے بارے میں اپنا رویہ واضح کرے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گی اور کس طرح پیش آئے گی؟

چناں چہ اس کے جواب میں حکومت سعودیہ کے تار کی ایک نقل جہاز ہی میں حضرت کو موصول ہوئی جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ:

”حکومت سعودیہ کو کچھ ذمے دار حضرات کی طرف سے مندرجہ بالا مضمون کا تار موصول ہوا ہے۔ اس کا جواب ان کے پاس بھیج دیا گیا ہے۔ ایک نقل آپ کو بھی بھیجی جارہی ہے۔ آپ شوق سے تشریف لائیں۔ نماز اور دیگر ارکان وغیرہ آپ جس طرح چاہیں ادا کریں۔ حکومت سعودیہ اس میں آپ سے کوئی مداخلت نہ کرے گی۔ بلکہ

حکومت سعودیہ یہ خواہش رکھتی ہے کہ آپ اس کے ہی مہمان رہیں۔ حکومت آپ کو سواری کے لیے موٹریں بھی دے گی، قیام وغیرہ کے انتظامات کرے گی۔ **حضرت** نے اس کے جواب میں یہ تار دیا کہ:

''ہم فقیر لوگ ہیں حکومت کی مہمانی ہمارے لیے کسی طرح لائق و مناسب نہیں۔ بس اتنی مہربانی کافی ہے کہ حکومت سعودیہ ہمارے کسی کام میں مداخلت نہ کرے۔''

اس کے باوجود بھی ساحل جدہ پر حکومت سعودیہ کے کئی نمائندوں نے اس امر کی مزید کوشش کی کہ **حضرت** کسی طرح حکومت سعودیہ کا مہمان بننا منظور فرمالیں، لیکن **حضرت** نے اسے کسی طرح قبول نہ فرمایا''

[ماہنامہ پاسبان الہ باد: مجدد نمبر، ص ۴۷]

اس حوالے سے مفتی اعظم راجستھان مفتی اشفاق حسین صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ کا درج ذیل بیان بھی کافی دل چسپ ہے جسے حضرت نے خود فقیر سے بیان فرمایا:

''**صدرالافاضل** کے سفر حج سے قبل بنگال کے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین صاحب نے تار کے ذریعے سعودی گورمنٹ سے کہا کہ ہندوستان کا عقل ودماغ آرہا ہے حضرت کو کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیے''

جدہ، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں آپ کے لیے قبل از روانگی ہی انتظامات شروع ہو گئے تھے۔ اخبار مخبر عالم مرادآباد، کی درج ذیل خبر سے اس کا پتہ چلتا ہے ملاحظہ کریں۔ اخبار لکھتا ہے:

''معلوم ہوا ہے کہ اس قافلہ مبارک کے لیے روانگی سے پیشتر ہی جدہ میں اور مدینہ منورہ و مکہ معظمہ میں ہر قسم کے انتظامات شروع ہو گئے ہیں۔ آپ کے عقیدت کیشان نے ہر قسم کی سہولتیں پہنچائے جانے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ چناں چہ مولوی عبدالعزیز خاں صاحب نے جن کے تجارتی تعلقات ممالک عراق و حجاز میں ہر جگہ ہیں، **مولانا صاحب** اور ان کے قافلے کی آسانی و سہولت کے متعلق ہر جگہ انتظام فرما دیا ہے۔ اس وجہ سے **مولانا صاحب** اور ان کا قافلہ ہر طرح مستغنی و بے نیاز ہے'' [مخبر عالم ۸ / مارچ ۱۹۳۶ء ص ۶]

مرادآباد سے آپ کے روانہ ہونے سے ایک روز قبل اخبار میں آپ کی روانگی سے متعلق درج ذیل خبر شائع کی گئی۔:

''حجاج برابر روانہ ہو رہے ہیں۔ کل ۲۵ / جنوری کو ایک بڑا قافلہ **حضرت صدرالافاضل مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب** کی معیت میں ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے اکسپریس سے بجانب کلکتہ روانہ ہونے والا ہے، جس کو خدا حافظ کہنے کے لیے بہت سے حضراتِ شعرا دعائیہ نظمیں بھی پڑھ کر سنائیں گے۔ جس کی مفصل کیفیت آئندہ ہدیہ ناظرین کی جائے گی''

[اخبار مخبر عالم: ۲۴ / جنوری ۱۹۳۶ء ص ۷]

صدرالافاضل کی سفرحج کے لیے مرادآباد سے روانگی

الغرض ۲۵؍ جنوری ۱۹۳۶ء بروز ہفتہ آپ مرادآباد سے شہر کلکتہ کے لیے روانہ ہوئے۔ شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، شہزادہ دیدار علی الوری مولانا ابوالبرکات سید احمد مفتی اعظم لاہور، مولانا نذیر الاکرم نعیمی، مولانا محمد یونس نائب مہتم جامعہ نعیمیہ، مولانا مسعود احمد صاحب خلف اکبر مولانا کرامت اللہ خاں صاحب دہلوی، قاضی سید محمد عبدالعلی صاحب ایڈیٹر اخبار مخبر عالم مرادآباد وغیرھم مشاہیر علما اور شہر کے سرکردہ لوگ بھی آپ کے شریک سفر تھے۔

ہزار ہاہزار معتقدین شدید سردی کے باوجود صبح سات بجے ہی پلیٹ فارم پر قافلے کے استقبال کو پہنچ گئے تھے۔ اور جب صدرالافاضل کی معیت میں قافلہ پلیٹ فارم پر پہنچا تو حاضرین نے جم کر گل افشانی اور گل پوشی کی۔ اس کے بعد ۸ بج کر ۳۵ منٹ پر آپ مرادآباد سے روانہ ہوگئے۔ آپ کی روانگی کے وقت کچھ لوگوں پر ایسا کیف طاری ہوا کہ وہ خود کو اس مبارک حاضری سے روک نہ پائے۔ اور فوراً انتظام کرکے دوسری گاڑیوں سے روانہ ہوکر کلکتہ میں آپ کے ساتھ ہولیے۔ مرادآباد سے آپ کی روانگی کے حوالے سے اخبار مخبر عالم، میں درج ذیل تفصیلی رپورٹ شائع ہوئی۔ ملاحظہ کریں:

"نعیمی قافلہ ۲۵؍ جنوری کو بمعیت **حضرت صدرالافاضل استاذالعلماء مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ**، قاضی سید محمد عبدالعلی صاحب ایڈیٹر اخبار مخبر عالم مع اہل خانہ وجناب میر قاسم علی صاحب مختار مع اہل خانہ و قاضی سید انتظام علی صاحب و مولوی محمد یونس صاحب نائب مہتمم مدرسہ اہل سنت و مولوی غلام علی صاحب و مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب مفتی اعظم لاہور خلف مولانا مولوی سید دیدار علی صاحب الوری و مولوی حافظ مسعود احمد صاحب خلف اکبر مولانا کرامت اللہ خاں صاحب دہلوی و حاجی احمد حسین صاحب و محمد ظہور صاحب و حشمت رضا خاں صاحب وغیرہ وغیرہ تقریباً بیس حضرات کا ایک قافلہ ارض مقدس کو روانہ ہوا۔ اور باوجود سخت سردی صبح سات بجے سے بہت پہلے ہزاروں باشندگان مرادآباد اس قافلے کو خداحافظ کہنے کے لیے پلیٹ فارم مرادآباد پر موجود تھے۔ حجاج کے گلوں میں اس کثرت سے ہار ڈالے گئے اور پھول برسائے گئے جن کا کوئی شمار ہی نہیں۔ ۸ بج کر ۳۵ منٹ کے بعد جب لاہور ایکسپریس اس قافلے کو لے کر جانب کلکتہ رخصت ہوا تو معلوم ہوا کہ بہت سے حضرات اس مقدس قافلے کی روانگی کے بعد ایسے متاثر ہوئے کہ فوراً انتظام حج کرکے دوسری گاڑیوں میں روانہ ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ یہ بھی کلکتہ پہنچ کر اس قافلے میں شریک ہوگئے" [اخبار مخبر عالم: یکم فروری، ۱۹۳۶ء ص ۱۰]

ماہنامہ اہل سنت سنبھل، میں بھی آپ کے سفرحج کی روانگی کے تفصیلی حالات شائع ہوئے۔ ہم یہاں پیش کرتے ہیں ملاحظہ کریں۔ لکھا ہے:

”مدت سے **حضرت صدرالافاضل، فخرالاماثل، سندالمحققین، امام المناظرین، استاذالعلماء، مرجع الفضلاء مولانا مولوی حافظ قاری حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی دام ظلہ العالی**، حاضری حرمین شریفین کا عزم رکھتے تھے۔ ہر سال شوق زیارت کے ولولے دل کو بے چین کیا کرتے تھے۔ عاشقانہ جذبات نے فضائے قلب پر حسرتوں کے سونے کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔ تمناؤں کے ہجوم نے ایک حشر برپا کررکھا تھا۔ آرزوؤں کے ازدحام نے سراپا شوق بنادیا تھا۔ لیکن نجدی دور کی بدعنوانیاں ایک مہیب نقشہ کھینچ دیا کرتی تھیں۔ کئی برس سے حکومت نجد کی زیادتیاں حاضری کے ارادوں کو بدلتی رہیں۔ مگر امسال غم فرقت نے قلب مبارک میں ایک عجیب وارفتگی پیدا کردی تھی، جس کے نمایاں اثرات چہرہ اقدس پر مرتب تھے۔ اور دردِ اشتیاق کے تقاضوں نے ایسا مضطر کردیا تھا کہ بے اختیار آنکھیں آنسو بھرلاتی تھی۔ جذبات شوق کے کلمات بلاقصد زبان مبارک پر جاری ہوجاتے تھے۔ لمحہ لمحہ بے چینی کے ساتھ گزرتا تھا۔

بالآخر ارادہ سفر فرمایا اور ۲۵/ جنوری یوم شنبہ کے صبح ساڑھے آٹھ بجے کی گاڑی مقرر کی۔ ۲۱/ جنوری سے خدام و متوسلین شہر و بیرون جات کے آنے شروع ہوگئے تھے۔ ہر وقت آستانے پر ایک میلہ لگا رہتا تھا۔ ۲۵/ کی شب کا اکثر حصہ بیداری میں گزرا۔ صبح صادق سے قبل **حضرت** کی مسجد خدام و متوسلین سے پُر ہوگئی تھی۔ بعد نماز فجر اسٹیشن کو روانگی ہوئی تو ہر چوراہے پر لوگوں کا ہجوم ساتھ ہوتا جاتا تھا۔ ہر طرف سے لوگ جوق جوق چلے آرہے تھے۔ باربار **حضرت** کو حلقے میں لیتے تھے لیکن عشاق کے جذبات سارے نظم کو باطل کردیتے تھے۔ بکوشش ساڑھے سات بجے اسٹیشن پر پہنچے۔ مجمع کو بمشکل ایک وسیع میدان میں بٹھایا گیا۔ **حضرت** نے مجمع سے خطاب فرمایا:

”... آج وہ دن ہے کہ میں وطن عارضی سے وطن اصلی کی طرف جارہا ہوں۔ جس طرح طائر قفس سے نکل کر آزاد ہوجاتا ہے میں بھی آج اپنی آزادی کا پہلا یوم دیکھ رہا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ جس آقا و مولیٰ کے صدقے میں ہمیں دارین کی نعمتیں ملتی ہیں، اس کریم کے دیار پاک کی حاضری سے میں آج تک محروم رہا۔ مجھے اس وقت بحمداللہ اپنے عزیز و اقارب کی مفارقت کا مطلقاً خیال بھی نہیں۔ اب آپ لوگ دعا کریں کہ مولیٰ تعالیٰ مجھ کو حاضری حرمین نصیب فرمائے۔ اور وہ کریم اپنے کرم سے آپ سب حضرات کو بھی حرمین شریفین کی زیارت نصیب کرے۔ اور وہ رحیم اپنی شان رحمت سے تمام مسلمانوں کی دینی و دنیوی جائز مرادیں پوری کرے۔ پھر منشی احمد حسن صاحب نے اس شعر ؎

بسفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی

پر نہایت نفیس تضمین پڑھی۔ پھر یہاں سے پلیٹ فارم پہنچے تو مرادآباد کا وسیع پلیٹ فارم پُر ہوگیا۔ **حضرت** کے ہم راہ

عازمانِ حج کی کافی تعداد تھی۔ خصوصاً ان میں قابلِ ذکر یہ حضرات تھے۔

حضرت مولانا مولوی سید احمد صاحب الوری ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور، حضرت مولانا مولوی حافظ محمد مسعود صاحب دہلوی، حضرت مولانا مولوی محمد یونس صاحب سنبھلی، حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کاٹھیاواری، مولوی قاسم علی صاحب وکیل، مولوی عبد العلی صاحب اڈیٹر اخبار مخبرم عالم مرادآباد۔

حضرت کے جذبات کا تمام لوگوں پر اتنا گہرا اثر پڑ رہا تھا کہ ہر آنکھ بے اختیار آنسو بہا رہی تھی۔ ہر شخص کی نظروں میں مفارقت اور محرومی کے نقشے کھنچے ہوئے تھے۔ ایک قلب ہزار ہا قلوب میں اپنے ولولوں کا اثر ڈال رہا تھا۔ **حضرت** کی اس وقت کی حالت تو دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ لیکن اس حال کی کچھ جھلک قال میں بھی ہے۔ ہم ناظرین کے لیے خود **حضرت** کی مناجات جو ان ہی ایام میں تحریر فرمائی تھی نقل کریں:

رہے گی ناخنِ فرقت کی کب تک سینہ افگاری
کرے گی یاس تا کے زخم پر دل کے نمک باری
بہیں گے دل کے ٹکڑے بن کے آنسو آنکھ سے کب تک
رہیں گے چشمِ پُر ارماں سے کب تک اشکِ غم جاری
نہ کچھ حُسنِ عمل ہی ہے نہ کوئی مادی ساماں
جو کچھ ساماں ہے تو چھوٹی سی تھوڑی گریہ و زاری
میں کس منہ سے کہوں مجھ کو بلالیجیے مدینہ میں
میں خود نادم ہوں آقا دیکھ کر اپنی سیاہ کاری
ولیکن کیا تعجب ہے اگر اپنی کریمی سے
کرے وہ رحمتِ عالم خطاکاروں کی ستاری
ذرا بھی چشمِ رحمت ہو تو مٹ جائیں گنہ میرے
مرادیں سب بر آئیں نکلیں دل کی حسرتیں ساری
وہ الطافِ کریمانہ ہوں وہ انعامِ شاہانہ
نعیم الدیںؔ کو دیکھیں دیدہ حسرت سے درباری

[ماہنامہ اہلِ سنت سنبھل: ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ، ص، ۲، ۳]

صدر الافاضل لاہور ایکسپریس میں انٹر کے ڈبے میں مفتی محمد یونس نعیمی، سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد، اور مولانا محمد مسعود احمد صاحب کے ساتھ موجود تھے۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب مفتی اعظم لاہور جو اس سفر حج

میں صدرالافاضل کے رکاب سعادت میں تھے، اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں:

"**حضرت صدرالافاضل** مع مولوی محمد یونس اور مولوی مسعود احمد دہلوی انٹر میں تھے"

[سیدی ابوالبرکات، مرتبہ، سید محمود احمد رضوی: ص ۳۷]

مرادآباد سے کلکتہ کے دوران ہر بڑے اسٹیشن پر لوگ آپ کی آمد کے انتظار میں کھڑے ملتے۔ اور آپ کے پہنچتے ہی نعرہ تکبیر کی صدائیں بلند کرتے اورآپ سے شرف ملاقات حاصل کرتے۔ اور گل پوشی اور نذرانے پیش کرتے۔ دوسرے روز اتوار کو جب آپ کلکتہ پہنچے تو اسٹیشن پر رئیس التجار، صدر حجاج کمیٹی کلکتہ جناب مولوی عبدالعزیز خاں صاحب کی معیت میں ہزاروں معتقدین ومحبین آپ کے استقبال کے لیے حاضر تھے۔ اسٹیشن پر آپ کا اور جملہ اہل قافلہ کا نہایت پر تپاک خیر مقدم کیا گیا۔ گل افشانی وگل پوشی کی گئی۔ اور پھر گاڑیوں سے آپ کو مہمان خانہ پہنچایا گیا۔ ۳۰ جنوری تک آپ کی خاطر ومدارات اور مہمان داری کا سلسلہ چلتا رہا۔ اس کے بعد ۳۰/ جنوری کی دوپہر کو بذریعہ جہانگیر جہاز جدہ کے لیے سمندری سفر پر روانہ ہوگئے، جس کی تفصیل اخبار مخبر عالم، میں اس طرح ہے۔ ملاحظہ کریں:

"چند حضرات جو کلکتہ تک اس قافلہ کو پہنچا کر واپس آئے ہیں، ان سے معلوم ہوا کہ مرادآباد سے لے کر کلکتہ تک ہر بڑے بڑے اسٹیشن اور جنکشنوں پر وہاں کے باشندے نعرہ تکبیر کہتے ہوئے **حضرت صدرالافاضل موصوف** اوران کے قافلے سے ملنے آتے، گلوں میں ہار پہناتے جاتے۔ اور کھانے وفواکہ پیش کرتے جاتے تھے۔

کلکتہ پہنچ کر وہاں کے خیر مجسم رئیس التجار مولوی عبدالعزیز خاں صاحب صدر حجاج کمیٹی نے کلکتہ پلیٹ فارم پر سرگرم استقبال کیا۔ اور تمام حجاج پر گلفشانی کی، گلوں میں گجرے ڈالے گئے۔ اور موٹروں کے ذریعہ وہ نہایت شان دار عمارات میں اتارے گئے۔ اور صدر صاحب موصوف کی جانب سے اعلیٰ پیمانے پر مہمان داری کی جاتی رہی، جو ۳۰/ جنوری کی صبح تک قائم رہی۔ ہر چند **حضرت صدرالافاضل صاحب موصوف** وتمام حجاج نے اصرار کیا کہ ان کو بطور خود اپنے انتظام کا موقع دیا جائے مگر مولوی عبدالعزیز خاں صاحب موصوف نے ایک نہ مانا۔ اور نہایت فیاضی سے پانچ روز مسلسل شان دار مہمانی فرمائی۔ اس قافلے والوں کی سیر وتفریح کے لیے موٹریں مہیا کی گئی تھیں جس کی وجہ سے کسی قسم کی نہ کوئی تکلیف ہوئی نہ کچھ خرچ برداشت کرنا پڑا۔ کلکتہ اسٹیشن سے تا جہاز تمام بار برداری اور مہمانوں کے پہنچانے کا انتظام خاں صاحب موصوف نے اپنی ذات خاص سے فرمایا تھا، جس کی وجہ سے یہ قافلہ نہایت مسرور ومحظوظ ہوکر کلکتہ سے جہانگیر جہاز پر سوار ہوکر ۳۰/ جنوری کی دوپہر کو جدہ روانہ ہوگیا۔ جدہ کے داخلہ کے بعد کے حالات یقیناً ہم آئندہ ہدیہ ناظرین کرسکیں گے۔" [اخبار مخبر عالم: یکم فروری، ۱۹۳۶ء ص ۱۰]

اس سفر کے دوران روزانہ ہر نماز کے بعد صدرالافاضل اور محدث اعظم کے خطابات ہوتے۔ مولانا محمد مسعود

دہلوی صاحب ترجمہ قرآن سناتے۔ سید احمد صاحب مفتی اعظم پنجاب، مناسک حج بیان فرماتے۔ اور مولانا عظیم اللہ صاحب نعتیہ کلام پیش فرماتے۔ روزانہ تہجد کی نماز ہوتی۔ بعد نماز فجر بارگاہ رسالت میں نذرانہ درود و سلام پیش کیا جاتا۔ الغرض جہانگیر جہاز میں علمائے کرام کی مقدس جماعت ذکر خیر کی محفلیں سجاتی ہوئی اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔ مخبر عالم اخبار لکھتا ہے:

''ہمیں ایک تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس قافلے میں روزانہ ہر نماز کے بعد **حضرت صدر الافاضل صاحب** اور امام المسلمین حضرت ابوالمحامد مولانا شاہ سید محمد اشرف صاحب محدث کچھوچھہ شریف کے مواعظ حسنہ کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ حافظ مسعود احمد صاحب خلف مولانا کرامت اللہ خاں صاحب مرحوم دہلوی ترجمہ قرآن پاک سناتے ہیں۔ اور مولانا مولوی سید احمد صاحب مفتی اعظم پنجاب بھی اکثر مناسک حج کا بیان فرماتے ہیں مولوی عظیم اللہ صاحب بھی اپنے روح پرور وعظ کے ساتھ کلام نعتیہ سے سب کو مستفید فرماتے رہتے ہیں''

[اخبار مخبر عالم: ۸/ مارچ ۱۹۳۶ء، ص ۶]

حضرت ابوالبرکات نعیمی اپنی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں:

''دوران سفر روزانہ تہجد کی نماز ہوتی ہے۔ نماز فجر کے بعد بحضور سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم بصد ادب و نیاز صلاۃ و سلام عرض کیا جاتا ہے۔ جہاز میں مختلف مقامات پر وعظ ہوتے ہیں۔ آج حضرت محدث صاحب مدظلہ نے مناسک حج بیان فرمائے ہیں۔ اور مولوی مسعود احمد خان صاحب دہلوی نے درس قرآن دیا ہے۔ عجب سماں ہے سب کے دل محبوب خدا کے عشق و محبت سے مخمور ہیں۔'' [سیدی ابوالبرکات، ص ۳۸]

نیز کلکتہ اور جدہ کے دوران ایک اہم واقعہ پیش آیا، جسے مفتی اعظم پاکستان حضرت ابوالبرکات نعیمی نے جو اس واقعے کے چشم دید گواہ ہیں اپنی ڈائری میں ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے:

''جہاز ۱۲ میل فی گھنٹہ طے کرتا تھا۔ حاجی عبد العزیز کا جہاز کی انتظامیہ پر بہت اثر ہے۔ وہ تمام راستے حضرت پیر و مرشد اور ان کے ہم راہی علما و مشائخ کو سہولتیں پہنچاتے رہے۔ جہاز میں سواری کے وقت طوفان تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گھر میں بیٹھے ہیں۔ مگر ۳/ فروری ۴/ بجے دن کے سخت طوفان آیا۔ حضرت پیر و مرشد نے دعا کی طوفان تھما۔ ایک مچھلی وزن دس سیر سمندر کے پانی سے اچھل کر جہاز میں آگری۔ ایک مچھلی جس کے دو پر ہیں، سینہ سفید اور باقی باقی کالی ہے، وہ سمندر کے پانی سے نکل کر پرواز کرتی ہے، پھر دریا میں غوطہ لگاتی ہے۔ قدرت خداوندی کے مناظر نظر آرہے ہیں۔ طوفان تو کئی بار آئے مگر تھم گئے۔ مگر ۱۳/ فروری یلملم کے قریب صبح سے غیر معمولی طوفان سے جہاز ہچکولے کھا رہا ہے۔ **حضرت صدر الافاضل مدظلہ العالی** اشعار ذیل پڑھنے لگے ؎

قلزم اس جوش طلاطم سے ڈراتا ہے مجھے

جان کا خطرہ تو ہرگز نہیں آتا ہے مجھے
اپنی محرومی کا اندیشہ ستاتا ہے مجھے
المدد اے میرے سرکار مدینے والے
آپ سے کرتے ہیں فریاد مدینے والے

حضرت اچھے میاں کی عجب کیفیت ہے۔ کبھی بارگاہِ نبوی میں درود وسلام عرض کرتے ہیں اور کبھی اذان شروع کردیتے ہیں۔ اتنے میں جہاز کا کپتان حضرت پیرومرشد (حضور اشرفی میاں) کی بارگاہ میں حاضر ہوا، دعا کی استدعا کی۔ آپ نے فرمایا: جہاز کے اوپر جاکر تین دفعہ پکارو: **"بدر پھٹ بدر پھٹ بدر پھٹ"** ایسا کہا گیا کہ یکایک طوفان تھما اور فضا ساز گار ہوگئی" [سیدی ابوالبرکات، ص ۳۸]

۱۶؍ فروری کو آپ جدہ پہنچ گئے۔ قریب پندرہ افراد جو دوسرے جہاز کے ذریعے جدہ پہنچے تھے وہ بھی جدہ پہنچ کر آپ کے قافلہ میں شامل ہوگئے۔ پھر وہاں سے آپ اپنے قافلے کے ساتھ کار اور لاریوں کے ذریعے مدینہ منورہ کے مبارک سفر کے لیے روانہ ہوگئے۔ اخبار مخبر عالم لکھتا ہے:

"ہمیں یہ معلوم ہو کر نہایت مسرت ہوئی کہ **حضرت صدرالافاضل مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس** کی معیت میں جو قافلہ جہانگیر جہاز سے ۳۰؍ جنوری کو روانہ ہوا ہے، وہ ۱۶؍ فروری کو بخیر وعافیت جدہ پہنچ کر مدینہ منورہ بذریعہ کار و لاریاں روانہ ہوگیا۔ تقریباً پندرہ ایسے اشخاص جو حج بیت اللہ کے لیے دیگر جہازوں سے براہ کراچی و بمبئی روانہ ہوئے تھے، جدہ پہنچ کر اس مبارک قافلہ میں شامل ہوگئے۔ جہانگیر جہاز میں ایک ہزار اشخاص کی نشست ہے مگر اس وقت صرف ۳۹۱؍ اشخاص سوار ہوئے تھے اس لیے جگہ بہت کشادہ رہی کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی" [اخبار مخبر عالم: ۸؍ مارچ ۱۹۳۶ء ص ۶]

صدرالافاضل پہلے مدینہ منورہ کیوں گئے مکہ کیوں نہیں؟

یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ علما کا موقف یہ ہے کہ پہلے مکہ معظمہ جانا افضل ہے اور بعد میں مدینہ منورہ۔ لیکن اس کے برعکس صدرالافاضل پہلے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اس کے بعد مکہ معظمہ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کا موقف یہ تھا کہ پہلے مدینہ منورہ جایا جائے اور بعد میں مکہ معظمہ۔ اور شاید اسی لیے آپ نے جب ایک مقام پر اپنے حج کا ذکر کیا تو مدینہ کو مکہ سے مقدم کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

"امسال بمنہٖ وکرمہٖ حاضری مدینہ طیبہ وحج بیت اللہ کا ارادہ ہے۔ اللہ رب العزت عزوعلی تبارک وتعالیٰ اس ارادے کو پورا فرمائے۔ اور حسن اخلاص کے ساتھ یہ سعادت نصیب فرمائے۔"

[مخبر عالم: ۲۴؍ جنوری ۱۹۳۶ء، ص ۷]

آپ سے جب اس معاملے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ:

”پہلے مدینے جانا پھر مکے جانا اس لیے ہے کہ زائر جب مدینہ سے واپس آئے تو گھر کے لیے نہ آئے جس سے یہ ثابت ہو کہ مدینہ گھر کے لیے چھوڑا ہے، بلکہ مدینے سے جدائی مکے میں حج فرض کے لیے ہو جس سے پتہ چلے کہ مدینہ اللہ کے لیے چھوڑا ہے نہ کہ اپنے لیے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں:

”حج فرض میں پہلے مدینہ پاک حاضر ہونا افضل ہے، اور حج نفل میں پہلے حاضری دربار بہتر۔ مگر میرے **مرشد برحق صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ** نے فرمایا: کہ جذبہ عشق کہتا ہے کہ پہلے مدینہ پاک حاضر ہو تاکہ وہاں سے روانگی، حج کے لیے ہو نہ کہ وطن کے لیے۔ یعنی وطن کے لیے مدینہ نہ چھوڑو۔“

[تفسیر نعیمی: پارہ ۲ سورہ بقرہ، ص ۳۳۸]

علاوہ ازیں اجمل العلماء مفتی اجمل حسین نعیمی جب سفر حج کے لیے روانہ ہوئے تو سنبھل سے مرادآباد اپنے استاذ مکرم صدر الافاضل کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ صدر الافاضل نے آپ کو کچھ نصیحتیں فرمائیں اور دعاؤں سے نوازا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ پہلے مدینہ حاضر ہونا پھر مکہ جانا۔ آپ کے اس فرمان پر حضور اجمل العلماء نے آپ سے عرض کیا: حضور! پہلے مکہ جانا پھر مدینہ جانا افضل ہے۔ تو صدر الافاضل نے فرمایا ہاں افضل تو یہی ہے لیکن انفع پہلے مدینہ جانا پھر مکہ جانا ہے۔ اور پھر آپ نے سفر حج میں مکہ پر مدینہ کی سبقت کے انفع ہونے پر سابقہ علت بیان فرمائی۔

[بحوالہ مفتی چراغ عالم سنبھلی علیہ الرحمۃ]

حاضری بارگاہ رسالت

مدینے پہنچ کر آپ نے بارگاہ نبوی میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ آپ جب مزار پر انوار سے فیوض و برکات حاصل کرنے کی غرض سے روضہ انور کی جالیوں کے قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ نجدی کارکن روضہ انور کی جالیوں کو بوسہ دینے والوں کو دھکا دے کر بھگا رہے ہیں۔ اور عورتوں کے سینے پہ ہاتھ مار کر پیچھے دھکیل رہے ہیں۔ تو آپ نے بزبان عربی ان کو ڈانٹا اور فرمایا:

”نامحرم کو ہاتھ لگانا ناجائز ہے۔ اور پھر ایسی بارگاہ میں تو اور بھی سخت ناجائز ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے بقصد شہوت ہاتھ نہیں لگایا۔ تو آپ نے فرمایا: اس میں شہوت یا بغیر شہوت کی قید نہیں ہے۔ وہ نجدی آپ کے تیور دیکھ کر گھبرا سے گئے اور کوتوال اور قاضی شہر کو بلا لائے۔ آپ نے قاضی شہر سے ایسی مدلل گفتگو فرمائی کہ اسے تسلیم کرنا پڑا کہ یہ فعل شنیع ہے۔

مفتی نذیر الاکرم نعیمی چوں کہ اس سفر میں حضرت کے ساتھ تھے اس لیے ان کی بیان کردہ تفصیل یہاں پیش کرنا مناسب ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں:

"مدینہ منورہ صانھا اللہ عن شر الاعداء کے دوران قیام میں ملاحظہ فرمایا کہ نجدی روضہ اطہر کی طرف پشت کرکے بلکہ اس کی مقدس جالیوں سے تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں، جب کوئی عقیدت مند زائر جذبہ محبت میں سرشار ہوکر جالی شریف کو بوسہ دینے کے لیے آگے بڑھتا ہے تو مرد کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیتے ہیں۔ اور عورت کے سینے پر ہاتھ مار کر پیچھے ڈھکیل دیتے ہیں۔ **حضرت** نے جب یہ ملاحظہ فرمایا تو دربار رسول علیہ الصلوۃ والسلام میں ان کی یہ گستاخی برداشت نہ ہوئی۔ فوراً نجدی سپاہیوں کو عربی زبان میں ڈانٹا اور فرمایا: ایک تو نامحرم عورت کو ہاتھ لگانا ویسے ہی حرام ہے اور پھر دربار رسول علیہ الصلاۃ والسلام میں تو اشد ترین حرام ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہم نے بقصد شہوت ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ **حضرت** نے فرمایا کہ شہوت یا بغیر شہوت کی اس میں قید نہیں ہے۔ نجدی سپاہی **حضرت** کے غصے کے تیور دیکھ کر گھبرا گئے۔ انہوں نے اطلاع دے کر قاضی شہر اور کوتوال کو طلب کر لیا۔ **حضرت** نے ان سے بھی یہی کہا۔ کچھ دیر مباحثہ رہا۔ شام وعراق وغیرہ کے بہت سے حضرات یہ منظر دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ بالآخر اس قاضی کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ یہ غلطی ہے۔ اور اس نے **حضرت** سے معافی مانگی۔ چناں چہ جب تک یہ مبارک قافلہ وہاں حاضر رہا نجدی سپاہیوں کو اس گستاخی کی جرأت نہ ہوئی۔ **حضرت** کے علم وفضل کا شہرہ سن کر غیر ممالک کے اکابر علما وفضلا ملاقات کے لیے آتے رہے۔ غرض یہ سفر بڑا ہی نورانی اور اپنی نوعیت کا عجیب وغریب سفر رہا" [ماہنامہ پاسبان الہ باد، مجدد نمبر: ص ۷۳]

حاضری مکہ معظمہ

مدینہ پاک کی حاضری سے فارغ ہونے کے بعد آپ مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ مخبر عالم لکھتا ہے:

"غرض یہ قافلہ نہایت ذکر وشغل الٰہی کرتا اور سنتا ہوا جدہ پہنچ کر مدینہ طیبہ حاضر ہوا، اور وہاں سے مکہ مکرمہ آ گیا" [اخبار مخبر عالم: ۸ / مارچ ۱۹۳۶ء ص ۶]

اور وہاں سے تمام ارکین حج سے فراغت پاکر آپ جدہ سے رضوانی جہاز کے ذریعہ روانہ ہوئے۔

رسالہ زاد الحرمین کی تصنیف

حج کے دوران آپ نے لوگوں کو احکام حج میں مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے کوتاہیاں کرتے دیکھا، جس کا آپ کو بہت افسوس ہوا۔ آپ نے عوام الناس کے لیے احکام حج ومسائل زیارت حرمین شریفین کے حوالے سے ایک کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ اور جہاز میں فرصت کے لمحات ملتے ہی آپ کتاب لکھنے بیٹھ گئے۔ اسی جہاز میں کتاب

تیار ہوگئی۔ اور بہت سی نقلیں وہیں لوگوں میں تقسیم بھی ہوگئیں۔

اس حوالے سے آپ خود لکھتے ہیں:

''۱۳۵۴ھ میں جب یہ فقیر حقیر بتوفیقہ تعالیٰ وکرمہ حرمین طیبین کی حاضری سے مشرف فرمایا گیا۔ اس سفر میں دیکھا کہ عازمین حج کو مسائل حج وزیارت میں رہنمائی کی شدید ضرورت ہے۔ اگرچہ اس بیان میں نفیس کتابیں موجود ہیں لیکن حجاج کی ہمتیں طویل مضامین اور مبسوط کتاب کا مطالعہ کرنے اور محفوظ رکھنے سے قاصر ہیں۔ اور قلت فرصت بھی یہی چاہتی ہے کہ ایک مختصر کتاب ہو جس میں ہر مقام کے افعال انہیں ایک ہی جگہ مل جائیں۔ اس ضرورت سے فقیر کو جہاز ہی میں ایک مختصر رسالہ تصنیف کرنا پڑا۔ اس کی جہاز ہی میں کاربن کے ذریعے کثیر نقلیں کرلی گئیں۔ اور حجاج کو اس سے بہت فائدہ ہوا۔'' [زاد الحرمین، مطبوعہ انجمن فروغ ملت بلاری مراد آباد: ص ۲]

کراچی شہر میں نزول اجلال:

۲۲؍ مارچ بروز اتوار صبح سات بجے آپ نے کراچی شہر میں نزول اجلال فرمایا، جہاں آپ کا ہندوستانی مسلم یونین کراچی اور دیگر انجمنوں وجماعتوں نیز اہل شہر کی طرف سے پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ گل افشانی وگل پوشی بھی کی گئی۔ تفصیل کے لیے اخبار مخبر عالم کی درج ذیل خبر ملاحظہ ہو:

''ہندوستانی مسلم یونین کراچی کی طرف سے نعیمی قافلہ کا استقبال

جس وقت ۲۲؍ مارچ کو بروز اتوار سات بجے صبح حجاج کا پہلا جہاز رضوانی جدہ سے تقریباً سولہ سو پچاس حجاج کے ساتھ کراچی پہنچا، اس وقت بندر گاہ پر پورٹ، ہیلتھ افسر، کسٹم افسیر، محافظ حجاج، ارکان حج کمیٹی موجود تھے۔ پولیس کا نہایت اعلیٰ درجہ کا انتظام تھا۔ حجاج کی پیشوائی کے لیے اہل شہر حجاج کے احباب قومی ومذہبی خدمات کرنے والی جماعتوں اور انجمنوں کے ارکان انجمن مسلمانان پنجاب کے والنٹیر زوار ہندوستانی یونین کے ارکان ووالنٹیر سرگرم خدمت تھے۔ اس جہاز سے زیادہ تر افغان اور سندھی حجاج واپس آئے ہیں، مگران کے سوا بہت سے ہندوستان کے مشاہیر بالخصوص **حضرت استاذ العلماء صدر الافاضل مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب سالار قافلہ نعیمیہ** مولوی قاضی سید محمد عبد العلی صاحب ایڈیٹر مخبر عالم مراد آباد اور دیگر بزرگان ملت واپس آئے جن کی پیشوائی کے لیے بہت سے حضرات موجود تھے۔

سب سے پیشتر جیش رضاکاران ہندوستانی یونین نے بندر گاہ پر قافلہ نعیمیہ کا استقبال کیا۔ ارکان ہندوستانی مسلم یونین میں سے نائب صدر حافظ شریف حسین، سکریٹری مسٹر عباس، خزانچی مرزا نادر بیگ ارکان مجلس اسلامیہ سے سید سجاد صاحب، مولوی رشید الدین صاحب، مسٹر جہانگیر خان صاحب وغیرہ نے اہل قافلہ کی استقبال وپذیرائی

کے بعد حافظ شریف حسین صاحب نے حجاج کے گلوں میں یونین کی طرف سے پھولوں کے ہار ڈالے۔ اور سب حضرات ایک دوسرے سے متعارف ہوئے۔ بعد ازاں ماسٹر سجاد صاحب نے یونین کا تعارف سالار قافلہ اور حجاج قافلہ سے کرایا"[مخبر عالم: یکم اپریل ر ۱۹۳۶ء، ص ۸]

نیز ہندوستانی مسلم یونین کراچی کے نائب صدر حافظ شریف حسین صاحب نے یونین کی جانب سے آپ اور آپ کے ساتھ آئے حجاج کی بار گاہ میں ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہوئے درج ذیل تقریر فرمائی:

"**سالار قافلہ جناب مولانا محمد نعیم الدین صاحب** و حضرات قافلہ!

جمیعۃ ہندوستانی مسلمانان مقیم کراچی یعنی ہندوستانی مسلم یونین کراچی کے جیش رضا کاران کی طرف سے آپ حضرات کے فریضہ حج ادا کرنے اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو کر مع الخیر مراجعت پر کراچی کے بندر گاہ پر نزول اجلال فرمانے پر خیر مقدم کرتے ہوئے ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرنے کی خدمت ادا کرتی ہے۔

حضرات! کراچی جس کو باب الاسلام کہلانے کا فخر اس لیے حاصل ہے کہ اسلام کا پہلا علم بردار غازی اعظم محمد بن قاسم پیغام وحدانیت و حریت اسی سرزمین میں لے کر پہنچا تھا۔ اور آج بھی کراچی اپنی قدیم روایات پر قائم ہے کہ ہر سال یہاں سے حجاج کے قافلے جاتے ہیں اور مسلمانان مشرق اپنے ایمانوں کو ارض حجاز میں تازہ کر کے پھر اخوت و وحدانیت کا پیغام اکناف عالم میں پہنچاتے ہیں۔ اور دوسری وابستگی کراچی کو ارض حجاز سے خصوصیت حاصل ہے کہ ہر وقت ارض پاک کے ساحل جدہ سے پانی کی لہریں اٹھ کر ساحل کراچی سے ٹکراتی ہوئی وہی پیغام وحدانیت پہنچاتی رہتی ہیں۔ اس لیے ہم ساکنان کراچی کا فرض ہے کہ دیار حبیب سے آنے والے بزرگوں کا خیر مقدم اور استقبال کریں۔

ہندوستانی مسلم یونین باشند گان یوپی اور ماورائے یوپی کے مہاجر مسلمانوں کی جماعت ہے جو کہ ارکان جمیعۃ کی مذہبی، اخلاقی، تعلیم و معاشرتی اصلاح کا کام کرتی ہے۔ شادی و غمی خوشی و ماتم کے موقع پر باہمی امداد کے علاوہ اس کے مقاصد میں حجاج کی خدمت بھی شامل ہے۔ یونین نہ صرف حجاج کی خدمت کرتی ہے بلکہ ان تمام حجاج کی خدمت کرنا اپنا فرض خیال کرتی ہے، جو اس بندر گاہ سے خواہ چین کے یا تاشقند کے یا افغانستان کے کہیں کے بھی کیوں نہ ہوں حج کے ارادے سے روانہ ہوں۔ اور آج تک نہایت انہماک اور مستعدی سے اس فرض خدمت کو ادا کرتی رہی ہے۔

اللہ کی مہربانی اور آپ بزرگوں کی دعا سے امید ہے کہ یہ جماعت اسی طرح سے اپنے فرائض ادا کرتی رہے گی۔ آمین۔"

[مخبر عالم: یکم اپریل ر ۱۹۳۶ء، ص ۸]

بعدہ آپ نے ایک مختصر تقریر سامعین کے گوش گزار فرمائی۔ جس میں آپ نے یونین اور دیگر تمام شرکائے جشن کا شکریہ ادا کیا۔ نیز یونین کے جذبہ خدمت کو سراہتے ہوئے مبارک باد پیش کی اور یونین کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

کراچی سے مرادآباد مراجعت

جلسے کے اختتام کے بعد آپ اور دیگر حجاج شہر میں اپنے اپنے احباب کے یہاں تشریف لے گئے۔ اور شام کو مغرب کے وقت مکمل قافلہ نعیمی آپ کی معیت میں احباب سے رخصت ہوکر کراچی اسٹیشن پہنچا، جہاں بے شمار لوگ الوداعی سلام کے لیے پہلے ہی سے حاضر تھے۔ اور پھر آپ وہاں سے ۹/ بجے کراچی میل میں بیٹھ کر دہلی کے لیے روانہ ہوگئے۔ اخبار لکھتا ہے:

”**سالار قافلہ حضرت صدرالافاضل مولانا مولوی حافظ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی** نے اپنی جوابی تقریر آیات قرآنی سے شروع کرتے ہوئے یونین کے اس جذبہ خدمت کا تمام قافلے کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔ یونین کے لیے خیر وبرکت کی دعا فرمائی۔ بعدازاں یونین کے جیش کے چندرکن وارکان مہمانوں کی خدمت کے لیے مہمانوں کے پاس ٹھہر گئے۔ بعض مہمانوں کے ہم وطن وایڈیٹر صاحب مخبر عالم کے چنداعزا جو کراچی میں بسلسلہ ملازمت مقیم ہیں تمام قافلہ نعیمیہ کو موٹروں میں سوار کراکے شہر کولے گئے، جہاں چاے کے بعد پر تکلف دعوت دی گئی۔ مغرب کے وقت یہ قافلہ رخصت ہوکر ۹/ بجے کراچی میل سے روانہ ہوگیا۔ اس وقت بھی بہت سے معزز حضرات پلیٹ فارم پر خداحافظ کہنے کے لیے موجود تھے۔“[مخبر عالم: یکم اپریل/ ۱۹۳۶ء، ص۸]

۲۳/ مارچ صبح کو آپ دہلی پہنچے، جہاں پہلے ہی سے لوگ آپ کی آمد کے منتظر تھے، اور آپ کی راہ میں آنکھیں بچھائے ہوئے تھے۔ اور پھر وہاں سے آپ بذریعہ ٹرین ہاپوڑ، گجرولہ، امروہہ اسٹیشنوں پر موجود عقیدت مند حضرات سے ہدیہ تبریک وتہنیت قبول کرتے ہوئے سہ پہر میں مرادآباد اسٹیشن پر پہنچے۔ جہاں دس بارہ ہزار افراد آپ کے استقبال کے لیے پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ آپ کے گاڑی سے باہر تشریف لاتے ہی نعرہ تکبیر ورسالت کی صدائیں مجمع سے بلند ہونے لگیں۔ اور گل پوشی وگلفشانی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ بعدہ جلوس کی شکل میں آپ جابجا رکتے رکاتے لوگوں کا نذرانہ محبت قبول فرماتے ہوئے چوکی حسن خاں پہنچے، جہاں اہل محلہ نے آپ کی خدمت میں ایک سپاس نامہ پیش کیا۔ جس کے جواب میں آپ نے دعائیہ کلمات پر مشتمل مختصر سی تقریر فرمائی۔ اور سبھی حضرات کا شکریہ ادا کرنے کے بعد عصر کے وقت آپ جامعہ نعیمیہ پہنچ گئے۔ جہاں ہفتوں آپ کو ہدیہ تبریک پیش کرنے والے حضرات کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہا۔ اخبار لکھتا ہے:

”نعیمی قافلہ حجاج کی آمد آمد کا عام انتظار تھا، کیوں کہ رضوانی جہاز پر سوار ہونے کا تار آچکا تھا۔ ۲۲/ مارچ کو کراچی سے روانگی کا تار پہنچتے ہی شہر میں ایک عام شہرت ہوگئی۔ اکثر حضرات ۲۳/ مارچ کی شب میں دہلی روانہ ہوگئے۔ اور بہت سے حضرات دن کی ٹرین سے ہاپوڑ، گجرولہ وامروہہ وغیرہ اسٹیشنوں پر پہنچ گئے تھے۔ مرادآباد پلیٹ فارم پر بھی

دوپہر ہی سے ہجوم ہونا شروع ہوگیا تھا، جودہلی کی گاڑی کی آمد پر دس بارہ ہزار آدمیوں سے کم نہ تھا۔ گاڑی آتے ہی فلک رسا نعرہ اللہ اکبر کی صدا سے نعیمی قافلہ حجاج کا خیر مقدم کیا گیا۔ اور چاروں طرف سے گلفشانی شروع ہوئی۔ بکثرت طلائی گوٹے کے ہار و تازہ پھولوں کے گجرے پہنائے گئے۔

موٹروں میں ایک عظیم الشان جلوس کے ساتھ یہ قافلہ بازاروں میں گشت کرتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ اکثر موقعوں پر اہل قوم کی طرف سے جلوس رکوایا گیا اور عطر و پھول و پان پیش کیے گئے۔ کئی جگہ قصائد و نظمیات و مبارک باد پڑھے گئے۔ آخر میں باشند گان چوکی حسن خاں نے ایک سپاس نامہ پیش کیا، جس کے جواب میں **حضرت صدرالافاضل** نے ایک شکریہ آمیز تقریر فرمائی۔ اور وعدہ فرمایا کہ مدرسہ انجمن اہل سنت و جماعت (جامعہ نعیمیہ مرادآباد) میں مفصل حالات حجاج بیان کیے جائیں گے۔ چناں چہ یہ جلوس عصر کے وقت مدرسہ مذکور پر پہنچ کر ختم ہوگیا۔ شب کو بعد عشاء **حضرت صدرالافاضل صاحب** نے مفصل حالات سفر حجاز بیان فرمائے۔ اور کئی روز تک یہ سلسلہ قائم رہا۔ اسی روز سے اس قافلہ کو جابجا دعوتیں دی جارہی ہیں۔ اور شہر و بیرون جات سے مبارک باد دینے والوں کا سلسلہ قائم ہے۔" [مخبر عالم: یکم اپریل/۱۹۳۶ء، ص۱۰]

آپ کی آمد پر بہت سے شعرا نے تہنیتی کلام پیش کیے۔ ہم یہاں فقط صدرالافاضل کے داماد جناب حکیم سید محمد یعقوب متخلص حاذق صاحب کا کلام نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

طبع زاد جناب حکیم سید یعقوب علی صاحب حاذق مرادآباد خویش حضرت صدرالافاضل از مطب دھوراجی کاٹھیاواڑ۔

نعیمی قافلہ آیا مبارک ہو مبارک ہو
زیارت حج بیت اللہ مبارک ہو مبارک ہو
زیارت روضہ اقدس حضور سید عالم
زیارت حضرت حمزہ مبارک ہو مبارک ہو
وہ قرب خاص پیغمبر کروروں ہوں درود ان پر
مواجہ میں کھڑا ہونا مبارک ہو مبارک ہو
تمہاری دید اے **صدرالافاضل** عید ہے سب کی
بخیر و عافیت آنا مبارک ہو مبارک ہو
دعا ہے حاذق خستہ کی دربار نعیمی میں
ہمیں پھر ساتھ لے جانا مبارک ہو مبارک ہو

[مخبر عالم: یکم اپریل، ۱۹۳۶ء ص۹]

دوسرے سفر حج کی روداد

۱۹۳۹ء مطابق ۱۳۵۷ھ کو آپ دوسری مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ دوسرے حج کی تفصیلی معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ البتہ درج ذیل مختصر سی معلومات کافی تلاش وجستجو کے بعد دستیاب ہو سکی۔

روانگی اور سفر حج کی تفصیل

۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۹ء جنوری کے آخری عشرے میں مرادآباد سے بارادہ حج روانہ ہوئے۔ دن اور تاریخ معلوم نہ ہو سکی۔ حسب معمول پہلے آپ مدینہ منورہ پھر مکہ معظمہ حاضر ہوئے۔ مدینہ شریف میں حاضر ہونے کے بعد جب آپ مزار پر انوار پر سنہری نورانی جالیوں کو بوسہ لینے کی تمنا لے کر حاضر ہوئے اور سرکار علیہ التحیۃ والسلام کے روضہ اقدس کے قریب پہنچے تو آپ نے وہاں دیکھا کہ نجدی کارکنان لوگوں کو سرکار علیہ السلام کے روضے کے قریب کھڑے ہونے سے بھی روک رہے ہیں چہ جائے کہ لوگ روضہ انور کی سنہری جالیوں کو بوسہ دینے کی سعادت حاصل کریں۔ آپ جب آگے بڑھے تو آپ کو بھی روکا گیا۔ لیکن جب نجدی کارکن سے آپ کا مختصر سا مکالمہ ہوا تو وہ آپ کے طرز گفتگو سے حد درجہ متاثر ہوا۔ اس نے آپ سے مصافحہ کیا اور یہ کہہ کر کہ:

”آپ کا سینہ روشن ہے۔ آپ کے چہرہ سے آثار بزرگی نمایاں ہیں۔ جس کی چمک میرے دل تک اثر کر رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ جالیوں سے آنکھیں ملنا یا بوسہ دینا عبادت نہیں سمجھیں گے، اس لیے آپ کو روکنا ناجائز ہے۔“

آپ کو خود ساتھ لے جا کر بوسہ لینے کی اجازت دی۔

مزید براں کہ آپ کا وہاں معمول تھا کہ آپ نجدی امام کی نماز کے بعد خود اپنی جماعت کرتے تھے۔ آپ کی اقتدا میں بہت سے حجاج بلکہ اکثر نجدی بھی نماز ادا کرتے تھے۔ جیسا کہ اخبار مخبر عالم لکھتا ہے:

”مدینہ منورہ میں روضہ اقدس کے قریب تر جانے سے سختی سے روکا جاتا تھا۔ سلام پڑھنے کے بعد جو کوئی کچھ دیر اور کھڑا رہتا تھا، اس سے نجدی نگراں سختی سے پیش آتے تھے۔ چناں چہ **صدر الافاضل صاحب** سے بھی چند سوالات کیے گئے، جن کے جوابات سن کر نجدی نگراں زیارت کے متعیّنہ افسر نے ان سے مصافحہ کیا۔ اور ان کو خود لے جا کر زیارت کو بوسہ دینے کی اجازت دی اور کہا کہ

”**آپ** کا سینہ روشن ہے۔ **آپ** کے چہرے سے آثار بزرگی نمایاں ہیں جس کی چمک میرے دل تک اثر کر رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ جالیوں سے آنکھیں ملنا یا بوسہ دینا عبادت نہیں سمجھیں گے، اس لیے **آپ** کو روکنا ناجائز ہے“

اس دن سے روانگی کے وقت تک یہ لوگ **صدر الافاضل** کا خاص آداب و لحاظ رکھتے تھے۔ نجدی امام کی

جماعت کے بعد جب **حضرت صدرالافاضل** نماز پڑھاتے تھے تو بکثرت نجدی و دیگر حجاج شریک جماعت ہوتے تھے“
[مخبر عالم: ۲۴؍ فروری ۱۹۳۹ء ص ۱۱]

مرادآباد مراجعت اور استقبالیہ جلوس

تکمیل حج کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور ۲۰؍ فروری ۱۹۳۹ء کی صبح ساڑھے گیارہ بجے آپ مرادآباد پہنچے۔ جہاں ہزار ہا ہزار عقیدت مند حضرات نے آپ کا بہترین خیر مقدم واستقبال کیا، اور آپ کی گل پوشی و گلفشانی کی۔ بعدہ آپ جلوس کے ساتھ شہر کی مشہور راہوں سے ہوتے ہوئے، لوگوں سے ملتے ملاتے ایک بجے جامعہ نعیمیہ پہنچے، جہاں شعرائے مرادآباد نے آپ کی تشریف آوری پر قصیدہ خوانی کی۔ اور اخیر میں آپ نے ایک مختصر تقریر فرمائی جس میں آپ نے شعرا اور دیگر حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اگلے روز حج کی تفصیل بیان کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اور آپ کی دعا پر قریب دو بجے جلسہ کا اختتام ہوا۔

اخبار مخبر عالم لکھتا ہے:

”۲۰؍ فروری کی صبح کو ساڑھے گیارہ بجے کی ٹرین سے قافلہ نعیمیہ کی خبر مشتہر ہوتی ہے سیکڑوں حضرات دہلی اور مختلف اسٹیشنوں پر خیر مقدم کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ اور مرادآباد کے اسٹیشن پر پہلے ہی سے پلیٹ فارم پر آدمیوں کا ہجوم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ٹرین آنے کے وقت تک دس بارہ ہزار لوگوں کا ہجوم اسٹیشن ریلوے کے اندرو باہر ہو چکا تھا۔ گاڑی کو دور سے دیکھتے ہی اللہ اکبر کے فلک رسا نعرے لگائے گئے۔ اور گاڑی پہنچنے کے وقت پھولوں کی بارش اس کثرت سے ہوئی کہ پلیٹ فارم گلشن بے خار بن گیا۔

حضرت الحاج مولانا مولوی حافظ محمد نعیم الدین صاحب، حاجی مولانا محمد عمر صاحب کے گلوں میں بکثرت پھولوں کے گجرے ڈالے گئے۔ اور پلیٹ فارم سے موٹر تک لانے میں نہایت کشمکش و کشاکش رہا۔ مگر جامعہ نعیمیہ کے والنٹیروں نے آپ کو اور آپ کے قافلے کے دوسرے تمام حجاج صاحبان کو زبردست حلقے میں لے لیا تھا۔ **حضرت صدرالافاضل صاحب** کے موٹر کے بعد دیگر حاجی صاحبان کو موٹروں میں سوار کر کے تمام ہجوم ایک جلوس کی صورت میں صدر چوک سے گزرتا ہوا جامعہ نعیمیہ روانہ ہوا۔ راستے میں کئی جگہ جلوس کو روک کر وہاں کے باشندوں نے عطر ہار وپان پیش کیے۔ پھر ایک بجے تک یہ قافلہ جامعہ نعیمیہ میں پہنچا۔ **حضرت صدرالافاضل** کی تشریف آوری پر آپ کی خدمت میں بکثرت شعرانے قصیدہ خوانی کی۔ شعرا کو پبلک کی طرف سے نقد روپیہ اور انعام دیے گئے۔ آخر میں **صدرالافاضل** نے اس پر جوش خیر مقدم پر اظہار مسرت فرماتے ہوئے تمام حضرات کا شکریہ ادا کیا۔ اور ۲۱؍ فروری کو ترجمہ قرآن کے جلسے میں آکر اپنے مبارک سفر کے حالات بیان فرمانے کا وعدہ فرمایا اور پھر دعا فرمائی قریبًا ۲؍ بجے یہ جلسہ ختم ہوا۔“ [مخبر عالم: ۲۴؍ فروری ۱۹۳۹ء ص ۱۱]

رئیس التجار مولوی عبدالعزیز خاں صاحب کلکتہ بھی اس مبارک سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ اور واپسی میں بمبئی تک آپ کے ساتھ رہے۔ آپ سے کلکتہ جانے کی درخواست پیش کی آپ نے چند روز کے بعد کلکتہ آنے کا وعدہ فرمایا۔ اور پھر چند دن ٹھہر کر آپ اور مفتی محمد عمر نعیمی صاحب کلکتہ تشریف لے گئے۔ مرادآباد میں آپ کی واپسی کا انتظار کیا گیا تاکہ آپ کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا جاسکے۔

اخبار مخبر عالم لکھتا ہے:

"**حضرت صدرالافاضل** کے ساتھ مولانا عبدالعزیز خاں صاحب رئیس و جنرل مرچنٹ کلکتہ بھی حج بیت اللہ کو گئے تھے۔ جن کے ساتھ اور بہت سے حضرات تھے۔ واپسی میں وہ بمبئی سے کلکتہ تشریف لے گئے تھے۔ جن سے آپ نے مرادآباد جاکر کلکتہ آنے کا وعدہ کرلیا تھا۔ چناں چہ مولانا محمد عمر صاحب چند روز پیشتر اور **حضرت صدرالافاضل** صاحب مختصر قیام کے بعد کلکتہ روانہ ہوگئے۔ جہاں سے بعد عشرہ محرم واپس تشریف لانے کی خبر ہے۔ اس کے بعد آپ کی آمد کی مسرت میں جلسوں اور دعوتوں کا سلسلہ شروع ہوگا۔ پہلے قافلہ نعیمیہ کی طرف سے **حضرت صدرالافاضل** کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا جائے گا، جس کی سرگرم تیاریاں ہورہی ہیں۔" [مخبر عالم: ۲۴ر فروری ۱۹۳۹ء ص ۱۱]

استقبالیہ و تہنیتی مجلسیں

اس مبارک سفر سے واپسی کے بعد عقیدت مندوں نے استقبالیہ و تہنیتی مجلسیں منعقد کیں، اور شعرائے کرام نے بزم سخن سجاکر آپ کی بارگاہ میں منظوم تہنیتی نذرانے پیش کیے۔ افسوس کہ ان کی تفصیل حاصل نہ ہوسکی۔ ہاں البتہ اس موقع پر آپ کے تلمیذ ارشد اجمل العلماء مفتی اجمل حسین نعیمی سنبھلی نے جو منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا اس کا قلمی نسخہ فقیر راقم الحروف کو آپ کے صاحبزادے عالی وقار مفتی اختصاص الدین نعیمی نے عنایت فرمایا ہے۔ مناسب ہوگا کہ وہ منظوم کلام یہاں پیش کردیا جائے۔ احباب ملاحظہ فرمائیں اور محظوظ ہوں:

برائے جلوس مبارک بوقت واپسی از حرمین طیبین حضرت سیدنا صدرالافاضل صاحب مرادآبادی دامت برکاتہم القدسیہ۔

مسرور کیوں ہے آج ہر ایک حامی سنن　　کیوں اس قدر دلوں میں مسرت ہے موجزن
کیسی خوشی یہاں ہے اراکین انجمن　　بولے کہ دیکھو سامنے ہے کون جلوہ زن

وہ آ رہے ہیں **صدر افاضل** حرم سے آج
محبوب حق کے بلدہ رشک ارم سے آج

جس نے دوبارہ دیکھا ہے گھر کار ساز کا　　کعبہ میں جا کے پھر کیا سجدہ نیاز کا

دیکھا ہے جس نے گنبد خضرا حجاز کا مہماں بنا ہے جو شہہ بیکس نواز کا
وہ آ رہے ہیں **صدر افاضل** حرم سے آج
محبوب حق کے بلدہ رشک ارم سے آج
بے چین کر رہا تھا جنہیں درد اشتیاق بیتاب کر رہا تھا جنہیں صدمہ فراق
ہر پل گزر رہا تھا بہت سخت جن پہ شاق پھر حاضری کا اب کے ہوا جن کو اتفاق
وہ آ رہے ہیں **صدر افاضل** حرم سے آج
محبوب حق کے بلدہ رشک ارم سے آج
جو خانہ خدا میں ہوئے فائز المرام جو بلدہ نبی سے مشرف ہوئے تمام
جو خلد کی ریاض میں کرتے تھے صبح و شام جو جالیوں کے پاس پڑھا کرتے تھے سلام
وہ آ رہے ہیں **صدر افاضل** حرم سے آج
محبوب حق کے بلدہ رشک ارم سے آج
بے چین کر رہا تھا ہمیں جن کا انتظار گریاں تھیں جن کے واسطے چشمان اشک بار
سینے میں اٹھ رہی تھی خلش جن کی بار بار آنکھیں ترس رہی تھیں جنہیں دل تھا بے قرار
وہ آ رہے ہیں **صدر افاضل** حرم سے آج
محبوب حق کے بلدہ رشک ارم سے آج
شکر خدا کہ پھر ہوئی حاصل ہمیں مراد اب سب برادران طریقت ہوں شاد شاد
اب خیر مقدمی کا ترانہ ہو سب کو یاد اب مل کے ایک نعرہ لگاؤ تو زندہ باد
وہ آ رہے ہیں **صدر افاضل** حرم سے آج
محبوب حق کے بلدہ رشک ارم سے آج
دیکھو وہ آ رہا ہے نظر صاحب جمال دیکھو چمک رہا ہے وہ اس عید کا ہلال
لوٹو نعیم دیں سے نعم بخشش و نوال دوڑو قدم سے رخ کو ملو چشم سے نعال
وہ آ رہے ہیں **صدر افاضل** حرم سے آج
محبوب حق کے بلدہ رشک ارم سے آج
اب اے نعیمیو! تمہیں کیا ہے اضطراب لاحق ہے کس لیے تمہیں کیوں اتنا پیچ و تاب
اب تو بدل گئی ہے ہوا ہٹ گیا سحاب اب آسمان علم پہ چمکے گا آفتاب

وہ آ رہے ہیں **صدر افاضل** حرم سے آج
محبوب حق کے بلدہ رشک ارم سے آج
بس اجمل نعیمیؔ تو خامہ کو اب سنبھال حد ادب سے آگے قدم اپنا مت نکال
تو ہستی حقیر پہ اپنی نگاہ ڈال یہ فکر کر نصیب ہو اب بوسہ نعال
وہ آ رہے ہیں **صدر افاضل** حرم سے آج
محبوب حق کے بلدہ رشک ارم سے آج

[دیوان اجملی قلمی: ص۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱]

غزل بوقت واپسی حضرت استاد العلما مولانا مفتی محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی دامت برکاتھم القدسیہ از حرمین شریفین زاداللہ شرفھما۔

آج ہوا بدل گئی گلشن نو بہار کی
لوٹ کے آگئی فضا پھر وہی لالہ زار کی
بند قبائے گل کھلی کھلنے لگی کلی کلی
پھلنے لگی ہر ایک شاخ پھر گئی رُت بہار کی
نشو و نما کے جوش سے گزرے ہیں پھول ہوش سے
وجد میں آئیں پتیاں نرگس بے قرار کی
بزم میں دھوم دھام ہے باغ میں اذن عام ہے
فرط خوشی میں عندلیب گاتی ہیں لَے ملار کی
اہل چمن کو مژدہ باد پھر گئے دن ملی مراد
پھر وہی ابر آگیا جان ہے جو بہار کی
اہل سنن ہوں شاد شاد اشرفیوں کو مژدہ باد
لوٹ کے آگئی مراد جان پھر ان کی دیار کی
فیض قدوم سے ہو شاد شہر مراد با مراد
جشن کی مجلسیں کریں خوب ہی افتخار کی
خوب سجائیں مجلسیں دل کی نکالیں حسرتیں
اب تو گزر گئی گھڑی حالت انتظار کی

اہل سنن کے سر کے تاج شکر خدا کہ آئے آج
کر کے زیارت حرم گنبد تاجدار کی
اہل سنن انہیں تمام کہتے ہیں مقتدا امام
ان کے حضور گردنیں جھکتی ہیں باوقار کی
کاش ہماری یہ بصر ہوتی گر ان کی رہ گذر
آتی ہے کیوں کہ ان سے بو طیبہ کے لالہ زار کی
کان نعم کی مرحمت ابر کرم کی کیفیت
پہلے سے ہوگئی فزوں عادت جود بار کی
ذات نعیم سے نعم لینے کو آئے ہیں خدم
آج ہے برسر کرم ان کی عطا خیار کی
دید کا لطف لوٹ لو فیض لقا سے حصہ لو
حسرتیں سب نکال لو حاجتیں قلب زار کی
آج وہ یوم عید ہے جس میں حصول دید ہے
کیسی گھڑی سعید ہے اجملؔ غم گسار کی

[دیوان اجملی قلمی: ص۷۶،۷۷]

درج ذیل کلام بھی غالباً اسی موقع پر لکھا گیا تھا ملاحظہ ہو:

ہر دل میں آج فرحت کیسی سما رہی ہے
ہر قلب میں مسرت کیا رنگ لا رہی ہے
پھولا نہیں سماتا کیوں آج ہر نعیمی
کیسی نئی خبر ہے جو دل لبھا رہی ہے
اس رہ گذر میں کس کی آئے گی اب سواری
پھولوں کے ہار لے کر خلقت جو آ رہی ہے
فرط خوشی سے سارے صف باندھ کر کھڑے ہیں
دل کی امنگ سب کو بے خود بنا رہی ہے
دولہا کی خوش نصیبی ہم کس طرح دکھائیں
ایسی بہار جب خود محفل سجا رہی ہے

سار ی خوشی کے باعث **حضرت نعیم دیں** ہیں
یہ دھوم سب انہیں کا ڈنکا بجا رہی ہے
اجملؔ نہ ہم سے پوچھو فرط خوشی کا عالم
حضرت کی خاص نسبت کیا کیا دکھا رہی ہے

[انتخاب اجمل العلما: ص ۴۰]

باب ۱۰
علوم و فنون

وہ مولانا نعیم الدین صاحب
حق گاہ و حق اندیش و حق آئیں
حکیم و فاضل و حاجی و زائر
فقیہ و مفتی و علامہ دیں
وہ جن کی پاک سیرت نیک طینت
وہ جن کی رائے صائب قول شیریں
خطیب خوش بیان و نکتہ پرور
جو کہتے دل میں وہ باتیں اترتیں

مولانا حامد حسن نقشبندی، پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ

صدرالافاضل کواللہ پاک نے بے شمار علوم وفنون سے نوازا تھا۔ بہت سے علوم وفنون میں آپ کو عبور حاصل تھا۔ آپ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ عالم، فاضل، مفتی، محدث، مفسر، مناظر اور بہترین طبیب تھے۔ ہم آپ کے علوم وفنون کے تعلق سے ایک تفصیلی ودل چسپ بحث سپرد قرطاس کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

بحیثیت حافظ قرآن

آپ آٹھ سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے تھے۔ آپ کے حفظ کے اساتذہ میں دو ناموں کا ذکر ملتا ہے۔ حافظ انعام اللہ صاحب اور حافظ حفیظ اللہ صاحب۔ آخر الذکر کے پاس حفظ مکمل ہوا۔ چوکی حسن خاں مسجد میں ہر سال ماہ رمضان المبارک میں تراویح پڑھاتے اور دس دن میں ختم قرآن فرماتے تھے۔ اور یہ سلسلہ آپ کا اخیر عمر تک جاری رہا۔ مرادآباد کے مشہور اخبار "مخبر عالم" میں اس حوالے سے چند خبریں دستیاب ہوئیں جن کا یہاں درج کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہو گا۔ ملاحظہ ہو:

صدرالافاضل نے تراویح میں ختم قرآن کیا

۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۳۶ء بروز منگل صدرالافاضل نے اپنی مسجد میں نماز تراویح میں قرآن پاک کی تکمیل فرمائی۔ ختم شریف میں ہزاروں افراد شریک ہوئے۔ صدرالافاضل کو نذرانہ بھی پیش کیا گیا۔ جو مٹھائی وغیرہ پیش کی گئی حضرت نے سامعین میں تقسیم فرمادی۔ اخبار مخبر عالم لکھتا ہے۔

"گزشتہ جمعہ کی شب میں **حضرت صدرالافاضل صاحب** کے ختم قرآن کے موقع پر کئی ہزار آدمیوں کا ہجوم تھا۔ راستہ نکلنا دشوار تھا۔ مگر دروازے پر مٹھائی کی تقسیم کی کارروائی ہو رہی تھی۔ ختم قرآن کے بعد اہل محلہ کی جانب سے گنگا جمنی پیڑے اور پھولوں کے ہار، روپے وغیرہ پیش کیے گئے تھے۔ **حضرت صدرالافاضل صاحب** نے قبول فرمانے کے بعد اکثر سامعین کو اپنی جانب سے تقسیم فرما دیے۔" [اخبار مخبر عالم: یکم دسمبر ۱۹۳۶ء ص ۳]

رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ میں دسویں رمضان کو آپ نے تراویح میں کلام اللہ کی تکمیل فرمائی۔ طبیعت ناساز تھی پھر بھی آپ نے عوام کی محبت وعقیدت کے پیش نظر قرآن پاک سنایا۔ ختم شریف میں شہر وبیرون شہر سے ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ اخبار مخبر عالم لکھتا ہے:

"رمضان المبارک کی خیر وبرکات عام ہیں۔ شہر میں جابجا کلام مجید ختم ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ ۱۰ر رمضان المبارک کو جامعہ نعیمیہ کے بانی **حضرت صدرالافاضل استاذ العلماء حافظ وقاری مولانا نعیم الدین صاحب دامت برکاتہ** نے کلام مجید ختم فرمایا۔ باوجودیکہ **حضرت صدرالافاضل** علیل بھی رہے اور نقاہت بھی موجود ہے لیکن آپ نے مسلمانوں

کی عام خواہش و عقیدت کو نظر انداز نہ ہونے دیا۔ ہزاروں آدمیوں نے ختم میں شرکت کی۔ علاوہ شہر کے بیرونی اصحاب بھی شریک ہوئے۔" [مخبر عالم: ۲۹/ اگست ۱۹۴۴ء۔ ۹/ رمضان ۱۳۶۳ھ۔ ص ۸]

درس قرآن

آپ مسجد چوکی حسن خاں میں روزانہ بعد نماز فجر درس قرآن بھی دیتے تھے۔ اگر کہیں باہر پروگراموں میں شرکت کے لیے چلے جاتے تو ناغہ ہوتا تھا بس۔ البتہ مراد آباد پہنچتے ہی اعلانات ہوجاتے کہ **صدرالافاضل** واپس تشریف لے آئے ہیں، کل سے ترجمہ قرآن شروع فرمائیں گے۔ اس حوالے سے اخبار مخبر عالم کی چند خبریں درج کی جاتیں ہیں ملاحظہ ہو:

"۵/ شوال سے مسجد چوکی حسن خاں میں **حضرت صدرالافاضل** نے دوبارہ صبح ساڑھے ... ترجمہ قرآن شروع کردیا ہے۔" [اخبار مخبر عالم: ۹/ شوال ۱۳۵۵ھ۔ ۲۴/ دسمبر ۱۹۳۶ء ص ۱۰]

دوسری خبر ملاحظہ کریں:

"**حضرت صدرالافاضل** صاحب کلکتہ سے واپس تشریف لے آئے اور ترجمہ قرآن شریف شروع ہوگیا۔"

[مرجع سابق: ۱۶/ محرم ۱۳۵۸ھ۔ ۸/ مارچ ۱۹۳۹ء۔ ص ۱۰]

مزید ملاحظہ فرمائیں:

"تقریب بارہ (ربیع الاول شریف) کے سلسلہ میں جابجا شہر میں مجالس میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو رہی ہیں۔ **حضرت صدرالافاضل الحاج مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب** کو حضرات دہلی و میرٹھ و ہاپوڑ اور حسن پور وغیرہ باصرار لے گئے۔ جہاں آپ کے مواعظ حسنہ کا سلسلہ کئی روز جاری رہا۔ آج واپس تشریف لے آئے اور ترجمہ قرآن شریف شروع ہوگیا۔"

[۱۸/ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ۔ ۸/ مئی ۱۹۳۹ء ص ۱۰]

ان خبروں کی روشنی میں صدرالافاضل کا قرآن پاک سے لگاو بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے۔ آپ بے پناہ مصروف ہونے کے باوجود قرآن پاک سناتے بھی تھے۔ اور ترجمہ قرآن کا درس بھی دیتے تھے۔ قرآن پاک سے بھی محبت تھی اور قرآن پاک پڑھنے والوں سے بھی محبت فرماتے تھے۔ حفاظ کا حد درجہ احترام فرماتے۔ اور حافظ بچوں پر خوب شفقت فرماتے اوران کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ ہم یہاں اس حوالے سے ایک دل چسپ واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

پانچ سالہ حافظہ بچی بارگاہ صدرالافاضل میں

فروری ۱۹۳۱ء میں صدرالافاضل کی بارگاہ میں آمنہ بی نامی ایک بچی مہمان ہوئی، جس کی عمر پانچ سال تھی۔ اللہ کے فضل سے مکمل قرآن کی حافظہ تھی۔ اس بچی کو اس کے نانا محترم سید اصغر علی صاحب بچی کی والدہ کی علالت اور والد کی مفلسی کے سبب اپنے ساتھ آگرے سے اجمیر شریف لے آئے اور حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے قدموں میں پیش کر دیا۔ اور وہ بچی حضرت کے آستانہ کے لنگر سے پروش پاتی رہی۔ ایک روز حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئی۔ اور بس تبھی سے ظاہر ہوا کہ بچی قرآن کی حافظہ ہوگئی ہے۔ حضرت دیوان صاحب نے بچی کو سن کر اور مطمئن ہو کر دو سال ۴ ماہ میں سند دے دی۔ حضرت نظام اور میر خیر پور سندھ نے تاحیات دس روپے ماہوار وظیفہ مقرر کیا۔

ریاست نانپارہ سے پانچ روپیہ ماہوار مقرر ہوئے۔ اور کئی مقامات کے نواب صاحبان نے بچی کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ اس نیک سیرت بچی کو اللہ نے خوب شہرت عطا فرمائی، جہاں جاتی وہاں لوگ دیکھنے کو پہنچے رہتے اور بچی سے مل کر قرآن سنتے اور نذرانے پیش کرتے۔ اس مبارک خبر کو اخبار مخبر عالم سے ملاحظہ فرمائیں۔ اخبار لکھتا ہے:

”آمنہ بی پنچ سالہ حافظہ قرآن لڑکی جس کے حالات اکثر اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں، اس ہفتے میں اپنے نانا سید اصغر علی صاحب کے ہم راہ مراد آباد آکر **مولانا مولوی حافظ محمد نعیم الدین صاحب ناظم مدرسہ انجمن اہل سنت وجماعت** کی مہمان ہوئی۔ جس کی شہرت سن کر بکثرت آدمی زیارت کو جاتے اور اکثر حضرات ان کو تانگہ بھیج کر اپنے گھر بلواتے ہیں۔ اور اس لڑکی کو نہایت اشتیاق سے دیکھتے اور سنتے ہیں۔ لیکن یہ لڑکی جب دل چاہتا ہے خود کچھ متفرق طور پر آیات پڑھ جاتی ہے یا اس کے نانا جب کوئی آیت پڑھتے ہیں اور درمیان میں رکتے ہیں تو یہ فوراً بتا دیتی ہے۔ لیکن یہ بھی کرشمہ قدرت سے کچھ کم نہیں۔ اور یہ ایک زندہ اسلامی اعجاز ہے۔ کیوں کہ سید اصغر علی صاحب موصوف نے اس لڑکی کے حالات زندگی یہ بیان کیے ہیں کہ آمنہ بی کی والدہ کی علالت اور والد کی ناداری کی وجہ سے اس لڑکی کو جب کہ یہ صرف ۲۳ دن کی تھی آگرے سے اجمیر شریف لے آئے۔ اور حضرت خواجہ غریب نواز قدس اللہ سرہ کے قدموں میں ڈال دیا۔ اور آپ کے روزانہ لنگر سے اس کی پرورش ہوئی۔ ایک روز حضرت غریب نواز کی زیارت ہوئی اس وقت سے یہ ظاہر ہوا کہ یہ لڑکی قدرتی حافظہ قرآن ہے۔

چناں چہ حضرت دیوان صاحب نے آمنہ بی کو دو سال ۴ ماہ کی عمر میں اطمینان سے سن کر سند دے دی، جس کی شہرت پر حضور نظام اور میر خیر پور سندھ نے طلب فرما کر، تاحیات آمنہ بی کو دس دس روپے ماہوار کا وظیفہ مقرر فرما دیا۔ اور پانچ روپے ماہوار ریاست نان پارہ سے مقرر ہو گئے۔ اور نواب صاحب جاورہ نے پانچ سو روپے نقد عطا

کیے۔ اور نواب صاحب ریاست بھاولپور نے باوجود عالم سفر سو روپے مرحمت فرمائے تھے۔ اور اس وقت سے اب تک یہ صاحب جس مقام پر گئے ہیں ان کی امداد و قدر دانی کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابھی ایک ہفتے تک یہاں قیام رہے گا۔" [اخبار مخبر عالم: ۱۶ر فروری ۱۹۳۱ء ص ۶]

بحیثیت مفسر

صدر الافاضل مفسرین میں ممتاز و نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ دور حاضر کے مسلمانوں میں امام اہل سنت کا ترجمہ قرآن کنز الایمان مشہور ہے، یوں ہی اس ترجمہ مبارکہ پر آپ کی تفسیر منیر خزائن العرفان کو بھی شہرت حاصل ہے۔ طبقہ اہل سنت میں آپ کی تفسیر کو خوب مقبولیت حاصل ہے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ اس وقت سب سے زیادہ پڑھا جانے والا ترجمہ امام اہل سنت کا کنز الایمان ہے اور تفسیر میں آپ کی تفسیر خزائن العرفان ہے۔ اس تفسیر سے آپ کی مفسرانہ شان عیاں ہے۔ کئی کئی صفحوں پر لکھی جانے والی تفصیلی تفسیر آپ نے ایک، دو سطر میں اجمالاً بیان کر دی یہ یقیناً بڑے کمال کی بات ہے۔ بہت سی مشہور عربی تفاسیر کا خلاصہ آپ کی تفسیر میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی تصانیف میں بھی جابجا تفسیر کے جلوے نظر آتے ہیں۔

۱۳۴۵ھ جمادی الاولیٰ سے ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد کی دوبارہ اشاعت شروع ہوئی تو آپ سے تفسیر قرآن کی فرمائش کی گئی۔ احباب کی فرمائش پر آپ نے تفصیلاً تفسیر قرآن لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ اسی ماہ سے آغاز ہوا اور آپ کی لکھی ہوئی الحمد شریف کی تفسیر شائع کی گئی۔ آپ نے خوب تفصیل و تحقیق کے ساتھ تفسیر تحریر فرمائی۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ سے رمضان و شوال ۱۳۵۳ھ یعنی آخری شمارے تک آپ کی تفسیر قسط وار شائع ہوتی رہی۔ پانچ رکوع اور چند آیتوں کی ہی تفسیر شائع ہوئی۔ اس کے بعد رسالہ بند ہو گیا، جس کے سبب تفسیر کی اشاعت بھی بند ہو گئی۔ کاش یہ سلسلہ دراز رہتا تو اردو میں ایک معرکۃ الآرا علمی و تحقیقی تفسیر مسلمانوں کو نصیب ہوتی۔ ماہنامے میں شائع شدہ جملہ تفسیری مضامین کو مفتی غلام معین الدین نعیمی نے ترتیب دے کر "نعیم البیان فی تفسیر القرآن" کے نام سے شائع کرا دیا تھا۔ لیکن اب یہ کتاب بھی دستیاب نہیں ہے۔ ہم یہاں تفسیر خزائن العرفان کے اجمال اور اس نعیم البیان کی تفصیل کا ایک نمونہ پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔ ملاحظہ کریں اور اندازہ لگائیں کہ اگر واقعی آپ نے پورے قرآن کی تفسیر فرما دیتی ہو تو عوام و خواص کے لیے یہ کس قدر اہم اور بڑا سرمایہ ہوتا جس سے وہ خوب مستفید و مستفیض ہوتے۔ اور خوب بخوب لطف حاصل کرتے۔

سورہ فاتحہ کی آیت "اهدنا الصراط المستقيم" کی تفسیر خزائن العرفان میں یہ فرمائی:

"معرفت ذات و صفات کے بعد عبادت اس کے بعد دعا تعلیم فرمائی۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ بندے کو عبادت کے بعد مشغول دعا ہونا چاہیے۔ حدیث شریف میں بھی نماز کے بعد دعا کی تعلیم فرمائی گئی۔ (الطبرانی فی

الکبیر والبیہقی فی السنن) صراط مستقیم سے مراد اسلام یا قرآن یا خلق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضور کے آل واصحاب ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صراط مستقیم طریق اہل سنت ہے۔ جو اہل بیت واصحاب اور سنت وقرآن وسواد اعظم سب کو مانتے ہیں۔" [تفسیر خزائن العرفان]

اب اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں جو تفسیر خزائن العرفان میں نہیں ہے۔ آپ تفسیر فرماتے ہیں:

"اهدنا الصراط المستقیم

اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ نے بندے کو اپنی ذات وصفات کی معرفت کے بعد خاص اپنی عبادت کی تعلیم دی۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے توفیق واعانت کا طالب بتایا۔ جب بندہ عرفان ذات وصفات کے بعد مقام عبادت میں فرماں بردارانہ اخلاص کے ساتھ فائز ہوا تو اب اس کو راہ راست کی ہدایت کی دعا تلقین فرمائی۔ اس سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ بندہ کو عبادت کے بعد مشغول دعا ہونا چاہیے۔ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والتسلیمات کا نمازوں کے بعد مشغول دعا ہونا بکثرت احادیث میں مذکور ہے۔ طبرانی نے کبیر میں حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کی، من صلی فریضة فله دعوة مستجابة، جس شخص نے فرض نماز پڑھی اس کے لیے ایک دعا مستجاب ہے۔

بیہقی نے سنن میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔ جب تم میں سے کوئی اپنی نماز سے فارغ ہو تو چاہیے چار چیزوں کے لیے دعا کرے۔ عذاب جہنم۔ عذاب قبر۔ فتنہ محیا وممات۔ فتنہ دجال۔ سے بچنے کے لیے اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے بعد خواہ وہ فرض ہوں یا غیر فرض بجماعت ہوں یا بے جماعت جمعہ ہو یا عیدین سب کے بعد دعا مسنون ہے۔ کسی نعمت کو پاکر پھر اس کی طلب میں رہنا محسن کے انعام کا اعتراف اور نعمت کی قدر شناسی ہے۔ بادشاہوں کے درباروں میں باریابی پاکر درباری عرض کیا کرتے ہیں کہ الطاف خسروی جو ہمارے حال پر مبذول ہیں ہم ان کے شکر گزار ہیں اور شاہی کرم وعنایت کے امیدوار۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پچھلی نعمت کی انہوں نے قدر کی اور مراحم شاہی کی بقا اور مزید توجہ کے طلب گار ہیں۔ اهدنا الصراط المستقیم، عرض کرنے والا اس کے رحم وکرم کا اعتراف کرکے اس نعمت کی قدر شناسی کرتا ہے اور اس پر ثبات اور مزید فضل کا طلب گار ہوتا ہے۔ مقربان بارگاہ کا یہی دستور ہے۔

حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ والصلاۃ والسلام نے عرض کیا "تو فنی مسلما" جادوگروں نے ایمان سے مشرف ہو کر دعا کی "توفنا مسلمین" صحابہ کبار نے عرض کیا "توفنا مع الابرار" ان سب دعاؤں میں بقاے نعمت کی طلب ہے۔ اسی طرح جب بندہ ہدایت سے فیض یاب ہوتا ہے تو وہ اس نعمت جلیلہ کی قدر کرکے اس کی بقا کی دعا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ ہمیں جو تو نے ہدایت فرمائی ہے اس پر قائم رکھ۔ ہم راہ راست کی ہدایت کے طلب گار ہیں۔ راہ راست پانے کے بعد جو طلب ہے یہ مزید فضل وکرم کی استدعا ہے۔

ہدایت کے بہت مراتب ہیں، جو شمار میں نہیں آسکتے۔انہیں میں سے رسول مبعوث فرما کر کتابیں نازل کر کے ہدایت کرتا ہے۔اس ہدایت سے اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر ایمان لانے والے عام طور پر فیض یاب ہیں۔اس سے بلند مرتبہ ہدایت کا یہ ہے کہ قلب سے حجابات اٹھ جائیں سرائر منکشف ہوں اشیاے کماہی دکھادی جائیں۔وحی الہام کی روشنی سے باطن کی آنکھیں منور ہوں۔ہدایت کا یہ مرتبہ انبیا اور اولیا کے ساتھ خاص ہے۔وحی انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔اور الہام سے اولیا فیض یاب ہوتے ہیں۔اھدنا الصراط المستقیم، جب ایک مومن پڑھتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایمان کی طرف جو تو نے ہمیں ہدایت فرمائی اس پر قائم رکھ اور عرفان کے مراتب میں چشم بینا عطا فرما۔جب ایک عارف پڑھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمیں سیر فی اللہ میسر کر کہ ہم سے ہمارے احوال کی تاریکیاں اور ہمارے ابدان اور مادیت کے ظلمات دور ہوں۔اور ہم تیرے نور قدس سے منور ہو کر تیرے دیدار سے مشرف ہوں اور ہوش میں تیری ذات اور صفات اور افعال کی تجلیاں دیکھیں۔

صراط مستقیم سے طریق حق دین قویم ملت اسلام مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔بعض کے نزدیک قرآن پاک اور حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلق کریم جس کو حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

کان خلقه القرآن، کہ حضور انور کا خلق کریم قرآن حکیم ہے۔علامہ شیخ اسماعیل حقی نے تفسیر روح البیان میں فرمایا:

اهدنا الصراط المستقيم، هو الدين القويم وهو مايدل عليه القرآن العظيم وهو خلق سيد المرسلين صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔

یعنی صراط مستقیم دین قویم ہے اور دین قویم وہ ہے جس پر قرآن عظیم دلالت فرماتا ہے اور جس چیز پر قرآن عظیم دلالت فرماتا ہے وہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ ہیں۔تو نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ قرآن عظیم کا صحیح مدلول حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے پاکیزہ اخلاق ہیں۔یہی دین قوم ہے اور اسی کو قرآن عظیم میں صراط مستقیم کے ساتھ تعبیر فرمایا۔

حضرت امام جلیل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں فرمایا: کہ ابو العالیہ اور حسن بصری رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کہ صراط مستقیم حضور انور ہیں علیہ الصلاۃ والسلام۔اور حضور کے اہل بیت اخیار واصحاب اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔اس تفسیر کو ابو العالی اور حسن بصری سے ابو القاسم وماوردی نے نقل کیا۔اور مکی نے بھی ان دونوں بزرگوں سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔ان کا قول یہ ہے کہ صراط مستقیم حضور ہیں اور حضور کے صاحبین جلیلین ابوبکر اور عمر صلوات اللہ

تعالیٰ علیھم وسلامہ۔ ابو اللیث سمرقندی نے بھی صراط الذین انعمت علیھم، کی تفسیر میں ابو العالیہ سے ایسا ہی نقل فرمایا۔ کہ جب یہ قول حسن کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ بخدا یہ سچ ہے اور خوب ہے۔

ماوردی نے عبد الرحمن بن زید سے بھی ایسا ہی نقل کیا۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ ایک ایک ادا اس سرور یکتا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور قرآن پاک نے یہ ارشاد فرمایا:

ما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس لائیں تم اس کو قبول کرو اور جس امر سے وہ منع فرمائیں اس سے باز رہو! تو دین انہیں کے امر انہیں کی اطاعت ہے۔

دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا:

ماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی، اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ خواہشات نفس سے وہ سرور کریم صلی اللہ علیہ وسلم پاک ہیں کہ زبان اقدس پر ایک کلمہ بھی اپنی خواہش سے نہیں آیا، جو ادا ہوتا ہے، وہ سب وحی الٰہی ہے۔ یہ حضور اقدس علیہ الصلوات والتحیات کی بہت بلند و بالا مرتبت کا بیان ہے۔ اور جب صراط مستقیم حضور ہیں تو ظاہر ہے کہ بارگاہ الٰہی تک وصول اور باریابی کے لیے حضور کے سوا کوئی اور راہ نہیں۔ اب انبیا ہوں یا مرسلین سب کو اس سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع لازم ہوا۔ اور وہ بادشاہ کونین جیسے نبی الامہ ہیں ویسے ہی نبی الانبیا بھی۔ اسی لیے قرآن پاک میں انبیا کے میثاق کا ذکر ہے جن سے حضرت رب العزت عزوعلا تبارک وتعالیٰ نے کتاب وحکمت سے مشرف ہونے کے بعد حضور پر ایمان لانے اور حضور کی نصرت کرنے کا عہد کیا اور اسی لیے قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولیٰ فما ارسلنٰک علیھم حفیظاً۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں میں وہی داخل ہے جو حضور انور علیہ الصلاۃ والتسلیمات کا فرماں بردار ہو۔ اب انبیا ہوں یا مرسلین ملائکہ ہوں یا اجنہ ہر مخلوق پر حضور کی اطاعت لازم۔ اسی مضمون کو احادیث میں گوناگوں عنوانوں کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔ کہیں ارشاد ہوا: بعثت الی الخلق کافۃ، میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ کہیں ارشاد فرمایا: بعثت الی الاسود والاحمر، کہ ہر سیاہ و سرخ کی طرف میری بعثت ہوئی۔ اس سے ثابت کہ حضور تمام خلق کے نبی ہیں اور سب آپ کی امت، تو یقیناً خدا رسی کی راہ آپ ہیں۔ اور آپ ہی کی بدولت وصول الی اللہ کی نعمت میسر آسکتی ہے۔ ابو العالیہ اور حسن بصری کی تفسیر کی بموجب حضور، حضور کے اہل بیت واصحاب صراط مستقیم کا مصداق ہیں۔ اس سے مدعا یہ ہے کہ حضور کی سنت اور حضور کے صحابہ اور اہل بیت اور کلی کی روایت کی بموجب جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی اتباع کرے اس نے صراط مستقیم پائی۔ اور ایسے لوگوں کو اہل سنت و جماعت کہتے ہیں تو آیہ کریمہ، اھدنا الصراط المستقیم، نے صاف کر دیا کہ تمام فرقوں میں جو فرقہ حق ہے وہ

اہل سنت و جماعت ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں وارد ہوا،

علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدین۔ (رواہ الترمذی)

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

علیکم بالجماعۃ و العامۃ (رواہ احمد)

تیسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

من فارق الجماعۃ شبراًفقد خلع ربقۃ الاسلام عن عنقہ و رواہ احمد و ابوداؤد۔

چوتھی حدیث میں ارشاد فرمایا:

ید اللہ علی الجماعۃ و من شذ شذ فی النار (رواہ الترمذی)

پانچویں حدیث میں ہے:

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار، (رواہ ابن ماجہ)

ان تمام حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور فرماتے ہیں کہ میرے اور میرے خلفاے راشدین کے طریقے کو لازم کرو! اور سواد اعظم اور جماعت جمہور کا اتباع لازم سمجھو! جو جماعت سے جدا ہو وہ جہنمی ہے۔ اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ تو ثابت ہوا کہ صراط مستقیم اہل سنت و جماعت ہے۔"

[ماہنامہ السوادالاعظم: ذوالقعدہ، ۱۳۴۵ھ ص۔۹،۱۰۔ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ ص ۱۰،۱۱]

آپ صرف کتابی مفسر نہیں تھے بلکہ درس گاہ میں مسند تدریس پر جلوہ فگن ہوتے تو کتب تفسیر پڑھاتے وقت اساتذہ و طلبہ آپ کی مفسرانہ شان کے خطبے پڑھتے نظر آتے۔ اس تعلق سے مفتی شعبان علی نعیمی کے مضمون کا یہ اقتباس کافی دل چسپ اور پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے وہ لکھتے ہیں:

"تفسیر کا درس اتنا شان دار ہوتا تھا کہ طلبہ کے علاوہ اگر وقت خالی رہتا تھا تو جامعہ نعیمیہ کے مدرسین بھی درس میں آکر بیٹھتے تھے اور **حضرت** کی تقریر انتہائی غور و خوض سے سماعت کرتے۔ درس تفسیر میں خصوصیت سے تفسیر قرآن بالقرآن، تفسیر قرآن بالحدیث، اسباب نزول، مفردات القرآن کی تشریح، مفاہیم قرآن کی مثالوں سے وضاحت، آیات متشابہات کی توجیہہ و تنقیح، ناسخ و منسوخ کی وضاحت، مکی و مدنی کی نشاندہی، بظاہر آیات متبائنات میں تطبیق، بظاہر آیات و احادیث میں توفیق، اقوال مفسرین میں ترجیح، اصول دین اور عقائد اسلام کی تشریح، مسائل ضروریہ کا حسن استنباط و استخراج، ظواہر آیات سے پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا ازالہ، تفسیر قرآن آثار صحابہ سے، تفسیر قرآن دیگر کتب سماویہ سے نیز واقعات امم اور قصص اقوام کا تذکرہ وغیرہا یہ مذکورہ بالا محررات **حضور صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ** کے درس تفسیر کے محاسن عظمٰی ہیں، جو بوقت درس طلبہ فصیح و بلیغ زبان سے سننے کو پاتے تھے گویا شرکاے درس درس گاہ میں بیٹھ کر

امام رازی، امام خازن کی درسگاہ کا لطف اٹھاتے تھے۔"[فتاوی صدر الافاضل: تعارف، ص ۶۸۶،۶۸۷]

علم حدیث، اصول حدیث، فن اسمائے رجال

صدر الافاضل کی محد ثانہ بصیرت بھی بے مثال تھی۔ علم حدیث، اصول حدیث اور فن اسمائے رجال پر گہری نظر تھی۔ تاحیات بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث کا درس دیتے رہے۔ حدیث شریف کی معتبر و مستند کتاب بخاری شریف پر آپ کی تعلیقات بھی ہیں جنہیں فقیر نے جمع کیا ہے۔ جلد ہی کتابیں شکل میں پیش کی جائیں گی۔ اصول حدیث پر بھی آپ نے ایک کتاب تحریر فرمائی۔ علاوہ ازیں علامہ نور الصفا نعیمی کو آپ نے عربی میں بھی اصول حدیث املا کرائے تھے۔ علم حدیث، اصول حدیث اور اسمائے رجال کے حوالے سے آپ کی مطبوعہ کتابوں میں بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ ہم یہاں ایک دو مثالیں پیش کرتے ہیں ملاحظہ کریں۔

نماز میں آمین دھیرے کہنے سے متعلق آپ نے بہت ہی عمدہ بحث فرمائی ہے ملاحظہ کریں:

"ہمارے امام عالی مقام حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ (نماز میں آمین کو) اخفا کے ساتھ پڑھا جائے۔

قدرے تفصیل اس مسئلے کی یہ ہے کہ اس مسئلے میں جو احادیث وارد ہیں ان میں سے بعض میں " رفع بھا صوتہ "بعض "مد بھا صوتہ "اور بعض میں جہر اور بعض میں "قال آمین حتی یسمع من فی الصف الاول "اور بعض میں " فیرتج بھا المسجد او ربعض میں فسمعتہ یقول آمین وھی فی صف النساء " یہ الفاظ وارد ہیں۔

جہر کے قائلین کا تمام سرمایہ صرف یہی احادیث ہیں جن میں یہ الفاظ وارد ہیں۔ ان احادیث کا حال یہ ہے کہ یہ سب خبر واحد ہیں قطعی الثبوت نہیں۔ مع ہٰذا جہت روایت سے اس میں بہت گفتگو ہے۔ اوران تمام احادیث میں قائلین جہر کے لیے جو نسبتاً ان میں سب سے زائد اور صحیح ہے وہ وائل کی حدیث ہے۔ وائل کی حدیث میں جو محفوظ الروایت ہے وہ حدیث ہے جس میں مد بھا صوتہ، آیا۔ جیساکہ ترمذی نے تخریج کیا۔ اوراس کو سید حفاظ بخاری سے نقل کیا۔ لیکن رفع اور جہر الفاظ جو دوسری روایتوں میں آئے ہیں وہ روایت بالمعنیٰ ہیں اور راوی نے جیسا سمجھا ویسا اس کو اپنے لفظوں میں تفسیر کر دیا تو یہ راوی کی تفسیر ہے نہ حدیث کے لفظ۔

علامہ علی قاری نے "مرقاۃ المفاتیح "میں اس کی تصریح فرمائی۔ میرک نے کہا کہ مد بھا صوتہ، کے الفاظ تو ترمذی و احمد و ابن ابی شیبہ نے روایت کیے اور رفع بھا صوتہ، کو ابوداؤد نے نقل کیا اور گویا کہ نقل بالمعنیٰ ہیں۔ تو خلاصہ یہ نکلا کہ راوی کے مد بھا صوتہ، کے معنی آواز بلند کرنا سمجھ کر کبھی اس کو رفع کے لفظ سے اور کبھی جہر کے لفظ سے روایت کیا۔ یہ فہم راوی ہے۔ اور فہم راوی حجت نہیں ہوتی۔ پھر یہ مد بھا صوتہ، والی روایت بھی معلول ہے جیساکہ ابن ہمام

نے اس کی طرف اشارہ کیااوراس کی تائیداس سے اور زیادہ ہوتی ہے کہ بخاری نے اپنی صحیح میں اس روایت کی تخریج نہیں کی۔باوجودیکہ ان کوایسے موقع پر تتبع کاخاص لحاظ ہوتاہے۔اگران کی نظر میں یہ حدیث حجت کے قابل ہوتی تووہ اس کوہرگز نہ چھوڑتے۔

اس سے قطع نظر اگرہم اس حدیث کوعلت سے سالم بھی فرض کرلیں توبھی یہ جہر کے لیے حجت نہیں ہوسکتی کیوں کہ اس کی دلالت اس معنی پر قطعی نہیں۔جیسامدبھاصوتہ، میں بلند آواز سے پڑھنے کا احتمال ہے ویساہی اس میں ہمزہ کوکھینچنے اور ذرادراز کرکے پڑھنے کے معنی کابھی احتمال ہے۔بلکہ یہی احتمال ظاہراور متواتر ومشہور ہے۔اسی لیے کثیر شراح ومحدثین جہر کے ساتھ اس کی تفسیر نہیں کرتے بلکہ اطالت درازی کے ساتھ ۔جیساکہ ابن سیدالناس نے شرح ترمذی میں کہاکہ مراداان سے اطالت یعنی درازی ہے۔(آمین کے الف کوکھینچ کر پڑھناہے)یہ خفض یعنی آہستہ پڑھنے کے منافی نہیں۔اور محدث قاری نے فرمایاکہ مدبھاصوتہ، کے یہ معنی ہیں کہ کلمہ کوکھینچ کر پڑھا۔ایسی حالت میں مدبھاصوتہ، کے الفاظ سے مدعیان جہر کوکیاقوت پہنچتی ہے؟

رہیں باقی احادیث ان کی اسناد میں کلام ہونے کے علاوہ بنظر امعان دیکھاجائے توان سے بھی جہر کامطلب ثابت نہیں ہوتا۔کیوں کہ اس میں سے ایک یہ ہے کہ مسجد گونج گئی۔حافظ عینی نے کہاکہ حدیث ابوہریرہ کی اسناد میں بشیر بن رافع حارثی ہیں ان کی بخاری وترمذی، نسائی ونصرو ابن معین نے تضعیف کی ہے۔اورابن قطان نے اپنی کتاب میں کہاکہ بشر کے سواکسی نے روایت ہی نہیں کی۔اس وجہ سے حدیث صحیح نہیں۔توحاکم کاشرط شیخین پر بتانااوردار قطنی کاشیخین کہناتوساقط ہوگیا۔اس کے سوادوسری نسبت یہ بھی توہے کہ مسجد نبوی عریش مسقف بالخصوص تھی۔اس کاگونجنا عقل ہی میں نہیں آتا۔بلند بنائیں اور رفیع محل گونجاکرتے ہیں نہ کہ عریش۔اب صرف وہ حدیثیں رہ جاتی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ میں نے حضور سے آمین سنی یاصف اول والوں نے سنی۔ان کی اسنادوں میں بھی کلام ہے۔ممکن ہے کہ اتفاقیہ بھی یہ کلمہ اس طرح اداہواہو۔کہ لوگوں نے سن لیاہوجیساکہ حدیث میں آیاہے کہ بعض سورتوں کوبعض صحابہ نے ظہروعصر کی نمازوں میں سنا۔اس سے ظہریاعصر کی نماز میں جہر کرناکسی نادان کے نزدیک بھی ثابت نہ ہوگا۔"

[ماہنامہ السوادالاعظم:ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ۔ص ۱۴،۱۵]

نیز راوی ابن عیینہ سے متعلق بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اب عیینہ کاحال سنیے وہ یہ ہے کہ ابن عیینہ طبقہ وسطی یعنی تبع تابعین کے درمیانی طبقے کے کبار تبع تابعین میں سے ہیں اور امام مالک اور ثوری سے ان کامرتبہ کم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا رتبہ زیادہ ہے۔اس لیے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ طبقہ صغری یعنی تبع تابعین کے چھوٹے طبقے میں داخل ہیں۔اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعین کے کسی طبقے میں داخل نہیں۔چناں چہ "تقریب التہذیب"میں مسطور ہے

''السابعة: کبار اتباع التابعین کمالك والثوری الثامنة: الطبقة الوسطی منهم کابن عیینه وابن عُلَیه التاسعة: الطبقة الصغری من اتباع التابعین کیزید بن هارون، والشافعی، العاشرۃ: کبار آلآخذین عن تبع الاتباع ممن لم یلق التابعین کأحمد بن حنبل'

(ساتواں طبقہ اکابر اتباع تابعین کا ہے جیسے مالک اور ثوری۔ آٹھواں طبقہ درمیانی ہے جس میں ابن عیینہ اور ابن علیہ ہیں۔ اور نواں طبقہ اصاغر اتباع تابعین کا ہے، جیسے یزید بن ہارون اور شافعی۔ دسواں طبقہ اتباع تابعین سے علم حاصل کرنے والوں کا ہے جو تابعی نہیں ہے، جیسے امام احمد بن حنبل)

ابن عیینہ کا نام سفیان ہے اور تقریب التہذیب میں ان کے حالات یوں لکھے گئے ہیں:

''ثقة حافظ فقیه امام، حجة الا انه تغیر حفظه باخرۃ وکان ربما دلس لکن عن الثقات من رؤوس الطبقة الثامنة'

یعنی ابن عیینہ ثقہ اور حافظ اور فقیہ اورامام اور حجۃ اور تبع تابعین کے آٹھویں طبقہ کے رؤسا سے ہیں لیکن ثقات سے تدلیس کرتے ہیں۔ یعنی اپنی اسناد میں کبھی ثقہ شیخ کا نام نہیں لیتے۔

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اصول حدیث میں تحریر فرمایا ہے کہ جمہور علما اس پر متفق ہیں کہ تدلیس اس شخص کی کہ جس کا حال معلوم ہو کہ وہ تدلیس نہیں کرتا ہے مگر ثقہ سے تو یہ تدلیس جمہور علما کے نزدیک قبول ہے جیسا کہ ابن عیینہ کی تدلیس اور شیخ کی عبارت یہ ہے:

قبول تدلیس من عرف انه لا یدلس الا عن ثقة کابن عیینة ''

(یعنی جس راوی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ ثقہ سے تدلیس کرتا ہے جمہور اس طرف گئے ہیں کہ اس شخص کی تدلیس قابل قبول ہے۔ جیسے ابن عیینہ)

اب ابن عیینہ کا حال معلوم ہوا کہ درمیانی طبقہ تبع تابعین میں کبار اور روسا علما میں سے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعین کے چھوٹے طبقے میں ہیں اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ دسویں طبقے میں سے ہیں۔ اور انہوں نے اخذ حدیث تبع تابعین سے کیا۔ اور تابعین سے اخذ حدیث نہیں کیا اور ابن عیینہ تبع تابعین میں سے ہیں۔ اور تابعین سے ملاقات کی ہے۔ لہٰذا ابن عیینہ کا رتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بدرجہا بڑھ گیا۔

اب تبع تابعین یعنی ابن عیینہ کے قول سے ثابت ہوا کہ الحمد اور قل ہو اللہ شریف دعا ہیں اور دعا کے وقتوں میں پڑھنا ان دونوں کا تبع تابعین سے برخلاف نہ ہوا۔ اب اگر کسی عالم کا قول ابن عیینہ کے قول سے جو تبع تابعین میں سے ہیں، برخلاف ہو تو اس عالم کا قول ہم اس وقت مانیں گے کہ علما فقہا نے بروایات مفتی بہا مجتہدین اس عالم کے قول

کو ابن عیینہ کے قول پر ترجیح دی ہو والا فلا۔‘‘[فیضان رحمت بعد از دعاے برکت: ص ۱۱۳ تا ۱۱۵]

فقہ واصول فقہ میں کمال

آپ کی فقیہانہ شان اہل علم سے چھپی نہیں ہے۔ فقہ واصول فقہ میں خوب کمال حاصل تھا۔ فقہی جزئیات کا استحضار فقہی قواعد وقوانین اور فقہی اصول وضابطے ذہن میں ایسے مستحضر کہ بوقت ضرورت کتاب کھولنے کی نوبت نہیں آتی۔ یہ مسئلہ اس طرح ہے، فلاں کتاب میں، فلاں باب میں ہے بلا توقف بتادیا کرتے تھے۔

صدر الشریعہ کی کتاب مستطاب بہار شریعت میں مندرجہ مسائل کے حوالے سے آپ نے مفتی محمد عمر نعیمی کو حکم فرمایا کہ کتاب کے جملہ مسائل کی اصل کتابوں سے مراجعت کرلیں! مفتی محمد عمر نعیمی نے حسب حکم کام شروع کیا مگر کہیں کہیں ایسا بھی ہوا کہ مسئلہ کتاب سے متعلقہ باب میں نہیں ملا، تو آکر عرض کرتے کہ حضور یہ مسئلہ نہیں مل رہا ہے تو آپ برجستہ فرماتے کہ فلاں باب میں دیکھو مل جائے گا۔ جب دیکھتے وہ مسئلہ آپ کے بتائے ہوئے باب میں مل جاتا تھا۔

اس واقعے کو شہزادہ صدر الافاضل رہنماے ملت مولانا اختصاص الدین نعیمی کے حوالے سے مفتی شعبان علی نعیمی نے تحریر کیا ہے۔ مناسب ہوگا کہ واقعہ ان کے الفاظ میں یہاں نقل کردیا جائے۔ آپ تحریر کرتے ہیں:

’’ایک مرتبہ شہزادہ صدر الافاضل سیّدی ومرشدی رہنماے ملت حضرت علامہ حکیم سیّد اختصاص الدین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان مجھ سے فرمانے لگے کہ جب حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بہار شریعت چھپ گئی تو حضرت نے مولانا محمد عمر صاحب نعیمی محدث پاکستان جو اس وقت فارغ ہو چکے تھے اور جامعہ کا اہتمام ان کے ذمے تھا ان سے فرمایا کہ بہار شریعت کے ہر مسئلے کے بعد کتاب کا نام لکھا ہوا ہے تم سارے مسائل کو ان کتابوں سے ملا ڈالو تاکہ تمہارے علم میں اضافہ ہو۔ چناں چہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب بہار شریعت کے مسائل کتابوں سے ملانے لگے مگر کہیں کہیں کوئی مسئلہ کتاب کے اس باب میں نہیں ملتا **حضرت صدر الافاضل** سے آکر ذکر کرتے تو **حضرت** فرماتے کہ اس مسئلے کو کتاب کے فلاں باب میں دیکھو وہاں مل جائے گا۔ چناں چہ دیکھتے اور مسئلہ مل جاتا معلوم ہوا کہ **حضور صدر الافاضل** کو تمام متون فقہ مستحضر تھے۔‘‘[فتاوی صدر الافاضل: تعارف۔۔ص ۶۸۸]

بڑی بڑی فقہی مشکل بحثیں اور فقہی پہیلیاں منٹوں میں ایسے حل فرمادیتے کہ معلوم ہوتا کہ کتابیں سامنے رکھی ہوئی ہیں اور آپ پڑھتے جارہے ہیں۔ جامعہ میں جب رونق مسند تدریس ہوتے تو فقہ واصول فقہ کی دقیق بحثیں آسان سے آسان تر انداز میں پڑھاتے کہ کند ذہن طلبہ کے بھی سمجھ میں آجایا کرتا تھا۔ آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والوں پر آپ کی فقیہانہ شان خوب عیاں ہے۔ ہم یہاں ایک دو مثالیں پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ کریں۔ لفظ ’’اذا‘‘ سے متعلق بڑی ہی عمدہ بحث کی ہے فرماتے ہیں:

"اول یہ کہ "اذا" وقتیہ ہے دوئم یہ کہ وقت سے عام وقت مراد ہے اس لیے کہ انہوں نے "اذا" کے ترجمے میں صرف وقت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وقت پر لفظ "جس" کہ تعمیم کا کلمہ ہے بڑھایا جیسے کوئی کہے (جس نے مارا اس پر قصاص آئے گا جس وقت زید آئے مجھ کو خبر کر۔ جس وقت خالد جائے اس کے ساتھ جا) اور اگر "اذا" صرف وقت کے لیے ہوتا اور تعمیم اوقات اس سے مراد نہ ہوتی تو مولوی قطب الدین خان صاحب فقط لفظ "وقت" لکھتے اور لفظ "جس" اس پر زیادہ نہ کرتے۔ چناں چہ "تلویح" میں مسطور ہے:

"لکنها قد تستعمل لمجرد الظرفیة من غیر اعتبار شرط و تعلیق کقوله تعالیٰ:

واللیل اذا یغشٰی ای وقت غشیانه"

(لیکن اذا شرط اور تعلیق کا اعتبار کیے بغیر بھی صرف ظرف کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "واللیل اذا یغشٰی" رات کی قسم جب چھائے یعنی اس کے چھاجانے کے وقت۔)

اب مولوی قطب الدین خان صاحب کے ترجمے اور ان اردو نظیروں سے ثابت ہوا "اذا" کہ جس کے معنی جس وقت ہیں مثل "متی" عموم اوقات کے لیے ہے۔ اب اس سے بھی قطع نظر کر کے خوب کان کھول کر سنو کہ ایسا "اذا" جیساکہ حدیث گذشتہ میں وارد ہے بالاتفاق نحویین واصولیین "اذا" وقتیہ مثل متی ہے اس لیے کہ "اذا" میں نحویوں کے دو مذہب ہیں کوفیوں کے نزدیک وقت اور شرط دونوں کے لیے بدیں طور صلاحیت رکھتا ہے کہ اگر "اذا" کے سبب سے جزا کی ضرورت ہو تو "اذا" وقت سے خالی فقط بمعنی شرط رہتا ہے۔ اور اگر "اذا" وقتیہ ہو تو متی کے ہم معنی ہوتا ہے اور یہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔ چناں چہ "منار" میں مسطور ہے:

"و "اذا" عند نحاة الکوفة تصلح المؤقت والشرط علی السواء فیجازی بها مرة ولا یجازی بها اخریٰ واذا جوزی بها سقط عنها الوقت کانها حرف الشرط و هو قول ابی حنیفة"

(کوفی نحویوں کے نزدیک اذا وقت اور شرط دونوں کی برابر صلاحیت رکھتا ہے تو کبھی اس کی جزا لائی جائے گی اور کبھی نہیں۔ اور جب جزا لائی جائے گی اس سے وقت ساقط ہو جائے گا گویا وہ حرف شرط ہے۔ اور یہی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا قول ہے۔)

اور بصریوں کا مذہب یہ ہے کہ "اذا" در حقیقت وقت کے لیے ہے اور ہمیشہ وقتیہ بمعنی متی ہوتا ہے اور اگر کبھی بطور مجاز شرط کے لئے مستعمل ہوتا ہم اس سے وقت ساقط نہیں ہوتا اور یہ قول صاحبین کا ہے۔ جیساکہ "منار" میں مسطور ہے:

"وعند نخاة البصرة هی المؤقت حقیقة فقط وقد تستعمل للشرط من غیر سقوط الوقت عنها علی سبیل المجاز مثل "متی" فانها للوقت لا یسقط عنها ذالك بحال هو قولهما"

(اور بصری نحویوں کے نزدیک "اذا" حقیقۃً وقتیہ ہے۔ البتہ کبھی شرط کے لیے بغیر وقت کو ساقط کیے بر سبیل مجاز استعمال ہوتا ہے، متی کی طرح۔ پس متی وقت کے لیے ہے۔ وقت اس سے کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا یہ صاحبین کا قول ہے۔)

خلاصہ اس اختلاف کا یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک "اذا" کبھی وقتیہ اور متی کا ہم معنی ہوتا ہے اور کبھی شرطیہ اور وقت اس سے ساقط ہوتا ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک ہمیشہ "اذا" مثل متی وقتیہ ہے خواہ شرط اس سے بطور مجاز مفہوم ہو یا نہ ہو۔ اب اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ امام صاحب کے قواعد کے بموجب "اذا" جو حدیث گذشتہ میں وارد ہے وقتیہ ہے نہ شرطیہ اس لیے کہ یہاں "اذا" سے بموجب ترجمہ حدیث کے کہ مولوی قطب الدین خان صاحب کی کتاب سے نقل ہوا وقت مراد ہے اور جب "اذا" سے وقت مراد ہو تو امام صاحب کے نزدیک شرط باطل اور صرف وقت اس سے مراد ہوتا ہے چناں چہ "نور الانوار" میں مسطور ہے:

"اذا" جوزی بھا سقط عنھا الوقت کانھا حرف الشرط وھو قول ابی حنیفۃ علیہ الرحمۃ لانہ لما کانت مشترکۃ بین الشرط و الظرف ولا عموم للمشترک فتعین عند ارادۃ احد المعنیین بطلان الاخر ضرورۃ"

("اذا" کی جب جزا لائی جائے گی تو اس سے وقت ساقط ہو جائے گا گویا وہ حرف شرط ہے۔ اور یہی ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا قول ہے۔ اس لیے کہ وہ جب شرط اور ظرف کے درمیان مشترک ہے اور مشترک کے لیے کوئی عموم نہیں ہے۔ تو لا محالہ دو معنوں میں سے کی ایک معنی کے مراد کے وقت دوسرے کا بطلان متعیّن ہو گیا۔)

چوں کہ "اذا" سے وقتیہ مراد ہوا تو بموجب قواعد اصولیہ بالاتفاق مابین امام اور صاحبین کے یہ "اذا" جو حدیث بالا میں وارد ہے وقتیہ بمعنی متی ہوا۔ اس لیے کہ صاحبین کے نزدیک ہمیشہ "اذا" وقتیہ مانند متی ہے اور امام صاحب کے نزدیک اگر اس سے وقت مراد ہو جیسے اس حدیث بالا میں بیان ہو چکا تو وقتیہ بمعنی متی ہے چوں کہ حدیث بالا میں جو "اذا" وارد ہے بالاتفاق وقتیہ بمعنی متی ہوا تو منطقیوں کے نزدیک بھی موجبہ کلیہ کا سور ہے۔ چناں چہ شرح تہذیب میں مسطور ہے: کہ سور موجبہ کلیہ کا متی ہے اور جو اس کے معنی میں ہو۔ اور اصولین کے نزدیک بھی ایسا "اذا" بمعنی متی یعنی عموم اوقات کے لیے ہے۔ چناں چہ نور الانوار میں مسطور ہے:

"اذا" ومتی، یدلان علی عموم الزمان وکلیتہ" اور منطقیوں نے "اذا" شرطیہ کہ جملہ شرطیہ پر داخل ہو بموجب مذہب کوفین اس کو وقت سے خالی سمجھ کر اہمال کی علامت قرار دیا ہے ..... اور یہاں حدیث بالا میں "اذا" بالاتفاق وقتیہ بمعنی متی ہے۔ تو اس "اذا" کو منطقیوں کے "اذا" پر قیاس کرنا کسی ذی علم کا کام نہیں البتہ (آتیہ) کو (آیت) پڑھنے والوں کا کام ہے۔ چوں کہ "اذا" بالاتفاق وقتیہ مثل متی ہوا تو نتیجہ حدیث "اذا" رفع یدیہ الیہ" کا یہ ہوا کہ بندہ دعا میں خدا کی طرف ہاتھ اٹھائے یہ موجب اجابت و قبولیت ہے۔ لہٰذا دعا میں کسی وقت ہاتھ اٹھانا شرک و بدعت نہ ہوا بلکہ

ہر وقت دعامیں ہاتھ اٹھاناموجب سعادت دارین اور خوشنودی خدااور سبب انجاح مرام بندہ ہے اگر خدانے چاہا۔"

[فیضان رحمت بعداز دعاے برکت:ص۹۵تا۹۸]

کمال فتوی نویسی

فراغت کے بعد سے تاحیات آپ فتوی نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے۔امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بعد آپ کادار الافتاء مرجع اہل سنت تھا۔عوام وخواص سبھی آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔امیر ملت حضرت علامہ سید امیر الدین مخدوم گجرات علیہ الرحمۃ کی درج ذیل وصیت سے جس کا بخوبی اندازہ کیاجاسکتا ہے۔آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا:

"اگر کسی مسئلے میں فتوے کی ضرورت محسوس ہو تو **مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ** سے رجوع کیا جائے۔"

[عظیم ملت،مرتبہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی:ص۲۸]

یوں تو آپ کے پاس ہر طرح کے سوالات آتے تھے لیکن میراث وترکے کے مسائل بکثرت آتے تھے اور آپ انہیں بآسانی بغیر کتابوں کی مراجعت کے حل فرمادیا کرتے تھے۔شہزادہ صدہ الافاضل رہنماے ملت حضرت علامہ اختصاص الدین نعیمی کے حوالے سے مفتی شعبان نعیمی تحریر فرماتے ہیں:

"حضور رہنماے ملت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میراث وفرائض کے فتوے کثرت سے آتے رہتے تھے مگر حضرت کو جواب لکھنے کے لیے کبھی کتاب دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔آج تک ایک بطن' دو بطن' چار بطن کے فتوے اگر دارالافتاء میں آجائیں تو گھنٹوں گھنٹوں کتابیں دیکھی جاتی ہیں۔تب کہیں جاکر فتوے کا جواب لکھا جاتا ہے اور وہ بھی کبھی ایک مفتی دوسرے مفتی کے فتوے کو مسترد کردیتا ہے 'مگر **حضرت صدر الافاضل** کا یہ حال تھا کہ بیس بیس اکیس اکیس بطون کے فتوے بھی کبھی دارالافتاء میں آگئے مگر **حضرت** قلم برداشتہ بغیر کتاب دیکھے جواب تحریر فرمادیتے تھے۔البتہ انگلیوں پر کچھ شمار کرتے ضرور دیکھا جاتا تھا اور آپ کے فتوے کے استرداد کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔"

[فتاوی صدر الافاضل:تعارف۔ص۶۹۰،۶۹۱]

اکثر عمر آپ نے فتوی نویسی میں گزاری لیکن یہ بات افسوس ناک ہے کہ آپ کے فتاوی کا اکثر حصہ ضائع ہو گیا۔ "فتاوی صدر الافاضل" کے نام سے آپ کے فتاوی کا جو مجموعہ عام دستیاب ہے اس میں بہت کم فتوے شامل ہیں۔

تدریسی صلاحیت

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کا یہ تاریخ ساز جملہ بھلا اہل علم کیسے بھول سکتے ہیں کہ:

"میں نے مدرس دو ہی دیکھے ایک صدر الشریعہ اور دوسرے صدر الافاضل، فرق صرف یہ تھا کہ صدر الشریعہ اس شعبے سے زیادہ وابستہ رہے اور صدر الافاضل ذرا کم۔"

واقعی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تدریسی میدان میں آپ کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ بحیثیت مدرس آپ اپنے دور میں ممتاز مقام کے مالک تھے۔ تعلیمی ذوق رکھنے والے طلبہ آپ کی تدریسی صلاحیتوں کے گرویدہ تھے۔ انداز تدریس عالمانہ ہونے کے ساتھ اس قدر سادا و شستہ کہ طلبہ کو پڑھنے میں بوریت محسوس نہیں ہوتی۔ دقیق سے دقیق بحث اور کٹھن سے کٹھن عبارت کو اس قدر آسان اور سہل بنا دیتے، کہ کند ذہن طلبہ بھی مفہوم عبارت بآسانی سمجھ لیتے اور یاد کر لیتے۔ درسی کتب پڑھانے کے لیے مطالعہ سخت ضروری ہے، مگر صدر الافاضل گوناگوں مصروفیات کے باعث مطالعہ کم ہی کر پاتے تھے۔ اس کے باوجود بھی دوران تدریس ایسا محسوس ہوتا کہ پڑھائی جانے والی بحث سے متعلق بہت سی کتابوں کا مطالعہ کر کے آئے ہیں۔ تبلیغی دوروں، مدرسہ اور خانگی ذمہ داریوں، فتوی نویسی، عقیدت مندوں سے ملاقات، مریضوں کو تعویذ دینا اور بہت سے مشاغل کے باوجود درس گاہی ذمہ داری بھی نبھاتے تھے۔ یہ الگ بات کہ جس قدر وقت میسر آتا اور طبیعت درس و تدریس کی طرف مائل ہوتی تبھی پڑھاتے اور پھر ایسا پڑھاتے کہ طلبہ کی طبیعت باغ باغ ہو جاتی۔

آپ کی تدریسی صلاحیت، اور علمی قابلیت کے حوالے سے آپ کے شاگرد رشید مفتی محمد حسین نعیمی سنبھلی کا درج ذیل تاثر پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"بحمدہٖ تعالیٰ ہم دونوں (آپ اور مفتی حبیب اللہ نعیمی) رفیقوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ حدیث شریف کے علاوہ ملا حسن، قاضی مبارک، حمد اللہ، منقوی، صدرا، اقلیدس، **حضرت قدس سرہ** نے خاص طور پر پڑھائی ہیں۔ فنون کی کتابوں کی پر مغز مدلل تقاریر زبانی کیا کرتے تھے۔ جس کتاب پر تقریر فرماتے تو گمان ہوتا تھا کہ شاید **حضرت** اس کتاب کے مصنف ہیں جو کتاب کی گہرائیوں اور عبارت کے اشارات و مالہ وما علیہ کی وضاحت فرما رہے ہیں۔ میں نے ایسا قابل جامع اور کامل استاد و مدرس نہیں پایا۔"

[ہفت روزہ سواد اعظم لاہور کا حیات صدر الافاضل نمبر: ۱۹، ۱۲/ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ
مطابق ۱۹،۲۶/ جون ۱۹۵۹ء۔ ص ۳۵، ۳۶]

آپ کی درس گاہی صلاحیتوں اور طرز تدریس کے حوالے سے مولانا عبد الحامد قادری بدایونی نے بہت ہی عمدہ اور زبردست تاثر پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"**حضرت استاذ العلماء صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ** علما میں ایک ایسے فرد کامل تھے جو تقریر و تحریر، درس و تدریس، صرف و نحو تفسیر و حدیث، فقہ و کلام، فلسفہ و منطق، ریاضی و اقلید وغیرہ علوم و فنون میں اس درجہ مہارت رکھتے تھے کہ ہر فن کی اوسط و اعلیٰ کتابیں بیسیوں بار پڑھائیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہر فن کی کتاب کا پہلے نفس مضمون ادا فرماتے پھر اس کی تشریحات کرتے اپنی طرف سے اعتراض قائم کر کے جوابات دیتے، کوئی پہلو تشنہ نہ چھوڑتے، نہ کسی اعتراض کی کوئی بات باقی رہ جاتی۔ ذہین و فطین طلبہ مطالعہ میں بہت سے اعتراضات و ابہامات لے کر جاتے مگر **حضرت** اپنے علمی تجربہ اور ذکاوت سے کسی اعتراض کا موقع ہی نہ رہنے دیتے۔ طلبہ پر ان کی شفقت بزرگانہ اس درجہ تھی کہ ہر ایک طالب علم یہی سمجھتا تھا کہ مجھے زیادہ چاہتے ہیں۔ طلبہ کی علمی رہائشی اور دیگر ضروریات پر نظر رکھتے۔ طلبہ کو محنت و سادگی اور اخلاق نبوی کا خصوصی درس دیتے۔"

[ماہنامہ النعیمیہ لاہور: فروری ۲۰۰۴ء۔ ص ۱۰۳]

نیز آپ کے شاہانہ طرز تدریس سے متعلق مولانا سلیمان بھاگلپوری کے حوالے سے حضرت بحر العلوم اعظمی تحریر فرماتے ہیں:

"چناں چہ حضرت مولانا سلیمان صاحب بھاگلپوری جو خود بھی ایک جاگیردار اور اعلیٰ خاندان بزرگ تھے وہ جب تک دارالعلوم اشرفیہ میں رہے، عربی مدرسین کی عام روش کے خلاف کھانا اپنی طبیعت کے موافق خرچ سے تیار کراتے اور کھاتے۔ دوسرے مدرسین کی طرح جاگیر کا کھانا کبھی نہیں کھایا۔ وہ فرماتے ہیں:

آج کل کے طالب علم تو استاذ کو ملازم سمجھتے ہیں کہ طبیعت موزوں ہو نہ ہو گھنٹی بج گئی تو استاد کو سبق ضرور پڑھانا ہے۔ ہم لوگوں نے **صدر الافاضل علیہ الرحمہ** سے پڑھا ہے، وہ بادشاہ تھے، بادشاہ۔ ان کے مکان پر مختلف ضرورت مندوں کی بھیڑ ہوتی تھی، غربا اور حاجت مند مریض اور دعا کے خواہاں، اسی میں جامعہ نعیمیہ کے انتظام کار، درس نظامیہ پڑھنے والے طلبہ اور طب سیکھنے والے لوگ سبھی ہوتے۔ اور آپ سبھی کی ضرورتوں کے موافق سلوک کرتے۔ مریضوں کو دیکھ کر طب کے طلبہ کو نسخہ املا کراتے۔ دعا تعویذ والوں کے لیے حاضر باش لوگوں میں سے کسی صاحب سے فرماتے ان کو فلاں تعویذ لکھ دو، کبھی خود لکھ دیتے۔ استفتا کے جواب کا املا فرماتے، یا کسی عالم کے حوالے کرتے کہ ان کا جواب لکھ دو! جب سب سے فرصت پاتے تو طب یا درس نظامی کی کسی جماعت کو بلا لیتے اور اسی مشغلے میں ظہر کا وقت آجاتا اور بقیہ کا درس دوسرے دن پر موقوف۔ اسی طرح کبھی کبھی ہم لوگ ہفتہ بھر تک آپ کی خدمت میں آتے جاتے رہتے تو کسی دن ہمارا سبق بھی ہو جاتا۔ اور جس دن سبق پڑھ لیتے تو ہفتوں کے انتظار کی کلفت دور ہو جاتی، اور ایسا پڑھا دیتے کہ اس اتفاقی درس کو دولت بے بہا سمجھتے، اور کئی دن تک اس کی لذت میں سرشار رہتے۔"

[مضامین بحر العلوم: ج ۲ ص ۱۲۱]

بحیثیت طبیب

آپ نے طبابت کی تعلیم بھی حاصل کی۔اور فراغت کے بعد چند سال مرادآباد میں حکیم الطاف خاں کے قائم کردہ مدرسہ طبیہ میں تدریسی خدمات بھی انجام دی۔مدرسہ طبیہ کے جلسے کی روداد جواخبار مخبر عالم میں شائع ہوئی اس کاایک اقتباس پیش ہے۔اخبار لکھتا ہے:

''حکیم الطاف علی خان صاحب نے ایک جداطبیہ مدرسہ قائم کردیا ہے جس میں اس وقت پندرہ طلبہ بتائے جاتے ہیں۔اس کے مدرس اول خود حکیم صاحب موصوف ہیں اور مدرس دوم **حکیم حافظ مولوی محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی** ہیں۔''[مخبر عالم نمبر ۳۶/ مطبوعہ ۸/ اکتوبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۲]

دینی مصروفیات کے علاوہ آپ مطب بھی چلاتے تھے۔آپ کے سرکاری دستاویز جو ہم نے جابجا نقل کیے ہیں ان میں آپ کا پیشہ طبابت ہی لکھا ہوا ہے۔بلاری میں بھی آپ کا مطب تھا جہاں آپ ابتدائی دور میں روزانہ تشریف لے جاتے تھے۔مولانا آل حسن نعیمی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''بلاری میں **آپ** نے طبی خدمات کے لیے روزانہ ایک وقت مقرر کردیا تھا جو ایک مدت تک جاری رہا۔''
[غیر مطبوعہ عکس مضمون]

بہت سے بیمار آپ کے ہاتھوں شفایاب اور بہت سے بے اولاد حضرات صاحب اولاد ہوئے۔مہلک امراض بھی آپ کی دوا و دعا سے ختم ہوجاتے تھے۔مرض کی تشخیص میں کمال حاصل تھا۔نبض شناسی میں کمال کی مہارت تھی۔ نظام علاج بہت آسان اور سستا ہوتا تھا۔آپ کے دستہائے مبارکہ میں اللہ پاک نے خوب شفا ودیعت فرمائی تھی۔

آپ کی جاری کردہ سند طب

آپ باضابطہ اس فن کی تدریس فرماتے تھے۔کئی سال مسلسل آپ نے حکیم الطاف علی خاں کے قائم کردہ طبیہ مدرسے میں خدمات انجام دیں۔(جس کا قدرے ذکر ہم علامہ گل خاں کابلی علیہ الرحمۃ کے تذکرے کے ضمن میں کرآئے ہیں۔وہیں ملاحظہ کریں۔)جامعہ نعیمیہ میں بھی آپ باذوق طلبہ کو یہ فن باضابطہ پڑھاتے تھے اور انہیں سند بھی عطا فرماتے تھے۔ہمیں آپ کی عطا کردہ سند طب بمشکل دستیاب ہوئی۔اس نیت سے کہ یہ محفوظ ہوجائے اس نایاب سند کو یہاں نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ملاحظہ کریں:

یا شافی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم!

سند الجامعة النعيمية لطلبة الطب بعد فراغهم من التحصيل!

الحمد لله الذی شفاء لا سقام اهل الهوا۔ والصلاۃ والسلام علی حکیم الشریعۃ الغراء حافظ صحۃ الملۃ البیضاء رئیس الحذقۃ المھرۃ من الرسل والانبیاء الذی لایعد المعلم الاول من الفلاسفۃ فی مدرسۃ حکمتہ الا من من الاغبیاء وعلیٰ آلہ واصحابہ المعالجین للاغویاء۔

وبعد! فیقول العبد الضعیف المسکین خادم الطب **محمد نعیم الدین المرادآبادی** غفرلہ الھادی لما فرغ الاخ السعید من قراءۃ الکتب الطبیۃ وحصل لہ مھارۃ فی الفنون الحکمیۃ واشتغل زمانا بالمطب، التمس منی ان اجیزہ بالاشتغال بعلاج المرضیٰ ودرس الطب علی رسم اھل ھٰذا الفن وکان حریا لذٰلک۔ فاجزتہ وادعوا اللہ تعالیٰ ان یوفقہ باصابۃ الفکر فی امر العلاج وینفع بہ المخلوق واوصیہ ان لا یعتمد علی نفسہ۔ فان النفس کثیرۃ الخطاء ولیسأل الصواب من اللہ تعالیٰ۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

خوشنویسی، بنوٹ، طب، توقیت، جغرافیہ، تاریخ، میں آپ کی مہارت، بقلم حکیم الامت

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی آپ کے چند علوم و فنون پر آپ کی مہارت نیز آپ کے کمال استحضار و استدلال کی چند مثالیں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”**میرے مرشد برحق ولی نعمت حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین صاحب قدس سرہ** بفضلہ تعالیٰ جامع کمالات تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ کے علاوہ بہت سے فنون میں پوری مہارت تھی۔ جیسے خوش نویسی، علم طب وغیرہ۔ چناں چہ آپ لاٹھی گھمانے، لاٹھی چلانے کے بھی استاد تھے۔ جسے اہل فن بانا اور بنوٹ کہتے ہیں۔ ایک بار حضرت کی مجلس میں اسی آیت کریمہ کی تحقیق ہو رہی تھی کسی نے پوچھا حضور کیا قرآن مجید میں اس فن (بنَّوٹ) کا بھی ذکر ہے؟ فرمایا: اس کا مکمل بیان موجود ہے۔ چناں چہ ارشاد باری ہے:

فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان۔

یعنی کافروں کی گردنوں سے اوپر مارو۔ اور ان کے ہر جوڑ پر چوٹ لگاؤ۔

فرمایا: جب دشمن کو جان سے مارنا ہو بنَّوٹ والا گردن کے اوپر یعنی کھوپڑی پر مارتا ہے۔ اگر کوئی عضو بے کار کرنا ہو تو اس کے جوڑ پر چوٹ مارتا ہے۔ اور ضرب حیدری میں ایسی چوٹ ماری جاتی ہے کہ سارے جوڑ بے کار ہو جاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اس کا مکمل بیان ہے۔

کسی نے پوچھا حضور قرآن مجید میں علم طب بھی ہے؟ فرمایا: ہاں علم طب بھی ہے۔ علم طب بہت آیات میں مذکور ہے۔ چناں چہ ایک آیت کریمہ تو بہت ہی جامع ہے۔

کلوا واشربوا ولا تسرفوا، کھاؤ پیو اور زیادتی نہ کرو۔ یعنی کھانے پینے میں زیادتی نہ کرو۔

اسی فیصد بیماریاں معدے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور معدہ زیادہ کھانے پینے سے خراب ہوتا ہے۔ کسی نے پوچھا حضور قرآن مجید میں قمری مہینوں کا ذکر تو ہے کہیں شمسی مہینوں کا بھی ذکر ہے؟ فرمایا ہاں۔ رب فرماتا ہے:

ولبثوا فی کھفھم ثلث مائة سنین وازدادوا تسعا۔ اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو زیادہ بڑھے یعنی شمسی مہینوں سے تین سو سال اور قمری سے تین سو نو سال۔

کسی نے پوچھا حضور قرآن مجید میں علم جغرافیہ بھی ہے فرمایا: ہاں رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وجدھا تغرب فی عین حمئة۔ سکندر ذوالقرنین نے سورج کو دلدل میں ڈوبتا ہوا پایا۔

معلوم ہوا سمت مغربی میں اتنی برف ہے کہ وہاں سمندر برف کا دلدل بنا ہوا ہے۔ اور سورج اس میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے۔ علم تاریخ تو قرآن کریم کا حصہ ہے۔ یہ تو اس آستانہ عالیہ کے ذروں کا علم ہے۔ علوم کے سمندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے علوم قرآنیہ کس قدر عطا فرمائے یہ دینے والا جانے یا لینے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم"

[تفسیر نعیمی: جلد ۳ پارہ ۷۔ سورہ انعام۔ ص ۳۸۶، ۳۸۷]

علم توقیت

ارباب علم و دانش، علم توقیت کی اہمیت کو بخوبی جانتے ہیں۔ دور حاضر میں اس علم کے جاننے والے بہت کم پائے جاتے ہیں۔ صدر الافاضل کے مبارک عصر میں اس علم کے جاننے والے اچھی خاصی تعداد میں تھے البتہ امام اہل سنت اور آپ کے خلفا و تلامذہ کو اس میں خوب و کامل عبور حاصل تھا۔ صدر الافاضل کو دیگر علوم کی طرح اس علم میں بھی خوب کمال اور خاصا عبور حاصل تھا۔ کئی بار آپ نے کرہ فلکی تیار کرایا۔ جس میں سبعہ ثوابت اور سیار گاں کو کرہ میں چاندی کے نقطوں سے واضح کیا گیا تھا۔ آپ اس کرہ کے ذریعہ طلبہ کو زمین پر بیٹھے بیٹھے آسمانی سیر کرا دیا کرتے تھے۔ اس علم میں یقیناً آپ کے بہت سے تلامذہ رہے ہوں گے مگر جو شہرت علامہ نذیر الاکرم نعیمی کے والد ماجد علامہ ظہور احمد نعیمی مرادآبادی، کے حصے میں آئی وہ کسی اور کو نہیں ملی۔ علامہ غلام معین الدین نعیمی نے اس تعلق سے خوب لکھا ہے جسے یہاں نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ کریں:

"علم التوقیت جسے علم ہیئت بھی کہتے ہیں، اس میں **آپ** کو جو خداداد مہارت تامہ حاصل تھی، وہ بے مثل تھی۔ آپ نے متعدّد کرہ فلکی تیار کرائے جس میں سبعہ ثوابت اور سیار گان کو کرہ میں چاندی کے نقطوں سے واضح فرمایا۔ جب **آپ** علم ہیئت کی تعلیم دیتے تھے تو وہ کرہ سامنے رکھ کر طلبہ کو آسمان کی سیر کرا دیتے تھے۔ یہ آسمانی کرہ **آپ** کی خاص یادگاریں ہیں، جن سے آپ کی عظیم شخصیت کا پتہ چل سکتا ہے۔ اس فن کے کثیر استادوں کا فیصلہ ہے کہ اتنا جامع اور

کامل کرہ آج تک دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا۔ **آپ** نے ایسے کرے متعدّد بنائے، چھوٹے بھی اور بڑے بھی۔ اب سے تقریبًا چالیس سال پہلے ایک کرے کی تیار پر دو ڈھائی سو روپے خرچ آتے تھے۔ جو اہل فن فوراً ہی سر آنکھوں پہ لگا کر حاصل کر لیتے تھے۔

علم التوقیت کے سلسلے میں **آپ** سے جس نے مکمل فیض حاصل کیا وہ مولانا الحاج محمد ظہور صاحب نعیمی مرادآبادی ہیں جن کو علم التوقیت میں اتنا ملکہ ہو گیا ہے کہ آج پاک و ہند میں حاجی صاحب موصوف کا ثانی نہیں۔ حاجی صاحب موصوف نے عرض البلد کے درجوں کے حساب سے لوکل ٹائم سے تقریبًا تمام دنیا کے نقشے تیار کر لیے ہیں۔ .... خوبی یہ ہے کہ یہ تمام نقشے **آپ** نے **حضرت قدس سرہ** کی حیات مبارکہ میں ہی مرتب کر کے **حضرت قدس سرہ** سے تصدیق کرا لیے تھے۔" [سوادِ اعظم لاہور کا "حیات صدر الافاضل نمبر" ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ مطابق جون ۱۹۵۹ء۔ ص۲۱]

فقیر کے پاس حضرت کا تصدیق کردہ اوقات صلاۃ موجود ہے۔

علم نحو و صرف

علم و نحو میں آپ کو کمال کی مہارت حاصل تھی۔ آپ کی بار گاہ سے مولانا عبد العزیز نعیمی فتح پوری، امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی، مفتی عبد الرشید نعیمی فتح پوری جیسے نامور نحوی و صرفی علما پیدا ہوئے۔ ہم یہاں آپ کی نحوی و صرفی صلاحیت و لیاقت کی تفصیل پیش کرنے سے معذور ہیں بس باب کی مناسبت سے دو چند مثالیں پیش کیے دیتے ہیں تا کہ قارئین آپ کی نحوی و صرفی موشگافیوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔

قرآن شریف کی سورہ بقرہ کے آغاز میں لفظ ذلک پر آپ نے کمال کی بحث فرمائی ہے۔ ملاحظہ کریں:

"سورہ مبارکہ میں حروف مقطعہ کے بعد پہلا کلمہ ذلک ہے۔ زبان عربی میں یہ اسم اشارہ ہے جو مشار الیہ بعید کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اصل میں اس کی وضع ہی بعید کے لیے ہے۔ اور بنانے والے نے اس کو بعید ہی پر دلالت کرنے کے لیے بنایا۔ کیوں کہ زبان عرب کے کلمات میں ایک ایسا قانون حکمت مرعی ہوتا ہے جو دوسری زبانوں کو میسر نہیں ہے۔ الفاظ کی وضع اور کون سا لفظ کسی معنی کے لیے موضوع ہوا۔ اس میں نہایت لطیف وجوہ کی رعایت ہوتی ہے۔ جب ہم اس قانون حکمت کو اس کلمہ میں تلاش کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذلک اور ھٰذا یہ دونوں کلمے اشارے کے لیے ہیں اور ان دونوں کی اصل ھٰذا ہے۔ ایک میں ہا بڑھایا گیا ہے اور ایک میں لام کاف۔ زبان عرب میں ذا تنہا بھی مستعمل ہے۔ قرآن پاک ہی میں ارشاد ہوا:

"من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً" اس سے معلوم ہوا کہ اصل میں اسم اشارہ ذا ہے۔ ھا تنبیہ کا اس پر زیادہ کیا جاتا ہے۔ تو اس وقت اس کے معنی ہوتے ہیں کہ اے مخاطب اس چیز کے لیے متنبہ اور ہوشیار ہو جس کی طرف میں اشارہ کرتا ہوں۔ یہ کلام اس وقت مناسب ہوتا ہے جب کہ وہ شی حاضر اور پیش نظر ہو۔ اس لیے ھٰذا کو

قریب کے لیے استعمال کرتے ہیں۔
کبھی ذا کے ساتھ کاف خطاب ولام تاکید کوملحق کیا جاتا ہے اس طرح ذلک بنتا ہے۔ اس میں لام تاکید دلالت کرتا کہ متکلّم تنبیہ میں مبالغہ کرنا چاہتا ہے۔ اور یہ اسی وقت مناسب ہے جب کہ مشارالیہ بالکل قریب نہ ہو۔ بلکہ متاخر اور بعید ہو۔ اس لیے ذلک کو مشارالیہ بعید کے لیے استعمال کرتے ہیں۔
اس بیان سے یہ ثابت ہو گیا کہ اصل وضع میں بعد ماخوذ نہیں بلکہ عرف میں بعید کی طرف اشارہ کلمہ ذلک کے ساتھ قرینہ مذکورہ کے سبب سے رائج ہو گیا۔
اب یہاں دو وجہ ہیں۔ ایک وضع لغوی کا اعتبار، دوسرا وضع عرفی کا۔ وضع لغوی پر تو ذلک بعد کا مفید ہی نہیں اور اسی لیے فصحا کے کلام میں ھٰذا اور ذلک میں سے ہر ایک دوسرے کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔
وضع عرفی کے لحاظ سے ذلک بعد پر دلالت کرتا ہے اور اس کا مشارالیہ اگرچہ حاضر ہو مگر وہ اپنے مرتبہ اور عظمت کے لحاظ سے انتہائی بعد رکھتا ہے۔ وہ ایسے حکم عظیمہ اور علوم کثیرہ پر مشتمل ہے جن پر اطلاع و قوف بشری قویٰ کے لیے نہایت دشوار۔ اور قرآن پاک اگرچہ صورۃً حاضر ہے لیکن اس کے اسرار و حقائق بہت بلند و بالا۔ اس لیے اس کے علوشان اور بلندی مرتبہ کی طرف ذلک سے اشارہ فرمایا۔" [السواد الاعظم: شوال المکرم ۱۳۴۶ھ ص ۱۴، ۱۵]
حدیث شریف "علمت ما کان وما سیکون" کے لفظ کان اور سیکون سے متعلق بدمذہب فریق مخالف کے بے جا شبہات کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:
"قَوْلُہٗ: "عَلِمْتُ مَاکَانَ وَمَا سَیَکُوْنُ" میں جو لفظ کان ماضی کا صیغہ ہے یہ باعتبار اپنے حدوثی معنی کے زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے گذشتہ زمانہ میں زمانی چیزوں کا تحقق ثابت ہوتا ہے۔ اگر علم انھی چیزوں کے ساتھ متعلق ہوا ہے جیسا کہ "عَلِمْتُ مَاکَانَ وَمَا سَیَکُوْنُ" سے واضح ہے تو وہ علم ازلی نہیں کیوں کہ نہ وہ خود زمانہ ہے۔ نہ زمانیات کا ظرف الخ۔
أَقُوْلُ: اس موقع پر جانب مخالف کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علم سے جو زمانہ سے متعلق ہے یعنی بدء الخلق سے قیامت تک جس کا زید کو دعوی ہے انکار نہیں اور نہ باوجود اس صراحت کے انکار ہو سکتا ہے۔ مگر اسی رسالے میں انہی حضرت کی تقاریر سے انکار بھی ملے گا یہ ایک حیرتناک قصہ ہے۔
رہا اس موقع پر جناب کا "کان" کے معنی میں جدت طبع کو صرف فرمانا اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ عجب سے خالی نہ ہوگا۔ چوں کہ اس موقع پر عربیت سے بحث کرنے میں طول ہوتا ہے اس لیے اس سے درگذر کر کے یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر جانب مخالف کے فرمانے کے بموجب تسلیم کر لیا جائے کہ لفظ کان زمانہ گذشتہ پر ہی دلالت کرتا ہے اور اس سے گذشتہ زمانہ میں زمانی چیزوں کا ثبوت ہوتا ہے تو آیہ شریفہ "وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا" میں کیوں

کر لفظ کان زمانہ گذشتہ پر دلالت کرے گا کہ یہاں تو استقبال پر دال ہے اور آیہ کریمہ ''کَیۡفَ نُکَلِّمُ مَنۡ کَانَ فِی الۡمَهۡدِ صَبِیًّا'' میں اگر جانب مخالف کے فرمانے کے بموجب ''کان'' سے زمانہ گذشتہ مراد لیا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ نہ ثابت ہو سکے۔ اس لیے کہ حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان سے دریافت کرلو تو یہودیوں نے کہا کہ ہم کیوں کر ایسے شخص سے دریافت کریں جو اپنے ہنڈولے میں بچہ ہے یہاں وہی لفظ کان ہے۔ ذرا جانب مخالف صاحب اب ماضی کا صیغہ فرما کر مطلب تو کہیں اور آیہ شریفہ ''وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا'' میں بھی اگر حسب رائے جانب مخالف کے ''کان'' زمانہ ماضی میں زمانی چیزوں کے ثبوت کے لیے ہو تو نعوذ باللہ خدائے کریم کے اوصاف علم وغیرہ بھی زمانی ہو جائیں گے بلکہ بعض مواضع میں ''کان'' کو اس معنی پر محمول کرنے سے وجود الٰہی کو بھی ایسا ہی کہنا پڑے گا چناں چہ حدیث شریف میں آیا ہے:

''کَانَ اللّٰہُ وَلَمۡ یَکُنۡ مَعَهٗ شَیۡءٌ'' اب اس فقیر کا التماس ہے کہ موٗلف رسالہ اعلاء کلمۃ الحق توبہ کریں کہ انہوں نے اعتراض کرنے کے شوق میں ایک ایسی نازیبا تقریر کی جس سے ازلیت صفات الٰہی کا اور معجزہ نبی کا بلکہ خود وجود الٰہی کا انکار لازم آتا ہے۔

ثانیًا یہ کہ محدثین کے نزدیک یہی مقرر و مشہور ہے اور جمہور کا یہی مذہب ہے کہ لفظ کان دوام و استمرار کے معنی میں آتا ہے چناں چہ یہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف جلد اول صفحہ ۱۲۷ میں فرماتے ہیں:

''در لفظ کان محدثان راسخن است مقرر و مشہور در میان جمہور آنست کہ افادۂ دوام و استمرار میکند''

پس جناب نے کس طرح سے علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر ''کان'' کا زمانی ہونا ضروری سمجھ لیا ہے۔؟

رہا جانب مخالف کا ''سیکون'' کو سین کی وجہ سے استقبال قریب کے لیے بتانا تو یہ خود ظاہر ہے کہ جب یکون کو زمانہ سے تعلق کامل ضرور نہیں تو سین اس پر داخل ہو کر اپنا پورا اثر کرے یہ بھی کچھ ضرور نہیں پھر نہ معلوم کہ جانب مخالف کے نزدیک سین کیا معنی دیتا ہے اور کس موقع پر کس طرح اپنے معنی بتاتا ہے بر تقدیر استقبال قریب مراد ہونے کے اس کے قُرب کی کیا حد ہے آیا ایک دن یا دو دن یا چھ مہینے قریب۔ اور اس سے زیادہ زمانہ بعید ہے۔ یا کیا؟ پہلے قرب اور بعد کی مقدار سمجھانی ضرور ہے تاکہ دریافت ہو جائے کہ اس سے بر تقدیر لحاظ معنی قرب کے کتنا زمانہ مفہوم ہوتا ہے۔ شاید آپ نے کبھی سنا ہو کہ رب العزۃ تبارک تعالیٰ نے فرمایا:

''اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انۡشَقَّ الۡقَمَرُ'' ''قریب آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند، اور فرمایا ''یَرَوۡنَهٗ بَعِیۡدًا وَّ نَرٰىهُ قَرِیۡبًا'' کفار قیامت کو دور سمجھ رہے ہیں اور ہم قریب جان رہے ہیں بلکہ فرمایا ''اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَهُمۡ فِیۡ غَفۡلَةٍ

مُّعۡرِضُوۡنَ" قریب آیا ان کے لیے ان کا حساب اور وہ غفلت میں روگرداں پڑے ہیں۔ دیکھیے! رب العزت ساعۃ وحساب کو قریب بتا رہا ہے۔ اور زید کا دعوی اسی قدر تھا کہ بدء الخلق سے یوم آخر تک کا تمام ماکان ومایکون حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے۔ پھر اس کے قرب سے اس کے دعوے میں کیا بعد پیدا کیا۔

شاید جانب مخالف کہ نہایت ذہین ہیں اپنی کمال ذہانت سے یہ وہم تراش لیں کہ لفظ قرب جو خاص نزدیکی کے معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے اتنی وسعت رکھتا ہے کہ قیامت وحساب تک کے لیے اطلاق کیا جائے، مگر سین اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہرگز قیامت تک کی وسعت نہیں بلکہ وہ زمانہ جس پر فعل مدخول سین دلالت کرتا ہے ایک دو روز سے زیادہ نہیں۔ اس لیے میں دو ایک مثالیں اس کی بھی پیش کروں کہ جس فعل پر سین داخل ہوا اُس میں بھی قیام قیامت تک تو داخل ہے بلکہ اس سے زیادہ بھی۔ چناں چہ پروردگار عالم نے ان لوگوں کے بارے میں کہ جو ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا وَ سَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا"

یعنی بے شبہ جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں، جزیں نیست کہ وہ کھاتے ہیں اپنے پیٹو میں آگ اور قریب ہے کہ وہ داخل ہوں گے آگ میں۔

دوسری آیت "سَاُرۡہِقُہٗ صَعُوۡدًا" یعنی اب چڑھاؤں گا اُسے بری چڑھائی۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ صعود آگ کا ایک پہاڑ ہے اس پر ستر برس چڑھایا جاتا ہے پھر گرایا جاتا ہے۔

تیسری آیت "سَاُصۡلِیۡہِ سَقَرَ" یعنی قریب ہے کہ داخل کروں گا میں اس کو سقر میں اور سقر جہنم کا نام ہے ان تینوں آیتوں میں جو وعید فرمائی ہے ان میں مضارع کے صیغہ پر سین داخل ہے جو جانب مخالف کے نزدیک قرب کے معنی کے لیے آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قرب میں بھی اتنا بعد ہے کہ اس کا تحقق بعد قیام قیامت کے ہوگا غرض کہ جب سین کے داخل ہونے کے بعد بھی اس میں اتنا قرب نہ پیدا ہوا کہ جس سے علم الی یوم القیامۃ کی نفی ہو سکتی تو زید کے قول کا کیا رد ہوا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی تحقیقات اس مسئلہ سین کے متعلق تھیں جو بنظر اختصار چھوڑ دی گئیں۔" [الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ: ص ۱۴۲ تا ۱۴۷]

خوش خطی:

آپ کی لکھائی بہت عمدہ ہوتی، آپ کی لکھی تحریروں میں کتابت وخطاطی کا حسن نظر آتا ہے۔ فقیر نے آپ کی ہاتھ کی لکھی ہوئی بہت سی نایاب تحریریں دیکھیں اور پڑھیں۔ یقیناً ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی ماہر کاتب نے اسے

کتابت کیا ہے۔کچھ کاغذ ایسے بھی ملے جہاں بطور نمونہ آپ نے آیت قرآن لکھ کر کاتب کو بتایا ہے کہ اس طرح لکھنا ہے۔رسم خط کے سات طریقے مشہور ہیں آپ انہیں بخوبی لکھ لیتے تھے۔اور کمال کی بات یہ کہ ان ساتوں رسم الخط کو جس طرح آپ سیدھے ہاتھ سے لکھتے تھے یوں ہی بآسانی بائیں ہاتھ سے بھی لکھ لیتے تھے۔

علامہ غلام معین الدین نعیمی فرماتے ہیں:

''آپ کی خطاطی ایسی عمدہ اور قواعد کے مطابق تھی کہ متعدّد خوش نویس اس میں آپ کے شاگرد ہیں۔پھر خط کی ساتوں طرز تحریر میں بے مثال کمال حاصل تھا۔حتیٰ کہ ہر ایک رسم خط کو بائیں ہاتھ سے معکوس بآسانی نہایت خوش خط تحریر فرماسکتے تھے۔''[مرجع سابق:ص۲۶]

زبان دانی

آپ کو اپنی مادری زبان اردو کے علاوہ عربی، فارسی، ہندی، سنسکرت ،انگلش زبان پر بھی دسترس حاصل تھی۔اردو دانی کی بات کریں تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آپ جماعت اہل سنت میں ابوالکلام تھے۔اسلوب زبان بہت ہی شستہ و نفیس،دوران خطاب و دوران گفتگو بہت ہی نپے تلے جملے استعمال فرماتے۔مقفی و مسجع الفاظ کی بندش،وہ بھی روانی کے ساتھ ایسی کہ بڑے بڑے زبان داں بھی عش عش کر اٹھیں۔آپ کے زبان زد الفاظ پر مشاعرے بھی ہوجاتے۔جس کی ایک مثال پیش کرتے ہوئے بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی نور اللہ مرقدہ،رقم طراز ہیں:

''دار العلوم اشرفیہ میں **آپ** کی صاف اور شستہ زبان کا بڑا چرچا تھا۔......ایک بار گولا بازار میں ایک بہت بڑے مجمع میں خطاب فرمارہے تھے،زبان کی فصاحت وبلاغت اور طلاقت لسانی سے مجمع دم بخود تھا۔سیرت پاک کے ایک ایک گوشے پر بولتے بولتے یہ جملہ بڑی روانی کے عالم میں زبان سے نکلا ؏

پتھر میں جان ڈال دی گویا بنا دیا

آپ کے اس جملے پر اہل ذوق اور ارباب ادب مچل مچل گئے اور شعراے مبارک پور نے کوثر وتسنیم سے دھلے اس جملے کو مصرع طرح بناکر پورا مشاعرہ کرڈالا۔''

[مقدمہ اطیب البیان:ص۱۴۳۔مقدمہ فتاوی صدر الافاضل]

آپ کی اردو دانی سے متعلق بحر العلوم کا یہ تاریخی جملہ بھی پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔فرماتے ہیں:

''اگر ابوالکلام **آپ** کی اردو سن لیتا تو اپنی زبان دانی بھول جاتا''۔[مرجع سابق]

علاوہ ازیں جس طرح اردو بولتے تھے اس سے کہیں زیادہ آپ کو عربی زبان پر عبور حاصل تھا جس کا ثبوت ہمیں آپ کے اس واقعے سے ملتا ہے کہ:

بھاگلپور بہار میں ایک مناظرے کے دوران وہابی مولوی نے آپ سے کہا، کہ میں عربی میں مناظرہ کروں گا آپ نے برملا ارشاد فرمایا کہ میری بھی ایک شرط ہے وہ یہ کہ عربی منظوم غیر منقوط ہو، یعنی نظم میں ہو اور اس کے کسی بھی لفظ میں نقطہ نہ آئے۔ وہ آپ کی اس بات سے اتنا خوف زدہ ہوا کہ سوائے فریقِ فراراً کے اسے اور کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ مناظرہ کے بعد سرکار کلاں نے آپ سے عرض کیا حضور اگر وہ وہابی تیار ہو جاتا تو آپ عربی منظوم غیر منقوط کیسے بولتے ہم آپ کے اس بے مثال ہنر کی جھلک دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ نے برجستہ فی البدیہہ بہت سے عربی اشعار سرکار کلاں کے گوش گزار فرمائے جو منظوم اور غیر منقوط ہونے کے ساتھ ساتھ موضوع مناظرہ کے مطابق تھے۔

شاعری

آپ کو شاعری سے خاص لگاؤ نہیں تھا۔ لیکن جس قدر تھا اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ آپ کو دیگر علوم وفنون کی طرح فن شاعری میں بھی کمال کا عبور حاصل تھا۔ اہل علم کو آپ کی شاعرانہ عظمت مسلم تھی۔ آپ بہت کم منظوم کی طرف توجہ فرماتے۔ لیکن جب بھی کبھی متوجہ ہوتے خوب ہوتے۔ آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ زبان پر ایک مصرع آتا تو پھر تسلسل ایسا قائم ہوتا کہ لگتا کلام پہلے ہی سے تیار کیا گیا ہے۔ کلام میں روانی ایسی ہوتی کہ محفل میں موجود ارباب شعر وسخن کو بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ کلام کا ہر مصرع تازہ اور فی الفور موزوں ہوا ہے۔ یہ آپ کی قادر الکلامی کی بڑی مثال ہے۔ مفتی محمد عمر نعیمی اس تعلق سے رقم طراز ہیں:

”**حضرت صدر الافاضل قبلہ دامت برکاتھم** نظم سے بہت کم اشتغال فرماتے ہیں مگر یہ نظم جو پیش کی جاتی ہے ایک وعظ کے آغاز میں ایک مصرعہ زبان مبارک پر آیا۔ اس کو پڑھ کر سنایا۔ اتنے میں دوسرا مصرعہ موزوں ہو گیا۔ اس طرح یہ نظم ایک معتدبہ حد تک پہنچ گئی۔ اور مجمع میں کسی کو محسوس نہ ہوا کہ ذہن صائب فی الحال اشعار پیدا کر رہا ہے اور طبع فیاض ان جواہر گراں مایہ کے ساتھ جود فرما رہی ہے۔ میں اپنے اصحاب کے لیے اس مبارک مناجات کو بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ (عمر نعیمی)

کھول دو سینہ مرا فاتح مکہ آکر | کعبہ دل سے صنم کھینچ کے کردو باہر
پردے غفلت کی نگاہوں سے اٹھادو یکسر | مجھ سیاہ کار پہ فرمادو عنایت کی نظر

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کردو
دل میں عشقِ رُخِ پُر نور کا جذبہ بھر دو

دل تاریک، کرم ہو تو مجلی ہوجائے | تیرہ آئینہ ،توجہ سے مصفیٰ ہوجائے
سینہ انوار گہ جلوہ مولیٰ ہوجائے | دل میں تم آؤ تو دل عرش معلیٰ ہوجائے

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کردو
دل میں عشقِ رُخِ پُر نور کا جذبہ بھر دو

دل میں حرص و ہوس و خواہش دنیا نہ رہے | آپ کا عشق رہے غیر کا خطرہ نہ رہے
آپ کی یاد ہو سر میں کوئی سودا نہ رہے | دل مدینہ رہے اور دیر و کلیسا نہ رہے

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کردو
دل میں عشقِ رُخِ پُر نور کا جذبہ بھر دو

جلوہ فرمائیے قالب میں مری جاں ہوکر | سلطنت کیجیے اس جسم میں سلطاں ہوکر
آپ میں ہو کے فنا آپ پہ قرباں ہوکر | قدسیوں کو بھی تو دکھلادوں میں حیراں ہوکر

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کردو
دل میں عشقِ رُخِ پُر نور کا جذبہ بھر دو

بندہ درگہِ عالی یہ نعیمؔ بے کس | شامت نفس سے ہے آہ گرفتار ہوس
کیجیے اس کو رہا توڑیے سب بند و قفس | وردِ لب تا دم آخر رہے نامِ اقدس

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کردو
دل میں عشقِ رُخِ پُر نور کا جذبہ بھر دو

[ماہنامہ السوادالاعظم: ذیقعدہ وذی الحجہ ۱۳۴۸ھ۔ص ۲]

آپ نے باضابطہ شاعری نہیں کی پھر بھی بہت سے حمدیہ، نعتیہ، غزلیہ کلام کہے ہیں۔ مگر افسوس کہ آپ کی منظومات کا اکثر حصہ ضائع کردیا گیا۔ وہ تو بھلا ہو آپ کے ممتاز خادم وشاگرد حضرت غلام معین الدین نعیمی کا جنہوں نے آپ کے لکھے ہوئے کلام کو ترتیب دیا، منتشر منظومات کو جمع کیا، ناقص وناتمام کلام کی تکمیل کے لیے حد بھر کوشش فرمائی۔ اور انہیں کی کوششوں سے ہی پہلی بار یہ قیمتی مجموعہ کلام "ریاض نعیم" کے نام سے منظر عام پر آیا۔ وہ خود لکھتے ہیں:

"**سیدی حضرت صدرالافاضل قدس سرہ** علم سخن میں بھی دیگر علوم وفنون کی مانند بڑی دسترس اور مہارت رکھتے تھے۔ اور یہ بات آپ کے ورثہ میں داخل تھی۔ آپ کے والدماجد حضرت مولانا معین الدین صاحب نزہت رحمۃ اللہ علیہ استادالشعراء تھے۔ اسی طرح آپ کے اجداد کا عالم تھا۔ سیدی قدس سرہ نے اپنی حیات طیبہ میں بے

شمار نعتیں اور نظمیں فرمائی ہیں۔افسوس کہ وہ سب جمع نہیں کی گئیں۔بلکہ جس کے جو ہاتھ لگا اپنے ساتھ لے گیا۔اس خادم نے بعض افراد سے اس معاملہ میں رابطہ بھی قائم کیا،مگر خاطر خواہ کلام فراہم نہ ہوسکا۔مندرجہ ذیل کلام بھی وہ ہے جس کو میں نے اپنی حاضری کے دوران جمع کیا۔یا جس کو **حضرت** نے وقتاً فوقتاً فرمایا۔ان میں کچھ نظمیں ایسی تھیں جو مقطعے سے خالی تھیں۔آخری دنوں میں میں نے عرض کیا،کہ انہیں مکمل فرمادیا جائے تو **حضرت** نے کچھ دن پہلے انہیں مکمل فرمایا............ بہرحال میں جس قدر جمع کرسکا نذر قارئین کیا جاتا ہے۔اگرچہ اس کلام کو کتابی شکل میں **حضرت قدس سرہ** کے وصال فرمانے کے بعد مرادآباد سے شائع بھی کیا تھا۔''

[حیات صدر الافاضل:ص۲۰۱]

آپ کی شاعری میں کمال کی جدت،لب ولہجے میں شائستگی،دلکشی اور جاذبیت پائی جاتی ہے۔آپ نے اردو کے علاوہ عربی وفارسی میں بھی اشعار کہے ہیں۔آپ کے شعری مجموعہ میں ۳۵۸/اشعار اور ۶۸/بند ہیں۔جس کی تفصیل ڈاکٹر آصف حسین مرادآبادی نے اس طرح کی ہے:

''اس مجموعے میں کل ۴۹/فن پارے ہیں جن میں عربی کا ایک شعر،دوشعر کا ایک قطعہ اور تین بند کی ایک نظم بھی شامل ہے۔ان میں ۳۳/فن پاروں کی زبان اردو ہے۔۸/کی فارسی،ایک کی عربی،چار کی عربی فارسی،تین کی اردو فارسی اور ایک کی عربی،فارسی،اردو(یعنی سہ لسانی)ہے۔......... ایک حمد ایک مناجات،۲۳/نعتیں(جن میں زیادہ غزل کی ہیئت میں اور کچھ مخمس یا مستزاد ہیں۔)۱۵/غزلیں،دو خمسے مجاز میں،۳/منقبتیں،ایک ہجو قاتلان انصار امام حسین کی،ایک قطعہ،ایک شعر امام احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایک عشقیہ نظم اور ایک نظم بے نام ہیئت میں ہے۔ایک غزل میں آخری شعر نعت کا ہے۔اور ایک میں آخری ۴/شعر نعت کے رنگ میں ہیں۔کل ملاکر ۳۵۸/اشعار اور ۶۸/بند ہیں۔زیادہ تعداد نعتوں اور غزلوں کی ہی ہے۔''

[صدر الافاضل اور فن شاعری:ص۱۰۴]

آپ کے مجموعہ کلام میں صنعت تجنیس،رد العجز علی الصدر،اشتقاق،شبہ اشتقاق،صنعت ترصیع،صنعت مسمط،صنعت قلب مستوی،صنعت تاریخ،صنعت تلمیع،لف ونشر،مراعات النظیر،صنعت ایہام،حسن تعلیل،تضاد یا طباق،تکرار،صنعت جمع،صنعت تلمیح وغیرہ صنائع لفظی ومعنوی کی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں۔

تشبیہ،استعارے،کنایے اور محاروں کا استعمال بھی بکثرت کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں مختلف بحور واوزان میں آپ کا کلام موجود ہے۔ڈاکٹر سید عظیم الحسن صاحب کی تحقیق کے مطابق مطبوعہ کلام نو بحروں کے سولہ اوزان پر مشتمل ہے۔جس کی تفصیل درج ذیل جدول میں ملاحظہ کریں:

بحر کا نام	تعداد اوزان	تعداد کلام
بحر ہزج	۴	۹
بحر رجز	۲	۲
بحر رمل	۳	۹
بحر متقارب	۲	۷
بحر متدارک	۱	۱
بحر مضارع	۱	۵
بحر مجتث	۱	۴
بحر خفیف	۱	۱۱
بحر مقتضب	۱	۱

[مرجع سابق: ص ۱۳۷، ۱۳۸]

آپ کی شاعری میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، اوصاف مصطفیٰ وشان مصطفیٰ کی بیان آرائی، صحابہ کرام واہل بیت عظام ائمہ واولیاے ذوی الاحترام کی منقبت خوانی کے ساتھ اہل سنت وجماعت کے عقائد ونظریات کی ترجمانی بھی خوب پائی جاتی ہے۔ شریعت وطریقت کے لوازمات وآداب، عارفانہ حلاوت، ادیبانہ اصول، فصاحت وبلاغت کا عنصر وافر مقدار میں آپ کی شاعری میں موجود ہے۔

آپ کو فن شاعری سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا جیسا کہ ہم نے شروع میں عرض کیا تھا، اسی لیے آپ مشاعروں میں بھی شرکت نہیں فرماتے تھے لیکن شاذ ونادر۔ طرحی مصرعہ پر کلام لکھنے کی بھی عادت نہیں تھی۔ ہاں البتہ اس کی ایک مثال ملتی ہے۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو مرادآباد کی ادبی انجمن بنام ''انجمن اصلاح سخن'' جس کے جنرل سکریٹری مفتی غلام معین الدین نعیمی تھے، ایک مشاعرہ کا انعقاد طے پایا جس میں درج ذیل مصرعہ طرح رکھا گیا تھا ؎

غنیمت ہے کہ ان کو یاد ہوں میں

آپ نے اس مصرع کے تحت ۱۳/ اشعار پر مشتمل غزلیہ کلام تحریر فرمایا: ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ پورا کلام یہاں نقل کردیا جائے تاکہ قارئین لطف اندوز ہوسکیں:

قتیل خنجر بیداد ہوں میں ۔۔۔ فدائے ناوکِ صیاد ہوں میں
اسیر عشق ہوں آزاد ہوں میں ۔۔۔ غموں میں مبتلا ہوں شاد ہوں میں

مجھی سے ہے جہاں میں نام الفت حدیث عشق کی اسناد ہوں میں
مصائب کے پہاڑوں کا نہیں خوف کہ اپنے وقت کا فرہاد ہوں میں
میں یہ چاہوں کہ تم ہو خانہ آباد یہ چاہو تم مروں، برباد ہوں میں
یہ پایا آپ کی الفت کا ثمرہ لگایا جب سے دل ناشاد ہوں میں
چمن میں کس طرح میرا گزر ہو اسیر پنجہ صیاد ہوں میں
کیا ایسا غموں نے مجھ کو رنجور کہ محو نالہ و فریاد ہوں میں
مٹادی اس نے میری سرگرانی رہین منت جلاد ہوں میں
گل و نسریں پہ دل مائل نہیں ہے فدائے قامت شمشاد ہوں میں
نعیمؔ بے خطا پر یہ جفائیں غنیمت ہے کہ ان کو یاد ہوں میں

[مرجع سابق:ص۱۱۵]

آپ نے اپنے کلام میں تین تخلص استعمال کیے ہیں۔(۱)نعیم الدین (۲)نعیم (۳)منعم۔

عربی اشعار کا اردو منظوم ترجمہ

آپ نے روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک عاشق رسول کے درد آمیز انداز میں پڑھے گئے عربی چار مصرعوں کا اردو منظوم ترجمہ فرمایا جسے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی نے محفوظ رکھا اور اسے اپنی تفسیر نعیمی میں شائع کیا۔اس کا یہاں نقل کرنا بے محل نہیں ہوگا۔عربی و اردو اشعار کے ساتھ ساتھ حکیم الامت کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔لکھتے ہیں:

''ابی حرب ہلال فرماتے ہیں کہ ایک بدوی مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور روضہ پاک کھڑے ہوکر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔میں گناہوں اور خطاؤں کا بوجھ اپنے سر پر لایا ہوں۔ خود نہ آیا بلکہ مجھے قرآن کریم نے بھیجا ہے کہ فرمایا: ولوانهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك''

میں آپ کی شفاعت چاہتا ہوں۔رب سے میرے گناہ معاف کرا دیجیے۔پھر یہ پڑھنے لگے ؎

یا خیر من دفنت فی التراب أعظمه
فطاب من طیبهنّ القاع و الأكم
نفسی الفداء لقبرٍ أنت ساكنه
فیه العفاف وفیه الجود و الكرم

[بیہقی]

جس کا ترجمہ **حضرت مرشد برحق صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ** نے یوں کیا ؎

اے بہتر ان سب سے کہ جو زیر زمیں مدفون ہوں
ہو معطر ان کی خوشبوؤں سے گورستاں کی خاک
میری جاں اس قبر پر قرباں کہ جس میں آپ ہیں
اس میں ہو جود و کرم اور موہبت اے جان پاک

[تفسیر نعیمی: پارہ ۲۔ سورہ بقرہ۔ ص۳۵۱]

علما و ادبا کے تاثرات

آپ کی شاعرانہ عظمت و رفعت، سخن ورانہ انفرادی و امتیازی حیثیت، ادیبانہ فکری و فنی صلاحیت و لیاقت اور فن شاعری میں آپ کی کمال مہارت کے حوالے سے ارباب علم و دانش نے بہت کچھ لکھا اور کہا ہے یہاں سب کا جمع کرنا مشکل امر ہے البتہ ہم یہاں بس چند علما، ادبا اور شعرا کے تاثرات قلم بند کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

مذہبی و سیاسی لیڈر حضرت علامہ حامد بدایونی

"شاعری سے بھی کافی لگاؤ تھا۔ مشاعروں سے دور رہتے تھے مگر اچھا اور معیاری قسم کا کلام تھا۔"

[تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت: ص۳۱۶]

علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاہور

"قدرت ایزدی نے **حضرت صدر الافاضل** کو شعر گوئی کا بڑا پاکیزہ ذوق بخشا تھا۔ عربی فارسی اور اردو میں بڑی روانی سے شعر کہتے تھے بلند و بالا تخیلات کو اس عمدگی اور خوبی سے ادا کرتے کہ سننے والا جھوم جھوم جائے لیکن آپ نے فکر سخن کو پاکیزہ کلام اور نعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ مخصوص رکھا۔ اور مبتذل تغزل سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔ ذیل میں چند اشعار ملاحظہ ہوں جن میں ندرت خیال کے ساتھ ساتھ بلا کی سلاست پائی جاتی ہے ؎

فضاحت سے کہتے ہیں موے سفید | کہ ہشیار ہو اب سحر ہوگئی
خودی سے گزر، چل خدا کی طرف | کہ عمر گرامی ،بسر ہوگئی
غم و خون دل کھاتے پیتے رہے | غریبوں کی اچھی گزر ہوگئی
نعیمؔ خطا کار مغفور ہو | جو شاہ جہاں کی نظر ہوگئی

[ماہنامہ النعیمیہ: ص۱۷۔ فروری ۲۰۰۴ء]

عمدۃ الادباء ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی

’’سالار قافلہ سرخیل نعت گو شاعر کی حیثیت سے جس عظیم شخصیت کا نام ابھر کر ہمارے سامنے آتا ہے وہ نام ہے ’’**صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی** کا‘‘

[تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت: ص ۲۱۸]

بین الاقوامی شہرت یافتہ ادیب و شاعر جناب منصور عثمانی مرادآبادی

’’**عظیم المرتبت عالم دین، عارف باللہ، صاحب تفسیر خزائن العرفان، بانی جامعہ نعیمیہ مرادآباد، صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا حکیم سید محمد نعیم الدین قدس سرہ** کی ذات گرامی دنیائے سنیت کے لیے نہایت ادب و احترام کی حامل ہے۔ آپ کی تفسیر قرآن ہو یا دیگر تصانیف وہ تمام نہ صرف دور حاضر کے لیے بلکہ رہتی دنیا تک رب کریم کی وحدانیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ حق و صداقت تک پہنچنے کے لیے معتبر روشنی اور مستند مشعل بنی رہیں گی۔ ریاض نعیم ’’**صدر الافاضل** کے ادبی، علمی و روحانی اکتسابات کا نادر شعری مجموعہ ہے۔‘‘

[صدر الافاضل اور فن شاعری: ص ۱۸]

سرآمد شعرا، ماہر ادیب ڈاکٹر صابر سنبھلی

’’**حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ** نے فن شاعری کے بعض ایسے نمونے بھی تخلیق کیے ہیں جو اس عہد میں نایاب ہیں۔‘‘

مزید رقم طراز ہیں:

’’**صدر الافاضل علیہ الرحمۃ** میں شعر گوئی کی صلاحیتیں تھیں اور خوب تھیں اگر انہوں نے اس طرف توجہ نہیں دی تو اچھا کیا اور اگر انہیں اس کام کے لیے وقت نہیں ملا تو اور بھی اچھا ہوا۔ شاعری کے علاوہ بھی کرنے کے بہت سے کام تھے بہت سے کام کیے اور بہت سے رہ گئے۔ شاعری کو گلے کا ہار بنا لیتے تو جو مفید کام کر گئے شاید وہ بھی معرض التوا میں پڑ جاتے اور پھر ان کو مکمل کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔‘‘

[مرجع سابق: ص ۱۶۔۱۷۔۳۴]

شاعر و ادیب ڈاکٹر مجاہد فراز مرادآبادی

’’**صدر الافاضل** کی شاعری کی زبان سادہ اور بیان پر کیف و پر کشش ہے۔ وہ بڑی سے بڑی اور مشکل سے

مشکل بات کوانتہائی سادہ اور سلیس الفاظ میں کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ان کے مجموعے سے یہ بات اچھی طرح آشکار ہوتی ہے کہ حضرت کو اردو، فارسی اور عربی زبان کے ساتھ ہندی زبان سے بھی بخوبی واقفیت تھی۔انہوں نے ان چاروں زبانوں کو اپنے بیانیہ کے لیے استعمال کیا ہے۔اور خوب استعمال کیا ہے۔حمد ہو، نعتیں ہوں، منقبت ہو یا پھر غزل ہر جگہ انہوں نے زبان وبیان کے جوہر دکھائے ہیں۔جسے قاری چٹخارے لے لے کر پڑھتا ہے اور محظوظ ہوتا ہے۔"

[مرجع سابق:ص۱۳۵]

منتخب کلام

اب آخر میں ہم یہاں احباب کی تسکین ذوق کے لیے بطور نمونہ چند کلام پیش کررہے ہیں۔ملاحظہ کریں:

بارگاہ الٰہی میں حمد ومناجات کرتے ہوئے آپ کا قلم اس طرح سجدہ ریز ہے:

سب کا پیدا کرنے والا میرا مولیٰ میرا مولیٰ | سب سے افضل سب سے اعلیٰ میرا مولیٰ میرا مولیٰ

جگ کا خالق، سب کا مالک، وہ ہی باقی، باقی ہالک | سچا مالک، سچا آقا، میرا مولیٰ میرا مولیٰ

طاعت سجدہ اس کا حق ہے، اُس کو پوجو وہ ہی رب ہے | اللہ اللہ اللہ میرا مولیٰ میرا مولیٰ

حمد کے مذکورہ بالا اشعار عام فہم ہونے کے باوجود معنویت سے لبریز ہیں۔

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہدیہ نعت پیش کرتے ہوئے آپ کچھ یوں لب وا ہیں ؎

اجڑے ہوئے دیار کو عرش بریں بنائیں تو | اُن پہ فدا ہے دل مرا، ناز سے دل میں آئیں تو

چہرہ پاک سے نقاب، آپ ذرا اٹھائیں تو | حسن خدا نما کی شان شان خدا دکھائیں تو

کرتے ہیں کس پہ کچھ ستم، کیوں ہو کسی کو رنج وغم | مولد مصطفیٰ کی ہم، عید اگر منائیں تو

بد ہیں اگرچہ ہم حضور، آپ کے ہیں مگر ضرور | کس کو سنائیں حال دل؟ تم کو نہیں سنائیں تو

کرنے کو جان و دل فدا، روضہ پاک پر شہا | پہنچے نعیمؔ بے نوا آپ اگر بلائیں تو

ڈاکٹر آصف حسین مذکورہ بالا کلام میں تو، لفظ کے ردیف ہونے پر ڈاکٹر صابر سنبھلی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"استاد محترم ڈاکٹر صابر سنبھلی کے بقول "تو" کو ردیف کی صورت میں مصرع کے آخر میں لانا بڑی مشاقی کا کام ہے۔کرنے کو تو یہ کام کوئی بھی کرلے مگر اصل بات یہ ہے کہ یہ لفظ مصرع کے آخر میں نہ صرف کھپ جائے بلکہ مزا بھی دے جائے۔چوں کہ اس کا عمدہ استعمال کافی دشوار ہے اس لیے اس کا رواج بھی بہت کم ہے۔صدر الافاضل نے اس لفظ کو ردیف بنایا اور بہت اچھے ڈھنگ سے کھپایا جس سے **صدر الافاضل** کی قادر الکلامی کا پتہ چلتا ہے۔"

[صدر الافاضل اور فن شاعری:ص۱۱۷]

قوم مسلم کی بدحالی پر اظہار غم نیز مذہب اسلام کے غلبہ و شوکت، کفار کی شکست وذلت، اہل اسلام کے آپسی اتحاد کے لیے بار گاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں استغاثہ پیش کرتے ہوئے یوں عرض گزار ہیں ؎

اے زائر کوے نبی! اتنا تو کر اے مہرباں — شاہ مدینہ کو سنا،حالِ نعیمؔ خستہ جاں
مایوسیوں کی کثرتیں، ناکامیوں پر حسرتیں — تنہائیوں کی وحشتیں،اندوہ و غم کی داستاں
بے تابیوں کا سلسلہ، بے چینیوں کا مشغلہ — نا صبریوں کا غلغلہ،اور شدت درد نہاں
سر میں سودائے جنوں وحشت سے حالت ہے زبوں — دل سے ہوا رخصت سکوں آنکھوں سے اشک خوں رواں
شدت پہ ہے دوران سر،زوروں پہ ہے درد جگر — خوں رو رہی ہے چشم تر پھٹ کر ہوا ہے دل کتاں
جاتے رہے تاب وتواں اعضا میں قوت ہے کہاں — غم نے کیا ہے نیم جاں درد جدائی الاماں
یہ شورش طوفان غم یہ سوزش رنج والم — ہجراں کے یہ جوروستم اور یہ ضعیف وناتواں
دن حسرتوں میں کاٹنا راتوں کو رونا جاگنا — ہر وقت غم کا سامنا ہر لحظہ آنکھیں خوں فشاں
اعدا کے نرغے ہیں جدا اپنے ہوئے ہیں بے وفا — ہر سمت سے آئی بلا آفت کا ٹوٹا آسماں
جور وستم کی بارشیں اور دشمنوں کی سازشیں — بیکار ہیں سب نالشیں مسلم کا خوں ہے رائیگاں
ہم کیا کہیں حال تبہ، ہم سے ہوئے بے حد گنہ — بے شک ہیں ہم نامہ سیہ،نادم ہیں اب ہم بے گماں
ربی ظلمنا نفسنا تُبنا الیک ربّنا — فاغفرلنا ما قد مضیٰ، بخش اے رحیم بے کساں
یا اھل طیبہ انظرو! احوالنا ثم اذھبوا — عند الشفیع واشفعوا فی حضرتہٖ بالجناں
اے خاتم پیغمبراں اے سرور ہر دو جہاں — اے مالک کون و مکاں رحمے بحال عاصیاں
اے رحمت عالم مدد اے سید اکرم مدد — اے دافع ہر غم مدد امداد اے شاہجہاں
فریاد اے سلطان دیں اے رحمۃ للعالمیں — تم ہو شفیع المذنبیں اس در سے ہم جائیں کہاں
فریاد اے محبوب رب فریاد اے شاہ عرب — ہم تم سے کرتے ہیں طلب دل کی مرادیں ہر زماں
دل کی مرادیں دیجیے مسرور ہم کو کیجیے — اب تو خبر لے لیجیے غم ہو چکے ہیں بیکراں
ہم کو خلاصی ہو عطا ہو دور سب رنج وبلا — آفت کی چھٹ جائے گھٹا چمکیں نہ غم کی بجلیاں
مسلم کو پھر شوکت ملے اسلام کو قوت ملے — بد خواہ کو ذلت ملے اے دین حق کے پاسباں
ذوق عبادت ہم کو دو شوق ریاضت ہم کو دو — سنت کی رغبت ہم کو دو ہم سے ادا ہوں نیکیاں
مسلم ہوں باہم متحد بھائی کا بھائی ہو ممد — مٹ جائے سب آپس کی ضد رشک وحسد سے ہو اماں
اب کیجیے ایسا کرم ہو دین کا اونچا علم — کفار کی گردن ہو خم ان کا مٹے نام و نشاں

اسلام کی لیجیے خبر اور کفر کو پہنچے ضرر
کفار ہوں زیر و زبر سب بھول جائیں مستیاں
طیبہ میں اپنے لطف سے اذن اقامت دیجیے
فرقت سے دل بے تاب ہے کب تک رہوں ہندوستاں
راہ مدینہ دور ہے بندہ بہت رنجور ہے
اور حاضری منظور ہے امداد سلطان جہاں
یا ربنا صل علیٰ محبوبک محبوبنا
ازکیٰ صلاۃ دائمًا انمیٰ صلاۃ کل آں
یا ربنا سلم علیٰ روح النبی المصطفیٰ
والآ ل والصحب الیٰ ما دار دوران الزماں

منقبت گوئی بھی شاعری کی ایک عظیم صنف ہے۔ صدر الافاضل نے اس صنف کی طرف بھی توجہ منعطف فرمائی۔ آپ نے کس قدر منقبتیں لکھیں یہ کہنا تو مشکل ہے ہاں البتہ آپ کا لکھا منقبتی کلام جو مطبوع ہے وہ بہت کم ہے۔ حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان رفیع میں آپ یوں عرض پرداز ہیں:

عابد کبریا امام حسین
زاہد بے ریا امام حسین
حضرت فاطمہ کے نور نظر
دین حق کی ضیا امام حسین
جملہ اصحاب کے قرار دل
وارث انبیا امام حسین
کربلا کی زمیں پہ خوں سے لکھا
تم نے نام وفا امام حسین
ساری خلقت میں ہوگئے رسوا
تیرے اعدا شہا امام حسین
اس نعیمؔ گناہ گار پہ لطف
اے شہ اصفیا امام حسین

شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں قدس اللہ سرہ کی بارگاہ میں کچھ اس انداز میں منقبت خواں ہیں ؎

شد قبلہ دلم دو بکعبہ طواف را
پر نور کردا ز رخ روشن مطاف را
بارید دُر ز نرگس وسیراب تر نمود
گل را و چاہ را وصراحی صاف را
اے دست گیر دست نعیمؔ حزیں بگیر
آں جا کہ حزن نیست مر اہل عفاف را

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی منقبت میں آپ کا ایک عربی شعر جو صنعت مقلوب مستوی پر مشتمل ہے یہاں اسے نقل کرنا دل چسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ کریں: ؎

اَضَرَّ دَمَّحَ اَحۡمَدُ رَضَا اَعۡلَامِ کُفۡرٍ
فَکَمَا لَعَا اَضَرَّ دَمَّحَ اَحۡمَدُ رَضَا

صنعت تغزل میں بھی آپ نے طبع آزمائی فرمائی اور کئی غزلیہ عارفانہ کلام لکھے۔ ہم یہاں بس چند اشعار نقل کرنے پر اکتفا کریں گے۔ ؎

کبھی تو آ مرے دل میں قرار دل ہوکر
کبھی ہو آتش غم سرد مشتعل ہوکر

پھر ایسا جلوہ دکھا حسن بے مثالی کا
ہرے ہوں زخم دل زار مندمل ہوکر

مٹادے مجھ کو کہ جلوہ نما ہو ہستی حق
مرے وجود کا پندار مضمحل ہوکر

عروج عالم روحانیت کہاں وہ کہاں
جو پھنس گیا ہو عناصر میں پا بہ گل ہوکر

یہ عشق مادیت راہزن ہے مہلک ہے
پہنچنے دے گا نہ منزل پہ جاں گسل ہوکر

عجب مقام ہے تدبیر ہائے عالم سے
خلل فراغ میں آئے نہ مشتغل ہوکر

جدید مطبوع کلام

آپ کے مجموعہ کلام ''ریاض نعیم''کی جدید اشاعت میں ڈاکٹر آصف حسین مراد آبادی کی بازیافت سے دو نعتیں غیر مطبوعہ شامل ہوئی ہیں ۔ہم یہاں انہیں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں ۔ایک نعت پاک سادا ہے اوردوسری علامہ جامی کی مشہور زمانہ نعت ؎

نسیما جانب بطحا گزر کن
پیمبر را ز احوالم خبر کن

پر تضمین ہے ۔ملاحظہ کریں اور محظوظ ہوں: ؎

کیا منہ کہ آرزو ترے دیدار کی کرے
قابل نہ ہو جو دید بھی زوّار کی کرے

اعمال زشت، نامہ سیاہ اور عمل خراب
کیا تاب ہمت آپ کے دربار کی کرے

تیرا کرم معاف کرے جرم بے حساب
رحمت خطائیں محو گنہ گار کی کرے

کافر کا کفر دور کرے اک نگاہ میں
اصلاح اک نظر میں بد اطوار کی کرے

بخت سیاہ ایک نظر میں چمک اٹھے
گر لطف چشم سید ابرار کی کرے

قرباں ترے کرم کے میں ڈوبا مجھے بچا
طوفان کشتی غرق نہ مجھ خوار کی کرے

ہوجائے اذن گر تو یہ عبد ذلیل بھی
آکر زیارت آپ کے دربار کی کرے

ہندوستاں میں کیوں پھرے آوارہ در بدر
برداشت کیوں جفائیں یہ اغیار کی کرے

حاضر ہو آستان معلیٰ پہ یہ حقیر
اور جبہ سائی عتبہ سرکار کی کرے

خاک حرم کو سرمہ بناؤں میں آنکھ کا
پر نور دل ضیا در و دیوار کی کرے

پھر پھر کے گرد روضہ عالی کے بار بار
دل کو نثار جان طلب گار کی کرے

جاروب ارض پاک میں پلکوں سے دے نعیمؔ
تقدیر یاوری جو گنہ گار کی کرے

تضمین بر کلام حضرت جامی

الا اے قلب مضطر نالہ سرکن
الا اے نالہ خونیں اثر کن
بحال زار رنجورے نظر کن
نسیما جانب بطحا گزر کن
پیمبر را ز احوالم خبر کن

گرت یاور شود بخت ومقدر
سرت گردم بہ رسی برآں در
بنہ با صد نیاز وعاجزی سر
بگو کاے آفتاب ذرہ پرور
ببر از روضہ و شام و سحر کن

نصیب دشمنانت عذر و انکار
در انجاح مرام عاشق زار
مگر از رعب آں شاہ جہاں دار
نسیما گر نیابد از تو ایں کار
بیا بہر خدا کار دگر کن

تمنائے دل صد پارہ پارہ
شکیبائی قلب نا شکیبا
ندایت گردم اے محبوب دل ہا
ببر ایں جان مشتاقم در آں جا
فدائے روضہ خیر البشر کن

غریباں در خروش از رنج بے حد
اسیران در غم ہجراں مقید
جہانے بر درت محتاج آمد

تو ئی سلطان عالم یا محمد
زروے لطف سوے من نظر کن

نہ باشد دور از لطف گرامی
نگاہے گاہے اے مولی الکرامی
نعیم الدین بنازد بر غلامی

مشرف شد ز لطفش گر چہ جامیؔ
خدایا ایں کرم بار دگر کن

نثر نگاری

اردو ادب میں نثر نگاری کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ارباب علم ودانش جہاں صدر الافاضل کی شاعرانہ عظمت کے معترف ہیں وہیں آپ کی نثر نگاری وادیبانہ شان کے بھی مداح ہیں۔آپ کی تحریروں میں اسلوب کی دل کشی ورعنائی اس قدر ہے کہ قاری کو خود سے دور نہیں ہونے دیتی۔نثر نگاری میں یہ پہلو بڑے اہم تصور کیے جاتے ہیں کہ قاری تحریر اس قدر دل چسپی سے پڑھے کہ اسے وقت کا احساس ہی نہ ہو۔اور دوران مطالعہ کسی طرح کی اکتاہٹ محسوس نہ کرے۔اور ہر عبارت سے اسے نیا لطف حاصل ہو۔صدر الافاضل کی تحریروں میں بلا مبالغہ یہ صفت پائی جاتی ہے ۔ہم یہاں چند نمونے پیش کررہے ہیں ملاحظہ فرمائیں اور صدر الافاضل کی نثر نگاری وانشا پردازی سے لطف اندوز ہوں:

سفر معراج کے مبارک واقعہ کی خوب عمدہ انداز میں قلم بندی فرمائی ہے ملاحظہ کریں درج ذیل اقتباس جس میں تصویریت کا حسن اور منظر کشی کا جمال دیدنی بھی ہے اور شنیدنی بھی۔آپ رقم طراز ہیں:

’’فلک حقہ باز اپنے نیلے تھیلے سے ہمیشہ گوری کالی سیاہ سفید تصویریں نکالا کرتا ہے جن کو لیل ونہار، شب و روز، رات دن کہا کرتے ہیں-اس سلسلے کا دل رُبا نظارہ دنیا کو اپنا مفتون بنائے ہوئے ہے لیکن کبھی کبھی جشن وعشرت کی راتیں، عیش وطرب کے دن، اپنی نرالی سج دَھج کے ساتھ چشم تمنا کو محو حیرت بنادیا کرتی ہیں۔ زمانہ کے اَدوار میں ایسے روز وشب کی بھی کمی نہیں ہے، بے شمار راتیں ہیں جو عیش وطرب کے سجیلے ساز وسامان سے جگ مگا رہی ہیں، بہت سے دن ہیں جو فرح وسرور کے متاع وسرمایہ پر نازاں ہیں لیکن جس طرح آفتاب کا جہاں منور کن جمال کواکب کے دعاوے حسن کی زباں درازیوں کو خاموش کردیتا ہے اور جس طرح جلوہ صباحت یوسفی مصر کے مغروران زیبائی اور دل رُبایان نخوت شعار وسرمستان خود نمائی کو شرمندہ کر دیتا ہے اور جس طرح عربی ملاحت کے حضور کنعانی

صباحت کو سرِ نیاز خم کرنا پڑتا ہے، ایسے ہی کائنات کے سلسلے، لیل و نہار کی تمام زیب و زینت والے اوقات، حبیب و محبوب کی شب وصال یعنی لیلۃ المعراج کے حضور سر بہ گریباں ہیں۔

عہد نبوت کے حق نما وقائع اور شان دار معجزات بفضلہٖ تعالیٰ اس قدر کثیر ہیں کہ مجلدات کبار بھی ان کو حاوی نہیں ہو سکتے اور بڑے بڑے دفتروں میں ان کا احصا متعذر نظر آتا ہے۔ لیکن بعض وقائع اپنے ساتھ کچھ ایسی دل آویز تجلیاں رکھتے ہیں کہ ضبط کتابت میں آنے سے پہلے ان کے صدق و حقانیت کے نقوش صفحات قلوب میں زینت بخش ہو جاتے ہیں- ان ہی میں سے وہ واقعہ عظیمہ ہے، جس کو میں اس وقت اجمالاً آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ دنیا اگر مجموعہ لیل و نہار کی ورق گردانی کرے تو اس کو اس تمام مجموعہ میں ایسا ایک مرقعہ بھی ہاتھ نہ آئے گا جو شبِ اَسریٰ ۔۔۔۔ رنگیں کا مقابل ہو سکے۔

رجب مرجب کی ستائیسویں شب محبوب رب العالمین خواب ناز میں ؎

مست از مے شبینہ مہ من ز خواب ناز
با آفتاب دست و گریباں برآمدہ

(یعنی میرا چاندرات کی شراب سے مست و بے خود ہو کر ناز و اَدا کی نیند سے مخمور سورج کا مقابلہ کرتے ہوئے باہر نکلا۔ نعیمی)

ملائکہ... سدرۃ المنتہٰی کا مسند نشین، فرشتوں کا سردار، حضرت جبریل امیں خدمت اَقدس میں بُراق لے کر حاضر ہے۔ سلطانِ دَارین کی بارگاہ میں خالق کونین کا پیامی، حسن اَدب کے ساتھ پیغام دعوت عرض کرتا ہے... مژدہ معراج سناتا ہے... حضرت کلیم اللہ نے کوہِ طور پر حاضر ہو کر دیدار کی آرزو کی تھی تو بھی لن ترانی جواب ملا تھا، سید انبیا آرام میں ہیں اس وقت وصال کا مژدہ رُوح اَفزا پہنچایا جاتا ہے... نرگس حق بیں سرمہ خواب سے مکحل تھیں... نیند کا عالم تھا، آنکھ لگی تھی... کس سے لگی تھی جس سے دل لگا تھا، اُس سے لگی تھی... رسول اَمین نے بیدار کیا۔ (آنکھ) کھلی تو حق کی طرف کھلی... ان آنکھوں کے قربان!!! لگیں تو حق سے لگیں اور کھلیں تو حق کی طرف کھلیں... حبیب مکرم نے عالم وَالا کا عزم کیا ہے جنت سے طلائے مرصع طشت اور آب تسنیم حاضر کیا گیا ہے۔ قلب مبارک کو اس طشت میں غسل دیا گیا اور نور و سکینہ سے لبریز کر کے سینۂ پاک میں محفوظ کیا گیا۔

اللہ اللہ !!! کیا اہتمام ہیں۔ حضور براق برق رفتار پر جلوہ گر ہوئے،... مقربین ملائکہ نے رِکابیں تھامیں،... معصوموں کی جماعت ہالہ کی طرح اس ماہِ منیر کے گرد و پیش چلی... شہنشاہِ کونین سواری پر رونق اَفروز ہیں،... فرشتوں کا پاک گروہ خدمت میں ہے... سواری کی سُرعت سیر کا یہ عالم کہ جہاں تک نظر جاتی ہے وہ فاصلہ ایک قدم میں طے ہوتا ہے... مکہ مکرمہ سے چل کر آن کی آن میں بیت المقدس پہنچے جہاں مدتوں کے آرزو مندانِ دیدار (حضرات انبیا و مرسلین صلوات اللہ علیہم و سلامہ) چشم تمنا وَا کیے منتظر تھے۔ براق اس حلقہ میں باندھا گیا جس میں انبیا (علیہم الصلاۃ و

السلام) کی سواریاں باندھی جاتی تھیں۔ اب حضور امام ہوئے اور تمام کشور کشایانِ نبوت نے مقتدی ہوکر حضور کے ساتھ نماز ادا کی۔ (اے زہے نصیب!!!) عجب منظر ہے۔ سید انبیا امام ہیں اور سارے انبیا مقتدی۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم اجمعین)۔ الخ" [مقالات صدر الافاضل:ص ۸۰]

حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت طیبہ کے واقعے کو جس ادبی طرز اور عمدہ اسلوب نگارش سے مزین کیا ہے اس سے آپ کی ادیبانہ حیثیت اور نثر نگاری میں آپ کی مہارت کا خوب پتہ چلتا ہے۔ ملاحظہ کریں۔

تحریر فرماتے ہیں:

"جس طرح ایک آراستہ مکان اور اُس کی آرائش وزیبائش کا سامان اور راحت وآسائش کی چیزیں خبر دیتی ہیں کہ وہ کسی ذی مرتبہ مکین کے لیے مہیا کی گئیں ہیں جو انہیں استعمال میں لائے اُن میں تصرف کرے اور جس طرح کسی دُلہن کا بناؤ سنگھار بتاتا ہے کہ اس تمام زیب و تزئین کا مقصود دولہا کی آمد ہے، اسی طرح کار خانہ عالم کی رَنگا رَنگ ہستیاں، یہاں کے تمام ساز وسامان، دل کش ہوائیں، پُر لطف فضائیں، رُوح پرور مناظر، نفائس، مآکل ومشارب یہ سب ذخیرہ اپنی ہیئت وشان سے دلالت کرتا تھا کہ کوئی متصرف آنے والا ہے جو ان میں تصرف کرے، ان کو کام میں لائے، برتے، لطف اُٹھائے۔

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا وُرُود، اور نوع انسانی وجودِ اِس معمہ کا حل کرنے والا ثابت ہوا اور اس نوع کے وجود نے ثابت کردیا کہ کائنات دنیا کی ہر چیز کارکنان قدرت نے جس کے لیے مہیا فرمائی تھی اور یہاں کا تمام ساز وسامان جس کے دستِ تصرف واستعمال کے لیے بنایا گیا تھا وہ انسان ہے جو بیابانوں کو آباد کرتا ہے، ویرانوں کو معمور کرتا ہے، پہاڑوں کی بلندیوں پر عمارتیں اور راستے بناتا ہے، ہوا اور سمندر میں سیر کرتا ہے، نباتات، حیوانات، جمادات، معادن سب کو اپنے کام میں لاتا ہے۔ ان میں جیسے چاہتا ہے تغیر کرتا ہے۔ یہ مضمون "خلق لکم مافی الارض جمیعا" سے مستفاد ہے اور آیت کریمہ کے اس جملہ جمیلہ میں یہ اشارت وبشارت ہے کہ کائنات اَرضی کی خلقت حضرت انسان کے لیے ہوئی اور قدرت نے اس سر وسامان کی عزت اسی میں رکھی کہ انسان ان تمام چیزوں کو استعمال کرے، اور کام میں لائے چناں چہ آج انسان ہوا پر سواری کرتا ہے، بجلی سے کام لیتا ہے، زمین اور پانی میں اپنی سواریاں لیے پھرتا ہے، جان دار اور بے جان چیزوں کو اپنے کام میں لاتا ہے۔"

[مقالات صدر الافاضل:ص ۱۰۸]

مذکورہ بالا اقتباس میں صدر الافاضل کے زرنگار قلم نے بڑی خوش اسلوبی سے عمدہ لفظیات کو برتتے ہوئے کہیں کہیں مقفا نگاری کی آمیزش بھی کی ہے۔ مثلاً "جس طرح ایک راستہ مکان، اس کی آرائش وزیبائش کا سامان۔ دل کش ہوائیں، پر لطف فضائیں۔ ان کو کام میں لائے، برتے لطف اٹھائے۔ ان جملوں میں مکان، سامان۔ ہوائیں،

فضائیں اور لائے، اٹھائے۔ ہم قافیہ الفاظ ہیں۔ جن سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ عبارت مقفا نگاری کے ذیل میں بھی آتی ہے۔

مذہب اسلام کا تعارف پیش کرتے ہوئے جس طرح الفاظ کی بندش اور عبارات کی ترکیب و ترتیب کا اہتمام کیا ہے پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔ لکھتے ہیں:

''میں عالم کا بادشاہ ہوں، جہاں کا فرماں رواہوں، بروبحر میں میرا حکم نافذ ہے، مشارق و مغارب میں میرا سکہ رائج ہے۔ معمورہ دنیا میرے زیر نگیں ہے۔ تری و خشکی کا چپہ چپہ میری قلم رو ہے۔ دشت و جبل میں میرے پھریرے لہراتے ہیں۔ ہفت اقلیم میں میرے علم بلند ہیں۔ دنیا میرے دبدبہ سے کانپتی ہے۔ جہان میری سطوت سے تھراتا ہے۔ میرے رعب و جلالت کے حضور عالم سر افگندہ ہے۔ ہر متنفس میرا بندہ فرمان ہے۔ ہر متکبر میرے آگے سربہ گریبان ہے۔ قیاصرہ و اکاسرہ میرے آستانہ بوس ہیں۔ ہیبت و اقتدار والے بادشاہ، عظمت و جلال والے سلاطین، میرے نقش قدم پر جبین سا ہیں۔ دنیا کو زیر و زبر کردینے والے ملوک میرے حلقہ بگوش ہیں۔ میری آستانہ بوسی سلاطین کی عزت ہے۔ خواقین کی آبرو ہے۔ میں بچپن سے دشمنوں میں پلا بڑھا ہوں۔ اعدا کے جھگڑوں میں رہا ہوں۔ ہمیشہ مفسدوں کی جماعتیں میرے مقابلہ کے لیے اٹھیں، اور ناکام ہوئیں۔ شریروں نے سر اُٹھائے اور پامال ہوئے۔ بدسگالوں نے مکر و کید کی چالیں چلیں اور برباد ہوئیں۔ مخالفت کی ہواؤں میں میں نے نشو و نما پائی، بارہا مصیبت کی آندھیاں آئیں، اور میرا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ آفتوں کے طوفان اُمڈے اور میرا کچھ نہ کر سکے۔ بلاؤں کے تلاطم برپا ہوئے اور مجھے شمہ بھر نہ ہٹا سکے۔ زمانہ ہمیشہ برسر جنگ رہا، اور مغلوب ہوا۔ دنیا مدۃ العمر مصروف کید رہی اور خائب و خاسر ہوئی۔ حوادث کے لشکر آئے، مصائب کی فوجیں ٹوٹیں، اور سب کو ہزیمت ہوئی۔ میرا ستارہ اقبال روز بروز بلند ہوتا گیا۔ میری سلطنت و حکومت کی حدود دَم بہ دَم وسیع ہوتے رہے۔ ؎

نہ مٹا پر نہ مٹا دبدبہ میرا لیکن
مٹ گئے آپ ہی سب میرے مٹانے والے

ہر چند کہ میرے دشمن ناکام ہوئے لیکن عداوت کے سمندر میں طغیانی کی موجیں اُٹھتی ہی رہیں۔ میرے مقابلے کے لیے متحارب قوتیں متحد ہوئیں، مختلف قبائل مجتمع ہوئے، ملک کے ملک کالی اور ڈراونی گھٹاؤں کی طرح اُمنڈ اُمنڈ کر آئے۔

دنیا کے نام وَر بہادروں نے مجھے ضرر پہنچانے بلکہ مٹا ڈالنے کی قسمیں کھائیں۔ بے شمار لوگوں نے اپنے جان و مال آبرو میری اِیذارَسانی کی فکروں میں ضائع کیے۔ سلطنتیں مجھے نقصان پہنچانے کی تدبیروں میں مدتوں سرگرداں رہیں۔ دوست نما دشمنوں نے میری جماعت میں شامل ہو کر اخلاص و عقیدت کے پردہ میں قرنوں مکارانہ چالیں

چلیں، مگر کسی کی پیش نہ گئی۔ کوئی میرے بڑھتے قدم کو روکنے میں کامیاب نہ ہوا۔ یہ تمام روئیں قلعے اور آہنی دیواریں میرے جنبش قدم سے تودہ ہائے خاک کی طرح منتشر ہوگئیں اور ان کا ذرّہ ذرّہ آوارہ ہوگیا۔ اور میرے اشاروں سے تمام طلسم ٹوٹ کر رہ گئے۔ میرے دشمن سر بخاک ہوئے۔ اور ان کے عناد کی کوہ سان عمارتیں طرفۃ العین میں نابود ہوگئیں۔ میں ہی ہوں جس نے دنیا کو تہذیب کا سبق دیا۔ اخلاق حمیدہ اور عادات پسندیدہ سکھائے۔ انسان کو آدمی بنایا، علم سے جہان کو معمور کیا۔ شائستگی اور ادب کو رواج دیا، راست بازی اور نیکو کاری کی بنیادیں رکھیں خداشناسی کی راہیں واضح کیں، معارف و حکم کے درس دیے۔ طہارت کے آئین بنائے، عبادت و ریاضت کے طریقے بتائے، علوم یقینیہ سے خلق کو مالا مال کیا، جہالت و ضلالت کی فوجوں کو شکست دی۔ اَسیرانِ ہوا کو وَساوس و اَوہام کے پنجوں سے رِہا کیا، مردم خواری، دل آزادی کی عادتیں چھڑائیں۔ ظلم اور ناانصافی کو از بیخ برکندہ کیا۔

الغرض انسان کو رَذائل و قبائح کی ناپاک دلدل سے نکال کر پاک کیا اور فضائل و محاسن کے لباس ہائے فاخرہ سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ میں نے توحید کے علم بلند کیے، کفر و شرک کے عروج کو پامال کیا، بت کدوں سے بتوں کو نکالا، بت خانوں کو مسجد بنایا، جہاں رُسوم شرک ادا کی جاتی تھی وہاں توحید کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ جھوٹے معبودوں کی جھوٹی خدائی باطل ہوئی، میں نے آتش خانوں کی صدہا سالہ آگ سرد کردی، مخلوق پرستی سے مخلوق کو بچایا، یہود و نصاریٰ، ہنود و مجوس،۔۔۔کی پیشانیاں خداوند عالم کی بارگاہ میں سجدہ کے لیے جھکائیں۔ میں چھٹی صدی عیسوی میں مکہ مکرمہ کے مقام پر پیدا ہوا، اللہ تعالیٰ نے میرا نام **"اسلام"** رکھا۔" [مقالات صدر الافاضل: ص۲۰۷، ۲۰۸]

اس عبارت کی اہم خوبی یہ ہے کہ صدر الافاضل کے موے قلم نے چھوٹے چھوٹے اور مختصر جملوں میں بڑی بڑی جامع باتیں لکھی ہیں، ایجاز و اختصار میں جامعیت کوئی منجھا ہوا ادیب و نثر نگار ہی کر سکتا ہے۔ یہ عبارت اس خیال کو تقویت دیتی ہے کہ صدر الافاضل ایک عالم و فاضل، مفتی و مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ بلاشبہ ایک مایہ ناز ادیب و نثر نگار بھی تھے۔ مذکورہ بالا اقتباس میں متضاد الفاظ کے استعمال نے بھی اس عبارت کو بہترین ادبی شہ پارہ بنایا ہے،، بر و بحر، مشارق و مغارب، تری و خشکی، زیر و زبر، دوست و دشمن، کفر و شرک، جیسے الفاظ بڑی فن کارانہ مہارت سے برتے گئے ہیں۔

معقولات میں کمال

معقولات میں بھی آپ کو کمال کی مہارت حاصل تھی۔ درس گاہی اعتبار سے تو آپ جامع معقولات تھے ہی آپ سے کتابیں پڑھنے والے جانتے ہیں اور آپ کے خطابات سننے والے بتاتے ہیں کہ آپ کی تقریر و تحریر میں بھی منطقیانہ و فلسفیانہ موشگافیاں و رعنائیاں خوب جلوہ فرما رہتی تھیں۔ ہم یہاں آپ کی تحریروں سے ایک دو مثالیں پیش

کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

''اگر جانبِ مخالف کی عاجزی پر رحم کر کے ہم یہ فرض بھی کرلیں کہ ''من'' تبعیضیہ ہے تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہوگا اور جانب مخالف کو بشرطِ حیاداری ندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا، اس لیے کہ من تبعیضیہ ہونے کی حالت میں اس عبارت سے موجبہ جُزئیہ نکلے گا اور وہی ہمارا مطلوب ہے جیسا کہ ابتداے رسالہ میں ظاہر ہو چکا کہ علمِ جنابِ باری کے سامنے جمیع مخلوقات کے علم کو وہ نسبت بھی نہیں جو سمندر کے سامنے قطرے کو ہے۔

مخالف پر یہ لازم ہے کہ سالبہ کلیہ پیش کرے اس لیے کہ موجبہ جزئیہ کی نقیض سالبہ کلیہ ہوتا ہے نہ موجبہ جزئیہ اور اگر جانبِ مخالف نے یہ سمجھا کہ اہلِ سُنت و جماعت آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لیے جمیع اشیا کا علم ثابت کرتے ہیں کہ اس صورت میں اُن کا دعویٰ موجبہ کلیہ ہوا تو بھی موجبہ جزئیہ پیش کرنا اس کو کیا مفید اور خصم کو کیا مضر۔ موجبہ جزئیہ کا صدق موجبہ کلیہ کے صدق کا منافی نہیں۔ ''بعض الانسان ناطق'' کا صدق ''کل انسان ناطق'' کے کذب کو مستلزم نہیں۔ بہر حال تہذیب پڑھنے والا بچہ بھی ایسی غلطی نہ کرتا جیسی جانبِ مخالف نے کی جانبِ مخالف کو ہنوز یہ خبر نہیں کہ ثبوتِ شے نفی ماعدا کو مستلزم نہیں ردالمحتار ۷۵ میں ہے ''وَفِي شَرْحِ التَّحْرِيرِ عَنْ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ الْكَرْدَرِيِّ أَنَّ تَخْصِيصَ الشَّيْءِ بِالذِّكْرِ لَا يَدُلُّ عَلَى نَفْيِ الْحُكْمِ عَمَّا عَدَاهُ''

[الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ: ص ۱۰۹]

جمیع اشیا کے غیر متناہی ہونے نہ ہونے سے متعلق آپ نے عمدہ منطقی بحث فرمائی ہے لکھتے ہیں:

'' شبہ نہم۔ جمیع اشیا غیر متناہی ہیں پھر حضرت کو غیر متناہی کا علم کیوں کر ہو سکتا ہے۔

جواب: یہ اعتراض سخت جہالت سے ناشی ہے اس لیے کہ جمیع اشیا کو غیر متناہی نہ کہے گا مگر دیہاتی، امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں تحت آیہ

''وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا''

کے فرماتے ہیں:

''قُلْنَا: لَا شَكَّ أَنَّ إِحْصَاءَ الْعَدَدِ إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْمُتَنَاهِي، فَأَمَّا لَفْظَةُ كُلِّ شَيْءٍ فَإِنَّهَا لَا تَدُلُّ عَلَى كَوْنِهِ غَيْرَ مُتَنَاهٍ، لِأَنَّ الشَّيْءَ عِنْدَنَا هُوَ الْمَوْجُودَاتُ، وَالْمَوْجُودَاتُ مُتَنَاهِيَةٌ فِي الْعَدَدِ''

اس عبارت سے موجودات کا متناہی ہونا روشن پھر خواہ مخواہ اپنی طرف سے بے وجہ علم نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تنقیص کے لیے موجودات کو غیر متناہی کہنا کون سی عقلمندی ہے اب بعض شبہات عقلیہ کا رد کرنے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی کی تقریظ ہی نقل کی جائے۔

''بعد الحمد و الصّلوٰۃ احقر الورٰی اشرف علی عفی عنہ بتائید مضمون رسالہ اعلاء کلمۃ الحق''

عرض کرتا ہے کہ علم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں جو آیات و احادیث وارد ہیں وہ تین قسم کی ہیں ایک وہ جو یقینا ایجاب جزئی کو مفید ہیں دوسری وہ جو یقیناً سلب جزئی کو مفید ہیں اور ان دونوں قسموں میں کسی کو کوئی کلام نہیں۔"

أَقُوْلُ: سبحان اللہ یہ فقرہ کہ ان دونوں قسموں میں کسی کو کوئی کلام نہیں کیسی جرأت ہے۔

مثبتین کا دعویٰ "کل شیء معلوم لنبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم" ہے اور یہ موجبہ کلیہ ہے اس کی نقیض سالبہ جزئیہ ہے (مثالہ بعض الاشیاء لیس بمعلوم لنبینا) جو شخص ایجاب کلی کا مدعی ہے اس کو کس طرح سلب جزئی میں کلام نہ ہوگا؟ کیا مولوی صاحب کے نزدیک مدعی کو اپنے دعوے کی نقیض مسلم ہوتی ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں ہوتا۔ یہ بھی خوش فہمی ہے، ایک۔" [مرجع سابق: ص۲۲۸، ۲۲۹]

صدرالافاضل کی چند علمی وفنی موشگافیاں

صدرالافاضل کے تبحر علمی اور علمی وفنی موشگافیوں کی تفصیل بیان کی جائے تو یقیناً دفتر کا دفتر ناکافی ہوگا۔ہم یہاں چند مثالیں پیش کر کے باب کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قارئین محظوظ ہوں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکاۃ کیوں فرض نہیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر زکاۃ فرض نہیں تھی۔ جس کی بہت سی وجوہات بیان کی گئیں۔اس میں سے ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہان کے مالک ہیں۔ مسلمان ان کے غلام ہیں۔اور مالک اپنے غلاموں کو زکاۃ نہیں دے سکتا۔اس پر سوال یہ اٹھتا ہے کہ پھر ہم غلاموں پر زکاۃ کیوں ہے اس کے جواب میں صدرالافاضل نے نہایت ہی معقول وجہ بیان فرمائی، جسے حکیم الامت نے درج ذیل الفاظ میں بیان فرمایا۔ ملاحظہ کریں۔آپ لکھتے ہیں:

"ایک بار **حضرت مرشدی مولائی مولانا نعیم الدین صاحب قدس سرہ** نے ارشاد فرمایا کہ حضور پر زکاۃ فرض نہیں، میرے نزدیک اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضور مالک ہیں۔ سارے مسلمان حضور کے لونڈی غلام۔مالک اپنے غلاموں کو زکاۃ نہیں دے سکتا۔ چوں کہ حضور کے لیے مصرف زکاۃ موجود نہیں اس لیے آپ پر زکوۃ فرض نہیں۔ عرض کیا پھر تو ہم پر بھی زکاۃ فرض نہیں ہونی چاہیے کہ غلاموں پر زکوۃ فرض نہیں، فرمایا ہم لوگ عبد ماذون ہیں اور بعض خاص حالات میں ماذون غلام پر زکوۃ ہوجاتی ہے۔ماذون غلام وہ ہے جسے کاروبار کی اجازت مولی نے دے دی ہو،اعلی حضرت نے کیا خوب فرمایا۔ شعر ؎

بندگانش حور و غلمان و ملک
چاکرانش سبز پوشان فلک

[مراۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح: ج۵ ص ۴۸۷۔باب آداب السفر]

رسول اللہ پر قربانی فرض کیوں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکاۃ فرض نہیں البتہ قربانی فرض ہے ایسا کیوں؟ اس کی کئی وجوہات فقہانے بیان فرمائیں مگر صدرالافاضل کی بیان کردہ وجہ کو ترجیح دیتے ہوئے حکیم الامت رقم طراز ہیں:

"روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ پر قربانی فرض کی گئی تم پر فرض نہیں کی گئی اور میں چاشت کی نماز کا حکم دیا گیا ہوں تم کو اس کا حکم نہیں دیا گیا (دارقطنی)

(شرح) یعنی ہم میں تم میں شرعی احکام میں بھی فرق ہے کہ تم میں سے جو شخص امیر ہو اس پر قربانی فرض نہیں بلکہ واجب ہے، غریب پر واجب بھی نہیں مگر ہم پر بہر حال فرض ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر زکاۃ فرض نہیں (شامی) یا اس لیے کہ آپ کا مال وقف ہے اور وقف میں زکوۃ نہیں (شامی)

یا اس لیے کہ ساری امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی غلام ہے اور اپنے غلام لونڈی کو زکاۃ نہیں دی جا سکتی، آپ کے لیے مصرف موجود نہیں۔ (**شیخی و مرشدی مولانا نعیم الدین صاحب**) فقیر کے نزدیک یہ وجہ قوی ہے ورنہ آپ پر قربانی فرض نہ ہوتی، مال وقف سے قربانی نہیں دی جاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس آیت کی طرف اشارہ ہے "فصل لربك وانحر" [مرجع سابق: باب فضائل سید المرسلین: ج۸ ص۴۱]

غیبت کے حوالے سے ملا علی قاری پر تطفل

غیبت کے حوالے سے ملا علی قاری کا قول ہے کہ غیبت کی خبر جس کی غیبت کی گئی ہے اسے پہنچ جائے تو حق العبد ہے ورنہ حق اللہ۔ مگر صدر الافاضل کا موقف اس کے برخلاف ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ غیبت بہر حال حق العبد ہے خواہ جس کی غیبت کی گئی ہے اسے خبر پہنچے یا نہ پہنچے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

"اس فرمان عالی کے بہت معنی کیے گئے ہیں: ایک یہ کہ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ گئی تب تو وہ حق العبد بن گئی۔ اس سے جا کر معافی مانگے اور اگر اس کی خبر غیبت والے کو نہ پہنچی تو حق اللہ سے توبہ کرے مگر اس توبہ میں غیبت والے کو بھی شامل کرے۔ دوسرے یہ کہ اگر غیبت والا زندہ ہے تو اس سے معافی مانگے اور اگر مر چکا ہے تو اس کے لیے دعاے مغفرت کرے۔ تیسرے یہ کہ غیبت والے سے معافی مانگے اگر وہ معاف کر دے تو خیر اگر معاف نہ کرے تو اس کے لیے دعاے مغفرت کرے۔

مولانا علی قاری نے فرمایا: کہ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ جائے تو حق العبد ہو جاتی ہے۔ اگر خبر نہ پہنچے تو حق اللہ رہتی ہے۔ مگر میرے **مرشد برحق صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ** نے فرمایا: کہ غیبت بہر حال حق العبد ہے۔ خواہ اسے خبر پہنچے یا نہ پہنچے۔ جیسے کسی کا مال مار لینا بہر حال حق العبد ہے۔ خواہ مال والے کو خبر پہنچے یا نہ پہنچے۔ کیوں کہ غیبت سے غیبت والے کی آبروریزی ہوتی ہے اور آبرو بھی مال کی طرح حق العبد ہے۔ اس لیے علما فرماتے ہیں: کہ مردے کی غیبت زندہ کی غیبت سے سخت تر ہے، کہ مردے سے معافی نہیں مانگی جا سکتی۔ اس میں اختلاف ہے کہ غیبت والے سے معافی مانگے تو اجمالا مانگے یا تفصیلا یعنی یہ بتا کر معافی مانگے کہ میں نے تجھے یہ کہا تھا یا صرف یہ کہہ دے کہ میں نے تیری غیبت کی تھی مجھے معاف کر دے۔"

[مرجع سابق: ج۶ ص۴۸۷، ۴۸۸۔ باب حفظ اللسان]

باب
۱۱
قلمی نگارشات

بہر آں صدر الافاضل شاہ نعیم الدین ما
نعیم الدین کو بخشا خدا نے
مقام اونچا عظیم الشان رتبہ
شبستان نجف کی شمع تاباں
وہ ورد خوب گل زار مدینہ
رضا کا فیض یاب علم و عرفاں
وہ تھا بے شک رضا کا نور دیدہ
خدا نے اس کو بے حد عظمتیں دیں
بھلا سکتا نہیں اس کو زمانہ

عبدالقیوم طارق سلطانپوری، اٹک۔

صدرالافاضل نے ۱۳۲۰ھ سے باضابطہ قلمی سفر شروع فرمایا۔ اور سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے دفاع میں کتاب تحریر فرمائی۔ مضمون نگاری کا سلسلہ امتناع نظیر کے عنوان سے شروع کیا۔ اور پھر آخر حیات تک یہ مقدس سفر جاری رکھا۔ مذہبی، سیاسی سماجی، تبلیغی مصروفیات کے باوجود دو درجن سے زائد کتابیں اور ساٹھ سے زیادہ مضامین تحریر فرمائے۔ بہت سی کتابوں پر تقریظات لکھیں۔ عربی کتابوں پر حواشی وتعلیقات تحریر فرمائیں۔ ہم یہاں آپ کی کتابوں، مضامین حواشی وتعلقیات سے متعلق تفصیل پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

{۱} تفسیر خزائن العرفان بر ترجمہ کنزالایمان

۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے ترجمہ کنزالایمان کی اشاعت ہوئی۔ ترجمہ ایمان افروز ہونے کے ساتھ عام فہم تھا۔ اشاعت ہوتے ہی بڑی تیزی سے مقبول عام وخاص ہوگیا۔ اسی مقبولیت کے پیش نظر اس پر حاشیہ کی ضرورت محسوس ہوئی جس کو صدرالافاضل نے پورا فرمایا۔ اور بہت ہی مختصر اور جامع انداز میں علمی وتحقیقی حاشیہ تحریر فرمایا۔ جو ''تفسیر خزائن العرفان'' کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جہاں جہاں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کنزالایمان کی اشاعت ضروری سمجھی گئی، وہاں ترجمہ کے ساتھ خزائن العرفان کو بھی ساتھ رکھا گیا۔ اور دور حاضر میں عموماً ترجمہ قرآن کنزالایمان تفسیر خزائن العرفان کے ساتھ ہی شائع ہوتا ہے۔

تفسیر خزائن العرفان کے حوالے سے اخبارات ورسائل میں چند تاثرات، تبصرے اور خبریں شائع ہوئیں ہم وہ یہاں نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

مولانا ابو یوسف بشیر کوٹلوی لکھتے ہیں:

''اردو تفاسیر میں سے **مولانا نعیم دین صاحب مرادآبادی** کی وہ حواشی جو انہوں نے قرآن پاک پر لکھے ہیں نہایت مفید ہیں..... (ابو یوسف بشیر کوٹلوی لوہاراں)'' [اخبار الفقیہ: ۱۴؍ مارچ ۱۹۴۲ء ص ۴]

ترجمہ کنزالایمان اور تفسیر خزائن العرفان کا درس امریکہ میں

ترجمہ وتفسیر کی مقبولیت اس قدر بڑھی کہ ملک اور بیرون ملک مساجد ومدارس میں باضابطہ اس ترجمہ وتفسیر کا درس ہونے لگا۔ امریکہ کی قریب پچاس مسجدوں میں اس کا درس ہوتا تھا۔ تفصیل اخبار الفقیہ کی درج ذیل خبر میں ملاحظہ کریں:

''کوئی صاحب ناظرین الفقیہ میں سے مہربانی فرماکر یہ بتائیں کہ سنیوں کا اور کون سا اردو ترجمہ وتفسیر والا قرآن

شریف ہے جس کا درس امریکہ کی پچاس مسجدوں میں ہو رہا ہے؟ اور یہ ترجمہ و تفسیر کہاں دستیاب ہوتے ہیں؟ شیخ محمد نواز فیروز پوری۔

جواب: وہ ترجمہ جس کو شیخ محمد نواز فیروز پوری نے دریافت کیا ہے وہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ترجمہ ہے۔ اور جیسی کہ حضرت فاضل ممدوح کی شان ہے اس سے ہی ترجمہ کی خوبی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ ترجمہ مرادآباد میں تین مرتبہ چھپا ہے۔ اس کے حاشیے پر **حضرت فیض درجت استاذ العلماء مولانا مولوی مولانا مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی** کی ایک تفسیر ہے جس کا نام خزائن العرفان ہے۔

یہ تفسیر نہایت فصیح زبان میں بہت جامعیت کے ساتھ لکھی گی ہے۔ آیات کے شان نزول اوران میں وجہ توفیق بہت دل پذیر طریقہ پر بیان کی گئی، قرآنی مسائل اس وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں کہ گویا ایک مستقل فتاوی القرآن اس تفسیر کے اندر موجود ہے۔ تمام مخالفین کے شکوک واوہام کے اطمینان بخش اور مسکت جواب اس تفسیر میں موجود ہیں۔ تفسیر میں ارجح اقوال پر اعتماد کیا گیا ہے۔ یہ خوبیاں اس کی مقبولیت کا باعث ہیں۔ اور ہندوستان میں جابجا اس تفسیر کے درس جاری ہیں۔ اور اکثر مدارس عربیہ کے تفسیر پڑھانے والے اساتذہ اس تفسیر کے مطالعہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ امریکہ کی پچاس مسجدوں میں بھی اسی ترجمہ و تفسیر کا درس جاری ہے۔ اور اس تفسیر کو لینے کے لیے امریکہ سے الحاج محمد ابراہیم صاحب تشریف لائے تھے۔ یہ ترجمہ و تفسیر یکجائی طبع ہو رہے ہیں بین السطور ترجمے اور حاشیے پر تفسیر ہے۔ شہر مرادآباد مکتبہ نعیمیہ بازار دیوان مولوی اختصاص الدین احمد سے طلب کرنے پر مل سکتا ہے۔ بڑی تقطیع عمدہ کاغذ پر نہایت خوش خط اور واضح چھپا ہے۔ کتابت وطباعت بھی قابل تعریف ہے۔ فی الحال اس کا ہدیہ مبلغ ۲۱، روپے ہے۔ ممکن ہے کاغذ کی روزافزوں گرانی ہدیہ کو زائد کردے۔ ایڈیٹر الفقیہ"

[مرجع سابق: ۲۱، ۲۸/ مئی ۱۹۴۳ء سرورق]

قرآن کریم کا بہترین ترجمہ اور اعلیٰ تفسیر

اخبار الفقیہ میں "قرآن کریم کا بہترین ترجمہ اور اعلیٰ تفسیر" کے عنوان سے درج ذیل تبصرہ شائع ہوا، جس سے ترجمہ کنزالایمان اور تفسیر خزائن العرفان کی اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ ہم پورا تبصرہ من وعن نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

"قرآن مجید کے بکثرت ترجمے شائع ہوئے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن صاف اردو میں بلحاظ صحت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ماۃ حاضرہ مولانا مفتی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کا ترجمہ سب سے اعلیٰ اور بے مثل ہے۔ اس ترجمہ کی خوبیاں ذکر کے لیے مبسوط بیان درکار ہے۔ اجمالاً اس قدر عرض ہے کرنا کافی ہے کہ ترجمہ کی خوبی کا حضرت مترجم صاحب قدس سرہ کی شہرہ عالم علمی جلالت سے اندازہ کیجیے۔ جس طرح اس ترجمہ سے قبل

اردو زبان قرآن مجید کے صحیح ترجمہ سے محروم تھی۔ اسی طرح اردو میں کوئی محققانہ قابل اعتماد تفسیر بھی نہ تھی، تمام ملک ایک ایسی تفسیر کا طلب گار تھا جو صحیح روایات اور معتبر و معتمد اقوال پر مبنی ہو۔ اس میں آیات کی شان نزول بھی ہوں معانی اور مطالب کا واضح اور صاف بیان بھی ہو۔ قرآنی مسائل بھی مذکور ہوں مخالفین کے اعتراضات کا ردو جواب بھی ہو۔ الحمدللہ یہ مراد پوری ہوئی۔

حضرت صدر الافاضل استاد العلما مولانا حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی کی خزائن العرفان فی تفسیر القرآن نے یہ تمام مقصد پورے کر دیے۔ اور یہ عجیب و غریب تفسیر جو علم و عرفان کا خزانہ ہے اسی قرآن کریم کے حاشیہ پر چھپ کر مکمل ہوگئی۔ جس کے بین السطور میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ ہے۔ کتاب وطباعت عمدہ ہے۔ تقطیع ...... حجم ساڑھے آٹھ سو صفحہ ہے۔ خط واضح اعراب اپنے موقع پر آیات ہیں شمار اعداد حنا شدہ۔ ان خوبیوں سے آراستہ چار قسم کے کاغذ پر طبع ہوا ہے۔ ہدیہ قسم اول سفید چکنا دبیز چھ روپیہ۔ قسم دوم سفید چکنا پانچ روپیہ۔ قسم سوم بادامی چکنا چار روپیہ۔ قسم چہارم کاغذ سفید رف تین روپیہ۔ محصول ڈاک وغیرہ بذمہ طلب گار۔ جو صاحب مجلد طلب کرنا چاہیں وہ تحریر فرمائیں تاکہ ان کے لیے جس قیمت کی وہ چاہیں جلدیں بنوادی جائیں۔ مرادآباد میں اعلیٰ قسم کی جلد سازی نہیں ہوتی ہے۔ اس قرآن مجید کو مکتبہ نعیمیہ چوکی حسن خاں مرادآباد یوپی سے طلب کیجیے۔ جو حضرات وی پی طلب کریں وہ کم از کم نصف ہدیہ پیشگی بھیج دیں۔ طلب کرنے والے حضرات اسٹیشن کا نام ضرور لکھیں۔ اگر قرآن کریم کی زیادہ جلدیں منگائی جائیں گی تو ریلوے کا محصول کم پڑے گا۔" [مرجع سابق: ۲۸ر فروری ۱۹۳۷ء ص ۱۸]

تفسیر خزائن العرفان پر ایک زبردست تبصرہ

صدر الافاضل کی اس تفسیر کے حوالے سے یوں تو بہت سے گراں قدر تبصرے و تاثرات یہاں پیش کیے جا سکتے ہیں مگر ہم یہاں ایک غیر مکتب فکر کے مولوی فضل القدیر ندوی مدینۃ الحکمت یونیورسٹی کراچی کا مثبت و فکر انگیز تبصرہ نقل کر رہے ہیں جس میں انہوں نے کنزالایمان اور خزائن العرفان کے مخالفین کی تردید کرتے ہوئے بلا تعصب منصفانہ باتیں لکھی ہیں۔ ہم یہاں بس ایک اقتباس نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس کنزالایمان پر **حضرت صدر الافاضل مفسر قرآن مولانا نعیم الدین مرادآبادی** کے تفسیری حواشی خزائن العرفان کے نام سے نظر نواز ہوئے، تو نالہ و خروش میں اور شدت آگئی۔ حالاں کہ خزائن العرفان میں کوئی بات بے حوالہ نہیں کہی گئی ہے۔ اگر حدیث کا حوالہ ہے، تو اس میں یہ التزام رکھا گیا ہے کہ وہ صحاح کی ہو۔ اگر تاریخ و سیرت کا حوالہ تو وہ اساطین کتب سے ماخوذ ہو، اگر فقہی اشارہ ہے تو فقہ حنفی کی مستند کتابوں سے مقتبس ہو، یعنی تحقیقی سائنس کے تمام وسائل اور مسلمہ اصولوں کا پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ بے لاگ مطالعے سے ثابت ہو جائے گا کہ یہ سارے اہتمامات کیے گئے ہیں۔ ثبوت کے لیے قرآن کریم بہ سلسلہ میراث کلالہ پیش خدمت ہے۔

یستفتونك قل الله یفتیكم فی الكلالة۔ (النساء:۱۷۶)

ترجمہ اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتوی دیتا ہے۔ (کنزالایمان)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیمار تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیادت کے لیے تشریف لائے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش تھے۔ حضرت نے وضو فرماکر آب وضوان پر ڈالا انہیں افاقہ ہوا آنکھ کھول کر دیکھا تو حضور تشریف فرماہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے مال کا کیا انتظام کروں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جابر میرے علم میں تمھاری موت اس بیماری میں نہیں ہے۔ سنن ابوداؤد میں ہے:

لا اراك میتا من وجعك هٰذا۔ (ف،ق،ندوی)

شاید خزائن العرفان کے مصنف **مولانا نعیم الدین مرادآبادی** کا گناہ یہ ہو کہ انہوں نے ایک ایسی حدیث کیوں نقل کی جس سے یہ بھی صاف اور عیاں طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم انسانی حیات و موت پر محیط ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ حدیث اور نقد رجال اور نقد متن کے کسی فاضل نے اس میں کوئی سقم نہیں بتایا ہے، یا پھر فاضل ہے، پھر فاضل بریلوی یا مصنف خزائن العرفان پر اعتراض کیا ہے؟" [سالنامہ معارف رضا کراچی: ۱۹۹۴ء ص ۴۰،۴۱]

تفسیر کی خوبیاں اور ایمان افروزیاں بزبان پروفیسر

خزائن العرفان کے محاسن اور اس کی علمی وفنی خوبیوں کے حوالے سے علما و دانشوران قوم نے بہت کچھ لکھا اور بہت سے مثبت تبصرے اور تاثرات پیش کیے۔ ان تمام مضامین، تاثرات اور تبصروں سے قطع نظر گورنمنٹ اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر محمد کمال بٹ، کا مضمون راقم الحروف کو بے حد پسند آیا۔ مضمون میں خزائن العرفان کے محاسن وکمالات اور اس کی ایمان افروزیوں کو جس انداز میں پیش کیا گیا ہے وہ یقیناً پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہاں پورے مضمون کو نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے نہ یہ تفصیل کا محل ہے، بس ایک دو اہم عبارتیں پیش کیے دیتے ہیں ملاحظہ کریں۔ پروفیسر موصوف لکھتے ہیں:

"تفسیر خزائن العرفان ایک **محقق و مدبر، مناظر و مفکر، فقیہ و محدث، بے مثل عالم و مفسر استاذ العلماء و مفسر مین صدر الافاضل حضرت مولانا علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ** کی نہایت زود فہم، محافظ ایمان تشریح قرآن ہے۔ اس تفسیر میں شان الوہیت کی پاسداری بھی ہے اور عظمت نبوت و رسالت کا ایقان بھی۔ یہ تفسیر اعتقادات وایمانیات کا بھی توضیحی بیان کرتی ہے اور مسائل فقہ کے موتی بھی بکھیرتی چلی جاتی ہے۔ اس تفسیر میں اللہ تعالیٰ سے محبت کا درس بھی ہے اور اولیاء اللہ کے ادب کی تلقین بھی۔ قرآنی قصص کی تفاصیل بھی ہیں اور قرآنی امثال کی

توضیح بھی غرضیکہ قرآن مقدس میں جو کچھ ہے یہ تفسیر ان سب کا احاطہ کرتی ہے اور موجودہ دور میں اردو داں طبقہ کے لیے تسہیل قرآن میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔...... راقم السطور عرض گذار ہے کہ اس زمانے میں اردو زبان میں بھی متعدّد تفاسیر تحریر کی جاچکی ہیں اور کئی ایک عربی و فارسی تفاسیر کے اردو تراجم دستیاب ہیں۔ خزائن العرفان اپنا منفرد مقام رکھتی ہے۔..........

الحمد للہ تفسیر خزائن العرفان ان جیسے جملہ معائب سے مبرا ہے۔ یہ تفسیر فکر قرآن کی ترجمان ہے تفسیر کھولیے پڑھیے آپ کو تفسیر میں سورتوں کے مختلف ناموں کی تفصیل ملے گی۔ ان کے رکوعات و آیات اور کلمات و حروف کا مکمل خاکہ ملے گا، اس میں شان نزول پر بحث ہوگی، ناسخ و منسوخ واضح کیا جائے گا، اس میں سورتوں کے فضائل بھی بیان ہوں گے اور معمولات مصطفی کی منظر کشی بھی ہوگی۔ یہ تفسیر عقائد و کلام میں بھی رہبری کرتی ہے اور فقہی مسائل کی ضروری تفصیل بھی فراہم کرتی ہے اور قرآنی امثال و متشابہات کی دلکش تعبیریں بھی اس تفسیر میں شامل ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان گنت پہلوؤں کے حوالے سے اس تفسیر پر بحث کی جاسکتی ہے۔

مگر مجھے جس پہلو نے سب سے بڑھ کر اپنی طرف متوجہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ تفسیر خزائن العرفان دل جمعی اور شوق مطالعہ دیتی ہے۔ یہ تفسیر ترجمہ قرآن سے مربوط ہے اسی سبب سے یہ قاری کے ذہن کو بھی منضبط و متحرک رکھتی ہے۔ آسان الفاظ دل میں اتر جانے والے خلوص کے ترجمان بن کر قرآن پاک اور مطالعہ قرآن کی محبت بڑھا دیتے ہیں۔ اور اگرچہ استاذ الاساتذہ ہونے کے باوصف کہ آپ کا تحریر کر دینا خود ایک دلیل کی حیثیت رکھتا ہے، یہ آپ کا لطف و اکرام ہے کہ آپ اپنی بات کا حوالہ دیتے چلے جاتے ہیں۔

حضرات محترم! حقیقت تو یہ ہے کہ کنزالایمان پر حاشیہ لکھنا سمندر کی اٹھکیلیاں کرتی الھڑ موجوں سے کھیلنا ہے۔ جب الفاظ ترجمہ کی لہریں ساحل فہم پر درنایاب بکھیر رہی ہوں تو تفسیر کی غواصی خود ایک سوال طلب امر بن جاتا ہے۔ مگر **حضرت صدرالافاضل** عوام و خواص خوشہ چینیوں کے لیے وہ گوہر آب دار لاتے ہیں کہ قارئین کی آنکھیں چمک اٹھتی ہیں کہ قاری پڑھتا چلا جاتا ہے تھکتا نہیں۔

یہاں شاید مناسب ہو کہ میں اپنے ذاتی تجربہ کا ذکر کرتا چلوں۔ آج سے تقریباً پچیس برس قبل جب کہ میں ذہنی طور پر غیر اہل السنۃ کے انتہائی قریب ہو چلا تھا اور خود کو اُن ہی میں شمار کرتا تھا۔ مجھے ترجمہ و تفاسیر پڑھنے کا شوق ہوا ہے۔ یکے بعد دیگرے کئی ایک تراجم و تفاسیر زیر مطالعہ رہیں مگر کوئی بھی پارہ آدھ پارہ سے زیادہ نہ پڑھ سکا۔ حتی کہ خزائن العرفان'' پڑھنے کا موقعہ ملا اور پڑھ کر وہ ذوق نصیب ہوا کہ مکمل تفسیر پڑھ کر ہی دم لیا۔''

[ماہنامہ النعیمیہ لاہور: فروری ۲۰۰۴ء۔ ص ۱۸۰ تا ۱۸۶]

اشتہار تفسیر خزائن العرفان

صدرالافاضل کے صاحبزادے مفتی اختصاص الدین نعیمی کی طرف سے اخبار الفقیہ میں درج ذیل اشتہار شائع ہوا۔ ملاحظہ ہو:

''یہ مسلم ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ماۃ حاضرہ حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کا ترجمہ نہایت ہی صحیح، معنی خیز اور قرآن کریم کی تراکیب کے مطابق ہے۔ جو خوبیاں اس ترجمے میں ہیں کسی ترجمے میں نہیں۔ اسی طرح جو جامعیت تفسیر خزائن العرفان میں ہے جو اس قرآن مجید کے حاشیہ پر ہے وہ کسی تفسیر میں نہیں۔ آیات کے شان نزول اور جہاں شان نزول میں متعدّد روایات وارد ہیں، ان میں وجہ توفیق کا لطیف اور دل پذیر بیان ہے۔ تفسیری نکات، دفع مطاعن اہل باطل دہریہ وغیرہ گمراہوں کی سوواویت خام کا واجب التسلیم ادلہ اور شافی براہین سے ازالہ، قرآنی مسائل گویا کہ ایک قرآنی فتاویٰ بھی حاشیہ پر مزین ہے۔ زبان فصیح، طرز بیان دل کش، ارجح اقوال پر اعتماد وغیرہ ایسی خصوصیتیں ہیں جو اسی تفسیر میں ملتی ہیں۔ یہ قرآن مجید تیسری مرتبہ نہایت خوش خط بڑی تقطیع ۲۶+۲۰۔۴۔ پر چھپا ہے۔ بہتر کاغذ لگایا گیا ہے۔ باوجود کاغذ کی انتہائی گرانی اور نایابی کے ہدیہ بہت ہی مناسب رکھا گیا ہے۔ مکتبہ نعیمیہ مرادآباد سے طلب فرمائیے۔...''

[اخبار الفقیہ: ۷، ۱۴/ جون ۱۹۴۳ء ص ۱۱]

تفسیر خزائن العرفان اور ترجمہ کنزالایمان کے طباعتی حقوق کی تفویض

ترجمہ قرآن کنزالایمان کی اولین طباعت واشاعت کا سہرا صدرالافاضل کے سر جاتا ہے۔ چوں کہ آپ ہی ترجمہ کنزالایمان کے ناشر تھے، اس لیے اس کی طباعت واشاعت کے حقوق آپ کے پاس محفوظ تھے۔ اور آخری ایام میں کنزالایمان اور تفسیر خزائن العرفان کے وہ حقوق آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے مولانا ظفر الدین نعیمی کو تفویض فرما دیے تھے۔ جیسا کہ آپ کے درج ذیل خط سے ظاہر ہے جو آپ نے اپنے صاحبزادے مولانا ظفر الدین نعیمی کو تحریر فرمایا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ آپ لکھتے ہیں:

برخوردار سعادت آثار نور نظر محب جگر مولوی حکیم ظفر الدین احمد سلمہ المولیٰ تعالیٰ

ترجمہ کلام پاک عطیہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الحاج المولوی مفتی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ مسمی کنزالایمان کو عرصہ ہوا چھاپ کر میں شائع کر چکا ہوں جس کے تمام حقوق محفوظ ہیں۔ اب اس ترجمہ کی تفسیر مسمّٰی خزائن العرفان.. اور ترجمہ وتفسیر تمھارے نام سے شائع کراتا ہوں.... ترجمہ وتفسیر مسمی کنزالایمان وخزائن

العرفان کی اجازت طباعت و ہدیہ ہمیشہ کے لیے تم کو دے کر مختارِ کل بناتا ہوں کہ جملہ حقوق محفوظ رکھو۔ اور اس کی رجسٹری ضابطہ بھر اپنے نام کرالو۔ مولیٰ تعالیٰ اس ترجمہ و تفسیر سے تم کو دینی و....عطا فرمائے"

سید محمد نعیم الدین

[مکاتیب صدرالافاضل: مرتبہ فقیر نعیمی۔ص۶۸]

{۲} الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ

"اس کتاب کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ صدرالافاضل کی پہلی تصنیف ہے، جو آپ نے بیس سال کی عمر شریف میں تحریر فرمائی۔ آپ کی پہلی سوانحی کتاب "حیات صدرالافاضل" میں بھی مفتی غلام معین الدین نعیمی نے اسی کو پہلی تصنیف قرار دیا ہے۔ اور اس کے بعد سے اب تک علما و دانشوروں نے اپنی کتابوں اور مضامین میں اسی پر جزم کیا ہے۔ ہم پہلے مفتی غلام معین الدین نعیمی کی عبارت یہاں نقل کرتے ہیں:

"**حضرت صدرالافاضل قدس سرہ** نے بھی بعد فراغت تعلیم بیس سال کی عمر میں اس فتنے کے سدباب کا ارادہ فرمایا اور یہ خیال فرمایا کہ علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسی جامع کتاب ہونی چاہیے جس میں معترضین کے تمام اوہام و شکوک اور باطل نظریات کا شافی ووافی مہذب پیرایے میں جواب ہو۔ چناں چہ پہلے ادبی میدان میں اپنا مقام حاصل کرنے اور صحافتی طریقے سے تبلیغ دین کے لیے مضامین کا سلسلہ شروع کیا آپ کے یہ مضامین کلکتہ کے الہلال اور البلاغ میں شائع ہوتے رہے اور ادھر ایک مستقل کتاب کی طرح ڈالی۔ اس وقت چوں کہ آپ کے پاس ایسا جامع کتب خانہ نہ تھا کہ جس میں ہر ایک قسم کی کتابیں موجود ہوتیں، لامحالہ آپ نے رامپور اسٹیٹ کے کتب خانے کی طرف رجوع کیا، مسلسل جاجا کر رامپور کے کتب خانہ سے حوالہ جات دیکھ کر آتے اور مراد آباد میں کتاب لکھتے۔ جب آپ کی عمر بیس سال کی ہوئی تو وہ کتاب بھی مکمل ہوگئی جو علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی اور جامع کتاب ہے۔ جس کا نام '**الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ**' ہے۔"

[حیات صدرالافاضل: ص۳۱، ۳۲۔ ناشر ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور]

پہلی اشاعت

الکلمۃ العلیاء، آپ کی پہلی تصنیف ہے یہ بات اپنی جگہ درست ہے۔ البتہ ہم یہاں عرض کر دیں کہ صدر الافاضل کی پہلی تصنیفی اشاعت الکلمۃ العلیاء نہیں ہے۔ ہمارے پاس کتاب کے کئی قدیم نسخوں کے سرورق ہیں۔ لیکن ان نسخوں سے پہلی اشاعت کی صراحت نہیں ہو پارہی ہے۔ ملا اشرف شاذلی کی طرف سے محمد عبدالرشید کے مطبع شمس

المطابع سے جو نسخہ چھپا ہے اس میں سن اشاعت ۱۳۲۷ھ ہے۔اس سے قبل کا نسخہ دستیاب نہیں ہوا۔ہاں البتہ ماہنامہ السواد الاعظم جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ سے ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ تک کے شماروں کے بیک ٹائٹل پر کتاب کا اشتہار چھاپا گیا، جس میں کتاب کی پہلی اشاعت ۱۳۲۳ھ لکھی گئی۔ہم وہ پورا اشتہار یہاں نقل کیے دیتے ہیں: ملاحظہ کریں:

''یہ وہ نادر و نفیس کتاب ہے، جس کو زمانہ زمانے سے زمانے میں تلاش کر رہا تھا اور ڈھونڈھے نہ ملتی تھی۔اس اس کتاب نے مخالفین کے چھکے چھڑا دیے۔ ہوش اڑا دیے، قلم توڑ دیے، دل نچوڑ دیے۔ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والتسلیمات کے لیے علوم جمیع اشیا کے اثبات پر وہ دلائل وہ براہین قائم کیے جس سے مخالفین کو جائے سخن نہ رہی۔ایک ایک اعتراض کا وہ زبردست جواب دیا کہ مخالف سکتہ میں ہے ان کے اعتراضات کی دھجیاں اڑادیں۔قرآن، حدیث، تفسیر اور معتبر و معتمد کتب کے حوالوں سے مسئلہ ایسا واضح اور روشن کر دیا کہ ذرا بھی جائے چون و چرا باقی نہ رہی۔اور مسئلہ کی حقانیت آفتاب سے زیادہ ظاہر و واضح ہوگئی۔وہابیہ کے اعتراضات تلاش کر کر کے جمع کیے گئے اور ہر ایک کا جواب اس کتاب میں بالتفصیل محققانہ طور پر دیا گیا۔یہ بے نظیر کتاب پہلی مرتبہ ۲۳ھ میں چھپی۔اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئی۔حتیٰ کہ **حضرت مصنف مدظلہ** کے پاس ایک نسخہ بھی باقی نہ رہا۔

ملک کے اطراف واکناف سے برابر درخواستیں آتی رہیں اور طلب جاری رہی۔آخر کار ایک نسخہ مستعار لے کر بعد نظر ثانی دوسری مرتبہ نہایت خوش خط چھپوایا۔بحمد اللہ اس مرتبہ بھی ایک ہفتہ میں تین سو کتابیں فروخت ہوئیں۔ شائقین طلب فرمائیں۔ورنہ طبع آئندہ کا انتظار کرنا پڑے گا۔''

السواد الاعظم کے اشتہارات سے پتہ چلتا ہے کہ الکلمۃ العلیاء کی اشاعت ۱۳۲۳ھ میں ہوئی ہے۔اور اس سے قبل ۱۳۲۰ھ میں آپ کی ایک بہت ہی علمی و تحقیقی کتاب **''فیضان رحمت بعد از دعاے برکت''** منظر عام پر آچکی تھی۔اس وجہ سے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آپ کی پہلی تصنیف **''الکلمۃ العلیاء''** ہے مگر پہلی اشاعتی تصنیف ''فیضان رحمت'' ہے۔جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

کتاب کا موضوع

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ پاک نے نبی کریم صلی اللہ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔کل کیا ہوا اور آئندہ کل کیا ہوگا، قیامت بلکہ مابعد قیامت کیا ہونے والا ہے نبی سب جانتے ہیں۔اس کتاب میں اسی حوالے سے قرآن و حدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔اور منکرین علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتراضات و مزخرفات کے مدلل و مفصل جوابات لکھے گئے ہیں۔

سبب تصنیف

اس کتاب کے لکھنے کی کیا وجہ ہوئی اس کی تفصیل خود صدر الافاضل سے ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"آج کل مسئلہ علم نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ افضل الصلاۃ والتسلیم، علما میں ایسا زیر بحث ہے کہ ہر طرف اُسی کا ذکر سنا جاتا ہے۔ چناں چہ اسی بحث میں جناب مولانا مولوی شاہ محمد سلامت اللہ صاحب رامپوری دام فیضہ نے جو اجلہ فضلاے اہل سنت میں سے ہیں، ایک رسالہ مسمی بہ "اعلام الاذکیاء" تالیف فرمایا جس کی حالت مصنف علام کی جلالت علمی کی شہرت کے باعث محتاج بیان نہیں۔ اِس رسالہ میں مولانا صاحب موصوف نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم ماکان ومایکون کا اثبات کیا ہے اور کافی ثبوت دیے ہیں۔ بایں ہمہ رامپور کے ایک عالم مولوی حافظ واحد نور صاحب نے اس رسالے کے جواب میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام "اعلاء کلمۃ الحق" ہے۔ حافظ صاحب موصوف نے اس رسالے میں جناب مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب۔ دام فیضہ، کی نسبت ایسی ایسی سخت کلامیاں اور زیادہ گوئیاں کیں جو علما کی شان سے بعید ہیں۔ مسئلہ کے متعلق وہ وہ رکیک ناحق خلاف صواب تقریریں کیں جو عاقل وفہیم سے غیر متوقع ہیں اس لیے ہیچ میرز نے باستدعاے احباب بالخصوص میاں محمد اشرف صاحب شاذلی کے اصرار سے حافظ صاحب مذکور کے رسالہ کا جواب لکھا اور اس کا نام "الکلمۃ العلیاء لاعلاے علم المصطفیٰ" رکھا۔"

[الکلمۃ العلیا: ص۱، ۲]

اخبار اہل فقہ میں اس کتاب پر درج ذیل تبصرہ شائع ہوا پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے ملاحظہ ہو:

"اگرچہ قرآن وحدیث سے حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کا عطاے الٰہی سے عالم غیب ہونا ثابت ہے۔ مگر فرقہ ضالہ وہابیہ کو کچھ ایسی کد ہے کہ باوجود دعویٰ عمل بالقرآن وعمل بالحدیث کے اس سے منکر ہے۔ اور نہ صرف منکر بلکہ طرح طرح کے لایعنی اعتراضات پیش کرتے ہیں۔ علماے اہل سنت کثرہم اللہ وایدھم نے وقتاً فوقتاً ان کے اعتراضات کے دنداں شکن جوابات دیے، مگر منکرین کے انکار کو لغزش نہ ہوئی۔ **ہمارے مکرم مولانا مولوی حافظ نعیم الدین صاحب جلالی مرادآبادی دام برکاتھم** نے رسالہ **"الکلمۃ العلیاء"** تصنیف کر کے اہل اسلام پر عموماً اور اہل سنت پر خصوصاً بڑا احسان کیا ہے۔

اس کتاب میں وہابیوں کے تمام اعتراضات کے جواب دیے گئے ہیں اور حضرت رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا بعطاے الٰہی عالم غیب ہونا آیات قرآنیہ سے واحادیث نبویہ سے اور اکابر دین کی تصریحات سے ثابت کر دیا ہے۔ کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ کے حضرت حامی سنت وماحی بدعت جناب مولانا فاضل بریلوی مدظلہ کا فتوی موسومہ **انباء المصطفیٰ بحال سر واخفیٰ**، شامل ہے، جس نے کتاب کے لطف کو دوبالا کر دیا ہے۔ فرقہ ضالہ وہابیہ نے آج تک جتنے رسالے اس مبحث میں لکھے ان کا مجموعی رد کر دیا گیا ہے۔ قیمت اصلی ۱۲/ روپے ہے۔ مگر مصنف مدظلہ

نے ۴؍روپے کی رعایت کردی ہے اور ۸؍روپے پر دینے کا وعدہ فرماتے ہیں۔ذیل کے پتہ پر مل سکتی ہے۔
مرادآباد محلہ چوکی حسن خاں مولوی نعیم الدین سنی حنفی

[اخبار اہل فقہ:۱۸،۲۶؍رجب ۱۳۲۷ھ۔۵،۱۳؍اگست ۱۹۰۹ء۔ص۱۱]

کتاب کی تعریف بزبان اعلیٰ حضرت

حاجی ملا محمد اشرف شاذلی صاحب نے جب اس کتاب کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت عالیہ میں پیش کیا اور اعلیٰ حضرت نے اس کو ملاحظہ فرمایا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

''ماشاء اللہ بڑی عمدہ نفیس کتاب ہے یہ نوعمری اور اتنے احسن دلائل کے ساتھ اتنی بلند کتاب مصنف کے ہونہار ہونے پر دال ہے۔''

[حیات صدرالافاضل نمبر۔ ہفت روزہ سواد اعظم لاہور:۱۲،۱۹؍ذوالحجہ ۱۳۷۸ھ ۱۹،۲۶؍جون ۱۹۵۹ء ص۱۸]

{۳} فیضانِ رحمت بعد از دعاے برکت

صدرالافاضل کی پہلی مطبوع کتاب

'فیضانِ رحمت بعد از دعاے برکت'' صدرالافاضل کی گراں مایہ تصانیف میں سے ایک ہے جو تفسیری کواکب ودرر، درر بے بہاے حدیث، فقہی جواہر پارے اور دیگر علوم کی علمی وفنی تحقیقی وتنقیدی موشگافیوں سے مزین ہے۔ آپ نے اس کتاب میں دلائل وبراہین کا انبار لگادیا ہے کوئی بھی بات مجرد عن الدلیل نہیں ہے۔اس کتاب میں آپ نے فاتحہ مروجہ پر کیے گئے اعتراضات کے تفصیلی جوابات کے ساتھ فاتحہ میں موجود ہر ایک جز پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔اخبار الفقیہ میں فیضان رحمت کے حوالے سے درج ذیل اشتہار شائع ہوا:

''فیضان رحمت بعد از دعاے برکت'' وہابیہ کے بے شمار اعتراضوں کا جواب اس کتاب میں قرآن وحدیث سے نہایت متانت وسنجیدگی سے عام فہم اردو زبان میں لکھے گئے ہیں۔معاندین میں بھی یہ کتاب قدر ومنزلت سے دیکھی گئی ہے۔''[اخبار الفقیہ ۲۰؍ستمبر ۱۹۲۰ء ص۱۲]

بفضلہٖ تعالیٰ آج تک اس کتاب کا کوئی جواب معاندین کی جانب سے نہیں دیا گیا ہے۔اور یہ صدرالافاضل کی پہلی مطبوع کتاب ہے۔تفصیل الکلمۃ العلیاء کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

سبب تصنیف

کتاب ایک وہابی مولوی کی کتاب کا جواب لاجواب ہے، اس کتاب کا پس منظر قدرے تفصیل طلب ہے وہ یہ کہ صدرالافاضل کے پیر و مرشد واستاد گرامی شیخ الکل حضرت العلام مفتی و محدث مولانا محمد گل خاں کابلی علیہ الرحمہ نے فاتحہ مروجہ سے متعلق امور کی تفصیلی بحث پر مشتمل ایک کتاب مسمی بہ **"دعاے برکت برطعام ضیافت، دعاے اموات بوقت جمعرات"** تصنیف فرمائی، جس کی پہلی اشاعت ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد سے ہوئی، اور ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء اور ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کے درمیان (صحیح تاریخ کا علم نہ ہوسکا) دوسرا ایڈیشن مطبع شمس المطابع مرادآباد سے شائع ہوا، تیسرا ایڈیشن ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء کو شہزادہ صدر الافاضل حضرت مولانا اختصاص الدین صاحب کے توسط سے مطبع اہل سنت برقی پریس مرادآباد سے شائع ہوا، چوتھے ایڈیشن کی اشاعت ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۰۰۲ء کو ادارہ ضیاء السنۃ جامع مسجد شاہ سلطان کالونی ریلوے روڈ ملتان سے ہوئی۔

کتاب دعاے برکت کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کے بعد مخالفین کی جانب سے ایک کتاب ان کی خام خیالی کے مطابق کتاب لاجواب کا جواب **"اتباع السنۃ خیر للامۃ افاضۃ الخیرات فی کل احیان واوقات"** مصنفہ منشی شمس الدین محلہ کسرول مرادآباد، مطبع شمس المطابع مرادآباد۔ منظر عام پر آئی۔

کتاب کیا تھی بقول صدرالافاضل محض افترا واختراع نامہ تھی پوری کتاب میں علم کا کہیں بھی پتہ نہیں تھا۔ لیکن جھوٹے کو حد تک پہنچانا بھی ضروری تھا اس لیے صدرالافاضل نے اپنے رہوار قلم کو مہمیز لگاتے ہوئے مذکورہ کتاب **"فیضان رحمت بعد از دعاے برکت"** تحریر فرمائی۔

صدرالافاضل سبب تصنیف اور کتاب کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بعد حمد و صلوٰۃ **فقیر مسکین ہیچمدان نعیم الدین ابن مولانا محمد معین الدین صاحب المرادآبادی** بخدمت جمیع برادران دینی عرض پرداز ہے کہ اس زمانہ پر نفاق و شقاق و عناد و فساد میں کہ مثبتین حق کو بعوض قرآن اور حدیث اور اقوالِ فقہا مفتی بہا کے بجز سخت گفتاری اور کوئی جواب نہیں ملتا ہے اور منکرین حق کی سخت کلامی اور توہین کے الفاظ اتباعِ سنّت سمجھے جاتے ہیں۔ چناں چہ اس خاکسار کی نظر سے ایک رسالہ خلافِ سنّت مسمّٰی باتباعِ سنت گذرا کہ مصنف ومخترَع نے اپنے زعم باطل میں بجواب لاجواب کتاب دُعاے برکت کہ مدلل بقرآن شریف واحادیث صحیحہ تالیف شدہ **جناب فیض مآب استاذی قاطع بدعت محی سنت حضرت مخدومی عین العلماء، راس الفضلاء مولوی محمد گل خاں صاحب حاجی حرمین شریفین دام فیوضہم** ہے لکھا تھا، کہ اس کا نام میرے نزدیک محض افترا واختراع نامہ ہوتا تو بہتر تھا، نہ اتباعِ سنت اس لیے کہ اتباعِ سنت میں ایسے اُمور کو کیا دخل ہے۔

بعض برادرانِ دینی نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ اس کا جواب لکھو۔ اور اظہارِ حق کما ینبغی اور ابطالِ باطل کما حقہ کرو تو میں نے بھی یہ سوچا کہ: وگر بینم کہ نابینا و چاہ ست اگر خاموش بنشینم گناہ ست۔
لہٰذا جانبِ مخالف کی اس کتاب کے جواب کی طرف متوجہ ہوا۔ جمیع اختراعات آیہائے قرآنیہ واحادیث نبویہ اور اقوال مفتی بہائے فقہا اور قواعد اصولین سے رد اور اپنی کتاب سے مسائل ثابت کیے۔ اور میری کتاب دیکھنے سے حق ناحق بخوبی معلوم ہوگا۔ مشک آنست کہ خود ببوید نکہ عطار گوید۔ اور سخت کلامی سے اگر جانب مخالف اس دفعہ بھی باز نہ رہا تو آئندہ جواب ترکی بہ ترکی خوب دیا جائے گا۔ چوں کہ یہ فیضان مجھ کو دُعاے برکتِ بزرگان سے ہوا ہے لہٰذا اس کا نام کہ دراصل مخزنِ روایات ہے **”فیضانِ رحمت بعد از دُعاے برکت“** رکھا گیا۔“

[فیضان رحمت: ص ۳۳، ۳۴]

اشاعت

کتاب کی پہلی اشاعت ۲۰ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کو مطبع محمود المطابع مراد آباد سے ہوئی اور دوسری بار سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مراد آباد، حضرت مولانا محمد یامین نعیمی علیہ الرحمۃ کے زیر اہتمام حضرت مولانا ایوب اشرفی سنبھلی بولٹن یوکے، کے تعاون سے راقم کے مقدمہ و حاشیہ کے ساتھ ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء میں مکتبہ نعیمیہ سے شائع ہوئی۔ اور اس کتاب کی تیسری طباعت اپریل ۲۰۲۰ء میں ہوئی۔ پہلی اور دوسری اشاعت کے حوالے سے جو تاریخی قطعات لکھے گئے ان کو یہاں نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

تاریخی قطعات بر اشاعت قدیم

تاریخ کتاب ہٰذا۔ از نتائج طبع قامع بدعت ناثر و ناظم عربی و فارسی
مولانا محمد نور عالم صاحب موحد پنجابی سلّمہ

سال　المصنف　التاریخ　منی　اخترت　لہٗ　الحساب　قلت
اخراج　عدد　الحروف　من　ذا　ھذا　نعم　الکتاب　قلت

۰　۲　۳　۱　ھ

ولہ

نعیم　الد　ین　ید　بیضا　نمودہ　کہ　تالیفش　ملائک　راسبق　شد
پےَ　الش　سرِ　دُشمن　گرفتہ　رقم　کن　اے　قلم　اثبات　حق　شد

۰　۲　۳　۱　ھ

قطعہ تاریخ طبع زاد شاعرِ یکتا فصیح بے ہمتا منشی فرید احمد صاحب وفاؔ مرادآبادی

دلیلوں کا مخزن ہے فیضانِ رحمت حدیثوں کا ہر جا ہے اس میں حوالہ
وفاؔ کیوں نہ شمس و قمر داغ کھائیں یہ برہان قاطع ہے روشن رسالہ
۰ ۲ ۳ ۱ ھ

قطعہ تاریخ طبع زاد مہندس دوراں یکتائے زماں منشی ایزد بخش صاحب نیرنگؔ مرادآبادی

ہوئی طبع نیرنگ فیضانِ رحمت کہ بہرِدلِ دشمناں تیر ہے یہ
لکھی اس کی تاریخ منقوط میں نے گلوے مخالف کو شمشیر ہے یہ
۰ ۲ ۳ ۱ ھ

قطعہ تاریخ شاعر بے بدل ناثر بے مثل منشی علی حُسین صاحب صہباؔ مرادآبادی

طبیعت کیا ہے مولانا نعیم الدین نے پائی کہ لکھا ہے قلم برداشتہ فیضانِ رحمت کو
عدو کا سر اُڑا کر یوں لکھو تاریخ اے صہباؔ چھپائے منفعل ہوکر عدو اب اپنی صورت کو
۰ ۲ ۳ ۱ ھ

اشاعت جدید پر تاریخی قطعات

قطعہ تاریخ طبع اوّل از پیر طریقت پروفیسر حضرت علامہ مولانا مفتی سیّد محمد ضیاء الدین شمسی طہرانی مدظلہ العالی سابق استاذ شعبہ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

زہے فیضانِ رحمت اے شمسی
قول صدرالافاضل است سدید
ساعقہ بار شد کتاب لطیف
بہر بد مذہبانِ عصرِ جدید
بہر تاریخ طبعِ اوّلِ آں
ہاتف غیب گفت ضربِ شدید
۱۳۲۰ھ

قطعہ تاریخ طبع جدید

داد کے قابل ہیں مولانا محمد ذوالفقار
جن کی کاوش سے کِھلا فیضانِ رحمت کا چمن

باعثِ لطف اہل سنّت کے لیے ہے یہ کتاب
وجہِ قہر اب تک ہیں جس سے نجد کے دشت و دمن
طبع ثانی کے لیے شمسی بگوشِ ہوش سُن
ہے صدائے ہاتفِ غیبی **فروغ انجمن**
۱۴۳۰ھ

{۴}مختصر الاصول یعنی اصول حدیث

یہ رسالہ آپ نے ۲۱/ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ کو مصطلحات حدیث کے حوالے سے عام فہم، آسان الفاظ، مختصر مگر جامع انداز میں طلبہ کے لیے تصنیف فرمایا۔ رسالہ کے ابتدا میں اس کا سبب تصنیف ذکر کرتے ہوئے آپ رقم طراز ہیں:
''**فقیر راجی رحمۃ ارحم الراحمین محمد نعیم الدین بن مولانا مولوی محمد معین الدین صاحب مدظلہ مرادآبادی** عرض کرتا ہے کہ بعض احباب کے اصرار اور عزیز طلبہ کے التماس سے مصطلحات حدیث کو علی سبیل الاختصار اُردو زبان میں لکھنے کا اتفاق ہوا۔ چوں کہ سردست تطویل مطلوب نہ تھی لہٰذا اُس سے اعراض کیا۔

''اسأل اللہ التوفیق وان ینفعنی بہ فی الحیاۃ وبعد الممات وھوحسبی ونعم الوکیل''

اور آخر رسالہ میں تاریخ تصنیف کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

''قد تمت الرسالۃ بتوفیقہ تعالیٰ یوم الاثنین بعد ماخلت احدی وعشرون من ذی الحجۃ الف وثلث مأۃ واثنین وعشرین من الھجرۃ النبویۃ ۱۳۲۲ھ علیٰ صاحبھا الف الف صلاۃ وسلاماً وتحیۃ''

{۵}تسکین الذاکرین وتنبیہ المنکرین

اللہ پاک کا ذکر خیر، تنہا یا مجتمع ہوکر آواز کے ساتھ کرنے کے حوالے سے بہت ہی علمی وتحقیقی رسالہ ہے۔ اس رسالے میں ذکر اللہ کرنے کا حکم اور اس ذکر کرنے کے جائز وناجائز طریقوں کو بیان کیا گیا ہے۔

سن تالیف

یہ رسالہ مولانا رضوان الدین احمد سلہٹی کی تالیف ہے۔ اس میں صدر الافاضل کا ۱۴/صفحات پر مشتمل فتوی شامل ہے۔ صدر الافاضل نے ۲۲/رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ ہجری میں یہ فتوی تحریر فرمایا۔ جیسا کہ خود آپ نے اپنے اس فتوے کے آخر میں لکھا ہے:

حررہ العبد المسکین راجی شفاعۃ سید المرسلین سید محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین المرادآبادی غفرلہ الھادی فی یوم الثانی والعشرین من شہر رمضان ۱۳۲۳ھ الف ثلاث مأۃ وثلاث عشرین من ھجری سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

العبد محمد نعیم الدین عفاعنہ

اوراس پر مؤلف کا دیباچہ اور تین صفحات کی عربی زبان میں تائیدی تحریر بھی موجود ہے۔علاوہ ازیں علامہ گل خاں کابلی جلال آبادی،علامہ ابوالفضل فضل محمد مرادآبادی، صوفی سید محمد حسین مرادآبادی اور دیگر کئی علما کی تصدیقات موجود ہیں۔اس رسالہ کا پورانام **"تسکین الذاکرین وتنبیہ المنکرین فی فضیلۃ الجہر بالذکر علی حسب ماثبت بالنصوص الادلۃ الشریفۃ الصحیحۃ القویۃ"** ہے۔مولانا رضوان الدین سلہٹی کی تالیف کے حوالے سے یہ فتوی کتابی شکل میں شمس المطابع مرادآباد سے طبع ہوکر پناچونگ محلہ امیر خانی ضلع سلہٹ سے شائع ہوا۔سن اشاعت تحریر نہیں۔

{۶}فرائد النور فی جرائد القبور

قبروں پر سبز تر شاخ اور پھول وغیرہ ڈالنے کے حوالے سے آپ کے ایک فتوے کی تردید میں دیوبندی عالم کی طرف سے ایک جواب لکھا گیا جس کے جواب میں آپ کا یہ مدلل ومفصل رسالہ معرض وجود میں آیا۔آپ اس رسالے کے شروع میں سبب تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**فقیر محمد نعیم الدین خصہ اللہ تعالیٰ بمزید الصدق والیقین مراد آبادی** ارباب انصاف کی عالی خدمات میں التماس کرتا ہے کہ اس فقیر نے ایک عزیز کے سوال کے جواب میں قبروں پر پھول اور تر شاخیں ڈالنے کے استحباب میں ایک فتویٰ لکھا تھا۔مولوی حکیم ہدایت علی صاحب (جو فریق مخالف کے ایک زبردست عالم سمجھے جاتے ہیں اور مدرسہ مسجد شاہی مرادآباد کے ممتحن اور بعض مدرسین مدرسہ مذکورہ کے استاذ بھی ہیں) نے اس کا جواب تحریر فرمایا تھا۔اب میں پہلے اپنا فتویٰ' اس کے بعد حکیم صاحب کی تحریر نقل کرکے جواب الجواب پیش کرتا ہوں اور حضرات اہل اسلام سے عرض کرتا ہوں کہ بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں!اور جب میری تحریر میں حق صریح دیکھیں اور صدق وراستی پائیں تو مجھے دعاے خیر سے نہ بھولیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس دینی خدمت کو میرا کفارہ ذنوب بنائے۔آمین ثم آمین۔"

سن تصنیف واشاعت

یہ رسالہ ۱۳۲۵ھ میں لکھا گیا۔مگراس کی اشاعت کا سن معلوم نہ ہوسکا۔اس کتاب کا ایک قدیم سرورق ہمارے پاس ہے اس میں بھی سن کا ذکر نہیں ہے۔سرورق پر لکھا ہے کہ سرورق قاضی شہاب الدین نے اپنے مطبع

احتشامیہ مرادآباد سے چھاپا اور مفتی محمد عمر نعیمی نے شائع کیا۔ سرورق کی یہ تحریر بھی قابل ملاحظہ ہے۔

از تصنیف لطیف **فاضل جلیل عالم نبیل حامی دین متین حضرت مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب جلالی مشہدی دام بالفیض الجلی والخفی** بجواب الجواب میاں حکیم ہدایت العلی الکھنوی"

تقریظ اعلیٰ حضرت

اس کتاب پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت اور ملک العلماء علامہ ظفرالدین رضوی کی تقریظات موجود ہیں۔

{۷} احقاق حق

یہ کتاب ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد کے پہلے شمارے ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ سے آخری شمارے ۱۳۵۳ھ تک کے شماروں میں شائع شدہ ان ۶۳۔ قسطوں کا مجموعہ ہے جو مشہور آریہ سماجی پنڈت دیانند سرسوتی کی رسوائے زمانہ کتاب **"ستیارتھ پرکاش"** کے چودہویں باب جس میں اسلامی تعلیمات خاص کر قرآن پاک کے خلاف غیر معقول ولایعنی باتیں نیز مزخرفات و مغلظات درج ہیں، کی تردید میں لکھی گئیں۔ یہ سبھی قسطیں ماہنامہ السواد الاعظم میں "دیانندی آریہ" کے عنوان سے شائع ہوئیں۔

ہماری معلومات کے مطابق صدرالافاضل کی حیات مبارکہ میں اس مضمون دیانندی آریہ کی قسطیں کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئیں۔ بعد وصال مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی نے ان کو مرتب فرماکر اپنے ادارہ نعیمیہ رضویہ سواداعظم لاہور سے کتابی شکل میں "احقاق حق" کے نام سے شائع کیا۔

صدرالافاضل نے جواب لکھنے سے قبل ایک صفحے پر مشتمل آریہ سماجیوں کی ریشہ دوانیوں کا ذکر کرتے ہوئے مضمون کے لکھنے کا سبب بیان کیا ہے جس کو یہاں نقل کردینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ ملاحظہ ہو:

"جس طرح دنیا میں ہر صاحب کمال کے لیے معاند و حساد لازم ہیں اور ہر یکتائے دوراں کو رشک و حسد کے سنان و سہام کا ہدف بننا ناگزیر ہے۔ اور جس طرح حاسدوں کے حسد اور معاندوں کی عداوت سے اہل کمال کی شہرت ورواج اور ان کے کمال کا اظہار و اعلان اور زیادہ ہوجایا کرتا ہے۔ اسی طرح مقدس اسلام کو حاسدوں اور معاندوں سے واسطہ پڑا اور پڑتا رہتا ہے۔ اور جس قدر اس کے ساتھ حسد اور عداوت کی رسمیں برتی گئیں اور اس کو مٹنے اور نیست ونابود کرنے کے لیے اہل باطل کی ساری قوتیں ٹُل ٹُل کر آئیں اور انہوں نے اپنی زورآزمائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اسی قدر اسلام کے کمالات اپنی شان وشوکت دوبالا کرتے گئے۔ دور حاضر میں جہاں صدہا مشینیں اور کلیں اور طرح طرح کی عجیب وغریب چیزیں ایجاد ہورہی ہیں مذہب سازی کی صنعت بھی اپنے اوج کمال پر پہنچ گئی ہے

اورآئے دن نئے نئے مذہب ایجاد ہوتے رہتے ہیں انہیں میں ایک دیانندی مذہب بھی ہے جو تھوڑے زمانہ سے پیدا ہوا ہے اس نے مذہبی دنیاں میں عجب ہلچل مچا رکھی ہے اور اپنے دل آزار طرز عمل سے دنیا کو جگر خراش صدمے پہنچائے ہیں ۔ سخت کلامی اور بدزبانی تو گویا انہوں نے جزو مذہب قرار دے لی ہے کہ ان کے مذہب کی مستند کتاب پنڈت دیانند کی تصنیف ستیارتھ پرکاش دریدہ دہنی اور بدزبانی بلکہ سب وشتم کا ذخیرہ ہے۔

اس کتاب کا چودھواں باب قرآن پاک پر اعتراض کرنے کے لیے مخصوص کردیا گیا ہے اور اس میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ قرآن پاک کی ایک ایک صورت کی علاحدہ علاحدہ سرخی قائم کر کر کے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ اور مسلمانوں کے دلوں کو صدمے پہنچائے ہیں ان اعتراضات کی جو حقیقت ہے اور پنڈت کے علم ولیاقت کا جو مبلغ ہے وہ ان کے اعتراضات سے آپ کو معلوم ہوگا اور اسی سے اس کی شرافت کا پتہ چل سکے گا۔ میں اس کی عبارت بجنسہٖ نقل کر کے جواب لکھتا ہوں۔"

[ماہنامہ السوادالاعظم: ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ ص۲۶، ۲۷]

{۸} ترک الموالات عن جمیع الکفرۃ واھل الضلالات

ہندو مسلم اتحاد اور ترک موالات سے متعلق صدر الافاضل کی بہت ہی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ کفار کے ساتھ میل جول، موالات وتعلقات کے خلاف شرع ہونے پر قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل بحث اس میں موجود ہے۔

اشاعت

یہ کتاب ماہنامہ السوادالاعظم مرادآباد کے ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ اور جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ کے شماروں میں ۱۴/ صفحات پر مشتمل دو قسطوں میں شائع ہوئی۔ اس کا کوئی قدیم نسخہ ہمیں دستیاب نہیں ہوا جس سے اس کتاب کی سن اشاعت وغیرہ کا اندازہ کیا جاتا۔

{۹} اسواط العذاب علی قوامع القباب (۱۳۴۴ھ)

بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں عبدالعزیز ابن سعود نے حجاز مقدس پر ناجائز قبضہ کیا۔ اور حرمین شریفین کی بے حرمتی، مقابر وماثر کا انہدام مقامات مقدسہ کی پامالی اور اہالیان حجاز مقدس پر ظلم وستم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ حامیان ابن سعود نجدی مفتیوں نے اس کی ان ناپاک حرکتوں کو جائز ودرست ٹھہرایا۔ اسی سلسلے میں اہل

سنت و نجدیہ کے مابین تحریری بحث و مباحثہ کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ نجدی مفتیوں نے مزارات پر بنے قبوں کے انہدام کے جواز پر فتوے چھاپے اور اہل سنت نے ان کی تردید میں مدلل و مفصل دنداں شکن جوابات دیے۔

صدرالافاضل نے بھی اس سلسلے میں مذکورہ بالا رسالہ تحریر فرمایا، جس میں نجدی مفتیوں کے موقف کو دلائل شرعیہ کی روشنی میں باطل و ناجائز ثابت کرتے ہوئے مزارات پر قبوں کے جواز پر زبردست علمی و تحقیقی بحث فرمائی۔ یہ رسالہ عوام و خواص میں خوب مقبول ہوا۔ آپ نے اس رسالہ کی تمہید میں ان تمام باتوں کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کتاب کا سبب تصنیف بتایا ہے۔ مناسب ہو گا کہ ہم یہاں اسے نقل کر دیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"ابن سعود نے سرزمین حرم پر جو مظالم کیے ہیں انھوں نے مسلمانان عالم کو تڑپا دیا ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ اس کے حامی باوصف دعویٰ علم و فضل اس کی ذلیل ترین حرکات پر پردہ ڈالنے بلکہ اس کے خبیث افعال کو جائز ٹھہرانے کے لیے ہر قسم کی طاقتیں صرف کر رہے ہیں۔ اخباروں میں فتووں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ مولوی محمد رفیع، مولوی کفایت اللہ، مولوی عبدالحلیم، مولوی ولایت احمد، مولوی عبدالحئی کے فتوے چھاپے گئے ہیں۔ ان میں یہ زور دیا گیا ہے کہ مزارات پر قبے بنانا شرعاً ناجائز اور قابل انہدام ہے بلکہ بعض نے ان کا ڈھا دینا واجب کہا ہے۔ اس سے مدعا یہ ہے کہ ابن سعود نے جو اکابر صحابہ کے مزارات کے ساتھ گستاخیاں کی ہیں ان سب کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن ان کی اس جانکاہی سے بھی مدعا حاصل نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ابن سعود نے قبروں اور مزاروں کے قبے ہی ڈھانے پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے مسجدیں بھی شہید کی ہیں، بے گناہوں کو قتل بھی کیا ہے، مسجدوں اور مزاروں کے مقام پر نجاستیں بھی ڈالی ہیں، امکنہ متبرکہ کو گدھوں کی لیدوں سے بھر دیا ہے، قبروں پر پٹرول ڈال کر آگ بھی لگائی ہے۔ مسجدوں کی کڑیاں، بازاروں میں بکوائی ہیں۔ اگر ابن سعود کو بری کرنا منظور ہے تو ان تمام افعال کو بھی جائز کہیے۔ اتنے فتوے ترتیب دیے جاتے ہیں اور اخباروں کے صفحات ان سے لبریز ہوتے ہیں لیکن کہیں یہ فتویٰ نہیں لکھا جاتا کہ مسجد ڈھانے والے کا کیا حکم ہے؟ اس کو سلطان غازی کہنا اس کی فتح و نصرت کے لیے دعا کرنا کیسا ہے؟

باوجود نجدی کے ان افعال کے اور باوجود اس کے کہ مسلمان اس سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوئے طائف و مکہ مکرمہ میں لوگوں نے بے روک ٹوک اس کو داخل ہونے دیا اس پر لوٹ مار، قتل و غارت، خوں ریزی، بے حرمتی کے جو واقعات اس سے ظہور میں آئے یہ وہابی علما اس سے چشم پوشی کر لیتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ وہ اس کے تمام افعال کے حامی ہیں حتیٰ کہ اس کے لشکر کی نصرت کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ لشکر کفار کے مقابلے میں کبھی نہیں آئے اس کے ظلم کی تلوار مسلمان، علما، سادات، باشندگان بیت الحرام کی گردنوں پر چلتی رہی ہے۔ اور اس کے لشکری انہیں پر ظلم و ستم توڑ رہے ہیں۔ پھر اس کی نصرت و تائید کی دعا پتہ دیتی ہے کہ یہ قتل و غارت مفتی صاحبان وہابیہ کے نزدیک عین اسلام کے مطابق ہوا۔ اور ہندوستان کے وہابی مفتی نجدی کی طرح تمام مسلمانان عالم کو کافر و مشرک

واجب القتل مباح الدم جانتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس دعا میں یہ کلمات بھی ہیں: وامحق بسیفه رقاب الطائفة الباغية الكفرة الظلمة۔ یعنی یارب باغی کافر ظالم گروہ کی گردنیں اس کی تلوار سے مٹادے۔ تو اب جو مکہ مکرمہ اور طائف میں بے گناہ مارے گئے، یا مارے جارہے ہیں، یا مدینہ طیبہ کے حملے میں مارے جائیں، یا تمام دین دار مسٹر محمد علی صاحب کے جامعہ ملیہ کے مفتی صاحب کے نزدیک کافر وفاجر ظالم ہیں۔ یہ عجیب ظلم ہے کہ کسی پر چڑھ کر نہیں گئے۔ اپنی جانوں کی حفاظت تک نہ کرسکے مگر پھر بھی کافر فاجر باغی ظالم ہوئے۔ ؎

عجیب واقعہ ہست و غریب حادثہ الیت
انا اصطبرت قتیلا و قاتلی شاکی

جمعیۃ العلماء کے مفتی مولوی کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

”اونچی اونچی قبریں بنانا، قبریں پختہ بنانا، قبروں پر گنبد اور قبے اور عمارتیں بنانا غلاف ڈالنا، چادریں چڑھانا، نذریں ماننا، طواف کرنا، سجدہ کرنا، یہ تمام امور منکرات شرعیہ میں داخل ہیں شریعت مقدسہ اسلامیہ نے ان امور سے صراحۃً منع فرمایا ہے۔ احادیث صحیحہ میں اس قسم کے امور کی ممانعت وارد ہے جو شرک مفضی الی الشرک ہے“۔

ان مفتی صاحب نے مذکورہ بالا تمام امور کو شرک یا مفضی الی الشرک بتا کر تمام امت اسلامیہ کو جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی ہیں شرک کا نشانہ بنادیا ہے۔ اور اس شرک کے احاطے سے کسی قرن کے مسلمان باہر نہیں جاسکتے۔ ان مفتی صاحب نے یہ بھی تصریح کردی کہ ابن سعود کے عقائد و اعمال میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو ان کو قابل الزام قرار دے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جمعیۃ العلماء کے یہ مفتی صاحب نجدی عقائد ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے کسی فعل کو قابل الزام بھی نہیں جانتے۔ اب جس قدر بھی مظالم اور مساجد و مقابر کی توہین اور عورتوں کی بے حرمتی اور بوڑھوں اور بچوں کا قتل وغیرہ جتنے افعال شنیعہ نجدی نے کیے ہیں ان میں سے کوئی ان مفتی صاحب کے نزدیک قابل الزام نہیں۔ پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ ابن سعود اور اس کے ہوا خواہ یہ وعدہ کس طرح کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں کوئی خلاف شرع امر آزار دینے والا کام نہ کیا جائے گا۔ اور ہندوستان کے وہابی اور نجدی کے ہندی قافلہ سالار لیڈران ان مسلمانوں کو کس طرح بتاتے ہیں کہ اب وہ آئندہ کسی مزار کی توہین نہ کرے گا۔ اور اس سے کوئی ظلم وقوع میں نہ آئے گا۔ جب اس کا ظلم اور توہین قابل الزام بھی نہ ہو تو اس کا یہ وعدہ کہ وہ کوئی کام خلاف شرع نہ کرے گا اور مدینہ طیبہ کا احترام رکھے گا یہ مزارات متبرکہ اور مشاہد مقدسہ اور مساجد کے حفظ احترام کے معنی میں کس طرح آسکتا ہے۔ اور مسلمانوں کو اس کی طرف سے مطمئن کرنا یہی معنی رکھتا ہے کہ آج انہیں مغالطے میں ڈالا جاتا ہے اور کل اس کے شدید توہین آمیز مظالم پر وہ اعتراض کریں تو انہیں بے وقوف بنایا جائے، کہ یہ تو ہم پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اس کا کوئی فعل قابل الزام نہیں ہے۔ جو کچھ وہ کرچکا ہے اس کے ماسوا کوئی اور کام اس نے کیا ہو تو اعتراض کر وان

میں تو کوئی بات قابل گرفت نہیں ہے۔ اس پر نظر کرتے ہوئے ان فتووں کے جواب کی طرف التفات کرنا میں کچھ ضروری نہیں سمجھتا۔ کیوں کہ جو لوگ تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں اور جن کے مذہب میں مسجدیں ڈھانا جائز اور نا قابل الزام ہے اس گروہ کا فتویٰ مسلمانوں کی نظر میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔

علاوہ بریں وہ تعصب کے رنگ میں اس قدر ڈوب کر لکھا گیا ہے کہ عاقل متیقظ اسی تحریر پر نظر ڈال کر اس سے متنفر ہو سکتا ہے۔ یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ نجدی کے افعال کے بعض نجدی کے کمزور حامی یہ قابل مضحکہ توجیہ کر دیا کرتے ہیں کہ یہ مظالم اس کے لشکر نے کیے ہیں ان سادہ لوحوں کے خیال میں کسی بادشاہ کی طرف وہی فعل منسوب ہو سکتے ہیں جو وہ اپنے ہاتھ سے کرے۔ یہ سب کام اس کے خدام ولشکری ہی انجام دیتے ہیں۔ مگر یہ عجیب قسم کی محبت ہے کہ ابن سعود کے برے افعال خادموں کی طرف منسوب کر دیے جاتے ہیں گو اس کے زبردست حامی جیسے یہ علمائے وہابیہ ہیں وہ اس توجیہ کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ جرأت کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس کے افعال قابل الزام نہیں۔ ان بزرگوں سے میری یہ استدعا ہے کہ جہاں انہوں نے قبوں کی حرمت اور ان کے قابل انہدام ہونے پر فتویٰ دے کر ان الزاموں سے نجدی کو بری کرنا چاہا ہے، وہاں وہ خوں ریزی اور ہدم مساجد کی اباحت بلکہ وجوب پر اپنا زور قلم صرف کر کے نجدی کی پوری اعانت کر دیں۔ چوں کہ میرے محترم کرم فرمانے ان فتوؤں کے جواب لکھنے کے لیے مجھے ایما فرمایا ہے اس لیے میں ان تمام فتوؤں کو زیر نظر رکھ کر مسئلہ کی اصلی صورت پیش کرتا ہوں' اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حق بولنے اور حق لکھنے کی توفیق دے' اور تعصب اور طرف داری اور سخن پروری کی آفات سے بچائے۔ آمین۔ حسبنا اللہ و نعم المولیٰ و نعم المعین۔'' [اسواط العذاب: ص ۲ تا ۷]

سن تصنیف واشاعت

یہ کتاب آپ نے ۱۳۴۴ھ میں تحریر فرمائی جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ مگر اس کی اشاعت کب ہوئی اس تعلق سے تفصیل حاصل نہ ہو سکی۔ ہاں البتہ اس کا ایک قدیم سرورق ملا جس سے بس اس قدر معلوم ہوا کہ اس کتاب کی پہلی اشاعت مطبع اہل سنت و جماعت بریلی شریف سے مفسر اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں بریلی شریف کے خرچ سے ہوئی۔ سرورق پر جس انداز میں صدر الافاضل کا نام درج ہے پڑھنے جانے کے قابل ہے۔ ملاحظہ ہو:

''فاضل اجل عالم اکمل جامع الفضائل الٰہیہ قامع الرذائل الدنیہ ذی الفواضل العلیہ حامی السنن السنیہ استاد العلما جناب مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب قادری برکاتی رضوی دام بالفیض الجلی''

تقریظ مفتی اعظم ہند

اس کتاب پر حضور مفتی اعظم ہند نے آٹھ صفحات کی تقریظ بھی تحریر فرمائی ہے، جس سے کتاب کی اہمیت وافادیت کا پتہ چلتا ہے۔ تقریظ منیر سے بس ایک اقتباس پیش ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''فقیر نے یہ رسالہ ہدایت قبالہ مصنفہ **حضرۃ الفاضل الجلیل والعالم النبیل الالمعی اللوذعی الفطین استاذ العلماء مولانا مولوی الحافظ الحکیم محمد نعیم الدین خصھم اللہ تعالیٰ بمزید العلم والیقین وجعلھم کاسمھم نعیم الدین ومعین الدین** دیکھا، بحمد اللہ تعالیٰ اسے طالب حق کے لیے کافی ووافی اور ہزلیات ہر معاند کا نافی اور مرض نجدیت کے لیے دوا شافی پایا۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس رسالہ کو مسلمانوں کے لیے نافعہ بنائے۔ آمین۔

حضرت مولانا زید فضلہ نے مفتیان نجدیہ وندویہ کے خیالات خام اور باطل اوہام کی خوب خوب صفرا شکنی فرمائی ہے۔ نہایت وضاحت سے ان کی سفاہتوں و وقاحتوں کو طشت ازبام فرمایا ہے۔ ان کا کوئی شبہ ایسا نہیں رہا جس پر کافی نقض وابرام نہیں فرمادیا ہے۔ یہ مختصر مگر نہایت جامع رسالہ ازہاق باطل ودفع ظلمات نجدیان گمراہ وغافل کے لیے حق کا آفتاب نصف النہار ہے۔ ہر منصف پر یہ مبارک رسالہ دیکھ کر ان نجدیوں، ندویوں کی ذلیل ترین حرکات کیاوی ومکاری وفریب دہی وغداری جیسی گندی صفات روشن وآشکار۔''

{۱۰} سوانح کربلا

یہ کتاب سرزمین کربلا میں حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ودیگر اہل بیت وجاںنثاران اہل بیت کی قربانیوں، جانفشانیوں اور شہادت کی خوں ریز داستان نیز حضرت امام حسن کی شہادت باسعادت پر مشتمل معتبر ومستند روایات کا مجموعہ ہے۔ عام فہم مگر عوام وخواص کے لیے یکساں مفید ہے۔ مختصر مگر کئی مجلدات کا خلاصہ کتاب کی خصوصیت میں شامل ہے۔

سبب تصنیف

اس کتاب کے لکھنے کی کیا وجہ کارفرما رہی اس تعلق سے خود صدر الافاضل کا بیان پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''مدت سے احباب مصر تھے اور بار بار انہوں نے فرمایا کہ امامین کریمین علی جدہما وعلیہما الصلاۃ والسلام کی شہادت کے واقعات اختصار کے ساتھ، روایات معتبرہ سے لکھ دیے جائیں، تاکہ مجالس شہادت میں یہ کتاب کارآمد ہو۔ اور میں خود بھی محسوس کرتا تھا کہ واقعات شہادت کے متعلق روایات صحیحہ کا جمع کر دینا ضروری ہے۔ کیوں کہ بہت

سے رسالے اس مضمون کے شیعوں کی تالیف کیے ہوئے ہیں۔اور بہت رسالے اگرچہ شیعوں کی تالیف نہیں مگران کاماخذ شیعوں کے رسائل ہیں۔ایسے رسالوں کامضامین ناقابل اعتماد ہونے کے علاوہ اہل سنت کے عقائداوران کے مذہب کے خلاف بھی ہیں۔عام لوگ انہیں رسالوں کو پڑھتے اور سناتے ہیں۔اور بعض کم علم واعظ بھی اپنے وعظ کامادہ انہیں رسالوں سے حاصل کرتے ہیں۔یہ رسالے رطب ویابس سے پر ہونے کے علاوہ ایسے ایسے مبالغوں اور بے اصل حکایتوں کاذخیر ہوتے ہیں جوکذب محض ہیں اوران کابیان شرعاًجائزنہیں۔

شیعوں کے رسالے تو تبرے سے خالی ہی نہیں ہوتے وہ کسی نا کسی پیرایہ میں ایسے طور پر تبراکرجاتے ہیں جس کاکم علم آدمی کوشعور نہیں ہوتااوروہ اس کوبے تردد بیان کیاکرتا ہے۔خودگمراہ اوردوسروں کوگمراہ کرتا ہے۔ایسے رسالوں کاپڑھناسناناشرعاًجائزنہیں۔اس حالت میں ایک ایسارسالہ جمع کردیناضروری ہے جس میں شہادت کے صحیح واقعات ہوں۔میں اگرچہ اس ضرورت کوایک عرصہ سے محسوس کرتاتھا،مگربے فرصتی نے اتناموقع نہ دیاکہ ایک مختصر رسالہ بھی اس مقصد کے لیے ترتیب دے سکتا۔

حسن اتفاق:آج کل مجھے میرے **مکرم خیرمجسم حامی دین ناصر شرع متین ذی الخصائل الرضیہ والشمائل المرضیہ جناب مولانامولوی محمد عبدالعزیزخان صاحب دام مجدہم** نے اپنی محبت وکرم سے یادفرمایاہے۔اورمیں کلکتہ میں ان کے دولت خانہ پرمقیم ہوں۔۱۳۴۷ہجری کے محرم کاپہلاعشرہ ہے۔اس موقع کوغنیمت سمجھتاہوں اوراس فرصت میں اہل بیت کرام اورشاہزادگان عالی مقام کے فضائل اورواقعات شہادت کاقلم بندکردینااپنی سعادت جانتاہوں۔

اہل سنت کے لیے ان شاء اللہ العزیزیہ ایک ایسارسالہ ہوگاجورطب ویابس سے خالی ہو۔اوراس کووہ بے تکلف اپنی مجالس میں پڑھ کربرکات حاصل کریں۔اگرچہ اس میں شاعرانہ رنگ آمیزی نہ ہوگی اورسادہ ومختصرعبارت میں ادائے مطلب پراکتفاکیاگیاہوگا۔لیکن یہی اس کی خصوصیت ہے۔اوریہی اس رسالہ کی قدرومنزلت ہے کہ اس کاماخذقابل اعتبارروایات ہیں۔واہی اورلغوحکایات سے یہ رسالہ بحمدہ تعالیٰ پاک ہے۔ناظرین سے استدعاہے کہ وہ اس قلیل البضاعۃ کاتب الحروف کودعاءے خیرسے یادفرمائیں۔اور **جناب محترم مولوی عبدالعزیزخان صاحب سلمہ** کے حق میں برکات دارین کی دعائیں کریں،جواس رسالہ کے جمع وترتیب کاسبب ہوئے۔اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اورانہیں اورتمام اہل سنت کوحضرات کرام اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روزافزوں محبت عطافرمائے۔اورانہیں کے غلاموں میں محشورفرمائے۔آمین یارب العٰلمین۔

فقیر محمد نعیم الدین غفرلہ

[ماہنامہ السوادالاعظم:محرم ۱۳۴۷ھ ص ۲،۳]

سن تصنیف واشاعت

یہ کتاب آپ نے محرم ۱۳۴۷ھ کے پہلے عشرہ میں تحریر فرمائی۔ اوراسی ماہ میں اس کی پہلی قسط ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد میں شائع ہوئی۔ اور پھر جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ تک اور شعبان ۱۳۴۷ھ سے ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ تک قسط وار اس رسالہ کی اشاعت ہوئی۔ کتابی شکل میں یہ کتاب کب چھپی اس کی تفصیل حاصل نہ ہوسکی۔ بار سوم کا سر ورق ہمارے پاس موجود ہے جس میں صراحت ہے کہ مفتی محمد عمر نعیمی کے اہتمام سے رجب ۱۳۵۴ھ میں مطبع نعیمی سے یہ کتاب چھپی۔

{۱۱} اسلام اور ہندوستان

یہ رسالہ صدرالافاضل نے اپنے کوہستانی دوروں کے دوران تحریر فرمایا۔ اس کتاب کا کوئی قدیم نسخہ فقیر کے پاس نہیں ۔ جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکے کہ یہ کس سن میں لکھا گیا۔ ہاں البتہ ماہنامہ السوادالاعظم میں ذیقعدہ وذی الحجہ ۱۳۴۸ھ کے شمارے میں اس رسالے کو شامل کیا گیا تھا۔ اس رسالہ کے ابتدا میں مدیر رسالہ مفتی محمد عمر نعیمی نے ایک صفحہ کا زبردست تبصرہ تحریر فرمایا ہے جس سے کتاب کی اہمیت وافادیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چوں کہ موجودہ طباعتوں میں یہ تبصرہ شامل نہیں ہے اس لیے ہم یہاں قارئین کے استفادہ کے لیے اس کو نقل کر رہے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

’’آج میں ناظرین کرام کے سامنے **’’ہندوستان اور اسلام‘‘** نامی ایک بصیرت افروز رسالہ پیش کرتا ہوں۔ جس کو **حضرت صدرالافاضل مدظلہ العالی** نے اپنے کوہستانی تبلیغی دوروں کے وقت کوہستانی اقوام کی بصیرت کے لیے تصنیف فرمایا۔ اس رسالہ کا پہاڑی زبان میں بھی ترجمہ ہوگیا ہے۔ مگر افسوس کہ اب تک سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے رسالہ چھپ کر پہاڑی اقوام کی نظر سے نہیں گزرا۔ ورنہ امید قوی تھی کہ یہ تحریر منیران کے لیے باعث ہدایت ہوتی۔ **حضرت صدرالافاضل مدظلہ العالی** کی تقریر وتحریر کا آج تمام ملک میں شہرہ ہے۔ اوراہل ذوق **حضرت** کے ایک ایک کلمہ کو بار بار مطالعہ کرتے ہیں۔ اور **حضرت** کے رشحات قلم اہل علم کی مجلسوں کی زینت ہوتے ہیں۔ تقریر میں وہ تسخیر ہے کہ دشمن بھی مدح کرنے پر مجبور ہوتا ہے قوت دلیل زور بیان کے سامنے کسی سرکش کی مجال نہیں کہ گردن اٹھا سکے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور افاضل جن کے علمی فیض کے احاطے بہت وسیع ہیں انہوں نے عام مجمعوں میں **حضرت صدرالافاضل** کا وعظ سن کر بے تکلف فرمادیا ہے کہ یہ حقائق یہ علوم یہ طرز بیان **حضرت صدرالافاضل** کے ساتھ خاص ہے۔ آج تک ان علوم سے کان آشنا نہ ہوئے تھے۔ قرآنی علوم کے بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت

کی زبان مبارک کوایک خاص منزلت عطافرمائی ہے۔ ہرگوشہ ہند کے مسلمان تقریر سننے کی تمنا میں رہتے ہیں۔ اور جہاں حضرت کی تقریر کا اعلان ہوتا ہے دور دور سے طالبان صادق سفر کرکر کے پہنچتے ہیں۔ السوادالاعظم کو یہی فخر حاصل ہے کہ وہ حضرت کے افادات سے آرزومندان صادق کو بہرہ اندوز ہونے کا موقع دیتا ہے۔ میں اس وقت حضرت کا یہ مختصر رسالہ پیش کرتا ہوں ضرورت ہے کہ ہندوستان کی مختلف زبانوں میں یہ رسالہ چھاپ کر خطہ ملک میں بھیجاجائے اور ہندوستان کے تمام قدیم باشندے خواہ وہ شمال مغرب میں سکونت رکھتے ہوں یا مشرق کے پہاڑوں اور صحراؤں میں غرض بنگال، اڑیسہ،، بہار، سندھ، مدراس، میسور وغیرہ تمام ممالک میں ایک مرتبہ یہ صدا پہنچ جانی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کسی صاحب ہمت کوتوفیق دے کہ وہ اس اہم تبلیغی خدمت کوانجام دیں۔ آمین۔

خاکسار عمر نعیمی

[ماہنامہ السوادالاعظم: ذیقعدہ وذی الحجہ ۱۳۴۸ھ ص ۱۴]

{۱۲} اطیب البیان رد تقویۃ الایمان

دیوبندی جماعت کے سرخیل مولوی اسمٰعیل دہلوی کی مشہور زمانہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' کے رد میں یوں تو بہت سی کتابیں لکھی گئیں مگر طبقہ اہل سنت وجماعت میں اطیب البیان کوخاصی مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ واقعہ اہل علم میں مشہور ہے کہ صدرالافاضل کی بارگاہ میں جب تقویۃ الایمان پیش کی گئی اورآپ سے اس کی تردید کے لیے عرض کیا گیاتوآپ نے چاقولے کر سرورق پر لکھے کتاب کے نام ''تقویۃ الایمان'' کے قاف کے ایک نقطے کوختم کردیااور فرمایااب یہ تفویۃ الایمان (فا کے ساتھ) ہے یہی اس کا رد ہے، مزید ان شاء اللہ تردیدی جواب جلد لکھاجائے گا۔ اور پھرآپ نے احباب کی متواترگزارشات کے پیش نظر تفویۃ الایمان کامکمل ومدلل اور مفصل جواب بنام **''اطیب البیان رد تفویۃ الایمان''** تحریرفرمایا۔

سبب تصنیف

آپ نے کتاب کے شروع میں سبب تصنیف تفصیل سے بیان کیا ہے ہم یہاں بس ایک اقتباس نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ آپ رقم طراز ہیں:

''اس تقویت الایمان کی بدولت ہندوستان کے مسلم حصے میں ایک خطرناک جنگ چھڑگئی۔ اور ہرایک گھر مولوی اسمٰعیل صاحب کی بدولت معرکہ جنگ بن گیا۔ مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم ہوا۔ ان کے پہلوئوں میں ان کے خوں خوار دشمن پیدا ہوئے جو انہیں مشرک جانتے اور رات دن ان سے لڑتے رہتے ہیں اور جس قدر اس کتاب کی

اشاعت زیادہ ہوتی جاتی ہے اسی قدر یہ جنگ وسیع ہوتی ہے۔ علمائے اسلام نے اس کتاب کے متعدّد رد لکھے تحریر و تقریر سے اس کے مفاسد کا اظہار فرمایا اور یہ ان کا فرض تھا لیکن نامعلوم کس وجہ سے وہ رد چھپ نہ سکے اور قلمی کتاب کی اشاعت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ زمانہ گزرنے سے وہ نایاب ہو گئے بعض چھپے بھی مگر بہت مختصر تھے اب وہ میسر بھی نہیں آتے۔ اب دو چار سال سے تقویۃ الایمان کی اشاعت میں حد سے زیادہ اہتمام کیا گیا اور ملک کے ہر حصہ میں وہ مفت تقسیم کی گئی تو ہر طرف سے میرے پاس اس کے ردو جواب کی طلب میں خطوط آنے شروع ہوئے۔ ناچار میں نے اس کے رد کا قصد کیا۔ اللہ سبحانہ اس کے اتمام کی توفیق دے اور حق کی حمایت میں مستقل رکھے۔ نفس و شیطان کے شر سے بچائے۔ آمین۔ حقیقت کا اظہار میرا فرض ہے۔ میں اسی کے درپے رہوں گا اور بتوفیقہٖ تعالیٰ ضد و نفسانیت سے بالکل اجتناب کروں گا۔" [اطیب البیان: ص ۱۷۰، ۱۷۱]

سن تصنیف واشاعت

کتاب کا سال تصنیف ۱۳۴۹ھ ہے۔ جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ "اطیب البیان رد تقویۃ الایمان" (۱۳۴۹ھ)۔ یہ کتاب کا تاریخی نام ہے۔ اس نام سے ۱۳۴۹ھ سن برآمد ہو رہی ہے۔ ہمارے پاس موجود دوسری اشاعت جو اہل سنت برقی پریس مراد آباد سے مولانا محمد ظفر الدین نعیمی کے زیر اہتمام ہوئی، کے سرورق پر یہی کتاب کا نام لکھا ہوا ہے اور اسے تاریخی ذکر کیا گیا ہے۔ البتہ اس میں سال تصنیف ۱۳۴۸ھ لکھا ہے۔ جو شاید سہو کتابت ہے۔ یا ممکن ہے کہ کتاب ۱۳۴۸ھ میں مکمل کر لی ہو اور اس کی اشاعت کے وقت کتاب کا تاریخی نام تجویز کیا ہو۔ اندازے کے مطابق ۱۳۴۹ھ میں کتاب کی پہلی اشاعت ہوئی۔ السواد الاعظم کی مکمل فائل دیکھنے پر ۱۳۵۱ھ ماہ صفر کے شمارے میں اطیب البیان کی اشاعت کا ذکر ملا جو درج ذیل ہے۔ لیکن اس سے سن اشاعت ظاہر نہیں ہے۔ مفتی محمد عمر نعیمی اس کتاب کا تعارف پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وہابیت کی خانہ ویرانی رد تقویۃ الایمان چھپ کر تیار ہو گیا۔ تقویۃ الایمان وہ کتاب ہے جس نے دنیائے اسلام میں آگ لگا دی۔ بدعت وہابیت کا سب سے بڑا میگزین یہی کتاب ہے۔ اس کے شرارے جہاں جہاں پہنچے مذہب کے قصر و ایوان کو ان سے سخت نقصان ہوئے۔ علمائے کرام نے اس کے بہت سے رد لکھے مگر وہ ایسے نادر الوجود ہو گئے کہ ان کا کوئی نسخہ تلاش کرنے سے بھی میسر نہیں آتا۔ اور تقویۃ الایمان کی ملک میں کثیر اشاعت کی جا رہی ہے۔ لاکھوں چھاپ کر مفت تقسیم کر ڈالی گئی۔ ہزار ہا وہابی اس کتاب کا وعظ کہتے ہیں۔ وہابی مدرسوں میں اس کا درس دیا جاتا ہے۔ اس کا ضرر بڑا ہی شدید ہے۔ اور اس کے رد کی بہت اشد ضرورت۔ مسلمانوں نے اس کا احساس کیا اور **صدر الافاضل استاد العلما حضرت مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی دامت برکاتھم** کی خدمت میں اہل

سنت کی طرف سے متواتر درخواستیں پہنچتی رہیں، کہ قلم حق رقم اٹھاکر اس کارد فرمائیے۔ الحمدللہ حضرت کی توجہ اس طرف منعطف ہوئی اور رد تحریر فرمایا توماشاء اللہ تحقیق کے دریا بہادیے۔ اور باطل کے پردے الٹ دیے۔ غلط استدلالوں کا پردہ فاش کردیا۔ افتراؤں کی قلعی کھول دی۔ اور جیساکہ حضرت کے قلم فیض رقم کا خاصہ ہے، وہابیت کوایسا بسمل کردیاکہ سسک سسک کردم توڑنے لگی۔ یہ مبارک کتاب ہر سنی کے پاس رہنی چاہیے۔ سنی مدارس میں طلبہ کواس کا مطالعہ کرایاجائے۔ واعظ اس کو مطالعہ میں رکھیں۔ مسجدوں کے امام نماز کے بعد مقتدیوں کوپڑھ کرسنائیں۔ مطبع نامی نعیمی مرادآباد سے طلب فرمائیے۔

المشتہر: عمر نعیمی چوکی حسن خاں مرادآباد

[ماہنامہ السواد الاعظم: صفر تا ربیع الآخر، ۱۳۵۱ھ۔ ص ۱]

اخبار الفقیہ میں قسط وار اشاعت

اخبار الفقیہ، میں اطیب البیان کی چھ قسطیں شائع ہوئیں۔ پہلی قسط ۲۸/ جولائی ۱۹۳۴ء کے شمارے میں اور باقی ۷/ اگست ۱۹۳۴ء۔ ۱۴/ اگست ۱۹۳۴ء۔ ۲۱/ اگست ۱۹۳۴ء۔ ۷/ نومبر ۱۹۳۴ء۔ ۲۱/ نومبر ۱۹۳۴ء۔ میں شائع ہوئیں۔

اطیب البیان کے خلاف مولوی ثناء اللہ امرت سری کی تحریر کا جواب

اطیب البیان کی اشاعت سے وہابی خیمے میں زلزلہ برپاہوگیا۔ اس کتاب لاجواب کا بھلا جواب دینے کی کس میں تاب تھی مگر بارہا کے شکست خوردہ مولوی ثناء اللہ امرت سری نے اپنی خفت وشرمندگی چھپانے کے لیے اور اپنی جماعت کی آبرو بچانے کی خاطر اپنے اخبار ''اہل حدیث'' ۱۴/ اپریل ۱۹۳۳ھ کے پرچے میں **''احسن الکلام بجواب اطیب الکلام بتائید تقویۃ الایمان''** کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا۔ ادھر یہ مضمون شائع ہوا، دوسری طرف مفتی محمد عمر نعیمی نے اس مضون کے سارے تانے بانے بکھیر کرر کھ دیے اور مفصل ومدلل جواب تحریر فرمایا، جو السواد الاعظم میں شائع ہوا۔ مضمون کے علاوہ مولوی ثناء اللہ امرت سری کو چیلنج مناظرہ بھی دیا گیا یہ جانتے ہوئے کہ پہلے بھی کئی بار مناظرہ کا چیلنج دیا گیا مگر کبھی سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی اور اس بار بھی وہی ہوا کہ مناظرہ کا چیلنج دیا گیا لیکن مولوی ثناء اللہ امرت سری میدان مناظرہ میں آنے کی ہمت نہ کرسکے۔

ہم یہاں مفتی محمد عمر نعیمی کے مکمل جوابی مضمون سے صرف نظر بس ابتدائی عبارت اور چیلنج مناظرہ پر مشتمل عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ مفتی محمد عمر نعیمی رقم طراز ہیں:

''ایک عرصہ دراز کے بعد پھر مولوی ثناء اللہ صاحب کا شوق خود نمائی جوش میں آیا۔ **حضرت صدر الافاضل**

مدظلہ نے تفویت الایمان کا رد فرمایا ہے۔ جس کا نام اطیب البیان ہے اور وہ درحقیقت اطیب البیان ہے۔ اس کے مطالعہ سے ایمان تازہ ہوتے ہیں۔ اس کتاب نے دنیاے وہابیت میں تلاطم ڈال دیا اور ہر ایک وہابی کے حوصلے پست ہو گئے۔ کیوں کہ تفویت الایمان ہی وہ کتاب تھی جس کو لاکھوں کی تعداد میں چھاپ کر ضلالت وہابیت کی ترویج کی جاتی تھی۔ اور دنیا کو مغالطہ دیا جاتا تھا کہ یہ کتاب قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔

صدہا وہابی واعظ اسی تفویت الایمان کو یاد کر کے واعظ بنے پھرتے ہیں۔ لیکن اطیب البیان نے حقیقت کھول دی اور واضح کر دیا کہ تفویت الایمان میں قرآن وحدیث پیش کر کے خلق خدا کو مغالطے دیے گئے ہیں۔ حدیث وقرآن پر افترا کیے ہیں۔ جو آیات کافروں اور بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں وہ مقبولان بارگاہ حق وبزرگان دین پر چسپاں کی ہیں۔ یہودیت کے سارے کرتب کر ڈالے ہیں۔ اطیب البیان کو دیکھنے کے بعد ہر شخص یقینی طور پر نتیجہ نکالتا ہے کہ تفویت الایمان نے ہندوستان میں گمراہی کی تخم کاری کی۔ اور اس کتاب سے اسلام کو اور مسلمانوں کے نظام کو صدمہ عظیم پہنچا۔ اور وہابی گروہ اسلام کی بدخواہی میں کسی دوسرے دشمن اسلام سے کم نہیں بلکہ بے ادبی وگستاخی میں اس کا قدم سب سے آگے ہے۔

الحمدللہ صدہا آدمیوں نے اطیب البیان دیکھ کر توبہ کی۔ وہ جابجا مجمعوں میں پڑھی جاتی ہے۔ جلسوں میں سنائی جاتی ہے۔ وہابی علما حیران ہیں کہ کیا کریں اس پریشانی میں مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کے کہنہ جذبات خود نمائی میں پھر تازہ امنگیں پیدا ہوئیں۔ اور آپ نے کتاب مستطاب اطیب البیان کے جواب کا قصد کیا۔ ۱۴/ اپریل ۱۹۳۳ء کے اہل حدیث میں آپ کا ایک مضمون بعنوان **"احسن الکلام بجواب اطیب الکلام بتائید تفویت الایمان"** شائع ہوا ہے۔ آپ کے علم وقابلیت کا مرثیہ تو یہ خوبصورت عنوان ہی ہے۔ اہل زباں سے دریافت کیجیے، اس کے کیا معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ یہی کہ اطیب البیان، تفویت الایمان کی تائید میں ہے اور احسن الکلام اس کا جواب ہے۔ یا کچھ اور حسن عبارت مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کی لیاقت پر دلالت کر رہا ہے۔ آپ نے اس عنوان کے تحت جو مضمون حوالہ قلم کیا ہے اس میں تفویت الایمانی عقیدوں کا اعادہ فرمایا ہے"

[ماہنامہ السواد الاعظم: ربیع الآخر وجمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ ص ۱۰، ۱۱]

چیلنج مناظرہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولوی ابوالوفا ثناء اللہ کو مناظرہ کا چیلنج:

تو ہم آپ کو مناظرہ کی دعوت دیتے ہیں ایک وقت ومقام مقرر کر کے آپ ہم سے تفویت الایمان کے مضامین پر مناظرہ کر لیجیے۔ اور اطیب البیان میں تفویت الایمان پر جو اعتراض کیے گئے ہیں اور اس کے جو اغلاط دکھائے گئے ہیں اگر آپ کے اور آپ کی جماعت کے خیال میں ان کا جواب ممکن ہو تو میدان میں مقابل آ کر جواب

دیجیے۔ اور نجد تک آپ کو اپنا جو حامی کار ہے اس کو اپنی مدد کے لیے ساتھ لیجیے! اس سے مشورہ کیجیے!

معلومات حاصل کیجیے! پڑھیے! سیکھیے! اور جس طرح بن پڑے اطیب البیان کے قاہر اعتراضات سے تفویت الایمان کی گلو خلاصی کرائیے۔ اہل باطل! اگر ذرا بھی اپنی حقانیت پر ہونے کا احتمال رکھتے ہو تو میدان میں آجاؤ اور جان بچاؤ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب آخر عمر میں کچھ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کام آؤ مگر واضح رہے کہ اطیب البیان کے جواب میں آپ نے اپنے اخبار میں جو ہرزہ سرائیاں کی ہیں ان سب کے بھی آپ ذمہ دار ہوں گے۔ اور اگر اس کی ذمہ داری میں تامل ہو تو فوراً اخبار اہل حدیث میں شائع کر دو کہ اطیب البیان کے خلاف جس قدر مضامین اہل حدیث کے پرچوں میں شائع ہوئے ہیں ابوالوفا ثناء اللہ ان کی صحت کا ذمہ دار نہیں۔ اگر آپ نے اس مضمون کی طرف سے اپنی بے اطمینانی و بے اعتمادی کا اظہار نہ کیا اور اخبار میں شائع نہ کر دیا تو اس سب کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔ اطیب البیان کے جواب کی ہمت کی ہے تو مناظرہ سے منہ نہ چھپانا۔ اللہ تعالیٰ حق کو ظاہر فرمائے گا اور باطل کا پردہ کھل جائے گا۔

مدیر۔" [مرجع سابق: ص ۱۷]

{۱۳} التحقیقات لدفع التلبیسات

۱۳۲۰ھ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے دیوبندی جماعت کے چند نامور و مشاہیر مولویوں کی کفریہ عبارات کے سبب "**المعتمد المستند**" میں تکفیر فرمائی۔ اور پھر ۱۹۰۶ء مطابق ۱۳۲۳ھ میں اپنے فتوی پر حرمین طیبین کے مقدس علمائے کرام کی تقریظات و تصدیقات حاصل کر کے "**حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین**" کے نام سے کتابی شکل میں شائع فرمائی۔ حسام الحرمین کی اشاعت دیوبندی جماعت پر بجلی بن کر گری۔ اس کتاب سے ان کے خود ساختہ دین کی بنیادیں ہل گئیں۔ جماعت کے چھوٹے بڑے سب حواس باختہ ہو گئے۔ چند سال اسی سکتے میں گزر گئے۔ اور پھر اپنی جماعت کی آبرو رکھنے کے لیے اور اپنی خفت و ندامت مٹانے کے لیے دیوبندی جماعت نے منصوبہ بند سازش کے تحت حسام الحرمین کے خلاف اور اپنے دفاع میں علمائے حرمین شریفین کے نام سے فرضی تقریظات و تصدیقات پر مشتمل ایک کتاب "**التلبیسات لدفع التصدیقات**" جس کا مشہور نام المہند ہے، شائع کی، جس میں سوائے کذب و فریب کے کچھ نہیں تھا۔ اہل سنت کی جانب سے اس کے جوابات لکھے گئے۔ ایک جواب صدر الافاضل نے بھی تحریر فرمایا جس کا نام "**التحقیقات لدفع التلبیسات**" رکھا۔ آپ نے کتاب میں "**التصدیقات لدفع التلبیسات**" کے مندرجات پر مدلل و مفصل بحث فرمائی۔ اور اس میں درج کذب بیانیوں، تقیہ بازیوں، افترا پردازیوں کی دھجیاں اڑا کے رکھ دیں۔ اور حسام الحرمین کی صداقت کو مکمل طور پر آشکار فرمایا۔ یہاں ہم کتاب کے ایک دو ایمان افروز اقتباسات پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ صدر الافاضل رقم طراز ہیں:

''وہابیہ کا یہ اتہام کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علمائے اسلام کو کافر کہا، کذب محض و افترا خالص ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان مفسدین کو کافر فرمایا جو ضروریاتِ دین کے منکر ہوئے۔ ایسوں کو قرآن و حدیث اور تمام اُمت کافر کہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کفر کا حکم اپنی طرف سے نہ دیا۔ نصوص نقل فرمائیں جن کا آج تک کسی وہابی نے جواب نہ دیا اور نہ کبھی کوئی جواب دے سکتا ہے۔ ان اُمور کا کفر ہونا اور ان کے قائل کا کافر ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''یہ بات قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے کہ حسام الحرمین میں وہابیہ کی عبارات میں قطع و برید کر کے کفری معنی پیدا کیے گئے ہوں۔ ساری عبارتیں بلفظہٖ نقل کی گئی ہیں اور انہیں پر فتویٰ لیا گیا ہے۔ انہیں کو علمائے حرمین طیبین نے کفر فرمایا ہے۔ البتہ ایک مضمون کی چند عبارتیں ایک کتاب میں تھی تو ان کو اختصار کے لیے یکجا کر کے لکھ دیا ہے، ان میں سے ہر ایک عبارت وہ کفری معنی رکھتی ہے، مجموعہ کے ملانے سے کوئی جدید معنی پیدا نہیں کیے گئے، یہ محض افترا ہے۔ اور ہر شخص حسام الحرمین کے نقول کو اصل کتابوں سے ملا کر اطمینان کر سکتا ہے۔ البتہ وہابیہ کی کتاب **''التلبیسات لدفع التصدیقات''** یقیناً اسم بہ مسمیٰ ہے۔ اس میں تلبیس کی گئی ہے اور چالاکیوں سے کام لیا گیا ہے۔ علمائے مکہ مکرمہ کو طرح طرح کے دھوکے دیے ہیں، اپنا مذہب کچھ کا کچھ بتایا ہے، عقیدے بر خلاف اپنی تصنیفات کے ظاہر کیے ہیں۔''

کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:

''یہ ایک مختصر نقشہ التلبیسات کا پیش کیا گیا ہے۔ جس سے ہر عاقل منصف اس دجالی کتاب کی فریب کاری پر نفرت کرے گا۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ **حسام الحرمین** حق و صحیح اور **التلبیسات** کذب و ورود و باطل و مردود ہے۔''

سن تصنیف واشاعت

یہ کتاب آپ نے کب تصنیف فرمائی اس کا پتہ تو نہیں چل پایا، البتہ ماہنامہ 'السواد الاعظم مراد آباد' میں یہ کتاب بشکل فتوی صفر تا ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ مطابق جون تا اگست ۱۹۳۰ء میں تین قسطوں میں شائع ہوئی۔ اس سے قبل اس کتاب کا کہیں ذکر احقر کو نہیں ملا۔ ممکن ہے اس تصنیف کی یہی پہلی اشاعت ہو۔ ہمیں اس کتاب کا ایک قدیم سرورق ملا جس میں صراحت ہے کہ کتاب اہل سنت برقی پریس مراد آباد سے مولانا ظفر الدین نعیمی کے اہتمام سے شائع ہوئی۔ مگر اس پر سن اشاعت درج نہیں ہے۔ یہ کتاب ہند و پاک سے بہت سے مطابع سے اب تک شائع ہو چکی ہے۔

علاوہ ازیں مفتی غلام سروری قادری جامعہ رضویہ لاہور کے شیخ اور خانقاہ قادریہ نوریہ کے سجادہ نشین نے اس کی تعریب بھی کر دی ہے۔ اور اسے لاہور پاکستان سے شائع بھی کر دیا گیا ہے۔

{۱۴} کشف الحجاب عن مسائل ایصال ثواب

اس کتاب کا موضوع کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ ایصال ثواب سے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئیں، لیکن صدر الافاضل کی یہ کتاب منفرد انداز رکھتی ہے۔ ایصال ثواب کے جواز پر دلائل شرعیہ کی نقل اور منکرین کے شبہات واعتراضات کے مدلل ومفصل جوابات اس کتاب میں پڑھنے کو ملتے ہیں۔ یہ کتاب آپ نے کس وجہ سے لکھی اس کا جواب دیتے ہوئے آپ خود لکھتے ہیں:

"میرے محب مخلص جناب منشی شوکت علی خاں صاحب الماس رقم رامپوری سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانہ قیام دہلی میں مسائل ایصال ثواب کے متعلق عوام کا تنازع دیکھ کر ایک درد محسوس کیا اور چند سوال لکھ کر فقیر کے پاس بھیجے، ساتھ ہی یہ بھی درخواست کی کہ ان مسائل کے متعلق قرآن وحدیث اور کتب دینیہ معتبرہ کے احکام تحریر کیے جائیں اور جوابوں میں اختصار کو بہت ملحوظ رکھا جائے۔ ان کی اس استدعا پر یہ جواب قلم بند کیے گئے جن کو میں **"کشف الحجاب عن مسائل ایصال الثواب"** کے نام سے موسوم کرتا ہوں۔ ان جوابوں میں محض اظہار حق اور احکام دین کا صاف بیان مدنظر رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حق میں نافع کرے اور انہیں قبول حق کی توفیق دے اور وہ قرآن وحدیث کی روشنی سے منتفع ہوں اور باطل کی کجروی اور حق سے عدول اور منکرین کی معاندانہ باتوں اور ان کی ذاتی راؤں سے محفوظ رہیں۔ علیہ توکلت والیہ انیب وھی حسبی نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم الکفیل۔"

المعتصم بحبل اللہ المتین

العبد محمد نعیم الدین المراد آبادی غفرلہ الہادی

سن تصنیف واشاعت

یہ کتاب ۲۳ر شوال المکرم ۱۳۵۳ھ کو آپ نے تحریر فرمائی۔ اور اُسی ماہ، ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ مستقل کتابی شکل میں اس کی اشاعت اول کس سن میں ہوئی اس تعلق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

{۱۵} زاد الحرمین

احکام حج وزیارت کے حوالے سے عام فہم اور بہت ہی قیمتی رسالہ ہے۔

۱۳۵۴ھ میں پہلی مرتبہ حج کے دوران واپسی میں دوران سفر جہاز ہی میں آپ نے اس کتاب کو تصنیف فرمایا۔ اور کاربن کاپی جہاز میں ہی تقسیم فرمادیں۔ اور پھر ۱۳۵۷ھ میں دوسری بار حج کو جانے سے قبل دوبارہ آپ نے اسے

لکھا کیوں کہ پہلی بار لکھی ہوئی کتاب کی کوئی کاپی آپ کے پاس محفوظ نہ رہی تھی۔اس لیے ۲۴؍شوال المکرم ۱۳۵۷ھ میں آپ نے اس رسالہ کو دوبارہ ترتیب دیا۔آپ خود لکھتے ہیں:

''۱۳۵۴ھ میں جب یہ فقیر حقیر بتوفیقہٖ تعالیٰ وکرمہ حرمین طیبین کی حاضری سے مشرف فرمایا گیا۔اس سفر میں دیکھا کہ عازمین حج کو مسائل حج وزیارت میں رہنمائی کی شدید ضرورت ہے۔اگرچہ اس بیان میں نفیس کتابیں موجود ہیں، لیکن حجاج کی ہمتیں، طویل مضامین اور مبسوط کتاب کا مطالعہ کرنے اور محفوظ رکھنے سے قاصر ہیں۔اور قلت فرصت بھی یہی چاہتی ہے کہ ایک مختصر کتاب ہو جس میں ہر مقام کے افعال انہیں ایک ہی جگہ مل جائیں۔اس ضرورت سے فقیر کو جہاز ہی میں ایک مختصر رسالہ تصنیف کرنا پڑا۔اس کی جہاز ہی میں کاربن کے ذریعہ کثیر نقلیں کرلی گئیں اور حجاج کو اس سے بہت فائدہ ہوا۔فقیر کے پاس اس رسالے کی کوئی کاپی نہ رہی۔اب پھر ۱۳۵۷ھ میں حضرت کارساز بندہ نواز تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں حاضری حرمین کی نعمت سے دوبارہ سرفراز فرمایا تو اس فقیر نے رسالے کو مرتب کیا، تاکہ حرمین کے حاضری دینے والوں کو سہولت ہو اور اس فقیر بے بضاعت کے لیے دعا فرمائیں۔مولیٰ سبحانہ اس عمل کو مقبول فرمائے۔آمین۔۲۴؍شوال المکرم ۱۳۵۷ھ۔

محمد نعیم الدین مرادآبادی غفرلہ

[زادالحرمین، مطبوعہ انجمن فروغ ملت بلاری مرادآباد: ص ۲]

ذی قعدہ ۱۴۴۰ھ میں فقیر کے مقدمہ کے ساتھ، نبیرہ صدرالافاضل حضرت مولانا سید نظام الدین نعیمی المدعو نجم میاں دام ظلہ کے تعاون سے اس کتاب کی جدید اشاعت ہو چکی ہے۔

{۱۶} آداب الاخیار فی تعظیم الآثار

یہ رسالہ صفر ۱۳۶۰ھ میں لکھا گیا۔سبب تصنیف حضور صدرالافاضل سے ملاحظہ ہو:

''امابعد! آثار مبارکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس فقیر کے پاس غلام دستگیر خاں صاحب (سیکرٹری جمعیت اہل السنۃ جنوبی ہند) کا ایک استفتا معسکر بنگلور سے آیا۔اس میں دو فریقوں کے خیالات اور دلائل زید وعمرو کے عنوانوں سے تحریر ہیں۔آخر میں زید کے دلائل کا رد کیا گیا ہے' اور مستفتی نے دریافت کیا ہے کہ ان آثار کا شرعاً کیا حکم ہے اور فریقین کے دلائل کا کیا حال ہے۔اس کے ساتھ ہی فقیر کے پاس چند رسالے اور فتوے پہنچے جن میں مسئلہ مذکورہ کے متعلق بحث ہے۔ان میں مولوی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت علما دہلی اور سیّد سلیمان ندوی اور نائب مفتی دیوبند اور مولوی محمد مہتمم مدرسہ عربیہ دہلی اور بہت سے اصحاب کی تحریریں ہیں۔ان تحریروں میں باہم بہت زیادہ شدید اختلاف ہے۔کوئی صاحب تو آثار کی تعظیم کے ہی خلاف ہیں اور اس کو آثار پرستی کہ کر بت پرستی میں داخل کرتے

ہیں۔ ان کے نزدیک تو وہ کروڑوں مسلمان جو آثار مبارکہ کی تعظیم و توقیر اور عزت و حرمت کرتے ہیں دائرہ اسلام سے ہی خارج اور مشرکین میں داخل ہیں۔ اور بعض آثار کی تعظیم تو جائز کہتے ہیں مگر جو طریقے تعظیم کے مسلمانوں میں رائج ہیں ان کو غلو کہہ کر ناجائز بتاتے ہیں اور بدعت ٹھہراتے ہیں۔ اور بعض زمانہ موجودہ میں جو تبرکات پائے جاتے ہیں ان کو نقلی جعلی جھوٹے ہیں کہہ کر مسلمانوں کو ان سے روکتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی اختلاف ہیں اور وہ اس حد پر ہیں کہ یہ مفتی صاحبان آپس میں بھی نہیں سلجھا سکتے۔ اس فقیر سے چوں کہ اس معاملے میں حکم شرع بیان کرنے کی درخواست کی گئی ہے اس لیے بعونہٖ تعالیٰ و بکرمہٖ جو تحقیق ہے وہ گزارش کرتا ہوں۔ پہلے استفتا نقل کیا جائے گا اس کے بعد جواب ہو گا۔ اس کے ضمن میں مفتی صاحبان کی اغلاط کو بھی واضح کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے اور کجروی سے بچائے اور اصحاب ضلال کے دام تزویر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ ماہ صفر المظفر ۱۳۶۰ھ۔

کتبہ: العبد المعتصم بحبل اللہ المتین سید محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین

{۱۷} ہدایت کاملہ بر قنوت نازلہ

موضوع و سبب تصنیف

مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائے قنوت نازلہ پڑھنے کا حکم ہے۔ بہتر یہ ہے کہ نماز فجر ادا کرنے کے بعد پڑھی جائے۔ ہاں البتہ اگر کوئی نماز فجر کے اندر ہی پڑھے تو جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔ علاوہ ازیں نماز فجر کے سوا کسی اور نماز میں اس کو پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔ صدر الافاضل نے اس کتاب میں اسی مسئلہ کو دلائل شرعیہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ قلم بند فرمایا ہے۔

تقسیم ملک کے دوران فسادات کے وقت دیوبندی جماعت کی طرف سے ہر نماز میں دعائے قنوت پڑھے جانے پر اصرار بڑھا تو اس وقت یہ کتاب تحریر کی گئی۔ جیسا کہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی اس کتاب کا سبب تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ رسالہ مبارکہ **سیدی و مولائی حضرت صدر الافاضل قدس سرہ** کی آخری تصنیف ہے۔ جب کہ آپ ۱۹۴۸ء میں بستر علالت پر تھے۔ اور تقسیم ملک کے فسادات کے وقت دیوبندی، وہابیوں نے ہر نماز میں قنوت نازلہ پڑھنے کا شور مچایا تھا۔ اس کے جواب میں **حضرت صدر الافاضل قدس سرہ** نے یہ رسالہ مرتب فرمایا۔“

[پندرہ روزہ، اخبار سواد اعظم لاہور: اکتوبر ۱۹۶۵ء۔ ص ۲]

سن تصنیف واشاعت

کتاب کے دو تاریخی نام ہیں۔ ایک دلائل کے اعتبار سے اور ایک موضوع کے اعتبار سے۔ مسئلہ پر جب آپ نے دلائل کا آغاز کیا تو اس کا تاریخی نام **"تفاصیل دلائل لقنوت النوازل"** (۱۳۶۶ھ) رکھا۔ اور موضوع کے اعتبار سے کتاب کا تاریخی نام **"ہدایت کاملہ بر قنوت نازلہ"** (۱۳۶۷ھ) ہے۔ اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ کتاب کی تصنیف ۱۳۶۶ھ میں ہوئی ہے۔ جیساکہ کتاب کے آخر میں ۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ۔ سے یہ بات ثابت ہے۔ اور کتاب کی اشاعت ۱۳۶۷ھ میں ہوئی۔

ہمارے پاس اس کتاب کا ایک قدیم سرورق ہے لیکن اس پر سن اشاعت درج نہیں ہے۔ اندازے سے لگتا ہے کہ یہ پہلی اشاعت ہے جسے اہل سنت برقی پریس مرادآباد سے شہزادہ صدرالافاضل مولانا ظفرالدین نعیمی کے اہتمام سے چھاپا گیا ہے۔

آخری تصنیف

یہ کتاب صدرالافاضل کی آخری تصنیف ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی کتاب تحریر نہیں فرمائی۔ مفتی غلام معین الدین نعیمی لکھتے ہیں:

"**حضرت قدس سرہ** کی سب سے آخری تصنیف جو وصال سے چندماہ قبل مکمل فرمائی، وہ رسالہ قنوت نازلہ ہے۔"

[حیات صدرالافاضل: مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ سواداعظم لاہور: ص۳۶]

{۱۸} العقائد

موضوع

کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ اس کتاب میں اہل سنت وجماعت کے عقائد ونظریات عام فہم انداز اور آسان الفاظ میں تحریر کیے گئے ہیں۔ ماہنامہ صحیفۃ المومنین مرادآباد جس کے پرنٹر مفتی محمد عمر نعیمی اور مدیر مولانا ذاکر حسین نعیمی رہے اس میں صدرالافاضل کی کتاب العقائد کے حوالے سے درج ذیل اشتہار ملاحظہ ہو:

"عقائد کے بیان میں **حضرت صدرالافاضل مولانا مولوی حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم** کا یہ ایک تازہ رسالہ ہے جو تبلیغی مدارس کے لیے نہایت سہل زبان میں تصنیف کیا ہے۔ تاکہ بچے اور بچیاں بآسانی سمجھ سکیں۔ ہر مسلمان مرد وعورت کو اس کا پڑھنا اور سننا ضروری ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس کو کثیر تعداد میں

خرید کر غریبوں میں مفت تقسیم کیا جائے۔قیمت صرف ۲۔"

اشاعت

اس کتاب کا ایک قدیم سرورق ہمارے پاس ہے، جس میں صراحت ہے کہ یہ کتاب کی نویں اشاعت ہے جسے مولانا اختصاص الدین نعیمی نے چھپوایا اور مولانا ظفر الدین نعیمی نے اہل سنت برقی پریس مراد آباد سے شائع کیا۔

{۱۹} القول السدید فی مسائل الختم و معانقۃ العید

رمضان المبارک کے مقدس ماہ کی عموماً ستائیسویں شب میں تراویح میں قرآن پاک مکمل ہو جانے پر اہل سنت کی مساجد میں خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔اور بہت ہی پر کیف منظر ہوتا ہے۔حافظ قرآن سے لوگ پانی پر، سرمہ پر، یا کھانے کے کسی چیز پر نیز اپنے اوپر دم کراتے ہیں، نعت و منقبت پڑھی جاتی ہیں، قل شریف ہوتا ہے، شیرینی وغیرہ تقسیم ہوتی ہے وہابیہ اسے بدعت قرار دیتے ہیں۔علاوہ ازیں خطبہ وداع اور عید کے دین معانقہ و مصافحہ کو ناجائز بتاتے ہیں۔صدر الافاضل سے جب اس سلسلہ میں استفسار ہوا تو آپ نے جواب میں ۲۸ر صفحات پر مشتمل ایک بہت ہی مدلل، مفصل، علمی و تحقیقی رسالہ تحریر فرمایا۔

سن تصنیف

یہ رسالہ کس سن میں تصنیف فرمایا یہ تو پتہ نہیں چلا، البتہ ہمارے پاس اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن ہے جس سے بس اس قدر معلوم ہوا کہ اس کتاب کو تیسری بار مولانا اختصاص الدین نعیمی نے چھپوایا۔اور بڑے مولانا ظفر الدین نعیمی نے اپنے مطبع **"اہل سنت برقی پریس مراد آباد"** سے شائع کیا۔

{۲۰} ثبت نعیمی

صدر الافاضل کو اپنے استاد محترم علامہ گل خاں کابلی قدس سرہ کے توسط سے حجاز مقدس کے مقدس علما و فقہا کی اسانید و مرویات کی اجازت حاصل تھی۔آپ نے ان تمام اسانید و مرویات کو تحریری طور پر یکجا فرمایا اور اسے کتابی شکل میں شائع فرمایا۔کتاب کے سرورق پر کتاب کا نام "الکتاب المستطاب المحتوی علی الاسانید الصحیحہ" لکھا ہوا ہے۔مگر اہل علم میں یہ کتاب "ثبت نعیمی" سے مشہور ہے۔آپ یہ کتاب اپنے مدرسے جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے فارغ ہونے والے مخصوص علما و فضلا کو اپنی دستخط و مہر کے ساتھ عطا فرماتے تھے۔یوں کہا جائے کہ آپ اپنی ان اسانید و مرویات کی اجازت جنھیں دیتے انہیں کتاب بھی عطا فرماتے اور اس پر دستخط و مہر بھی ثبت فرماتے تھے۔اس کے علاوہ

کسی کو کتاب عنایت نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ سرورق پر ابتداے صفحہ پر صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ

"یہ کتاب جس شخص کے پاس ہو اور میری مہر و دستخط اس پر نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ میری طرف سے اس کو سند نہیں ملی ہے۔ اور نہ یہ کتاب اس کے لیے ہے۔ محمد نعیم الدین)"

سند کے سرورق پر ایک خانہ آپ کی اجازت اور دستخط و مہر کے لیے خاص تھا۔

علاوہ ازیں آپ اسانید کی اجازت کن الفاظ میں مرحمت فرماتے تھے اس کو جاننے کے لیے علامہ نوراللہ نعیمی علیہ الرحمۃ کو عطا کردہ سند پر درج عبارت پیش ہے ملاحظہ فرمائیں:

"قد اجزت بھٰذا الثبت مولانا الفاضل المولی محمد نوراللہ بن المولوی محمد صدیق.....

محمد نعیم الدین عفی عنہ۔ ۱۷ ر رمضان مبارک ۱۳۶۱ھ"

ہم نے اس کتاب کے مندرجات کے حوالے سے مستقل ایک باب **"صدرالافاضل کا سلسلہ سند"** کے نام سے رکھا ہے جو گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ تفصیل کے لیے مذکورہ باب ملاحظہ فرمائیں۔

سن اشاعت

اس کتاب کی پہلی اشاعت کب ہوئی اس تعلق سے کافی جستجو کے بعد بھی کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ اس کی جدید اشاعت ۲۰۱۳ء مطابق ۱۴۳۴ھ میں ہوئی۔ فقیر نے بڑی جستجو کے بعد کتاب تلاش کی اور پھر اس پر عربی میں تحقیقی کام کیا اور پھر پوری کتاب کا اردو ترجمہ بھی کیا۔ **حضرت مولانا محمد یامین صاحب علیہ الرحمہ سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مراد آباد** نے اس کتاب کی طباعت واشاعت کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ اور ایک جلد میں عربی اردو دونوں کتابیں طبع کرادیں۔ اس طرح یہ کتاب اپنی اصل زبان عربی میں دوسری بار تحقیق، ترتیب جدید اور تقدیم و تذہیب کے ساتھ اور پہلی بار اس فقیر کے اردو ترجمہ کے ساتھ منظر عام پر آئی۔ علاوہ ازیں ۲۰۱۷ء میں اردو اسانید والی کتاب محترم بشارت حسین صدیقی اشرفی صاحب کے توسط سے **"اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد"** کی طرف سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔ اور عربی کتاب اسی سال **"اراکین نوری دارالافتاء مدینہ مسجد کاشی پور اتراکھنڈ"** کے تعاون سے شائع ہوئی۔

{۲۱} نعیم ادب

یہ کتاب ابتدائی طلبہ کے لیے لکھی گئی ہے۔ جسے پڑھ کر چھوٹے بچے بآسانی اردو سیکھ سکتے ہیں۔ یہ کتاب نعیم ادب کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کا پہلا حصہ جو انجمن فروغ ملت بلاری مراد آباد سے شائع ہوا، ہمارے پاس ہے۔ اس کا دوسرا حصہ تلاش بسیار کے باوجود حاصل نہ ہو سکا۔ فقیر کے اندازے کے مطابق یہ کتاب وہی ہے جو مکتبہ نعیمیہ سے مولانا ظفرالدین نعیمی کے اہتمام سے **"ابتدائی کتاب"** کے نام سے شائع ہوئی۔ ماہنامہ السواد الاعظم اور ماہنامہ

صحیفۃ المومنین مرادآباد کے بہت سے شماروں کے بیک ٹائٹل پر اس کتاب کا درج ذیل اشتہار شائع ہوا۔ ملاحظہ ہو:

''مدرسہ اہل سنت و جماعت مرادآباد کے ملحقہ مدارس کی ابتدائی جماعتوں کے لیے **حضرت صدرالافاضل مولانا مولوی حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم** نے بجائے قاعدہ کے یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے اگر بچوں کو بسم اللہ کرتے ہی یہ کتاب پڑھادی جائے تو اس ایک ہی کتاب سے ان کو اتنی قوت آجائے گی کہ وہ قرآن شریف بھی پڑھ سکیں۔ اردو کی کتابیں بھی پڑھ سکیں۔ حساب بھی شروع کرسکیں۔ اوزان اور رقموں کو پہچان جائیں۔ پیسہ آنہ پائی بھی لکھ سکیں۔ اور دوسرے قاعدے سے اتنا فائدہ نہیں پہنچ سکتا تمام مدارس میں یہ کتاب پڑھائی جائے تو مناسب ہے۔ قیمت صرف ایک آنہ۔

المشتہر: منیجر ظفرالدین احمد دفتر مکتبہ نعیمیہ چوکی حسن خاں مرادآباد

[ماہنامہ صحیفۃ المومنین: ص ۳۔ السوادالاعظم ۱۳۴۵ھ وغیرہ]

{۲۲} تعلیقات بخاری

یہ دراصل مستقل کوئی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ بخاری شریف پر جابجا آپ کی تعلیقات ہیں۔ فقیر نے بخاری شریف کے وہ اوراق جہاں آپ کی تعلیقات تھیں فوٹو لے کر اس پر کام شروع کیا ہے۔ اکثر تعلیقات کا ترجمہ ہوچکا ہے، الحمدللہ۔ امید ہے جلد ہی یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچے گا ان شاءاللہ تعالیٰ۔

بطور نمونہ چند عبارات یہاں پیش کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں:

بخاری شریف کے آغاز میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کے تحت صدرالافاضل فرماتے ہیں:

''قولہ بسم اللہ الرحمن الرحیم:

من آداب الامام البخاری انہ یکتب فی صدر کل کتاب بسم اللہ الرحمن الرحیم عملا بحدیث کل امرذی بال لم یبدأفیہ ببسم اللہ الرحمن الرحیم فھواجزم وان کانت البسملۃ الواحدۃ کافیۃ فی اداء السنۃ لکنہ کررھالزیادۃ الاعتناء علی التمسك بالسنۃ۔ ۱۲۔

یعنی امام بخاری کے آداب میں سے ہے کہ وہ ہر کتاب کے شروع میں بسملہ لکھتے ہیں۔ حدیث پاک ہر اچھا کام جو بسملہ سے نہ شروع کیا جائے وہ ادھورا ہے، پر عمل کرتے ہوئے اگرچہ بسملہ ادائے سنت کو ایک بار ہی کافی ہے لیکن وہ اسے سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کے اہتمام میں زیادتی کے سبب بار بار کرتے ہیں۔

حدیث شریف کے الفاظ ''اول مابدئ'' کے تحت فرماتے ہیں:

''قولہ اول مابدئ: وکان ابتداء النبوۃ بالرویافی ربیع الاول وابتداء وحی الیقظۃ فی رمضان کذافی تاریخ

الامام احمد عن الشعبی"

یعنی خواب کے ذریعہ نبوت کی ابتدا ربیع الاول میں ہوئی اور بیداری میں وحی کا آغاز رمضان المبارک میں ہوا۔ ایسا ہی تاریخ امام احمد میں شعبی سے مروی ہے۔ حدیث شریف:

عن ابن عباس، قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم أجود الناس، وکان أجود ما یکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل، وکان یلقاہ فی کل لیلة من رمضان فیدارسه القرآن، فلرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم أجود بالخیر من الریح المرسلة۔

حدیث مذکور میں درج "الریح المرسله" کے تحت لکھتے ہیں:

"قوله من الریح المرسلة: المبعوثة لنفع الناس عامة هذا اذا جعل اللام فی الریح للجنس واذا جعل للعهد یکون المعنی من الریح المرسلة الرحمة"

یعنی ان کے قول ریح مرسلہ کے ریح میں لام جنس کا مراد لیا جائے تو مطلب ہوگا کہ ہوا جو عام لوگوں کے نفع کے لیے بھیجی گئی۔ اور جب ریح کا لام عہد کے لیے مانا جائے تو ریح مرسلہ کے معنی رحمت کے ہوں گے"

یہ محل چوں کہ تفصیل کا نہیں ہے اس لیے بس انہیں چند عبارتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

{۲۳} حاشیہ میر ایساغوجی

منطق کی مشہور کتاب "ایساغوجی" جس کے مصنف شیخ اثیر الدین ابہری ہیں۔ بہت سے مدارس میں یہ کتاب داخل نصاب رہی ہے۔ صدر الافاضل نے اس کتاب پر حاشیہ لکھا ہے۔ مبارک باد کے مستحق ہیں استاد محترم حضرت علامہ مولانا اکبر علی صاحب نعیمی قبلہ دامت معالیھم، جنہوں نے اس کتاب کا اردو زبان میں سلیس وآسان ترجمہ فرمایا ہے۔ کتاب ابھی طبع نہیں ہوئی ان شاء اللہ جلد ہی ہو جائے گی۔ ہم یہاں اس کتاب سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پر صدر الافاضل کا حاشیہ اور مولانا اکبر علی صاحب نعیمی کا کیا ہوا اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

قوله بسم الله الرحمن الرحیم

تعارضت روایات الابتداء بالبسملة والحمدلة والتوفیق بینهما بحمل الابتداء فی البسملة علی الحقیقی وهو الابتداء بشیئ مقدم علی جمیع ما سواہ والحمدلة علی الاضافی وهو الابتداء بشیئ مقدم بالنسبة الی بعض ومسبوق بالنسبة الی آخر، او فی کلیهما علی العرفی فإن الابتداء یعتبر فی العرف ممتدا من حین الاخذ فی التصنیف الی الشروع فی المقصود و ههنا بحث طویل ترکناه للاختصار۔ ثم الباء حرف للالصاق او الاستعانة ولا بد لهما من متعلق وهو مقدر والأولی تقدیر المتعلق مؤخرا لیفید قصد الاهتمام باسمه تعالی ردا علی المشرك المبتدی باسم

آلهته اهتماما بها لاللاختصاص لان المشرك لاینفی التبرك باسمه تعالیٰ، ولیفید اختصاص ذلك باسمه تعالی ردا علی المشرك المصنف واظهارا للتوحید فیکون قصر افراد۔ وانما قدم فی قوله تعالیٰ اقرأ باسم ربك لان العنایة بالقراءة اولی بالاعتبار لیحصل ما هوالمقصود من طلب أصل القراءة إذ لو اخر لا فاد ان المطلوب کون القراءة مستفتحة باسم الله تعالی لا باسم غیره، ثم هذه الجملة خبریة لفظا ومعنی اما علی ظاهر کلام السیبویه انشائیة والمقصود اظهار انشاء التبرك باسمه تعالی وحده ردا علی المخالف، وتخرج الجملة الخبریة منها عن الاخبار علی قول الزمخشری، والشیخ عبد القاهر خلافه، ثم المراد بالاسم مقابل الکنیة واللقب فیشمل الصفات حقیقیة کانت او اضافیة اوسلبیة فیدل علی ان التبرك والاستعانة بجمیع اسمائه تعالی۔ والله علم علی الذات العلیة المستجمعة للصفات الحمیدة کما قاله السعد وغیره، او المخصوصة ای بلا اعتبار صفة اصلا کما قاله العصام، قال السید الشریف کما تاهت العقول فی ذاته وصفاته لاحتجابها بنور العظمة تحیرت ایضا فی اللفظة الدالة علی الذات کانه انعکس الیها من تلك الانوار أشعة فبهرت اعین المستبصرین فاختلفوا فی انه سریانی ام عربی، اسم او صفة مشتقة او علم او غیر علم والجمهور علی انه عربی مرتجل من غیر اعتبار اصل منه ومنهم ابوحنیفة رحمه الله ومحمد بن الحسن والشافعی والخلیل، وروی هشام عن محمد عن ابی حنیفة انه اسم الله الاعظم وبه قال الطحاوی وکثیر من العلماء واکثر العارفین حتی انه لاذکر عندهم لصاحب مقام فوق الذکر به کما فی شرح التحریر لابن امیر حاج کذا فی رد المحتار۔

والرحمٰن لفظ عربی وقیل معرب عن رخمان بالخاء المعجمة لانکار العرب حین مسموه وردبان انکارهم له لتوهم انه غیره تعالیٰ فی قوله تعالیٰ قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن وقیل انه علم کالجلالة للاختصاصه به تعالیٰ وعدم اطلاقه علی غیره تعالیٰ معرفا ومنکرا اما قول الشاعر فی حق مسیلمة ﴿وانت غیث الوری لازلت رحمانا﴾ فمن تعنته وغلوه فی الکفر واختاره فی المعنی قال السبکی الحق ان المتبع شرعی لالغوی فان المخصوص به تعالیٰ المعرف۔ والجمهور علی انه صفة مشتبهة وقبل صیغة مبالغة لان الزیادة فی اللفظ لاتکون او الزیادة المعنی والاکانت عبثا وقد زید حرف علی الرحیم هو بقید المبالغة بصیغة فدلت زیادته علی زیادة علیه فی المعنی۔ کما لان الرحمانیة تعم المومن والکافر والرحیمیة تخص المومن۔ اوکیفا لان الرحمن المنعم بجلائل النعم والرحیم المنعم بدقائقها۔

والظاهر ان الوصف بهما للمدح وفیه اشارة الی لمیته الحکم ای انما افتتح کتابة باسمه تعالیٰ متبرکا مستعینا به لانه المفیض للنعم کلها وکل من شانه ذلك لایفتتح الا باسمه وهل وصفة تعالیٰ بالرحمة حقیقة او مجاز عن الانعام اوعن ارادته لانها من اعراض النفسانیة المستحیلة علیه تعالیٰ فیراد غایتها۔ المشهور الثانی والتحقق الاول لان الرحمة التی وهی من الاعراض هی القائمة بنا ولایلزم کونها فی حقه تعالیٰ کذلك حتی تکون مجاز کالعلم والقدیرة والارادة وغیرها من الصفات معانیها القائمة بنا من الاعراض ولم یقل احد انها فی حقه تعالیٰ مجاز"

شارح کا قول:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

بسم اللہ اور حمد اللہ سے شروع کرنے کی روایتیں متعارض ہیں، اور ان کے درمیان موافقت ہوگی بسملہ والی روایت میں ابتدا کو حقیقی پر محمول کر کے اور وہ (حقیقی) ایسی چیز سے شروع کرنا ہے جو اپنے کل ماسوا پر مقدم ہو، اور حمدلہ والی روایت میں اضافی پر محمول کر کے، اور وہ (اضافی) ایسی چیز سے شروع کرنا ہے جو بعض کی طرف نسبت کرتے ہوئے مقدم ہو اور دوسرے بعض کی طرف نسبت کرتے ہوئے مؤخر ہو، یا دونوں ہی میں عرفی پر محمول کر کے، کیوں کہ عرف میں ابتدا مانی جاتی ہے تصنیف میں مشغول ہونے کے وقت سے مقصود میں مشغول ہونے تک، اور یہاں طویل بحث ہے جس کو ہم نے اختصار کے سبب چھوڑ دیا۔

پھر باء حرف ہے الصاق کے لیے یا استعانۃ کے لیے اور ان دونوں کے لیے ایک متعلق ضروری ہے اور وہ پوشیدہ ہے، اور متعلق کو مؤخر ماننا اولی ہے تاکہ اللہ تعالی کے نام کا اہتمام مقصود ہونے کا فائدہ دے، اس مشرک کا رد کرنے کے لیے جو اپنے معبودوں کے نام سے ابتدا کرتا ہے ان کا اہتمام کرتے ہوئے ناکہ اختصاص کے لیے کیوں کہ مشرک اللہ تعالی کے نام سے برکت حاصل کرنے کا انکار نہیں کرتا، اور تاکہ فائدہ پہنچائے اللہ تعالیٰ ہی کے نام کے ساتھ تبرک کے خاص ہونے کا مشرک مصنف کا رد کرنے اور توحید کو ظاہر کرنے کے لیے لہذا یہ قصر افرادی ہوگا۔ اور باری تعالیٰ کے فرمان اقرأ باسم ربک میں باء کا متعلق اس لیے مقدم کیا گیا کہ قرأۃ کا قصد اعتبار کے زیادہ لائق ہے تاکہ وہ فائدہ حاصل ہو جو اصل قرأۃ کی طلب سے مقصود ہے کیوں کہ اگر مؤخر کر دیا جائے تو یہ فائدہ دے گا کہ مطلوب قرأۃ کا اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ہونا ہے غیر کے نام سے نہیں۔

پھر یہ جملہ لفظًا اور معنًی خبریہ ہے لیکن سیبویہ کے ظاہر کلام پر انشائیہ ہے، اور مقصود مخالف کا رد کرنے کے لیے اللہ وحدہ کے نام سے تبرک کے انشاء کا اظہار ہے۔ اور زمخشری کے قول پر اس کا (بسملہ کا) جملہ خبریہ اخبار سے نکل جاتا ہے، اور شیخ عبد القاہر اس کے خلاف ہیں۔ پھر اسم سے مراد کنیت اور لقب کا مقابل ہے لہذا صفات کو شامل ہے حقیقیہ ہوں یا اضافیہ یا سلبیہ پس دلالت کر رہا ہے اس بات پر کہ تبرک و استعانۃ اللہ تعالیٰ کے تمام ناموں سے ہے۔ اور لفظ اللہ اس بلند ذات کا علم ہے جو صفات حمیدہ کی جامع ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین وغیرہ نے فرمایا ہے یا مخصوص ذات کا علم ہے یعنی کسی بھی صفت کا اعتبار کیے بغیر جیسا کہ علامہ عصام نے کہا ہے، سید شریف نے فرمایا کہ جس طرح عقلیں اس کے نور عظمت میں چھپ جانے کے سبب اس کی ذات وصفات کے بارے میں سرگشتہ ہیں اسی طرح اس کی ذات پر دلالت کرنے والے لفظ کے معاملے میں حیرت میں ہیں۔ گویا اس لفظ کی جانب ان انوار کی کرنیں منعکس ہوگئیں پس دیکھنے والوں کی آنکھیں بوجھل ہوگئیں۔ لہذا انہوں نے اس سلسلہ میں اختلاف کیا کہ یہ سریانی ہے یا عربی، اسم ذات ہے یا اسم صفت، مشتق ہے یا علم ہے یا غیر علم، اور جمہور اس پر ہیں کہ یہ عربی مرتجل ہے (وہ لفظ جس کا

استعمال معنی اول میں متروک ہو کر معنی ثانی میں ہو اور دونوں معنوں میں کوئی مناسبت نہ ہو) اس کی کسی اصل کا اعتبار کیے بغیر اور انہیں میں سے امام ابو حنیفہ اور محمد بن حسن اور امام شافعی اور خلیل ہیں رحمھم اللہ تعالیٰ۔

اور ہشام نے محمد بن حسن سے اور انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ یہ اللہ کا اسم اعظم ہے اور اسی کے قائل ہیں امام طحاوی اور کثیر علماء اور اکثر عارفین یہاں تک کہ ان کے نزدیک صاحب مقام کے لیے اس نام کے ذکر سے بڑھکر کوئی ذکر ہے ہی نہیں جیسا کہ ابن امیر حاج کی شرح تحریر میں ہے، ایسا ہی رد المحتار میں ہے۔

اور رحمٰن عربی لفظ ہے، اور کہا گیا ہے کہ رخمان کا معرب ہے جو خاء معجمہ کے ساتھ ہے اس کو سننے کے وقت اہل عرب کے انکار کر دینے کی وجہ سے، اور اس کا رد کر دیا گیا، بایں طور کہ اہل عرب کا رحمٰن کے لیے انکار باری تعالیٰ کے فرمان قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن، میں رحمٰن کو اللہ کا غیر گمان کرنے کی وجہ سے تھا- اور کہا گیا ہے کہ رحمٰن اسم جلالت کی طرح علم ہے، اس کے باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے اور تعریف و تنکیر کسی حالت میں اس کے غیر پر نہ بولے جانے کے سبب، لیکن مسیلمہ کے لیے شاعر کا قول، وانت غیث الوری لا زلت رحمانا، اس کا سرکشی اور کفر میں حد سے تجاوز ہے، اور شاعر نے اس کو معنوی حیثیت میں اختیار کیا ہے۔ امام سبکی نے فرمایا اور حق یہ ہے کہ منع شرعی ہے لغوی نہیں۔ کیوں کہ باری تعالیٰ کے ساتھ خاص وہ لفظ رحمٰن ہے جو معرف ہے- اور جمہور اس پر ہیں کہ یہ صفت مشبہ ہے، اور کہا گیا ہے کہ مبالغہ کا صیغہ ہے، کیوں کہ لفظ میں زیادتی معنی کی زیادتی ہی کے لیے ہوتی ہے ورنہ زیادتی بے سود ہوگی اور رحمٰن میں رحیم پر ایک حرف زیادہ کر دیا گیا ہے۔ اور رحیم مبالغہ کا فائدہ اپنے صیغہ سے دے رہا ہے، لہذا حرف کی زیادتی نے رحمٰن کے رحیم پر مقدار کے اعتبار سے معنی میں زائد ہونے پر دلالت کی اس لیے کہ رحمانیت مومن و کافر دونوں کو عام ہے۔ اور رحیمیت مومن کے ساتھ خاص ہے، یا کیفیت کے اعتبار سے (معنی میں زائد ہونے پر دلالت کی) اس لیے کہ رحمٰن کے معنی ہیں ظاہری نعمتیں عطا فرمانے والا اور رحیم کے معنی ہیں پوشیدہ نعمتیں عطا فرمانے والا۔

اور ظاہر یہی ہے کہ باری تعالیٰ کا ان دونوں سے وصف بیان کرنا مدح کے لیے ہے، اور اس میں حکم کی علت کی جانب اشارہ ہے یعنی شارح نے اپنی کتاب کو اللہ کے نام سے شروع کیا اس سے برکت حاصل کرتے اور مدد طلب کرتے ہوئے، کیوں کہ وہی تمام نعمتیں عطا فرمانے والا ہے اور جس ذات کی یہ شان ہو ابتدا اسی کے نام سے ہونی چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کو رحمت سے موصوف کرنا حقیقت ہے، یا مجاز ہے انعام سے یا ارادہ انعام سے کیوں کہ رحمت نفسانی عوارضات میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہیں۔ لہذا اس کی غایت مراد لی جائے۔ مشہور دوسرا قول ہے اور محقق پہلا قول ہے کیوں کہ جو رحمت عوارضات میں سے ہے صرف وہ ہے جو ہمارے ساتھ قائم ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ کے حق میں بھی ایسا ہی ہونا ضروری نہیں جو کہ مجاز ہو جیسے علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہا صفات جن کے وہ معانی جو ہمارے ساتھ قائم ہیں عوارضات میں سے ہیں اور اس کا کوئی قائل نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں مجاز ہیں۔

{۲۴} ریاض نعیم (مجموعہ کلام)

صدرالافاضل کا مجموعہ کلام **"ریاض نعیم"** اہل علم میں کافی مشہور و متعارف ہے۔ اس مجموعے میں آپ کا لکھا ہوا حمدیہ اور نعتیہ کلام، مناقب و قصائد اور غزلوں پر مشتمل عارفانہ کلام شامل ہے۔ یہ مجموعہ آپ کے وصال کے بعد پہلی بار آپ کے صاحبزادہ عالی وقار حضرت مولانا اختصاص الدین نعیمی کی ترتیب سے مولانا غلام معین الدین نعیمی نے شائع کیا۔ اس کے بعد مولانا غلام معین الدین نعیمی نے صدرالافاضل کی اولین سوانح **"حیات صدرالافاضل"** کے چوتھے حصے میں شامل کر کے شائع کیا۔ علامہ غلامہ معین الدین نعیمی کے مطابق صدرالافاضل نے بہت سے کلام لکھے جو ضائع ہو گئے۔ جو منتشر تھا اسے جمع کیا، کوئی کلام ادھورا و بغیر مقطع تھا صدرالافاضل نے آپ کی فرمائش پر اسے مکمل فرمایا۔ اس طرح یہ مجموعہ کلام **"ریاض نعیم"** منظر عام پر آیا۔ مولانا غلام معین الدین نعیمی اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

"**سیدی حضرت صدرالافاضل قدس سرہ** علم سخن میں بھی دیگر علوم و فنون کی مانند بڑی دسترس اور مہارت رکھتے تھے۔ اور یہ بات آپ کے ورثہ میں داخل تھی۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین صاحب نزہت رحمۃ اللہ علیہ استاد الشعراء تھے۔ اسی طرح آپ کے اجداد کا عالم تھا۔ **سیدی قدس سرہ** نے اپنی حیات طیبہ میں بے شمار نعتیں اور نظمیں فرمائی ہیں۔ افسوس کہ وہ سب جمع نہیں کی گئیں۔ بلکہ جس کے جو ہاتھ لگا اپنے ساتھ لے گیا۔ اس خادم نے بعض افراد سے اس معاملہ میں رابطہ بھی قائم کیا، مگر خاطر خواہ کلام فراہم نہ ہو سکا۔ مندرجہ ذیل کلام بھی وہ ہے جس کو میں نے اپنی حاضری کے دوران جمع کیا۔ یا جس کو **حضرت** نے وقتاً فوقتاً فرمایا۔ ان میں کچھ نظمیں ایسی تھیں جو مقطعے سے خالی تھیں۔ آخری دنوں میں میں نے عرض کیا، کہ انہیں مکمل فرما دیا جائے تو **حضرت** نے کچھ دن پہلے انہیں مکمل فرمایا۔ ان اشعار میں اپنے دنیا سے رخصت ہونے کے بارے میں تلمیح موجود ہے۔ مثلاً یہ شعر کہ ؎

چل دیے باغ سے چمن پیرا
گل و گلزار کا خدا حافظ

بہر حال میں جس قدر جمع کر سکا نذر قارئین کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کلام کو کتابی شکل میں **حضرت قدس سرہ** کے وصال فرمانے کے بعد مراد آباد سے شائع بھی کیا تھا۔ غلام معین الدین نعیمی۔" [حیات صدرالافاضل: ص۲۰۱]

اس کے بعد یہ مجموعہ کلام اسی طرح شائع ہوتا رہا۔ البتہ ابھی ماضی قریب میں اس مجموعہ کلام کی جدید ترتیب کے ساتھ مراد آباد سے اشاعت ہوئی ہے۔ ترتیب کار ادیب لبیب ڈاکٹر آصف حسین مراد آبادی ہیں۔ مرتب موصوف نے بہت ہی لگن سے اس کتاب کی ترتیب و تذہیب کا کام انجام دیا ہے، جس کے لیے وہ لائق ستائش و مبارک باد ہیں۔ اس جدید ایڈیشن کی چند خصوصیات یہ ہیں:

مرتب موصوف نے مجموعے کے شروع میں صدرالافاضل اور دیگر اہل خاندان وغیرہ کا سوانحی خاکہ پیش کیا ہے۔اور ان کی علمی وادبی خدمات کا اجمالی مگر تحقیقی تعارف لکھا ہے۔

مطبوعہ کلام کی قدیم اشاعتوں میں درآئیں کتابت اور فنی اغلاط کی تصحیح کی ہے۔

غیر مطبوعہ اور نایاب کلام اپنے تتبع وجستجو سے حاصل کرکے شامل کیا ہے۔

عربی فارسی کلام کے ترجمے کراکے شامل کیے ہیں۔

کلام کس بحر میں لکھا گیا ہے اس کی تحقیق بھی پیش کی گئی ہے۔

مجموعہ میں مندرج دقیق الفاظ کی آخر کتاب میں فرہنگ پیش کی گئی ہے۔

الحاصل بہت ہی دل آویز اور دل کش انداز میں مجموعہ کو ترتیب دیا گیا ہے۔۲۸۸۔صفحات پر مشتمل یہ پوری کتاب جسے مرتب نے **"صدرالافاضل اور فن شاعری"** کے نام سے موسوم کیا ہے۔اور اس مجموعہ کا تاریخی نام ڈاکٹر صابر سنبھلی نے **"نور ریاض نعیم"(۱۴۳۷)**۔ تجویز کیا ہے، پڑھنے جانے سے تعلق رکھتی ہے۔

{۲۵} شرح شرح مائۃ عامل

یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے۔بہت جستجو کے بعد پتہ چلا کہ مفتی عبدالحفیظ صاحب بچپیڑوا بلرام پور، کے پاس ہے۔ فقیر نے حضرت سے رابطہ کیا مگر حضرت کی مصروفیات اس قدر کہ مسلسل رابطے پر بھی کتاب حاصل نہ کرسکا۔جن کی ان تک رسائی تھی ان کو بھی بارہا فون کیا مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔اللہ کرے یہ کتاب ضائع نہ ہو اور صدرالافاضل کی یہ علمی میراث ان کے وارثین تک پہنچ جائے۔آمین۔

{۲۶} احسن الکلام فی استحباب عمل المولد والقیام

محفل میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے لکھی گئی صدرالافاضل کی یہ کتاب نایاب ہے۔اس کتاب کے سلسلے میں کافی تفشیش کی مگر کوئی سراغ نہ ملا۔بعض احباب سے سنا کہ یہ کتاب صدرالافاضل کی نہیں بلکہ تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کی ہے، مگر اچانک حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی کی کتاب **"علم المیراث"** نظر آئی۔جو اہل اہل سنت برقی پریس مرادآباد سے مولانا ظفرالدین نعیمی شہزادہ صدرالافاضل کے اہتمام سے شائع ہوئی تھی۔یہ کتاب کا اردو پہلا نسخہ تھا۔اس سے قبل گجراتی زبان میں شائع ہو چکی تھی۔اس وقت مصنف موصوف مدرسہ مسکینیہ دھوراجی میں عہدہ صدارت پر فائز تھے۔جیسا کہ سرورق پر مسطور ہے۔اور یہ زمانہ صدرالافاضل کے ظاہری حیات کا تھا۔ اس کتاب کے پشت پر کتاب **"احسن الکلام"** کا اشتہار شائع ہوا تھا۔جسے دیکھ کر یقین ہو گیا کہ کتاب صدرالافاضل ہی کی

ہے۔اشتہار میں صدرالافاضل کے اسم گرامی کے اندراج سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ اشتہار صدرالافاضل کی ظاہری زندگی میں شائع کیا گیا تھا۔اشتہار ملاحظہ کریں:

"احسن الکلام فی استحباب عمل المولد والقیام"

محفل مبارک میلاد شریف کے ثبوت استحباب میں حضرت صدرالافاضل استادالعلماء مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم کی ایک اعلیٰ تصنیف ہے۔اس میں ہر ہر پہلو سے بحث کی گئی ہے۔اور دلائل واضحہ اور براہین لائحہ سے محفل میلاد شریف کا استحباب اور اس کا موجب خیر وبرکت ہونا ثابت کیا گیا ہے۔معترضین کے جملہ اعتراضات کی دھجیاں اڑادی گئی ہیں اور دل نشین اور دل پذیر جوابات سے تسکین کی گئی ہے۔اس کتاب کے دیکھ لینے کے بعد محفل شریف کے استحباب میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔عن قریب چھپ کر تیار ہونے والی ہے۔اہل سنت برقی پریس مراد آباد سے ملے گی۔"

{۲۷} گلبن غریب نواز

یہ کتاب تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملی۔کب لکھی گئی، کب چھپی اس کا بھی کہیں ذکر نہیں ملا۔

{۲۸} پراچین کال

یہ کتاب نایاب ہے۔

{۲۹} فن سپاہ گری

یہ کتاب بھی نایاب ہے۔

{۳۰} شرح قطبی

یہ کتاب بھی دستیاب نہیں ہوئی۔

مقالات ومضامین

دور طالب علمی سے ہی مضمون نگاری شروع فرمادی تھی۔ ملک کے مشہور رسائل واخبارات میں آپ کے مضامین شائع ہوتے، اور شوق سے پڑھے جاتے تھے۔ آپ کے مضامین علمی و تحقیقی ہونے کے ساتھ حالات حاضرہ کے مطابق ہوتے۔ مذہبی، مسلکی، مشربی، ادبی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی ہر موضوع پر آپ نے مضمون طرازی فرمائی ہے۔ قدیم اخبارات ورسائل میں آپ کے مضامین جو ہمیں دستیاب ہوئے ان کی تعداد ترسٹھ (۶۳) ہے۔ حالاں کہ یہ تعداد بہت کم ہے۔ مگر مجموعی اعتبار سے یہ ترسٹھ مضامین کسی لائبریری سے کم نہیں ہیں۔ یہ مضامین صدرالافاضل کے سیرت وکردار، قیادت وسیادت، سیاسی بصیرت، دینی حمیت، شرعی پاسداری، کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ہم یہاں عناوین کے تناظر میں مضامین کا قدرے تعارف پیش کردیتے ہیں تاکہ قارئین محظوظ ہوسکیں۔

سلطان کونین کا ورود مسعود

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ یقیناسب سے بڑی نعمت ہے۔ اس نعمت پر رب کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہی کم ہے۔ آمد مصطفی کے حوالے سے اب تک اتنا کچھ لکھا جاچکا ہے جس کا اندازہ کرپانا ناممکن ہے۔ اصحاب قلم نے اپنے اپنے طور پر آمد مصطفی کے تذکرے کیے۔ ہر صاحب قلم نبی پاک کی ولادت طیبہ کے عنوان پر لکھنا اپنی معراج تصور کرتا ہے۔ آپ نے بھی اس عنوان کو اپنا موضوع قلم بنایا، ولادت مصطفی پر لکھا اور خوب لکھا۔ ایسا لکھا کہ پڑھنے والے عش عش کیے بغیر نہ رہ سکے۔ اردو، عربی، فارسی، نظم ونثر کے حسین سنگم نے مضمون کو خوب سے خوب تر بنادیا۔ ولادت مصطفی کے پسِ منظر وپیش منظر کو پڑھ کر دل جھومنے لگا۔ اور وقت ولادت کی ساعتوں کا بیان جان آفریں پڑھ کر بھلا کون نہ جھومے۔ آپ نے جس انداز میں وقت ولادت کا نقشہ کھینچا ہے یقینا محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔ رقم طراز ہیں:

”نور بھری رات کی خیر وبرکت والی ساعتیں محبوب کی آمد پر قربان ہوتی چلی گئیں... صبح صادق کا سہانا اور دل لبھانے والا وقت آیا،... خوش اِلحان طیور نے غایت سرور سے نغمہ سنجی شروع کی،... عطربیز خوشبوؤں نے دماغ معطر کیے... کعبہ معظمہ کے دَر و دیوار جنبش میں آئے،... بت اَوندھے منہ گرے،... شیاطین کے تخت اُلٹ گئے،... ضلالت کی شب دَیجور کا پردہ چاک ہوا... صدق وصفا کی صبح صادق نے جلوہ کیا... حق وہدایت کے آفتاب عالم تاب نے بے نظیر جاہ وجلال، بے مثل حسن وجمال کے ساتھ اپنی طلعت مبارک سے حجاب اُٹھایا،... طیب وطاہر، زکی ونظیف، عالم کے سلطان، خدا کے محبوب، ہمارے آقا سرور انبیا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحن عالم میں قدم رکھا ؎

ولد الحبیب و مثلہ لا یولد
ولد الحبیب وخدہ یتورد
ولد الحبیب مطیبا و مکحلا
فالنور من و جناتہ یتوقد
نخل قدش کہ از چمن جاں بر آمدہ
شاخ گلے بصورت انساں بر آمدہ

یہ لطف چند سطور سے حاصل ہورہا ہے تو اندازہ کریں کہ مکمل مضمون کتنا پُر لطف اور دل کو لذت بخشنے والا ہوگا۔

مدنی تاجدار

لولاک لما خلقت الافلاک، لولاک لما خلقت الدنیا، لولاک لما خلقت الارض والسمٰوت، بارہا پڑھا اور سنا ہے۔ مگر اس کی حقیقت پر غور کرنے کا موقع شاید کبھی میسر آیا ہو۔ جرح کرنے والے جرح کرنے میں زندگی گزار گئے۔ البتہ عشاقانِ مصطفی نے جرح کی منزل سے دور حقیقت کی منزل میں رہ کر اس کو پڑھا اور سنا اور اس کو اپنا ایمان مانا۔ ان کے اعتقاد میں یہ بات سب سے اہم ہے کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی وجہ تخلیق کائنات ہے۔ یقیناً ان کا وجود ہی مخلوق کے معرض وجود میں آنے کا سبب ہے۔ وہی ہستی اول کا پہلا نقش ہیں۔ بلاشبہ وہ نہ تھے تو کچھ نہ تھا اور اگر وہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ حضور اعلیٰ حضرت نے بھی اس کا صاف اعلان فرمادیا ؎

وہ جو نہ تھے توکچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں توکچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

اسی عقیدہ کی وضاحت آپ کے اس مضمون میں پائی جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

"دائرہ کائنات کا مرکز... مجموعہ مخلوقات کا حرف اولیں،... گلزار خلائق کا سب سے نفیس پھول،... آسمانِ وجود کا نیّر اعظم،... دوہ تابان و درخشاں نورِ عالم افروز ہے جس کے ظہور نے اپنے پرتو جمال کے فیضان سے کائنات کو مالا مال کردیا۔ یہ کاتب قدرت کے قلمِ ایجاد کا سب سے پہلا نگار ہے۔ اُس نے اپنے حسن و جمال، زیبائی و یکتائی، خوبیِ دل رُبائی سے ہمہ تن سراپا زبان ہوکر اس کی صنعت و حکمت، علم و قدرت، بدیع نگاری، نادر طرازی، اوصاف کمال، عزت و جلال کی برملا شہادت دی۔

مزید لکھا:

تمام دنیا اسی پاک ہستی کی عزت و منزلت ظاہر کرنے کے لیے مخلوق ہوئی۔ ہر ممکن کو اسی کی اطاعت و

خدمت، اسی کے اظہار شان و شوکت کے لیے وجود مرحمت ہوا۔ سطوت الٰہیہ اور وجودِ حق اسی کے وجود مبارک سے پہچانا گیا۔ جمال کبریائی کی معرفت اُسی کی بدولت ہوئی۔ کاتب اَزل نے سب سے پہلا جو دل کش نقش رقم فرمایا، سب سے اوّل جس ذاتِ اَقدس کو ہستی عنایت کی، وہ عربی تاجدار کا نورِ پاک تھا۔

خورشید رسالت

نور پاک مصطفی کی نورانیت، ولادت مصطفی کی تجلی اور جمال مصطفی کی تابش کو خورشید رسالت کے خوبصورت عنوان کے سانچے میں ڈھالنے میں آپ نے جس انوکھے انداز کا اظہار کیا ہے وہ یقیناانہیں کا حصہ ہے۔ ایک عنوان تین موضوعات کو محیط ہے۔ اور یقینایہ ایک بڑی کاوش ہے۔ مضمون کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو جس سے مضمون کی اہمیت و دل کشی واضح ہو۔

”یہ طبقہ ہر قرن ہر عہد ہر زمانہ میں مصطفائی جمال کا دلدادہ رہا اور جس طرح آفتاب کے حسن کا جاننے والا، شب تار کی گھڑیاں بے چینی میں کاٹتا ہے اور تمام شب آفتاب کی نورانی بقا کا انتظار کیا کرتا ہے، اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ اہل نظر و اصحاب بصر خورشید رسالت کے انتظار میں ہجر کی طویل رات غم و اَندوہ اور اِضطراب و بے قراری کے ساتھ کاٹتے رہے۔ یہ ولولہ اور شوق پہلوں ہی پر ختم نہیں ہوگیا اور جذب اُلفت کا مزہ تنہا سابقین ہی اپنے ساتھ نہیں لے گئے بلکہ عہد پاک کے بعد سے آج تک تمام عالم اسلام چشم تمنا بنا ہوا ہے۔

ہر صغیر و کبیر برنا وَ پیر سال بھر ربیع الاول شریف کی آمد کا انتظار کیا کرتا ہے۔ ماہ ربیع الاول آیا، چاند نے اپنے چہرہ سے نقاب کا ایک گوشہ اُٹھایا اور دل باغ باغ ہوئے... افسردہ جانوں کے سربستہ غنچے کھل گئے... پژمردہ شگوفے تر و تازہ ہوئے... نسیم شوق کے فرحت اَنگیز جھونکوں سے چمن دَہر کے نہال و شجر لہلہانے لگے... طبیعت کی ہزار داستان بلبلیں جذبات شوق کی نغمہ سرا ہوئیں... فیض باری نے رحمت و کرم کی بارش کی... باغ عالم میں بہار آئی... مرادوں کے گل کھلے... حبیب کبریا کی آمد آمد کا شہرہ مچا... مدح و ثنا کے ترانوں سے گنبد نیلگوں گونجنے لگا... میلاد مبارک کی محافل متبرکہ جابجا قائم ہوئیں... زبان آوروں نے نعت شریف میں زبان کھولی... فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائے... دنیا کے چپے چپے پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے بیان ہوئے... خصائص و معجزات سنائے گئے... ایمان داروں میں ایک تازہ زندگی پیدا ہوئی... رزائل سے دلوں میں نفرت ہوئی... خصائل حمیدہ و اَخلاق ستودہ کی رغبت ہوئی... ایمانی و روحانی جذبات حرکت میں آئے... دنیا میں اصلاح و تہذیب کا دَور دَورہ ہوا... خدا طلبی و راست بازی کے جوہر چمکے... اَقوام عالم کو سیرت پاک کے نقشے دکھا کر متحیر کر دیا گیا... نظر بازوں کی آنکھیں جھپک گئیں... گردن کشوں کے سر جھک گئے........ حبیب اَنور کی بے مثالی کے نقش دلوں پر کھنچ گئے... جس طرح میلاد مبارک و ظہور نور اَقدس سے تاریکی کفر و ضلالت دُور ہوئی اور سادہ دل مشر قستانِ اَنوار بنے... مردہ قلوب کو حیات میسر آئی... اور ضائع شدہ استعدادیں اور قابلیتیں اَز سر

نومعرض وجود و شہود میں آئیں ... مردہ دنیا جی اُٹھی... اور خدا شناسی مٹے ہوئے نشانات پھر سر بہ فلک ہوئے... شہوات میں ڈوبی ہوئی مخلوق - بہیمت کی پستی میں گرے ہوئے انسان - شیطانی دام کے گرفتار - قدم ناز کی ایک ٹھوکر سے نجات پاکر اَوجِ شرافت پر پہنچے... ہادی خلق بنے... آفتاب رُشد وہدایت ہوئے... ہر زبان ثنائے الٰہی و توحید کا وظیفہ خوان ہوئی... دل خواہشات نفسانیہ کی منزل ہونے کے بجائے مراقبہ و مکاشفہ سے بہرہ اَندوز ہوئے... نگاہوں کے سامنے سے پردے اُٹھے... حقیقت کے راز کھلے... ہر گھر حکم و معارف کی درس گاہ خانقاہ بنا... سکانِ سماوات کو حیرت ہوگئی... اک دَم میں کیا سے کیا ہوگیا۔ رُخسارِ اَنور کی ایک تجلی نے شبِ تار کو روزِ روشن بنا دیا... ہادیِ برحق کے لطیف اشاروں نے صدیوں کی گم راہیوں کو نیست و نابود کر ڈالا... شیاطین مایوس ہوئے... بتوں نے کلمے پڑھے... شجر و حجر نے شہادتیں دیں... صحرا کے درندے رسالت کے اعلان کرنے لگے۔"

محفل میلاد شریف

میلاد مصطفی کی مقدس محفلوں کی لذتوں، سے کون عاشق محظوظ اور اس کی برکتوں سے کون مالامال نہیں ہونا چاہے گا؟ میلاد مصطفی عشاق کے لیے لذت و سرور کا باعث، دیوانوں کے لیے سرمستی کا سامان، غم خواروں کے لیے فرحت وانبساط کا ذریعہ، بیماروں کے لیے دوا اور مردہ دلوں کے لیے آب حیات ہے۔ عرب و عجم میں کہاں کون سا مقام ہے جہاں میلاد مصطفی کی پر کیف محفلیں نہیں سجتیں۔ ہر جگہ ہر کوئی مسلمان اپنے نبی کے میلاد کی خوشی میں سرمست و مگن رہتا ہے۔ سوائے چند وہابیوں کے۔ آپ رقم طراز ہیں:

"مگر اس محفل مبارک کے انعقاد سے یہ ثابت ہوا: کہ باستثنائے چند وہابیوں کے عرب، عجم، یورپ، افریقہ، ایران ترکی وغیرہ تمام ممالک کے مسلمان محفل میلاد شریف منعقد کرتے ہیں اور اس کو سرمایہ سعادت و برکت جانتے ہیں۔ ماہ ربیع الاول دنیائے اسلام میں بالعموم مسرت کی لہریں لاتا ہے اور ہر مسلمان گھر تمام بلاد واَقالیم میں ذکر مصطفی علیہ التحیۃ والثنا سے منور ہوجاتا ہے۔ صرف معدودے چند وہابیوں کے جھونپڑے اس ذکر اَقدس کے اَنوار سے محروم و بے نصیب رہتے ہیں۔ ان گھروں میں بجائے فرحت و شادمانی کے بغض و عداوت حسد و رشک کی آگ سلگتی رہتی ہے... اور وہ اپنی آگ میں خود جلا کرتے ہیں۔ کفی للحسود حسد۔ گھر گھر عید ہوتی ہے اور مٹھی بھر وہابیوں کے گھر ماتم! دنیا حضور اَقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں مسرور ہے اور یہ فرقہ مبتلائے غم۔

وصل حبیب

جو شخص وصل و فراق کے مفہوم کو سمجھتا ہے اس کے لیے یہ سمجھنا کوئی مشکل امر نہیں ہے کہ وصال کی لذتوں سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں ہے۔ وصال یار کی رعنائیاں کس قدر دل کو فرحت بخشتی ہیں یہ تو وہی جان سکتے ہیں جو

وصال یار کی لذتوں سے آشنا ہوں۔ہاں اس وصال کا اندازلگانا جہاں بے چینی و بے قراری بھی نہ ہو فرحت دل یا کیف وسرور جیسی کسی مادی شی کا شائبہ بھی نہ ہو، یقینا محال ہے۔اسی وصال کو وصل حبیب کے عنوان سے آپ نے پیش کیا ہے۔کیا ہی منظر ہو گا وہ منظر، جب محب نے اپنے محبوب کے وصل کا ارادہ کیا اور دیدار کا مشتاق ہوا۔اپنی بارگاہ سے نورانی لشکر مکمل شان بان کے ساتھ روانہ فرمایا۔اور اپنے حبیب کو اپنے قرب خاص میں دعوت خاص دے کر بلایا۔ اور بے شمار نوازشات سے نوازا۔اپنے دیدار کی لذتوں سے ہمکنار کیا۔آپ نے جس کی منظرکشی کچھ یوں کی ہے:

عجیب منظر ہے محب نے محبوب کو بلایا ہے...طالب نے مطلوب کو یاد کیا ہے...مالک و مولیٰ نے اپنے بندہ مصطفی کو طلب کیا ہے...کس تعظیم و تکریم کے ساتھ، کس اِنعام واِکرام کے ساتھ آستانہ معلی پر سواری بھیجی گئی ہے... بہشتی براق حاضر کیا گیا ہے...اَخص خواص، صاحب اختصاص، محرم و اَنیس مجلس خاص کو شب کی تنہائی اور خلوت کے وقت میں چشم اَغیار سے پنہاں بلانے کے لیے بھیجا ہے.....حضور اس مقام قرب میں پہنچے جہاں کسی اِنس و مَلک کو رَسائی نہ تھی، ساتھی رہ گئے۔ہنوز ستر(۷۰) حجاب نوری ہیں، ہر حجاب پانچ سو برس کی راہ....انقطاع تام ہے، محض تنہائی ہے، رحمت الٰہی کی اِعانت واِمداد سے محبوب مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بے حیرت ودہشت وہ حجابات طے کیے۔ حضرت عزت سے ندا آئی: اُدْنُ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّہ، اُدْنُ یَا اَحْمَد، اُدْنُ یَا مُحَمَّد۔اے بہترینِ کائنات! قریب آئیے۔اے احمد! قریب آئیے۔اے محمد! قریب آئیے۔(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور فرماتے ہیں: مجھے پروردگارِ عالم نے اپنے قرب سے نوازا...اور وہ قرب اَتم حاصل ہوا جس کو ''دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی'' میں بیان فرمایا...اور علم اولین وآخرین عطا فرمایا... محب ومحبوب میں راز کی باتیں ہوئیں... فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ تمام علوم ومعارف اور حقائق ودقائق کے دروازے کھول دیے گئے...اور وہ نعمتیں دولتیں عطا ہوئیں جو احاطہ بیان سے باہر ہیں۔

لیلۃ الاسرا

سفر کون نہیں کرتا، سالوں سال لوگ سفر کرتے ہیں مگر کون یاد رکھتا ہے، کون اہمیت دیتا ہے۔سفر تو سبھی کرتے ہیں مگر ایک سفر مکہ سے لامکاں تک ہوا، کلو میٹر سے جس کی پیمائش ناممکن ہے۔کئی ہزار سال کے مسلسل سفر سے کہیں زیادہ لیکن اتنی طویل مسافت آن بھر میں طے ہوگئی۔ہاں وہ آن بھر کا سفر جسے طے کرنے والے نے تو آن بھر میں طے کر لیا مگر اس سفر کی روداد لکھنے والے چودہ سو سال پورا کر چکنے کے بعد بھی سفر کی روداد مکمل نہ کر سکے ہیں۔ صدرالافاضل نے شب معراج کی اس مبارک گھڑی کی وسعتوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یہ سفر اس قدر طویل ہے کہ اس کی پیمائش کرتے زندگی گزر جائے گی مگر اس کی پیمائش پوری نہ ہو سکے گی۔فرماتے ہیں:

’’عہد نبوت کے حق نما وقائع اور شان دار معجزات بفضلہ تعالیٰ اس قدر کثیر ہیں کہ مجلدات کبار بھی ان کو حاوی نہیں ہوسکتے اور بڑے بڑے دفتروں میں ان کا اِحصا متعذر نظر آتا ہے لیکن بعض وقائع اپنے ساتھ کچھ ایسی دل آویز تجلیاں رکھتے ہیں کہ ضبط کتابت میں آنے سے پہلے ان کے صدق و حقانیت کے نقوش صفحات قلوب میں زینت بخش ہوجاتے ہیں - ان ہی میں سے وہ واقعہ عظیمہ ہے جس کو میں اس وقت اجمالاً آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ دنیا اگر مجموعہ لیل ونہار کی ورق گردانی کرے تو اس کو اس تمام مجموعے میں ایسا ایک مرقعہ بھی ہاتھ نہ آئے گا جو شبِ اَسریٰ.....رنگیں کا مقابل ہوسکے ۔‘‘

آسمانی سیر

زمین پر گھومے تو کیا گھومے، سمندر کی سیر کی تو کیا سیر کی، سیر تو آسمان کی سیر ہے۔ جہاں سے پستی کی طرف دیکھنے والا پستی سے بہت دور ہوتا ہے ۔ بلندیاں جس کے قدموں میں جھکی ہوتی ہیں ۔ کون ہوگا وہ مسافر جس نے آسمانوں کی سیر کی ہوگی، آسمان میں موجود تمام چیزوں کا معائنہ کیا ہوگا۔ وہاں کے عجائبات ملاحظہ کئے ہوں گے ۔ اور وہاں کی آب وہوا اور پر کیف ماحول سے لطف اندوز ہوا ہوگا۔ زمانہ اس مبارک سفر کے مقدس مسافر کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی سے جانتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

’’خطہ زمین کی سیر اَمر عجیب نہیں نہ اس سے اُس مسافر کے لیے کوئی منزلت وقربت ثابت ہوتی ہے۔ ایک شخص اُٹھا اور جنگلوں، پہاڑوں، گاؤں، آبادیوں، ویرانوں میں گشت کر آیا، اس کا یہ کام عام طاقت انسانی سے بالاتر ہے نہ اس سفر کو اُس کے لیے قرب حق کی دلیل بنایا جاسکتا ہے لیکن کرہ ارض سے تجاوز کر کے اِحاطہ کرنے والے آسمانوں سے گزرنا، جسد بشری کا تمام فضائیں طے کر کے عالم سماوات کی سیر فرمانا- یہ ایسی عجیب بات ہے جو عالم نقل و حکایت کی صرف ایک ہی ذات کے لیے ثابت ہے۔

علاوہ یہ کہ یہ سیر عقل کو حیرت میں ڈالنے والے عجائب پر مشتمل ہے اور قدرت الٰہیہ کے بدیع ورفیع مدارج و مراتب... کرتی ہے۔ خلق کے لیے فیض ربّانی کا فتح باب اور.... عزت کے لیے انتہائی عزت کا تاج افتخار ہے جو بواسطہ ایک فرد کامل کے حاصل ہوا۔ جو بھی مدارج ومراتب ہیں ان میں یہ مرتبہ سب سے بلند ہے ۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم کی شان محبوبیت کبریٰ نمودار ہورہی ہے ۔

دَورِ حاضر میں سیّد عالم کے معجزات کا ظہور

کب کیا ہوگا، کہاں کیا ہوگا، کون کیا کرے گا، کس کا کیا ہوگا مخلوقات میں بھلا کون بتا سکتا ہے۔ ڈھکی چھپیں باتوں کو بتانا غیب کی خبریں دینا یہ تو بس رب کی شان ہے کسی نبی ولی کو یہ طاقت حاصل نہیں ہے۔ یہ بولی ان کی ہے

جنہوں نے ایمان کی دولت نہیں پائی، بظاہر کلمہ پڑھا مگر دل حلاوت ایمانی سے محظوظ نہ ہو سکا۔ قرآن پڑھا مگر سمجھ میں نہ آیا احادیث کو مانا ہی نہیں یا مانا مگر ایمانی ضعف کے سبب وہ بھی ضعیف نظر آئیں ۔ اگر رائی برابر بھی دل میں ایمان ہوتا تو رب قدیر کا اس قدر فرمان کافی تھا:

علم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الامن ارتضی من رسول

اور اس فرمان سے ''وماھو علی الغیب بضنین'' کا عقیدہ ہمیشہ کے لیے دل میں محفوظ ہو جاتا۔

علم غیب، نبی پاک کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے۔ کسی مسلمان کو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی پاک کو اللہ پاک نے جملہ علوم غیبیہ اپنے فضل سے عطا فرمائے ہیں۔ دنیا کی کوئی شی نبی کی نگاہوں سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ جب سے کائنات وجود میں آئی ہے تب سے قیامت اور مابعد القیامت تک ہونے والے واقعات و حالات نبی پاک کو معلوم ہیں۔ انہیں میں سے ایک منکرین احادیث کا حال اور ان کی تفصیل ہے۔ جس کے بارے میں نبی پاک نے اپنے دور ظاہری میں فرما دیا تھا۔ اور جب نبی کی اس پیشین گوئی کا اظہار ہوا تو صدر الافاضل نے اس کی نشان دہی فرماتے ہوئے علم غیب مصطفی کی روشنی میں نام نہاد اہل قرآن منکرین احادیث کی بخیہ دری فرمائی۔

مدینہ طیبہ کی نورانی تجلیاں

دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولیٰ تری رحمت برستی ہے

مدینہ طیبہ کی رفعتوں، بلندیوں، عظمتوں، فضیلتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ مدینہ وہ ہے جہاں کے ذرہ ذرہ میں برکتیں پنہاں ہیں۔ جہاں کی خاک بھی دوا کی تاثیر رکھتی ہے۔ جہاں موت بھی شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔ جہاں صبح کو ستر ہزار فرشتے اور شام کو ستر ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جہاں حاضر ہونے والے کو وجوب شفاعت کی سند مل جاتی ہے۔ جہاں کا ایک خطہ زمین جنتی باغ ہے۔ تو ایک خطہ، زمین و آسمان، عرش و جنت سے بھی افضل و بالا ہے۔ اور یہ سب برکتیں ہیں تاجدار کونین کے قدوم میمنت لزوم کی۔ آپ کے مضمون میں اسی مقدس شہر کی جلوہ سامانیوں کا تذکرہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا بیان

جسمانی اعتبار سے دنیا میں پیدا ہونے والے سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔ آدمی انہیں سے منسوب ہو کر آدمی بنا۔ یہ آدمی کب کیسے وجود میں آیا، ایک معرکۃ الآرا بحث ہے جسے آپ نے بڑے ہی عام فہم اُسلوب اور آسان مفہوم کے ساتھ سپرد قرطاس کیا ہے۔

سیر الصحابہ

کانٹے بھی پھول کی صحبت اختیار کرلیں تو خوشبودار ہوجائیں۔ یہ توانسان تھے۔ جنہیں چمن نبوت کے مہکتے پھول کی صحبت ملی تو ایسے مہکے کہ آج تک ان کی خوشبو سے اہل ایمان کے مشام جان معطر ہیں۔ لوگ اپنے ساتھ رہنے والے، صحبت اختیار کرنے والے کو بھول جاتے ہیں، زمانہ انہیں یاد نہیں رکھتا مگر یہ ایسی ذات کے صحبت یافتہ ہیں کہ زمانہ نہ انہیں بھول سکتا ہے نہ ان سے منسوب کسی شی کو۔ اہل ایمان کے یہاں انہیں اصحاب رسول اللہ، کہا جاتا ہے۔ ان کی قدر و عظمت، رفعت و بلندی، مقام و مرتبہ، فضیلت و شان کیا ہے اس کا قدرے اندازہ صدر الافاضل کے مضمون کو پڑھنے کے بعد حاصل ہوگا۔

شریعت اسلامیہ کا ابتدائی عہد/شریعت اسلامیہ کا نظام/شریعت اسلامیہ کی حفاظت

شریعت کی محافظت/شریعت مطہرہ کا احترام

اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و تابعداری ہی کا نام شریعت ہے۔ اور اس کا سارا دارومدار ”مااتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا“ پر ہے۔ اور یہ حق ہے کہ اس کے بغیر شریعت کا وجود متصور نہیں ہے۔ شریعت اسلامیہ کا آغاز کب سے ہوا، اس کا نظام دستور کیا ہے، اس کے احترام کی حدود کیا ہیں اس کی حفاظت کے ذرائع اور پاس داری کے اصول کیا ہیں ان سب کا احاطہ کرنے والے آپ کے ذکر کردہ پانچوں مضامین کتاب کا ایک اہم حصہ ہیں۔

السواد الاعظم

نبی پاک کا فرمان عالیشان کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے بہتر جہنمی اور ایک جنتی ہے، حق ہے۔ اور اسی پر اہل ایمان کا ایمان ہے۔ اب وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ اس کی پہچان کیا ہے؟ اور اس کے دعوے داروں میں کون حق بجانب ہے؟ یہ سب آپ کے اس مضمون سے معلوم ہوگا۔

میں عالم کا بادشاہ ہوں

اسلام پوری دنیا میں اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ موجود ہے۔ اور اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ پوری دنیا میں مذہب اسلام کی ہی بادشاہت ہے۔ ہاں البتہ یہ الگ بات جس طرح بادشاہ کے خلاف رعایا میں گروپ در گروپ بن جاتے ہیں اور وہ اس کی مخالفت پر آمادہ ہوجاتے ہیں کچھ یہی حال اسلام کا ہے۔ کہ دنیا میں اسلام کی بادشاہت ہے

البتہ مخالفین گروہ اس کے خلاف ریشہ دوانی اور شر انگیزی میں مصروف ہے۔اور جس طرح بادشاہ کے بھی کچھ آستین کے سانپ ہوتے ہیں جو اسے نقصان پہنچاتے ہیں اسی طرح کچھ اسلام کی پناہ میں رہنے والے ،اس کے نام سے خود کو شہرت دینے والے بھی اسلام کی بنیاد کمزور کرنے اور اسے نقصان پہنچانے کی ناپاک سعی کرتے رہتے ہیں۔اسی مضمون پر مشتمل آپ کا یہ مضمون ہے۔

سالِ نو۱۳۴۹ھ/سالِ نو۱۳۵۰ھ

نیا سال، ہر سال آتا ہے یہ الگ بات کہ کچھ اسے دیکھ پاتے ہیں کچھ اس کے آنے سے پہلے ہی رخصت ہوجاتے ہیں۔۱۳۴۹ھ اور ۱۳۵۰ھ یہ سال کچھ اس طرح آئے کہ ان کی آمد کا تذکرہ آپ نے بڑے ہی انوکھے انداز میں کیا جسے پڑھ کر ہی لطف اندوز ہوا جاسکتا ہے۔

ماہ محرم کے خیرات وحسنات

اسلام کا پہلا مہینہ محرم ہے۔اس مہینہ کو بے شمار خوبیوں کا حامل مانا گیا ہے۔اس مہینہ کی فضیلت اور اس کے تقدس پر کافی کچھ لکھا گیا البتہ آپ کا لکھا ہوا الگ ہی شان رکھتا ہے۔آپ نے اس ماہ کی شان اس میں حاصل ہونے والی برکتوں، اس میں ادا کی جانے والی عبادتوں، کا ذکر بڑے ہی حسن خوبی کے ساتھ کیا ہے۔

شب برات

یہی وہ رات ہے جس میں رب قدیر اپنے بندوں کو بلا بلا کر نوازتا ہے۔بخشش ومغفرت کے انعامات تقسیم فرماتا ہے۔اسی شب میں زندگی، موت اور رزق کا معاملہ طے ہوتا ہے۔اس شب کے فیوضات وبرکات کی تحصیل کے ذرائع معلوم کرنے کے لیے آپ کے اس مضمون کا مطالعہ بے حد مفید ومعین ہے۔

عزیز مہمان یا محترم میزبان

یوں تو سب مہینے اللہ ہی کے ہیں مگر بارہ مہینوں میں سے رمضان المبارک کا مہینہ اتنا خوش قسمت ہے کہ رب نے خود اسے اپنا بتایا ہے۔اس مہینہ کی برکتیں بیان سے باہر ہیں۔ہر ماہ کا ہر دن نیکی کے بدلے دس نیکی تک حساب رکھتا ہے مگر رمضان میں وہی نیکی ستر نیکیوں کے برابر ہوجاتی ہے۔دستر خوان وسیع سے وسیع تر ہوجاتے ہیں۔نفس پابند ہوجاتا ہے۔شیطان قید کردیا جاتا ہے۔اور رحمتوں سعادتوں کے خزانے کھول دیے جاتے ہیں۔

صدر الافاضل کے اس مضمون میں رمضان کی رفعتیں،عظمتیں،فضیلتیں،اور برکتیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

عید اضحی

یوں تو ہر خوشی کا دن عید کا دن ہوتا ہے مگر مسلمانوں کے لیے تین عیدیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ اس مضمون میں آپ نے اسی تیسری عید کو اپنا موضوع بحث بنایا ہے۔ اور اس کے مبارک گوشوں پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔

عیدین کے مسائل

عید الفطر اور عید الاضحی سے متعلق بہت سے مسائل کا جاننا بھی از حد لازم و ضروری ہے۔ نماز سے متعلق مسائل، صدقہ فطر، عقیقہ و قربانی کے مسائل بھی اسی کے ضمن میں آپ نے بیان فرمائے ہیں جو واقعی مفید و کارآمد ہیں۔

فضل شہادت

مرنے کی تمنا اور دعا شرعاً منع ہے لیکن شہادت کی تمنا اور دعا باعث ثواب ہے۔ اور ہاں مرنے سے سب ڈرتے ہیں مگر شہادت سے مسلمان نہیں ڈرتے کیوں کہ وہ جانتے ہیں شہادت دراصل زندگی کا دوسرا نام ہے۔ شہادت کمالات میں سے ایک بڑا اور بابرکت کمال ہے۔ مگر مصطفی پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کمال حاصل نہیں ایسا نامعقولوں نے کہا۔ بعض اہل علم نے سری وجہری کی قسمیں کر کے حضرت حسن اور حضرت حسین کی شہادتوں کو مصطفی کی شہادت قرار دیا لیکن آپ نے اس سے عدم اتفاق کا اظہار کرتے ہوئے دلائل و شواہد کی روشنی میں تفصیلی کلام فرمایا جو مطالعے سے تعلق رکھتا ہے۔

تنظیم اہل اسلام

آج مسلمانوں کی پستی، بربادی، تنزلی، اور ان پر ہونے والے ظلم وستم، کے یوں بہت سے اسباب ہیں مگر ان میں سے ایک بڑا سبب مسلمانوں کا منظم نہ ہونا ہے۔ آج مسلمان غیر منظم ہونے کے سبب مارے کاٹے جا رہے ہیں آپ نے اپنے دور میں مسلمانوں کو منظم کرنے کے لیے کافی کچھ کوششیں فرمائیں انہیں کوششوں میں سے ایک کوشش بہ شکل مضمون موجود ہے۔

مومن کا نصب العین

کسی کا مقصد شہرت کسی کا عزت کسی کا دولت کسی کا حکومت الغرض سب کا مقصد کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیاب نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ اگر مقصد بدل جائے تو یہ ساری چیزیں از خود مل

جاتی ہیں۔ اور وہ مقصد ہے رضائے الٰہی۔ اگر ہر بندہ اپنا یہی مقصد بنالے کہ مجھے رب کی رضا حاصل کرنی ہے تو یقینا اسے دنیاو آخرت کی تمام نعمتیں مل جائیں۔ مومن کا نصب العین یقینا رضائے الٰہی ہونا چاہیے تاکہ وہ دنیاو آخرت کی کامیابیاں حاصل کر سکے۔ آپ نے اپنے اس مضمون میں یہی درس دینے کی کوشش کی ہے۔

دَورِ حاضر اور ہم

سو سال پہلے کے دور حاضر اور سو سال بعد کے دور حاضر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بس لوگ بدل گئے حالات وہی ہیں مسلمان سو سال پہلے بھی پستی کی طرف گامزن تھے اور آج بھی اسی پستی و تنزلی کی طرف رواں دواں۔ آپ نے اپنے دور میں مسلمانوں کی تنزلی پر افسوس کرتے ہوئے ترقی کے کچھ خطوط متعیّن کیے تھے مگر ان خطوط پر ان سو سالوں میں عمل نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سو سال پہلے جہاں تھے آج بھی وہیں ہیں۔ اگر تنزلی سے دل بھر گیا ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم آپ کے مضمون کے ان خطوط اور زاویوں پر عمل کر کے ترقی کی راہوں پر گامزن ہونے کی کوشش کریں۔

مسلمان اور ترقی/مسلمانوں کا مستقبل/مسلمانوں کے لیے ایک عظیم خطرہ

کبھی مسلمان اور ترقی مترادف المعنیٰ قرار پاتے تھے۔ مسلمان اور ترقی کا چولی دامن کا ساتھ تھا جہاں مسلمان وہاں ترقی۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ جہاں مسلمان وہیں ترقی۔ اور وہیں ترقی جہاں مسلمان۔ مگر مسلمان اپنے نصب العین کو بھول گیا تو ترقی بھی اس سے ناراض ہو گئی۔ اور ایسی ناراض ہوئی کہ صدیاں گزر گئیں مگر راضی نہ ہو سکی۔ اور راضی ہو بھی کیسے جب مسلمان اسے راضی کرنا ہی نہیں چاہتا۔ مسلمان اپنے ماضی کی ترقیوں کو بھول گیا۔ مستقبل کی پروا نہیں یہی وجہ ہے دن بدن نت نئے خطرات سے مسلمان دوچار ہے۔ صدر الافاضل نے مسلمانوں کی ترقی، ان کے مستقبل اور ان کو پیش آمدہ خطرات سے محفوظ و مامون کرنے کے لیے ہر ممکن جدوجہد فرمائی۔ ذکر کردہ مضامین بھی انہیں کوششوں کا ایک حصہ ہیں۔

اِتفاق/اتفاق مرحوم کا ماتم/اتفاق کے پردے میں نفاق

اتفاق کی ضرورت سے سبھی ارباب عقل واقف ہیں۔ مفکرین و مدبرین کوششیں بھی کرتے ہیں یہ الگ بات کہ کوششیں بارآور نہیں ہوتیں۔ کچھ اتفاق کے نام پر تجارت کرتے ہیں تو کچھ اتفاق کی حدود سے اس قدر متجاوز ہو جاتیں کہ خود انتشار کا باعث بن جاتے ہیں۔ اتفاق اور عدم اتفاق کے حوالے سے بہت ہی معرکۃ الآرا بحثیں آپ نے ذکر کردہ عناوین کے تحت فرمائی ہیں، جس میں اتفاق کے مفید اور عدم اتفاق کے مضر اثرات کے ساتھ ساتھ بہت سی کارآمد باتیں مذکور ہیں۔

قومی منازعتیں

مسلمانوں کو قرآنی حکم "انما المومنون اخوۃ" کے ذریعہ، اخوت و بھائی چارگی کا سبق پڑھایا گیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو آپس میں بھائی چارگی کا درس دیا۔ اس کے باوجود بھی مسلمان قومیت کے حوالے سے اُخوت کُش کردار کے حامل ہو گئے ہیں۔ جو یقیناً بہت تکلیف دہ بات ہے۔ آپ کے مضمون میں اسی درد اور تکلیف کا اظہار کیا گیا ہے۔

اختلافات کی صورت میں عوام کیا کریں؟ اور کس کو حق پر جانیں؟

ایسی صورت میں جب کہ مذہب و مسلک کے نام پر نت نئی فتنہ انگیزیاں زوروں پر ہیں۔ ہر مذہب اور ہر مسلک کے لوگ خود کے حق پر ہونے کا دعوی کر رہے ہیں ایسی صورت میں یقیناً عوام تشویش کا شکار ہوتی ہے۔ آپ نے بھولے بھالے سیدھے سادے لوگوں کی اس تشویش کو محسوس کیا اور اپنے اس مضمون کے ذریعے انہیں حق کو جانچنے پرکھنے کے کچھ خطوط وزاویے بتائے تاکہ وہ حق و ناحق میں امتیاز کر سکیں۔

بقا کا راز

ہر قوم بقا چاہتی ہے مگر باقی رہتی نہیں ہے۔ آپ نے اپنے اس مضمون میں قومی اور جماعتی بقا کے رازہائے سربستہ کھولنے کی کوشش کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"اس وقت یہ غور کرنا مقصود ہے کہ اقوام کی بقا کا راز کیا ہے؟ اور اس پر غور کر کے ہم اپنی قومی و جماعتی بقا کے لیے کوئی کارآمد تدبیر عمل میں لا سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنے خصوصیات وامتیازات اور قدیم روایات کا احترام کرتی ہے، اور ان کی حفاظت میں سرگرم رہتی ہے اس وقت تک وہ عزت و وقار کی زندگی جیتی ہے۔ اور دنیا کو صرف اس کے وجود ہی کا نہیں بلکہ اس کی طاقت وقوت اور اس کی عزت و حرمت کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے۔"

مدارس اسلامیہ

زندگی کے ساتھ دستور زندگی بھی لازم ہے، ورنہ زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔ مدارس اسلامیہ مسلمانوں کو دستور ونظام دینے کے وہ مراکز ہیں جہاں سے آدمی کی آدمیت کو نکھار ملتا ہے۔ زندگی گزارنے کا نظام اور بندگی کا شعور ملتا ہے۔ مدارس ہمیشہ سے مسلمانوں کی ضرورت رہے ہیں۔ مدارس کی ضرورت واہمیت کے حوالے سے آپ کا یہ مضمون بہت ہی اہمیت کا حامل اور قابل مطالعہ ہے۔

علماے دین اور سیاست

سیاست دراصل مخلوق کی اصلاح اور ان کی ہدایت کا نام ہے۔ جیسا کہ فتاوی شامی میں لکھا گیا:
"السیاسۃ باستصلاح الخلق بارشادھم"

اور اس سے کسے انکار ہوسکتا ہے کہ اس کے اصل اہل علما ہیں۔ ناکہ جاہل، مال دار، دنیادار، ہوس پرست، اور زرپرست، جنہیں نہ دین کی شدبد اور ناہی دین کالحاظ وخیال۔ ایسی صورت میں علما کو میدان عمل میں اُتر کر اپنے منصب سیاست کے حقوق ادا کرنے چاہئے۔ آپ نے اپنے اس مضمون میں سیاست اور علما کے حوالے سے بہت ہی نکتہ آمیز اور مفید بحث فرمائی ہے۔

بے دینی کی فتنہ پردازیاں

اہل باطل نے ہمیشہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کی ناپاک کوششیں کیں۔ خاص کر عیسائیوں نے تو حتی المقدور کوششیں کیں مگر بارآور نہ ہوسکیں۔ اور انہیں کبھی کامیابی نہیں ملی۔ باطل طاقتوں کی طرف سے کی گئی کوششوں میں سے ایک کوشش یہ بھی رہی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کو مشکوک کر دیا جائے حالاں کہ وہ اس ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اور ہوتے بھی کیسے جب صدرالافاضل جیسے قائد وسپہ سالار دفاعی پوزیشن میں ہوں۔ حضرت عیسی علیہ السلام کی عظمت شان سے کسے انکار ہوسکتا ہے لیکن جہاں تک معاملہ افضلیت کا ہے تو وہ تو ہمارے نبی کو حاصل ہے۔ غیر مقلدین نے عیسائیت کے حوالے سے ہمارے نبی پر حضرت عیسی کی افضلیت پر مبنی چودہ وجوہات بشکل سوالات پیش کیے جس کے دندان شکن جوابات آپ نے تحریر فرمائے جو اس مضمون میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

لامذہبی کا سیلاب

آزاد خیال، نفس پرست، ہوس پرست، لوگ ہر قوم میں پائے جاتے ہیں قوم مسلم میں بھی ایسے لوگ ہیں جو مذہبی پابندی کو قطعا پسند نہیں کرتے۔ انہیں آزادی درکار ہوتی ہے البتہ ان کی آزادی میں سب سے بڑی رکاوٹ علما کی جماعت ہوتی ہے جو انہیں اصول اسلام پر کاربندر، ہنےکی تاکید کرتی رہتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ نماز وروزہ وغیرہ فرائض سے بالکل بری ہوجائیں۔ ممنوعات کا ارتکاب جی بھر کے کریں کوئی روکنے والا نہ ہو، خود بھی بے غیرت وبے حیا بن جائیں، جسم فروش عورتوں کے ساتھ گھومے پھریں اور اپنے گھر کی عورتوں کو بھی پردہ جیسی پابندی سے آزاد کرا کے انہیں یوں ہی نیم برہنہ جسم غیر مردوں کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر گھومنے دیں۔ مگر علما کے ہوتے یہ ان کے لیے بہت

مشکل امر ہوتا ہے۔اسی لیے وہ علما ہی کے مخالف ہوجاتے ہیں اوران کے خلاف نت نئے فتنے پیدا کرنے کی کوششیں کرتے ہیں انہیں دقیانوسی، غیر تہذیب یافتہ، بتاکر اپنے لیے راہیں ہموار کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ آپ نے اپنے اس مضمون میں ایسے ہی لوگوں کی خبر لی ہے۔

بے دینی کی عیاریاں، حرمت اسلام پر حملے

افسوس تو تب ہوتا ہے جب ایک مسلمان کہلانے والا شخص نیچریت کے اثر سے متاثر ہوکر لامذہبیت کے دباو میں آکر عیش پرستی وآزاد خیالی میں سرشار ہوکر اپنے ہی مذہب ومسلک کا سودا کرتا ہے۔جن اصول وقوانین کی پابندی اسے اسلام سے جوڑتی ہے انہیں کی مخالفت پر آمادہ ہوکر تقدس اسلام کو نیلام کرنے کی ناپاک کوشش کرتا ہے۔مذہب ومسلک کے اصول وآئین میں مداخلت کو فخر محسوس کرتا ہے۔محرمات کو حلال اور محللات کو حرام قرار دینا، اس کی نظر میں ایک عام سا کام ہوتا ہے جسے کوئی بھی کرسکتا ہے۔ایسے بددینوں کے لیے آپ کی یہ تحریر تازیانہ عبرت ہے۔

دَورِ فتن، دردناک مناظر

تعجب ہے کہ دنیامیں ایسے بھی مسلمان پائے جاتے ہیں جو غفلت وبے راہ روی کا اس قدر شکار ہوگئے ہیں کہ انہیں اسلام کالحاظ ہے نہ اپنے مسلمان ہونے کاخیال۔طمع دولت، حصول شہرت اور لیڈری کے نشے میں اس قدر غرق ہیں کہ خود کا مسلمان ہونا بھول گئے ہیں۔ماتھے پر ٹیکے لگواتے ہیں، پوجا کرتے ہیں، ارتھیاں اٹھاتے ہیں، یہ کہا جائے کہ وہ بس برائے نام مسلمان ہیں ان کے نہ کام اسلامی ہیں اور نہ نام اسلامی۔غیروں کی رسموں کے پابند، مذہب سے بیزار، وضع قطع غیر اسلامی، چال چلن غیر اسلامی، بقول ڈاکٹر اقبال ان کا یہ حال ہے کہ ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں یہود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

آپ کے مضمون میں انہیں مسلم نمالیڈروں اور مسلمانوں پر کلام کیا گیا ہے اوران کے خلاف شرع کاموں پر بحث کی گئی ہے۔

خطرناک گمراہی

جس طرح آگ کی فطرت جلانا ہے، سانپ کی فطرت ڈسنا ہے، بچھو کی فطرت ڈنک مارنا ہے، خواہ اس کے ساتھ کیسا بھی نیک سلوک کیا گیا ہو مگر وہ اپنی فطرت سے باز نہیں آتے۔بالکل اسی طرح اسلام مخالف قوموں کا حال ہے کہ خواہ آپ انہیں سر پر بٹھائو، عزت دو، تعظیم کرو، ان کی جے جے کار کرو، ان کی خاطر اپنے مراسم وشعار پر پابندیاں

لگاواپنی قوم اوراپنے قومی پیشواؤں کوان کی خوشنودی کے لیے گالیاں دو، قرآنی حکم کی خلاف ورزی کرکے ان سے اتحادومحبت اور بھائی چارگی کا اظہار کرو مگروہ اپنی فطرت سے باز نہیں آئیں گے ،بلکہ وہ تمہیں اور تمہارے دین کونقصان پہنچانے کی ہرممکن کوشش کریں گے۔یہی پیغام آپ کے اس مضمون میں موجود ہے۔

حالات حاضرہ

ترکی حکومت کی بازیابی کے لیے کچھ مسلمان اس حدتک گزرگئے کہ انہوں سے اسلام دشمن طاقتوں کا سہارا لیا۔اوراپنے مراسم وشعار پر خود ہی پابندیاں لگاناشروع کردیں۔جو مسلمانوں کے لیے یقیناً تکلیف دہ بات تھی۔آپ کا یہ مضمون انہیں حالات کے بیان پر مشتمل ہے۔

ہندومظالم

یوں تواسلام مخالف سبھی مذاہب اپنے اپنے طور پر مسلمانوں کوتختۂ مشق بناتے رہے اوربنارہے ہیں۔مگر ہندوستانی ہنود نے ستم رانیوں میں سب کوپیچھے چھوڑدیا ہے۔جس طرح آج سے سوسال قبل مسلمانوں پرظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے تھے آج اس سے بھی بدتر حالات پیدا ہوگئے ہیں۔نہ ایمان محفوظ ہے نہ مساجد ومدارس محفوظ ہیں نہ جان محفوظ نہ مال محفوظ۔اسلامی شعار پرپابندیاں ،اسلامی اصول وقوانین پرپابندیاں ،مسجدوں مدرسوں پر قبضہ، الغرض ہندوستان میں اسلام اور مسلمان ہرطرح ظلم وستم کا شکار ہے۔آئے دن گاجر مولی کی طرح مسلمان کاٹا جارہا ہے۔ایک مسلمان کاخون پانی سے سستا ہوگیا ہے۔آپ کے اس مضمون میں ہندوؤں کی زیادتیوں،اورجفاکاریوں کا تفصیلی بیان ہے۔جوغافل مسلمانوں کوبیدار کرنے کے لیے کافی ہے۔

وہابیت کا جھگڑا/نجدیوں کادین اوران کی کتاب ’’مجموعۃ التوحید‘‘ کے اسرار

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ نجد سے شیطان کاسینگ نکلے گا۔نبی کا یہ فرمان بالکل سچ ثابت ہوا۔ بارہویں صدی میں نجد سے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی شکل میں شیطانی سینگ نمودار ہواجس کے شیطانی اَثر سے پوری دنیامتاثر ہوگئی۔عرب وعجم میں اس نے اپنا اثر دکھایا۔مسلمانوں کوعقائدونظریات کے حوالے سے منتشر کردیا۔ ہرشہر بلکہ ہرگھر میں بھائی بھائی کوالگ کردیا،باپ بیٹے میں جدائی کرادی۔اسلام سے ہٹ کرنئے مذہب ومسلک کی بنیاد ڈالی۔اسلام مخالف عقائدونظریات عام کیے۔دنیامیں نجدیت ووہابیت کے حوالے سے پہچاناگیا۔آپ کے ذکر کردہ دونوں مضمون اسی تفصیل پر مبنی ہیں۔

مناظرہ لاہور کی رُوداد

دیوبندی جماعت کے عقائد و نظریات سے اکثر مسلمان واقف ہیں۔ ان کے کفریہ عقائد و نظریات اور کفریہ اقوال سب کو معلوم ہیں۔ دیوبندی جماعت کے علما کی کتابیں جن میں کفریات درج ہیں بہت ہیں۔ انہیں میں سے ایک کتاب تھانوی صاحب کی حفظ الایمان جو دراصل ایمان کو سلب کرنے والے کتاب ہے، اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر حملہ کیا گیا۔ اس پر علمائے اہل سنت نے تنبیہ فرمائی اور بروقت توبہ کرنے کا حکم دیا لیکن بجائے اس کے کہ تھانوی صاحب توبہ کرتے اور اپنے اقوال کفریہ سے رجوع کرتے اس کفریہ عبارت کی بے جا حمایت میں آ گئے۔ اور مناظرہ پر آمادہ ہو گئے۔ لاہور میں حضور حجۃ الاسلام اور تھانوی کے مابین مناظرہ طے پایا حجۃ الاسلام وقت مقررہ پر مناظرہ گاہ میں پہنچ گئے لیکن تھانوی صاحب اور ان کے ذریات میں سے کوئی بھی میدان مناظرہ میں نہیں پہنچ سکا۔ اور اس طرح الحمدللہ اہل سنت کی فتح ہوئی۔ حجۃ الاسلام بعد جلسہ بریلی شریف کے لیے روانہ ہوئے راستے میں مرادآباد میں صدرالافاضل سے ملاقات کے لیے اتر گئے۔ جامعہ نعیمیہ پہنچے جہاں حجۃ الاسلام کو استقبالیہ پیش کیا گیا۔ اور اس موقع پر صدرالافاضل نے حجۃ الاسلام کی فتح و نصرت کے حوالے سے مکمل رُوداد مناظرہ بیان فرمائی حضرت کی تقریر کو تحریراً السواد الاعظم میں نقل کیا گیا۔ جسے اہمیت کے پیش نظر یہاں پیش کر دیا گیا ہے۔

شاہ امان اللہ خان صاحب اور شاہ پرست حضرات

افغانستانی سربراہ شاہ امان اللہ اپنی بداعمالیوں، فاسد نظریات، یورپیت کی دلدادگی اور یورپی کلچر کی اشاعت میں اس قدر جری ہوئے کہ علما علی الاعلان ان کی مخالفت میں اتر آئے۔ جس کے سبب انہیں سلطنت سے دست بردار ہونا پڑا۔ ایک طرف تو خلاف شرع حرکات کے برخلاف علمائے حق شاہ امان اللہ کی مخالفت پر آمادہ تھے تو وہیں دوسری طرف علمائے سو، شاہ امان اللہ کی حمایت میں سرگرم تھے۔ اور ان کے خلاف شرع اعمال کو شرعی جامہ پہنانے کی تگ و دو کر رہے تھے۔ آپ کے اس مضمون میں ایسے ہی ایک مولوی صاحب کی خبر لی گئی ہے، جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

حکومت افغانستان کا انقلاب

حکومت افغانستان کے تانے بانے بکھر چکے تھے۔ عوامی سطح پر شاہ امان اللہ کے مخالف گروہ کو حکومت کی باگ ڈور دینے کی افواہ سرگرم تھی۔ لیکن اخبار نویس اور شاہ امان اللہ کے حامی خاص کر ارباب قلم بے سروپا خبریں نشر کر رہے تھے۔ آپ نے اپنے اس مضمون میں ان بے سروپا خبروں کی اشاعت اور شاہ امان اللہ کی بے جا حمایت پر تبصرہ

کرتے ہوئے نیز مدیران اخبارات ہند کی اس روش پر اظہار افسوس کرتے ہوئے انہیں ان کے منصب کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے اور ان کو غلطی پر ہونے کا احساس دلانے کی کوشش کی ہے۔

مسٹر تصدق احمد خان صاحب شروانی اور دنیاے اسلام کی مخالفت

اسلام نے نکاح کے معاملہ میں عمر کی تحدید نہیں فرمائی جو جب چاہے جس عمر میں چاہے نکاح کرے۔ اسے شرعًا اجازت ہے۔ لیکن ہندوستانی حکومت جسے اسلام کے قوانین میں مداخلت کی عادت ہے اور وہ اسلامی آئین میں دخل اندازی کو اپنا حق تصور کرتی ہے۔ سارا ایکٹ کے حوالے سے اسلام مخالف قانون بھی اسی کا ایک حصہ ہے۔ جس میں لڑکی اور لڑکے کی عمر محدود کردی گئی ہے۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ اس قانون کی حمایت میں اغیار کا وہ کردار نہیں جو اپنوں کا ہے۔ کونسل کے ممبر مسٹر تصدق احمد خان صاحب نے اس قانون کی کھل کر حمایت کی اور نہ صرف حمایت بلکہ قرآن و حدیث سے اس کو درست بھی قرار دیا۔ آپ نے مسٹر تصدق خان کی اس اسلام مخالف حمایت پر افسوس جتاتے ہوئے مسٹر تصدق کے بے بنیاد دلائل کی بخیہ دری فرماتے ہوئے۔ سارداا ایکٹ کو خلاف اسلام ثابت کیا۔ اور اس تحدید عمر کے لغو قانون کے مضر اثرات بیان کرتے ہوئے مسٹر تصدق کو اس کے خلاف آواز بلند کرنے کی تنبیہ فرمائی۔

نماز کا انکار: عبادت

کون سوچ سکتا ہے کہ ایک مسلمان جسے نماز سے سکون میسر آتا ہے، جو نماز کو اخروی نجات کا سبب مانتا ہے۔ نماز جس کے لیے باعث نجات ہے۔ نماز جس کے نبی کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ نماز کے ذریعہ جو قرب الٰہی کا خواہاں ہے۔ وہی مسلمان نماز کا انکار کرے۔ یہ کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ مگر ہاں ایسے بھی مسلمان دنیا میں ہوئے ہیں اور ہیں جنہیں نماز سے انکار ہے۔ یہ الگ بات کہ وہ اسلامی آئین کی رو سے مسلمان نہیں ہیں۔ البتہ دنیا انہیں مسلمان مانتی ہے کیوں کہ وہ خود کو مسلمان بتاتے ہیں۔ ایسے ہی ایک نام نہاد مسلمان نیاز فتح پوری گزرے ہیں جو اتفاق سے لکھنؤ سے نکلنے والے ایک نگار نامی رسالے کے مدیر بھی تھے۔ قلم ہاتھ میں آگیا تو کچھ تو لکھنا تھا یورپین کلچر نے دماغی توازن بگاڑ دیا تھا عقل سلب کرلی تھی اب عقل پر مشرقی کلچر اور مشرقی تہذیب کی اجارہ داری تھی۔ انگریزی تعلیم کے اثرات نے اپنا منفی اثر دکھانا شروع کردیا تھا۔ موصوف نے اپنے ہی مذہب اور آئین کے خلاف لکھنا شروع کیا اور نماز جیسی اہم عبادت کی فرضیت کا انکار کردیا اور طرفہ تماشا یہ کہ دلائل و شواہد کے نام پر قرآن ہی کی آیات کو جابجا چسپاں کردیا۔ آپ نے آنجناب کے اس دعوی فاسد کی بخیہ دری کرتے ہوئے ان کے فاسد دلائل جو تار عنکبوت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے تھے اپنے قلم کی نوک سے روند کر رکھ دیے اور اس مسئلے پر سیر حاصل بحث فرما کر نماز جیسی

مہتم بالشان عبادت کی اہمیت کو خوب سے خوب تر انداز میں ثابت کر دیا۔

التوائے حج

۱۹۲۴ء میں جب حجاز مقدس پر نجدی تسلط ہوا اور وہاں اہل حجاز خاص کر اہل حرمین پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے توڑے گئے، حجاج کرام پر سختیاں کی گئیں، مسلمانوں کو نجدی مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا گیا، مساجد، مقامات مقدسہ اور مآثر متبرکہ کو منہدم کیا گیا۔ مراسم اہل سنت پر پابندیاں لگائی گئیں، تو پوری دنیا سے صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ اور علمائے اسلام کی طرف سے ان فتنوں کے سدباب کے لیے التوائے حج کی تحریک چلائی گئی، جس میں ہندو بیرون ہند کے علما و مشائخ نے خوب کوششیں کیں۔ آپ نے بھی اس تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا یہ مضمون بھی اسی کا ایک حصہ ہے۔

کھدر کی تحریک:

برطانوی حکومت سے اقتدار حاصل کرنے کے لیے گاندھی جی کی طرف سے کھدر کی تحریک چلائی گئی، جو کسی بھی لحاظ سے مفید و کارآمد نہیں تھی۔ بلکہ اس کے مضرات بہت زیادہ تھے آپ کا یہ مضمون اسی کھدر تحریک کے مضر اثرات پر روشنی ڈالتا ہے۔

سنی کانفرنس کے سلسلہ میں مہربانوں کی عنایتیں

تنظیم کسی بھی قوم کے بقا کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس سے کوئی صاحب عقل انکار نہیں کر سکتا۔ بیسویں صدی کی دوسری دہائی کا اول و آخر مسلمانوں کے لیے بہت ہی مشکلوں کا دور رہا ہے۔ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک کھدر، تحریک گروکل، تحریک سوراج، تحریک شدھی اور پھر حجاز مقدس پر نجدی تسلط نے مسلمانوں کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ ایسے حوصلہ کُش ماحول میں مسلمانوں کے اتفاق کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی خاص کر علما کے طبقے کا ارتباط و اتحاد بہت ہی ضروری امر تھا، جس کی طرف آپ نے توجہ منعطف فرمائی اور ہندو پاک کے مشاہیر علما و مشائخ کو ایک مجلس، میں جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اور آپ نے اپنے اس عزم و ارادہ اور تحریک کو سنی کانفرنس کا نام دیا۔ اس تحریک کے ذریعہ آپ نے علما کی مقدس جماعت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ لیکن یہ تحریک بھی اپنوں کی غلط فہمیوں کا شکار ہو کر رہ گئی۔ اس تحریک کے خلاف کچھ اپنے ہی میدان عمل میں اتر آئے اور اخبارات و رسائل کے ذریعہ تحریک کی مخالفت کا کام سرانجام دینے لگے۔ آپ نے اس پر ایک طویل مدت تک سکوت اختیار کیا اور جب صبر کا پیالہ بھر تا دکھائی دیا، تو پھر بس دفاعی پوزیشن میں اتر کر

اپنوں کے اس غیر مناسب رویہ پر اظہار افسوس کرتے ہوئے انہیں آگے بڑھ کر کام کرنے کا مشورہ دیا۔ علاوہ ازیں کام کرنے والوں کے لیے کچھ خطوط متعیّن کیے اور ان کی بہتر انداز میں ذہن سازی فرمائی۔ اور اصل سبق یہ پڑھایا کہ مخالفت کے جواب میں کام ہی اصل ہے اس سے ہٹ کر مخالفین کی طرف توجہ دینا اپنے کام سے خیانت کرنا ہے جو کام کرنے والوں کے لیے یقینا مضر ہے۔

مصطفی کمال

مصطفی کمال پاشا ابتدا میں اسلام اور مسلمانوں کی حمایت میں خوب سرگرم رہا، مسلمانوں سے خوب داد و تحسین تحسین وصول کی۔ آپ کا مضمون بھی اسی داد و تحسین کا ایک حصہ ہے۔ البتہ بعد میں حکومت ہاتھ میں آتے ہی نظریات میں کافی حد تک تبدیلی آگئی۔ پاشا نے ترکی اسلامی ملک کو سیکولر نظام دیا۔ پردہ کو غیر قانونی قرار دیا۔ مدارس پر اور دینی تعلیمات پر پابندی لگادی۔ قرآن کا عربی رسم الخط بدل دیا۔ جمعہ کی چھٹی ختم کر کے اتوار کی چھٹی کو رواج دیا۔ سرکاری محکموں میں انگریزی لباس لازمی قرار دے دیا۔ ہجری تاریخ پر عمل درآمد ختم کر دیا۔ الغرض ایک اسلامی ملک کو سیکولر ملک بنادیا۔ اور اس طرح اسلام کی بنیاد کو کمزور کرنے میں حد بھر کوشش کی۔

حرفت و شرافت

اسلام کی تعلیمات میں ایک اہم تعلیم یہ ہے کہ کسی قوم کو ذلیل اور کسی پیشہ کو حقیر مت جانو۔ لیکن دنیا میں کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو کاشت کاروں اور دیگر پیشہ وروں کو حقیر تصور کرتے ہیں۔ جو بلا شبہ ایک مذموم امر ہے۔ آپ نے اپنے اس مضمون میں پیشہ وروں کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے انہیں حقیر سمجھنے والوں کو نصیحت آمیز تنبیہ فرمائی ہے۔

مملکت افغانستان

کسی بھی اسلامی ملک میں غیر اسلامی چال چلن، وضع قطع، بہت ہی معیوب بات ہے۔ افغانستان میں جب بادشاہ کی طرف سے اسلامی پابندیوں سے آزادی کا پروانہ جاری ہو گیا اور وہاں غیر اسلامی طرز معاشرت لوگوں نے اختیار کرنا شروع کر دیا، سینما بازی، ہیٹ کا استعمال، انگریزی لباس، الغرض یورپ کے طرز عمل کو اپنانے میں فخر محسوس کرنے لگے اور اسلامی وضع قطع، اسلامی چال چلن، اسلامی رہن سہن، سے لوگ غافل ہونے لگے۔ یورپی کلچر کو بڑھاوا دیا جانے لگا۔ تو اسلامی دنیا ماتم کناں ہوگئی۔ ہر طرف تشویش ظاہر کی جانے لگی۔ آپ نے ان حالات کو سنتے ہی حاکم افغانستان کے نام ایک گرامی نامہ تصدیق حال کے لیے روانہ کیا۔ اور مسموع حالات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔

عالم قلب، دل کی دنیا

مومن کی قبر تاحد نظر کشادہ کردی جاتی ہے اس بات کو کچھ خشک دماغ، بدباطن سمجھ نہیں پاتے اور اس پر اپنی فلسفیانہ موشگافیوں کے ذریعے بے پرکی تبصرہ بازی کرنے لگتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے لیے آپ نے اس مضمون کو سپرد قرطاس فرمایا۔

اصلاح خلق اور اصول ہدایت

مخلوق کی اصلاح اور ان کی ہدایت ایک اہم امر ہے۔ اس کے لیے مصلح اور ہادی کا خود کا کردار پاکیزہ وصاف ہونا ضروری ہے۔ اصول ہدایت پر مبنی مخلوق کی اصلاح کے زریں خطوط وزاویوں پر مشتمل آپ کا یہ مضمون پڑھے جانے کے قابل ہے۔

موت العالِم موت العالَم

موت رب کا ایک اٹل فیصلہ ہے۔ ہر جان دار کو موت آنی ہے۔ اس سے کسی کو راہ فرار نہیں۔ بادشاہ ہو رعایا امیر ہو یا فقیر، گورا ہو یا کالا، اعلیٰ ہو یا دنیٰ، متقی ہو یا گنہگار موت تو سب کو آنی ہے۔ ۱۳۳۹ھ میں ہندوستان کے کئی نامور علما نے وفات پائی۔ ان میں سے ایک ذات آپ کے والد گرامی علیہما الرحمہ کی تھی۔ آپ نے موت العالِم موت العالَم کے عنوان سے ایک مقتدر عالم دین مولانا پرول اور اپنے والد گرامی کے وصال پر اظہار غم پر مشتمل ذکر کردہ مضمون رقم فرمایا۔ اور والد گرامی کے وصال کے سلسلے میں تعزیتی خطوط کا ذکر کیا خاص کر اعلیٰ حضرت کا تاریخی تعزیت نامہ نقل فرمایا۔

الحاصل:

آپ کے ان تریسٹھ مضامین کے مجموعہ میں بیسویں صدی کی ایک اہم تاریخ محفوظ ہے۔ سلاست وروانگی مضامین کا ایک اہم حصہ ہے۔ اردو نثر نگاری، مضامین کا خاص عنصر ہے۔ قاری مضامین کو پڑھتے ہوئے اکتاہٹ محسوس نہیں کرسکتا بلکہ ایک ایک سطر دل چسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ اور ایک خاص بات جو مضامین میں وافر مقدار میں موجود ہے وہ یہ کہ سوسال قبل کے حالات کو آپ نے اس انداز میں سپرد قرطاس کیا ہے کہ قاری کو یہ اندازہ کرپانا مشکل محسوس ہوگا کہ یہ سوسال قبل کی بات ہے یا ابھی کل کی۔

آپ کے ان تریسٹھ مضامین ومقالات کو پڑھنے کے لیے راقم کی کتاب ''مقالات صدر الافاضل'' ملاحظہ کریں۔ فقیر نے تریسٹھ مضامین نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کی مناسبت سے شامل کیے ہیں۔ ممکن ہے اس کے علاوہ بھی مقالات ہوں لیکن ان تک فقیر کی رَسائی نہ ہوسکی۔

تقریظات، تصدیقات، تاثرات

نایاب فتاوی جات و تحریرات

تقریظات و تصدیقات

صدرالافاضل نے بہت سی کتابوں، پر تقریظات تحریر فرمائی ہیں۔ اور بہت سے فتاوی پر تصدیق و تائید فرمائی ہے۔ ہمیں جو تقریظات، تصدیقات و تائیدات دستیاب ہوئیں وہ ہم یہاں نقل کررہے ہیں۔ اس کے بعد چند نادر و نایاب فتاوی و تحریرات نقل کیے جائیں گے۔

فتاوی اعلیٰ حضرت پر تصدیقات صدرالافاضل

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کئی فتاوی پر آپ کی تقریظات موجود ہیں۔ ملاحظہ کریں:

{۱} ”سواد اعظم مرادآباد کے ایک شمارے میں عورتوں کی کتابت کی ممانعت سے متعلق ۸ر صفحات پر مشتمل امام اہل سنت کا ایک فتوی شائع ہوا جس پر درج ذیل الفاظ میں آپ کی تصدیق موجود ہے۔

”فی الواقع عورتوں کے لیے کتابت کی تعلیم میں مفاسد ہیں اور احادیث میں اس کی ممانعت وارد ہے کما حققہ العلامۃ الفاضل الکامل شیخ الاسلام والمسلمین قدس سرہ العزیز“ **محمد نعیم الدین عفی عنہ**“

[ماہنامہ السواد الاعظم: ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ ص ۱۲]

یہ خیال رہے کہ یہ فتوی فتاوی رضویہ میں موجود ہے لیکن اس میں آپ کی تصدیق شامل نہیں ہے۔

{۲} فتاوی رضویہ جدید گیارہویں جلد میں لاہور کے ایک نادان مفتی کے فتوے کی تردید میں امام اہل سنت نے ایک تفصیلی فتوی تحریر فرمایا جس پر صدرالافاضل نے درج ذیل تصدیق تحریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے میری آنکھوں کو اس پاکیزہ تحقیق کے انوار سے روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ جزاءعطا فرمائے حضرت مجیب کو جن کی تحقیق کا ایک ایک حرف صدق و صواب ہے۔ ومن اعرض فھو من الجاھلین (جس نے اس سے روگردانی کی وہ جاہلوں میں سے ہے) فی الواقع حضرت مجدد صاحب دامت برکاتہم کی ذات والاصفات حضرت حق کی ایک شان رحمت ہے، اور بے شمار برکات کا مجموعہ، کتنے اندھوں کی آنکھیں کھول دیں۔ اور ہزار ہا نابیناؤں کو بینا بنادیا، اللہ تعالیٰ ایسے فاضل جلیل کو مدت ہائے دراز تک بپایں فیض رسانی سلامت رکھے، آمین بحرمت المرسلین صلوٰۃ اللہ تعال علیہ وسلامہ، بیشک اس مسئلہ کے ایضاح میں تحقیق کے خزانے کھول دیے ہیں اور نادان مفتی کی غلطی کو خوب آشکار کرکے سمجھا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سیدھی راہ چلائے۔ آمین!

العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین خصہ اللہ بمزید العلم والیقین

[فتاوی رضویہ جدید: جلد ۱۱/ ۵۰۴، ۵۰۵]

{۳} نیز فتاوی رضویہ جدید کی تیرہویں جلد میں موجود طلاق سے متعلق ایک علمی و تفصیلی فتوے کی تصدیق صدر الافاضل نے ان الفاظ میں فرمائی

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم:

بے شک فضل کریم کا قول معتبر ہے جس حالت میں کہ وہ حلف کر رہا ہے کیوں کہ وہ مدعا علیہ ہے، اور اس کے الفاظ طلاق نہیں ہیں۔ کما صرح العلامۃ المجیب دامت برکاتھم، اور اگر اہالی زن کے بیان کردہ الفاظ بھی ثابت ہوجائیں تو بھی حکم طلاق جہل محض ہے، حضرت مجدد مأۃ حاضرہ متع اللہ المسلمین ببرکات انفاسہ نے جو تحقیق فرمائی ہے بالکل حق وصواب ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

[فتاوی رضویہ جدید ج۱۳ص ۱۳۲]

{۴} فتاوی حسام الحرمین کی تصدیق و تائید

علمائے دیوبند کے ضلالات و کفریات کے خلاف فتاوی علمائے حرمین شریفین جنہیں امام اہل سنت نے ترتیب دے کر کتابی شکل میں "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" کے نام سے شائع فرمایا۔ جس کی صدر الافاضل نے درج ذیل الفاظ میں تائید و تصدیق فرمائی۔

"حسام الحرمین، ہندوستان کے فخر و عزت حضرت عظیم البرکت خاتم الفقہاء شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا الحاج المولوی الشاہ محمد احمد رضا خان صاحب قدس سرہ العزیز کا محققانہ فتوی ہے۔ جس میں بے دینان ہند کے کفر کا حکم فرمادیا ہے۔ حرمین طیبین کے نامدار افاضل نے اس کی تصدیقیں فرمائی ہیں۔ براہین ساطعہ و حجج واضحہ سے موثق و موید ہے۔ اہل حق کو اس کے حق ہونے میں شبہ نہیں کہ وہ حکم صاف ہے شریعت غرا مصطفویہ کا۔ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام وتحیۃ۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین۔

ما اجاب بہ سیدی فھو حق صراح۔ عمر النعیمی۔ الجواب صحیح۔ محمد عبد الرشید غفرلہ المجید

[الصوارم الہندیہ علی مکر شیاطین الدیوبندیہ: ص ۴۴]

{۵} مفتی اعظم ہند کے فتوے پر تصدیق

التواے حج کے حوالے سے حضور مفتی اعظم ہند کی بہت ہی معرکۃ الآرا کتاب ہے **"تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ"** اس کتاب پر حضور صدر الافاضل نے درج ذیل الفاظ میں تصدیق فرمائی ہے۔

نعم الجواب حبذا التحقق للصدق والصواب

اللھم اعط الجزاء الخیر لکاتبہ فی الدین آمین یا رب العلمین

کتبہ العبد المعتصم بحبل اللہ المتین، محمد نعیم الدین

[تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ: مطبع اہل سنت وجماعت بریلی شریف: ص۲۹]

{۶} محدث اعظم ہند کی کتاب پر تقریظ

محدث اعظم ہند کی کتاب **"التحقیق البارع فی حقوق الشارع"** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شارع اور مختار ہونے پر ایک زبردست علمی و تحقیقی کتاب ہے۔ اس کتاب پر صدر الافاضل نے تقریظ تحریر فرمائی ہے۔ ملاحظہ کریں:

فخر الہند استاد العلماء الحاج مولانا مفتی نعیم الدین صاحب مرادآبادی کی تائید

ہم پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض ہے۔ اور حضور کی اطاعت ہی اللہ کی فرماں برداری ہے: "قال اللہ تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولی فما ارسلناك علیھم حفیظا"

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، شارع ہیں احکام آپ کی مفوض ہیں۔ پروردگار عالم نے آپ کو اختیار دیا ہے۔ بکثرت احادیث اس پر دال ہیں۔ علماے کرام وائمہ اعلام نے اس کی تصریحات فرمائی ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مأۃ حاضرہ نے اپنی تصانیف میں اس مسئلہ کو شرح وبسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ دیکھو سلطنت المصطفے اور الامن والعلی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد نعیم الدین

[التحقیق البارع فی حقوق الشارع، مطبع: جید پریس دہلی۔ ص۱۶]

{۷} علامہ نبی بخش حلوائی لاہوری کی کتاب پر تصدیق

علامہ نبی بخش حلوائی نقشبندی لاہوری کی بدمذہبوں کی مخالفت وتردید میں لکھی گئی عمدہ وزبردست کتاب **"ایضاح التلبیس الشیطانی"** پر صدر الافاضل نے ان الفاظ سے تصدیق فرمائی۔

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ رؤف رحیم!

اس میں شک نہیں کہ جو شخص وہابیہ خذلھم اللہ کو سواد اعظم بتلاتا ہے اور روافض وخوارج وغیرہم فرق ضالہ سے ... مخالفت کو کفر ٹھہراتا ہے صریح گمراہی میں ہے۔قال اللہ تعالیٰ لاتجد قومایومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولوکانوآباء ھم اوابناء ھم وااخوانھم اوعشیرتھم الآیۃ۔

اعداے خدا اور سول سے دوستی اور محبت جائز نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد ن المدعو بنعیم الدین عفاعنہ المعین الحنفی

السنی المراد آبادی صانہ اللہ عن مکائد الاعادی

[ایضاح التلبیس الشیطانی: صفحہ:۱۰]

{۸} مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی کی کتاب پر تقریظ

قادیانیوں کے رد میں مبلغ اسلام علامہ شاہ محمد عبدلعلیم صدیقی میر ٹھی نے نہایت ہی عمدہ کتاب ’’مرزائی کی حقیقت کا اظہار‘‘تحریر فرمائی۔کتاب پر حضور صدرالافاضل نے درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

عزیزی ومحبی حامی دین ناصر شرع متین مولانا الحاج شاہ محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی سلمہ العلی الولی وحفظہ من شر کل غوی وایدہ بالاید القوی نے مرزائی کاقلم برداشتہ جواب سفر کی رواداری اور جہاز پر ملاقاتوں کے ہجوم میں ایسالکھا کہ بایدو شاید۔حقیقت واضح ہوگئی اور مرزائیت کے بطلان کا پردہ فاش ہوگیا۔مرزائی مبلغ کارد بحمد اللہ ابلغ وجہ پر ہوا۔اور مرزائی دین کی بنیادیں متزلزل ہوگئیں۔ سلاست بیان،روانی مضمون،قوت دلیل،حسن ادا ایک ایک بات قابل تعریف ہے۔اللہ تعالیٰ جناب مولانا کی اس تحریر کوگم گشتگان راہ کے لیے ذریعے ہدایت بنائے۔در حقیقت مولانا موصوف اسلام کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں اورانہوں نے دوردراز ممالک اور جزائر میں پہنچ کر بروبحر کے سفروں کی صعوبتیں برداشت کر کے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی خدمتیں وقف کردی ہیں۔

جزاہ اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین المرادآبادی غفرلہ الھادی

[مرزائی حقیقت کا اظہار: صفحہ ۱۱۳۔فیضان مدینہ پبلیکشنز کامونکی گوجرانوالہ،ومطبوعہ لیگ مسلم پریس دہلی]

{۹}　مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی کی کتاب پر تقریظ

امام الحفاظ حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب ’’مصنف‘‘ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ایک پورا باب **’’کتاب الرد علی ابی حنیفہ‘‘** کے نام سے شامل کیا ہے۔ مناظر اہل سنت مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی نے اس کتاب کا **’’فقہ الفقیہ‘‘** کے نام سے معقول و مدلل تفصیلی جواب تحریر فرمایا ہے۔ اس کتاب پر صدر الافاضل کی تقریظ ملاحظہ فرمائیں:

فاضل اجل عالم بے بدل استاذ العلماء رئیس الفضلا حضرت علامہ مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ

مبسملاً و حامداً و مصلیاً! حضرت فاضل جلیل عالم نبیل حامی سنن ماحی فتن مولانا ابو یوسف محمد شریف صاحب نے حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ کی کتاب **’’الرد علی ابی حنیفہ‘‘** کا نہایت نفیس محققانہ جواب تحریر فرمایا ہے۔ میں نے اس کے اکثر مقامات کو دیکھا، ماشاء اللہ نہایت محققانہ شان سے، کمال متانت کے ساتھ جواب تحریر فرمایا ہے۔ جواب کیا ہے در اصل چہرہ حقیقت سے کشف حجاب و رفع نقاب ہے۔ اہل علم کے لیے مولانا کی یہ تحریر منیر بہت دل پسند و دل پذیر ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ حافظ ابن ابی شیبہ اگر آج ہوتے تو اس تحریر کی ضرور قدر کرتے اور اس کو اپنی مصنف کا جز بناتے یا کتاب الرد کو اپنی مصنف سے خارج کرتے۔ والحمد للہ رب العلمین۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین غفر لہ

[فقہ الفقیہ: قادری کتاب گھر بریلی شریف۔ صفحہ:۶]

{۱۰}　مولانا کریم الدین دبیر جہلمی کے فتوی پر تصدیق

رافضیوں سے نکاح و تعلق کے ناجائز ہونے پر حضرت مولانا کرم الدین دبیر جہلمی کا علمی و تحقیقی فتوی جو **’’پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ رافضیوں کا ناطہ دے دیا‘‘** کے نام سے شائع ہوا۔ اس پر صدر الافاضل کی درج ذیل تصدیق موجود ہے۔

باسمہٖ سبحانہ حامداً و مصلیاً!

رافضی سے سنی کا نکاح ناجائز ہے۔ جو شخص اس کا ارتکاب کرے قابل اس کے نہیں کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے اس پر توبہ لازم ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

[پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ رافضیوں کا ناطہ دے دیا: ص،۱۱]

{۱۱} فتوی مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی پر تصدیق

مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی کا ایک تفصیلی فتوی فاسق کی امامت کے حوالے سے ”ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف“، میں شائع ہوا۔ حضور صدر الافاضل نے درج ذیل الفاظ میں تصدیق فرمائی۔

”بے شک فاسق کو امام بنانا گناہ اور بنانے والے گناہگار۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز اس حافظ فاسق کو امام نہ بنائیں۔

محمد نعیم الدین غفرلہ، مرادآبادی ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس

[ماہنامہ یادگار رضا بریلی: شعبان ۱۳۵۰ھ۔ ص۱۹]

{۱۲} مفتی مظہر اللہ دہلوی کے فتوی پر تصدیق

فاتحہ مروجہ خصوصاً گیارہویں شریف کے حوالے سے مفتی مظہر اللہ صاحب مفتی اعظم دہلی مفتی مظہر اللہ نقشبندی وغیرہ کے فتاوی پر مشتمل کتاب ”تحقیق الحق“ جس کا تاریخی نام ”حضور کی گیارہویں“ (۱۳۴۶ھ) ہے۔ اس کتاب میں صدر الافاضل کی درج ذیل تصدیق موجود ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

گیارہوں شریف جو بلاد ہند میں معمول و مروج ہے وہ بلاشبہ عمل خیر اور مستحبات میں سے ہے اس پر بدعت کی تعریف صادق نہیں آتی اور جو اس کے بدعت ہونے کا حکم کرے وہ خاطی ہے۔ تعین کبھی جیسا گیارہویں میں کیا جاتا ہے جائز اور شرع سے ثابت ہے وہابیہ کا یہ خیال کہ ایصال ثواب جمیع قیود و تخصیصات سے معرا ہو جائز ہے اطلاقات شرعیہ میں اپنی جانب سے تقیید و تخصیص اور حکم شرع کا ابطال ہے کیوں کہ شرع مطہر نے تخصیصات سے معرا ہونے کی تقیید نہیں فرمائی اپنی طرف سے یہ قید بڑھانا اور اس کو حکم شرع ظاہر کرنا بدعت ہے۔ اور اسی پر بدعت کی تعریف صادق آتی ہے اور عقل سے دشمنی بھی ہے کہ مطلق قیود سے معرا ہو کر وجود میں کس طرح آئے گا۔ لہٰذا گیارہویں کے مانعین غلطی پر اور مثبتین حق پر ہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین غفر اللہ لہ

[تحقیق الحق، تاریخی نام حضور کی گیارہویں: مطبع جامع برقی پریس۔۔ صفحہ ۴۱]

{۱۳} مولانا سید شاہ مصباح الحسن چشتی پھپھوند شریف، کی کتاب پر تقریظ

خلاف مذہب سیاست کرنے والے علما و نام نہاد مسلمانوں کی تردید میں حضرت مفتی سید شاہ مصباح الحسن

صاحب چشتی مودودی سجادہ نشین پھپھوند شریف کے افادات وافاضات پر مشتمل کتاب **"کانگرسی مسلمان اور حقائق قرآن"** جس کا تاریخی نام **"رہزن علما کا کذب وزور"** (۱۳۶۵ھ) ہے۔ صدر الافاضل نے اس کتاب پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

حضرت صدر الفضلا استاذ العلماء عالی جناب مولانا الحاج حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی دامت فیوضاتہم ناظم اعلیٰ الجمیعۃ العالیۃ المرکزیۃ آل انڈیا سنی کانفرنس

مبسملا حامدو مصلیا و مسلما ! حضرت مولا المحترم سلمہ المولیٰ تعالیٰ نے اہل باطل کے رد میں سعی فرمائی حق سبحانہ تعالیٰ اس کو مشکور و مقبول فرمائے اور جزائے کامل ووافر عنایت کرے۔ یہ مولانا کا احسان ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو کانگریسیوں اور ہندؤں کی مغلوبانہ فریب کاریوں اور بے دینوں سے آگاہ فرمایا اور خدا اور سول کے احکام سنا کر راہ حق دکھائی۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

[کانگرسی مسلمان اور حقائق قرآن صفحہ:۳۴]

{۱۴} محدث اعظم پاکستان اور حکیم الامت کے فتوے، لاؤڈ اسپیکر پر تصدیق

رویت ہلال اور لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے حوالے سے محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد خاں اور حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی کے فتوی پر حضور صدر الافاضل نے درج ذیل الفاظ میں تصدیق فرمائی۔

حامدا و مصلیاً و مسلماً !

امام کی قراءت سنانے کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال درست نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت مجیب سلمہ نے تحریر فرمایا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ المعتصم بحبل المتین محمد نعیم الدین المرادآبادی غفرلہ

[رویت ہلال ولاؤڈ اسپیکر پر نماز: نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور صفحہ:۱۱]

{۱۵} نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے فتوی ممانعت پر تصدیق

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے تعلق سے حضرت مولانا مفتی محمد صاحبداد خاں نے فتوی تحریر فرمایا جو جمیعۃ العلما پاکستان سے اہم فتوی کے نام سے شائع ہوا۔ صدر الافاضل نے جب پاکستانی آخری دورہ فرمایا۔ تو اس فتوی پر

تصدیق فرمائی۔ خود مفتی صاحبداد خاں لکھتے ہیں:

القول المقبول فی عظمۃ قول اللہ والرسول، ”آپ جب آخری دفعہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء کراچی میں حضرت محدث صاحب کچھوچھوی مدظلہم العالی کی معیت میں تشریف لائے تو ایک فتوی پر جو راقم الحروف نے نماز میں لاؤڈاسپیکر کے استعمال کی ممانعت پر لکھا تھا اور بعد میں جمعیۃ العلماء پاکستان کراچی کی طرف سے **”اہم فتوی“** کے نام سے شائع کیا گیا تھا اس پر ان الفاظ میں تصدیق ثبت فرمائی۔

”مبسملا حامدا و مسلماً! اذان داخل مسجد مکروہ ہے خواہ مستمر ہو یا احیانا اور بعد اذان لاؤڈاسپیکر کا مسجد میں لانا ہی بیکار ہے کیوں کہ امام کی قراءت سنانے کے لئے لاؤڈاسپیکر کا استعمال درست نہیں ہے۔ جیساکہ حضرت مجیب سلمہ نے تحریر فرمایا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبل المتین محمد نعیم الدین المرادآبادی غفرلہ الہادی

القول المقبول فی عظمۃ قول اللہ والرسول: ادارہ نعیمیہ رضویہ ہفت روزہ سواد اعظم لاہور۔ صفحہ: ۵۳]

{۱۶} پاکیزہ قول فیصل دراستحسان صندل

مزارات طیبات پر صندل کے استعمال کے جواز و استحسان پر ایک علمی و تحقیقی تاریخی کتاب ”پاکیزہ قول فیصل دراستحسان صندل“ (۱۳۴۹ھ) لکھی گئی۔ جس کے مؤلف حضرت مولانا حاجی محمد عباس میاں تھے۔ اس کتاب پر صدر الافاضل نے درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

بعون الملک الوہاب نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم!

دین شاعروں کے تخیل کا نام نہیں ہے بہت سے شعرا اپنی بدلگامیوں کے باعث جہنم رسید ہوں گے، الشعراء یتبعھم الغاوون، نظم سوال کے ساتھ بھیجی گئی ہے وہ بالکل لغو ہے۔ شریعت طاہرہ میں حرام اس کو کہتے ہیں جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اور صندل کی قطعی ممانعت کہیں نہیں۔ نہ قرآن پاک میں نہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ علاوہ بریں اس کی ممانعت اصحاب کرام و تابعین و تبع تابعین وائمہ دین سے بھی ثابت نہیں، تو اس کی حرمت کا دعوی شریعت پر افترا اور بہتان ہے۔

رہا یہ کہ جو چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے ثابت نہ ہو وہ ناجائز ٹھہرے یہ وہابیہ کی من گھڑت ہے۔ شریعت نے یہ کہیں نہیں بتایا۔ اور وہابیہ کے اس قاعدہ سے لازم آتا ہے کہ ان کے مدرسے اور تعلیم اور جلسہ ہائے امتحان و دستار بندی اور تعین اوقات تعلیم اور تعین ایام تعطیل یہ سب امور ناجائز ہوں کیوں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے بہیئت کذائی ثابت نہیں۔

لہٰذا شاعر کے تمام ہفوات باطل اور خلاف شرع ہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم العبد المعتصم بحبل المتین۔

کتبہ محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین

[مسمیٰ بنام تاریخی مشعر سال اختتام تالیف، عطر الصندل فی انہا یجوز علی قبر الولی الصندل، ملقب بلقب تاریخی مشعر سال ابتداے تالیف، پاکیزہ قول فیصل در استحسان صندل ۱۳۴۹۔ مطبع ابوالعلائی پریس آگرہ]

نایاب فتاوی، وتحریرات

زمانہ طاعون میں اذان کا جواز: فتوی

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس امر میں کہ طاعون کے دفع کرنے کے لیے اذان کہنا جائز ہے یا نہیں؟
المستفتی: احمد علی مدرس فارسی مدرسہ امدادیہ مراد آباد۔

الجواب:

اقول بتوفیقه تعالیٰ۔ اذان دفع طاعون کے لیے شرعاً جائز بلکہ مستحب ہے۔ چناں چہ حدیث میں آیا ہے:
ان الطاعون من طعن الجن، یعنی طاعون جنوں کا چھوکا اور کونچہ مارنا ہے، انسان کے بدن میں۔ شامی باب الکسوف ص ۸۸۲۔ میں ہے:

والطاعون والمرض العام بسبب وخز الجن"

اب ثابت ہوگیا کہ طاعون جنوں کی ایذا رسانی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جنوں کی ایذا سے محفوظ رہنے کے لیے اذان کہنا حدیث میں آیا ہے۔ چناں چہ حصن حصین میں ہے:

اذا تغولت الغیلان نادی بالاذان،
یعنی جب جنوں کے گروہ ظاہر ہوں تو اذان پکارے۔
الدر المختار میں ہے: ؎

سن الأذان لست قد نظمتهمُ
فی نظم شعر فمن یحفظهم انتفعا
فرض الصلاة وفی أذن الصغیر وفی
وقت الحریق وللحرب الذی وقعا
خلف المسافر والغیلان إن
ظهرت فاحفظ لسنة من للدین قد شرعا

اس سے بصراحت ثابت ہے کہ جنوں کے ظہور اور ایذا رسانی کے وقت اذان سنت ہے۔
رد المحتار میں ہے: **عند تغول الغیلان: أی عند تمرد الجن لخبر صحیح فیه۔ أقول: ولا بعد فیه عندنا،**
اس عبارت سے بھی جنات کی سرکشی کے وقت اذان کا سنت ہونا ثابت ہوا۔ پس جب کہ طاعون کا سبب

ایذاے اجنہ ثابت ہوئی اور ایذاے اجنہ کے دفع کرنے کو اذان سنت ٹھہری تو طاعون کے لیے اذان کا سنت ہونا ثابت ہوگیا۔ نیز وبا کے زمانہ میں عام طبائع پر غم ودہشت کا بڑا اثر ہوتا ہے حتیٰ کہ دیکھا گیا ہے کہ بہت آدمی صرف غم اور دہشت کی وجہ سے مر گئے۔ اور بحمدہٖ تعالیٰ اذان اس کا ہی علاج ہے کہ غم ودہشت اذان کی برکت سے دور ہوجاتے ہیں۔ اور دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اذان ذکر ہے۔ اور اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ الابذکر اللہ تطمئن القلوب، اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں۔

دفع غم کے لیے بھی اذان سنت ہے۔ چناں چہ علامہ علی قاری رحمہ الباری مرقاۃ شرح مشکاۃ ترجمہ باب فضیلت الصلوات میں فرماتے ہیں:

”ویسن أیضا عن الھم وسؤ الخلق لخبر الدیلمی، «عن علی: رآنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حزینا فقال: (یا ابن أبی طالب إنی أراك حزینا فمر بعض أھلك یؤذن فی أذنك، فإنہ درأ الھم) قال: فجربتہ فوجدتہ کذلك، وقال: کل من رواتہ إلی علی أنہ جربہ، فوجدہ کذلك. وروی الدیلمی عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من ساء خلقہ من إنسان أو دابۃ فأذنوا فی أذنہ“ انتھیٰ۔ کذا فی الشامی۔

حاصل یہ کہ غم اور بدخلقی کے لیے بھی اذان سنت ہے اس لیے کہ دیلمی کی حدیث حضرت علی سے مروی ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے فرمایا: حضرت نے کہا: اے علی! میں تم کو غمگین دیکھتا ہوں۔ تم اپنے گھر والوں میں سے کسی کو حکم کرو کہ تمہارے کان میں اذان کہے اس لیے کہ اذان غم کی دفع کرنے والی ہے۔ کہا حضرت علی نے کہ میں اس کا تجربہ کیا اور ایسا ہی پایا۔ اور اس روایت کے جتنے راوی ہیں حضرت علی تک ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا اور ایسا ہی یعنی دافع غم پایا۔ اور نیز دیلمی نے حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی دابہ یا انسان کو سوء خلق عارض ہو اس کے کان میں اذان کہو!

الدر المختار میں ہے کہ: ؎

وزید اربع ذو ھم و ذو غضب
مسافر ضل فی قفر و من صرعا

اور رد المحتار میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

”وفی حاشیۃ البحر الرملی: رأیت فی کتب الشافعیۃ أنہ قد یسن الأذان لغیر الصلاۃ، کما فی أذان المولود والمھموم“

ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ غم کے دور کرنے کے لیے اذان سنت ہے۔ اب بحمدہٖ تعالیٰ احادیث نبویہ اور روایات فقہیہ اذانوں کا سنت ہونا طاعون کے دفع اور غم کے دور کرنے کے لیے بوضاحت ثابت ہوگیا۔

واللہ اعلم بالصواب۔ والیہ المرجع والمآب وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ العبد المسکین محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین المرادآبادی غفرلہ الہادی

آپ کے اس فتوے پر آپ کے استاد گرامی حضرت مولانا محمد گل خاں کابلی اور استاد مکرم حضرت محمد ابوالفضل اور ملا محمد اشرف شاذلی کی تصدیقات ہیں۔ جو ہم نے ان تینوں بزرگوں کے حالات کے ضمن میں نقل کر دی ہیں۔ البتہ ایک تصدیق مولوی محمد قاسم علی صاحب کی یہاں نقل کیے دیتے ہیں ملاحظہ کریں۔

فی الواقع بوقت نزول کسی سخت حادثہ اور لحوق فزع شدید کے جیسے زلزلہ قویہ اور آتش زدگی اور مرض وبائی اور ہجوم اجنہ۔۔۔ اوران کی چوک بھول جانے مسافر راہ کو جنگل میں، اذان کہنا مستحب ہے۔

کماحررہ المجیب المصیب ویویدہ فی شرعیۃ الاسلام ویستحب لمن ضل الطریق فی ارض فقراء ان یوذن فقط۔

محمد قاسم علی خلف مولانا محمد عالم علی

لاؤڈاسپیکر کی نماز پر فتاوی عدم جواز

دیوبندی قاری کریم بخش لاہوری نے لاؤڈاسپیکر پر نماز کے عدم جواز پر ہندوپاک کے مختلف مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علما سے فتاوی حاصل کر کے کتابی شکل میں ''لاؤڈاسپیکر کی نماز پر فتاوی عدم جواز'' کے نام سے شائع کیے جس میں صدر الافاضل کا درج ذیل فتوی نقل کیا گیا۔ ملاحظہ کریں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

اس آلے کے استعمال میں امام کے لیے شغل بھی ہے اور تکبیر مکبرین کی سنت بھی بظاہر موقوف ہوتی نظر آتی ہے۔ اس لیے اس کو استعمال نہ کیا جائے۔ لیکن ابھی تک آلے کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی کہ آیا وہ امام کی آواز کو پہنچاتا ہے یا کوئی اور شے اس میں شامل ہے جب تک یہ تحقیق نہ ہو دوسرے حکم بیان نہیں کیے جاسکتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم،

دستخط۔

کتبہ العبد المعتصم محمد نعیم الدین غفرلہ

[لاؤڈاسپیکر کی نماز پر فتاوی عدم جواز: ص ۲۵]

نایاب فتوی دربارہ طلاق

الجواب۔۔۔۔بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم وآلہ واصحابہ

مسماۃ بنو بی کا نکاح عدت میں اپنے بہنوئی کے ساتھ حرام وناجائز ہے۔ ان دونوں میں تفریق وجدائی کر دینا لازم وواجب ہے۔ جو لوگ اس نکاح میں معین ومددگار ہوئے سب گنہگار اور مرتکب حرام ہوئے ان سب پر توبہ لازم یہاں جمع بین الاختین ہی ہے اور نکاح فی العدۃ بھی۔ یہ دونوں ناجائز ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ لاتجمعوا بین الاختین الایۃ۔

وقال اللہ سبحنہ: والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلث قرؤ

لہٰذا یہ نکاح حرام وناجائز ہوا۔ عالمگیری میں ہے:

وان تزوجھما ای الاختین فی عقدتین فنکاح الاخیرۃ فاسدۃ ویجب علیہ ان یفارقھما

ان دونوں کو جدا کرنا لازم ہے اور عورت پر اس جدائی کے وقت سے پھر پوری عدت ضروری ہوگئی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ پہلے شوہر کی طلاق کے وقت سے عدت گزار کر کسی تیسرے کے ساتھ نکاح کرلے۔ اور وہ بہنوئی جس نے اس عورت سے نکاح کیا تھا اس پر لازم ہے کہ اس کو جدا کرے اور جب تک اس کی عدت گزرے اپنی بی بی سے علاحدہ رہے مقاربت نہ کرے۔ عالمگیری میں ہے:

وعلیھا العدۃ ویثبت النسب ویعتزل عن امرتہ حتی تنقضی عدۃ اختھا کذا فی محیط السرخسی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین مرادآبادی غفرلہ

[اخبار الفقیہ: ۷؍ستمبر ۱۹۲۹ء ص ۱۰]

قبر میں تختوں کے اوپر بوریا وغیرہ ڈالنے سے متعلق فتوی

قبر میں تختوں کے اوپر بوریا وغیرہ میت کو مٹی سے بچانے کی خاطر ڈالنے کے سلسلے میں مولوی عبد السبحان سلھٹی نے علما کی تحقیقات کو اکھٹا کرکے کتابی شکل میں بنام ''الانصاف فی الاختلاف'' کو ترتیب دیا، جس میں علامہ گل خاں کابلی اور ابوالفضل فضل احمد مرادآبادی کی تائید اور صدر الافاضل کا فارسی میں قریب سو اصفحات پر مشتمل فتوی بھی موجود ہے۔ وہ فتوی ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

''حامدا ومصلیا ومسلما:۔ انداختن بوریا بر قصب گور برائے رخنہ بندی حسن ست بلاشبہہ زیراکہ فرمود

پیغمبر ما صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن ، ونیز از برائے غرضی حسن و حفاظت میت ست از ریختن خاک گور برآں۔

قال الشیخ العلامۃ ابراھیم الحلبی فی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی و تسد شقوقہ کیلا ینزل التراب منہا علی المیت کذا فی ردالمحتار،

واما اختلاف فقہا کہ مجیب ذکر کردہ بعید نیست کہ خارج بود از ما نحن فیہ زیرا کہ فقہا اختلاف کردہ اند در گسترن بوریا بر خشت و بحث ما در قصب ست نہ در خشت و مے تواند کہ گسترن بوریا بر خشت مکروہ بود نزد بعضے بسبب قلت حاجت بداں زیرا کہ خوف ریختن خاک در خشت کمتر ست بہ نسبت قصب کہ در خشت رخنہ کمتر و کم مے ماند و آں سوراخ کوچک می گزارد۔ پس دریں صورت حاجت بسوے بوریا شدید نیست۔ وہمیں ست مختلف فیہ در میان فقہا و انداختن بوریا بر قصب برائے رخنہ بندی کہ حاجتے ست شدید مکروہ نیست نزد کسے از فقہا۔

قال الحلبی فی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فاما القصب المعمول ھو بالفارسیۃ بوریا فقد اختلف المشائخ فیہ قال بعضھم لایکرہ یعنی جعلہ فوق اللبن،

دریں عبارت دلالتی است صریحی براں ایں کہ مختلف فیہ انداختن آں فوق اللبن است کما یصرح بہ قول یعنی جعلہ فوق اللبن وہمیں معقول است۔ زیرا کہ در خشت رخنہ گزاشتن و نگزاشتن ہر دو متصور ست و حاجت بوریا کمتر و ممکن نیست کہ قصب رخنہ نگزارد و پس دریں جا حاجت قوی تر است و کراہت دریں صورت متصور نیست۔ قطع نظر ازیں جملہ اگر تسلیم کردہ شود کہ اختلاف فقہا در ما نحن فی است پس حکم بکراہت نمودن چہ معنی نقل اختلاف مفید ثبوت کراہت چگونہ باشد ہر گاہ فقہا در کراہت وعدم آں اختلاف کردہ اند و مرجحے نیست مر جانب کراہت را پس حکم بکراہت کردن روا نیست، بلکہ دریں صورت حکم بعدم کراہت عین صواب است۔ زیرا کہ عند الاختلاف مثبت مقدم ست بر نافی

فی ردالمحتار والمثبت مقدم علی النافی کذا فی فتاوی حدیثہ العلامۃ ابن حجر المکی،

پس آشکارا گردید کہ دریں صورت حکم بعدم کراہت صحیح است۔

ھذا ما حضرلی الآن واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین المرادآبادی غفرلہ رب الھادی

[الانصاف فی الاختلاف: ص۵]

عقائد سے متعلق چند مسائل پر مشتمل فتوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ

کہ زید کہتا ہے کہ موجودات عین حق تعالیٰ کا ہیں۔ حق تعالیٰ کل ہے اور موجودات جز۔ جزاپنے کل میں ایک دن مل جائے گا۔ اورالہ باطلہ جن کی کفار پرستش کرتے تھے وہ عین حق تعالیٰ ہیں۔ بکر کہتا ہے کہ یہ عقیدہ کفروشرک شرک ہے۔ اشیاعین حق تعالیٰ کا نہیں ہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ کے صفات صوراشیامیں حسب الحیثیت ظاہر ہیں۔ اور ظاہر ومظہر بمعنی محل ظہور قدرت ودیگر صفات مناسبہ مسلم ہے، جس سے مراد محض دلالت اثرعلی المؤثر ہے۔ اور وحدۃ الوجود ایک حال ہے جس پر طاری ہووہی جانتا ہے اور شہود حقیقت ہے۔ لہٰذا مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں:

① کیاجمیع موجودات یعنی بہائم درند پرندوغیرہ عین حق تعالیٰ کا ہیں یاغیر؟

② اورالہٰ باطلہ (بت) بھی عین حق تعالیٰ کا ہیں یاغیر؟

③ اور غوث الثقلین حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر اکابر صوفیہ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ تمام اشیاعین حق تعالیٰ کا ہیں یازیدان پر افتراپرداز ہیں؟

④ کیاشرعًا یہ عقیدہ درست ہے یاکفروشرک؟

⑤ ایسے پیر کی بیعت درست ہے یاحرام؟

الجواب۔

زید کے اقوال صریح البطلان موجب خسران وخذلان ہیں۔ جاہل مدعی تصوف اس طرح کی بے ہودہ گوئیوں سے گمراہ ہوتے اور ایمان کھوتے ہیں۔ کہاں یہ اباطیل اور کہاں وحدت وجود۔ اس کی ان بوالہوسوں کو ہوابھی نہیں لگی۔ اللہ تعالیٰ صراط مستقیم نصیب فرمائے۔ آمین۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ

[ظہورالصفات فی جمیع الموجودات: ص۱۹۸تا۲۰۰]

گاؤں میں جمعہ جائز نہیں

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین علمائے حنفیہ کرام کہ گاؤں میں جمعہ درست ہے یانہیں؟ یعنی بعض صاحب کہتے ہیں کہ گاؤں میں جمعہ مطلقًا جائز نہیں۔ یہ کہنا ان کا صحیح ہے یاغلط۔ ہمارے اطراف دیہات میں بہت سے ایسے گاؤں ہیں جن میں نمازی مکلف اس قدر ہیں کہ اگر وہ سب آئیں تو مسجد میں نہ سمائیں۔ ایسے گاؤں میں گاؤں میں دوتین مسجدیں نہ ہوں ایک ہی ہواوراس میں اتنے نمازی مکلف ہوں کہ مسجد بھر جائے اور لوگ بچ رہیں تو اس میں جمعہ جائز ہے یانہیں؟

قدیم سے ان گاؤں میں جمعہ ہوتا تھا منع کرنے والے وچھوڑنے والے کا کیا حکم ہے؟

(۲) جس گاؤں میں دوتین مسجدیں نہ ہوں ایک ہی ہو اور اس میں اتنے نمازی مکلف ہوں کہ مسجد بھر جائے اور لوگ بچ رہیں تو اس میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس کے قول سے؟

زید شرح وقایہ ودر مختار کا حوالہ دے کر جائز کہتا ہے (عبارت شرح وقایہ)

شرط لادائها مصر هو موضع اذا اجتمع اهله فی اکبر مساجده اهله مصر

(عبارت در مختار) یشترط لصحتها المصر وهو مالا یسع اکبر مساجده اهله المکلفین بها

(ونیز در مختار میں) ونصه وعلیه فتوی اکثرالفقهاء قال علیه العلامة الشامی قال ابوشجاع هٰذا احسن ماقیل فیه وعلیه مشی فی الوقایة ومتن المختار وشرحه وقایة فی متن الدرر علی القول الاخیر وایده صدر الشریعة هو صحیح۔

زید کا یہ حوالہ دے کر جائز کہنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مصر بلا شبہ جمعہ کے شرائط صحت میں سے ہے۔ الدرالمختار میں ہے:

ویشترط لصحتها سبعة اشیاء الاول المصر

اور مصر کی تعریف میں بہت سے اقوال ہیں۔

من جملہ ان کے وہ قول بھی ہے جس کو زید نے نقل کیا۔ گو اس نے نقل عبارت میں احتیاط نہ کی۔ در مختار میں زید کی نقل کردہ عبارت کے بعد ہی موجود ہے۔

وظاهر المذهب انه کل موضع له امیر وقاض یقدر علی اقامة الحدود

یعنی ظاہر مذہب یہ ہے کہ مصر ہر وہ موضع ہے جس کے لیے ایسا امیر و قاضی ہو جو اقامت حدود پر قدرت رکھے، یہی ظاہر روایت ہے، یہی امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، اسی کو ائمہ نے اصح فرمایا۔ بحر میں ہے:

وفی حد المصر أقوال کثیرة اختاروا منها قولین: أحدهما ما فی المختصر ثانیهما ما عزوه لأبی حنیفة أنه بلدة کبیرة فیها سکك وأسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی إنصاف المظلوم من الظالم بحشمه وعلمه أو علم غیره والناس یرجعون إلیه فی الحوادث قال فی البدائع، وهو الأصح۔

اور وہ روایت جو زید نے نقل کی اس کے مقابل غیر معتبر ہے، حتیٰ کہ اس کی بنا پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی مصر نہیں رہتے۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

والفصل فی ذالك ان مکة والمدینة مصران تقام بهما الجمعة من زمنه علیه الصلاة والسلام الی الیوم فکل

موضع کان مثل احدهما فهو مصر فکل تفسیر لایصدق علی احدهما فهو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختارہ جماعة من المتاخرین کصاحب المختار الوقایة وغیرهما وهو مالو اجتمع اهله فی اکبر مساجدہ لایسعهم فانه منقوض بهما اذ مسجد کل منهما یسع اهله وزیادة ولم یعلم ان مکة والمدینة فی زمن النبی علیه السلام واصحابه کان اکبر مما هی الآن ولا ان مسجدهما کان اصغر مما هو الآن فلا یعتبر هٰذا التعریف۔

اب معلوم ہوگیا کہ وقایہ کی تعریف جو زید نے نقل کی مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ پر بھی صادق نہیں آتی۔ لہٰذا وہ معتبر نہیں۔ تو روایت ظاہرہ معتمدہ کے بموجب ان دیہات میں جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ جہاں ظالم و مظلوم کے انصاف پر قدرت رکھنے والا حاکم موجود نہ ہو، لیکن احتیاط یہ ہے کہ اگر ایسے دیہات میں جمعہ پڑھا جاتا ہو تو وہاں ظہر ضرور پڑھی جائے۔ کافی میں ہے:

ثم فی کل موضع وقع الشك فی جواز الجمعة کوقوع الشك فی المصر او غیرہ واقامة اهله الجمعة ینبغی ان یصلی بعد الجمعة اربع رکعات وینوی بها الظهر حتی لو لم یقع الجمعة موقعها یخرج عن عهدة فرض الوقت بیقین۔

علامہ ابن عابدین منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

والاحتیاط فی القری أن یصلی السنة أربعا، ثم الجمعة، ثم ینوی أربعا سنة الجمعة، ثم یصلی الظهر، ثم رکعتین سنة الوقت فهذا هو الصحیح المختار

یعنی دیہات میں احتیاط یہ ہے کہ چار سنتیں پڑھے۔ پھر جمعہ، پھر چار سنت، بہ نیت سنت جمعہ پھر ظہر، پھر دو رکعت سنت بہ نیت وقت۔ یہی صحیح مختار ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین المرادآبادی غفرلہ

[مقدمہ فتاوی حبیب الفتاوی: ج ا ص ۲]

فتوی دربارہ خطبہ

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ

(ا) خطبہ جمعہ و عیدین سے تعلیم احکام مقصود ہے اسی وجہ سے ایک بار نماز عیدین خطبہ پڑھنے کے بعد عورتوں کی جماعت میں اس خیال سے کہ ان تک خطبہ کی آواز نہ پہنچی ہوگی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کو تصدق کی ترغیب دی۔ اس زمانہ میں حاضرین جماعت میں فیصدی دس بھی عربی سمجھنے والے نہیں ہوتے جو بذریعہ خطبہ احکام سیکھیں پس حسب ضرورت فارسی اردو انگریزی میں خطبہ پڑھنا جائز بلکہ ضروری ہے تاکہ خطبہ کی غرض حاصل ہو۔

۲) زمانہ رسالت میں اہل مکہ واہل مدینہ کی زبان عربی تھی جس میں خطبہ پڑھنا ان لوگوں کے لیے کافی تھا اور اس زمانہ میں یہ بات نہیں ہے لہٰذا اس وقت خطبہ حاضرین کی زبان ہونا چاہیے۔

۳) حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر جب قراءت فارسی زبان میں جائز ہے تو خطبہ فارسی زبان میں پھر اردو یا انگریزی زبان میں کیوں نہ ہونا چاہیے۔

۴) نثر کی نسبت سے نظم زیادہ موثر اور دل گزیں ہوتی ہے پس اگر فارسی اردو انگریزی زبان کے اشعار بھی اس میں مخلوط کروائے جائیں یا پورا خطبہ نظم میں پڑھا جائے تو کیا مضائقہ ہے بکر کہتا ہے کہ

۱) خطبہ محض وعظ و تعلیم احکام کا نام نہیں بلکہ چند تخصیصات کے ساتھ (مثلاً آغاز خطبہ کے قبل اذان بحالت جلوس امام پر منبر عربی زبان میں امام کا دو خطبے پڑھنا، ان دونوں خطبوں کے درمیان جلوس کرنا حمد و ثنا نعت ودرود تلاوت آیت قرآنی دعا برائے مومنین و مومنات مناسب تذکیر) بہ ہیئت کذائیہ خطبہ جمعہ ہے۔ پس اس کو اسی طریقہ پر رہنا چاہیے جیسا کہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔

۲) حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ وعیدین جو پڑھایا تھا وہ بطور عادت نہ تھا بلکہ بطریق عبادت اور جو عبادت حضرت شارع علیہ السلام سے جس طریقہ پر ثابت ہو اس میں ترمیم کا حق امت کو حاصل نہیں۔

۳) زمانہ رسالت میں بہت سے لوگ غیر عربی زبان کے تھے ونیز صحابہ میں فارس وروم وغیرہ غیر عرب کے ممالک فتح ہوئے اور ان لوگوں میں اس وقت احکام کی ضرورت بہت زیادہ تھی لیکن خطبہ جمعہ وعیدین کا ان کی زبانوں میں پڑھا جانا خیر القرون میں پسند نہیں فرمایا گیا۔ پس اس زمانہ میں بھی غیر عربی زبان میں میں جمعہ عیدین کا خطبہ نہ پڑھنا چاہیے۔

۴) حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول قراءت فارسیہ کے متعلق ایک حکمت غامضہ پر مبنی تھا تاہم فتوی قول صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ پر ہے۔ کہ غیر معذور کے لیے قراءت فارسی میں جائز نہیں۔ پس قراءت پر خطبہ کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔

۵) خیر القرون میں معجزہ کلام شعرا بکثرت تھے۔ اور نظم کا نثر سے زیادہ موثر نا اس وقت بھی موجود تھا لیکن اس متبرک زمانہ میں یا اس کے بعد اشعار کا خطبہ میں مخلوط کرنا یا پورا خطبہ نظم میں پڑھنا پیشوایان اسلام نے جائز نہیں رکھا۔ پس۔

۱) اس مکالمہ میں زید حق پر ہے یا بکر اور کس کے دلائل قوی اور قابل تسلیم ہیں۔ اور شریعت مطہرہ اس بارے میں کیا حکم صادر فرماتی ہے۔

(۲) اگر خطبہ میں طریقہ متوارثہ کے خلاف عمل کیا جائے توکم ازکم ترک سنت مؤکدہ کا مواخذہ ہوسکتا ہے یانہیں ؟اور تارک سنت موکدہ کا کیا حکم ہے ؟

(۳) اگر ایسا کیا جائے کہ پورا خطبہ عربی میں پڑھا جائے اور بعد ختم خطبہ کچھ تقریر کردی جائے یعنی اردو یا انگریزی میں لیکچر دیا جائے تو کوئی خرابی تو نہ ہوگی۔ اور خطبہ و نماز میں فصل تو نہ سمجھا جائے گا اور اس صورت میں ترک سنت موکدہ کا الزام تو عائد نہ ہوگا۔ براہ کرم حسبۃ للہ ،سوالات متذکرہ بالا کے جوابات نہایت مفصل و مدلل تحریر فرمائے جائیں۔ بینوا و توجروا۔

المستفتی محمد عبداللہ خان از ریاست نیورہ ضلع بارہ بنکی

الجواب۔

زید کا قول صحیح نہیں ہے کہ خطبہ سے مقصود تعلیم احکام ہی ہو۔ خطبہ کی سنتوں میں سے تذکیر بھی ایک سنت ہے۔ جیسا کہ عربی زبان میں ہونا مسنون ہے۔ نہ یہ کہ خطبہ میں تعلیم احکام ہی مقصود ہوں حتی کہ اگر خطبہ میں فقط ذکر الٰہی پر اکتفا کیا تو بھی فرض ادا ہوگیا۔ ہندیہ میں ہے:

والثانی ذکر اللہ تعالیٰ و کفت تحمیدۃ او تهلیلة او تسبیحة کذا فی المتون۔

علاوہ بریں جس قدر تذکیر خطبہ میں ہے اسے اکثر مسلمان کو عربی پڑھے ہوئے نہ ہوں مگر قرینہ سے سمجھ لیتے ہیں زبان عربی کو تمام زبانوں پر فضیلت ہے۔ وللعربیة فضل علی سائر الالسنة۔ حتی کہ قرآن پاک عربی میں نازل ہوا۔ انا انزلناہ قرآنا عربیا، اور وہ برکت و ثواب ترجمہ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوسکتا نہ اسے تلاوت قرآن کہا جائے۔

دعا میں بھی زبان عربی بہتر ہے۔ لما ورد ان الدعاء بالعربیة اسرع بالاجابة۔

ان تمام برکات کو چھوڑنا اور خلافت سنت متوارثہ خطبہ دوسری زبان میں پڑھنا نہ چاہیے۔ بکر کا یہ قول کہ زمانہ اقدس میں بھی غیر عربی زبان کے لوگ تھے اور زمانہ صحابہ و خلفا میں بھی بکثرت عجمی ممالک فتح ہوئے اور ضرورت تعلیم اس زمانہ میں آج سے زیادہ تھی لیکن خطبہ کبھی غیر عربی میں نہ پڑھا گیا لہٰذا دوسری زبان میں خطبہ سنت متوارثہ کے خلاف اور مکروہ ہے اور قراءت فارسی کا مسئلہ خود مفتی بہ نہیں ہے بلکہ خود امام نے قول صاحبین کی طرح رجوع فرمایا۔ ہندیہ میں ہے:

ولا تجوز القراءة بالفارسية إلا بعذر عند أبي يوسف ومحمد رحمهما الله وبه يفتي. هكذا في شرح النقاية للشيخ أبي المكارم ويجوز عند أبي حنيفة۔ رحمه الله۔ بالفارسية وبأي لسان كان وهو الصحيح ويروى رجوعه إلى قولهما وعليه الاعتماد. هكذا في الهداية وفي الأسرار هو اختيار ي وفي التحقيق هو مختار عامة المحققين وعليه الفتوى كذا في شرح النقاية للشيخ أبي المكارم وهو الأصح. هكذا في مجمع البحرين.

فارسی تو کہاں نظم عربی کو بھی قراءۃ عجمیہ میں نہ پڑھنا چاہیے۔ فتاوی عالگیری میں ہے:
ولکنی أری الصواب أن لا یقرأ القراءۃ العجبیۃ (العجیبۃ) بالإمالات والروایات الغریبۃ. کذا فی التتارخانیۃ.
اور یہ بھی درست نہیں کہ بعد خطبہ قبل نماز کوئی تقریر کی جائے کہ اس میں خطبہ وصلاۃ میں فصل ہوتا ہے۔
واللہ تعالیٰ سبحنہ اعلم۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ۔ ۱۳۲۶ھ

الجواب صحیح۔ عمر النعیمی۔ الجواب صحیح۔ محمد عبد الرشید غفر لہ المجید۔
[بحوالہ غنتۃ الکلام وعمدۃ الحرام (محمد عبد الحمید صاحب) مطبع ٹکسال چوک لکھنؤ]

نایاب دستی فتوی

یہ فتوی آپ کے دست مبارک کا لکھا ہوا فقیر کو دستیاب ہوا۔ ملاحظہ فرمائیں۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم!

(۱) اگر خدا بخش نے یہ کلمے بہ نیت طلاق کہے تھے تو طلاق بائن واقع ہوگئی۔ دوبارہ نکاح کرنا چاہیے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ شخص ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ساٹھ روزے متواتر رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ۔

(دستی فتوی)

ہدایات

فرائض کی پابندی، معاملات میں دیانت وانصاف، کمزوروں پر رحم، بزرگوں کی توقیر، مصیبت میں دستگیری، مسلمانوں کے ساتھ دوستی ومحبت، مذہب کی پاسداری، اہل سنت کی تائید، اور تمام فرقوں سے علاحدگی، منہیات وممنوعات شرعیہ سے اجتناب لازم سمجھیں، مسلمانوں سے بہ کشادہ ملیں، مہمانوں کی خاطر کریں، کسب حلال کی سعی کریں، اپنے اقارب کے حقوق کا پورا لحاظ رکھیں، موت سے غافل نہ رہیں، اکثر اوقات یاد خدا میں مصروف رہا کریں، خدا میسر کرے تو پچھلی شب کا ذکر بہت نافع ہے۔ روزانہ تین سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھ لیا کریں۔

اللھم صل علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آل سیدنا ومولانا محمد بعدد کل معلوم لك۔
ہر مصیبت میں درود شریف کام آتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کا ورد رکھیں۔

روزانہ سوتے وقت عمر بھر کے گناہوں سے توبہ کر کے باوضو سویا کریں۔ عشاء کی سنت اور وتر کے درمیان داڑھی میں کنگا کرتے جائیں اور گیارہ مرتبہ یہ دعا پڑھیں تو ان شاء اللہ آنکھوں کی تکلیف اور قرض کی مصیبت سے امن ہو۔

دعا:۔ اعوذ باللہ من الفضیحتین و من ظلمۃ العینین و من عذاب الدین بحرمۃ جد الحسن و الحسین صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر چیز سے، ہر شخص سے، اپنے جان و مال سے، اولاد سے سب سے زیادہ محبوب و پیارا جانے، میلاد مبارک کی محفل میں شرکت کو باعث برکت سمجھیں اور اکثر اوقات حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے احوال کریمہ کے ذکر و مطالعہ میں رہا کریں۔ ''تاریخ حبیب الہ'' دیکھتے رہیں۔ اگر کوئی حاجت پیش آجائے تو دو رکعت نفل پڑھ کر حضرت اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے حضور اس کا ثواب ہدیہ کریں اور بعد ایک سو ایک مرتبہ درود شریف کے خداوند عالم سے اپنی حاجت مانگیں۔ جمعہ کے روز نماز فجر سے قبل ایک ہزار اکہتر مرتبہ ''یا غنی'' اول و آخر درود شریف کے ساتھ، کشائش رزق کے لیے بہت مجرب ہے، باذن اللہ تعالیٰ۔ مقدمہ وغیرہ سے خلاصی کے لیے اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں

أُفَوِّضُ أَمْرِيْ إِلَى اللهِ إِنَّ اللهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ۔

کا ورد بہت نافع ہے۔ قرض جہاں تک ممکن ہو بچیں اور تجارت میں سعی کریں۔ اللہ سبحانہ حافظ و ناصر رہے۔

فقیر کو اپنی دعاؤں میں شامل کر لیا کریں اور فقیر کی تصانیف مطالعے میں رکھیں بالخصوص فقیر کی تفسیر خزائن العرفان پڑھا کریں۔ والسلام۔

فقیر محمد نعیم الدین عفی عنہ

مراد آباد چوکی حسن خاں یوپی
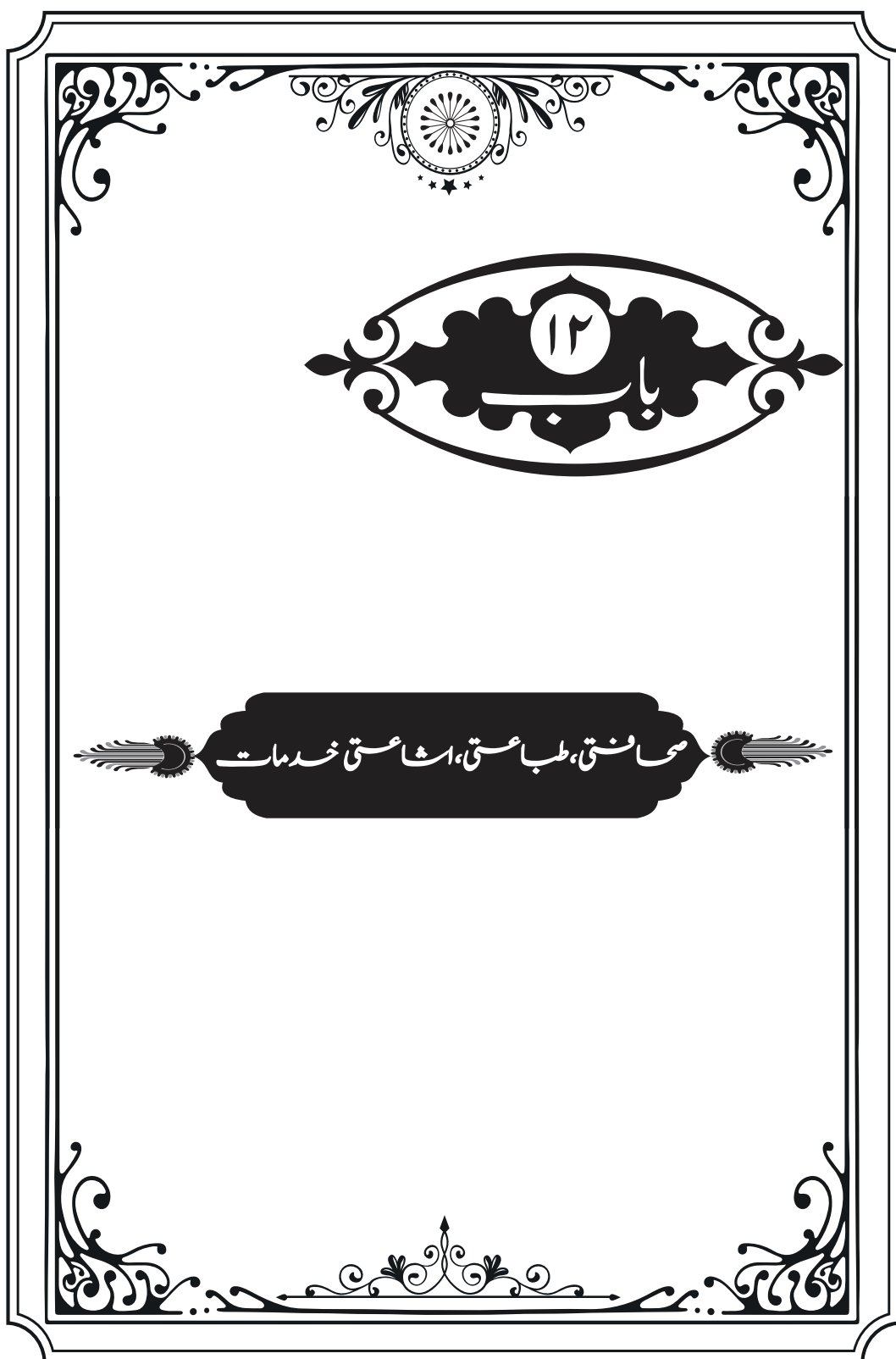
باب ۱۲

صحافتی، طباعتی، اشاعتی خدمات

نعیم دین متیں مولوی نعیم الدین
غنیم غنچہ دیں مولوی نعیم الدین
زمانہ کہتا ہے صدر الافاضل اصناف
کہ منتخب ہو تمہیں مولوی نعیم الدین

مولانا سید ارشاد حسین نعیمی شیش گڑھی

صدر الافاضل کی صحافتی خدمات

صحافتی، طباعتی اور اشاعتی میدان میں بھی صدر الافاضل نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کی ان خدمات کی قدرے تفصیل یہاں پیش کی جاتی ہے۔ پہلے صحافت کے حوالے سے بعد میں آپ کی طباعتی و اشاعتی خدمات سے متعلق تفصیل ملاحظہ کریں۔

رسالہ السوادالاعظم ایک جائزہ

آج سے تقریباً ایک صدی پہلے جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے صدرالافاضل کی سرپرستی اور مفتی محمد عمر نعیمی کی ادارت میں ایک ماہوار رسالہ "السواد الاعظم جاری ہوا۔ مذہبی صحافت میں اس رسالے کا خاصا کردار رہا۔ عوام و خواص میں خوب مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہر خاص و عام اسے دل چسپی سے پڑھتا۔ ملک بھر کے مشہور رسالوں میں امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ اپنے مندرجات کے حوالے سے اہل علم وارباب ذوق میں پسند کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ہم یہاں اس رسالے کا تفصیلی جائزہ پیش کرتے ہیں۔ قارئین ملاحظہ کریں:

سن اجرا:۔ ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء میں مطبع نعیمی مرادآباد سے صدرالافاضل کے ہاتھوں اس کا اجرا عمل میں آیا۔ رامپور کے مشہور ہفت روزہ اخبار دبدبہ سکندری میں مطبوعات جدیدہ کے کالم میں السوادالاعظم کے اجرا کے حوالے سے ایک طویل خبر شائع کی گئی جس میں تاریخ اجرا کے ساتھ رسالہ کے اغراض و مقاصد اور اس کے مندرجات پر بہترین تبصرہ کیا گیا، جسے یہاں نقل کرنا بے فائدہ نہ ہوگا۔ ملاحظہ کریں:

السوادالاعظم

"مکرمی جناب مولانا مولوی محمد عمر نعیمی مرادآبادی نے مطبع نعیمی مرادآباد سے اس نام کا ایک ماہواری رسالہ ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ سے چھاپنا شروع کیا ہے، جس کا پہلا نمبر ہمارے پیش نظر۔ جتنا بیان کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رسالہ ہٰذا دین کی خدمت، سنت کی حمایت مخالفین مذہب سے سینہ سپر ہونے متانت و سنجیدگی کے ساتھ دشمنان دین وملت کے ہر حملے کو دفع کرنے اور ان کی خفیہ تدابیر پر اہل مذہب کو متنبہ کرنے، مسلمانوں کا اخلاق معاشرت سکھانے، قوم کی شیرازہ بندی کرنے وجوہ تفریق واختلاف پر عمیق نظر ڈال کر اتفاق واتحاد کی تدابیر پیدا کرنے، کھوئی ہوئی دولت کا پتہ چلانے گزرے ہوئے زمانہ کو واپس لانے، سوتوں کو جگانے، مُردوں کو جِلانے، یعنی مسلمانوں کی اصلاح کر کے ان کو ان کی سابقہ حالت پر لانے کے مفید اغراض و مقاصد کے لحاظ سے اشاعت پذیر ہوا ہے۔

پہلے نمبر کے مضامین خاص محنت سے مرتب کیے گئے ہیں۔علمائے اہل سنت کے مقالات سے آپ کے کان آشنا ہوں گے رسالہ کی زبان فصیح اور شستہ ہے علمی مباحث اور تحقیقات مسائل و مناظرات میں عدل وانصاف کے ساتھ حکم اس نمبر میں بھی لگائے گئے اور آئندہ بھی لگائے جائیں گے۔ ردو جواب میں تفہیم مد نظر ہو گی تجہیل و تحمیق منظور نہیں۔ اگر ان تمام مقاصد پر احتیاط سے عمل کیا گیا تو بلا شبہ رسالہ ہٰذا قوم اور ملک کو عظیم فوائد پہنچا سکتا ہے۔

ایسے عظیم المفاد رسالے کی خریداری کے لیے جس مسلمان کے دل میں اسلام کا درد موجود ہو اسے جلد سے جلد توجہ کرنا چاہیے اور اس مقدس رسالے کو صرف تین روپے سالانہ پر خریدنا چاہیے۔"

[اخبار دبدبہ سکندری: ۱۹ جنوری ۱۹۲۰ء نمبر ۱۷، جلد ۵۶، صفحہ ۵]

تاریخ اشاعت کی وضاحت

ہم یہاں عرض کر دیں کہ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد نقشبندی نے اپنی کتاب "تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم" میں رسالہ کے تعارف میں سن اجرا، ۱۳۳۸ھ ۱۹۱۸ھ تحریر کی ہے۔ اور صدر الافاضل کے تعارف کے ضمن میں ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۸ء درج کی ہے۔ (تحریک آزادی ہند از ڈاکٹر مسعود: (صفحہ ۴۱، ۵۳)

یوں ہی (ماہنامہ النعیمیہ لاہور: ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ فروری ۲۰۰۴ء ص ۱۳۷) کے ایک مضمون میں بھی یہی تاریخ ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۸ء لکھی گئی ہے۔

حالاں کہ یہ درست نہیں ہے۔ بلکہ درست وہی ہے جو ہم نے تحریر کی ہے، یعنی ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء۔ اور اس پر اخبار دبدبہ سکندری کی پچھلی خبر گواہ ہے۔

نیز مفتی محمد عمر نعیمی کی اعتذار کے عنوان سے چند سطور پر مشتمل درج ذیل تحریر جو ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ کے شمارہ کے شروع میں شائع ہوئی اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ یہی پہلا شمارہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"مقاصد کی اہمیت پر نظر کرتے ہوئے رسالے کی اشاعت کا عزم ایک مدت سے نہایت مستقل اور مستحکم تھا۔ لیکن جس طرح وہ شخص جس کو ضرورتوں کے مجبور کرنے سے دریا کا عبور ناگزیر ہے، مگر کشتی میں قدم رکھنا آج اس کے لیے پہلا ہی اتفاق ہو گا۔ عجب کشمکش میں ہوتا ہے ضرورتوں کی زنجیریں اس کے پاؤں کھینچتی ہیں اور وہ قدم بڑھاتا ہے بحر مواج کا خوفناک طلاطم اور کشتی کا ڈگمگانا اس کے بدن پر لرزہ کی کیفیت طاری کرتا ہے اور وہ پیچھے ہٹنے پر مضطر ہوتا ہے۔ اسی طرح اس رسالے کے اجرا میں میرے عزم واستقلال کے قدم خدمت ملت و مذہب کی زبردست قیدوں سے کھینچے جاتے تھے۔ اور میں مردانہ آگے بڑھنے کے لیے تیار ہوتا تھا۔ زمانے کی ناہمواری اور وقت کی نامساعدت مشکلات کے سمندروں کی طوفانی حالت اور ناموافق ہواؤں کے دل لرزا دینے والے مناظر کی تصویریں پیش کرتی تھیں

تو ناتجربہ کار دل گھبرا اٹھتا تھا۔ اور ارادے کے قدم پیچھے ہٹنے لگتے تھے۔ اس پس و پیش میں طویل عرصہ گزرا۔ آخر کار اللہ کے کرم پر نظر کر کے رسالہ جاری کر دیا۔ اب حامیان سنت اور دردمندان مذہب کی اولوالعزمی اس رسالے کو قدر کے ہاتھوں سے اٹھائے تو یہ زندہ اور باقی رہ سکتا ہے۔

واللہ سبحانہ ھو المعین نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

خاکسار عمر نعیمی مدیر "السواد الاعظم"

علاوہ ازیں ربیع الآخر کے اس شمارے کے بعد جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ کے شمارہ کے سرورق میں "جلد (۱) نمبر (۲) سے بھی یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ ہی میں اس رسالے کا اجرا ہوا۔

نشأۃ ثانیہ

ماہنامہ اپنے وقت اجرا ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ دسمبر ۱۹۱۹ء سے صفر المظفر ۱۳۴۰ھ اکتوبر ۱۹۲۱ء تک تیئیس مہینے مسلسل جاری رہا۔ اور پھر صدر الافاضل کی مناظرانہ تبلیغی سرگرمیوں اور مفتی محمد عمر نعیمی کے آپ کی رفاقت و خدمت میں رہنے کے سبب رسالے کا کام موقوف ہو گیا۔ اور پانچ سال ایک ماہ تک رسالے کا کام موقوف ہی رہا۔ لیکن ارباب علم و احباب اہل سنت کے پیہم اصرار پر دوبارہ اس کا اجرا کیا گیا۔ اور جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ نومبر ۱۹۲۶ء کو دوسری بار اس کی اشاعت ہوئی، لیکن اس بار اس کا حجم ایک جزو اور تقطیع پہلے سی بڑی بجائے ۱۸+۲۲ کے ۲۰+۳۰ اور قیمت نہایت کم یعنی سالانہ تین روپے کے بجائے ایک روپیہ کر دی گئی۔

نشأۃ ثالثہ و رابعہ

قارئین رسالہ سے رسالے کی ممبری فیس کی ادائیگی میں غفلت و بے اعتنائی کی شکایت تو مدیر کو اکثر و بیشتر رہتی تھی۔ بار بار مطالبے کے باوجود بھی قارئین فیس جمع کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے اور سال بھر میں کافی اصرار کے بعد کبھی پچیس تیس حضرات سے پچیس تیس روپے یا زیادہ سے زیادہ ستر حضرات سے ستر روپے کے قریب وصول ہو بھی جاتے تھے تو وہ رقم رسالے کے خرچ کے لیے ناکافی ہوتی تھی، کیوں کہ رسالے کا ماہانہ خرچ قریب سو (۱۰۰) روپے تھا۔ اس کے باوجود بھی حتی الامکان قرض سے رسالہ شائع ہوتا رہتا، البتہ اس وجہ سے رسالے کی اشاعت میں تاخیر ہو جاتی تھی، کبھی دس پندرہ دن کبھی ایک یا دو مہینہ۔ لیکن جب بار قرض حد سے تجاوز کر جاتا تو رسالہ بند کر دیا جاتا۔

چناں چہ ۱۳۵۱ھ میں جب کہ بار قرض برداشت سے زیادہ ہو گیا تو رسالہ پھر بند کر دیا گیا۔ اور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ سے ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ تک آٹھ مہینے رسالہ بند رہا۔ لیکن دفتر السواد الاعظم میں بکثرت موصول ہونے والے خطوط

اوراسلام دشمن عناصر کی مذہب کے خلاف چیرہ دستیوں کے پیش نظر محرم ۱۳۵۲ھ سے رسالہ پھر جاری کردیا گیا، لیکن زرخریداری کے معاملے میں قارئین اپنی روش پر قائم رہے جس کی وجہ سے السواد الاعظم بھاری قرض میں ڈوب گیا۔ اورآخر کار محرم ۱۳۵۲ھ سے جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ تک آٹھ مہینے قرض کے سہارے شائع ہونے کے بعد جمادی الآخرہ ۱۳۵۲ھ سے جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ تک ایک سال کے لیے رسالے کی اشاعت پھر موقوف ہوگئی۔ اور پھر ایک سال کے بعد جمادی الآخرۃ ۱۳۵۳ھ سے رسالے کی اشاعت شروع ہوگئی۔ اور فقیر کے اندازے کے مطابق شوال ۱۳۵۳ھ تک یہ رسالہ جاری رہا اور اس کے بعد پھر بند ہوگیا۔

نشاۃ خامسہ

قریب ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸ء میں چوبیس سال کی طویل مدت گزر جانے کے بعد پھر ایک بار السواد الاعظم منظر عام پر جلوہ بار ہوا لیکن اس بار کافی کچھ تبدیلیاں ہوچکی تھیں۔ اب السواد الاعظم ماہنامہ رسالہ سے ہفت روزہ اخبار میں تبدیل ہوچکا تھا۔ اس کی جائے اشاعت بجائے ہندوستانی شہر مرادآباد پاکستانی شہر لاہور ہوچکی تھی۔ اس کی عنان ادارت مفتی محمد عمر نعیمی سے مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھی۔ اور اس کی قیمت بجائے ایک روپے کے ایک روپے دوآنہ ہوگئی تھی۔ اور پھر کچھ دنوں کے بعد اخبار پندرہ روزہ کردیا گیا اور قیمت تین روپیہ شش ماہی کردی گئی۔ یہ اخبار مدیر موصوف کے وقت وصال تک شائع ہوتا رہا۔ بلکہ اس کے بعد بھی چند سالوں شائع ہوا پھر بند ہوگیا۔

السواد الاعظم کے اغراض ومقاصد اور اسلوب

رسالے کی غرض وغایت کے حوالے سے مدیر رسالہ رقم طراز ہیں:

"مذہب مقدس کی حمایت وحفاظت دشمنان دین اور مخالفین اسلام کے حملوں کا دفع کرنا اور متانت وسنجیدگی کے ساتھ ان کے اعتراضات کو رد کرنا، فرقہ بندی کو شکست دینا، وجوہ تفرق واختلاف پر عمیق نظر ڈال کر اتفاق واتحاد کی تدبیر پیدا کرنا، مسلمانوں کو اخلاق ومعاشرت سکھانا قوم کی شیرازہ بندی کرنا، کھوئی ہوئی دولت کا پتہ چلانا، گزرے ہوئے زمانہ کو واپس لانا، سوتوں کو جگانا، مردوں کو جلانا، یعنی مسلمانوں کی اصلاح کر کے اُن کو اُن کی حالت سابقہ پر لانا، ناواقف مسلمانوں کو مذہب سے واقف کرنے کی کوشش کرنا، دین کی طرف توجہ دلانا، اہل اسلام کے دینی ودنیوی زندگی کو کامیاب بنانا، اس رسالہ کے بہترین مقاصد میں ہیں۔"

[ماہنامہ السواد الاعظم: جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ ابتدائی صفحہ]

نیز رسالے کے اسلوب، اس کے آداب و لوازم ضروریہ کی تفصیل درج ذیل الفاظ میں شائع کی گئی:

”رسالے کی زبان: فصیح اور شستہ رسالہ کے لوازم ضروریہ میں سے ہے۔ نمونہ آپ کے سامنے ہے۔ مضامین ایسی ہی زبان میں درج کیے جاسکتے ہیں۔

طرز سخن: علمی مباحث اور تحقیقات مسائل و مناظرات میں سخت و شنیع الفاظ سے احترام ضروری ہے۔ رسالے کے اس انداز خاص کالحاظ رکھا جائے۔

مناظرات میں مطمح نظر: تعصب و نفسانیت کی روش سے رسالہ ان شاءاللہ تعالیٰ بالکل پاک رہے گا۔ مباحثات و مناظرات میں عدل و انصاف کے ساتھ حکم لگائے جائیں گے۔ رد و جواب میں تفہیم مد نظر ہوگی، تجہیل و تحمیق منظور نہیں۔ البتہ واقعی حالت کا بے رورعایت کماہی ظاہر کرنا ممنوع نہیں۔

اتفاق: مسلمانوں کے باہمی اختلاف وافتراق دور کرنے اور ان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی تدابیر پر جامہ فرسائی رسالے کے مقاصد میں سے ہے۔

اصلاح و تبدیل: شرعی اغلاط کی اصلاح اور سخت الفاظ کی تبدیل کا مدیر کو اختیار ہوگا۔ اصحاب مضامین اس کی اجازت نہ فرمائیں۔“ [ماہنامہ السواد الاعظم: جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ ابتدائی صفحہ]

معروضات

رسالہ ہر قمری ماہ کی پندرہ تاریخ کو شائع کیا جاتا تھا۔ لیکن قارئین قبل اشاعت ہی اس کے نہ پہنچنے کی شکایت کرنے لگتے تھے۔ کچھ قارئین کو بار بار رسالہ بھیجے جانے کے باوجود بھی موصول نہیں ہوتا تھا جس پر وہ شکایت کرتے تھے اس تعلق سے مدیر رسالہ نے وضاحتی تحریر شائع فرمائی۔ لکھتے ہیں:

رسالے کی تاریخ اشاعت، قارئین کے بے جا شکایت، اور چند ضروری وضاحتوں درخواستوں اور معروضات سے متعلق مدیر رسالہ لکھتے ہیں:

(۱) ”السواد الاعظم کی تاریخ اشاعت ہر قمری ماہ کی پندرہ ہے یہ ملحوظ رہنا ضروری ہے۔ پہلی ہی تاریخ سے رسالہ نہ پہنچنے کی شکایتیں آنا شروع ہو جاتی ہیں اسکا باعث یہی ہے کہ لوگ تاریخ اشاعت کا لحاظ نہیں رکھتے۔ رسالہ قمری ماہ کی پندرہ کو مرادآباد کے ڈاکخانے سے روانہ کر دیا جاتا ہے۔

(۲) بعض حضرات کی شکایتیں آتی ہے کہ رسالہ وصول نہیں ہوا اور انکی خدمت میں کئی کئی مرتبہ رسالہ حاضر کیا جاتا ہے ایسے حضرات براہ کرم اپنے ڈاکخانے میں عدم وصول رسالہ کی شکایت کریں۔

(۳) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجنا چاہیے ورنہ جواب نہ ملنے کی شکایت سے معاف فرمائیں۔

④ ہر صاحب اپنا پتہ نہایت صاف تحریر کریں اور جن مقامات پر اردو کم رائج ہے وہاں کا پتہ صاف انگریزی میں لکھیں۔

⑤ سال رواں کی قیمت بہت کم اصحاب سے وصول ہوئی ہے براہ کرم جلد تر اس سال کی قیمت ارسال فرمائیے!

⑥ بہت سے حضرات شعبان ۴۶ھ کا السواد الاعظم طلب کرتے ہیں انہیں چاہیے تھا کہ رجب کا رسالہ بغور ملاحظہ فرماتے وہ رجب و شعبان کے دونوں رسالوں کا مجموعہ ہے اور دونوں سے زیادہ حجم پر چھاپا گیا ہے اس میں عرض کر دیا گیا تھا کہ شعبان کا رسالہ اسی میں شامل ہے اب رسالہ رمضان مبارک میں حاضر ہوگا۔

⑦ الحمد اللہ اس وقت السواد الاعظم کی اشاعت ہندوستان بھر کے تمام مذہبی رسالوں سے زیادہ ہے ایسے کامیاب رسالے کی اشاعت کو اور زیادہ بڑھا کر اس کے نفع کو عام کیجیے اور اپنے مقدور تک اس کی اور مزید توسیع اشاعت میں سعی فرمائیے۔

نیز رسالہ کی زبان میں رسالہ کے معروضات پیش کرتے ہوئے مدیر رسالہ رقم طراز ہیں:

(میرا نام السواد الاعظم ہے)

یہ میرا فرض ہے اور اس کو انجام دینے کے لیے بے دست و پائی کی حالت میں، میں نے ہمت کی ہے، اگر آپ نے دست و بازو بن کر میری مدد کی اور مقاصد کی اہمیت کو نظر انداز نہ کیا تو ان شاء اللہ میدان میرے ہاتھ ہے اور کامیابی میرے قدم کے ساتھ ہے اگر آپ نے اس کمزوری و ناتوانی میں میری دستگیری نہ کی تو پاشکستہ کب تک نہ تھکے گا۔ مگر یہ آپ انصاف کرلیں گے کہ ان مقاصد کا خون کس کی گردن پر رہے گا میرا نام ''السواد الاعظم'' ہے اور میں ماہ بماہ آپ کی خدمت میں پہنچا کروں گا میں اپنے سالانہ مصارف کے لیے آپ کی عالی ہمتی سے صرف ۳؍ روپے کی درخواست کرتا ہوں اس سے زیادہ ہمت فرمائیے تو آپ کی اولوالعزمی۔ بہر حال فکر کر رکھیے خادم ملت ماہ آئندہ میں دیلیو پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچے گا۔ میری مہمان داری کے متعلق جو کچھ خط و کتابت کرنا ہو وہ میرے خادم عمر نعیمی (مدیر ''السواد الاعظم'' مراد آباد) سے کرنا چاہیے۔''

[ماہنامہ السواد الاعظم: ربیع الآخر، ۱۳۳۸ھ ص ۳۸]

مضمون نگار حضرات

رسالے میں صدر الافاضل اور مدیر رسالہ مفتی محمد عمر نعیمی کے علاوہ بہت سے نامور حضرات کے فتاوی، مضامین، منظومات اور تبصرے و تاثرات شائع کیے گئے۔ چند نام درج ذیل ہیں:

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان

شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں
شیخ الکل علامہ محمد گل خاں جلال آبادی
تاج العلماء محمد میاں مارہروی
استاد زمن علامہ حسن رضا خاں
محدث اعظم ہند کچھوچھوی
مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی
شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی
قاضی احسان الحق نعیمی بہرائچی
برہان ملت علامہ برہان الحق جبل پوری
محدث سہسرام، مولانا وصی احمد سہسرامی
اجمل العلما مفتی اجمل حسین نعیمی سنبھلی
مولانا یونس نعیمی سنبھلی
محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد خاں
مفتی عبد العزیز نعیمی فتح پوری
فقیہ اعظم مفتی عبد الرشید نعیمی فتح پور
مفتی غلام معین الدین نعیمی مرادآبادی
ابوالبرکات سید احمد نعیمی الوری
ابوالحسنات سید محمد نعیمی الوری
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی
مولانا عرفان بیسل پوری
حاجی لعل خاں مدراسی
مولانا آل حسن نعیمی سنبھلی

رسالے کی سرپرستی وادارت

یہ رسالہ صدر الافاضل کی سرپرستی میں جاری ہوا۔ اوراس کے مدیر مفتی محمد عمر نعیمی مقرر ہوئے۔ خود مدیر

رسالہ لکھتے ہیں:

”رسالے کی ترتیب واشاعت کا کام میرے ہاتھ میں ہے لیکن اس رسالہ کو یہ فخر حاصل ہے اور اسی لیے دنیا میں یہ قدر کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی سرپرستی **حضرت صدرالافاضل مدظلہ العالی** فرماتے ہیں۔ اور مخصوص یہی رسالہ ہے جو بکثرت **حضرت صدرالافاضل مدظلہ العالی** کے مضامین کا بے بہا خزانہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے“

[مرجع سابق: جمادی الاولیٰ وجمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ۔ ص ۱۴]

رسالے کی شہرت ومقبولیت

رسالہ ہٰذا کو چوں کہ صدرالافاضل کی سرپرستی حاصل تھی نیز آپ کے قیمتی معرکۃ الآرا مضامین بھی رسالے کی زینت ہوتے تھے اس لیے رسالے کو بہت جلد ہی ہندوبیرون ہند شہرت وپذیرائی حاصل ہوگئی۔

مدیر رسالہ فرماتے ہیں:

”یہ عرض کرنا غالباً مبالغے سے خالی ہوگا کہ ہندوستان بھر میں اتنا کثیر الاشاعت اس قدر مقبول ومحبوب اور کارآمد رسالہ کوئی بھی نہیں ہے“[مرجع سابق: ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ ص ۳]

دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں:

”بفضلہٖ تعالیٰ اس وقت السواد الاعظم کی اشاعت ڈیڑھ ہزار سے زائد ہے اور ملک میں نہایت قدر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے بہت حضرات خریداروں سے دیکھنے کے لیے مانگ کرلے جاتے ہیں اس لیے کم از کم تین ہزار نگاہیں اس پر پڑتی ہیں“[مرجع سابق: رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ ص ۱]

رسالے سے متعلق مشاہیر کے تاثرات

کسی بھی رسالے کی مقبولیت کا دارومدار قارئین پر ہوتا ہے۔ اگر قارئین اس سے متعلق اچھا تاثر پیش کرتے ہیں تو رسالہ مقبول مانا جاتا ہے ورنہ نہیں۔ رسالے سے متعلق یوں تو بے شمار قارئین کے گراں مایہ تاثرات رسالہ ہٰذا کے شماروں میں محفوظ ہیں مگر یہاں ہم دوچند تاثرات کے اقتباسات پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

حامی سنت مولانا شاہ رکن الدین صاحب قبلہ

”اس میں شک نہیں کہ آپ کا پرچہ السواد الاعظم بلحاظ مضامین نہایت مفید ثابت ہوا اور بنظر قیمت بھی نہایت ہمدردی مسلمانوں کی پائی گئی اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ ہر اہل سنت پر لازم ہے کہ اس پرچہ کو اہل سنت کا خیال کریں اور اس کی اشاعت میں بدل وجان سعی وافر کام میں لائیں۔۔۔الخ“

[مرجع سابق: جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ ص ۱]

مولانا غلام مصطفیٰ رضوی بن مولانا محمود جان رضوی

''بفضلہ تعالیٰ سواد اعظم ہر ماہ مثل ہلال منور و جلوہ گر ہو کر ہم تیرہ کاروں کے قلوب کو روشنی سے بھرپور کرتا ہے۔ ؎

واللہ جمادے چند دادم جان خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

سبحان اللہ سواد اعظم نے تو اسلامی دنیا کو رہین منت بنایا، بدمذہبوں کی خبر لینے میں تیغ براں، شیر میداں بلکہ برق سوزاں کا کام دے رہا ہے ماشاء اللہ چشم بددور۔ خوبی قسمت سنیان ہے کہ اس کے **سرپرست حامی دین، دافع شبہات مشرکین و منکرین، فخر الاماثل، صدر الافاضل، حضرت حافظ قاری حکیم مولانا محمد نعیم الدین صاحب قبلہ** ہیں۔ الخ''

[مرجع سابق: ربیع الثانی: ۱۳۴۶ھ۔ ص ۱۸]

مولانا عارف اللہ جیبی میرٹھی

''دنیائے علم و ادب میں تاریکی چھا رہی تھی کہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ میں افق مرادآباد سے محبوب ''السواد الاعظم'' طلعت ریز ہوا۔ اور طلب گاران وحدت و شیفتگان رسالت کو اپنی ضیا بیزیوں سے منور کر دیا۔ ان نشان وحدت کے نظارے اور صحیفہ متبرک کے مطالعے سے باریک بین نگاہوں اور حقیقت شناس قلوب کو عجیب فرحت روحانی و حلاوت ایمانی حاصل ہوتی ہے۔ ایک ماہ کے انتظار شدید اور مضطربانہ چشم براہی کے بعد اس ''السواد الاعظم'' کی جھلک نظر آتی ہے اور ہمہ تن شوق نگاہوں کو اپنی نظارہ مسرت افروز سے جگمگا دیتی ہے۔ اے السواد الاعظم! تیری عنان ادارت آج اس ہستی اور متبرک وجود کے مقدس ہاتھوں میں ہے جس کے علم و فضل کی تیز شعاعیں ہندوستان کے ہر گوشے کو جگمگا رہی ہیں۔ اور جس کی ذات و صفات سے خلوص اور ایثار کا وہی تعلق ہے جو روح کا جسم سے اور دھوپ کا آفتاب سے ہوتا ہے۔ الخ'' [مرجع سابق: رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ ص ۲]

جناب محمد یوسف فیروز پوری

''پیارے حنفی بھائیو! میری التماس یہ ہے کہ میں نے اخبار ''السواد الاعظم'' پڑھا میں ایسے اسلامی اخبار کا ہر ایک حنفی بھائی کو منگانا فرض سمجھتا ہوں ایک عمدہ اخبار جس کی قیمت صرف ایک روپیہ ہے اور جس میں ایک ایک لفظ ایک ایک لاکھ روپے کا چھپتا ہے۔۔۔۔ الخ'' [مرجع سابق: ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ ص ۲]

منظوم تاثر: از راغب مرادآبادی

رسالے سے متعلق منظوم تاثرات بھی رسالے میں شائع ہوئے ہیں ہم یہاں بس مرادآباد کے مشہور شاعر منشی محمد فرخ شاہ خاں راغبؔ کا منظوم تاثر پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں اور محظوظ ہوں:

فضائے عالم میں جب سے جلوہ دکھا رہا ہے سواد اعظم
نئی اداؤں سے ہر نظر کو لبھا رہا ہے سواد اعظم
دکھا کے اپنے کمال اس نے کیا ہے ایسا عروج حاصل
کہ اہل عالم کے دل میں مسکن بنا رہا ہے سواد اعظم
جہاں میں ہر گوش اہل دانش فدا ہے سو جان و دل سے اس پر
نئے فسانے نئے مضامیں سنا رہا ہے سواد اعظم
وہ اس کا کاغذ ہے وہ لکھائی وہ اس کا مضموں ہے وہ چھپائی
کہ شائقوں کے دلوں کو شیدا بنا رہا ہے سواد اعظم
حقیقتاً دفتر جہاں میں نظیر ہے تو یہی ہے اپنا
اسی سبب سے ہر اک نظر میں سما رہا ہے سواد اعظم
یہاں سے تا روم و شام و یورپ چہار جانب ہے گونج اس کی
جہاں میں نقارہ صداقت بجا رہا ہے سواد اعظم
یہی وہ پرچہ ہے جس کو کہنا بجا ہے آئینہ صداقت
رخ مضامین تازہ کیا کیا دکھا رہا ہے سواد اعظم
جو قلب ہے وہ ہے اس کا خواہاں جو آنکھ ہے وہ ہے اس کی جویاں
نگاہوں میں گھر دلوں میں مسکن بنا رہا ہے سواد اعظم
یہ بحر وہ ہے کہ جس کی تہ میں عجب عجب ہیں دُر مضامیں
جواہر واقعات عالم لٹا رہا ہے سواد اعظم
سواد اعظم کی ہر سطر سے فراست مہتم عیاں ہے
ہر ایک فقرہ سے شان مالک دکھا رہا ہے سواد اعظم
ادائے مضمون صادقہ سے لبھالیا ہے دلوں کو راغب
ہر ایک اہل نظر کو مفتوں بنا رہا ہے سواد اعظم

[مرجع سابق: محرم الحرام ۱۳۴۵ھ ص ۱]

السواد الاعظم میں نگارشات صدرالافاضل

رسالے کے تقریباً ہر شمارے میں صدرالافاضل کے مضامین، فتاوی و منظومات کی اشاعت ہوتی تھی۔

مدیر رسالہ مفتی **محمد عمر** نعیمی لکھتے ہیں:

"السواد الاعظم کو ایک ایسی خصوصیت حاصل ہے جو کسی دوسرے پرچے کو حاصل نہیں اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ السواد الاعظم **حضرت صدرالافاضل مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب دامت برکاتھم** کے مضامین کی بے بہا نعمت اپنے ناظرین کو پہنچاتا ہے۔" [مرجع سابق: جمادی الاخریٰ ۱۳۵۳ھ ص ۷]

مزید لکھتے ہیں:

"اور مخصوص یہی رسالہ ہے جو بکثرت **حضرت صدرالافاضل مدظلہ العالی** کے مضامین کا بے بہا خزانہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے حتیٰ کہ آج تک کوئی رسالہ ایسا نہیں شائع ہوا جو **حضرت مدظلہ العالی** کے مضامین سے بالکل خالی ہو۔" [مرجع سابق: جمادی الاولیٰ و جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ۔ ص ۱۴]

علاوہ ازیں آپ کی دیگر مصروفیات و خدمات کو بھی رسالے کے ذریعہ عام کیا جاتا تھا۔ ہم یہاں بس رسالے میں شائع شدہ آپ کی تحریریں، مضامین، منظومات، وغیرہ کا اشاریہ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اشاریہ کی ترتیب بقید ماہ و سال و صفحات پیش ہے۔ ملاحظہ کریں:

ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تخلیق اول اور وجہ کائنات ہونے سے متعلق علمی و تحقیقی مضمون بعنوان "مدنی تاجدار" ص ۱ تا ۸۔

اتفاق" کے عنوان پر فکر انگیز تحریر۔ ص ۱۷ تا ۲۵۔

پنڈت دیانند سرسوتی کی طرف سے قرآن مقدس پر کیے گئے بیہودہ اعتراضات کے مسکت و نداں شکن جوابات بعنوان "دیانندی آریہ" ص ۲۶ تا ۳۳۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

مضمون بعنوان "اختلاف کی صورت میں عوام کیا کرے" ص ۲ تا ۷۔

گزشتہ سے پیوستہ مضمون "دیانندی آریہ" ص ۲۵ تا ۳۰۔

جمادی الآخرۃ ۱۳۳۸ھ

مضمون "اتفاق مرحوم کا ماتم" ص ۲ تا ٦۔

گزشتہ سے پیوستہ مضمون "دیانندی آریہ" ص ۲۵ تا ۲۸۔

رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفر معراج کی تفصیل پر مشتمل مضمون ”لیلۃ الاسراء“ ص ۳ تا ٦۔
لاحق بسابق مضمون ”دیانندی آریہ“ ص ۲۸ تا ۳۲۔

شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ

لاحق بسابق مضمون ”دیانندی آریہ“ ص ۳۱، ۳۲۔

رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ

لاحق بسابق مضمون ”دیانندی آریہ“ ص ۲۵ تا ۲۸۔

شوال المکرم ۱۳۳۸ھ

اسلامی مدارس کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے تحقیقی مضمون ”مدارس اسلامیہ“ ص ۲ تا ۱۰۔
”حالات حاضرہ“ کے عنوان سے تفصیلی تحریر۔ ص ۱۳ تا ۲۷۔
لاحق بسابق مضمون ”دیانندی آریہ“ ص ۲۹ تا ۳۲۔

ذوالقعدہ ۱۳۳۸ھ

اسلامی مدارس کی زبوں حالی کے حوالے سے فکر انگیز تحریر ”مدارس اسلامیہ کے دردناک نظارے“ ص ۲ تا ۵۔
جامعہ نعیمیہ کی تعمیرات سے متعلق ”اطلاع“ ص ۲۹۔

ذوالحجہ ۱۳۳۸ھ۔

لاحق بسابق مضمون ”دیانندی آریہ“ ص ۳۳ تا ۳٦۔

محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

مضمون ”سال نو“ ص ۲ تا ۲۲۔

صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

مذہب اسلام کی حقانیت وصداقت کے حوالے سے بہترین مضمون بعنوان ”میں عالم کا بادشاہ ہوں“ ص ۲ تا ۷
لاحق بسابق مضمون ”دیانندی آریہ“ ص ۳۱ تا ۳۲۔

ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

لاحق بسابق مضمون ”دیانندی آریہ“ ص ۲۹ تا ۳۲۔

ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ

کفار ومشرکین سے دوستی وتعلقات کی حرمت پر مدلل ومفصل تحریر بعنوان ”موالات“ ص ۲ تا ۱٦۔

صحابہ کرام کی سیرت و سوانح سے متعلق مضمون ''سیر الصحابہ'' ص۲۹ تا ۳۲۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

لاحق بسابق مضمون ''موالات'' ص ا تا ۲۶۔

جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ

لاحق بسابق مضمون ''سیر الصحابہ'' ص ا تا ۸۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب سے متعلق سوال کا جواب۔ ص ۱۴ تا ۲۰۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص۲۹ تا ۳۲۔

رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

لاحق بسابق مضمون ''سیر الصحابہ'' ص۲۵ تا ۲۸۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص۲۹ تا ۳۲۔

شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ

لاحق بسابق مضمون ''سیر الصحابہ'' ص۹ تا ۱۲۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص۲۵ تا ۳۲۔

رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

والد گرامی علامہ معین الدین نزہتؔ علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے تعزیت نامہ سے متعلق تحریر ص۲۰ تا ۲۲۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص۲۵ تا ۳۲۔

شوال المکرم ۱۳۳۹ھ

حالات حاضرہ کے حوالے سے فکر انگیز مضمون ''دور حاضر اور ہم'' ص۲ تا ۱۴۔

لاحق بسابق مضمون ''سیر الصحابہ'' ص۱۷ تا ۲۴۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص۲۵ تا ۳۲۔

ذوالقعدہ ۱۳۳۹ھ

ترکی صدر غازی مصطفی کمال پاشا سے متعلق مضمون ص۲ تا ۱۱۔

لاحق بسابق مضمون ''سیر الصحابہ'' ص۱۷ تا ۲۴۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص۲۵ تا ۳۲۔

ذوالحجہ ۱۳۳۹ھ

لاحق بسابق مضمون ’’سیر الصحابہ‘‘ ص ۱۷ تا ۲۴۔

لاحق بسابق مضمون ’’دیانندی آریہ‘‘ ص ۲۵ تا ۳۲۔

محرم وصفر ۱۳۴۰ھ

لاحق بسابق مضمون ’’سیر الصحابہ‘‘ ص ۲۵ تا ۳۲۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ

تفسیر سورہ فاتحہ ص ۲۔

غیر مقلدین وہابیہ کو اعلان مناظرہ ص ۴۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کی رجسٹری کا جواب، ص ۴، ۵۔

لاحق بسابق مضمون ’’دیانندی آریہ‘‘ ص ۱۷، ۱۸۔

جمادی الآخرۃ ۱۳۴۵ھ

لاحق بسابق ’’تفسیر سورہ فاتحہ ص ۳، ۴۔

نجدیوں کے مذہبی نظریات اور ان کے پیشوا وامام ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا تفصیلی رد بعنوان ’’نجدیوں کا دین اور ان کی کتاب مجموعۃ التوحید کے اسرار‘‘ ص ۵ تا ۸۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر مبارک مدینہ منورہ کی فضیلت پر مشتمل مضمون ’’مدینہ طیبہ کی نورانی تجلیاں‘‘ ص ۱۰ تا ۱۲۔

لاحق بسابق مضمون ’’دیانندی آریہ‘‘ ص ۱۷، ۱۸۔

رجب المرجب ۱۳۴۵ھ

لاحق بسابق مضمون ’’مدینہ طیبہ کی نورانی تجلیاں‘‘ ص ۷ تا ۹۔

لاحق بسابق ’’تفسیر سورہ فاتحہ ص ۱۱، ۱۲۔

۱۹۲۴ھ میں حجاز مقدس پر نجدی جابرانہ تسلط ہوا۔ تو اس کے خلاف علمائے اہل سنت نے صدائے احتجاج بلند فرمائی اسی ضمن میں التوائے حج کی تجویز بھی پیش کی گئی۔ آپ نے التوائے حج کی اہمیت کے حوالے سے تفصیلی مضمون بعنوان ’’التوائے حج‘‘ تحریر فرمایا۔ ص ۱۳ تا ۱۵۔

شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ

شب برات کے عنوان سے مضمون جس میں شب برات کے فضائل اور اس میں عبادات کے فوائد بیان

کیے گئے ہیں۔ ص ۳ تا ۵۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ فاتحہ ص ۹،۱۰۔

لاحق بسابق ''نجدیوں کا دین اور ان کی کتاب مجموعۃ التوحید کے اسرار'' ص ۱۱،۱۲۔

رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان کے مطابق امت میں تہتر فرقے ہوں گے جس میں سے بہتر فرقے ناری و جہنمی ہوں گے صرف ایک فرقہ ناجی و جنتی ہوگا۔ اس فرقے کی علامت و پہچان نیز اس حوالے سے ایمان افروز تفصیل پر مشتمل مضمون ''السواد الاعظم'' ص ۳ تا ۱۰۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ فاتحہ ص ۱۱،۱۲۔

شوال المکرم ۱۳۴۵ھ

لاحق بسابق ''نجدیوں کا دین اور ان کی کتاب مجموعۃ التوحید کے اسرار'' ص ۴،۵۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ فاتحہ ص ۱۱،۱۲۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۱۷،۱۸۔

ذوالقعدہ ۱۳۴۵ھ

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ فاتحہ ص ۹،۱۰۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۱۱،۱۲۔

لاحق بسابق ''نجدیوں کا دین اور ان کی کتاب مجموعۃ التوحید کے اسرار'' ص ۱۳،۱۴۔

ذوالحجہ ۱۳۴۵ھ

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ فاتحہ ص ۱۰،۱۱۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۱۵،۱۶۔

محرم الحرام ۱۳۴۶ھ

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ فاتحہ ص ۱۰،۱۱۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۱۶،۱۷۔

صفر المظفر ۱۳۴۶ھ

مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا کردہ شریعت کے مقدس و پاکیزہ تقاضوں کی تکمیل اور اس کے ادب واحترام کے حوالے سے ادب آمیز مضمون ''شریعت مطہرہ کا احترام'' ص ۲ تا ۸۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ فاتحہ ص ۱۰، ۱۱۔
وہابیوں کے مقتدا ابن تیمیہ کے عقائد و نظریات سے متعلق تحقیقی فتوی، ص ۱۲ تا ۱۴۔
لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ''ص ۱۶، ۱۷۔

ربیع الاول ۱۳۴۶ھ

ملک میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم اور ان سے بچنے کی تدابیر کے حوالے سے فکر انگیز مضمون ''ہندو مظالم''ص ۷ تا ۹۔
لاحق بسابق ''تفسیر سورہ فاتحہ ص ۱۰، ۱۱۔
لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ''ص ۱۶، ۱۷۔

ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ

ذکر ولادت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی فضیلت کا بیان بعنوان ''محفل میلاد شریف''ص ۲، ۳۔
دشمن طاقتوں کی مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائیوں اور مسلمانوں کو لاحق ہونے والے خطرات سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے والی تحریر ''مسلمانوں کے لیے ایک عظیم خطرہ''ص ۶، ۷۔
لاحق بسابق ''تفسیر سورہ فاتحہ ص ۱۴، ۱۵۔
لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ''ص ۱۶، ۱۷۔

جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

قوم مسلم کو مستقبل میں پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کر دینے والی اور ان خطرات سے بچنے کی تدابیر پر مشتمل تحریر ''مسلمانوں کا مستقبل''ص ۲ تا ۹۔
لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ''ص ۱۰، ۱۱۔
''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۲، ۱۳۔

جمادی الآخرۃ ۱۳۴۶ھ

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔
لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ''ص ۱۶، ۱۷۔

رجب و شعبان ۱۳۴۶ھ

مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شب معراج بارگاہ خداوندی میں حاضری، وصل مولیٰ اور دیدار خداوندی کے حوالے سے دل چسپ تحریر ''وصل حبیب''ص ۱۳ تا ۱۷۔

لاحق بسابق ”تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ”دیانندی آریہ“ ص ۱۶، ۱۷۔

رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ

ماہ مقدس رمضان المبارک کی اہمیت، عظمت، فضیلت اور برکتوں کے بیان پر مشتمل مضمون ”عزیز مہمان یا محترم میزبان“ ص ۲ تا ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ”دیانندی آریہ“ ص ۱۶، ۱۷۔

لاحق بسابق ”تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۸، ۱۹۔

شوال المکرم ۱۳۴۶ھ

اتفاق کے نام پر قوم کو باطل فرقوں کے ساتھ متحد و متفق کرنے نیز ان کی کفریہ و گمراہ کن روش و تعلیمات کو سن، دیکھ کر بھی صرف اس لیے کہ کہیں اتحاد نہ ٹوٹ جائے، خاموشی اختیار کرنے کی ترغیب دینے والوں کی خبر گیری اور ان کی اصلاح کرنے والی تحریر ”اتفاق کے پردہ میں نفاق“ ص ۳ تا ۷۔

عورتوں کے لیے پردہ کی اہمیت اور اس سے متعلق حکم شرعی پر مشتمل فتوی ”مستورات اور پردہ“ ص ۷ تا ۱۱۔

وبائے طاعون کے وقت اذان کی اہمیت و افادیت اور اس کے مسنون ہونے سے متعلق مدلل فتوی ص ۱۱ تا ۱۳

لاحق بسابق ”تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ”دیانندی آریہ“ ص ۱۶، ۱۷۔

ذوالقعدہ ۱۳۴۶ھ

”مستورات اور پردہ“ گزشتہ سے پیوستہ۔ ص ۴ تا ۶۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سب کے لیے نذیر ہونا، نماز میں آل پر درود شریف پڑھنے سے متعلق، نبی اور رسول میں فرق اور تمام امتوں سے امت محمدیہ کے افضل ہونے سے متعلق سوالات کے جوابات بشکل فتوی۔ ص ۱۱ تا ۱۳۔

لاحق بسابق ”تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ”دیانندی آریہ“ ص ۱۶، ۱۷۔

ذوالحجہ ۱۳۴۶ھ

عید الاضحیٰ کے احکام و فضائل پر مشتمل مضمون۔ ص ۲ تا ۸۔

اسلامی شریعت کی بقاو تحفظ کے لیے مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے اس تعلق سے لائق عمل تجاویز و تدابیر پر مبنی مضمون ’’شریعت اسلامیہ کی حفاظت‘‘ ص ۱۰ تا ۱۲۔

لاحق بسابق ’’تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ’’دیانندی آریہ‘‘ ص ۱۶، ۱۷۔

محرم الحرام ۱۳۴۷ھ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور واقعات کربلا کے حوالے سے معتبر و مستند حوالجات سے مزین رسالہ منیفہ ’’سوانح کربلا‘‘ ص ۲ تا ۱۷۔

صفر المظفر ۱۳۴۷ھ

مضمون ’’شریعت کی محافظت‘‘ جس میں، دلال صفت، نام نہاد مسلم لیڈروں کے تعاون سے شریعت اسلامیہ کے قوانین و اصول میں اغیار کی دخل اندازی اور ترمیم و تبدیلی کی ناپاک کوششوں کا ذکر اور مسلمانوں پر لازم دفاعی امور کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ص ۲ تا ۹۔

رسالہ سوانح کربلا۔ گزشتہ سے پیوستہ۔ ص ۱۰ تا ۱۳۔

لاحق بسابق ’’تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ’’دیانندی آریہ‘‘ ص ۱۶، ۱۷۔

ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

روے زمین پر نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے متعلق ایمان افروز مضمون ’’سلطان کونین کا ورود مسعود‘‘ ص ۲ تا ۹۔

رسالہ سوانح کربلا۔ گزشتہ سے پیوستہ۔ ص ۱۲، ۱۳۔

لاحق بسابق ’’تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ’’دیانندی آریہ‘‘ ص ۱۶، ۱۷۔

ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ

مسجد میں جوتا پہن کر نماز ادا کرنے سے متعلق تفصیلی فتوی۔ ۵ تا ۱۲۔

رسالہ سوانح کربلا۔ گزشتہ سے پیوستہ۔ ص ۱۳، ۱۴۔

لاحق بسابق ’’تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۵، ۱۶۔

لاحق بسابق مضمون ’’دیانندی آریہ‘‘ ص ۱۷، ۱۸۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ

مشکل کے وقت اللہ کے مقرب بندوں کو پکارنے سے متعلق دیوبندی، وہابی پیشوا مولوی اسمعیل دہلوی کی ہفوات کے جواب میں کتاب ''اطیب البیان رد تقویۃ الایمان'' سے منقول تحریر بنام ''مسئلہ ندا کی تحقیق'' ص ۳ تا ۵۔

علمائے کرام کی توہین و گستاخی سخت گناہ ہے۔ اس تعلق سے تحقیقی فتوی۔ ص ۶ تا ۸۔

تعظیم و عبادت میں فرق کی تفصیل۔ فتوی۔ ص ۸ تا ۱۱۔

رسالہ سوانح کربلا۔ گزشتہ سے پیوستہ۔ ص ۱۲، ۱۳۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۱۶، ۱۷۔

جمادی الآخرۃ ۱۳۴۷ھ

کاشت کاروں، مزدوروں کی اہمیت و افادیت کے حوالے سے اصلاح آمیز مضمون ''حرفت و شرافت'' ص ۳ تا ۹

رسالہ سوانح کربلا۔ گزشتہ سے پیوستہ۔ ص ۱۲، ۱۳۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۱۶، ۱۷۔

رجب المرجب ۱۳۴۷ھ

مضمون ''آسمانی سیر'' نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفر معراج کی تفصیل۔ ص ۲ تا ۵۔

علم غیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ایک استفتا کے جواب میں مدلل و مفصل فتوی۔ ص ۵ تا ۷۔

ملک افغانستان میں غیر اسلامی مراسم و معمولات رائج ہوجانے کے خلاف آواز حق پر مشتمل تحریر بنام ''مملکت افغانستان'' ص ۱۱، ۱۲۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۱۶، ۱۷۔

شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ

قرآن شریف میں قسم یاد فرمانے کی حکمت، غیر اللہ کی نسبت سے جانور ذبح کرنے کا حکم اور سنیوں کی مساجد میں وہابیوں کی نماز کا حکم شرعی۔ فتوی۔ ص ۴ تا ۱۰۔

رسالہ سوانح کربلا۔ گزشتہ سے پیوستہ۔ ص ۱۲، ۱۳۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ''ص۱۶،۱۷۔

رمضان المبارک وشوال المکرم ۱۳۴۷ھ

نام نہاد مسلمانوں کی اسلام کے خلاف شرپسندی، محرمات کو حلال اور محللات کو حرام قرار دینے کی ناپاک کوششوں کے خلاف باطل سوز اصلاح آمیز مضمون ''لامذہبی کا سیلاب بے دینی کا طوفان''ص۲تا۸۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص۵تا۸۔ شوال۔

رسالہ سوانح کربلا۔ گزشتہ سے پیوستہ۔ ص۹تا۱۲۔ شوال۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ''ص۱۳تا۱۶۔ شوال۔

ذوالقعدہ وذوالحجہ ۱۳۴۷ھ

اہل اسلام کی ترقی کے راز کیا ہیں اس حوالے سے تفصیلی مضمون ''مسلمان اور ترقی''ص۱تا۴۔

ایصال ثواب کا شرعی حکم۔ شوہر کے غائب ہوجانے پر بیوی کیا کرے اس تعلق سے حکم شرعی۔ گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم شرعی۔ تینوں مسائل سے متعلق مدلل فتاوی۔ ۲۔۳۔ ذی الحجہ۔

رسالہ سوانح کربلا۔ گزشتہ سے پیوستہ۔ ص۴تا۷۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص۸تا۱۱۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ''ص۱۲تا۱۵۔

محرم الحرام وصفر المظفر ۱۳۴۸ھ

ملک ہندوستان میں بڑھتی ہوئی لامذہبیت و بے دینیت کے خلاف ناصحانہ وانقلاب آفریں مضمون ''لامذہبی کا سیلاب''ص۳تا۷۔

رسالہ سوانح کربلا۔ گزشتہ سے پیوستہ۔ ص۹تا۳۲۔

ربیع الاول وربیع الآخر ۱۳۴۸ھ

شریعت اسلامیہ پر گامزن رہنے اور اس کے آداب بجالانے کے تعلق سے نصیحت۔ ص۶۔

اسلامی شریعت کے نظام، اس کی حفاظت کے ذرائع وخطوط کے حوالے سے تفصیلی مضمون ''شریعت اسلامیہ کا نظام''ص۷تا۱۳۔

رسالہ سوانح کربلا۔ گزشتہ سے پیوستہ۔ ص۱۴تا۳۳۔

جمادی الاولیٰ وجمادی الآخرۃ ۱۳۴۸ھ

مسلم نمالیڈروں کی غیر اسلامی حرکتوں کی تردید میں لکھا گیا مضمون ''دور فتن، دردناک مناظر''ص۲تا۶۔

افغانستانی لیڈر شاہ امان اللہ کی خلاف شرع حرکات کے رد میں نصیحت آمیز مضمون ''شاہ امان اللہ اور شاہ پرست حضرات'' ص ۶ تا ۱۹۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۲۶ تا ۲۹۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۳۰ تا ۳۳۔

رجب المرجب وشعبان المعظم ۱۳۴۸ھ

نکاح میں تحدید عمر کا ہندوستانی قانون اور اس اسلام مخالف قانون کی حمایت میں نام نہاد مسلم لیڈر مسٹر تصدق خان شروانی کی تقریری و تحریری خباثت و ریشہ دوانیوں کے جواب میں لکھا گیا عمدہ مضمون۔

''مسٹر تصدق شروانی اور دنیائے اسلام کی مخالفت'' ص ۴ تا ۱۶۔

علم غیب و دیگر معجزات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلق سے عمدہ مضمون

''دور حاضر میں حضور کے معجزات کا ظہور'' ص ۱۷ تا ۲۲۔

نماز کے انکار سے متعلق گندم نما جو فروش مسلمان مدیر رسالہ ''نگار لکھنؤ'' نیاز فتح پوری کے کفریہ مضمون کے جواب میں تردیدی مضمون۔ ص ۲۲ تا ۲۷۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۲۸ تا ۳۱۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۳۲، ۳۳۔

رمضان المبارک وشوال المکرم ۱۳۴۸ھ

نماز وغیرہ عبادات کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے عمدہ مضمون۔ ص ۹ تا ۱۴۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۲۶ تا ۲۹۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۳۰ تا ۳۳

ذوالقعدہ وذوالحجہ ۱۳۴۸ھ

نعتیہ کلام۔ ص ۲۔

ہندوستان کے وجود، اس کی آبادی، اس میں بسنے والی قوموں کے نایاب و تفصیلی حالات پر مشتمل رسالہ ''ہندوستان اور اسلام'' ص ۱۴ تا ۲۷۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۳۰، ۳۱۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۳۲، ۳۳۔

گاندھوی تحریکات میں شرکت کے تعلق سے حکم شرعی۔ فتوی۔ آخری صفحہ۔

محرم الحرام ۱۳۴۹ھ

گاندھی کی کھدر تحریک کے مضر اثرات سے متعلق مضمون "کھدر کی تحریک" ص ۵، ۶۔
نماز سے قبل تثویب کا حکم شرعی۔ فتوی۔ ص ۸، ۹۔
لاحق بسابق "تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔
لاحق بسابق مضمون "دیانندی آریہ" ص ۱۶، ۱۷۔

صفر المظفر ۱۳۴۹ھ

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر وہابیوں کے غلط و بے بنیاد الزامات سے متعلق استفتا کے جواب میں تفصیلی فتوی "وہابیہ کی عیاریاں اور التلبیسات کا افشائے راز" ص ۸ تا ۱۳۔
لاحق بسابق "تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔
لاحق بسابق مضمون "دیانندی آریہ" ص ۱۶، ۱۷۔

ربیع الاول ۱۳۴۹ھ

نورانیت مصطفیٰ، ولادت مصطفیٰ اور جمال مصطفیٰ کے لطف آمیز مضامین پر مشتمل تحریر "خورشید رسالت" ص ۲ تا ۶۔
مضمون "وہابیہ کی عیاریاں اور التلبیسات کا افشائے راز" گزشتہ سے پیوستہ۔ ص ۱۲، ۱۳۔
لاحق بسابق "تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔
لاحق بسابق مضمون "دیانندی آریہ" ص ۱۶، ۱۷۔

ربیع الآخر ۱۳۴۹ھ

مضمون "مومن کا نصب العین" جس میں بتایا گیا ہے کہ رضائے الٰہی ہی مومن کا نصب العین اور موجب برکات و ترقیات ہے۔ ص ۲ تا ۴۔
فاتحہ، سوئم وغیرہ معمولات اور نماز صبح سے قبل قضائے عمری پڑھنے کا حکم شرعی۔ فتوی۔ ص ۶ تا ۹۔
مضمون "وہابیہ کی عیاریاں اور التلبیسات کا افشائے راز" گزشتہ سے پیوستہ۔ ص ۱۰ تا ۱۳۔
لاحق بسابق "تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔
لاحق بسابق مضمون "دیانندی آریہ" ص ۱۶، ۱۷۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ

دیوبندی تحریک جمیعت علما کی اسلام و مسلم مخالف سرگرمیوں نیز صدر و مفتی جمیعت مولوی کفایت اللہ

دہلوی کے گمراہ کن معاملات سے متعلق استفتا کے جواب میں مدلل و مفصل فتوی۔ ص۸و۱۸۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص۱۶، ۱۷۔

جمادی الآخرۃ ۱۳۴۹ھ

اسلام مخالف طاقتوں کی ریشہ دوانیوں سے متعلق تفصیلی مضمون بعنوان ''خطرناک گمراہی''ص ۲ تا ۵۔

فرض نماز کے بعد کلمہ یا درود شریف بلند آواز سے پڑھنے کا حکم اور علم غیب نبی پر وہابیہ کا شبہ اور اس کا جواب۔ فتوی۔ ص۵ تا۹۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ''ص۱۶، ۱۷۔

رجب المرجب ۱۳۴۹ھ

علمائے کرام کی سیاسی ذمہ داریوں کے حوالے سے بہترین مضمون۔ ص ۲ تا ۷۔

دہریہ کے سوالات اور بزرگان دین سے توسل سے متعلق سوالات کے جوابات اور سنی کی تعریف پر مبنی فتوی۔ ص۸ تا ۱۲۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ''ص۱۶، ۱۷۔

شعبان المعظم و رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر تطہیر اور وہابیہ کی امامت وغیرہ سے متعلق فتاوی۔ ۳ تا ۶۔

وہابی نجدی جماعت کے اسلام مخالف و گمراہ کن عقائد و نظریات اور ان سے امت میں پیدا ہونے والے فتنوں کی تفصیل۔ ''وہابیت کا جھگڑا''ص۱۴ تا ۲۵۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص۲۶، ۲۷۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ''ص۲۸ تا ۳۳۔

شوال و ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ

فاسق، سود خور کی امامت، مسجد میں نماز جنازہ کا حکم، تجوید کا سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ ان تمام سوالات کے جوابات پر مشتمل فتاوی۔ ص۸ تا ۱۰۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص۲۶ تا ۲۹۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ''ص۳۰ تا ۳۳۔

ذوالحجہ ۱۳۴۹ھ

مسلمانوں کے آپسی اتحاد و تنظیم کے حوالے سے انقلاب آفریں مضمون۔ ص ۲ تا ۸۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۱۶، ۱۷۔

محرم الحرام ۱۳۵۰ھ

نئے سال کی آمد کے حوالے سے دل چسپ مضمون ''سال نو'' ص ۲ تا ۹۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۱۶، ۱۷۔

صفر المظفر ۱۳۴۹ھ

اہل اسلام کی جماعتی بقا کے راز۔ مضمون ''بقا کا راز'' ص ۱ تا ۷۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۳، ۱۴۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۱۵، ۱۶۔

ربیع الاول والآخر ۱۳۵۰ھ

مسلمانوں کے آپسی اختلافات اور خانہ جنگی سے ہونے والے نقصانات اور درد مندوں کے اظہار تکلیف پر مشتمل مضمون ''قومی منازعتیں'' ص ۱۱ تا ۲۱۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۲۵ تا ۲۸۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۲۹ تا ۳۲۔

جمادی الاولیٰ والآخرۃ ۱۳۵۰ھ

نماز جمعہ سے متعلق فتوی۔ ص ۸ تا ۱۱۔

جنت میں جانے والے جانوروں سے متعلق فتوی۔ ص ۱۸، ۱۹۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۳۱، ۳۲۔

رجب المرجب وشعبان المعظم ۱۳۵۰ھ

وہابیوں کی تفرقہ بازیوں سے متعلق گیارہ سوالات کے جوابات پر مشتمل فتوی۔ ص ۲ تا ۱۸۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۲۶ تا ۲۹۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۳۰ تا ۳۳۔

رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مومن کی قبر کشادہ کیسے ہوتی ہے اس تعلق سے بیہودہ اعتراضات کے جوابات پر مشتمل مضمون ''عالم قلب، دل کی دنیا'' ص ا تا ۵۔

ماہ محرم الحرام کی برکتوں، فضیلتوں اور اس میں ادا کی جانے والی عبادتوں سے متعلق عمدہ مضمون ''ماہ محرم کے خیرات وحسنات'' ص ۵ تا ۱۶۔

شوال وذوالقعدہ ۱۳۵۰ھ

نام نہاد مسلمانوں کی بے دینی ونیچریت کے رد میں مدلل ومفصل مضمون ''بے دینی کی عیاریاں'' ۲ تا ۱۲۔

شہادت کے احکام وفضیلت پر مشتمل مضمون ''فضل شہادت'' ص ۲۴، ۲۵۔ و ۳۴۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۲۶ تا ۲۹۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۳۰ تا ۳۳۔

ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ ومحرم ۱۳۵۱ھ

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۲۶ تا ۲۹۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۳۰ تا ۳۳۔

صفر، ربیع الاول والآخر ۱۳۵۱ھ

پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی افضلیت سے متعلق غیر مقلدین کی طرف سے پیش کیے گئے چودہ وجوہات کے جوابات بعنوان ''بے دینی کی فتنہ پردازیاں'' ص ۱۹ تا ۳۰۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۳۴ تا ۳۷۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۳۸ تا ۴۱۔

محرم الحرام ۱۳۵۲ھ

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۴، ۱۵۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۱۶، ۱۷۔

نعتیہ کلام۔ صفحہ اخیرہ

صفر المظفر وربیع الاول ۱۳۵۲ھ

نعتیہ کلام۔ ص ا۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۸ تا ۲۱۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۲۲ تا ۲۵۔

ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ

بزرگوں کے اعراس سے متعلق فتوی۔ ص ۶ تا ۸۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۳۴ تا ۳۷۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۳۸ تا ۴۱۔

جمادی الاخریٰ ۱۳۵۳ھ

شریعت اسلامیہ کے ابتدائی حالات پر مبنی مضمون ''شریعت اسلامیہ کا ابتدائی عہد'' ص ۱ تا ۶۔

حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت طیبہ سے متعلق عمدہ خطاب۔ ص ۸ تا ۱۲۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۱۳، ۱۴۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۱۵، ۱۶۔

رجب المرجب و شعبان المعظم ۱۳۵۳ھ

نعتیہ کلام۔ ص ۱۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۲۶ تا ۲۹۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۳۰ تا ۳۳۔

جن سے عورت کے نکاح سے متعلق فتوی۔ صفحہ اخیرہ۔

رمضان و شوال ۱۳۵۳ھ

مخلوق کی اصلاح و ہدایت کے اصول رہنما خطوط و زاویوں پر مشتمل تحریر ''اصلاح خلق اور اصول ہدایت'' ص ۱ تا ۵۔

ایصال ثواب کے جواز و مستحسن ہونے سے متعلق استفتا کے جواب میں فتوی بشکل رسالہ ''کشف الحجاب عن مسائل ایصال ثواب'' ۱۴ تا ۲۴۔

لاحق بسابق ''تفسیر سورہ بقرہ، ص ۲۵ تا ۲۸۔

لاحق بسابق مضمون ''دیانندی آریہ'' ص ۲۹ تا ۳۲۔

صدر الافاضل کی طباعتی واشاعتی خدمات

گزشتہ اوراق میں صحافتی خدمات کے حوالے سے آپ کے جاری کردہ رسالہ ''ماہنامہ السواد الاعظم'' کا تعارف پیش کیا گیا۔ اب آپ کی طباعتی واشاعتی خدمات سے متعلق کچھ عرض کیے دیتے ہیں۔

مطبع نعیمی مرادآباد کا قیام

آپ نے شہر مرادآباد میں اہل سنت وجماعت کے لٹریچر کی طباعت واشاعت کی کمی کو محسوس کیا تو خود کا ایک مطبع قائم فرمایا جو مطبع نعیمی سے مشہور ہوا۔ غالباً اس مطبع کا قیام ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں ہوا۔ اسی مطبع سے ماہنامہ ''السواد الاعظم'' کی اشاعت ہوتی تھی۔ اس مطبع سے بہت سی کتابیں چھپ کر شائع ہوئیں۔

اہل سنت برقی پریس مرادآباد

اندازے کے مطابق ۱۹۳۰ء میں آپ نے اہل سنت برقی پریس قائم کیا۔ ۱۹۳۴ء میں اپنے بڑے صاحب زادے مولانا میاں علامہ ظفر الدین نعیمی کو اس مطبع کا مستقل متولی نامزد فرمایا اور سرکاری تولیت نامہ بھی تیار کرایا۔ اس حوالے سے باب ''حالات اہل وعیال'' میں مولانا میاں کے حالات کے ضمن میں تفصیل پیش کردی ہے۔ وہیں ملاحظہ کریں!

ترجمہ کنزالایمان کی طباعت واشاعت

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کی اولین طباعت و اشاعت آپ نے فرمائی۔ تفصیل فقیر نے باب ''اساتذہ ومشائخ'' میں امام اہل سنت کے حالات کے ضمن میں پیش کردی ہے۔ یہاں آپ کی دستی تحریر سے ایک اقتباس پیش ہے ملاحظہ کریں:

''ترجمہ کلام پاک عطیہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الحاج المولوی مفتی شاہ محمد احمد رضا خان صاحب قدس سرہ مسمی کنزالایمان کو عرصہ ہوا چھاپ کر میں شائع کرچکا ہوں۔ جس کے تمام حقوق محفوظ ہیں''

[دستی تحریر]

سرورق ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد
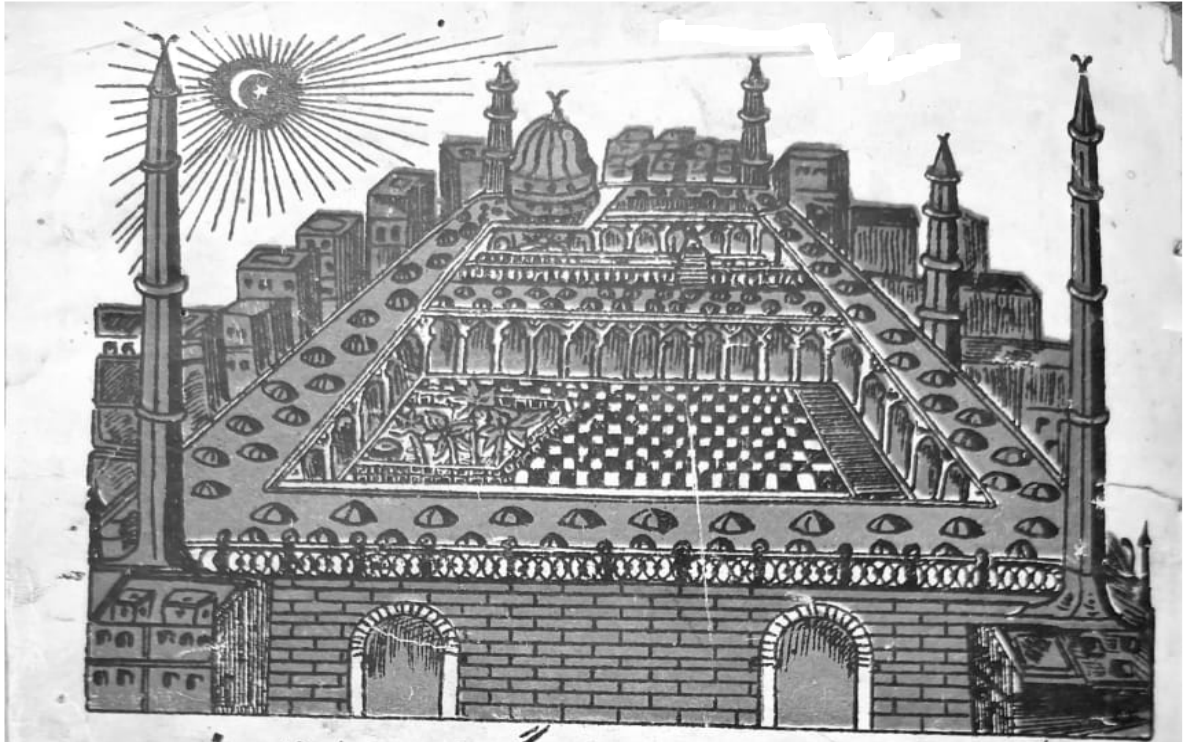
زخاک اے لالۂ سیراب برخیز
چو نرگس خواب چند از خواب برخیز
بروں آور سر از برد یمانی
کہ روئے نشست صبح زندگانی

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار رواہ ابن ماجہ

السواد الاعظم

مدیر (مولانا) محمد عمر نعیمی

چندہ سالانہ ایک روپیہ

قد طبع علم النعیمی فی المطبع النعیمی الواقع فی بلدۃ مرادآباد شائع

سعدیہ عربک گرلس کالج ایک تعارف

سعدیہ عربک گرلس کالج مافق پوروہ، بلرام پور روڈ، بھارت پٹرولیم کے سامنے، ضلع گونڈہ۔

ایک ایسا ادارہ ہے، جو خواتین امت کی تعلیم و تربیت کے لیے وجود میں لایا گیا ہے۔ ادارے کی پر شکوہ عمارت اور اعلی تعلیمی نظم و نسق لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا رہا ہے۔ ادارے میں تقریباً سات سو سے زائد بچیاں بادہ علم و حکمت کے جام سے اپنی تشنگی بجھا رہی ہیں، جن کی تعلیم و تربیت اس انداز سے ہو رہی ہے کہ وہ اسلامی شعور و آگہی سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ عصری علوم مثلاً کمپیوٹر، انگریزی اور ریاضی و غیرہ سے بھی آراستہ ہو رہی ہیں، نیز طالبات کے لیے امور خانہ داری مثلاً سلائی کڑھائی اور کشیدہ کاری وغیرہ کی تعلیم بھی ملحوظ ہے۔ ہر سال ختم بخاری کے لیے ممتاز الفقہا، محدث کبیر حضور علامہ مولانا مفتی محمد ضیاء المصطفی قادری حفظہ اللہ تشریف لاتے ہیں۔

سنگ بنیاد:۔ ادارہ ہذا کی بنیاد ۲۶ فروری ۲۰۱۶ء کو پیکر تقوی و طہارت الحاج صدیق بابا، برگردہی، شراوستی اور دیگر اکابر علم و فضل اور دانشوران قوم و ملت کے ہاتھوں رکھی گئی۔

رقبہ:۔ ادارہ اپنی لمبائی اور چورائی کے اعتبار سے تقریباً ۵۱۶۰۰/ اسکوائر فٹ پر مشتمل ہے۔ ادارے کی دو منزلہ عمارت خوب صورت جاذب نظر اور قریب سے گزرنے والوں کو دعوت نظارہ دیتی ہیں، جس میں ۳۰ کمرے ۲۵* ۲۲ اور ۱۵ کمرے ۴۰*۱۸ اور دو بڑے ہال ہیں۔ نیز لائبریری، کمپیوٹر لیب، نماز ہال اور ڈائننگ ہال ہے۔

بانی و سربراہ:۔ ادارہ ہذا کے بانی و سربراہ **حضرت حافظ و قاری عتیق الرحمٰن خان صاحب قبلہ** انڈیا تھوک گونڈہ مقیم حال افریقہ اور ان کے چھوٹے بھائی ناظم ادارہ و **مخیر قوم و ملت عالی جناب حفیظ الرحمن خان صاحب قبلہ** کی بے پناہ محنت و لگن اور جذبہ خدمت دین کے سبب وجود میں لایا گیا اور ادارہ روز بروز کامیابی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔

ادارے کے شعبہ جات:۔ ① شعبہ تخصص فی الفقہ۔ ② شعبہ عالیہ۔ ③ شعبہ فوقانیہ۔ ④ شعبہ تجوید و قراءت ⑤ شعبہ کمپیوٹر۔ ⑥ شعبہ امور خانہ داری۔ ⑦ شعبہ کشیدہ کاری۔ ⑧ شعبہ تعلیم بالغاں۔

عزائم:۔ بحمدہ تعالی دو منزلے کا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے، بڑھتی ہوئی طالبات کی تعداد کو دیکھتے ہوئے تیسرے منزلے کا کام ان شاء اللہ العزیز جلد شروع ہونے والا ہے۔ ذمے داران ادارہ نے جس وقت ادارہ ہذا کو قائم کیا تھا، اس وقت سے ان کے دل میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کو بھی فروغ دینے کی خواہش اور ایک روشن خواب تھا کیوں کہ وہ اس بات سے واقف ہیں کہ دینی علوم جہاں آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے وہیں دنیوی علوم دنیا کی کامیابی اور ترقی کا سامان، مگر کچھ دشواریوں بالخصوص کرونا مہاماری کی وجہ سے ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا، مگر ان شاء اللہ بہت جلد اسلامی شہزادیوں کے اندر عصری علوم کو فروغ دینے اور دنیاوی تعلیم کو اجاگر کرنے کے لیے ذمے داران ادارہ کی جانب سے، گرلس انٹر کالج، کا قیام عمل میں لایا جائے گا، لہذا اہل خیر حضرات سے گزارش ہے کہ اپنے صدقات و عطیات کی ادائیگی کے وقت ادارے کو فراموش نہ کریں۔

Bank Name: HDFC-A/c Name: Sadiyah Arabic College A/c No. 50200019107804....

IFCS Code: HDFC0003843 Branch Name: Para Saray.....Mbl No. 9838028272

سعدیہ عربک کالج کے روح پرور مناظر